۲۹۷/۱۷۲۴
ت ۱۶۹ الف
صاتر
۱۳۶۲
ل

سازمان کتابخانه ها، موزه ها و مرکز اسناد آستان قدس رضوی

اداره مخطوطات

پانچ شد

نام کتاب: تفسیر مواهب الرحمن المشتهر به جامع البیان
[تفسیر مواهب الرحمن - اردو]

مولف: ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ۷۰۰، ۷۷۴ هـ

موضوع: تفاسیر اهل سنت قرن ۸ ق

زبان: اردو

سال چاپ: ۱۹۴۲ م - ۱۳۶۲ ق

محل چاپ: لکهنو

کاتب: —

طول: ۳۲/۸ عرض: ۲۶ شماره صفحه ها: ۳۵۸

شماره عمومی: ۳۴۰۹۰ کتابخانه / بخش

وقفی / خریداری: ارسالی از مخزن تاریخ

مصور ☐ درسی ☐ گراوری ☐ افست ☐

ملاحظات: مترجم امیرعلی صاحب، امیرعلی

مرمت کارگاه کتب خطی

[illegible]
مرمت کارگاه کتب خطی

پارہ ۱۲

یعلمہم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف و حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق یعنی تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ مع بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عماد دین ایمان،

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمن

المقترن

مع جالب البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیہ ترجمہ عالمگیری و عین الہدایہ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں حسب جوبلی چھپی

۱۹۴۲ء

اعلان حق تالیف و تصنیف اس کتاب کی آئندہ کا بحق نولکشور پریس لکھنؤ محفوظ و محدود ہے۔

CENTRAL LIBRARY OF ASTAN QUDS
FOREIGN BOOKS اردو
NUMBER ۱۳۳۲ DATE ۸۰

۲۹۷/۱۷۲۴
الف ۱۷۲

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ

اور مین نے اپنے نفس کی برأت نہین کی بیشک نفس تو بہت ہی برائی کی راہ بتاتا ہے سوا اسکے جسپر رحم فرما دے

رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

میرا پروردگار بیشک میرا رب بڑا غفور الرحیم ہے

جب یوسف علیہ السلام نے خیانت کی مذمت بیان کی وا فادہ فرمایا کہ خائنون کا بھلا نہین ہوتا تو اس سے عوام کا خیال جاتا ہو کہ یہ خودستائی اور اپنی تعریف ہو لہذا فرمایا۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اور مین اپنے نفس کی برارت نہین کرتا ف اور اس بیان سے میری یہ غرض نہین ہو کہ اپنے نفس کی پاکیزگی ظاہر کرون۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ بے شبہہ نفس تو سب سے بڑھ کر بدی کی راہ سجھانے ولگانے والا ہو۔ پس ہر شخص اگر اپنے نفس پر اعتماد کرے اور اسکے کہنے پر چلے تو وہ اسکو کثرت سے بہت بدی کی راہ لگا ویگا ہر شخص کا نفس بدکام کا حکم کرتا ہو۔ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ سوا ایسے شخص کے جسپر حق تعالے پروردگار عز وجل رحم فرما دے پس جسپر اللہ تعالیٰ رحم کرے اُسکو یا تو نفس مطمئن ملتا ہو کہ بدی کی راہ نہ بتلا وے جیسے انبیاے معصومین علیہم السلام اور یا نفس کی فرمایش سے جو گناہ و برائی ہو اللہ تعالیٰ ہدایت خاص کے ساتھ معصوم و محفوظ کر دیتا ہو اسطرح کہ وہ نفس کو مقہور کرتا اور موافق حکم شرع کے کام کرتا ہو۔ پھر چونکہ زلیخا سے مراودت واقع ہوئی تھی لہذا آخر مین استغفار کیا اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک میرا رب بڑا غفور رحیم ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اس قول کو ماوردی رح نے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہو اور شیخ ابن تیمیہ نے اسی کو اختیار کیا اور اسکی تائید و تصحیح مین ایک مستقل کتاب علحدہ لکھی ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ سراج وغیرہ نے لیعلم کی ضمیر درصورتیکہ یہ زلیخا کا کلام ہووے حضرت یوسف ع کیطرف راجع کی یعنی مین نے اسکی پاکیزگی و برارت کا اقرار اسکی غیبت مین کر دیا اس غرض سے کہ وہ جان لیوے کہ مین نے پیٹھ پیچھے جبکہ وہ قیدخانہ مین ہو اسکی خیانت نہین کی اور قولہ ان اللہ لایہدی کید الخائنین سے تاکید ہو کہ پہلے مین نے خیانت کی تو راہ نہ پائی اور آخر فضیحت ہوئی اور اُس نے سچائی کا برتاؤ کیا تو قید مین اسکی برارت اور رہائی ہوئی۔ مترجم کہتا ہو کہ اگر یہ عورت کا کلام ہو تو یہ شبہہ ضرور ہوگا کہ قولہ ان اللہ لایہدی کید الخائنین۔ اور قولہ ما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء اور قولہ ان ربی غفور رحیم۔ یہ سب ایمان صحیح و توحید آلہی کے نتایج سے ہین کیونکہ کید و خیانت اہل کفر کے ساتھ ضمنم ہو جبکہ انھون نے عہد ازل و میثاق آلہی مین خیانت کی اور یہ سب سے بڑی خیانت ہو اور نفس کا تزکیہ نہ کرنا محض ایمان ہو بخلاف کفر کے کہ وہان اتباع ہوی کے سوا کوئی بات نہین ہو اور غفران آلہی کی التجا، کافر کی شان نہین ہو حالانکہ عورت اسوقت تک کفر پر ثابت تھی تو یہ مواعظ بلیغہ اس کی طرف سے متبعد مین پس مترجم کو تقویت قول مذکور کی جسکی تائید مستقل تصنیف سے شیخ ابن تیمیہ رح نے کی ہو کوئی قوی دلیل نہین ظاہر ہوئی پس اقوی میرے نزدیک قول اول ہو اور خلاصہ اسکا سراج و معالم و بیضاوی و تفسیر کبیر سے اسطرح ہو کہ جب ایلچی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور خبر دی کہ بادشاہ کے حضور مین سب عورتون نے مع زلیخا کے تمہارے پاک و بے لوث ہونے کی گواہی دی ہو تب یوسف ع نے کہا۔ ذلک۔ یہ میرا قید مین ثابت قدم رہنا اور بادشاہ کے بلانے پر نہ جانا لیعلم انی لم اخنہ بالغیب۔ اس مقصد سے تھا کہ وہ جان لیوے میرے پیٹھ پیچھے یعنی بادشاہ یا عزیز مصر کہ ہرگز مین نے اسکی کوئی خیانت نہین کی کیونکہ مین قید مین پڑا ہون اور عورتین مع زلیخا کے بے کھٹکے ہین تو انکی گواہی و زلیخا کا اقرار خوب ظاہر کرتا ہو کہ مین پاک ہون اسکے گھر یا غیرون مین سے کسی سے مین نے بدی نہین کی ہو۔ اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہو کہ یہ یوسف علیہ السلام کا مقولہ ہو۔ امام بغوی نے کہا کہ ایک آدمی کی گفتگو دوسرے سے ملانے مین کوئی

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم وفن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے۔ جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ وملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہین قیمت بہت مناسب ہے اِس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اِن مین بعض کتب اُردو وفارسی وعربی کے درج کرتے ہین تاکہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری۔ ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدمیں سے،
تفسیر سورۂ فاتحہ۔ مسمیٰ بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔ ۲۔ر
تفسیر سورۂ یوسف۔ چو مصرعہ از مولوی اشرف علی۔ ۵۔ر
پنجسورہ مترجم۔ باترجمۂ اُردو۔ ۲۔ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ بمتعارف مند اول پوری تفسیر خوشخط مجلد ۷ ر
تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف ۴ ر

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی۔ مسمیٰ بہ سواطع الالہام علم کے سرکا تاج یعنی جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجئے عجیب صنعت ہو بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت وسلاست بھر بند او خبر اور شرط وجزا کی اصطلاح بے نقط فرعون وقارون کا نام بے نقط رُداد کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا ویسا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت

نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔ لعہ بلا جلد۔ مجلد ۱۲ ر

احادیث اُردو

مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد مین ہو حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اُردو میں اس مرتبہ اسمین ترجمہ اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ۱۶ ر
تحفۃ الاخیار۔ ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی ۔ ۴ ر
ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اوّل مترجمہ مولوی فضیل احمد انصاری دلاوری لاہوری۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زرکثیر مطبع نے کرایا ہے۔ اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں۔ للعہ ر
ایضاً جلد دوم۔ حسب مراتب بالا ۔ ۳ ر

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات۔ حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا عبد الحق محدث دہلوی چار مجلدات مین جدید الطبع ۱۶ ر

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمٰن بن علی یمنی معروف ۔ ۲ ر
دلائل الخیرات۔ باترجمۂ فارسی واسماء متبرکہ

دخواص اسماء حسنے معروف ۔ ۶ ر
زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ذخیرہ احادیث مؤلفہ مولانا غلام یحییٰ ۔ ۵۔ ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار۔ ترجمہ اُردو درمختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدمیں ۱۶ ر
راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۱ ر
مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ ر
حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان۔ ۱ ر
ترجمہ فتاوی عالمگیری۔ اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدون مین شائع کیا ہے قیمت کامل ۵۰ ر
کشف الحاجۃ۔ ترجمہ اُردو مالابد منہ از مولوی محمد نور الدین ۔ ۴ ر
ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵) حلیہ شریف (۶) نورنامہ (۷) چہل مسائل مؤلفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام۔ ۲ ر
شرع محمدی منظوم مسائل فقیہ از محمد خان قندھاری ۔ ۳ ر

حرج نہین جب کوئی قرینہ ہر ایک کی شناخت پر موجود ہو اور اسکی دوسری مثال یہ آیات ہین قال اللہ تعہ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اہلھا اذلۃ یہانتک بلقیس کا کلام ہی پھر اللہ تعہ نے فرمایا۔ وکذلک یفعلون۔ اسی طرح قولہ تعالے ربنا انک جامع الناس لیوم لاریب فیہ۔ یہ دعا کرنے والے کا کلام ہی اور آگے اللہ تعالے نے کہا ان اللہ لایخلف المیعاد۔ پس ایسے ہی یہان ہی اور مترجم کہتا ہی کہ قرینہ قوی وہ ہی جسکا ذکر مین نے اشارہ کیا ہی۔ پھر قولہ ان اللہ لایھدی کید الخائنین۔ نہین ہدیٰ یعنی لیسدد و تنجح ہی یعنی خائن کے مکر کو اللہ تعہ راست و مفید نہین کرتا بلکہ آخر خائن فضیحت و رسوا ہوتا ہی پس مقصود یہ بھی ہی کہ مین خائن نہ تھا اور نہ اس ورطہ سے مجھے نجات ہوتی اور عورتین مکار تھین کہ خود رسوا ہوئین۔ اور حشویہ کہتے ہین کہ جب یوسف نے یہ بات کہی تو جبرئیل نے کہا کہ نہ اسوقت جب قصد کر کے عورت کا ازار بند کھولا تھا تو اُس وقت یوسف ؑ نے کہا وما ابرئ نفسی آلخ امام رازی رحہ نے کہا کہ ان لوگون نے بہت سی خبیث روایات بنائی ہین یہ بھی انھین روایتون مین سے ہی اور یہ روایت کسی معتبر کتاب مین مذکور نہین ہی بلکہ بعض نے اسکو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جانب نسبت کیا و لیکن ان لوگون نے یہ قصد کیا کہ کوشش کر کے ظاہر قرآن مین تحریف معنوی پیدا کرین مگر اللہ تعہ نے اسلام مین ایسے اہل تحقیق علماء و صادقین پیدا کیے جنھون نے خبیث لوگون کے اقوال رد کر دیے اور قرآن مجید کو پاک و طاہر رکھا آیا یہ نہین دیکھتے کہ ایسی خیانت نعوذ باللہ اگر ہوتی تو قولہ لم اخنہ بالغیب محض دروغ ہوتا حالانکہ کسی دیندار عاقل کی جانب ایسا خیال نہین ہو سکتا تو کیسے ایک نبی مرسل کی طرف روا ہوگا جو پاکیزہ خاندان نبوت مین سے ہی بلکہ یہ آیت تو نہایت پاکیزگی یوسف ؑ پر قطعی دلیل ہی اور فرقہ حشویہ بدبخت اپنی طرف سے اتہام کر کے کفر اختیار کرتے ہین اور جن عورتون کے ساتھ خود معاملہ تھا وہ کہتی ہین کہ حاشا للہ ما علمنا علیہ من سوء۔ اور مترجم کہتا ہی کہ روایت ابن عباس کو شیخ ابن کثیر نے ابن جریر سے اسطرح نقل کیا قال ابن جریر حدثنا ابو کریب حدثنا وکیع عن اسرائیل عن سماک عن عکرمۃ عن ابن عباس قال لما جمع الملک النسوۃ فسألہن ہل راودتن یوسف عن نفسہ قلن حاش للہ ما علمنا علیہ من سوء قالت امرأۃ العزیز الآن حصحص الحق الآیۃ قال یوسف ذلک لیعلم انی لم اخنہ بالغیب فقال جبرئیل ولا یوم ہممت بہا فقال وما ابرئ نفسی الآیۃ مترجم کہتا ہی کہ اسناد اس روایت کے جید ہین اور لکھا ہی کہ ایسا ہی قول مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و ابن ابی الہذیل و ضحاک و حسن و قتادہ و سدی سے مروی ہی مترجم کہتا ہی کہ ان تابعین کے قول سے یہ مراد ہی کہ انھون نے بھی قولہ ذلک لیعلم۔ کو کلام یوسف علیہ السلام قرار دیا ہی نہ کلام زلیخا بدین دلیل کہ مراد بیان اقوال ہی نہ تحقیق معانی اور سابق مین مترجم نے لکھدیا کہ اعتماد انھین کتابون پر ہی جو مدلل ہون اور تعویل انھین روایات پر ہی جنمین کوئی علت نہو اور مدار اعتقاد کا خصوص ایسے مقامات مین انھین نصوص پر ہی جو وحی جلی یا خفی ہون اور بیان قرآن مجید وحی جلی سے حضرت یوسف علیہ السلام کی ہر طرح پاکیزگی ظاہر ہی اور ایک بڑا گروہ مفسرین کا اسی قول کے موافق تفسیر کرتا ہی اور وحی خفی یعنی حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوتا ہی کہ اپنی پاکیزگی ظاہر ہونے کے لیے قید مین ثابت قدم رہے۔ اور یہ روایت جب قرآن یا حدیث سے نہین ہی تو ضرور بنی اسرائیل سے لی گئی ہی جسپر کچھ اعتماد نہین ہو سکتا ہی۔ اور توضیح اسکی یہ ہی کہ کوئی نقص کسی پیغمبر کیجانب منسوب کرنا کفر ہی تو جب کوئی دلیل منصوص نہین ہی تو اہل کتاب یہود وغیرہ کے قول سے روا نہین ہی کہ منسوب کیا جاوے لہذا صحیح وہی تفسیر ہی جو اول مذکور ہوئی فافہم واللہ تعہ اعلم بالصواب۔ پھر جاننا چاہیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جناب باری تعہ مین حسن ادب کو ہر حال مین مرعی رکھا اور اپنی برأت کے بعد کہا کہ ما ابرئ نفسی۔ یعنی یہ جو کچھ مین نے کہا کہ مین خائن نہین ہون اور مین نے کسی قسم کی بدی کا قصد نہین کیا اور مین پاک ہون تو اس سے میری مراد یہ ہی کہ اللہ تعالے نے مجھپر اپنا پورا فضل فرمایا اور مجھے پاک کر دیا اور یہ غرض نہین ہی کہ میرے نفس مین یہ خوبی ہی اسواسطے اللہ تعہ نے منع فرمایا ہی کہ لاتزکوا انفسکم۔ اپنے نفوس کی پاکیزگی مت بیان کرو کیونکہ۔ ان النفس لامارۃ بالسوء نفس ہمیشہ بدی کا حکم کرتا ہی و لیکن انسان کو اللہ تعہ اپنے فضل سے محفوظ فرماتا ہی۔ الا ما رحم ربی۔ وہی محفوظ رہتا ہی جسپر اللہ تعالے رحم فرماوے۔ ان ربی غفور رحیم۔ میرا رب غفور رحیم ہی انسان اپنی ذات سے بدی کا خواستگار ہوتا ہی مگر اللہ تعالے نہایت بخشنے والا ہے کہ اس کی ذاتی شرارت پر

خارج کر بدنام کرتے ہین جیسے یہ فرقہ ہے ۱۲م

مواخذہ نہین فرماتا بلکہ بخشدیتا ہے اور نہایت رحم والا ہی کہ علاوہ اسکے اسپر رحمت فرماتا ہی۔ یہان ایک نکتہ یہ بھی سمجھ مین آگیا ہوگا کہ آدمی اپنی ذاتی جبلت سے مغفرت خالق عز و جل کا محتاج ہی کیونکہ آدمی یہی نفس منفوس ہی جسکا ذاتی اقتضاء بدی ہی و لیکن عصمت و حفظ الٰہی تو یہ رحمت از جانب حق تعہ ہی جو انبیاء علیہم السلام کے لیے بالکلیہ ہی اور عوام امت کے لیے درجہ بدرجہ خاص خاص طور پر ہی لہذا جہان کسی پیغمبر نے مغفرت چاہی ہے وہ اس بات پر ہرگز دلیل نہین ہو سکتا کہ اُس سے کوئی فعل گناہ سرزد ہوا ہی بلکہ بنظر نفس و خلقت ہی جسکو اللہ تعالے نے پاک کر دیا اور احادیث صحیحہ مین وارد ہی کہ سب سے افضل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دن مین بہت مرتبہ استغفار کرتے تھے اور حاشا کہ کوئی جاہل گمان کرے کہ استغفار بمقابلہ معصیت تھا کیونکہ یہ گمان باطنی کفر ہی ف فی العرائس جب یوسف ؑ نے کہا کہ انی لم اخنہ بالغیب۔ تو باطن مین زبان اسرار سے یہ آواز سُنی کہ اسوقت بھی نہین جب بحکم قولہ لقد ہمت بہ وہم بہا۔ قصد کیا تھا۔ اہل تفسیر نے لکھا کہ جبرئیل ؑ نے انسے ایسا کہا غرضکہ یہ آواز سنکر دعوے نفس سے عذر کیا بقولہ وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ پس پہلا مقولہ تو ابتدائے حال کے خبر تھی اور وہان انکی جبلت وہی جبلت نبوت مقدسہ تھی جسپر کوئی تہمت نہ تھی پھر درمیان مین لطیفہ الٰہیہ سے امتحان و ابتلاء مین پھنسے اور رسم امر پر قدر سابق نے غلبہ کیا پس جو عذر ذکر کیا وہ اسی لطیفہ کی خبر تھی۔ واضح کہ قولہ ان النفس لامارۃ بالسوء مین تحقیقات شریف ہین اسطرح کہ یہ نفس کیا چیز ہی جو بدی پر بشرت آمادہ کرتی ہی پس یہ معلوم ہی کہ وہ شیطان نہین ہی اور ظاہر ہی کہ قلب نہین ہی اور نہ فرشتہ ہی اور نہ عقل ہی اور نہ ایسی کوئی چیز ہی جو عین خارجی ہو پس بعض لوگ تو اسی نفس کو ہوے کہتے ہین یعنی خواہش و شہوات اور بعضے لوگ اسکو طبیعت کہتے ہین اور بعضے بشریت کہتے ہین مگر بشریت کے جو خواہش و میلان بجانب شہوات ہو اسکو نفس نام رکھتے ہین اور یہ اقوال میرے نزدیک سب علم کے رسوم مین سے ہی فقط صورت کی بحث ہی اور میرا ارادہ یہان تحقیق کا ہی تو حقیقت اشیاء کا عالم فی الواقع اللہ تعالے خالق عز و جل ہی مگر جہانتک ادراک پر انعام ہوا ہی وہ کچھ ظاہر کرتا ہی تو نفس درحقیقت وجود قہر قدم ہی کہ فعل مین اسکا ظہور ہوتا ہی اقول یعنی عالم صفات سے عالم فعل مین ظہور قہر قدم کا وہی نفس کی حقیقت ہی اور کہا کہ ہر مخلوق انسانیہ کی طبیعت کو قہریات کے قبول پر حرکت دیتا اور مستعد کرتا ہے قہریات سے مراد وہ امور الٰہیہ ہین جنکا انجام آخر مین غضب و عذاب الٰہی کی طرف ہے جس سے حجاب طاری ہوتا ہے اقول خلاصہ یہ کہ اللہ تعالے نے تمام ممنوعات سے آدمی و جن کو آگاہ فرما دیا اور دنیاوی زینت و اس کارگاہ کا ایک فریب گاہ ناپائدار ہونا ظاہر کر دیا اور یہ بھی منصوص فرمایا کہ جملہ اشیاء دنیا محض مزین تیز مین امتحانی ہین اور انجام معصیت و فریب کا اور عہد الٰہی مین خیانت کا یہ ہی کہ عذاب دائمی مین گرفتار ہوا اور موت کا زمانہ بے وقت معین اور بہت قریب ہی پھر باوجود اس علم کے لوگ انھین چیزون کو قبول کرتے ہین اور ایسے حرکات کرتے ہین جنکا انجام غضب الٰہی و عذاب ہی تو یہ امر تحقیق طلب ہی کہ کون چیز انسان مین ہی جو جان بوجھ کر اُسکو اس عذاب مین گرفتار ہونے پر آمادہ کرتی ہی وہ عقل نہین ہو سکتی کیونکہ عقل ہی تو جوہر نفیس ہی جو رضائے حق عز و جل پر آمادہ کرتی ہی علی ہذا فرشتہ نہین اور وہ شیطان نہین جو انسان سے علحدہ ہے اور نہ اور کوئی عین خارج ہی بلکہ وہ قہر قدم کا وجود ہی جو عالم فعل مین ظاہر ہوا۔ قوم نے فرمایا کہ جو صدور قہر سے ہو وہ نفس ہی یعنی قہر سے عالم فعل مین صادر ہو کر نفس نام رکھا گیا اور ہم اصل کی طرف رجوع کرتے ہین تو قہر ایک ازلی دائمی صفت ہی جو طبیعت بشری کو شہوات کی تلاش پر جنبش دیتی ہی پس کسی کو یہ مجال نہوگی کہ اسکے قبضہ سے نکل جاوے مگر وہی جسپر لطف الٰہی تعہ نے قبضہ کر لیا علی معنی قولہ الا ما رحم ربی۔ کیونکہ یہ صفت تمام ذوات پر غالب ہی اور وہ صفت الٰہی سبحانہ تعہ ہی اور وہ نفس المنفس ہی کیونکہ اللہ تعہ کی ذات موصوف بصفۃ القہر ہی اور اُسکے قہر نے تمام حوادث و ممکنات و مخلوقات کو اپنی تحت مین مغلوب کر لیا ہی پھر وہ کون ہی جو دعوے کرے کہ مین اپنے آپ کو سلطان قہر کے قبضہ سے نکال لونگا پس قولہ وما ابرئ نفسی یعنی مین اپنے نفس کو بری نہین کرتا ہون کہ اسپر قہر الٰہی تعالے کا قبضہ نہین ہی بلکہ ضرور وہ قہر کے قبضہ مین مقہور ہی۔ اور نیز اشارہ ہی کہ مین بری نہین کرتا النفس المنفس کو قہر و قبضہ سے کیونکہ النفس المنفس

بمقتضائے قہر حکم کرتا ہی اور مقتضائے قہر وہی مقتضائے امتحان ہی اور مقتضائے امتحان وہی مقتضائے ملامت ہی یہ سب علم کا طریقہ ہی اقول مقتضائے
ملامت سے یہان اصطلاح فقہ مراد ہی یعنی جسپر استحقاق عذاب ہو پس اشارت ہی کہ امتحان مین پورا ہونا ممکن نہین ہی تو مناقشہ ہلاکت ہے اور
عفو ومغفرت نجات ہے۔ پھر لکھا کہ قولہ الا ما رحم ربی یعنی سوائے اس شخص کے جسکو حق تعالے نے اپنے لطف کے ساتھ اپنے قہر سے محفوظ کر دیا۔ اور
اس سے اشارہ اپنی ذات کی طرف لیا کہ حق عز وجل نے اپنی رحمت سے مجھکو بھی اپنے قہر یعنی امتحان سے بچا لیا۔ اور قولہ ما ابرئ نفسی مین اس
امتحان کی طرف اشارہ کیا جو زلیخا کے معاملات مین واقع ہوا اور یہ مرتبہ ایسے شخص کا ہے جو سر القہر سے عارف ہوا اور سر الخطاب وسر امتحان
وسر النفس وغلبہ ربوبیت سے دانا وبہدایت حق عز وجل سرفراز ہو وقد قیل من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اور مترجم کہتا ہی کہ اس قول مین نفس
کے معنی اس تحقیقات کے موافق لینے مین جو ابھی شیخ نے ذکر فرمائی ہے اشکال ہی کیونکہ نفس اس تحقیق پر ظہور قہر قدم ہی اور غایت اس سے اصل صفت
کی معرفت ہی تو رب کی معرفت مین تامل ہی اور ظاہر ا یہان حقیقت ذات انسانی مراد ہی اور شاید کہ صفات مین ذات کے کلیہ پر معرفت تامہ حاصل ہو
واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور شیخ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ عارف حقیقت نفس تھے تو آپ کے کلام حکمت مین اشارت موجود ہی کہ آپ نے اصل سے پناہ مانگی
حیث قال اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک یعنی مین پناہ مانگتا ہون تیری رضا کے ساتھ تیری خشم سے اور تیرے عفو کے ساتھ تیرے عذاب
سے۔ اور آپ نے ہمکو آگاہ فرما دیا کہ حق تعالے عز وجل نفس النفس ہی چنانچہ اسی حدیث مین فرمایا واعوذ بک منک۔ ہم تجھی سے تیرے ساتھ پناہ مانگتے ہین یعنی قہر و
لطف وسخط وغضب سب تیری صفات ہین تو ہم لوگ تیری پناہ مین تجھی سے سلامتی چاہتے ہین۔ پھر شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ جس نے چاہا کہ اپنے نفس کی پاکیزگی
حاصل کرے اس نے ربوبیت کے ساتھ جھگڑا پھیلایا کیونکہ نفس اصل قدر سابق ہی بنا بر جریان امتحان کے۔ تو نہین دیکھتا کہ واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جس نے اپنے
نفس کو ملامت کی اُس نے شرک کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ مسئلہ جو شیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا بہت مشکل ہی اور اصل اشکال عوام کی عقل کے موافق ہی ورنہ اہل الحق کے
نزدیک بہت صاف وواضح ہی پس اول تو مین کلام شیخ کی توضیح کرتا ہون پھر اُن احادیث ونصوص کی طرف اشارہ کرتا ہون جہان سے استدلال ہی
پس شیخ کی مراد یہ ہی کہ کوئی شخص اپنے نفس کو پاک نہین کر سکتا مگر اسی قدر کہ اُسکے حق مین پاک ہونا خود مقدر ہی کیونکہ جب نفس ظہور قہر ازل ہی تو ازل
مین ہر شخص کے حق مین دنیاوی امتحان وابتلاء کی حالت گذر چکی پس اس سے وہی نتیجہ حاصل ہو گا جو مقدر ہو چکا ہی تو اسکا ارادہ کرنا لغو اور جہل ہو گا
یہی معنی ہین کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کرنا چاہا اُس نے ربوبیت سے منازعت کی یعنی نفس کو سعادت یا شقاوت کی حالت پر لانا کسی دوسرے کے
اختیار مین نہین ہی سوائے خالق عز وجل کے اسی واسطے فرمایا فلا تزکوا انفسکم یعنی اے لوگو تم اپنے نفس کی پاکیزگی مت بیان کرو۔ وجہ یہی ہی کہ نفس تو باختیار
الٰہی ایک حالت پر مقدر ہو چکا پس دوران قضا مین جسطرح اللہ تعالیٰ نے چاہا اسی حد تک سعادت اسکو حاصل ہو گی پس تمہارا خود کچھ بھی اختیار نہوا تو
تم کس بات پر خودستائی کرتے ہو اور یہین سے واضح ہو گیا وہ جو شیخ واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اپنے نفس کا ملامت کرنے والا مشرک ہی کیونکہ نفس کی خوبی اُسکے
اختیار مین نہ تھی اور ملامت اختیار کے ساتھ دائر ہی کیونکہ جب نفس اسی قدر پاک ہو گا جسقدر اسکے حق مین مقدر ہی تو وہ اُس سے زیادہ بے اختیار ہی پس جب
ملامت کی تو اُسکے لیے اختیار ثابت کیا حالانکہ وہ ارادۂ الٰہی ہی پس گویا اُسکے لیے صفت الٰہیہ ثابت کی اور یہ شرک ہی اور مترجم کہتا ہی کہ مراد اس سے نتیجہ ہے
یعنی جس نتیجہ پر نفس کا انجام ہوا اسپر قابل ملامت نہین ہی کیونکہ یہ تقدیر الٰہیہ ہی اور اگر ملامت سے مراد یہ ہو کہ فہم وعقل کی راہ مین اسنے کیون خطا کی جس سے
مستحق عذاب ہوا تو یہ دوسرے معنی ہین اور اسی پر عذاب وثواب کا مناط بیان کیا گیا ہی علی معنی قولہ فلا تلوموني ولوموا انفسکم۔ اور عدم اختیار پر مدح وذم بحسب
نتیجہ غیر معقول ہی وقد قال تعالیٰ یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا۔ پھر نصوص وآیات واحادیث اُسکے واسطے صریح ہین اور یہ مسئلہ جبر نہین ہی جیسا کہ ظاہر مین وہم ہوتا
ہی بلکہ اسمین واُسمین بڑا فرق ہی جیسے تقدیر وتدبیر مین کوئی منافات نہین ہی گو عوام اسمین فرق نہین کرتے مین کیونکہ جو شخص ہاتھ سے لقمہ نہ اٹھاوے حتی کہ مرجاوے

اسپر ملامت کیجاویگی یا کوٹھے پرسے کود پڑے سیڑھی کی راہ چھوڑ دے اس زعم پر کہ موت یا چوٹ مقدر ہو گی تو مریگا ورنہ کچھ نہوگا تو حرام موت مرا اگرچہ اسکی
موت اسوقت مقدر تھی ایسے ہی یہان بھی نفس تقدیر وعلم الٰہی کی راہ سے ملامت کرنا شرک ہی اور اس راہ سے کہ علم الٰہی کا حال اسکو کیونکر معلوم ہوا جس سے
اُسنے آڑ پکڑی کیونکہ تقدیر علم الٰہی ہی اور اسکا مدعی خود مشرک وکافر ہی پس جبکہ یہ زعم دیکھا جاوے اُسکے آثار سے استدلال ہو سکتا ہی کہ یہ دوزخی ہی وقال
علیہ السلام جف القلم بما ہو کائن جو ہونے والا ہی قلم اسکو لکھ چکا۔ اور عجیب تعجب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر تھا کہ انہین سے پوچھنے والا پوچھتا کہ یا رسول اللہ یہ امر جو حالت
دوران مین ہی مبنی بر آیندہ ہی یا ہو چکا۔ اور آپ نے جواب مین ارشاد کیا کہ ہو چکا۔ حالانکہ اس زمانہ کے بڑے بڑے علامہ عالم محض غافل ہین جنکی نظر ایسے غوامض
تدارک کے قریب بھی نہین پہونچتی ہی۔ اور صحیح مین ہی کہ ہر ایک پر وہ آسان ومیسر کر دیا گیا جسکے لیے وہ مخلوق ہوا ہی اور قال تعالیٰ لقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم
قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ۔ وقال تعالیٰ فمنہم شقی وسعید۔ اور عجب ہی کہ جو لوگ اختیار پر مدار رکھتے ہین عقول کو کسی کے قبضۂ قدرت مین مجبور دیکھنے سے اندھے ہین اور
ہمہ تن تدبیر ہو کر مراد سے محروم رہتے ہین پھر بھی ہوشیار نہین ہوتے ہین صرف اس زعم پر کہ مدار ثواب وعذاب کا جبر کی حالت مین کیونکر ہو گا حالانکہ جبر کے جو معنی سمجھتے ہین اس سے
یہان زمین وآسمان کا تفاوت ہی اور امر الٰہی عز وجل کو اپنی کوتاہ عقل مین محصور خیال کرتے ہین بدین معنی کہ ہر حکمت الٰہیہ وجملہ احکام الٰہی کو اسی طور پر ماننے کے
قابل سمجھتے ہین جسطور پر انکی عقل شاہد ہو حالانکہ یہ نہین دیکھتے کہ عقل منجملہ مخلوقات حقیر کے جلال الٰہی کے سامنے متحیر ومسخر ہی اسکو یہ تاب کہان سے آئی کہ
تمام حکمت الٰہی کو محیط ہو جاوے پھر یہ سوال کیون پیدا ہوا کہ پھر وہ عذاب کیون فرماویگا اور ثواب کیونکر دیگا۔ یہ تو بعینہ ایسا ہی سوال ہی کہ پھر اُس نے مخلوق کو
اس فضائے محصور مین کیون پیدا کیا اور اندھیرا کیون کر دیا کہ چراغ کی ضرورت ہوا اور اناج کی پیدائش وغذا پر کیون ہماری زندگی رکھی اور زمین اس شکل کی
کیون بنائی اور ایک ہی کیون پیدا کی اور چاند گھر گھر کیون نہ دیا اور مانند اسکے مزخرفات خیالات کچھ کار آمد نہین ہین بلکہ مشرک ہو کر دار البوار جہنم اختیار کرتے
ہین پس صریح ایمان یہ ہی کہ ہر ایک نفس کو اسکے اسباب عقل وحواس دیدے جنکو عبادت حق عز وجل مین لگانے سے شکریہ ادا ہو کر راہ معرفت کشادہ ہوتی ہی
اور نتیجہ ہر ایک کو اسکے مقدر کا ملتا ہی وقال تعالیٰ وکان امر اللہ قدرا مقدورا کسی نفس کو مجال وسعت نہین ہی اور شیخ نے دوسرا قول شیخ واسطی رحمہ اللہ کا ذکر کیا کہ آپنے
یہ بھی فرمایا ہی کہ جس نے اپنے نفس کی جانب سے کسی نیکی مین قصور دیکھا اُسنے شرک کیا کیونکہ جس نے اپنے نفس کی طرف سے کوتاہی کرنا چاہا اُسنے حق عز وجل کی تقدیر
قضا سے انکار کیا اور جس نے اپنے نفس کو اُسکے امور مین سے کسی بات مین ملامت کی تو اُس نے شرک کیا کیونکہ اُس نے اپنے نفس کی جانب ایسا حصہ بھی منسوب
کیا جو کہ اُسکے واسطے ہرگز مقدر نہ تھا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ نفیس تحقیق قابل صد آفرین ہی جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء فانہ اقام نعت الادب علی ساحۃ الکبریاء جلت عظمتہ
شیخ ابن عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ ما ابرئ نفسی یعنی مین بذات خود اپنے نفس کی پاکیزگی نہین بیان کرتا بلکہ بذات حق اسکی پاکیزگی بیان کرتا ہون۔ مترجم کہتا ہے
کہ یہ صحیح ہی یعنی نفس جب پاکیزہ حالت پر اسکا انجام ہوا یہ سب تقدیر الٰہی عز وجل واقع ہوا تو درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اس نفس کو پاک کیا پس نفس کی پاکیزگی
واسکا بدی سے بری ودور ہونا بذات خالق عز وجل صحیح ہی جسکے واسطے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہمکا ثمرہ ہی اور خود اپنے اختیار سے نہین ہی تو اپنے نفس کا تزکیہ اور
عیب سے بری ہونا اپنی ذات سے نہین بیان ہو سکتا ہے۔ مترجم کہتا ہی کہ قولہ ان النفس لامارۃ بالسوء۔ یہ جملہ بہت تاکیدات سے مملو ہی جس سے معلوم
ہوا کہ اکثر اوقات نفس کی جانب سے جو احکام ہوتے ہین سب قہر الٰہی ہین جنکا اثر رحمت الٰہی ہو گا اور اکثر مثل کل کے ہی اور خود کل ہونا بھی محتمل غالب ہی
اسی واسطے شیخ نے ذکر کیا کہ شیخ ابو حفص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو دوام اوقات مین متہم نہ رکھا اور جملہ احوال مین اسکی مخالفت نہ کی اور جو بات
اُسکو ناگوار ہی اُسکی طرف نہ کھینچا اور ہمیشہ اس سے مخالف کام نہ لیا تو وہ اپنے نفس کی طرف سے دھوکے مین پڑا۔ مترجم کہتا ہی کہ جب نفس بدی کا حکم کرتا ہی تو جب
کبھی جس حال مین ہو کسی بات کی خواہش کرے اگرچہ بظاہر وہ عبادت معلوم ہووے ضرور ہی کہ آدمی نفس پر اعتماد نہ کرے بلکہ تہمت رکھے کہ ضرور اس نے اسمین کسی
بری کی خواہش کی ہی کیونکہ وہ تو بدی پر حکم کرتا رہتا ہے پس اس کام کو کتاب الٰہی وسنت حضرت رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وسلم سے تلاش کرے اور جو

۳۳۷۶ ۷۷

علوم فقہ ومسائل ہین وہان سے ڈھونڈھے اگر طاعت ہونا معلوم ہو تو بجا لاوے تو پھر اپنی نیت وحالت پر نظر کرے کہ خلوص ہے یا ریا وغیرہ جو قبائح کہ فعل ونیت سے متعلق ہین سب پر نظر ڈالے پھر اگر نیت بھی صادق ہو تو انجام کے خدشات وآل کار پر نظر کرے کیونکہ بہت سے کام ایسے ہین کہ بعض شخص کی نسبت ان کا انجام خراب ہوتا ہے پس جب انجام بھی نیک نظر آوے تو قبول کرے ورنہ ترک کرے اور جان لیوے کہ یہ نفس کا فریب ہے پس اس سے مخالفت کرے پھر مخالفت کے بعد جو فعل برخلاف ہے اور نفس کو ناگوار ہے اسپر آمادہ ہووے اور وہ کام اُس سے لیوے تاکہ پورا ثواب حاصل ہو جاوے پھر شیخ ابو حفص رح نے اپنا قول یون فرمایا کہ اور جس کسی نے نفس کے کامون مین سے کسی کام مین یا اُسکے احکام مین سے کسی حکم کو اچھی نگاہ سے دیکھا تو اس نے اپنی جان کو ہلاک وتباہ کر دیا بھلا کسی عاقل کو روا ہے کہ اپنے نفس کی خواہش پر راضی ہو حالانکہ کریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم یعنی یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم تو فرماتے ہین کہ ما ابری نفسی ان النفس لامارة بالسوء اور یہ عاقل کون ہے کہ ہر کا نفس ایسا ہو گیا کہ اسکو بھلائی کی راہ بتلاتا ہے. خوب یاد رکھو کہ اسکا فریب بہت باریک ہے وہ تجکو طاعت پر آمادہ کریگا اور اسمین تیرے لیے بدی چھپی ہوئی رکھیگا ۔ قال المترجم یہ مسئلہ علماء باطن کے نزدیک نہایت دشوار ہے یعنی بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر نفس طاعت وعبادت ونیک کام پر آمادہ کرتا ہے حالانکہ اسمین برائی پوشیدہ ہوتی ہے کیونکہ مدار کام کا نیت پر ہے اور نیت وہ صحیح ہے جو کہ خالص ہو اور خلوص کا پہچاننا پھر نفس کی طرف سے ہوگا اور عقل ہنوز مغشوش ہے تو فریب سے نفس اسکو خلوص کا دھوکا دیگا حالانکہ عقل صرف مین ایک بڑا اصل خود پسندی وغیرہ کا شامل نظر آتا ہے اسیواسطے اہل قلوب کی خدمت وصحبت مثل اکسیر کے عزیز سمجھی گئی ہے فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے نفس کو پیدا کیا اور طبیعت اسکی جہل رکھی ہے اور ہوی کو اُسکے واسطے سب چیزون سے زیادہ قریب کر دیا ہے اور ہوی یعنی خواہش کو ایک ایسا دروازہ کر دیا ہے کہ جو مخلوق اُس مین داخل ہو گر ہلاک وتباہ ہو جاتا ہے۔ اور سہل رح نے کہا کہ نفس امارہ وہی شہوت ہے اور نفس مطمئنہ وہ نفس معرفت ہے مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفس کی دو قسم ہین ایک امارہ اور دوم مطمئنہ ولیکن یہ ایک تحقیق پر مبنی ہے اور کلام آلہی مین بھی ان دونون کا ذکر ہے اور فرق شاید مثل انسان شقی وسعید کے ہے واللہ تعالے اعلم اور زیادہ تفصیل احیاء الغزالی رحمہ سے تلاش کرنا چاہیے۔ شیخ ابو حفص رح نے فرمایا کہ نفس تو بالکل تاریکی ہے اور اسکا چراغ سر باطن ہے اور اس چراغ کا نور توفیق آلہی ہے پس جس شخص کے ساتھ توفیق یار نہو تو وہ بالکل تاریکی مین رہیگا بلکہ بالکل تاریک ہوگا۔ قال المترجم کفار کی مثال قرآن مجید مین اندھیرے سے صریح ہے سہل رح نے فرمایا کہ قولہ لامارة بالسوء یہ موضع طبع ہے اور قولہ الا ما رحم ربی یہ مقام عصمت ہے مترجم کہتا ہے شاید مراد یہ ہے کہ نفس جب کہ بمقتضائے طبیعت ہو تو بدی کا کثرت سے حکم کرتی ہے اور جب وہ معصوم بعصمت آلہیہ ہو خواہ اسکو ہدایت ربانیہ سے تعبیر کیا جاوے تو وہ مطمئنہ ہے واللہ تعالے اعلم۔ شیخ واسطی رح نے کہا کہ نفس سراپا ظلمت ہے اور چراغ اُسکا سر باطن ہے تو جسکے پاس سر پاکیزہ نہو وہ ہمیشہ تاریکی مین ہے قال المترجم لفظ سر ایک اصطلاح خاص ہے جیسے عشق اور معنے اسکے سوائے عارف کے کوئی نہین سمجھ سکتا ہے اور لبا اوقات قلب القلب وغیرہ الفاظ بولتے ہین اور یہ سب الفاظ اسرار ہین ؎ بسر قصہ سیمرغ وقصہ ہدہد ؛؛ کسے رسد کہ شناسا منطق الطیر است ؛؛ ورنہ ہم لوگون کو اہل الحق کے کلام سے سوائے قصص وامثال کے کوئی حصہ خاص نہین ہے اور طریقہ اسد کا سوائے اسکے نہین کہ توفیق آلہی تاریکی نفس سے بچراغ ہدایت اس مناہی سے شاہراہ اتباع وادب کی طرف واصل فرماوے تو ہر مقام پر اسکا مقصود مشاہدہ ہو جاوے واللہ تعالے ہو الہادی الی السبیل الرشاد۔ شیخ استاد نے فرمایا کہ قولہ ما ابری نفسی اس اعتذار کا بیان ہے جو امر آلہی مین قصور واقع ہوا اور پوری طاعت وخدمت نہین ہو سکی پس اس عذر سے غفران آلہی کے مستحق ہوئے اسی واسطے قولہ ان ربی غفور رحیم پر تمام کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ شان عظمت وکبریائی کے لائق عبادت اہل تحقیق کے نزدیک ناممکن ہے اور نص اسپر قولہ صلے اللہ علیہ وسلم ما عبدناک حق عبادتک الحدیث ہے اور وجہ اسکی یہ بیان کرتے ہین کہ عبادت لائق معبود کے اسوقت ہو سکتی ہے کہ معبود کی عظمت سے کامل آگاہی ہو اور اُسکے لائق سامان بہم پہونچے تو ظاہر ہے کہ حقیقت صفات آلہیہ تعالے اللہ علوا کبیرا۔

کسی بشر یا کسی مخلوق سے ممکن نہین تو ذات کا کیا ذکر ہے پھر اگر قدیم ہونا معلوم کیا تو حادث سے لائق قدیم کے کیا چیز میسر ہو سکتی ہے اسی واسطے حمد آلہی وہی ہے جو خود اپنی حمد فرمائی ہے وقال صلے اللہ علیہ وسلم انت کما اثنیت علی نفسک الحدیث پس جہان سید الرسل وخیر الخلائق یہ فرماوے وہان کسی مخلوق کی کیا مجال ہے کہ زبان ہلاوے تو تقصیر عبادت ہر فرد بشر سے ضروری متحقق ہے۔ واضح ہو کہ آیات کے مقاطع بمناسبات حکمت ہین اور کوئی اُنکے اسرار سے واقف نہین ہو سکتا مگر جسکو حکمت ربانی سے فیض ملا ہو۔ القصہ جب بادشاہ کو طہارت وکمالات یوسفی ظاہر ہوئے تو اس نے طمع کی کہ ایسے ستودہ صفات آدمی سے بالمشافہہ مکالمہ سے فیضیاب ہو لہذا اُس نے حکم بھیجا کما قال تعالے عز وجل ۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ج فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ

اور کہنے لگا بادشاہ کہ اسکو میرے پاس لے آؤ مین اسکو خاص اپنے واسطے کر لونگا پھر جب اس سے باتین کین تو بادشاہ بولا کہ آج کے روز تو ہمارے نزدیک مضبوط قدم و

أَمِينٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ج إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي

امانت دار ہے یوسف نے کہا کہ مجھے مقرر کر دے زمین کے خزانون پر مین بیشک حفاظت کرنے والا ہوشیار ہون اور یون ہی ہم نے یوسف کو مضبوط قدم کر دیا

الْأَرْضِ ج يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ط نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ وَلَأَجْرُ

زمین مین کہ اسمین جگہ لیتا جہان اسکا جی چاہتا ہم اپنی رحمت پہونچا دیتے ہین جسکو چاہتے ہین اور جو نیک کام کرتے ہین انکا ثواب ضائع نہین کرتے ہین اور بیشک

ع ۸ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

آخرت کا ثواب بہت اچھا ہے اُن آدمیون کے واسطے جو ایمان لائے اور پرہیزگاری پر قائم رہے ہین

وَقَالَ الْمَلِكُ اور بادشاہ نے کہا۔ بعضے کہتے ہین کہ مراد وزیر اطفیر یعنی عزیز ہے جسکو چھوٹا بادشاہ کہتے تھے اور امام رازی وغیرہ نے کہا کہ نہین کیونکہ یوسف تو اسکے واسطے پہلے سے خالص تھے اور وہ انکو خراج مصر پر مقرر نہین کر سکتا تھا اور نہ اُسنے خواب دیکھا تھا اور پھر اعادہ لفظ ملک کا فقط اسوجہ سے ہوا کہ درمیانی زلیخا وغیرہ کے کلمات آ گئے ہین پس صحیح یہ ہے کہ فرعون مصر جو سب پر بادشاہ تھا جسکا نام ریان بن الولید بیان ہوا ہے اُس نے کہا ائْتُونِي بِهِ اسکو قید خانہ سے میرے پاس لاؤ۔ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي مین اُسکو اپنے واسطے خالص کرونگا۔ یعنی ایسے عمدہ شخص کو وزیر عزیز وغیرہ کسی کی شرکت مین نہ رکھونگا بلکہ خالص اپنے واسطے کرونگا پھر اُسپر کسی کو دست درازی کا اختیار نہوگا۔ مسئلہ بادشاہ اسلام کو اختیار نہین ہے کہ رعایا مین سے کسی کے غلام مملوک کو اپنے واسطے مخصوص کرے اور یہ اس بادشاہ کا واقعہ بیان فرما دیا اور درحقیقت حضرت یوسف علیہ السلام عزیز کے مملوک نہ تھے یا ہون تو اختصاص کے طور پر لینا بھی انکا دستور ہوگا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قصہ مین ہے کہ فارس سے نکلکر شام مین نصرانی ہوئے پھر ایک راہب نے انکو مدینہ طیبہ کی راہ بتلائی کہ وہان پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگا پس مدینہ کو آئے اور بعد ظہور آفتاب نبوت کے راہب نے جو نشانات بتلائے تھے انکی آزمائش کرکے مسلمان ہوئے اور جلیل القدر صحابہ مین شمار ہین رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین اور اس درمیان مین دس جگہ سے زیادہ فروخت ہوئے اور حضرت استاد شیخ محقق نے مجھے جواب دیا کہ وہ زمانہ فترت تھا اور یہود پر جہاد بھی نہین ہوا تھا پس زمانہ فترت کا برتاؤ اسیطرح جائز ہوتا ہے جیسے جورو اور مرد کا زمانہ کفر کا نکاح بعد اسلام کے برقرار رکھا جاتا ہے پس قبضہ مالکانہ جائز رکھا گیا حتی کہ مالک کو عوض دیکر حضرت سلمان رض کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اس نظیر پر ممکن ہے کہ عزیز مصر کا خرید وقبضہ روا ہوا اور انکے دستور کے موافق بادشاہ نے کہا کہ اسکو لاؤ مین اسکو اپنے واسطے خالص کرونگا اور احتمال ہے کہ اسکو اپنے خاص مقرب لوگون مین سے بناؤنگا۔ سراج وغیرہ مین لایا کہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ایلچی قید خانہ مین حضرت یوسف ع کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ کو بادشاہ نے طلب کیا ہے آپ قید خانہ کا لباس اُتارین اور یہ لباس پہنین آپ نے قبول کیا اور غسل کرکے لباس فاخرہ پہنکر

خوشبو سے آراستہ ہوکر چلنے کا قصد کیا اور قید خانہ والون کو وداع فرمایا۔ قید خانہ والے سب کریمانہ اخلاق کے مطیع تھے دعائین دینے لگے اور آپ نے بھی اُنکے لیے دعا فرمائی کہ اے پروردگار انپر نیکون کے دل مہربان کر اور قید خانہ سے نکلکر دروازہ پر لکھا کہ یہ مکان امتحان خانہ ہے زندون کا مقبرہ ہے غم والم کی کوٹھری ہے دوستون کے تجربہ کا اور دشمنون کے مضحکہ کا مقام ہے۔ روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تعلیم کیا تھا کہ دعا کرو اسطرح کہ اللھم اجعل لی من عندک فرجا ومخرجا وارزقنی من حیث لا احتسب۔ اے پروردگار اپنے پاس سے میرے لیے کشایش ورہائی دیدے اور ایسی جگہ سے مجھے رزق دے جہان میرا خیال بھی نہین ہے۔ تو اللہ تعالے نے قبول فرماکر اسطرح انکو رہائی ومنزلت عطا فرمائی۔ وہان سے روانہ ہوکر بادشاہ کے دربار مین آئے۔ روایت ہے کہ یہ دعا پڑھی۔ اللھم انی اسالک بخیرک من خیرہ واعوذ بعزتک وقدرتک من شرہ۔ اے رب میرے مین تیری بھلائی کو چاہتا ہون اُس شخص کے پاس سے اور تیری عزت وقدرت کے ساتھ پناہ ڈھونڈھتا ہون اُس کے شر سے۔ پھر عربی وعبرانی زبانون مین اسکو سلام کیا حالانکہ بادشاہ سوا ان دونون زبانون کے ستر زبان بولتا تھا اور یوسف علیہ السلام نے اسکو ہر زبان مین جواب دیا۔ روایت ہے کہ اپنے سامنے بہت مہربانی سے بٹھلایا اور دیکھا کہ ایک تیس برس کا نوجوان ہے تو تعجب سے کہا کہ بڑے بڑے ساحر وکاہن میرے خواب کی تعبیر مین عاجز ہین اور یہ لڑکا جانتا ہے حضرت یوسف ع کو خاندان عزت وشرف وفضل وسعادت سے دیکھکر تعظیم وتکریم کی اور چاہا کہ اپنے خواب کی تعبیر بالمشافہہ سُنے چنانچہ یوسف علیہ السلام نے بہت اچھے طریقہ سے واضح کمل تعبیر بیان کی فَلَمَّا كَلَّمَهُ پس جب اُس سے کلام کیا یعنی یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے یا بادشاہ نے حضرت یوسف ع سے گفتگو کی اور صدق وراست گفتاری وعقل ودانائی ظاہر ہوئی قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ بادشاہ بولا کہ آج کے روز سے تو ہمارے نزدیک مکین وامین ہے یعنی قرب منزلت والا اور امانت دار ہے۔ یہ جملہ حالت وقرائن سے اسکو ظاہر ہوا جب کہ زلیخا وزنان مصر کے معاملہ مین اسکو نہایت استعجاب سے راستی ظاہر ہوچکی تھی اور خود اس نے اچھی فراست سے دریافت کرلیا پس تاج مکلل بجواہر پہنایا اور گھوڑا اپنے خاصہ گھوڑون مین سے پورے ساز سے آراستہ دیا اور ایک تخت دراز جڑاؤ بیٹھنے کے لیے مہیا کردیا۔ روایت ہے کہ تعبیر خواب سُنکر تدبیر پوچھی کہ پھر کیا انتظام کرنا چاہیے تو آپ نے رائے دی کہ ان سات برس مین نہایت کثرت سے زراعت کرکے بہت بڑے بڑے مکانات وکھتے تیار کراکے بھر دینا چاہیے تاکہ ایام قحط مین بہت کارآمد ہون خصوص اسطرح کہ پردیس سے لوگ خریدنے آوین تو ہم اُن کے ہاتھ فروخت کرین پس خزانہ معمور ہوجائیگا تو بادشاہ نے کہا کہ رائے بہت اچھی ہے لیکن اس کام کا متکفل کون شخص ہوگا تو قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ یوسف ع نے کہا کہ مجھے مقرر کردے زمین کے خزانون پر۔ یعنی ملک مصر کی ساری پیداوار جو بادشاہ کی طرف سے ہوگی مجھے اسکی پرداخت وحساب کتاب پر مقرر کردے۔ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ مین بہت حفاظت کرنے والا اور بہت جاننے والا ہون یعنی ہر ایک خزانہ کی حفاظت اور حساب کتاب اور جسطرح پر خرچ ہونا چاہیے اس مین مجھے اچھی مہارت ہے۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ شیبہ بن نعامہ نے کہا کہ جو کچھ تو مجھے ودیعت کرے گا مین اس کی خوب حفاظت کرونگا اور ایام قحط کا علم مجھے خوب ہے کذا رواہ ابن ابی حاتم عنہ۔ اور کہا کہ خزائن سے مراد وہی اناج کے انبار مین جو ایام قحط کے لیے جمع کیے تھے جو اہرام مصر کے نام سے مشہور تھے پس حفاظت وعلم سے انکو خرچ کرنے کا اقرار کیا۔ وفی المعالم وغیرہ خزائن سے خراج مصر مراد ہے۔ بہرحال ارض سے فقط ملک مصر مقصود ہے اور ابن عباس رض نے روایت کی کہ اگر حضرت یوسف ع خود امارت کا سوال نہ کرتے تو اسی وقت بادشاہ انکو مقرر کردیتا ولیکن درخواست پر ایک سال تاخیر کے بعد مقرر کیا۔ امام رازی رح نے کہا کہ یہ عجائب قدرت الٰہیہ مین سے ہے دیکھو کہ قید خانہ سے نکلنے مین ڈھیل ڈالی تو نہایت عمدہ طریقہ سے اصرار کے ساتھ بلوایا اور جب اس درخواست مین جلدی کی تو اللہ تعالے نے خواہش پوری ہونے مین ایکسال تاخیر کی اور کہا کہ ہمین ارشاد ہے کہ انسان کو بالکلیہ امور اللہ تعالے پر تفویض کرنا نہایت بہتر ہے۔ اور امام رازی رح نے تحت قولہ فلبث فی السجن بضع سنین ذکر کیا

کہ مجھے ابتدائے عمر سے آخر تک جو تجربہ ہوا یہ ہے کہ جب آدمی نے کسی کام مین اللہ تعالے کے سوائے دوسرے پر اعتماد کیا تو یہی اُسکی محنت وبلا کا سبب ہوجاتا ہے اور کچھ نہ کچھ نقصان پہونچتا ہے اور جب اُس نے اللہ تعالے پر بھروسا کیا اور کسی مخلوق سے رجوع نہ کیا تو نہایت عمدہ طریقہ سے اسکی مراد حاصل ہوجاتی ہے اور یہ تجربہ مجھکو ابتدائے عمر سے اسوقت تک کہ قریب ستاون برس کے میری عمر ہے برابر ہوتا رہا یہان تک کہ اب میرا دل مضبوط جم گیا کہ آدمی کو سوائے اللہ تعالے کے فضل واحسان کے کسی چیز پر بھروسا نہین کرنا چاہیے۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ریان بن الولید بادشاہ مصر نے یوسف علیہ السلام کو سلطنت مصر کی وزارت پر مقرر کیا بجائے عزیز مصر کے جس نے انکو خریدا تھا یعنی عزیز کو معزول کیا اور بادشاہ حضرت یوسف ع کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا یہی مجاہد کا قول ہے۔ اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب حضرت یوسف ع نے درخواست کی کہ اجعلنی علی خزائن الارض تو بادشاہ نے قبول کیا اور کہا کہ مین نے ایسا ہی کردیا پس روایت کرتے ہین کہ اطفیر کے بجائے مقرر کیا اور اطفیر کو معزول کیا۔ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا اور یون ہی ہم نے منزلت دی یا مضبوط قائم کیا۔ لِيُوسُفَ یوسف کو فِي الْأَرْضِ زمین مصر مین يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ جگہ لیتے تھے اسمین جہان چاہتے تھے یعنی بعد ضیق قید خانہ ومحنت وتکلیف کے اسقدر فراخی ووسعت دیدی۔ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ سدی وعبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ تصرف کرتے تھے اس مین جسطرح چاہتے تھے۔ سراج رح مین لایا کہ ابن عباس وغیرہ نے فرمایا کہ جب روز درخواست سے ایک سال ختم ہوا تو بادشاہ نے بلاکر حضرت یوسف علیہ السلام کو تاج پہنایا اور اپنی مُہر انکی انگلی مین پہنائی اور تلوار بندھوائی اور تخت پر بٹھلاکر تمام کام تفویض کردیے ولیکن حضرت یوسف ع نے فرمایا کہ تخت سے مین آپ کی سلطنت کو استحکام دونگا اور مُہر سے تدبیر وانتظام سلطنت رکھونگا اور رہا تاج تو یہ میرے باپ دادا کا لباس نہین ہے اور بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام سلطنت مین ڈھنڈھورا کردیا گیا کہ حضرت یوسف نائب السلطنة ہین اور انکو دربار عام مین نکلنے کا حکم دیدیا پس چودھوین رات کے چاند کی طرح نکلے اور بادشاہون نے انکی تعظیم کے لیے گردنین جھکائین اور بادشاہ اپنی محلسرا مین داخل ہوگیا تمام کام حضرت یوسف ع کے حوالہ کردیا۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحاق نے کہا کہ ہمسے بیان کیا گیا ہے کہ اطفیر انھین راتون مین (بعض نے تین روز بیان کیے ہین) مرگیا ابن کثیر رح نے لکھا کہ فضیل بن عیاض نے لکھا کہ عزیز کی جورو یعنی زلیخا ایک روز حضرت یوسف ع کے راستہ پر کھڑی ہوئی جب آپ کی سواری گذری تو اُسنے آواز دی کہ سب تعریف ایک اللہ تعالے وحدہ لاشریک کو ہے جسنے غلامون کو بسبب طاعت کے بادشاہ کردیا اور بادشاہون کو بوجہ معصیت کے غلام بنادیا۔ اور معالم وسراج مین لایا کہ ابن اسحاق نے کہا کہ ابن زید نے بیان فرمایا کہ یوسف ع کی ذات سے مصر مین عدل قائم ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بادشاہ وبہت سے لوگ مسلمان ہوگئے اور آپ نے قحط کے سات برسون مین سے پہلے برس تو اناج بعوض روپیہ واشرفی کے اہل مصر کے ہاتھ بیچا پھر دوسرے سال بعوض موتی وجواہرات کے پھر تیسرے سال بعوض جانور چوپاؤن کے پھر چوتھے سال بعوض لونڈی غلامون کے پھر پانچوین سال بعوض زمین وگھر بار کے پھر چھٹے سال بعوض انکی اولاد کے پھر ساتوین سال انکی جانون کے عوض بیچا یہانتک کہ ملک مصر مین کوئی مرد وعورت آزاد نہ رہے سب کے سب غلام ہوگئے تو لوگون نے کہا کہ ہمنے ایسا زمانہ نہین دیکھا جیسا کہ اس بادشاہ کے زمانہ مین ہے کہ تمام لوگ اسکے لونڈی غلام ہین یہ نہایت دبدبہ وانتظام کی سلطنت ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خبر پہونچی تو حکم دیا کہ منادی کردی جاوے کہ تم سب کے سب اللہ تعالے کے واسطے آزاد ہو اور ہر ایک کے مال واسباب انکو پھیر دیے۔ اور کسی کے ہاتھ ایک اونٹ بھر سے زیادہ طعام نہ بیچتے تھے تاکہ باقیون پر تنگی نہو جاوے یہ خلاصہ روایات معالم وکشاف ہے مترجم کہتا ہے کہ ہماری شریعت مین کوئی شخص اپنی اولاد یا اپنی ذات کو فروخت نہین کرسکتا اور مرد آزاد یا عورت آزادہ کی بیع بالکل باطل ہے اور مجھے کوئی دلیل ایسی نہ ملی جس سے معلوم ہو کہ اگلی امتون مین یہ جائز تھا ہان اس قصہ مین البتہ بیع مذکور ہے اور شاید کہ اس سے غرض صرف یہ ہو کہ تمام رعایا اپنے بادشاہ کے حکم کی مثل لونڈی غلام کے فرمانبردار ہوجاوین اور تمام خزانہ بادشاہی اسطرح معمور ہوجاوے کہ نہایت حسن تدبیر سے انھین بندگان خدا کے آرام وآسائش مین صرف کیا جاوے اور جو لوگ کہ جہالت سے

شان یوسف علیہ السلام مین ملوکیت کا عیب لگاتے تھے اُن کی زبانین بند ہوجاوین کہ آنحضرت علیہ السلام زبردستی بیچے گئے اور یہ لوگ اپنی ذاتی رضامندی سے فروخت ہوئے پھر انپر ایک احسان یہ رہا کہ خود اُنکو آزاد کر دیا اور دوسرا احسان یہ ہوا کہ انکی اولاد مال و متاع واپس کر دیے اور یہ بھی غرض تھی کہ لوگ اسراف و فضول خرچی نہ کرنے پاوین بلکہ نہایت کفایت سے خرچ اٹھاوین خصوص جبکہ اولادسی چیز انکو فروخت کرنی پڑیگی اور یہ نہایت عمدہ مصلحت کی تدبیر تھی پس درحقیقت اس سے بیع ہونا یا اسکا جواز نہین نکلتا ہو حالانکہ احکام کے استدلال کے لیے نص قطعی ہونی چاہیے اور ایسی روایات اہل قصص کی ہین جنکا یہ مرتبہ نہین ہے کہ انسے احکام مین استدلال کیا جاوے جیسے تاریخی حالات و روایات ہوا کرتی ہین اسی قدر انکا مرتبہ ہے اسی واسطے امام رازی رح نے اس قصہ مین جابجا تنبیہ کردی کہ سواے نصوص قرآنی یا احادیث صحیحہ کے باقی روایات اس قصہ کی ہمکو قطعی نہین معلوم ہین اور نہ ہمارا مطلب انپر موقوف ہو بلکہ ہم ان روایتون کے بعد یہی کہتے ہین کہ ایسا قصہ بیان کیا گیا ہے اور حقیقت حال کو اللہ تعالے جانتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ سے تا زمانہ اسلام بلکہ تا اندم ایک بہت زمانہ دراز ہزارون برس گذرے تو تحقیقی روایات کا جو طریقہ مقرر ہے کہ بیان کرنے والا انشان بتاوے کہ اُس نے کس شخص کی زبان سے سنا ہو اور پھر اُس نے کس سے سُنا تھا یہان تک یہ سلسلہ ایک ایسے شخص پر ختم ہو جس نے یہ بیان کیا کہ مین نے بچشم خود دیکھا اور پھر جتنے لوگ اس سلسلہ مین راوی ہون سب کے حال سے ہم واقف ہون کہ ہان یہ لوگ اپنے اپنے زمانہ مین بڑے متقی تھے جیسے مثلاً امام ابوحنیفہؒ نے ابن شہاب زہری سے اُسنے عروہ سے انہونے عائشہ سے روایت کی تو یہ سب لوگ معروف ثقہ ہین یا ایسی کوئی کتاب ہو جس کی نسبت ہر صدی والے لاکھون آدمی یہ بیان کرین کہ ہمارے وقت مین اسی طرح تھی جیسی اب ہے وہ ہاتھون ہاتھ برابر چلی آئی ہو پس یہان تو ان مین سے کوئی بات نہین ہے پھر سواے ایک زبانی قصہ کے جیسے رستم و اسفندیار کی لڑائی کے اور کچھ تحقیق نہین ہوسکتا ہے۔ اور یہی حال اس زمانہ مین تاریخون کا ہے پس جب کوئی فرقہ تاریخون پر اعتماد کرکے خلاف شریعت احکام نکالتا ہو تو اپنی جہالت سے وہ تحقیقی روایات اور واہی قصہ مین فرق نہین کرتا پس گمراہ ہوکر دوسرون کو بہکاتا ہے نعوذ باللہ من الجہل والضلال۔ یہان انسان کے بیع کا مسئلہ صاف صاف بیان کر دیا جاوے تاکہ کوئی دھوکا نہ کھاوے واضح ہو کہ اصلی پیدائش مین آدمی سب آزاد تھے اور سب اللہ تعالے کو اپنا خالق جانتے تھے اور یہ سب اُسکے بندے تھے اور بندہ و غلام ایک معنی ہین اسی واسطے حدیث مین منع آیا ہو کہ کوئی اپنی مملوک کو غلام یا لونڈی نہ کہے تم سب کے سب اللہ تعالے کے لونڈی غلام ہو بلکہ چھوکرا چھوکری کہو۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے ایک زمانہ کے بعد لوگون نے بت پرستی اختیار کی اور یہان تک اس کا زور ہوا کہ آج کے زمانہ مین لوگ خود مشاہدہ کرتے ہین تو جب بتون کی پرستش کرنے لگے تو ان کو معبود بنایا اور خود عبد یعنے بندے بنگئے اور یہ نہایت ناپاک و کمینہ پن اختیار کیا کہ آدمی جو سب سے معزز و مکرم تھا اس نے اپنے آپ کو خوار یہان تک بنایا کہ پتھر وغیرہ کی ایک مورت کا غلام و لونڈی بنگیا اور پتھر وغیرہ جو چیزین انسان کے آرام دینے کے کام کی تھین انکو اپنا معبود بنالیا۔ جب انھون نے خود اپنا یہ حال کیا اور خالق جل شانہ سے منہ موڑا اور شرک و کفر مین غوطے کھائے اور روئے زمین پر شرک و کفر و فساد پھیلایا تو حق تعالے نے انبیا اور رسول بھیجے اور ان کو ہر طرح معجزات و آیات دین و سب طرح فہمائش کی یہان تک کہ حکم دیا کہ جو کوئی ان مین سے پھر ٹھیک راہ پر آجاوے اس کو اُسی اعزاز و اکرام سے اپنا بھائی بناؤ اور وہ مثل تمھارے معزز و مکرم ہے۔ باوجود اس انعام و فضل کے تھوڑے نیکبخت تو راہ پر آئے اور ہزارون لاکھون وہی پتھرون و درختون و سانپون و چاند سورج و آگ و جن و بھوت و دیو کے بندے بنے رہے۔ آخر انبیاء کو ان پر جہاد کا حکم دیا اور پھر بھی یہی کہ فتح کے بعد جو کوئی راہ راست پر آجاوے اُسکو اپنا بھائی بنا کر رکھو۔ اور جو کوئی تمھارے قبضہ مین آکر پھر بھی اللہ تعالے کو معبود نہ مانے اور وہی اپنے سے حقیر چیز کا بندہ بنا رہنے پر اصرار کرے اسکو قتل کردو کیونکہ فساد پھیلانا اچھا نہین ہے اس کے دیکھا دیکھی لاکھون

گمراہ ہوجاوینگے چنانچہ حضرت موسیٰ و حضرت یوشع و سلیمان وغیرہ علیہم السلام پر یہی حکم رہا پھر حضرت سرور عالم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت مین ایک رحمت خاص یہ فرمائی کہ جو نہ مانے بعد فتح کے اُسکو قتل مت کرو یعنی گو باخلاص رحمت سے وعدہ فرمایا کہ ہم یا تو اسکو کسی وقت ہدایت دیدینگے یا اسکی شرارت کو قوت نہ دینگے اور شیطان اُسکی معاونت سے کچھ قابو نہ پاویگا۔ ولیکن یہ حکم برابر رہا کہ اگر صلح و فہمائش سے راہ راست پر نہ آوے تو لڑائی سے اسکو تابع کرلو اور اپنا مملوک بناؤ کیونکہ جب وہ بذات خود اپنی خوشی سے پتھر و کنکر و آگ و سورج کا بندہ بنگیا تھا تو اب تمھارا زیردست مملوک رہنا اس سے بہت بہتر ہو کیونکہ اول تو تم معزز و مکرم آدمی ہو اور اُسکا معبود دانا ہوا پتھر وغیرہ ہو دوم اس حقیر چیز کا تو یہ شخص بندہ بنگیا تھا اور تم تو اس سے فقط یہ چاہتے ہو کہ تمھاری فرمانبرداری کرے اور تم خود نہایت بیزار ہوجاؤ اگر تم کو وہ خدا بتلاوے کیونکہ تم خوب یقین جانتے ہو کہ خالق عز وجل وحدہ لاشریک سب کا معبود و پیدا کرنے والا خدا ہو اور سوم یہ شخص اس حقیر چیز معبود کے واسطے اپنا مال و متاع لاکر چڑھاتا اور شیاطین کو کھلاتا اور بیرحمی سے بکرون و بھیڑون جانورون کی گردنین مارتا اور ناچ کود و شور فساد پھیلاتا اور ناحق مال ضایع کرتا لوگون کے اخلاق و عادات بگاڑتا تھا اور اب تمھارے لیے محنت کرکے جو مال و متاع لاویگا اس سے تم کھاؤگے اور بیفکری سے اللہ تعالے کی طاعت و عبادت کروگے لوگون مین علم و تعلیم پھیلاؤگے اور بیکسون محتاجون مفلسون کی خبرگیری کروگے لوگون مین عدل و انصاف کی راہ جاری کروگے تو ضرور ہوا کہ وہ تمھارا زیردست کردیا جاوے جسمین تمھارے حق مین اسقدر فائدے ہین اور خود اُسکے حق مین بھی نہایت ہی مفید ہو کیونکہ اول تو تمھارے اخلاق و عادات دیکھکر وہ علم و حکمت سے شایستہ ہوگا۔ حدیث صحیح مین ہو کہ جو شخص اپنی باندی کو دین کا علم و ادب سکھلاکر بعد ایمان کے آزاد کرکے پھر اسکی خوشی کے ساتھ اُس سے نکاح کرلے تو اسکو دونا ثواب اللہ تعالے عطا فرماویگا۔ اور دوم یہ کہ جو کمالاویگا یا تمھارے پاس ہوگا تیر اُسکا کھلانا فرض ہو۔ حدیث صحیح مین ہو کہ جن لوگون کو اللہ تعالے نے تمھارے زیردست کردیا ہو وہ تمھارے بھائی ہین تو جو تم کھاؤ اس مین سے اسکو بھی کھلاؤ چنانچہ بہت متقدمین اپنے برابر ساتھ کھلاتے و پہناتے اور سوار کراتے تھے۔ اور سوم یہ کہ جو لاویگا اس مین سے تمھارے برابر یا اچھا کپڑا پہننے مین یہ مال خرچ کیا جاویگا یہ حکم حدیث صحیح مین مذکور اور متقدمین کا اسپر عمل رہا ہو تو یہ نہوگا کہ ناحق اپنے بت یا دیوتا یا پیر یا کالی کے خوف کے مارے اس مال کو ضایع کرکے چلا آوے اور خود تکلیف مین پڑا رہے اور علاوہ یہ کہ اسکے اموال کے منافع سے غریبون کی دستگیری و نیکون کی تعلیم مین خرچ سے ثواب مین اسکا حصہ ہوگا۔ چہارم ان گناہون سے بچیگا جو اُسکی خودمختاری سے لوگون مین فساد پھیلانے سے پیدا ہوتے تھے۔ ان سب سے بڑھکر پانچوان نفع یہ ہو کہ اسکا دل جو نہایت تاریکی و پتھرون سے بدتر خواری مین پڑا تھا اب رفتہ رفتہ خالق جل شانہ کی پاک عظمت سے بھریگا اور اس کبریائی کے آثار سے وہ اپنے نفس کو ایسا ذلیل و خوار نہین کریگا جب یہ بات معلوم ہوچکی تو اب ہم کہتے ہین کہ جب وہ ایمان لایا اور راہ راست پر ہوگیا تو لائق یہی ہو کہ اسکا آقا اسکو آزاد کردے اور کچھ مال و متاع اُسکو دیدے کہ وہ تجارت کرکے اوقات بسر کرے جیسا کہ قرآن پاک مین حکم ہو مگر اس شرط سے کہ تم انکو نیکی کے ڈھنگ پر دیکھ لو ولیکن کثرت سے ایسا ہوتا ہو کہ وہ پھر انھین خیالات باطلہ کی طرف پھر جاتا ہو یا آقا کو اپنی ضرورت کی لحاظ سے تکلیف ہوتی ہو حالانکہ جس طور پر ہو وہ ایک گھر کے کنبہ والون مین سے شمار کیا جاتا ہو کوئی اسکو تکلیف نہین دیجاتی ہو چنانچہ صحیح حدیث مین حکم ہو کہ مملوک کو ایسا کام کرنے کا حکم مت دو جسمین وہ چپن ہو ورنہ تم خود اُسکے ساتھ شرکت کرکے بوجھ بٹاؤ پس اسوجہ سے کبھی آزاد نہین ہوتا اور کبھی اسوجہ سے کہ اسکا چال چلن ٹھیک نہین ہو تو آزاد نہین کیا جاتا ہو۔ تو یہ ان کا حال ہو جو مسلمان ہوگئے اور جو کافر رہے انکے ساتھ بھی سب برتاؤ نیکی کا رہیگا سواے اس بات کے کہ کافرہ چھوکری سے جبکہ وہ یہودیہ یا نصرانیہ نہووے نکاح نہین ہوسکتا ہو پس کافر مملوک سے جو اولاد ہوئی وہ بھی مملوک رہی لیکن حرام ہو کہ انکا صغیر بچہ کبھی فروخت کرکے جدا کیا جاوے اب یہان مسئلہ کی تفصیل اس طرح ہوئی کہ مملوک چھوکرا یا چھوکری دو قسم کے ہین ایک جو مشرک باقی رہین۔ دوم وہ جو مسلمان ہوجاوین مشرک مین پھر دو قسم مین ایک

وہ جو یہودی یا نصرانی ہون یعنی کسی آسمانی کتاب کا اقرار کرین تو ایسی چھوکری اپنے آقا کی مملوک ہی اور بدون نکاح کے آقا اسکو اپنی بیوی بنا سکتا ہے اور جو اولاد اُس سے پیدا ہو وہ مملوک نہوگی بلکہ باپ کی طرح آزاد ہوگی ولیکن باپ کے مرتے ہی اسکی ماں آزاد ہو جائیگی وہ کبھی اپنی ماں کا مالک نہین ہو سکتا ہے۔ اسیطرح جو چھوکری مسلمان ہوگئی ہو اس کا حکم بھی اسی طرح پر ہے۔ قسم دوم مشرک مملوک جو کتابی نہو بلکہ بت پرست یا آتش پرست وغیرہ ہو تو آقا کو حلال نہین کہ اُسکو جورو بناوے بلکہ کسی مشرک چھوکرے سے اُس کا نکاح کر دے لیکن اگر اُس سے خدمت لے تو خود کھانا کپڑا ضروریات دیوے اور اگر رخصت کر دے تو چھوکرے کا آقا دیگا اور اگر کسی آزاد سے نکاح کر دیا ہے تو آزاد دیویگا۔ پھر جو اولاد پیدا ہو وہ چھوکری کے آقا کی مملوک ہوگی یہی کھانا کپڑا اٹھاوے پھر اگرچہ مونث اولاد بھی مسلمان ہو جاوے تو آقا کو روا ہوگا کہ اسکو بی بی بناوے۔ اب رہے وہ لوگ جن کا ملک بعد لڑائی کے فتح کیا مگر انکو رعیت کی طور پر بسایا تو وے آزاد رہے اُنکی جان و مال آزاد ہین یہ نہین ہو سکتا کہ انکو کسی زمانہ کے بعد مملوک بناوے اور اُنکی اولاد آزاد ہی انکا بیچنا و مول لینا جائز نہین ہے اسی واسطے ہندوستان مین جو لوگ ایسی چھوکریان خریدتے تھے جن کی نسبت یہ معلوم ہے کہ فلان شخص کی اولاد ہین تو یہ بیع باطل ہی اور بعضے علماء کو شبہہ ہوا کہ جائز ہی اس وجہ سے کہ ہندوستان بزور شمشیر فتح ہوا تھا اور صلح سے نہین فتح ہوا ہی اور اسی فتوی پر ایک مدت تک عمل رہا پھر آخر مین شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی نے ناجائز ہونا شرع سے ثابت کیا۔ اس صورت مین جن لوگون کی اولاد پہلے فتوے پر ہوئی وہ آزاد ہی اور دوسرے فتوے کے موافق بیع ہی جائز نہین ہے صرف بطور پرورش انکا پالنا متحقق ہوا ورنہ وے آزاد ہین۔ اب رہا کلام یہان ایک صورت مین اور وہ اکثر عرب و عجم کے بلاد اسلام مین واقع ہوتی ہے اور وہ یہ ہی اکثر مسلمان عورتین چھوکریان یا غلام حبشی ہون یا دوسرے ہون لوگ فروخت کرتے مین اور خریدنے والے انکو خرید لیتے ہین تو جب تک کہ یہ ثابت نہو کہ ظلم کی راہ سے کہین سے گرفتار کر کے لائے ہین ظاہری حکم مین جواز کا فتوے دیا گیا ہے اور بعضے محققین نے براہ دیانت و تقوے اس شبہہ کی وجہ سے منع کیا ہے کہ بردہ فروش انکو ظلم سے بہکا لاتے ہین پس احتیاط اچھی ہی اور ظاہری صورت مین جواز اس وجہ سے ہوا کہ ایک شخص کے قبضہ مین فروخت ہونے کے لیے موجود ہین اور یہ ممکن ہی کہ یہ لوگ خود مسلمان ہوگئے ہون مگر آزاد نہ کیے گئے مملوک رہے یا مسلمان چھوکرا و چھوکری کی اولاد ہون جو خود مملوک رہے تو کوئی وجہ اس امر کی پائی نہین جاتی کہ بلا دلیل کے انکو آزاد قرار دیا جاوے پھر واضح ہو کہ جو اصل اوپر مذکور ہوئی اُسکے موافق جہان کہین مملوک مسلمان ہوگیا اور معلوم ہوا کہ اس نے اپنے معبود حقیقی کو پہچانا اور اسی کی عبادت پر قائم ہے اور اپنے ذاتی اعزاز و اکرام کو جو اللہ تعالے نے آدمی کو دیا ہی اس نے محفوظ کر لیا اور دیگر مخلوقات جو آدمی سے حقیر و اسی کے منافع و راحت کے لیے ہین ان کا بندہ نہین بننا چاہتا ہے تو اب ہر مسلمان دیندار پر واجب ہے کہ اسکو اپنے مثل آزادی دیدے اور نہایت دلی محبت کے ساتھ اُن کی مددگاری و معاونت کرے کیونکہ اب انپر کوئی الزام نہین رہا اور نہ انکی ذات سے ظلم و نا انصافی و فساد پھیلنے کا اندیشہ ہے اور نہ اس کا ڈر ہے کہ دوسرے آدمیون کو بھی وہی پتھرون و آگ وغیرہ کا بندہ بنانے پر مجبور کرینگے یا خالق عز و جل کی عبادت کرنے والون کو ستاوینگے یا بندگان حق تعالے کو ذلیل و خوار کرینگے یا انکی روزی و معاش مین کمی کر کے اُن کو پریشان کرینگے کوئی الزام نہین ہی سوائے ایک الزام کے کہ اُنھون نے راہ راست پر آنے مین بہت سے اللہ تعالے کے بندون کا وقت ضائع کیا حتی کہ وہ عبادت و طاعت و تعلیم و تحصیل علم سے اُٹھکر ان لوگون کی طرف سفر کر کے آئے در دیر تک سمجھایا مگر نہ مانے آخر تلوار سے لڑائی کی تب یہ زیر ہو کر مانے اور بڑی خونریزی کے بعد راہ راست پر آئے ولیکن حسن خلق و کمال آدمیت کی راہ سے اُنسے درگزر کر کے احسان کرنا چاہیے واللہ تعالے اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالے نے بعد سختیون و مصیبت کے دنیا مین اس طرح معزز و مکرم کر دیا کہ گویا بادشاہ مصر وہی تھے۔ اب یہان دو باتین ہین ایک تو کنوئین مین ڈالے جانے و مار کھانے و فروخت ہونے و قید ہونے وغیرہ کی مصیبتین اُٹھانا اور

دوسرے ان سختیون اور مصیبتون پر یہ توحید جاننا کہ سب بحکم آلہی ہین و اسپر راضی ہونا۔ اور مین نے جو کہا کہ یہ جاننا کہ سب بحکم آلہی ہین یہ بالکل صحیح ہے اگرچہ اس زمانہ کے بہت لوگ جو اپنے آپ کو بڑا ذی علم و مہذب جانتے ہین اس سے بالکل منکر ہین اور سوائے نادانی کی باتون کے عقلی دلیل کوئی نہین رکھتے ہین تو مین کہتا ہون کہ یہان یہ سوال ہے کہ زید پر عمرو نے جو سختی کی کیا اللہ تعالے جو دونون کا خالق ہے وہ اس سے آگاہ ہے یا نہین ہے۔ اگر تم کہو کہ وہ کیا جانے تو نعوذ باللہ تم نے خالق کو جاہل بنایا اور یہ بالکل غلط ہی جو خالق و معبود ہے اُسکا علم و اسکی قدرت سب مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے اور جس نے اپنا خالق و اپنا معبود ایسا جاہل بنایا وہ خود سخت جاہل ہے بھلا اُسکے عبادت کرنے اور دعا مانگنے کی اُسکو کیا خبر ہوگی۔ غرضکہ یہ سوائے دیوانہ جاہل احمق کے کوئی نہ کہیگا۔ تو صحیح یہ ہوا کہ خالق عز و جل جانتا ہی اب بتلاؤ کہ اُسکا ارادہ کیا ہی آیا یہ کہ ایسا ہو یا نہو پس اگر یہ ارادہ ہو کہ ایسا نہونے پاوے تو عمرو کی کیا مجال ہی کہ اُسکو سختی پہونچاوے اور اگر اسکی کسی حکمت سے یہ ہی کہ ایسا ہو تو عمرو سے ضرور ہوگا اب رہا یہ کہ وہ راضی ہی یا نہین تو وہ راضی نہین ہے چنانچہ ہم راضی نہین ہین کہ اپنے بچہ کو مارین مگر مارنے کا ارادہ اُس کی بُری حرکت پر ضرور ہے اور اللہ تعالے کے معاملہ مین ہمکو حکمت دریافت نہین ہو سکتی کہ یہ کیون ہوا اس لیے کہ اسکی حکمت سے تمام جہان بے انتہا ہر ہر ذرہ اپنے اپنے موقع پر بے انتہا منافع کے ساتھ قائم ہے تو بقدر بے انتہا سمجھ ہماری نہین ہے کہ اُسکی حکمت کا ایک ذرہ بھی ہم احاطہ کرین وہ خالق ہے ہم اور ہماری سمجھ اُس کی حکمت کی بنائی ہوئی ہین تو اسکا خیال بھی حماقت کا داغ ہے پس اب صحیح معلوم ہوگیا کہ یہ سختی بارادہ حق عز و جل تھی۔ اب عالم دیندار یہ یقین کر کے راضی ہوگا کہ اس سختی کو بسر و چشم قبول کرون کہ وہ میرے خالق عز و جل کے ارادہ سے ہے۔ پس دو باتین ہوگئین ایک سختی اُٹھانا حالانکہ دوسرے لوگ راحت مین ہین۔ دوم اسپر رضامندی۔ پس دونون کے عوض بڑا ثواب ہے اور رضامندی پر نہایت ہی اعلی درجہ کا ثواب ہے۔ اب جانو کہ اللہ تعالے نے یہان صرف دنیاوی بدن کی سختی کے عوض اُن کو دنیاوی نعمت یہ عطا فرمائی کہ بادشاہ مصر کے وزیر اعظم خود مختار ہوئے اور نعمت اس وجہ سے تھی کہ اسمین بھی ثواب عظیم تھا ایک تو عدل قائم کرنے کا اور دوم ایمان کے ساتھ دولت تبلیغ رسالت کا۔ حدیث مین ہے کہ اگر ایک آدمی تیرے ہاتھ پر ایمان سے مشرف ہو تو تجھے سُرخ اونٹون سے بہتر نعمت ہے۔ جیسے بولتے ہین کہ اکسیر سے بڑھکر یا دنیا و مافیہا سے بڑھکر ہے۔ یہان تو بادشاہ ایمان سے مشرف ہوا مگر باوجود بادشاہت کے اُس کا یہ مرتبہ نہ تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو اس نعمت مین حاصل ہوا یہ محض فضل آلہی ہے کہ پوری نعمت کے سب رکن اپنے اپنے موقع پر پورے ہون لہذا فرمایا۔ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَن نَّشَاءُ حصہ دیتے ہین ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے ہین۔ اللہ تعالے خالق عز و جل خود مختار ہے جس مخلوق کو چاہے جو کچھ عطا فرماوے اور چونکہ علیم و حکیم ہے لہذا ہم سب بندے یقین کرتے ہین کہ عین حکمت کے ساتھ ہے۔ اس نعمت کو رحمت قرار دیا کیونکہ عدل ایک ساعت کا ثواب ایک حج مبرور کے برابر مذکور ہے اور ایک شخص کا ایمان لانا سُرخ اونٹون سے بہتر ہے۔ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ اور ہم ضائع نہین فرماتے نیکی کرنے والون کا ثواب۔ رازی رح نے کہا کہ ثواب ضائع کرنا یا تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ آدمی کو اتنی مزدوری دینے کی طاقت نہین ہی یا کسی وجہ سے عاجز ہے یا بخل کی وجہ سے نہین دینا چاہتا یا بادشاہ کو خبر ہی نہین کہ فلان کار پرداز نے کیا کام کیا تو بیچارے کی مزدوری ضائع ہو جاتی ہی اور اللہ تعالے کی جناب پاک مین یہ سب ممتنع ہی نہ وہ عاجز ہی نہ وہ بخیل ہی نہ وہ نادان ہی ایک چیونٹی کی جنبش ایک پہاڑ کی کھوہ مین اندھیری رات مین اُسکے علم کے سامنے حاضر ہی اور مترجم نے قولہ وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا الآیہ کی تحت مین تفصیل کی ہی حالانکہ ہر تفصیل و توضیح و عبارت و اشارت حضرت باری تعالی شانہ کی صفات پاک مین عاجز ہین وہ خالق یہ مخلوق وہ قدیم یہ حادث لہ الحمد فی الاولی والآخرۃ سبحانہ وتعالی عما یشرکون۔ پھر حق تعالی نے تخصیص فرمائی دوسری بات پر جو اوپر مذکور ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہر محنت کے وقت راضی رہے تو فرمایا۔ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔ اور

آخرت کا ثواب نہایت عمدہ ہو ان بندون کے لیے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے پس حضرت یوسف علیہ السلام ایمان لائے ایسے کہ نبی مرسل ہوئے اور حق تعالے نے اُن کے تقوے پر شہادت دیدی اور آیت کو عام طریقہ پر بیان فرمایا جس سے ہر ایک بندہ اپنے پاک معبود کی درگاہ عالی متعالی سے امیدوار ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام خاص طور پر اس مین داخل ہین پس گویا یون سمجھو کہ اللہ تعالے نے نہایت قلیل حصہ انکو دنیا مین یہ سلطنت و ثروت دیدی جسکو خاص سلطنت کی راہ سے تعریف نہین فرمایا بلکہ بوجہ اس کے کہ آرام و آسایش سے ذخیرہ آخرت حاصل کرنے کا پورا موقع اسکے ذریعہ سے حاصل ہوگیا پھر عظیم لائق تعریف ثواب جمیل وہ ہے جو مومن متقی سردار حضرت یوسف علیہ السلام کے واسطے آخرت مین رکھا ہے حتی کہ اس کے شوق مین آنحضرت علیہ السلام نے دنیاے دنات و آخرت سے لحوق کی دعا مانگی چنانچہ آخر قصہ مین انشاء اللہ تعالے آویگا واضح ہو کہ زمانہ قحط مین آنحضرت علیہ السلام خود بھوکے رہتے اور بیان فرمایا کہ اس لیے تاکہ بھوکون کی تکلیف بھول نہ جاؤن اور بادشاہ کے باورچی کو حکم دیدیا کہ دوپہر تک تاخیر کر کے بادشاہ کا کھانا تیار کیا کرے تاکہ اسکو بھوکون کی تکلیف کا مزہ یاد رہے امام بغوی رحمہ نے کہا کہ یہین سے یہ رسم شروع ہوئی کہ بادشاہون کا کھانا دوپہر کے وقت دسترخوان پر آتا ہے۔ اب یہان دو مقام باقی رہے اول تو بادشاہ سے کہا کہ مجھے خزانہاے زمین کا متولی کر دے یہ درخواست امارت ہے جو منع ہے۔ دوم کہا کہ مین حفیظ علیم ہون حالانکہ انشاء اللہ تعالے کہنا چاہیے تھا۔ علاوہ اسکے خود اپنی تعریف فرمائی اور اللہ تعالے نے تزکیہ نفس سے منع فرمایا ہے۔ مقام اول کی توضیح یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیح مین عبدالرحمن بن سمرہ کو امیر ہونے کی درخواست سے منع فرمایا ہو اور یہ توجیہ بھی حدیث مین ہو کہ خود درخواست کرنے سے شفقت و ذمہ داری کا بار اپنے اوپر آتا ہو اور فرشتہ مددگار نہین ہوتا تو ٹھیک کام نہین بنتا ہو اور جب بغیر درخواست کے امارت دیجاتی ہو تو فرشتہ سے مدد کیجاتی ہو جو اُسکو ٹھیک راہ پر رکھتا ہو پس امام رازی وغیرہ نے جواب دیا کہ آپ پر خلق کے مو مین تصرف کرنا واجب تھا کیونکہ رسول برحق تھے علاوہ ازین انکو قحط واقع ہونے کا علم تھا جس کا انتظام بھی بتدبیر تائید ملکی ہوتا۔ علاوہ برین مستحق کو نفع پہونچانا امر لائق اہتمام ہو پس جس طریقہ سے ممکن ہو اُسکو پورا کرنا چاہیے اور مترجم کہتا ہے کہ مصر مین عدل جاری نہ تھا اور بادشاہت کا منتقل کرنا حکمت الٰہیہ مین جاری نہ تھا اور انتظام مذکور مین استمالت بجانب توحید اور موانع دعوت خلق نہایت عمدہ طریقہ سے حاصل تھی تو دفع جور و اقامت عدل واجب ہو مع امور مذکورہ بالا کے اور امارت کی درخواست سے ممانعت اسوقت ہے کہ اس کام کے لائق اور لوگ موجود ہون بخلاف اس موقع کے کہ سواے آپ کے کوئی بھی نہ تھا جو شرع الٰہی قائم کرے اور واضح ہو کہ مصر مین عدل قائم نہونے سے یہ مراد نہین ہو کہ لوگون پر ظلم و تکالیف ہوتی تھین بلکہ یہ غرض ہو کہ جو قانون حق عزوجل نے انبیاء پر نازل فرمایا ہو اسکے موافق تصرف باہمی تو عدل ہو اور سواے اس طریقہ کے کسی قانون پر ہو خلاف عدل ہو اور یہ ظلم تو اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ لوگون کی جان و مال محفوظ نہون اور یہ ظلم ایسا ہو جس سے سلطنت تباہ ہو جاتی ہو اور دوسرا یہ کہ جان و مال محفوظ مین لیکن سیاست و خراج و دنیا دینا صرف اپنی خواہش و مصلحت کے مطابق ہو جسمین بکثرت ایسا ہوتا ہو کہ مستحق زائد کو کم ملا اور کم کو زائد ملا اور کوئی محروم رہا اور کوئی مالا مال ہوا مثلاً بادشاہ نے جنگل کی گھاس اور دریا کا پانی فروخت کیا تو ممکن ہے کہ لوگون پر ایسی تکلیف نہ پہونچے جس سے وہ بھوکون مر جاوین ولیکن ظلم ہے اور جیسے نمک محفوظ کر لیا اور اسکو فروخت کیا حالانکہ یہ چیزین قانون شرع مین عموماً مباح ہین اور جنگل کی لکڑی عموماً مباح ہے مگر بادشاہ کبھی اپنی ذاتی خواہش و نفع کے قانون پر انکو روکتا ہو تو یہ دوسرے معنی مین ظلم ہو پھر سوال ہوا کہ کیون صبر نہ کیا اور بادشاہ کا فرسے منصب کی درخواست کی۔ جواب یہ کہ جو کام انپر واجب تھا اسمین صبر کا موقع نہ تھا اور جس منصب کی درخواست کی وہ واجب کے لیے گویا ضروری تھا لہٰذا اگر کوئی مرد متقی انگریزون سے درخواست کرے کہ مسلمانون کے قضایا بطور شرع اسلام فیصل ہون اور وہی قاضی بنایا جاوے تو جائز ہو۔ اگر کہا جاوے کہ اول ہی اول

خزائن کیون حفاظت مین چاہی حالانکہ اس سے تہمت کا اندیشہ ہو اور موقع تہمت سے پرہیز کرنا واجب ہو۔ جواب یہ ہو کہ بادشاہ نے اول اقرار کیا کہ آپ امین ہین اور زیادہ ظلم انھین اموال مین تھا اور پورا عدل قائم کرنا اور دین حق کی تعلیم کا وسیلہ اسی سے ممکن تھا جیسا کہ مصرح بیان گزرا اور یہ سب انپر واجب بالذات تھا اور مظنہ تہمت مرتفع تھا۔ شیخ ابن اثیر رحمہ نے کہا کہ خزائن سے غرض وہ اہرام تھے جن مین غلات جمع کیے جاتے تھے کہ ایام قحط مین کام آوین پس ان مین ایسی وجہ سے تصرف ہوا کہ عدل کے حساب اور حسن تدبیر کے ساتھ ہر ایک کو بقدر استحقاق پہونچے اور تنگی کسی غریب پر نہو بخلاف متولی وقت کے جسکو امراء کی رعایت تھی اور غرباء پر ظلم و سختی تھی۔ اقول اگر جملہ خزائن مراد ہون جب بھی یہی جواب صحیح ہو کیونکہ بیت المال و خراجات تمام رعایا و عامہ آدمیان کا حق ہے اور بادشاہ و امراء کا مال ذاتی نہین ہو یہان سے صاف ظاہر ہے کہ جو بادشاہ و سلاطین خراج لیکر خزائن کو مالامال کرتے ہین اور رعایا و برایا تکلیف و سختی سے بسر کرتے ہین وہ سب ظالم و غاصب ہین۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ انی حفیظ علیم سے اپنی تعریف کی حالانکہ اپنی تعریف منع ہے۔ تو جواب شیخ ابن کثیر رحمہ کا اور دوسرون کا یہ ہو کہ جب کسی شخص کا حال مخفی ہو تو بوجہ ضرورت کے اُس کو اصلی کیفیت سے آگاہ کرنے کے لیے جائز ہے اور یہان صریح ظاہر ہو کہ خزائن کا ظلم شدید دور کرنے کے لیے اپنا حال بیان کر دیا اور بادشاہ اگرچہ دین کے علوم مین انکو کامل جانتا تھا لیکن اس کام مین اُسکو حفیظ و علیم ہونا معلوم نہ تھا۔ رازی رحمہ نے کہا کہ قولہ تعالے فلا تزکوا انفسکم مین مراد یہ ہو کہ جو شخص نفس کے حال سے آگاہ نہو وہ تزکیہ بیان نہ کرے بخلاف اس معاملہ کے کہ رسالت و نبوت کا محل تزکیہ نفس ہو تو جان بوجھ کر سچ بات بیان کرنا منع نہین ہو بدلیل قولہ تعالے ہو اعلم بمن اتقی یعنی اللہ تعالے اہل تقوی کو جانتا ہو پس نبوت و رسالت دلیل تھی کہ جو تقوے بیان کیا وہ صحیح و موافق علم الٰہی ہو سا قول سواے پیغمبر کے اور کوئی نہین ایسا کہہ سکتا ہو۔ اگر کہا جاوے کہ حفیظ و علیم انشاء اللہ تعالے نہین کہا۔ تو امام رازی وغیرہ نے کہا کہ اگر یون کہتے کہ اللہ تعالے نے چاہا تو مین ایسا ہون تو شاید بادشاہ کو جو اُسوقت تک ایمانی کیفیت سے سرفراز نہ تھا یہ شبہہ ہوتا کہ اسمین شک ہو لہٰذا کلام کو مرسل کر دیا اور مرادی رکھی اور مترجم کہتا ہو کہ غالباً یہ سوال وارد نہین ہو کیونکہ مقصود بیان حال ہو نہ بیان فعل اور بغیر انشاء اللہ تعالے فعل کا دعوے ممنوع ہو پس اگر کہتے کہ مین حفظ رکھون گا اور علم سے خرچ کرونگا اور حساب و کتاب رکھونگا تو انشاء اللہ تعالے کہنا ضرور تھا۔ علاوہ ازین یہ یہان ظاہر نہین ہوتا کہ انھون نے در واقع انشاء اللہ تعالے نہین کہا بلکہ بادشاہ سے نہین کہا تھا۔ اور مترجم کہتا ہو کہ جسقدر سوالات یہان پیش آتے ہین سب میرے نزدیک اسوجہ سے مرتفع ہین کہ پیغمبر علیہ السلام کا فعل مبنی بر وحی و اجازت الٰہی ہو تو بعد اسکے مدار اسکا حکمت الٰہیہ پر رہا اور کوئی سوال وارد نہوگا۔ پھر اس قصہ مین بیان ہے کہ جب بادشاہ نے قطفیر یا اطفیر یعنی عزیز مصر کو معزول کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو اُس کی جگہ وزیر کیا اور بادشاہ و بہت سے لوگ اسلام لائے اور اسی درمیان مین عزیز مر گیا تو بادشاہ نے عزیز کی جورو سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا مین کہتا ہون کہ یہ دلیل اس امر کی ہے کہ زلیخا بھی مسلمان ہو گئی تھی۔ پھر جب وہ آپ کے گھر مین رخصت ہو کر آئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ اُس سے بہتر نہین ہے جو تو چاہتی تھی اُس نے عرض کیا کہ تم معاف کرو گے کہ اصلی حال یہ تھا کہ مین دولت و نعمت مین آسودہ و عیش و عشرت مین ڈوبی ہوئی نوجوان عورت تھی اور میرا ساتھی عورتون کے پاس نہ جاتا تھا یعنی عنین تھا اور تم کو اللہ تعالے نے یہ کچھ جمال و خوبی عطا فرمائی تھی کہ ہر عورت تمپر بے صبری کرتی ہے تو مجھے ہر وقت کے ساتھ مین کیونکر بے صبری نہ ہوتی۔ ابن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ آپ نے اس کو کنواری پایا اور اُس سے آپ کے دو فرزند نرینہ یعنے افرائیم و میشا پیدا ہوئے پھر افرائیم کے نون بیٹا اور رحمہ بیٹی ہوئی اور یہی رحمہ حضرت ایوب کی بیوی تھی رحمہم اللہ تعالیٰ ع۱۲
اور نون سے یوشع پیدا ہوئے جو پیغمبر ہوئے ہین۔ یہان ایک لطیفہ ہے کہ زلیخا رحمہا اللہ تعالے جو عنتی بیوی تھی ایک مرد عنین کے حوالہ ہوئی اور دولت و نعمت یہ کچھ تھی تو حکمت الٰہیہ سے اسپر عشق یوسفی نے یہ غلبہ کیا کہ کسی مرد کی جانب اسکی توجہ نہ رہی اور آخر کار پاکیزہ اپنے خاوند ایک

جلیل القدر پیغمبر کے سپرد ہوئی یون ہی پاک مردون کے لیے پاک بیویان ہوتی ہین ف فی العرائس قولہ وقال الملک ائتونی بہ استخلصہ لنفسی۔ حقیقت مین اپنی ذات کے واسطے خالص کرنا اس موعظت حقہ سے ثابت ہوا جس سے اُس نے معرفت حق وطریق نجات کی ہدایت پائی کہ عذاب آلہی سے خلاص ہوا اور خالص محبت سے خلوص محبت آلہی پر فائز ہوا اور جو اوہام وظنون اُس کے قلب پر محیط تھے جنھون نے اسکے نفس کو ظلمت کدہ بنا دیا تھا اور مغلوب شیطان کر دیا تھا وہ اس دوست خالص کی مدد سے دور ہوئے اور قلب اس کا بادشاہ حقیقی کا تختگاہ ہوگیا ابن عطا رح نے کہا کہ بادشاہ کیونکر حضرت یوسف ؑ کو اپنے واسطے خالص کرتا کیونکہ اُس کو تو اللہ تعالے نے اپنے مخلصین مین کر لیا تھا۔ اقول ولیکن اس محبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ بھی اُنکے پیچھے پیچھے درگاہ کبریائی تک اس اخلاص سے پہونچا اور نفس کے واسطے استخلاص کا نتیجہ یہ ہوا جو اُسکے وہم وگمان مین بھی نہ تھا۔ یہان سے استفادہ کرنا چاہیے کہ اہل الحق کی محبت اپنے نفس کے لیے موجب نجات نفس ہے ولیکن جب ہی کہ اہل الحق کے فرمان وجب الاذعان پر عمل کرے جہان تک ممکن ہو اور خبردار کہ جہال نے جو رہبانیت کا طریقہ اکابر علماء سے روایت کیا ہے جیسے ایک ٹانگ پر رات بھر کھڑے ہوکر عبادت کرنا اور نفس سے سردی محسوس کی تو بھیگی چادر رات بھر اوڑھے دیوار پر بیٹھنا اور مانند اسکے تو یہ سب اتہام ہین صرف صحیح قندارہ ہے جو سنت طریقہ پر ہووے اور شیخ رحمہ اللہ نے بہت مقامات پر اسکی سخت تاکید فرمائی ہے بخلاف اکثر علماے ظاہر یہ کے جو احادیث وآیات مین تاویلات کرتے ہین اور انکی سمجھ مین نہین آتا کہ حرام کھانے والا کیونکر اپنے پیٹ مین انگارے بھرتا ہے پس اہل الحق کہتے ہین کہ خالص عقین کے ساتھ قائم رہو تو یہی لوگ بزرگی حاصل ہونے کے واسطے اس کے لیے نمونہ ہین۔ قولہ فلما کلمہ۔ کلام زبان بزبان ہے اور کلام اسرار باسرار ہے۔ وہ خوش گفتار ہے کہ ضمائر کے اسرار غیب سے اور اسرار غیب الغیب سے اور جو متعلق بصفائی عقول ہے اور جس سے حیات قلوب ہے اور جو بیان وصف صفات ربانیہ ہے اور جو بیان شاہراہ مستقیم ہے بزبان فصیح و وجہ صبیح ادا کرے جس سے ارض باطن پر عرش الرحمن کے نور سے ہزار آفتاب مثل ذرہ کے ناپید ہوجاوین ~ گر اہل معنے بفلکے درانند :: ہنوز از سر پردہ پا ننگرند :: کہ گر آفتاب است یک ذرہ نیست :: وگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست :: آخر جذب خواطر سے بادشاہ کے دل پر نقش محبت نے اثر کیا۔ قولہ انک الیوم لدینا مکین امین۔ ذی مکانت وامانت تو در حقیقت سلطان حقیقی کے نزدیک تھے تو کسی اور کے نزدیک مکانت وامانت کی قدر اُنکی خاطر عالی مناظر پر کیا اثر کرتی اور تمکین واستوار پاے ثبات ان کا شاہراہ رسالت پر بقوت حق عزوجل تھا اور امانت عظمی ان کے سپرد تھی پس کوئی شخص نہین کہ اس امانت سے خالی نہو ولیکن سواے قلیل اہل تقاء کے سبھون نے خیانت کی اور آنحضرت علیہ السلام نے بحکم اشارت قولہ انی لم اخنہ بالغیب۔ اس امانت عامہ کے ساتھ عظیم امانت نبوت مین کچھ خیانت نہین فرمائی اسیواسطے صحیح حدیث مین ہرقل بادشاہ روم کا استدلال تیرے واسطے عبرت ہے کہ اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان پاک مین استدلال کیا کہ نہین ہوسکتا کہ ایک شخص امور آخرت مین امین ہو اور محقرات دنیاویہ مین خیانت کرے پس بحکم یومنون بالغیب۔ جب حالت امتحان وحجاب مین استقامت تمکین سے کوئی خیانت نہ کی تو لاجرم حق عزوجل نے ظاہر وباطن ان مین یہ صفت عیان فرمائی چنانچہ بادشاہ نے صورت سے تصدیق کی اور یہ فراست اسی سلامت قلب کا اثر ہے جس سے آخر وہ جنتی بنے مقام امن وسلامت مین پہونچا اللہم ایدنا بالاید المتین انت ارحم الراحمین بعض نے کہا کہ اسکو نظر آیا کہ شاہد صدق مخبر از صدق بصدق ہے تو وہ مکین امین کہنے پر بے اختیار ہوا۔ قال الشبلی رح کلام یوسفی رح سے اسرار کے انوار سے قلب مخاطب پر تمکن نفس واطلاع اسرار امانت کا ظہور ہوا اس نے آیات آلہی کو بلاد آلہی مین دیکھکر تعظیم وتکریم کی شیخ رح نے کہا کہ صفت تامہ ہے جو قلیل اسکو منکشف ہوا لہذا یوسف علیہ السلام نے اسکو آگاہ کیا کہ قولہ اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم۔ مجھے معلوم ہے کہ قلوب کی مثال زمین سے ہے کہ قولہ والبلد الطیب یخرج نباتہ الآیۃ وقولہ والذی خبث لایخرج الانکدا۔ فی

الحدیث فانبتت الکلا والعشب الکثیر ومنہا قیعان لا یمسک الماء ولا ینبت الکلاء پس وہ قلوب نہایت پاکیزہ ہوجاوینگے جنکا محافظ باغبان قدرت کا وکیل ہو کہ وہ حفیظ وعلیم ہوگا ~ کہ سالک بیخبر نبود زراہ ورسم منزلہا۔ اور یہ دنیا سواے مزرعہ آخرت کے کچھ نہین ہے وربنا لاتجعلنا من المغضوب علیہم ولا من الضالین واللہم اجعلنا من الذین انعمت علیہم من اتباع النبیین والشہداء والصالحین وانت ذو الفضل العظیم وانت ارحم الراحمین شیخ رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے ہمین آگاہ فرمایا ہے کہ یوسف علیہ السلام راسخ نبوت کے مقام تمکین پر تھا اور اُسکو ملک دنیا مین تصرف کی قدرت اسطرح دی گئی تھی کہ اس تصرف کی حالت مین مشاہدہ آلہی وملک آخرت سے کسی وقت وحالت مین غافل نہووے اور ہر شخص کو یہ قدرت نہین ہوتی کہ ملک دنیا مین بغیر اپنے خسارہ کے تصرف کرسکے سواے اس شخص کے جو مانند حضرت یوسف علیہ السلام کے مؤید بتائید ربانی ہو اور یہ تائید ایک ہدایت خاصہ تھی کہ اپنے انفاس کو یاد آلہی کے ساتھ حفاظت رکھتے تھے اور قلب کو فکر کے ساتھ اور نفس کو وسواس سے بچاتے اور سب مقامات ذکر کو غیر حق سے محفوظ رکھتے دلہذا جب تک چوک جانے کا احتمال تھا چند سال اور قید خانہ مین رہے جب مکمل کامل ہوئے تو مسند ارشاد پر تخت نشین ہوئے۔ اقول ذکر آلہی ہر سانس مین عوام کو زبانی میسر ہے اور خواص کو جسطرح حاصل ہے اسکو زبان ادا نہین کرسکتی ہے اور یہین سے سمجھ مین آسکتا ہے کہ قولہ فانساہ الشیطان ذکر ربہ الآیہ مین کیا اسرار ہین۔ اور ہر شخص جو دنیا مین کسی ایک شخص کے اوپر حاکم ہو بقدر اپنے ثواب کے لیاقت حفظ وعلم پیدا کرے وحدیث صحیح مین کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ الحدیث بیان ہے کہ شوہر وجورو تک راعی وحاکم در رعیت ہین اور ہر ایک کے لیے اپنی حکومت کے وتیرہ مین ثواب جمیل ہے ولیکن حفاظت وعلم لازم ہے اسی واسطے دنیا کے تعلقات زائد بڑھانے مین خطرہ بھی ہے فافہم۔ شیخ رح نے کہا کہ وہ حفظ باتباع طریقہ سنت ہے کہ آداب ذات آلہی وصفات آلہی کی یاد مین ملحوظ ہون اور عبادات بروجہ سنت ہون نہ وہ طریقہ جو رہبانیت کہلاتا ہے کہ بحکم حدیث ان لنفسک علیک حقا ولزوجک علیک حقا ولضیفک علیک حقا الحدیث یعنی تجھپر تیرے نفس کا حق ہے اور شوہر پر جورو کا یا جورو پر شوہر کا ہے اور مہمان کا بتواضع ومہمانداری معمولی غرضکہ تجاوز بافراط وتفریط منع ہے اور بندون کے حقوق محفوظ بطریق شرع ہین فافہم۔ شیخ رح نے کہا کہ حفیظ مشیر ہے کہ بنور تفرس نبوت ان امور کا حفیظ ہے جو مقدورات بعلم آلہی لوگون پر واقع ہون اور جو عیوب کہ قلوب پر جاری ہون وخزائن الارض سے اشارت علماء ربانیہ یعنی اولیاء وصدیقین کے قلوب ہین واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ مدح النفس قبیح ہے الا اسوقت کہ اُسکی اجازت ہو۔ اقول اسمین اشارہ ہے کہ جملہ امور جو یہان واقع ہوئے ہین سب باجازت آلہی تھے تو کوئی سوال وارد نہین ہوسکتا جیسا کہ مترجم نے اپنی عندیہ سے سابق مین لکھا تھا اور یہان تائید ایک بزرگ کے قول سے حاصل ہوگئی حالانکہ میرے نزدیک یہ امر بلا تائید کے قابل قبول ہے کیونکہ قیاس عوام بانبیاء باطل ہے بعض نے کہا کہ خزائن الارض مردان خدا ہین تو حد مکالمہ نبوت ملحوظ رہنا چاہیے یعنی ایسے غیبات ان لوگون پر طاری نہین ہوسکتے کہ غیر ملحوظ ہو پس حفظ کی درخواست در اصل حق تعالے سے ہے پس جو کچھ ظاہر و پوشیدہ کرین سب انبیاء پر مکشوف ہوگا اقول چنانچہ خود کہا کہ لا یاتیکما طعام ترزقانہ الا نباتکما بتاویلہ قبل ان یاتیکما الآیۃ ونحو قولہ ما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم۔ اور دوسرون کا قیاس نبوت پر نہین ہوسکتا شیخ ابو سعید الخراز نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے بندے روے زمین پر ایسے ہین کہ اُنپر خلل طاری ہوتا ہے اور اگر یہ نہو تو بیکار ہوجاوین اور بات یہ ہے کہ انکا علم اس درجہ تک پہونچ گیا ہے کہ وہ مجہول کا علم حاصل کرتے ہین حالانکہ کتاب وسنت مین اسکے کچھ تفصیص نہین ہے ولیکن جو ان سے عاقل ہین وہ کتاب وسنت سے اسکو نکال لیتے ہین اقول مراد یہ ہے کہ بعض مسائل ایسے ہین کہ ہر چند علماے ظاہرین سے ایک بڑا زبردست علامہ کوشش کرے تو اسکو کہین کتاب قرآن وحدیث سنت مین نظر نہ آوے اور کبھی اسکا استخراج ممکن نہو ولیکن علماے ربانیہ کا علم اس حد تک پہونچا کہ انکو خود اس مسئلہ کا علم العلم آلہی حاصل ہے ولیکن چونکہ قرآن مجید اسقدر جامع ہے کہ علم اولین وآخرین اسمین موجود ہے کہ

۱۳۳۲ اردو

فہم حاصل ہونا چاہیے تو عالم ربانی عوام کے اظہار کے لیے اُسکو قرآن سے اپنی نیک سمجھ کے ذریعہ سے استنباط کر لیتے ہیں وقد ذکرنا فی قولہ ولکن
کونوا ربانیین الآیۃ وفی قولہ یعلمہم الکتاب والحکمۃ۔ وفی قولہ ومن یوت الحکمۃ الآیۃ تفصیلا لذلک۔ اور ابتداء سورہ فاتحہ کی تفسیر مین قرآن
پاک کا جامع ہونا اور تفسیر قولہ ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب الآیۃ مین تحقیق گذری اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ
وجہہ سے صحیح بخاری مین روایت ہے کہ فہم یعطی الرجل فی القرآن یعنی میرے پاس کوئی وہ علم حدیث کا نہین ہے جو خاص آنحضرت صلعم
نے ہمین لوگون اہلبیت کو بتایا ہو جیسا کہ سائل اپنی نادانی سے سمجھتا ہے ہان ایک فہم البتہ ہے جو اللہ تعالے اپنی کتاب مجید مین بندے کو
عطا فرماتا ہی تو وہ اس سمجھ کے ذریعہ سے اس کتاب مین سے جو علم الاولین والآخرین کا مجموعہ ہی وہ بات سمجھ لیتا ہی جسکو عوام کہین نہین دیکھتے
اور نادانی سے یہ سمجھتے مین کہ یہ بات حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خاص کر اُس کو بتلادی تھی یا یہ سمجھتے ہین کہ یہ شخص علم غیب
جانتا ہی حالانکہ یہ دونون جہالات ہین مترجم کہتا ہی کہ اس وقت مین اسلام کے علماء ربانی کہان ہین افسوس وہ لوگ کیا ہوئے کہ اب
قرآن مجید کا معجزہ ہونا استدلال سے دیکھا جاتا ہی بڑا معجزہ اسکا عوام لوگ نظم وعبارات سے متعلق کرتے ہین کیونکہ وہ خود ظاہر سے تجاوز نہین
کرتے ہین حالانکہ علماء ربانیہ کی آنکھون سے یہ بڑا معجزہ نظر آتا تھا کہ جو وقائع آیندہ قیامت تک ہونگے وہ سب اسمین درج ہین ولیکن آنکھین
نہین ہین جو انکی طرح نظر آوے اور اگر بیان کرنے والے بیان کرتے تو بمقتضاء حکمت آلہیہ ایسے لوگون کے ہاتھ مین مدارس وحکومت تھی جو انکو کافر
کہکر خود ہلاک ہوتے اور فائدہ نہ ہوتا کیونکہ تقادیر آلہیہ ضرور جاری ہونگی ان مین تدبیر نہین ہو سکتی جب یہ معلوم ہوا تو اہل ایمان پر واجب ہے کہ
علوم شریعت حاصل کر کے عمل کرین اور انتظار کرین کہ اللہ تعالے انکو یہ علم عطا فرماوے وفیما اخرجہ بعض اصحاب السنن والمسانید جو کوئی سیکھے پر
عمل کرتا ہی اسکو اللہ تعالے محض فضل سے ایک علم عطا فرماتا ہی جو وہ نہ سیکھ سکتا اور نہ جان سکتا تھا پھر یہین دو قسمین ہین ایک انکشاف اور یہ عام ہی
اور اسکو بڑی نعمت نہین تصور کیا گیا بلکہ جو کشف متعلق بامور فانیہ ہی جیسے جو امسال وقائع ہونگے یا جو فلان شخص پر گذریگا اسکو ائمہ اکابر نے مذموم
و خراب لکھا ہی اور جو اس مین سے متعلق بکشف ملکوت ہی بمانند قولہ فی حدیث الحارثہ رضہ کہ میزان قائم دیکھتا ہون اور زمین نور رب تبارک وتعہ
روشن ہو گئی اور بمانند قولہ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات الآیہ کے یہ محمود ہی والاحسن منہا تعلق بجلال اللہ وعظمتہ او بجمال اللہ وقدرتہ
ذلک خیر واحسن تاویلا والسلام۔ پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ وکذلک مکنا لیوسف فی الارض۔ اس مین اشارہ ہی کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے حسن و
جمال ولطف وکمال سے قلوب بندگان حق مین براہ محبت جگہ پائی اور انکی ہیبت سب قلوب مین بیٹھ گئی اور جہان مشیت متعلق ہوئی بیٹھ جاتی
تھی لقولہ تبوأ منہا حیث نشاء ومکانت یوسف کی اضافت اپنی جانب فرمائی کہ ہم نے اسکو ایسا کر دیا اور کسی حادث یا تدبیر کیجانب نہین فرمائی جسمین
اشارہ ہی کہ سابقہ تقدیر اُسکی رسالت کے ساتھ یون جاری ہوئی تھی۔ قال المترجم اور حدیث صحیح مین ہی کہ جب اللہ تعہ کسی بندے کو قبول فرماتا ہے
یعنی وہ وقت آتا ہی کہ ازلی قبولیت کا اظہار ہو تو منادی ندا فرماتا ہی کہ ہم نے اُسکو قبول کیا تم سب اس سے محبت کرو پس تمام قلوب اہل زمین اس سے محبت
کرتے ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ وہم نہو کہ مقبول بندے بہت گذرے گرکسی سے سب نے اتفاق نہین کیا تو جواب یہ ہی کہ حدیث مین قلوب کا ذکر ہی اور وہ فقط
اہل ایمان سے مخصوص ہین اور کفار ومنافقین ومشرک اگرچہ ظاہر مین اپنے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیرو یعنی یہودی کہین یا حضرت عیسے
علیہ السلام کا پیرو یعنے نصرانی کہین یا حضرت افضل الرسل محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کا پیرو یعنی مسلمان کہین انکے اندر دل یعنی قلب نہین ہوتا
بدین معنے کہ اللہ تعہ نے فرمایا قلوبہم ہواء۔ یا بدین معنے کہ لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ تو انکی محبت کچھ نہو گی اور یہ تحقیق یاد رکھنا چاہیے فافہم۔ غرضکہ یوسف
علیہ السلام پر جو فضل اپنی جانب سے مکانت ووسعت دینے کا فرمایا ہی یہ ازلی اختیار ہی اور اسمین کوئی استحقاق طاعت وغیرہ کا نہین ہوتا ہے

کیونکہ اسوقت فعلیت کا وجود ہی نہ تھا بلکہ علم آلہی وحکمت بالغہ خود مختاری ہی اسی واسطے نبوت ورسالت وولایت وعلم محض فضل حق عز وجل ہے ولقد
قال تعالے نصیب برحمتنا من نشاء۔ خاصۃ رحمت انبیاء واولیاء کے واسطے کشف مشاہدہ ہی اور انکو انکی ذات کی معرفت دیدیتا جس سے صفات
باری تعالے کی معرفت حاصل ہوتی ہی اور یہ اسطرح کہ انپر راہ معرفت آسان کر دی اور یہ اسطرح کہ مشقت ومجاہدہ وریاضت پر اسکو موقوف نہ کیا
اور یہ بہت بڑی رحمت وکامل منت ہی۔ اور یہ اسطرح کہ قلوب عارفین سے خواہش کسی امر کی ہو باقتضاء خود دور کر دی اُن کی خواہش وہی
رہی جو اُنکے مولی عز سلطانہ کی خواہش ہے اسواسطے کہ جب تک ذرہ برابر اپنی خواہش رہتی ہو تب تک محل نفس امارہ باقی ہی۔ قال المترجم
یہین سے یہ عقدہ حل ہو گیا کہ جو خواہشین حضرت یوسف علیہ السلام سے بظاہر معلوم ہوئی ہین کہ امارت وحفظ خزائن کی درخواست کی وہ
سب ارادات آلہیہ ہین ان مین سے کچھ بھی اپنی خواہش نہین ہی اسی واسطے جو سوالات ظاہر تفاسیر مین مذکور ہین وہ عوام کے سمجھانے کے لیے
تکلفات ہین ورنہ جو شخص حقیقت سے آگاہ ہی اُسکے نزدیک کوئی سوال ہی وارد نہین ہوتا بلکہ اسکی فکر ان مقامات مین آثار قدرت وتدبیر
آلہیہ کے لطائف اشارت مین جولان ہو کر عارف بصفات پاک تعالت وتقدست ہو جاتی ہی جبکہ فضل آلہی شامل حال ہو واللہ سبحانہ تعالے
اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ مین کچھ خیال کر سکتا ہون نہین نہین جب عزت سرمدیہ وجلال اقدس وجمال ازل کو آدمی کے لیے کشف فرمایا تو کیا امکان ہی
کہ مشاہدات انکی وسعت ہو یہ طاقت انکو کہان سے آئی اور کیونکر حدوثیت کے ساتھ قدم کے ظہور مین بقاء ہی اللہ اللہ تعالے اللہ علوا کبیرا۔ تمام
اکوان وحدثان اول بداہتہ ظہور سطوات عزت ومجد جلالت مین متلاشی وفانی ہو جاوینگے پس مشاہدہ وبقاء اسکی لقاء ہی ولیکن اس ضعف کو انسے
عفو فرمایا اور رحمت سے اُنکی حدوثیت کو بقاء قدم سے مؤید کر کے انکو وہ کچھ دکھلایا کہ فرشتہ بھی اُس سے محروم ہین کیونکہ ازل ہی مین انکو بحکم قولہ
اصطفی آدم ونوحا الآیہ۔ قولہ وانہم لمن المصطفین الاخیار۔ وقولہ انہ من عبادنا المخلصین۔ اس کرامت کے واسطے برگزیدہ واختیار فرمایا تھا پس کشف
حال ومنزلت وصال سے سرفراز کیا۔ اور انکے قلوب مین اسرار قدم ودیعت رکھے پس معنے قولہ کذلک مکنا لیوسف یعنی ہم نے اپنی عنایت
وکرم ورحمت اتم سے یوسف کو اس قبولیت کے مراتب رفیعہ پر سرفراز کیا جہان سبب کا سلسلہ منقطع ہی اور تدبیر محض بیکار ہے۔ مترجم کہتا ہے
کہ اس سے کوئی یہ وہم نہ کرے کہ اعمال محض بیکار ہین جیسا کہ اکثر مجاہیل مقلدین داہل ہوس نے ایسا گمان کیا ہی بس کسقدر آیات حسنہ کثیرہ
ہین جن مین انسان کو اعمال رفیعہ پر عمل کرنے کی تاکید ہی اور کسقدر احادیث صحیحہ ہین کہ انمین اتباع فرائض وواجبات وفضائل عبادات و
عادات وعظائم اخلاق کی سخت تاکید ومبالغہ ہے اور کسقدر اخبار وآثار صحیحہ ہین جن سے حضرت سید الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کا مع جماعت
صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان اعمال تقوے کا عامل ہونا مروی ہے اور کسقدر حکایات صالحین ہین جنھون نے ریاضت ومجاہدہ مین قدم
استوار کیا ہی اور کسقدر متواتر علم اسوقت تک فائز وسائر ہے کہ اسکا انکار کرنا محض جہالت ہی شیخ نے خود کہا کہ آگے حق جلشانہ بیان فرماتا ہی کہ باوجود
جلالت شان وقصور بندگان کے محض لطف سے کسی عامل کا اجر ضائع نہین فرماتا جو صدق نیت سے طاعات کی راہ چلتے ہین تا کہ اعمال سے احوال
کے درجہ پر فائز ہون بقولہ عز وجل ولا نضیع اجر المحسنین۔ اب جاننا چاہیے کہ اہل احسان یعنی سب سے اعلی درجہ والون کا ثواب یہ ہی کہ انکو کشف
جمال قدم سے سرفراز کیا اور انکا احسان کی حالت مین عمل یہ ہی کہ تمام صدق نیت سے مشارق ابد سے صبح ازل کا طلوع چاہتے ہین اور اسرار
کی آنکھین اسطرف ٹکٹکی باندھے رہتی ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ جس نے احسان کو پوچھا تھا اسکے جواب مین سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان
تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی احسان یہ ہی کہ تو اللہ تعالے کی عبادت اسطرح کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہی پس اگر تو نہین دیکھتا
تو وہ تجھے دیکھتا ہی۔ اب جاننا چاہیے کہ احسان یوسف علیہ السلام یہ تھا کہ ہر محنت وسختی مین اللہ تعہ کی رضامندی چاہتے تھے مترجم کہتا ہے

کہ اہل التفسیر نے قولہ فلبث فی السجن بضع سنین کی تفسیر مین روایت لکھی کہ حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے یہ شکایت پہونچائی کہ مین نے کنوئین سے نجات دی اور عزیز مصر کی نظر مین کرم رکھا اور حسن وجمال فضل رکھے تم نے ساقی سے کس خیال پر رہائی کی درخواست چاہی لہذا اب چند برس تم اور قید مین رہو تو آپ نے عرض کیا کہ اے جبرئیل میرا پروردگار عز وجل بعد اسکے مجھ سے راضی ہے انھون نے عرض کیا کہ ہان تو کہا کہ پھر مجھے رنج نہین ہے غرضکہ رعایت رضائے الٰہی حاصل کرنے مین سرگرم تھے شیخ رح نے کہا کہ یہ مراقبہ ورضاجوئی بھی اللہ تعالے کی ہدایت واس کی جانب سے عصمت ورحمت تھی کیونکہ گناہ سے معصوم ہونا مقربون یا اصطفائیہ ازلیہ ہے ورنہ جسکے حق مین ایسا نہو وہ کیونکر معصوم رہ سکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ وہم نہ کرنا کہ عصمت فقط زنا سے متعلق ہے حتی کہ بعض کافر کبھی زنا نہین کرتا مگر اس سے بڑھکر حق عز وجل سے منہ موڑکر دنیا کو معبود بنالیتا ہے پس عصمت جملہ گناہون سے ہے شیخ رح نے کہا کہ احسان یوسف یہ بھی تھا کہ بدی کرنے والون کے ساتھ نیکی کرتے تھے اور یہ بھی کہ اللہ تعالے کے بندون سے اسکی پاک صفات ووحدانیت ظاہر کرتے تھے تاکہ وے اسکی اطاعت کرین اور شیخ نے لکھا کہ احسان یوسف یہ بھی تھا کہ جمال یوسفی کو قحط ومصیبت زدہ لوگون پر ظاہر کرتے کہ ایسے دیدار پر زندہ رہتے تھے۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ نصیب برحمتنا من نشاء۔ ان آیات کے اول وآخر مین تفصیل ہے پس جس نے اس آیت کے اول وآخر مین تفصیل نہ کی تو اسپر قرآن کی آیات مین التباس واشکال رہیگا پس اول تو علماء کے لیے ہے اور آخر جاہلون کے لیے ہے پس رحمت الٰہی سے لیاقت احسان حاصل کی اور رحمت ہی سے ہدایت پائی اور رحمت ہی سے احکام وآیات قرآن قدیم کی حکمت سمجھ مین آئی وقد قال تعالے الرحمن علم القرآن شیخ ابن عطار رح نے کہا کہ قولہ نصیب برحمتنا یعنی اپنے فضل سے ہم جسکو چاہتے ہین اپنی معرفت کی راہ دیدیتے ہین۔ اقول یعنی رحمت سے یوسف علیہ السلام کو برگزیدہ پیغمبر کیا اور وحی والہام سے قلب کا دروازہ جو عام خلق پر مسدود رہتا ہے کھولدیا جس سے معرفت حاصل ہوئی تو ہر لذت وخواہش دور ہوگئی اور ہر تکلیف عین راحت ہوگئی یہانتک کہ درجہ احسان نبوت پر متمکن ہوئے کما قال تعہ وکذلک مکنا لیوسف الآیہ پس یہ سب کرامت نتیجہ رحمت ہے جس سے معرفت عطا ہوئی تھی کہ جو انکے حق مین عصمت ہوگئی اور جو صبر محنت مین شہد کی خوشگواری دیتی رہی پس شیخ ابن عطار نے یہ اشارہ بیان کیا ہے واللہ سبحانہ تعالے اعلم بعض مشائخ نے کہا کہ محسن وہ ہے کہ جسپر جسقدر احسان حق عز وجل کے ہون سب کو حق تعہ عز وجل کی طرف سے محض احسان و فضل خیال کرے۔ قال المترجم یہانتک عرائس کا بیان تمام ہوا اب مین کہتا ہون کہ امام رازی نے آخری دونون آیات سے حشویہ کا رد کیا جو کہتے ہین کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فی الحقیقت قصد بجانب زلیخا کیا تھا اور قولہ لقد ہمت بہ وہم بہا کے معنے اپنے مطلب کے موافق بناتے ہین اور قولہ لم اخنہ بالغیب کے وقت جب جبرئیل نے یہ قصد یاد دلایا تو وما ابری نفسی الآیہ سے استدراک کیا۔ خلاصہ کلام رازی یہ ہے کہ اللہ تعہ شہادت فرماتا ہے کہ یوسف بندہ مخلص تھا جس سے ہر طرح کی بدی وفحش دور کردیا گیا تھا الحکم قولہ لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصین۔ اور وہ مؤمنین متقین محسنین مین سے تھا پھر جاہل حشوی کہتا ہے کہ وہ مذنبین کاذبین سے تھے یہ خود حشوی کی جہالت ہے کہ باوجود شہادت الٰہی کے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ جن لوگون نے یوسف زلیخا کا قصہ لکھا ہے انھون نے بھی افراط وتفریط اور ہر طرح کی روایات بھردی ہین جنکا کچھ اعتبار نہین ہے القصہ جب حضرت یوسف علیہ السلام اسطرح سلطنت پر قائم ہوئے اور ارکان دولت ووزراء وامراء وماتحت بادشاہون نے انکی اطاعت مین گردن جھکائی جیسا کہ شیخ مفسر سیوطی رح نے لکھا ہے تو آنحضرت نے سات سال اوائل مین کثرت سے اناج کے پیداوار کا اہتمام کیا اور اسکو نہایت حفاظت سے رکھا اور اہل مصر کو بقدر ضرورت خرچ کرنے کو ملا اس ترکیب سے بہت کثیر غلہ کا انبار ہوگیا جو سالہا سال کے لیے ایک ملک کے آدمیون کو کافی ہو اور یہ برکت حضرت یوسف ع کی تھی جنکو اللہ تعہ نے قبل وقوع قحط کے آگاہ فرمادیا تھا بخلاف دوسرے ملکون کے کہ وہان پہلے سے علم نہ تھا تو پہلے سے کچھ انتظام بھی

نہ تھا اسی وجہ سے آپ کی برکت علاوہ مصر کے اور ملکون تک بھی پہونچی چنانچہ جب بلائے قحط واسکی سختی پے درپے شروع ہوئی تو اس نے ملکون کو گھیر لیا یہانتک کہ بلاد شام وسرزمین کنعان تک جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا مع اولاد باقیہ کے مسکن تھا پہونچ گئی اور بادشاہ مصر کی فیاضی وبرکت کا شہرہ سنکر دور دور سے لوگون نے مصر کا قصد کیا اور حضرت یوسف ع ایک اونٹ سے زیادہ کسی کو نہ دیتے تھے اگرچہ وہ سردار وحاکم ہو پس حضرت یعقوب ع نے بھی اپنی اولاد کو مصر بھیجا ولیکن حضرت یوسف ع کے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا قال تعالے

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ○ وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ
اور آئے یوسف کے بھائی سو یوسف کے سامنے گیے تو یوسف نے انکو پہچان لیا مگر انھون نے اسکو نہ پہچانا اور جب انکا سامان تیار کردیا تو کہا
ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ○ فَإِن لَّمْ
کہ میرے پاس لانا اپنے بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہے بھلا نہین دیکھتے ہو کہ مین تو بھرپور تول دیتا ہون اور مین بہت اچھا مہمان نواز ہون پھر اگر
تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ○ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ○ وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ
میرے پاس اسکو نہ لائے تو میرے پاس تمھارے لیے اناج نہین ہے اور میرے نزدیک نہ آنا بولے کہ ہم ضرور اسکے باپ کو اسکے لیے پھسلا دینگے اور ہم ضرور ایسا کرینگے اور یوسف نے اپنے غلامون کو
اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ○
کہا کہ انکا سرمایہ انکے کجاؤن مین رکھدو امید ہے کہ وے اسکو پہچانین جب لوٹ کر پہونچین اپنے لوگون مین امید ہے کہ پھر واپس آوین

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ اور آئے بھائی یوسف ع کے۔ مراد انسے دس بھائی وہ ہین جو سوائے حضرت یوسف ع کی والدہ کے دوسری جوروون سے حضرت یعقوب کی اولاد تھے بدلیل آنکہ حضرت یوسف نے انسے اپنے حقیقی بھائی کو طلب کیا ہے۔ سراج مین کہا کہ یہ لوگ عربات مین قریب سرزمین فلسطین کے رہتے تھے اور بحکم والد خود حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کو اناج خریدنے آئے کیونکہ وہان بھی قحط پڑا ہوا تھا اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تمام غلات کو جمع کرکے معاوضہ سے فروخت کرنا شروع کیا تھا اور بادشاہ مع لشکر سب ایک وقت دوپہر کو کھاتے تھے اور اس طریقہ سے ایک تو سالہائے قحط مین یہ اناج اہل مصر کو بلکہ انکے علاوہ دیگر ملکون کے بندگان خدا کو کافی ہوگیا اور خزانہ شاہی بھی جو اہل مصر کے واسطے رفاہ عام تھا معمور ہوگیا اور دوسرے یہ فائدہ ہوا کہ کوئی شخص اسراف نہین کرسکتا تھا جبکہ سرمایہ کے عوض اناج ملتا تھا اور شیخ رح نے لکھا کہ بعض مفسرین نے جو روایت لکھی ہے کہ سال اول مین بعوض درم ودینار کے اور سال دوم مین بعوض جواہرات وسال سوم بعوض فلان چیز وسال چہارم بعوض چنین وچنان حتی کہ بعوض اولاد وانکے نفوس کے بیچا تو یہودیون کی روایات مین سے ہے ہم اسکی حقیقت سے واقف نہین ہین قال المترجم الحمد للہ کہ مین نے سابق مین اسطرح کلام کرکے فراغت پائی ہے اور وہان کچھ توجیہ وتاویل لطیف مع مسائل ذکر کردیے ہین فتذکر۔ اور لکھا کہ حضرت یوسف کے بعد حضرت یعقوب کو بنیامین سب سے زیادہ پیار تھا اسکو حضرت نے اپنے پاس رکھ لیا اور باقیون کو مصر واسطے اناج کے روانہ کیا پس یہی ہے قول اللہ تعہ یعنی یوسف کے بھائی آئے فَدَخَلُوا عَلَيْهِ پس داخل ہوئے یوسف کے سامنے۔ شاید آنحضرت لوگون کو اپنی حضوری مین باریاب فرماتے تھے اور ممکن ہے کہ بعلم نبوت انکے واسطے خاص حکم دیا ہو یا پردیسیون کے واسطے حکم ہو۔ فَعَرَفَهُمْ پس یوسف علیہ السلام نے انکو پہچان لیا۔ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ حالانکہ وے اس سے منکر تھے یعنی انجان تھے۔ قال الامام اول تو انھون نے صغر سنی مین چھوڑا تھا جب کہ سیارہ کے ہاتھ بیچا تو معلوم نہ تھا کہ وہ کہان لیگیا اور دوم یہ کہ اس حالت مین آپ تخت سلطنت پر دبدبہ وشوکت شاہی کے ساتھ جلوہ افروز تھے اور فروخت کی شان غلامون کی تھی تو کہان غلامی اور کہان بادشاہی انکو اسکا گمان بھی

نہ تھا۔ سراج مین ملتقط کیا کہ اسوجہ سے کہ آپ نے حاجبون کو حکم دیا تھا کہ انکو دور کھڑا کرو اور درمیانی مترجم کے ذریعہ سے انسے گفتگو کرتے تھے۔ اور اسوجہ سے کہ انھون نے بچہ چھوڑا تھا اور اب تن و توش و داڑھی مونچھ کی حالت مین دیکھکر نہ پہچانا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اسوقت سے اس دم تک چالیس برس گذرے تھے۔ قال المترجم وفیہ نظر واللہ اعلم۔ عطاء رح نے کہا کہ اسوجہ سے نہ پہچانا کہ آنحضرت بلباس بادشاہ مصر آراستہ تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہو کہ آنحضرت علیہ السلام اپنے چہرہ پر نقاب رکھتے تھے تاکہ مصر کی عورتین فتنہ مین نہ پڑین تو یہی وجہ نہ پہچاننے کے لیے کافی ہے۔ یہان تعلیم ہے کہ پردیسی مسافر کا اکرام چاہیے اور بادشاہ کو بذات خود تفقد احوال لازم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو عامل کسی ملک پر مقرر فرماتے اُس سے معاہدہ لیتے تھے کہ حاجب و دربان مثل جابر بادشاہون کے نہ رکھے۔ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ اور جب پورا کر دیا ان کا سامان۔ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ تو انسے کہا کہ لے آؤ تم سب ایک بھائی کو جو تمھارے باپ کی طرف سے بھائی ہو یعنی مان ایک نہو بلکہ باپ ایک ہو ایسا اپنا ایک بھائی لے آؤ۔ اور آیندہ ان کو وعدہ نیکی سے آمادگی دلائی اور نہ لانے پر دھمکی بھی دی چنانچہ فرمایا۔ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ کیا تم اس بات کو نہین دیکھتے ہو کہ مین ناپ پوری پوری بلا خسارہ وکمی کے دیتا ہون۔ ایک بات۔ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ۔ اور مین بہت اچھا مہمان نواز ہون یعنے مہمانون کی خاطر مدارات اچھی طرح کرتا ہون۔ اور آنحضرت نے ان لوگون کو بہت آرام و آسایش کے ساتھ اتارا تھا اور اچھی طرح مہمانداری کی تھی۔ یہ دوسری بات تھی جس سے انکو بھائی کے ساتھ لانے پر آمادہ کیا۔ پھر دھمکایا۔ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي پس اگر تم نہ لائے اسکو تو ایک یہ ہوگا کہ نہین اناج میرے پاس تمھارے لیے۔ دوم یہ ہوگا کہ۔ وَلَا تَقْرَبُونِ اور میرے پاس مت آنا۔ امام ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سدی رح وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی سامنے ہوئے تو اسطرح اُنسے باتین شروع کین جیسے کوئی انجان ہوتا ہے حالانکہ دیکھتے ہی انکو پہچان لیا تھا پس کہا کہ تم میرے ملک مین کیون آئے ہو وہ بولے کہ اے عزیز ہمکو قحط کی مصیبت پہونچی تو ہم اناج کی امید پر آئے ہین۔ فرمایا کہ شاید تم جاسوس ہو ہمارے ملک کا اندرونی بھید لینے آئے ہو۔ بولے معاذ اللہ ہم جاسوس نہین ہین۔ فرمایا کہ پھر کون لوگ ہو۔ بولے کہ ہم کنعان کے رہنے والے ہین ہمارا باپ اللہ تعالے کا پیغمبر یعقوب علیہ السلام ہے فرمایا کہ تمھارے سواے اسکی اور بھی اولاد ہے۔ بولے کہ ہم بارہ تھے ہم مین سب سے چھوٹا بھائی جنگل کو گیا اور وہان ہلاک ہوا اسکو باپ بہت پیار کرتا تھا اب اُس کا سگا بھائی رہ گیا اُس کو باپ نے اُس کی نشانی غم غلط کرنے کو رکھ لیا ہے پس حکم کیا کہ انکو اکرام و آرام سے اتارو اور پھر انکا جہاز پورا کر دیا اور سوتیلا ایک باپ کی طرف سے بھائی لانے کو ترغیب و تہدید کی اور انھون نے وعدہ کیا۔ اور سدی رح نے یہ بھی ذکر کیا کہ آنحضرت علیہ السلام نے ان لوگون سے رہن لے لیا اور بعض نے کہا کہ ایک بھائی شمعون کو لے لیا تھا۔ امام رح نے کہا کہ اس مین تامل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام رازی رح نے بھی اس مین اعتراض کیا کئی وجہ سے۔ اول تو یہ کہ پیغمبر صدیق کی شان نہین ہے کہ باوجود آگاہ ہونے کے انپر جاسوس ہونے کا اتہام رکھتے۔ مترجم اس کا جواب دیتا ہے کہ نہین جاسوس ہونے کا اتہام نہین دیا بلکہ توریہ کے طور پر سچ بات کہی کہ تم جاسوس تو نہین ہو کیونکہ جو امر واقع مین نہین ہے اُس کا نفی کرنا سواے اس کی اصلی کیفیت کے سب طرح درست ہے حتی کہ تم جن تو نہین ہو اور تم فرشتہ نہین ہو اور غرض عدم معرفت تھی جیسا کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے شب ہجرت انسے پوچھا کہ تمھارے ساتھ کون ہے تو آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو چھپایا اور کہا کہ رجل یہدینی السبیل۔ ایک آدمی مجھے راہ بتلاتا ہے یہ بات سچ تھی مگر کافر جاہل یہ سمجھا کہ کوئی راہ بتلانے ساتھ ہے اور مراد آپ کی راہ آخرت کا ہادی تھا اور اگر اسمین عیب ہوتا تو یہ عیب ہوگا کہ باوجود علم کے اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا۔ دوم یہ اعتراض کہ رہن لے لیا تو لانے کے وقت عہد و پیمان و ترغیب و ترہیب کی ضرورت نہ تھی۔ سوم اس صورت مین انکا سرمایہ انکی رحال مین رکھنے کا تاکہ واپس آوین

کیا فائدہ ہے۔ چہارم انکا وعدہ کہ باپ سے مراودت کرینگے اور کمال کوشش کرین گے نہ آنکہ ہم ضرور لاوینگے۔ پنجم انھون نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے فقط یہی کہا تھا کہ کیل روک دیا گیا ہے نہ آنکہ ہم مین سے فلان شخص رہن لیا گیا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ سب سے اقوی وجہ اعتراض میرے نزدیک یہ ہے کہ رہن ایک امر مشروع بمقابلہ حق واجب بطریق وثاقت ہے اور وہ مال متقوم ہووے جس سے فی الجملہ حق اصل کا حصول کسی وجہ سے ممکن ہو اور یہان شمعون مرد آزاد تھے نہ مال مملوک اور رکن رہن یعنے عوض حق واجب کے بالکل سرے سے منفی ہے کیونکہ بھائی کا لانا انپر واجب نہ تھا تو رہن کے کیا معنے ہین اور کیونکر پیغمبر برحق ایسے ظالمانہ احکام کو جاری کر سکتا تھا۔ یہ تو ظالم بادشاہون کے طریقہ مین سے ہو سکتا ہے پس ظاہر ہوا کہ یہ روایت حضرت سدی رح کو یہودیون وغیرہ سے ملی ہے جو روایت کر دی اور سراج مین معالم وغیرہ سے لایا کہ قولہ لما جہزہم بجہازہم۔ لغت مین جہاز وہ اسباب و متاع جو کہین منتقل کر لیجانے کے لیے مہیا کیا جاوے جیسے سامان سفر جو ایک شہر سے دوسرے شہر کو لیجاوین اور وہ بھی جہاز ہے جو دختر کو اُسکا باپ دیتا ہے اقول جہزہم بجہازہم مین دلالت ہے کہ علاوہ گیہون اناج کے انکو زاد راہ سفر بھی دیا تھا۔ پھر ذکر کیا کہ دس بھائی تھے ہر ایک کو ایک اونٹ اناج دیا اور زیادہ دینے سے انکار کیا کیونکہ اسوقت عام انصاف کے خلاف تھا تو اُنھون نے کہا کہ اے عزیز ہمارا باپ بوڑھا شیخ ہے اور بوجہ ہلاکت ہمارے صغیر بھائی کے محزون رہتا ہے اور روتے روتے نابینا ہو گیا ہے اور صغیر کا ایک مان سے جو بھائی ہے وہی اُسکا مونس اور اسکی خدمت میں ہے تو اُن دونون کے لیے بھی ہمکو دو اونٹ چاہیے ہین جب انھون نے یہ کہا تو حضرت یوسفؑ نے کہا کہ تم لوگ ایک جماعت شکیل ہو اسکے باوجود وہ بھائی تمھارے باپ کو زیادہ پیارا ہے ظاہر اوہ بہت شکیل عقیل ہے مین دیکھنا چاہتا ہون۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید قصہ یون ہو یعنی جب انھون نے دو اونٹ اناج زیادہ مانگا تو اس بھائی کو تصدیق کے لیے طلب کیا ہو۔ اور کچھ ضرورت نہین کہ وہ زیادہ شکیل و عقیل ہے یا اور الفاظ زائد کیے جاوین بلکہ خلاصہ مدار کار باپ و بھائی کے لیے زائد اناج کی درخواست ہو پس باپ کو بوجہ عذر نابینائی کے معذور رکھا اور بھائی کو طلب کیا۔ اگر کہا جاوے کہ پھر اس صورت مین قولہ باخ لکم من ابیکم کہنے کی مناسبت معقول نہین ہے بلکہ باخیکم من ابیکم درست ہے یعنی اس بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہے لاؤ۔ اور باخ لکم مین یہ معنی ہین کہ اپنا ایک ایسا بھائی لاؤ جو تمھارے باپ کی طرف سے تمھارا بھائی ہو تو کرخی وغیرہ نے اسکا جواب یہ دیا کہ اپنی طرف سے معرفت تامہ کو انپر ظاہر نہ کیا اور ایسے طور پر کہا کہ گویا انکو معلوم نہین ہے اور امام رازی کا اسپر بھی اعتراض اول وارد ہوگا اور وہی جواب ہے جو مذکور ہوا اور مترجم کے نزدیک حق یہ ہے کہ جملہ امور جو حضرت یوسف علیہ السلام سے اس قصہ مین واقع ہوئے سب ایسے ہین کہ عقلمند آدمی بخوبی جانتا ہے کہ آدمی سے موقع و ملاقات و بات چیت و حالت و کیفیت ایسی واقع ہوتی ہے جس سے یہ صورت پیدا ہو جاوے جو یہان مذکور ہے اور جو کچھ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا وہ بوحی الٰہی عز وجل تھا پس ان تکلفات کی کچھ ضرورت ہی نہین ہے اور علماے تابعین و سلف متقدمین سے اس قصہ مین زائد روایات کا انتظار کرنا محض بیکار ہے کیونکہ انکو یہ روایات کچھ حدیث سے ملی نہین کیونکہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ سورہ نازل ہوئی اور آپ سے زائد قصہ دراز مروی نہین ہے تو پھر صحابی یا تابعی کو تفصیل سواے یہودیون کے بیان کے اور مسلسل سند سے نہین معلوم ہو سکتی ہے اور یہودیون کی روایات پایہ اعتبار سے ساقط ہین پھر بے ضرورت انکا تتبع کرنا اسرار و حقائق علوم سے باز رکھتا ہے اب مترجم کہتا ہے کہ اس بیان مین جو علوم پاکیزہ ہین وہ یہ ہین۔ قولہ جاء اخوۃ یوسفؑ۔ اول یہ کہ نسب کا تعلق گوشت پوست سے ہے اور ایمان کا تعلق روح باقی سے ہے پس برادران یوسفؑ نے یوسفؑ کو قتل کرنے کا قصد کیا اور آخر کنوین مین ڈالدیا اور آخر فروخت کر دیا پس باوجود اسقدر انقطاع کے انکا بھائی ہونا منقطع نہین ہوا چنانچہ حق تعالے نے انکو بھائی قرار دیا۔ مسئلہ اگر قتل کر ڈالے تو قاتل کو مقتول کی میراث نہ ملیگی پس جبکہ جسمانی نسب مین انقطاع نہین ہوتا تو ایمانی محبت و رشتہ نہ چاہیے کہ بھائی سے قطع کیا جاوے۔ حدیث مین ہے کہ مومن سب آپسمین بھائی ہین اور یہ امر قرآن کی

آیت سے ثابت ہوا اور حدیث میں ہو کہ تین روز سے زیادہ باہم رنج رکھنا نہ چاہیے اور حدیث میں ہو کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے مغفرت اُٹھا لیتا ہو اور بعض روایات میں برکت۔ اور حدیث میں ہو کہ جو ابتدا کرکے بول اُٹھے اور اصلاح کرلے تمام بزرگی اسی کو ہو جیسے صحیح میں رنج پیدا کرنے والوں کے حق میں کہا کہ جو پہل کرے اُسی پر گناہ ہو جب تک کہ دوسرا اس سے بڑھ نہ جاوے۔ اور تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ جہاں تک جس طرح استطاعت رکھتے ہوں دونوں میں صلح کراویں۔ اور صحیح حدیث میں ہو کہ اللہ تعالیٰ کا سایہ قیامت میں سات آدمیوں پر ہوگا ان سات آدمیوں میں سے دو شخص وہ بیان کیے جو ایمان کی راہ سے باہم محبت کرتے تھے اسی حال پر زندہ رہے اور اسی پر مر گئے علماء نے کہا ہو کہ بھائی کو بھائی سے ترک تعلق نہ کرنا چاہیے اگرچہ ایک گناہ کرنے لگے جب تک کہ شرک کی حد تک نہ پہونچے مسئلہ ناتا کاٹنا حرام و کبیرہ گناہ ہو۔ واضح ہو کہ جس پیٹ سے ایک ناتے کے لوگ پیدا ہیں وہ رحم کہلاتا ہو تو حدیث میں ہو کہ رحم اپنے پروردگار کے عرش سے لٹکا ہوا دعا کرتا ہو کہ اے رب میرے جو مجھکو جوڑے تو اسکو جوڑ دے اور جو مجھکو کاٹے اسکو کاٹ دے مسئلہ غیر باپ کو اپنا باپ بتانا حرام ہو۔ حدیث صحیح میں اُسکی ممانعت آئی ہو لہذا جو لوگ کہ شیخ نہیں ہیں یعنی صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی اولاد نہیں ہیں یا سید نہیں ہیں اگر اپنے آپ کو شیخ یا سید کہتے ہیں تو ہر روز حرام کے مرتکب ہیں حالانکہ یہ دنیا میں بھی فضیحت ہو اور آخرت میں گناہ اور سب بے لذت ہو۔ صحیح حدیث میں حقوق برادرانہ میں سے بڑے کی تعظیم اور چھوٹے پر شفقت۔ معاملات میں قریب نہ کرنا خیر خواہی۔ زندگی میں سلام سے ابتدا کرنا۔ آبرو کی نگہداشت کرنا غیبت نہ کرنا برائیوں سے چشم پوشی کرنا چھینکے تو یرحمک اللہ کہنا جبکہ وہ الحمد للہ کہے نصیحت سے معاونت کرنا مرنے پر اُسکے جنازہ کی مشایعت کرنا بالجملہ حقوق جسقدر آدمی پر روزانہ طرح طرح کے برتاؤ سے پیش آتے ہیں اسی قدر ملحوظ ہیں اور اصل یہ ہو کہ ہر طرح سے نیکخواہی کا ارادہ ہو حتی کہ اگر حاکم و سلطان نے کسی مجرم کو گناہ پر سزا دی تو یہ بھی اسکی ذات کی اور باقیوں کی خیر خواہی ہو۔ قولہ فدخلوا علیہ۔ اوپر مذکور ہوا کہ حاکم عادل کو اسی طرح بار یاب کرنا چاہیے۔ مہمان کا تین روز حق ہو اور اکثر علماء کے نزدیک واجبی حق ہو اور صحیح حدیث میں ہو کہ تیرے مہمان کا تجھپر حق ہو۔ وفی الحدیث من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ۔ البخاری وغیرہ یعنی جو شخص ایمان لایا ہو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر اسکو چاہیے کہ مہمان کا اکرام کرے مقصود یہ کہ مہمان کا اکرام کرنا آثار ایمان میں سے ہو ہر ایک اس دنیا میں مہمان ہو بلکہ مسافر راہ گیر ہو اور یہ سفر سانس کے قدموں سے طے ہوتا چلا جاتا ہے پھر اکرام کی تفصیل دراز ہو از انجملہ جو کچھ میسر ہو خندہ پیشانی وخوشی سے پیش کرے گویا اُسکے آنے سے نہایت خوش ہوا۔ ساتھ کھانے میں شریک ہو۔ ہر ایک چیز میں خوشی ظاہر کرے اُسکے سامنے کسی گھر والے وخادم پر ناراض نہو ولیکن جو تکلف اس زمانہ میں ہوتا ہو کہ قرض وادھار سے خاص طور پر انتظام کرتے ہیں یہ ہوسات نفس وہواجس وتسویلات شیطان ہیں کہ نیکی برباد اور گناہ لازم کرکے بسا اوقات مہمان کے آنے سے دل میں کبیدہ ہوکر اسکو بار گراں خیال کرتے ہیں اور اس پر کیا موقوف ہے جملہ معاملات نکاح اور تجہیز وتکفین ودیگر اختراعی رسوم میں محض دنیا کی شرم وناموری ہوس نفس کی مداخلت سے گمراہ ودونوں جہان خراب ہیں اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔ پس یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی طرف تکالیف ومصیبتوں کا خیال نہ کیا اور یہ نہ دیکھا کہ انھوں نے بھرپور برادرانہ حقوق کو جو انپر دو طرح واجب تھے کسقدر ضایع کیا بلکہ کمال خلق حسن کے ساتھ عفو کیا اور اپنی طرف سے اُن کے حقوق کا پاس کرکے اُن کی تکریم ومہمانداری ادا کی اور حسن اتفاق سے اُنکا ایک حق مہمانی کا اسوقت بڑھ گیا تھا۔ قولہ وانا خیر المنزلین۔ یہ تعریف اپنی بطریق فخر نہیں ہے کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم ولا فخر یعنی میں آدم کی اولاد میں سب کا سردار ہوں اور کچھ فخر سے نہیں کہتا ہوں یعنی صرف آگاہ کر دینا منظور ہے ایسے ہی مقصود اُن کو اُبھارنا تھا ایک سچی بات ذکر کر دی اور گویا یہ وعدہ دیا کہ میں تم سب کی مہمانی قبول کرونگا۔ اس مقام پر وحی کی اصلی کیفیت ظاہر نہیں ہو اور بہرحال ہم لوگو نپر

واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کریں ولیکن اس طرح کہ حواس سے جو امور اللہ تعالیٰ نے متعلق فرمائے ہیں جن کو آدمی تدبیر کہتا ہے اس کو کام میں لاوے۔ پس یہاں دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کو وحی سے معلوم ہوا ہوگا کہ بھائی و باپ سب آجاوینگے یا نہ معلوم ہوا۔ اگر معلوم ہوا تو بھی اسقدر تدبیر اس دار امتحان میں منجملہ طاعات ہے کیونکہ پیغمبر کا کوئی فعل ہو کسی وقت رائگان نہیں ہوتا۔ یعنی ضرور اسپر بوجہ خلوص نیت کے ثواب ہوتا ہے اور اگر معلوم نہ تھا جیسا کہ ظاہر ہے تو تدبیر پر عمل خود ثواب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم الغیب خاص صفت حضرت باری تعالیٰ عز وجل ہے اور خصوص جو امور آدمی کے حق میں واقع ہونے والے ہوتے ہیں ان قدر کے قضا کا علم اسوقت اس کی نظر سے پردہ میں ہوتا ہے جیسے حضرت امام حسین علیہ السلام کا واقعہ کربلا میں بعض محققین نے ذکر فرمایا ہے اور صحیح حدیث حذیفہ رض در باب شہادت عثمان رضی اللہ عنہ ودیگر فتن جو صحیح بخاری میں ہے اہل علم کے لیے محل تفکر ہو اور جو واقعہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کا ہوا کہ صورت تدبیر اس میں ظاہر تھی باوجود حدیث صحیح یابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر۔ کے اور حدیث راہب شامی جس سے بیت المقدس میں حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے سوالات فرمائے اور جب اُسنے خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں الفاظ موہم کہے تو اس کا سر ہلا کر فرمایا۔ یا دفراہ یا دفراہ یعنی او گندے او گندے دیکھ تو کیا زبان سے نکالتا ہے اُس نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ چہارم خلیفہ بذات خود کسی خون میں متہم ہونگے بلکہ یہ غرض ہے کہ ایسے وقت خلیفہ ہونگے کہ تلواریں خون میں بھری ہوں گی اور راوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضرت علی پر رحم فرماوے اور تیسرے خلیفہ کے ذکر کے بعد آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا کہ عثمان پر اللہ تعالیٰ رحم فرما دے پس صریح ہو کہ آپ سب واقعہ خوب جانتے تھے اور کیونکر ہوسکتا ہو کہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ غیر معلوم ہو باوجود اسکے خلافت کو مشورہ پر چھوڑا اور بعد مشاورت ومخالفت کے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ پر قرار پائی اور بعض نے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسوقت یہ بھی کہا کہ خدعت ورب الکعبۃ یعنی قسم رب کعبہ کی میں دھوکے میں پڑ گیا اور جماعۃ انصار رضی اللہ عنہم نے بظاہر نظر اختلاف کیا ولیکن بباطن نظر واقف تھے اور تونے دیکھا کہ ایک شخص نے راستہ میں ایک خوبصورت عورت کو دیکھکر بدنظری سے دیکھا جس سے قلب پر ہیجان شہوت کا اثر پہونچا پھر وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے حسن اخلاق کی پابندی کرتے ہوئے خطاب کیا کہ یہ کیا حال ہے کہ تم میں سے بعضے لوگ میرے پاس آتے ہیں حالانکہ اُن کی آنکھوں نے زنا کیا ہے آیندہ وہ اللہ تعالیٰ سے شرم کریں ورنہ میں درّے ماروںگا۔ اُس نے بھی توبہ کے بعد اُسی مجلس میں پوچھا کہ یا خلیفہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی وحی اُترتی ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں لیکن فراست ہو اور البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی شہادت کو قطعی جانتے تھے بدلیل اشارت حدیث صحیح کے جسمیں بشارت شہادت ہو ولیکن ایام محاصرہ میں اہل بلوہ کو مکرر سہ کرر فہمائش کی اور برابر انکو سمجھاتے تھے کہ تم ایسا مت کرو حالانکہ قضاے مقدر میں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہے پس اہل علم وعلماے ربانیہ اللہ تعالیٰ کے کارخانہ امتحان دنیا میں ادب کی رعایت رکھتے ہیں اور عوام صحابہ رضی اللہ عنہم اس درجہ ومنزلت پر تھے کہ تقریب میں ایسے ایک صحابی کی نسبت جو عموماً معروف نہیں ہو انکا نام اس زمانہ والوں میں مشہور نہیں ہے تاکہ مترجم کے نام لینے سے کوئی ان کو مثل حضرات خلفاے راشدین کے پہچان جاوے پس موت کے بعد دفن ہونے سے پہلے لوگوں سے کلام کرنا پھر بدستور مردہ دفن ہونا مذکور ہے۔ خلاصہ یہ کہ اہل حق وبندگان خاص کا قیاس نہیں ہوسکتا ہے انکے علم کا اندازہ نہوگا۔ اب یہاں یہ حکمت بیان نہوئی کہ بھائی کو طلب کیا اور باپ کو نہیں بلایا تو کہنے والا کہیگا کہ باپ کی نسبت انھوں نے نابینا ہو جانے کا عذر کیا تھا ولیکن اہل عقل کے نزدیک اس میں کوئی مشکل نہ تھی کہ اسقدر اولاد اپنے باپ کو بحفاظت لے آویں اور جیسے باپ کی مکان پر پرداخت کرتے تھے ایک بھائی کرے۔ اور سب سے زیادہ

مشکل جو مترجم ان گفتگو کرنے والوں پر پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جب انکو معلوم تھا کہ باپ کی میری مفارقت میں یہ نوبت ہوئی اور میرا سگا بھائی بنیامین اُن کے واسطے مونس و یادگار ہے تو عمداً اس اہتمام سے اُس کو بلوا کر کیوں جدا کر دیا جس سے غم و الم میں زیادتی ہوگئی۔ اب اسکا جواب دینے میں تکلفات کا برتاؤ ہوگا اور واضح ہونا چاہیے کہ مرد دیندار ایسے سوال و جواب میں اوقات ضائع نہ کرے بلکہ ان مقامات و اشارات کو سمجھکر خاصان حق عز وجل کی اقتدا کرے جنکے افعال میں نفس امارہ کا لگاؤ نہیں تھا اور نہ نہیں کرتے کچھ کام مگر وہی جسکی اجازت حاصل ہو فافہم واللہ تعالے ہو الہادی الی السبیل الرشاد۔ قولہ سنراود عنہ اباہ الآیۃ۔ اہل تقوی کا یہی شیوہ ہے کہ ہر کام میں جناب حق عز وجل و حکم شرع کا لحاظ رکھیں چنانچہ عزیز مصر کی خاطر کو عزیز نہ کیا اور ہرگز باوجود ترغیب و تہدید کے وعدہ نہ دیا کہ ہم ایسا کرینگے بلکہ مراودت کا وعدہ کیا جو پورا ہونا ظاہر تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ مومن کا وعدہ جیسے ہتھیلی کا گرفت کر لینا یعنی یقینی پورا ہونے کے معنی میں ہوتا ہے وقال تعالے ان العہد کان مسئولا۔ اور وعدہ پورا کرنا صفات ایمان میں سے ہے لہذا منافق کی علامت فرمائی کہ امانت میں خیانت کرے اور جھگڑے میں فسق و فجور کرے اور وعدہ کرے تو خلاف کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ جھگڑے میں فجور کرے نہایت عمدہ کلام ہے حتی کہ جسقدر حرکات ایسے معاملہ میں سچائی سے خلاف صادر ہوتے ہیں سب اسمیں مندرج ہیں مثلاً کسی سے زبانی جھگڑا کیا تو اسکو دشنام و سخت سُست الفاظ کہیگا۔ اور اگر نالش واقع ہوئی خواہ خود مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو یہ خواہش کریگا کہ جو میں چاہتا ہوں یہ ثابت ہو جاوے اگرچہ حق و سچ نہو کیونکہ فی الجملہ خسارت ہے پس جھوٹ بولنے اور قسم کھانے اور جھوٹی گواہی اور مانند اس کے جو امور حرام و فجور ہیں سب اس سے سرزد ہونگے بخلاف مومن کے چنانچہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک مومن و ایک یہودی کا مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے مومن سے گواہ طلب کیے اُس نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں تو آپ نے کہا کہ یہودی سے قسم لے سکتا ہے اُس نے عرض کیا کہ یہ تو فاجر ہے قسم کھا جاویگا آپ نے فرمایا کہ پھر اسکے سوائے تیرے لیے کوئی راہ نہیں ہے پس اُس نے سچا حق چھوڑا اور خسارہ آسان ہو گیا کسی فجور پر راضی نہوئے۔ الغرض برادران یوسف علیہ السلام نے وعدہ لانے کا نہ کیا بلکہ کوشش کرنے کا وعدہ کیا پس متقی آدمی کو چاہیے کہ دنیا میں کسی شخص کی رعایت سے خواہ بادشاہ ہی کیوں نہو سچی بات سے تجاوز نہ کرے ف فی العرائس قولہ تعالے وجاء اخوۃ یوسف فدخلوا علیہ فعرفہم الآیہ بھائیوں کا نہ پہچاننا حضرت یوسفؑ کو آثار حقیقت میں اسوجہ سے واقع ہوا کہ چہرہ یوسفی علیہ السلام میں جو تجلی حق ظاہر تھی اُسکے دیکھنے سے بھائیوں کی آنکھیں حجاب میں کر دی گئیں تھیں وہ اس نور و تجلی کو نہیں دیکھتے تھے جیسا کہ انھوں نے جرم سے پہلے دیکھا تھا پس یہ نہ دیکھنا اس جرم کی جزا تھا کہ حق تعالے نے دیدار انوار سے انکی آنکھوں پر پردہ کر دیا پس جب یہ نور نظر نہ آیا تو انجان ہو گیے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح میں ارواح کا اشارہ اسطرح ہے کہ ازل میں جنمیں باہم تعارف ہوا ان میں یہاں تعارف ہے اور جن میں وہاں تخالف ہوا ان میں یہاں بھی ہے۔ پھر جسم ظاہری گویا پردہ روح ہے جس سے اہل بصیرت مثل آئینہ کے عکس دیکھتے ہیں۔ اب میں کہتا ہوں کہ جو کچھ شیخ رح نے بیان کیا اسی بنا پر اشارہ فرمایا ہے واللہ تعالے اعلم۔ بعض نے کہا کہ سابق جفا کے عوض بھولے اور اللہ تعالے نے انکو حضرت یوسف کی طرف حاجتمند بنایا۔ استاد رح نے کہا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ سابقۂ جفا کی وجہ سے اللہ تعالے نے انپر حجاب کر دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچانا یہی حال گناہوں کا ہوتا ہے کہ جب آدمی حق تعالے کی نافرمانی کرتا ہے تو اسپر حجاب طاری ہوتا ہے جس سے اُسکے کان تو خطاب الٰہی کو نہیں سنتے اور آنکھیں آثار قدرت کو نہیں دیکھتی ہیں پھر دل مانند رہی اندر محبوس اور نفس کی تاریکی میں مضمحل ہوتا ہے پس اُسکی معرفت کے درمیان حجاب طاری ہو جاتا ہے یہ اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے کبریائی کا ظہور ہے۔ قولہ تعالے فان لم تاتونی بہ فلا کیل لکم عندی ولا تقربون۔ یہاں ایک نکتہ ہے کہ قلب یعقوب علیہ السلام میں کچھ التفات بجانب وسائط کا

شائبہ تھا تو چاہا کہ درجہ عالیہ پورا ہو جاوے کہ قلب معرفت بارگاہ قدم کو حدوث سے بالکل علحدہ جانے اور یہی اثر تمام معارف میں پھیلے حتی کہ سر باطن مشاہدہ جمال رحمٰن میں جملہ حدثان سے مجرد ہو خواہ وہ یوسف ہوں یا کوئی اور ہو پس آہستہ آہستہ لطف کے ساتھ علائق سے خارج کیا تاکہ بارگاہ کبریا میں حدوث کا غبار نہ رکھے اسی واسطے اول یوسف کو پھر بنیامین کو اُن سے علحدہ کیا اور مخلص بندہ یوسف علیہ السلام کو یہ راز منکشف تھا پس غیرت الٰہی سبحانہ تعالے سے خوف کیا کہ بنیامین بھی ہلاک کیا جاوے اور درد پر درد بڑھایا جاوے۔ لہذا یوسف علیہ السلام نے برعایت حق والد بزرگوار بہت کوشش کی کہ قبل ہلاک کیے جانے کے بنیامینؑ علحدہ کر دیے جاویں یہانتک کہ بھائیوں سے کہا کہ فان لم تاتونی بہ فلا کیل لکم عندی ولا تقربون۔ حالانکہ احسان کے مقابلہ میں عوض چاہنا بزرگوں کا قاعدہ نہیں ہے۔ اور اسمیں اشارہ یہ ہے کہ اللہ تعالے کی محبت کے راستہ میں جو کوئی معرفت کا عہد پورا نہ کرے اسپر وصال کی راہیں تنگ کر دیجاتی ہیں بعض مشائخ نے اس آیت کے اشارہ میں کہا کہ حضرت خالق عز وجل نے جو کچھ بندے سے چاہا ہے یعنی حق تعالے تو ہر امر و عبادت سب سے پاک ہے ولیکن اسکے احکام بندگی کے ہیں جو انکو بجالاوے وہی اسکا بندہ ہے اور جو مخالفت کرے اُسکو مردود کرے شیطان کے ساتھ بلکہ بندۂ شیطان کر دے تو جو احکام عبودیت جاری فرمائے ہیں جو بندہ انمیں اپنی خواہش کو دخل دیتا ہے تو اللہ تعالے اسپر اپنا رزق تنگ کر دیتا ہے اور مقام قرب سے اسکو محروم رکھتا ہے۔ استاد رح نے یہاں ایک لطیفہ بیان فرمایا کہ جب یعقوب علیہ السلام نے بنیامینؑ کو بنظر محبت یوسفؑ دیکھا تو غیرت محبت نے اس مشارکت کو منظور نہ کیا اور بنیامینؑ کو سامنے سے دور کر کے پورا غم و اندوہ حضرت یوسف پر رکھا اقول اشار الی التفکر فی قولہ ویا اسفی علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم۔ اور واضح ہو کہ عام لوگ لفظ محبت سے بہت سخت غلطی کھاتے ہیں کہ محبت و عشق کو اس نفسانی کیفیت پر محمول کرتے ہیں جو عموماً لوگوں کے درمیان مشہور ہے اور اگر زیادہ بلند نظر دوڑائی تو مجنوں و فرہاد کی محبت یاد آئی حالانکہ یہاں فرق زمین و آسمان کا ہے اور فرق سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ جو عشق فرہاد و مجنوں میں تھا یا جیسی کیفیت ان شہوت پرست لوگوں میں ہوتی ہے اس سے ہزارہا درجہ جوش زیادہ تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ لوگ تو محبت و عشق کے معنے سمجھتے ہیں۔ اور یا ہم اس لفظ کو ہر ایک بولتا ہے ولیکن اہل الحق کی بولی میں یہ لفظ دوسری زبان کا لفظ سمجھنا چاہیے کیونکہ عشق کی ماہیت خود وہ لوگ نہیں جانتے ہیں تو ہم لوگ کیا سمجھینگے یہانتک کہ بعض اکابر نے کہا کہ عشق ذات باری تعالے ہے اور حکایت ہے کہ ایک ذرہ کا ستر ہزارواں حصہ ستر ہزار میں تقسیم ہوا تو ہر ایک ولی کامل ہو گیا۔ مولوی روم علیہ الرحمۃ نے اسقدر کہا کہ ؎ آفتاب آمد دلیل آفتاب ٭ گر دلیلت باید از وے رو متاب ٭ یعنی کوئی حقیقت و تعریف بیان نہ کر سکے۔ ہاں عوام کو فہمائش کر دی کہ ؎ عشق آن نبود کہ در مردم بود ٭ این خمار خوردن گندم بود ٭ یعنے آدمیوں کا عشق وہ عشق نہیں ہے جو اہل اللہ تعالے کو بندۂ خاص بناتا ہے بلکہ یہ تو گیہوں کھانے کا جوش ہے مترجم کہتا ہے کہ سچ فرمایا دیکھو انکا طبیب یہ علاج لکھتا ہے کہ خون بدن سے کم کر دیا جاوے اور شہوت کے اسباب توڑیں جاویں فافہم۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے انکو ترغیب و ترہیب دی کہ برادر پدری کو لاویں۔ پھر شاید یہ خیال کیا کہ غریب آدمی ہیں اگر انکے پاس خرچ میں کمی ہوئی یا نہوا تو واپس آنا اسوجہ سے موقوف رکھینگے لہذا۔ قَالَ لِفِتْيَانِهِ کہا اپنے غلاموں یا نوکروں و خادموں سے جو اونٹوں کا بار لادتے تھے کہ۔ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ رکھدو ان کی بضاعت کو یعنی جو نقد یہ لائے تھے ان کے کجاؤں میں۔ یعنی اونٹ پر اناج کو لاد دو اور لوگوں میں بانقد جو انھوں نے دام ادا کیے ہیں وہ بھی اُسی میں رکھدو۔ کہا گیا کہ درم تھے اور کہا گیا کہ جوتیاں اور چمڑے تھے۔ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ شاید یہ لوگ اس کو پہچانینگے جب اپنے لوگوں میں واپس پہونچینگے یعنی وہاں پہونچکر گٹھریاں اور گونیں کھولیں گے تو پہچانینگے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ اُمید ہے کہ لوٹ کر ہمارے پاس آویں یعنی بنیامین کو ساتھ لاوینگے۔ واضح ہو کہ شیخ حافظ و دیگر مفسرین نے

نے مختلف اقوال اس توجیہ کے لکھے ہین کہ انکی بضاعات کیون واپس کر دین پس سراج سے مین ان اقوال کو نقل کرتا ہون اول یہ کہ چاہا کہ سختی و قحط کے وقت یہ مال اُنکے واسطے آسانی کا سبب ظاہر ہو جاوے ۔ بترجم کہتا ہی کہ آیت مین لعلهم یعرفونها اذا انقلبوا الی اهلهم لعلهم یرجعون سبب مذکور ہی اور شاید یہ سبب اپنے غلامون و خادمون پر ظاہر کر دیا ہو یا نہ ظاہر کیا ہو بہر حال قائل کا قول بدین معنی شاید صحیح ہو کہ اصلی غرض کے ضمن مین دیگر نیات و اغراض ہوتے ہین ۔ اور اگر کہا جاوے کہ اگر یہ غرض ہوتی تو ظاہر مین واپس کرتے تو جواب دیا کہ چورون کے خوف سے گون مین رکھوا دیے دوم یہ کہ چاہا کہ اپنے باپ کو ظاہر کرے کہ مصر کے بادشاہ نے انکا اکرام کیا ہی اور مزید اکرام سے دوبارہ مع بھائی کے طلب کیا ہے تو اسپر بھیجنا گران نہ گذرے ۔ سوم یہ کہ معلوم ہو جاوے کہ انکے بھائی کو انکے ساتھ کسی ظلم و ایذا کی غرض سے طلب نہین کرتا ہے اور نہ دام مین بڑھانا مقصود ہی ۔ چہارم یہ کہ ایسے طور پر انکے ساتھ احسان کرنا چاہا جس سے انکو کوئی عیب و منت لاحق نہ ہو ورنہ ظاہر واپس کرنے کو شاید منظور نہ کرتے ۔ پنجم فراء نے کہا کہ جب اپنی بضاعت اپنے مال مین دیکھینگے تو دل مین گمان کرینگے کہ ہم نے بھولے سے رکھ لی ہے چونکہ وہ خود انبیاء اور اولاد انبیاء تھے تو ضرور واپس ہو کر سبب دریافت کر کے ملک اسکے مالک کو واپس کر دینگے ۔ مترجم کہتا ہی کہ توجیہ باوجود تطویل کے بیکار ہے اسواسطے کہ دستور کے موافق کجاوے لادنا غلمان مملکت کا کام تھا اور سہو کا خیال اسقدر متعدد افراد مین مستبعد ہے علاوہ اسکے جب آگے خود موجود ہے کہ اُنھون نے مکان پر کھولکر بضاعت پائی تو کہا ماننبغی ہذہ بضاعتنا ردت الینا و نمیر اهلنا و نحفظ اخانا و نزداد کیل بعیر پس جیسا یہان مذکور ہے کہ لعلهم یعرفونها ۔ وہی واقع ہوا ۔ ششم یہ کہ انھون نے چاہا کہ اپنے باپ کے واسطے آسانی کرین کیونکہ قحط کا زمانہ تھا ۔ ہفتم یہ کہ ایسی شدت کے وقت اپنے باپ و بھائیون سے دام لینا سخت کمینہ پن ہے ۔ ہشتم یہ کہ خوف ہوا کہ شاید ان کے باپ کے پاس اور مال نہ ہو جسکو لیکر دوبارہ بھائی کے ساتھ آوین اس لیے واپس کر دیا یہی شیخ سیوطی کا مختار ہے اور یہی صواب و آیت مین منصوص ہے نہم آنکہ جب انھون نے اسباب کھولا تو جانا کہ یہ کرم و سخاوت ہے پس دوبارہ معاملہ کرنے مین حریص ہو ۔ مترجم کہتا ہے کہ ان وجوہ مین سے صرف وجہ ہشتم اور بعض حصہ وجہ نہم صحیح ہے اور اسی طرح منصوص کے ساتھ بعض فوائد مخلوط کو بیضاوی نے اختیار کیا ہے ۔ اور مجھے معلوم نہوا کہ اس مقام کی تفسیر مین کیون اسقدر پریشان اقوال ہین باوجودیکہ سبب تو آیت مین منصوص ہے ۔ ایک نظر یہان یہ البتہ تھی کہ بضاعات واپس کرنے مین علاوہ وجہ منصوص کے دیگر فوائد ضمنی کیا ہین تو بعض اقوال مین اسکا تذکرہ البتہ ہے ۔

الفصہ ان شرائط سے انکو رخصت کیا ۔ قال تعالے

فَلَمَّا رَجَعُوٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

پھر جب لوٹ کر پہونچے اپنے باپ کے پاس تو بولے کہ اے ہمارے باپ منع کر دیا گیا ہم سے کیل سو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے ہمارا بھائی کہ ہم کیل لاوین اور ضرور ہم اسکے حافظ ہین

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

فرمایا کہ بھلا کیا تمھاری امانت قبول کرون اسپر مگر ویسی ہی جیسی تمھاری امانت قبول کی تھی اسکے بھائی پر اب سے پہلے سو اللہ تعالے اچھا حافظ ہی اور وہ سب سے بڑا رحم کرنیوالا ہے

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ

اور جب ان لوگون نے اپنے اسباب کھولے تو پائی اپنی پونجی جو پھیر دی گئی تھی انکو بولے کہ اے ہمارے باپ ہم کیا چاہتے ہین یہ ہماری

بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝

پونجی ہی جو ہم کو پھیر دی گئی ہے اور ہم غلہ لادینگے اپنے عیال کے لیے اور نگہبانی کرینگے اپنے بھائی کی اور بڑھا لادینگے ایک اونٹ اناج یہ کیل آسان ہی ہلکا ہے لہ

لہ قال الامام [illegible] ۱۲

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ

فرمایا کہ ہرگز نہین بھیجونگا اسکو تمھارے ساتھ یہانتک کہ تم دیدو عہد مضبوط اللہ تعالے کیطرف سے اس بات کا کہ تم ضرور اسکو میرے پاس لاؤگے مگر اس صورت مین کہ کوئی بات تمکو گھیر لیوے پس جب انھون نے دیدیا اسکو اپنا عہد تو

قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ

فرمایا کہ اللہ تعالے اس بات پر جو ہم کہتے ہین وکیل یعنی شاہد ہی اور فرمایا کہ اے میرے بیٹو تم نہ گھسنا شہر مین ایک دروازے سے اور گھسنا شہر کے اندر کئی علحدہ علحدہ دروازے سے

وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

اور نہین مین تمسے ٹال سکتا ہون اللہ تعالے کیطرف سے کوئی بھی چیز حکم کسی کا نہین ہی سوا اللہ تعالے کے اسی پر مین نے بھروسا کیا اور اسی پر چاہیے کہ بھروسا کرین بھروسا کرنے والے

فَلَمَّا رَجَعُوٓا ۔ پھر جب واپس گئے یوسف کے بھائی اِلٰٓى اَبِيْهِمْ اپنے باپ کی طرف ۔ اور وہان پہونچے تو روایت ہی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے سب حال بیان کیا کہ بادشاہ بہت نیک سیرت عادل ہی اس نے ہمکو پردیسی جانکر بلایا اور اکرام سے اُتارا اور آپ کی نبوت کی تعظیم کی اور ہماری مہمانداری کی ولیکن وہ کسی کو ایک بارگی بہت اناج نہین دیتا ہی صرف ایک ایک اونٹ بھر کے دیتا ہی جب خرچ ہو جاوے تو پھر درخواست کیکے لانا چاہیے ۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ ابکی مرتبہ تم اُس سے میرا سلام کہنا اور بیان کرنا کہ ہمارا باپ جو اللہ تعالے کا پیغمبر ہی تمھارے اس احسان کے عوض تمھارے لیے دعا کرتا ہی کہ اللہ تعالے تمھارے ساتھ کوئی پراگندگی نہ رکھے ہمیشہ تمکو خیر و خوبی کے ساتھ رکھے ۔ تب انھون نے آیندہ کا حال ذکر کیا اور قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ کہنے لگے کہ اے والد بزرگوار ہم سے کیل روک دیا گیا ہے ۔ یعنی آیندہ کے لیے بادشاہ نے روکا ہے کہ جب تک اپنے ایک بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہو نہ لاؤگے تب تک کیل نہ ملیگا کیل اگرچہ بمعنے مصدر یعنے ناپنا اور بمعنے ناپ و پیمانہ ہے مگر مراد بول چال مین کیل یعنے اناج کا پیمانہ جسقدر کہ ناپ دیا گیا تھا ۔ پس درخواست کی اور کہا فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا تو آپ ہمارے ساتھ بھیج دیجیے ہمارے بھائی کو یعنے اپنے اس بیٹے کو اور پیار و شفقت ظاہر کرنے کو کہا کہ ہمارے بھائی کو کیونکہ بھائی کے ساتھ بھائی کہین دغا کرتے ہین اور صیغہ امر فارسل کا جواب چاہیے کیونکہ امر کا صیغہ جس غایت سے ہوتا ہے وہی جواب کہلاتا ہے تو یہان اس کہنے سے کہ ہمارے ساتھ بھیجو مقصود یہ ہے کہ نَكْتَلْ ہم کیل لاوین یعنے کیل سے ممانعت تو اسی امر پر موقوف ہے تو جب ہم لیجاوینگے تو کیل کا حکم جاری رہیگا اور حمزہ و کسائی کی قراۃ مین یکتل بیاء ہے یعنے وہ کیل لاوے اور بعض نحوین نے اسپر وہم کیا کہ خالی اُس کا لانا منع نہ تھا ۔ اور یہ اس بنا پر ہے کہ بعض روایت قصہ مین ہے کہ ان لوگون نے بنیامین کا حصہ اونٹ مانگا تھا تو بادشاہ نے دینے سے انکار کیا اور جب انھون نے بوڑھے باپ کی خدمت گزاری مین رہنے سے نہ آنے کا عذر کیا تو دیا اور آیندہ سے منع کر دیا ولیکن یہ وہم ہے کیونکہ آیندہ نزداد کیل بعیر ۔ سے زیادتی جدیدہ ثابت ہی صحیح وہ ہی جو قرآن مجید مین صریح منصوص ہی کہ سب کا کیل روک دیا تھا بقولہ فان لم تاتونی بہ فلا کیل لکم عندی ۔ اور ایسی تاویل کرنا حرکت واہی ہی اور نحاسؒ نے جواب دیا کہ قراۃ یکتل بیاء بھی سبعیہ متواترہ ہی اور وہم کی ضرورت نہین ہے کیونکہ معنے یہ ہین کہ ہمکو کیل دینے سے ممانعت ہوئی ہی بھائی کے جانے پر موقوف ہی اسکو بھیجو یہ کیل لاوے اپنے لیے اور ہمارے لیے سب کے لیے اور یہ غرض نہین ہی کہ خالی اپنے لیے لاوے پھر چونکہ آنحضرتؐ کو شفقت سے زیادہ خیال تھا تو انھون نے تصریح کر دی کہ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور ہم اس کے محافظ ہین ۔ کوئی بُرائی اُسکو نہ پہونچنے دینگے ۔ مسئلہ جائز ہے کہ آدمی اہل و عیال وغیرہ کے لیے اپنے کو حافظ و نگہبان کہے ولیکن ساتھ ہی دل مین نیت رہے کہ اصلی حفاظت اللہ تعالے کی ہے ہم اُس کی مشیت پر محافظ ہین ۔ واضح ہو کہ چشم گوش و قوت و ہوش سے نگہبانی یہ عطائے حق عز و جل ہی کی طرف سے حفاظت ہے اس واسطے کہ جو آدمی خود اندھا بولا اپاہج بہرا ہو اُس کی حفاظت معتبر نہین ہوتی ہو سوال یہان انشاء اللہ تعالے کے ساتھ نہین کہا حالانکہ قوی قول یہ ہی کہ یہ لوگ اس وقت پیغمبر تھے یا پیغمبری کی استعداد بھی بحکم قولہ تعالے

ونکونوا من بعده قوما صالحين. يہ نظير ہو قول یوسف علیہ السلام کی یعنی انی حفیظ علیم. پس ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مشیت کی نیت ساتھ ہی رہے جیسا کہ مترجم نے اشارہ کیا ہے اور بعض متاخرین نے بعض مسائل فقہیہ کے استدلال سے حنفیہ اصول کے موافق زبان سے ہونا شرط خیال کیا ہے جیسے ذبح کے وقت تسمیہ نیت مین ہونا معتبر نہین رکھا جبکہ نسیان نہو۔ تو مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین جواب یہ ہو کہ حافظون صیغہ صفت استمراری ہے بالفعل کسی فعل کا لفظ نہین کہا یعنے ہم حفاظت کرین گے انشاء اللہ تعالےٰ پس استثنا مخصوص بفعل ہے جیسا کہ قولہ انی حفیظ علیم مین مترجم نے توجیہ کر دی ہے۔ اور تحقیق میرے نزدیک یہ ہے کہ جن لوگون نے زبان سے شرط ہونا حنفیہ کا اصول بیان کیا ہے انکو التباس واقع ہوا بلکہ حنفیہ وعامہ علما متفق ہین کہ نیت مین ہونا کافی ہے اور جن مسائل سے ان متاخرین کو وہم ہوا اسکا مدار متعلق بقضا ہے اور صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے اپنی جورو کو طلاق دی پھر اُسکو چھوڑا نہین تو اُسنے محکمہ قضا مین دعوے کیا اور زید نے قاضی سے کہا کہ مجھپر اس کا چھوڑنا واجب نہین کیونکہ مین نے نیت مین استثنا کیا ہے تو قاضی اُسکو تسلیم نہ کریگا کیونکہ نیت کا اعتبار نہوگا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ اسوجہ سے ہو کہ قاضی کو بلکہ خود اسکی جورو کو اسکا علم نہین ہوسکتا اور احتمال باقی ہو کہ اس نے فسق اختیار کیا ہو تو حدود شرع کی حفاظت مین اسکا اعتبار نہوگا اور ایسی صورتون مین زبان سے بلکہ گواہون سے جبکہ عورت عمداً انکار کرے ثبوت شرط ہوگا بخلاف ایسی صورت کے جسمین ہم کلام کرتے ہین کیونکہ وہان تو اللہ تعالےٰ علیم وخبیر کی درگاہ مین ادب مقصود ہے کہ اُس نے اپنی قوت کا دعوے نہین کیا بلکہ نظر یہی تھی کہ اللہ تعالےٰ کی حفاظت وقوت سے مین حفیظ ہون تو نیت سے حق تعالےٰ خوب آگاہ ہو پس نیت مین ہونا بالکل کافی ہو مسئلہ کیل یہان اناج ورزق ہو اور رزق کا متکفل اللہ تعالےٰ ہو مگر تدبیر کرنا اس دنیا کے عالم مین ادب کا اختیار بامتحان حق عزوجل ہو دیکھو انھون نے یہ نہ کیا کہ رزق ملنا ہوگا کسی طرح ملجاویگا یا بادشاہ خواہ مخواہ دیگا چاہو بھائی کو بیجاؤ یا نہ بیجاؤ نہین بلکہ اسکی تدبیر کی اور اسقدر اہتمام کیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی مساعدت فرمائی اور یہ دیکھا کہ اور کوئی تدبیر نہین ہے اور کوئی چارہ نظر نہین آتا سولے اسکے کہ لڑکا بھیجا جاوے۔ مگر جب انھون نے شفقت کی لفظون کا اظہار کیا اور یہ بھی کہا کہ انا لہ لحافظون تو انکو وہ یاد آیا جو یوسف علیہ السلام کے لیجاتے وقت انا لہ لحافظون۔ کہا تھا پس جواب دیا اور قَالَ هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ فرمایا کہ کیا قبول کرون تم سے امانت اس بنیامین پر آیندہ کے لیے۔ اِلَّا كَمَا أَمِنتُكُمْ مگر ویسے ہی جیسے کہ قبول کی تھی مین نے تم سے امین ومحافظ ہونا عَلَىٰ أَخِيهِ مِن قَبْلُ اسکے بھائی ایک ماں والے یوسف پر اس زمانہ سے پہلے وقت مین یعنی جب کہا تھا کہ ارسل معنا غدا یرتع ویلعب وانا لہ لحافظون۔ خلاصہ یہ ہے کہ انکی محافظت پر اعتماد کرنے کو اس مرتبہ رد کر دیا کہ پہلے تمہاری حفاظت مین دیا اور تم نے کچھ بھی واپس نہ دیا تو کیا اب ویسی ہی حفاظت مین دون نہین اب تمہاری حفاظت مین نہ دونگا بلکہ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا اللہ تعالےٰ بہت اچھا حافظ ہو بعض قرأۃ مین خیر حافظ اور بعض مین خیر الحافظین آیا ہو ولیکن متواترہ نہین ہو پس پڑھی نہ جاوین ہان خیر حفظاً بصیغہ مصدر البتہ متواترہ ہو الحاصل اب مین اسی کے حفظ پر دونگا اور تمہاری شفقت ورحمت بھی کچھ معتبر نہین ہو۔ امین بھی اللہ تعالےٰ پر اعتماد ہو وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اور وہ سب رحم والون سے بڑا رحم کرنے والا ہو۔ اور مجھے امید ہمکہ وہ مکرر مصائب مجھپر پسند نہ فرماوے سبحان اللہ تعالےٰ کیا شان ہے کہ جب اسپر اعتماد فرمایا تو اُس نے ایک کے ساتھ دوسرا بھی واپس دیا۔ اور رحمت درحقیقت صفت خالق عزوجل ہے اور حدیث مین ہو کہ حق عزوجل نے شفقت ورحمت کے سو حصہ مین سے ایک حصہ اسوقت ظاہر فرمایا اسی مین سے تمام مخلوقات ابتداے انتہا تک سب مین مقسوم ہے اور ننانوے حصہ حق تعالےٰ روز قیامت کو اپنے بندون کے لیے ظہور فرماویگا۔ اللھم اغفرلی اللھم ارحمنی وانت ارحم الراحمین۔ واضح ہو کہ اپنے بندون کے لیے ظاہر کریگا تو اُسوقت اُسکے بندے بنناچاہیے پس بعض کی بابت تخصیص فرمائی جیسے قولہ واذکر عبدنا داؤد ذا الاید وقولہ انہ من عبادنا المخلصین۔ وقولہ نعم العبد انہ اواب۔ اور عموماً مجمل رکھا بقولہ ان

عبادی لیس لک علیهم سلطان یعنی شیطان کو مردود کر دیا اور فرمایا کہ میرے بندون پر تجھے تسلط نہ ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ عموماً مومنین واولیاء الٰہی سوائے پیغمبرون کے معصوم نہین ہین بلکہ گناہ مین مبتلا ہو جاتے ہین مگر بحکم قولہ لم یصروا علی ما فعلوا وہم یعلمون۔ اور قولہ تذکروا فاذا ہم مبصرون بہت جلد توبہ وندامت سے پھر جاتے ہین حالانکہ یہ بوجہ شیطان کے وسواس وغفلت کے ہوتا ہے تو معلوم ہوگیا کہ تسلط سے مراد یہ ہے کہ قلب پر چھا جاوے اور وہ کافرون ومشرکون ومنافقون مین ہوتا ہے لہذا یہ وقت ہے کہ بندگان الٰہی بنجانے کی کوشش کیجاوے اور ایمان واسکی خوبیان اور مکارم اخلاق ومحاسن اوصاف وتقدیس باری تعالےٰ دیکھو۔ محض ظنون واوہام پر اعتراضات چھوڑو کیونکہ یہ تم نے کسطرح جانا کہ ہمارا اعتراض سچ ہے جبکہ تم اپنے مخالف سے کہتے ہو کہ تمہارا اعتراض صحیح نہین ہے کیونکہ شیطان تو ہر وقت کوشش کرتا ہے کہ لغزش ہو اور تم تو خود اُسکو جگہ دیتے ہو اور سچائی کی نگاہ سے غور کرنے پر نیت ہی نہین ہے تو شیطان کو مسلط کر لیا گیا حالانکہ حق کا تسلط ہونا تو شیطان کے بالکل ہوا سے زیادہ مخفی وسوسہ سے بچنا دشوار تھا وہ تو بھائیون مین عداوت ڈالدے اور بیرحمی کرنے کو نگاہ مین اچھا دکھلاوے روایت ہے کہ ایک تمیمی سردار اقرع بن حابس نے اپنی اولاد کی کثیر تعداد بیان کرکے کہا کہ یا رسول اللہ مین نے کبھی کسی کو پیار نہین کیا اور مراد یہ تھی کہ آپ حسنین علیہما السلام کو پیار کرتے ہین آپ نے ذکر فرمایا کہ بعض قلب پتھر سے زیادہ سخت ہوتے ہین۔ چونکہ راجپوت قوم کی طرح عرب کا لڑکیون کو قتل کرنا معروف ہے ان مین سے ایک نے خود اپنا واقعہ کہ ایک لڑکی کو بیرحمی سے اس نے قتل کیا تھا بیان کیا تو آنحضرت صلعم آبدیدہ ہو گئے۔ حدیث مین ہے کہ رحم کرو زمین والون پر تمپر آسمان والا رحم فرماویگا۔ نکتہ سو حصہ رحم مین سے ایک حصہ کا ظہور ہو اور باوجود اسکے صحیح ہوا کہ رحمت الٰہی اسکے غضب پر سبقت رکھتی ہو تو گنہگار جنمین ایمان صحیح موجود ہو اپنے رب سے امیدوار رہین وہو ارحم الراحمین۔ القصہ اسوقت تک لڑکون نے گونین نہ کھولی تھین پہلے سے یہ گفتگو ہوتی رہی۔ وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ پھر جب انھون نے اپنی متاع کھولی یعنی گونین جنمین متاع اناج تھی کھولین۔ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ تو پائی اپنی پونجی۔ اگرچہ اب انکی نہ تھی مگر رُدَّتْ إِلَيْهِمْ انکو واپس کر دی گئی یعنی وہی بضاعت انہین واپس دیکھی جو اناج خریدنے پر دے آئے تھے۔ اور بوجہ اکرام بادشاہ کے اور دیگر قرائن صحیحہ کے انکو یقین ہوگیا کہ بادشاہ نے ہماری بضاعات خاص قصد کرکے ہمکو واپس کر دی ہین کچھ غلطی نہین ہو بعض قرأۃ مین ردت بکسر اول ہو۔ جب یہ دیکھا تو۔ قَالُوا يَا أَبَانَا کہنے لگے کہ اے ہمارے شفیق رحیم باپ۔ مَا نَبْغِي وہ کیا چیز ہے کہ جو ہم اس سے بڑھ کر چاہین کہ بادشاہ نے ہمارا اکرام کیا اور اچھی مہمانداری سے ٹھکانا دیا اور ہمارے ہاتھ اناج فروخت کیا اور پھر ہمارے دام ہمکو پھیر دیئے ہین۔ علی ہذا ما نبغی مین ما استفہام انکاری ہو اور اگر نافیہ ہو تو معنے یہ ہین کہ ہم اس سے سولے احسان نہین چاہتے ہین۔ یہ سب اس صورت مین ہے کہ نبغی بمعنی نطلب ہو یعنے خواہش کرنا چاہتا اور احتمال ہو کہ بغی سے ہو یعنے حد سے بڑھ جانا تو غرض یہ کہ ہم آپ سے حد سے بڑھ کر اُسکے احسان وخوبی کے بارہ مین گفتگو نہ کرینگے یعنی اب اور زیادہ بک بک نہ کرینگے اور مقصود یہ کہ یہ بضاعت ہی دلیل کافی آپ کے سامنے موجود ہے اب ہماری گفتگو زائد کی کچھ حاجت نہین ہو اور ایک قرأۃ مین تبغی بتا خطاب ہو یعنی اے پدر آپ کیا چاہتے ہین۔ یہ سب بیضاوی ومعالم وسراج وغیرہ سے لکھا گیا اور بعض محشین نے کہا کہ ما نافیہ کی صورت مین یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ ہم آپ سے طلب نہین کرتے ہین یعنی ہم کو دوبارہ وہان جانے کے لیے مال کی خواہش نہین ہم آپ سے نہین مانگتے ہین۔ هَٰذِهِ بِضَاعَتُنَا۔ یہ ہماری بضاعت ہے۔ یہی کافی ہو ولیکن مترجم کے نزدیک بعض محققین کا قول پسند ہو کہ وجہ اول اقوی اور دوم قوی ہو اور سوم کے تکلف کی ضرورت نہین ہے۔ حاصل یہ کہ اے پدر بزرگوار ہم اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہین اُسنے ایسا کیا اور یہ دیکھیئے ہماری بضاعت ہو جو رُدَّتْ إِلَيْنَا ہمکو پھیر دی گئی ہو۔ پس آپ یقین کرینگے کہ ہمارا قول صادق ہو آپ ہمکو مع بھائی کے واپس جانے کی اجازت دیجیئے کچھ فکر کی ضرورت نہین ہے اسی بضاعت سے ہم اپنا سامان

کرینگے وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا اور اپنے اہل وعیال کے لیے میر یعنی اناج لاوینگے وَنَحْفَظُ اَخَانَا اور آمد ورفت مین اپنے بھائی کی نگہبانی رکھینگے۔ اسوقت مین نگہبانی کے معنے یہ تھے کہ مخصوص کسی مصیبت مین اسکی گرفتاری نہ چاہین بخلاف حفاظت حضرت یوسفؑ کے کہ وہ صغیر و خرد سال تھے۔ اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے قولہ الا ان یحاط بکم سے اشارہ کردیاہے کہ عموماً یہ خود اپنی حفاظت کرسکتا ہے جب تک کہ خاص طریقہ سے کسی مصیبت مین گرفتار نہووے اور انکی بھی یہی مراد ہو کہ ہرطرح کی مخاوف چور راہزنون وغیرہ سے ہم ایک جماعت ہوکر تنہائی سے محفوظ رکھینگے۔ وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ اور بڑھالینگے ایک اونٹ کیل یعنی بھائی کے حق کا ایک اونٹ اور ملیگا۔ یہ کلام صریح ہے کہ پہلے انکو بنیامین اور والد یعقوب علیہ السلام کا حصہ نہین لایا تھا جیسا کہ بعض لوگون نے زعم کیاہی بلکہ اب یہ زیادتی ہوگی۔ ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ سے تفسیر بعیر کی گدھا نقل کی اور کہا کہ بعض لغات مین گدھے کو بعیر کہتے ہین ولیکن اس تکلف کی ضرورت کیاہی اور شاید صحیح ہوا ہو کہ وہ لوگ خچر یا گدھے لے گئے تھے پھر مجھے تامل ہے کہ وہ صحت جس روایت سے ہے اسکا اعتبار قرآن مجید سے کیونکر بڑھ گیا اسلیے کہ کیل حمار یہان نہین بلکہ صاف کیل بعیر منصوص ہے تو بعض لغات کی بنا پر تکلف مزید بلا ضرورت ہی۔ میرے نزدیک تو ایسی روایات کی تنقید و تحقیق چاہیے فافہم واللہ تعالےٰ اعلم۔ پھر چونکہ بالفعل اہل وعیال کے لیے اناج لائے تھے تو اسکی نسبت کہا کہ۔ ذٰلِكَ یہ جو ہم لاتے ہین كَيْلٌ يَّسِيْرٌ کیل خفیف ہی۔ اسمین کچھ کفایت نظر نہین آتی ہے لہذا کیل کے واسطے کر رجانا چاہیے ہو بعض نے کہا کہ مقصود یہ ہو کہ نزداد کیل بعیر سے ایک اونٹ جو زیادتی ہمکو ملیگی ایک آسان و خفیف چیز ہی بادشاہ کو دریغ نہوگا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ تو مقرری بات تھی کہ ہر ایک کو ایک اونٹ دیا جاوے اسمین بادشاہ کے دریغ کرنے کا تذکرہ بموقع ہوگا لہذا اولی وہی معنی اول ہین اور ممکن ہو کہ اس اناج کے حاصل ہونے کی کیفیت کو آسان قرار دیا کیونکہ اناج ملا اور اکرام و مہمانداری ہوئی اور بضاعت واپس دی گئی تو یہ محاورہ مثل اردو کے بول چال کے ہوگا کہ یہ تو بہت سستا اناج ہی۔ نہایت یہ کہ سستے کو یسیر فرمایا تو بعید نہین ہی اور نکتہ واللہ اعلم یہ ہو کہ ارزانی درواقع جاری نہ تھی بلکہ آسانی تھی لہذا یسیر کا اطلاق کیا اور یہ توجیہ اگر صحیح ہو تو نہایت عمدہ ہو ولیکن ان مفسرین مین سے کسی نے نہین لکھی ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔ اور شیخ حافظؒ نے ظاہراً حضرت مجاہدؒ سے روایت نقل کی جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا کلام ہے اور معنے یہ ہین کہ یہ کیل بعیر ایک خفیف چیز ہی اسکے مقابلہ مین فرزند کو خطرہ مین ڈالنا برداشت نہین ہوسکتا اور بیضاوی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسکو ضعیف کیا اور شدید تکلف سے خالی نہین ہی بلکہ جواب حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے یہ ہے۔ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ فرمایا کہ ہرگز نہین بھیجونگا اسکو تمہارے ساتھ مین یعنی جبکہ مین نے تمہاری حرکت دربارہ یوسف علیہ السلام کے دیکھ لی ہے۔ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ یہان تک کہ دو تم ایسی چیز مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے جسپر مجھے اعتماد اور وثوق ہو یعنی عہد و قسم کے ساتھ کہ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖ ضرور تم اسکو میرے پاس لے آؤگے اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ باستثنا ایسی صورت کے کہ تمپر احاطہ کیا جاوے یعنی مغلوب ہوجاؤ کہ اسکو نہ لاسکو یا یہ مراد ہے کہ تم سب ہلاک ہوجاؤ اور حاصل یہ کہ اگر مصیبت ہو تو اُسوقت عذر لائق ہوگا کہ تم بھی اس مین شامل ہو نہ فقط وہی تنہا مبتلا ہوجاوے۔ بیضاوی رحؒ نے کہا کہ یہ استثنا مفرغ از اعم الاحوال والتقادیر ہے یعنی قسم کھاؤ کہ ضرور تم اسکو ہرحال و ہر صورت مین لے آؤگے باستثنا ایک صورت کے کہ تمپر احاطہ ہوجاوے یعنی مجبور و مغلوب ہوجاؤ یا تم سب گھر جاؤ جس مین وہ گھرے۔ بعض علماء نے کہا کہ اول تو اللہ تعالےٰ پر بھروسا کیا تھا پھر رخصت کرتے وقت ان عہد و پیمان کی طرف مائل ہوئے اگرچہ حفظ الٰہی کا اعتماد ترک نہ کیا لیکن خیلے توجہ اس جانب بھی ہوئی اسی واسطے تھوڑی تاخیر سے ملے۔ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ پھر جب انھون نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنا عہد دیا۔ قَالَ تو یعقوبؑ نے فرمایا۔ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ اللہ تعالےٰ ہمارے قول پر مطلع و رقیب ہے۔ یہ زیادہ تاکید کردی یعنی ہم اللہ تعالےٰ کو شاہد و حاضر ناظر کرکے کہتے ہین۔ پھر چلتے وقت انکو

تدبیر و احتیاط کی نصیحت کی اور وَقَالَ کہا کہ يٰبَنِيَّ اے میرے بیٹو۔ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ مت داخل ہونا یعنی شہر مصر مین ایک ہی دروازہ سے۔ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ اور داخل ہونا متفرق دروازون سے۔ مفسرین بیضاویؒ وغیرہ نے کہا کہ یہ لوگ صاحب جمال و ذی وجاہت تھے اور مصر مین یہ بات مشہور ہوچکی تھی کہ ان پردیسیون پر بادشاہ کا لطف زیادہ ہے پس خوف کیا کہ اگر ایک ہی جماعت داخل ہون تو لوگ نظر بد لگاوین۔ پہلی مرتبہ انکو یہ نصیحت شاید اسوجہ سے نہ کی کہ اسوقت یہ لوگ انجان تھے کسی کو انکی طرف اسقدر خیال نہ تھا۔ یا شاید بنیامین پر اسقدر شفقت اس کا باعث ہوئی ہو۔ اور بیضاوی رحؒ نے کہا کہ نفس کے آثار مین ایک نظر بد ہے اور حدیث صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگنے کی دعا مین یہ کلمات ارشاد فرمائے ہین اللھم انی اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر کل شیطان وہامۃ وعین لامۃ۔ یعنی اللہ تعالےٰ سے خود پناہ مانگی یا حسنین علیہما السلام کے واسطے پناہ مانگی ہر شیطان سے اور ہامۃ یعنی سانپ بچھو وغیرہ ہلاک کرنے والے زہرون سے اور عین لامۃ یعنے نظر بد سے۔ قال المترجم علماء اہل السنۃ متفق ہین کہ نظر بد سچ ہے اور اس کا انکار محض جہالت ہے اور صحیح مسلم مین ایک گورے خوبصورت صحابی کو ایک دوسرے شخص نے دیکھکر کہا کہ کیسی اچھی خوبصورتی ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کلمہ کو سنکر برا مانا اور کہا کہ کیا تجھے یہ کہنا نہ آتا تھا کہ ماشاء اللہ یعنے اللہ تعالےٰ کی قدرت عجیب ہے کہ جسطرح اس نے چاہا پیدا کردیا پھر جب وہ شخص گئے تو فوراً راہ مین انکو سخت بخار آیا جس سے چہرہ زرد پڑگیا جب آنحضرت علیہ السلام کو خبر ہوئی تو آپ نے نظر لگانے والے کو بلایا اور بیمار کے پیچھے کھڑا کیا اور ایک پانی مین اس کے ناخن سب اور دیگر مقامات سے ڈبوکر اور دھوکر اس کے سر کے پیچھے اُتار کر نظر والے پر ڈالا اور نظر لگانے والے کو منھ پھیرے ہوئے چلے جانے کا حکم کیا پس مرد بیمار اچھا ہوگیا بحکم اللہ تعالےٰ۔ اور تفصیل سے یہ قصہ سفر السعادت مین بھی مذکور ہی اور آثار مین صحیح روایت کی علماء تابعین مین ایک بزرگ ایک جماعت کے ساتھ سفر مین تھے ان مین ایک شخص بدنظر مین معروف تھا اور اکثر اونٹون کی خوش رفتاری پر نظر لگاتا لوگون نے ان سے عرض کیا کہ آپ بھی اپنے اونٹ کی حفاظت فرماوین آپ نے کہا کہ میرے اونٹ کو نظر نہین لگا سکتا ہی۔ یہ خبر اسکو بھی دی گئی جب منزل پر اُترے اور لوگ کامون مین مصروف ہوئے اور بزرگ موصوف قضاے حاجات کے لیے گئے تو وہ موذی جس سے مسلمانون کی جان و مال کو اسقدر خطرہ تھا آیا اور اُس نے آپ کے اونٹ پر بدنظر جمائی حتی کہ اونٹ گرگیا اور لوٹنے لگا وہ وہان سے چلا گیا۔ جب آپ واپس ہوئے تو دیکھا اور لوگون نے کہا کہ ہم آپ سے کہتے تھے آپ نے وضو کیا اور اونٹ پر دعا پڑھکر پھونکی ادھر تو اونٹ اُٹھا اور اُدھر اُس موذی کی آنکھین نکل پڑین اور ہمیشہ کے لیے لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوگئے۔ یہ بھی سفر السعادت مین مفصل مع دعا کے نقل کیا ہے اور اس مین شک نہین کہ صدق ایمان و پاکیزگی اور پرہیزگاری کو جناب باری تعالےٰ مین دعا و التجا کا دخل زیادہ ہے لیکن پھر بھی جو شخص مضطرب حالت مین دعا کرتا ہے اللہ تعالےٰ اُس کی دعا کو قبول فرماتا ہے خصوصاً مظلوم کہ اگرچہ کافر ہو دعا قبول کیجاتی ہی۔ اور سب تدابیر ظاہر احکام کی پابندی ہے اور جو کچھ اللہ تعالےٰ نے مقدر فرمایا ہے وہ ضرور واقع ہوتا ہے لہذا حضرت یعقوبؑ نے کہا۔ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اور مین بے پروا نہین کرسکتا تم کو اللہ تعالےٰ کی جانب سے کوئی چیز یعنے مین ثبوت و تدبیر سے یہ اختیار نہین رکھتا کہ جو امر کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے حق مین چاہا اس مین سے کچھ تمپر سے ٹال دون کیونکہ احتیاط کرنے سے مقدر ہٹا نہین سکتے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ حکم نہین ہی مگر اللہ تعالےٰ کے واسطے پس اگر اُسنے مقرر کیا کہ تمکو کوئی مکروہ پہونچے تو لامحالہ پہونچیگا اور یہ تدبیر کچھ نفع نہ دیگی۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اُسی پر مین نے توکل کیا۔ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور اسی پر چاہیے کہ توکل کرنے والے بھروسا کرین۔ یہ مقام صریح ہے کہ تدبیر کرنا توکل کے منافی نہین ہوتا ہی بلکہ توکل تو نیک نیت ہو کہ اللہ تعالےٰ ہی پورا کرنے والا ہے اور تدبیر پر نظر نہین ہے پس جس شخص نے تدبیر سے گریز کیا اُس کو بھی وہی پہونچیگا

جو اللہ تعالے نے مقدر کیا ہے لیکن گناہ کی سزا بھی دیجاویگی کہ اُنے عالم اسباب مین حق تعالے کے طریقۂ امتحان کی پابندی چھوڑ دی اور صریح احادیث صحیحہ اسپر دلالت کرتی ہین کہ جو شخص دنیا مین نیک کام کرتا ہے اور مخلوق کو راحت و آرام پہونچاتا ہے اور حق تعالے کی عبادت کرتا ہے اگر وہ اپنی نیکیون کے عوض مین بڑا حصہ دنیا کی آسائش طلب کرے تو اُسکو یہین ملیگا و لیکن اکثر نیکو کار اپنا ثواب آخرت مین چاہتے ہین اسپر بھی اللہ تعالے فضل سے انکو دنیا مین بھی وسعت دیتا ہے اور آخرت مین بھی انکا پورا ثواب ہے۔ واضح ہو کہ شیطان اور جو جبیث گروہ کہ اسکے ساتھ لاحق ہین جیسے ہوام سانپ بچھوا اور نظر بد وغیرہ انسے مومنین کو زیادہ پریشانی رہتی ہے بہ نسبت کافرون و منافقون کے کیونکہ کافرون و منافقون سے شیطان کو خوشی ہے تو انکے آزار کی راہ ڈھونڈھنے کی اُسکو ضرورت نہین ہے پس اگر شیطان قدرت پاتا تو کوئی کافر بیمار ہونے دیتا تاکہ وقت مصیبت مین وہ اللہ تعالے کیطرف رجوع نہ کرے پس اللہ تعالے وحدہ لاشریک قادر قدیم ہے مومنین کہ اُسی پر توکل کرنا چاہیے اور استواری مین انکے لیے ثواب عظیم ہے۔ واضح ہو کہ یہ کلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے دو بڑی احتیاط و فائدے کو متضمن ہے اول جب چشم بد سے پرہیز کا ذکر کیا تو ایک حق بات بیان کی و لیکن عام فہم مین یہ وہم ہوا کہ پرہیز و تدبیر سے مقدر تبدیل ہو جاتا ہے تو اسکو قطعی دفع کیا بقولہ وما اغنی عنکم من اللہ من شیئ۔ اور یہ جو بیان کیا کہ چشم بد ٹھیک ہے تو یہ بھی مقدر ہے حتی کہ جہان مقدر نہو کچھ اثر نہوگا اور یہ ہماری شرع مین بھی وارد ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور صحیحین مین حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العین حق۔ کہ چشم بد ٹھیک ہے اور امام احمد کی ایک روایت مین یہ زیادہ ہے کہ یحضرہا الشیطان وحسد ابن آدم یعنی بد نظر کے ساتھ شیطان و حسد آدمی کا ملا ہوا ہوتا ہے اور امام مسلم کی صحیح مین ایک روایت اسطرح ہے کہ العین حق ولو کان شیئ سابق القدر لسبقۃ العین۔ یعنے چشم بد ٹھیک ہے اور اگر کوئی چیز ایسی ہوتی کہ قدر سے سبقت لیجاتی تو چشم بد ہی سبقت کرتی اور ایک روایت مین جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چشم بد داخل کر دیتی ہے اونٹ کو ہانڈی مین اور آدمی کو قبر مین یعنی اس کمبخت کے اثر سے اونٹ مرجاتا ہے جسکو اسکے مالک مرتا دیکھکر حلال کرکے پکاتے ہین اور آدمی مرجاتا ہے تو اسکو دفن کر دیتے ہین۔ یہان سے معلوم ہوا کہ جو حلال جانور چشم بد سے ہلاکت کو پہونچتا نظر آوے اسکو ذبح کرکے کھانے مین کوئی ضرر نہین ہے واللہ اعلم۔ ایک روایت مین آنحضرت صلعم حضرات حسنین رض کو تعوذ فرماتے انی اعیذکما باعوذکما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وہامۃ ومن کل عین لامۃ۔ اور فرماتے کہ یہی حضرت ابراہیم بھی اسمٰعیل و اسحاق کو تعویذ پڑھتے تھے یہ روایت صحاح و سنن مین ہے۔ عبادہ بن الصامت رض سے روایت ہے کہ مین چڑھتے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عیادت کو گیا تو مین نے دیکھا کہ آپ پر بیماری کی تکلیف شدید ہے پھر آخر دن مین گیا تو مین نے آپ پر افاقہ دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور رقیہ پڑھا کہ بسم اللہ ارقیک من کل شیئ یوذیک من کل عین وحاسد اللہ یشفیک پس مجھے افاقہ ہوگیا اور یہ دعا صحیح وغیرہ مین ہے کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اور ون پر پڑھی ہے۔ ایک روایت مین ہے کہ حضرت جعفر بن ابیطالب جو جہاد روم مین شہید ہوئے تھے انکی اولاد گورے گورے بچہ تھے تو اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ انکو بہت جلد نظر بد لگتی ہے تو کیا مین اُنکے لیے رقیہ کرون بد نظر دور کرنے کے لیے تو آپ نے کہا کہ ہان۔ ایک روایت مین ہے کہ آنحضرت علیہ السلام حضرت ام المومنین ام سلمہ رض کے گھر گئے وہان ایک بچہ بیمار تھا تو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکو نظر لگ گئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم اس کے لیے رقیہ کیون نہین کرتے ہو یعنی جھاڑ پھونک سے نظر اُتارو۔ اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نظر لگانے والے کو حکم کرتے کہ وضو کرے پھر اسی پانی سے اس کو نہلاتے جسکو اس کی نظر لگی تھی اور تفصیل سے یہ طریقہ صحیح مسلم مین آیا ہے۔ یہ اسوقت ہے کہ نظر لگانے والا معلوم ہو اور اس زمانہ مین ایسے نیک لوگ نہین ہین جو اقرار کرین کہ ہماری نظر لگی ہے بلکہ سخت فساد کا احتمال ہے اسواسطے سوائے اسکے رقیہ وغیرہ سے علاج کرنا چاہیے اور بعض روایات مذکورہ مین دلالت ہے کہ نظر کبھی اپنے شخص کی لگ جاتی ہے جسکو حسد

[illegible]

وغیرہ نہو مگر شیطان ضرور حاضر ہوتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ اس مقام پر جمہور مفسرین نے اتفاق کیا ہے کہ مراد نظر بد سے پرہیز تھا اور یہی قول ابن عباس و مجاہد و قتادہ سے مروی ہے اور کثرت سے احادیث صحیحہ و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم صریح نصوص ہین و لیکن جماعت معتزلہ مین سے بعضون نے بلا حجت عقلی یا نقلی کے محض وہم پر بعید جانکر انکار کیا حالانکہ کچھ بھی بعد نہین ہے اسواسطے کہ نظر کے آثار آدمیون مین کسقدر مختلف موجود ہین کہ بعض کی نظر سے ہیبت اور بعض سے دلیری و خفت اور بعض سے محبت اور بعض سے عداوت طاری ہوتی ہے پھر جب اسکے ساتھ بعض دلائل طبیعیات ملائے جاوین تو آثار دیگر پر استدلال قائم ہوتا ہے اور اس زمانہ مین تو مسمریزم کا ظہور آنکھون سے معائنہ موجود ہے اور تعجب ہے کہ معتزلہ تو گئے گذرے اسوقت کے بعضے سفیہ عقل جو مہذب ہونے کے مدعی ہین شیطانی حرکات مسمریزم وغیرہ کو بنظر وقعت دیکھینگے اور اسلامی علوم پر تحقیر کی نگاہ ڈالینگے مگر یہ لوگ محض جاہل ہین انکا مبلغ علم یہ ہے کہ ان مین سے مدعی ذکاوت دعوے کرتا ہے کہ خط کی تعریف غلط ہے یا دسوین شکل اقلیدس کیونکہ بنظر تعریف کے خط نقاط سے مرکب ہے پھر کیا ضرور ہے کہ خط کے نصف کرنے مین نقطہ پر مساوات واقع ہووے۔ اہل علم مجھے معاف فرماوینگے کہ اس مدعی کے مہمل اعتراض کا سمجھنا میری عبارت سے مشکل ہوگیا مگر میرا مقصود یہ ہے کہ جو شخص خط کو نقاط سے مرکب خیال کرے اور عدم مقدار کی ترکیب سے خط مقدار بناوے اُس کی بیوقوفی مین کیا شک ہے۔ اسکو اتنا بھی نہین معلوم کہ جسم جوہری کے ساتھ کم عرضی سے ان رسوم مین بحث ہے پھر یہی لوگ ہین جو ان مدارک مین گفتگو کرنے کے لیے مہذب قرار دیے جاتے ہین پس تجھے لازم ہے کہ شرائع اسلام پر مضبوطی اختیار کر اور متقدمین اہل تقوی کی شان مین تعظیم کا گمان قوی کر اور سنت طریقہ پر قائم رہ والسلام بالجملہ ابو علی جبائی و ابو ہاشم وغیرہ بعض معتزلہ نے اپنی ہوسات کے موافق نظر بد سے انکار کیا مگر بلا دلیل و حجت کے جیسا کہ انکا دستور ہے کہ آیات و نصوص سے اپنی رائے کو مخالف دیکھکر انکار کرتے ہین اور بیہودہ روش تو زمخشری کی ہے کہ کشاف مین جہان دلیل شرعی کے مقابلہ مین کوئی قوت نہین پاتا تو ائمہ اہل تقوی و علماء سنت پر زبان درازیان کرتا ہے اللہ تعالے اُس سے تجاوز کرے اور واضح ہو کہ سراج وغیرہ سے مستفاد ہے کہ جاننا چاہیے کہ آدمی کو حکم کیا گیا ہے کہ اس عالم مین جو اسباب معتبر ہین انکے موافق کاربند ہو اور یہی یقین رکھے کہ نتیجہ وہی نکلیگا جو اللہ تعالے نے مقدر فرمایا ہے اور پرہیز و تدبیر سے امر مقدر ٹل نہین سکتا اور اگر پرہیز و تدبیر نہ کریگا تو خلاف حکم عمل کرکے عصیان و نافرمانی مین مبتلا ہوگا مثلاً زہر کھانے و مضر غذائین کھانے سے پرہیز کرے ورنہ حرام موت مریگا اور اگر باوجود پرہیز کے عام وبا مین ہلاک ہوا تو مقدر سے مرا اور ثواب پاویگا پھر یہ پرہیز و حذر بقدر امکان اس طریقہ سے ہو جو شرع نے مقرر کیا ہے اور حواس کا استعمال شاہد ہے حتی کہ کسی بت کے سامنے التجا کرنے سے حجاب کا دفعیہ شرک و معصیت ہے پرہیز نہین ہے ان بعض اسباب خفی سے شارع نے آگاہ کر دیا ہے جسپر عموماً حواس مستقل نہین ہین اگرچہ عالم علوم کے نزدیک انکے صحیح ہونے مین کچھ تامل نہین اسی مین سے نظر بد کا اثر ہے اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس سے خاصکر آگاہ کر دیا پھر چونکہ نتیجہ کی نظر مقدر پر منحصر ہے تو قولہ ما اغنی عنکم من اللہ من شیئ۔ سے یہ اعتقاد راسخ کر دیا فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے فاللہ خیر حافظا و ہو ارحم الراحمین۔ یعقوب علیہ السلام نے آئینہ امتحان مین دیکھا کہ بنیامین بغیر اختیار کے اُنسے جدا کیا جاویگا پس اسباب سے نظر ہٹا کر مسبب الاسباب کی طرف نظر رکھی اور اسی سے حفظ و عنایت و رعایت کے خواستگار ہوئے کسی مخلوق سے اعتماد نہ کیا۔ اور اشارہ اس مین یہ ہے کہ بنیامین کے ساتھ یوسف علیہ السلام کو بھی واپس دیوے یعنی وہی دونون کا حافظ ہے اول وجہ اشارہ یہان دقیق ہے اور مبنی اس امر پر ہے کہ ابتدا مین تعبیر خواب سے انکو موقع ملا کہ بھائیون کے قول کی تکذیب کی اور جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام جدا کیے گئے زندہ ہین اور اب احساس کیا کہ بنیامین کی جدائی سے آسانی ہوگی یعنی دونون بحفظ الٰہی چھوٹینگے اور تصدیق اسکی قولہ تعالے عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا۔ سے ظاہر ہے اور ارحم الراحمین سے اشارہ ہے کہ ہوا رحمت

خوشبوے پیراہن یوسفی پہونچاوے اور نظر گم شدہ پھیر لاوے ۔ مترجم کہتا ہے کہ قمیص سے بینائی واپس آجانے مین زمخشری وغیرہ اہل ہوا وہوس کی رائے گم ہو جاتی ہی کہ اس مین کیا تاثیر دی گئی اور جب یہان حق تعالے کی طرف سے اظہار قدرت ہے تو نظر چشم مین کیون آنکھین چوندھیاتی ہین فافہم بعض نے کہا کہ اول حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکے حفظ کا تجربہ کر کے گم کیا اس مرتبہ حافظ حقیقی کے سپرد کر کے دونون کو پالیا قولہ ولما فتحوا متاعہم الآیۃ ۔ بعض نے ذکر کیا کہ منجملہ حسن واخلاق کے تھا کہ ظاہر مین انکی متاع انکو واپس نہ دین بلکہ خفیہ واپس دین تاکہ روبرو بار منت سے پست و شرمندہ نہون ۔ اور جب یوسف علیہ السلام نے ان کی متاع کے لیے خزانہ مین مصرف خراج وغیرہ کا ٹھکانا نہ پایا بلکہ مصرف فقرا و مساکین کے خزانہ مین جگہ دیکھی یعنے بحسب شرع حق تو وہ مال در پردہ انھین کو واپس دیا ۔ اقول حدیث مین سات قسم کے لوگ جو سایۂ حق عز وجل مین ہونگے ایک وہ بھی ہے جس نے اللہ تعالے کی راہ مین اسطرح دیا کہ بائین ہاتھ کو خبر نہ ہوئی ۔ قال الشیخ رح اور اسکے اشارات مین سے دقیق یہ ہے کہ اللہ تعالے عز وجل کی معرفت سے جو کچھ اولین وآخرین نے پایا وہ دیدار اکبر کے وقت ایک ذرہ سے کمتر ہوگا تو اپنی کبریائی سے محتاجین کو ان کی متاع حقیر واپس فرماویگا اور فضل و رحمت سے انکی دستگیری کریگا کیونکہ او تعالے جلشانہ ہر کسی کے ادراک سے پاک ہی کوئی اسکی صفات پاک و اسرار سے مطلع نہین ہو سکتا اور ہر معرفت راجع بخلق ہی پس جملہ عبودیت انھین کو واپس ملیگی کیونکہ وہ اُس کی کبریائی کے لائق نہین ہی پھر اپنے فضل و کرم سے انکو تونگر فرماویگا ۔ اور دلیل صریح اسپر قولہ علیہ السلام لم ینج احدکم عملہ قالوا ولا انت یا رسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کی تفسیر بکرر مقامات سابقہ مین گذر چکی ہی بعض نے کہا کہ خلق کے جملہ اعمال وافعال سب انھین کو واپس دیے جاتے ہین جو انھون نے اپنی ذات کے لیے کیے ہین پھر جو کرامات انکو پہونچینگی وہ اکرام و فضل ہے نہ مزدوری ہان بحکم قولہ یوت کل ذی فضل فضلہ ہر ایک شخص حاضر عبودیت قابل عنایت ہی اگرچہ او تعہ ہر ذی فضل کو پہچانتا ہی ۔ واللہ اعلم ۔ قولہ قالوا اتوہ موثقہم قال اللہ علی ما نقول وکیل ۔ مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالے کو شاہد کرنا صدق پر صحیح ہی اور عظمت کبریائی کی نگہداشت سب سے اعلی ولیکن اگر کذب ہو تو کفر ہی اور عارف مطلع اسرار کبھی کاذب سے ایسی شہادت لیکر اسکو کافر نہ بناویگا ۔ سیواسطے علما نے کہا ہی کہ اللہ تعہ کو شاہد نہ کرے ۔ شیخ رح نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندون کی نیت دربارہ بنیامین کے سچی دیکھی کہ درحقیقت یہی چاہتے ہین کہ حفاظت کرین اور واپس لاوین اور بنور نبوت صورت واقعہ آیندہ بھی دیکھی کہ مقدر کے دفعیہ سے یہ لوگ عاجز ہونگے تو اللہ تعالے کو مطلع غیب قرار دیا یعنی وہ ہمارے تمھارے ارادہ پر منحصر نہین ہی بلکہ حق تعالے مختار ہی جو وہ چاہیگا وہی واقع ہوگا پس وہی وکیل ہی کہ ہم لوگون کی نیت کو پورا کر کے وکالت فرماوے اور حفاظت سے واپس عطا کرے ۔ بعض نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکی حفظ پر قضیہ سابقہ کی وجہ سے اعتماد نہ کیا کیونکہ معلوم ہوگیا کہ ہنوز انکے عہد و میثاق کا محل یعنی حواس معلول ہی کہ کبھی اپنے نفس کی رائے پر جھک جاتے ہین لہذا اللہ تعہ کی حفظ و کالت پر سپرد کیا اور انکے قول پر اللہ تعالے کے وکیل کرنے سے اصلی غرض یہ ہی کہ وہ محافظت فرماوے کہ تمکو تمھاری خواہش و رائے پر نہ چھوڑے اور تمھارے دلون کو کجی کی طرف مڑ جانے سے بچاوے ۔ پھر انکو علم و عقل کے اسباب سمجھائے اور انکے استعمال کا طریقہ بتلایا اس امید پر کہ ظاہر تقدیر مین کوئی خفی امر ایسا مقدر ہو کہ اس علم سے محو و اثبات مقدور ہو کما فی قولہ تعہ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت الآیۃ ۔ تو کہا کہ قولہ یا بنی لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقۃ ۔ مترجم کہتا ہی کہ قولہ یمحو اللہ ما یشاء کی تفسیر مین مذاہب واقوال سابق مین گذر چکے اور جمہور سلف و خلف سے یہی متواتر ہی کہ جملہ امور سابق ازل مین مقدر ہو چکے ہین اور یہی مذہب اہل السنۃ والجماعت کا ہی اور صریح نصوص سے یہی ثابت ہی اور متاخرین مین شیخ شوکانی وغیرہ نے جو تحقیق لکھی میرے نزدیک اسکا حاصل بھی یہی ہی ولیکن اسکے بعض متبعین نے فہم مین کچھ اضطراب و تزلزل اٹھایا واللہ یغفرلی ولہ ۔ ہان اسقدر مجھے قطعی نصیحت کرنا منظور ہی کہ عوام مین یہ مسئلہ پیش نہ کیا جاوے

اور خواص اس مین خوض نہ کرین کیونکہ تقدیر کا بھید خاص حکمت آلہیہ ہی و حکمت و علم صفت آلہی ہی اور جب صفت آلہی سبحانہ تعہ فہم و ادراک سے باہر ہی تو کیونکر اسکے علم کا احاطہ ممکن ہوگا پھر کیونکر تقدیر کا بھید سمجھ مین آویگا لہذا جسطرح کہ ذات وصفات باری تعالے پر ایمان و تصدیق کے سوا ے چون وچرا کے واسطے مجال نہین ہی اسی طرح تقدیر کا علم بھی قطعی ایمان بالغیب ہی جو اسپر ایمان نہ لاوے کافر ہو جایگا ۔ نعوذ باللہ من وساوس الشیطان ۔ شیخ رح نے کہا کہ چشم بد سے خوف کر کے یہ طریقہ بتلایا ولیکن جسطرح مقربین کا دستور ہی کہ خالص توحید مین ادب کا لحاظ رکھتے ہین حضرت پیغمبر برحق یعقوب علیہ السلام نے بھی ساتھ ہی غیرت قدم کا خوف کیا کہ مقدور کے مقابلہ مین بے ادبی شمار نہو اور انتظار کرنا چاہیے سابق رضا ر کا غضب پر کما قال سبقت رحمتی علی غضبی ۔ لہذا طریقہ علم استعمال کرنے کے بعد ہی فوراً استدراک کر دیا بقولہ وما اغنی عنکم من اللہ من شیء ۔ یعنی میری تدبیر و عقل و علم و احتیاط کسی کو کچھ مجال نہین ہی کہ جو امر تمھارے حق مین سابق ہوا ہو اسکو تم سے دور رکھے حتی کہ اگر مقدر ہو چکا کہ تم کو کسی قسم کا مکروہ امر پیش آویگا تو میری اس تدبیر سے کچھ نہوگا وہ ضرور تم کو پیش آویگا پس مین اُسی مقدور پر راضی ہون جو اللہ تعالے نے اپنے پسند و اختیار سے مقدر فرمایا ہی اور اس کی تصدیق ہی قولہ ان الحکم الا للہ جو اُس نے چاہا وہی ہوگا جسطرح چاہا اسیطرح ہوگا ۔ آخر اپنے واسطے کسی طرح کے پرہیز کرنے و استعمال عقل و علم کی قوت ہو سب سے بریت کی بقولہ علیہ توکلت وعلیہ فلیتوکل المتوکلون ۔ توکل کی حقیقت یہ ہی کہ تقدیر دیکھکر تدبیر دور کرے ۔ مترجم کہتا ہی کہ مراد یہ ہی کہ قلب کی نظر جسوقت تقدیر کی جانب ہی تو یہ خیال نہ کرے کہ اس تدبیر کا نتیجہ ضرور واقع ہوگا بلکہ تدبیر و اسکا نتیجہ دونون قلب سے محو ہون ۔ اور یہ مراد نہین ہی کہ تدبیر نہ کرے اس لیے کہ یہان خود جسکا قول ہی اُس نے تدبیر کا استعمال کیا ہی اور یہ بھی مراد نہین ہی کہ تقدیر دیکھنے کے وقت پھر تدبیر نہ کرے اسواسطے کہ تقدیر کا علم حق سبحانہ تعہ کو ہی اُس سے وہی واقف ہو سکتا ہی جسکو آگاہ فرمادیا ہو ۔ پھر بھی اسپر تدبیر یعنے حواس و عقل کا عالم اسباب مین کام مین لگانا لازم ہی آیا تو نہین دیکھتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ اسلام تمام جہان مین پھیل جاویگا حتی کہ برابر قریش و یہود و نصارے کو سمجھایا کہ دین توحید عنقریب اپنے آفتاب سے تمام جہان کو روشن کر دیگا تم میری اتباع کرو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو غزوہ خندق کی سخت مصیبت و تکلیف کے وقت بشارت دی کہ تم روم کے اور فارس کے مالک ہو جاؤگے اور یہ وہ اقوال ہین کہ مومنین و کفار سب ان معجزات کا اقرار کرتے ہین پھر دیکھو کہ کسطرح برابر تعلیم و تلقین و جہاد مین حسن تدبیر کو کام مین لائے اور نکتہ یہ ہی کہ جن افعال کو تم تدبیر کہتے ہو وہ ایمان والے کی عبادات ہین جیسا کہ مین نے مقدمہ فتاوے ہندیہ مین تحقیق و تفصیل سے لکھدیا اور قولہ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ الآیۃ کی تفسیر مین لکھا ہی حتی کہ جو کوئی اسکی تفسیر سمجھ گیا اُس نے تمام دین سمجھ لیا پس مومن کا ہر فعل ثواب ہی تو تدبیر ثواب ہی پھر تدبیر نہ کرنا ثواب و عبادات سے بیٹھ رہنا ہوگا اور جو ایمان نہ لایا اسکی تدبیر و جملہ حرکات وافعال سب باطل ہین تو اسکا بیٹھ رہنا اور نہ بیٹھنا دونون خراب ہین صرف بیٹھ رہنے سے وہ دنیا مین بھی خراب ہوگا اور نہ بیٹھ رہنے سے فقط دین مین خراب رہا اور دنیا مین نتیجہ وہی نکلیگا جو مقدر ہی ۔ علاوہ اسکے شیخ نے جو کہا کہ تقدیر دیکھکر تدبیر سے باز رہنا اگر اُسکے یہ معنے نہون جو مذکور ہوئے تو تقدیر دیکھنا کیونکر ممکن ہے اسی واسطے کہا گیا کہ تقدیر سے لپٹنا بے ادبی ہی جیسے یہ کہنا کہ ہم جنتی ہین تو جنت پاوینگے نماز و روزہ سے کچھ فائدہ نہین ہی حالانکہ یہ بے ادبی و جہالت ہے آیا تو نہین دیکھتا کہ قریش کو ایمان لانے کی تکلیف دی گئی حالانکہ ابو لہب و ابو جہل و انکے مانند وہ ہین کہ قولہ انذرتہم ام لم تنذرہم لا یومنون ۔ وہ کبھی ایمان لانے والے نہ تھے ولیکن مقدر پر مدار نہین رکھا گیا فافہم واللہ تعہ اعلم بالصواب ۔ شیخ رح نے کہا کہ آیت مین اشارہ باطن ہے ۔ اقول یعنی تمام کلام باری تعالے جو بظاہر قصہ موسیٰ و فرعون معلوم ہوتا ہی قلب او نفس و شیطان کا مجادلہ ہے اور جو قصہ یوسف معلوم ہوتا ہی مین قلب و اسکے دشمنون و مصائب و آلام کا ہجوم و آخر وصول بدرجہ تمکین او تقرب بارگاہ رب العالمین اور بادشاہت دار آخرت ہی ولیکن ایسے طور پر قدرتی کلام قادر مطلق کا ہی کہ ہر کسی کی آنکھون ڈالا اپنی استعداد کے موافق سمجھکر صلاحیت و اتفاق پا سکے

پیدا کرتا ہو اور حواس باطن کی آنکھوں والانفس و شیطان کے وساوس جو باطن کو خراب کرتے ہیں اُنکو راہ پر لاکر اخلاق کریمہ سے آراستہ ہوتا ہے
اور قلب کی آنکھوں والا اسرار معانی صفات و معرفت نفس سے تقرب کے درجہ پر فائز ہوتا ہے واللہ تعالےٰ ولی التوفیق جب یہ بات سمجھ مین
آگئی تو تجھے پروا نہین ہے کہ نفس کو مجادلہ پر آمادہ کرے اور نفس تجھ کو غرہ مین ڈالے کہ علم وہی ہے جو ہم عالم علائہ منطقی ہو کر جانتے ہین۔ اللہ
اللہ فوق کل ذی علم علیم۔ برکات سے محروم نہ رہنا چاہیے اور غور سے سننا چاہیے کہ اشارہ شیخ رہ نے یہ ذکر کیا کہ قول حضرت یعقوب یابنی
لاتدخلوا من باب واحد تا آخر آیات تعلیم سر باطنی ہے کہ جب تم نے اپنی حقیر بضاعت لے کر درگاہ بادشاہ حقیقی کا قصد کیا اور چاہا کہ عبادات
کے سرمایہ سے غذاے روح مشاہدۂ پاک حاصل کرین اور تم نے قلوب و ارواح و عقول و اسرار سے راہ حق عز و جل طے کرنا چاہا تو تم کو نہ
چاہیے کہ ایک ہی دروازہ سے قصد کرو یعنی صفات نفس مین سے ایک ہی صفت کو جناب باری تعالےٰ کی قبولیت کے واسطے مقصور نہ کرو
مثلاً صفت رحم یا علم یا کرم کسی ایک پر اقتصار مت کرو۔ ظاہر ہے کہ نفس ان مین سے ایک ہی صفت پاکیزہ نہ ہو جائیگا حتی کہ جو شخص تارک
صوم و صلوٰۃ و بخیل ہو وہ عالم ہونے سے کچھ مستفید نہ ہوگا جب تک کہ جملہ صفات نفس کو درجۂ اعتدال و آراستگی پر نہ لاوے تو تم کو چاہیے کہ
صفات باری تعالےٰ عز اسمہ کی راہین اختیار کرو والمؤمنون کنفس واحدۃ تا کہ تم حاسد یعنی دشمن شیطان کی نظرون سے محفوظ رہو اور صفات
پاک کی معرفت سے درجہ توحید پر فائز ہو کیونکہ جس نے اُسکو ایک صفت سے پہچانا تو اس نے جملہ صفات کمالیہ و اوصاف قدم و ازل سے پہچانا
اقول بلکہ ایک صفت سے ایسا شخص پہچان ہی نہین سکتا ہو کیونکہ معرفت دینا فعل خالق عز و جل ہو نہ اختیار مخلوق لقولہ تعالےٰ ماکان لنفس ان
تومن الا باذن اللہ ویجعل الرجس علی الذین لایعقلون۔ نظیر اسکی یہ ہو کہ ایک کتاب جسکو یاد ہو وہ علم والا نہین ہو اور جو چیا تی بچا سکتا ہو وہ باورچی
نہین ہو اور مانند اسکے بہت نظائر ہین یون ہی عارف جملہ آداب شرع پر عامل ہو کر باطن کا محافظ ہوتا ہو اور تکلیف۔ تھاتا ہو کیونکہ ہر طرف سے وہ اپنے
آپ کو قید مین رکھتا ہو کہ شیطانی خطرات اور فراخی خواہشات نفس کی جانب سے نہ آنے پاوین یہانتک کہ ایک عرصہ مین اسکو قید سے رہائی ہو جاتی
ہو پھر نفس اسکا امارہ نہین لمامطمئنہ ہو اور شیطان بوجہ ذکر قلب کے دور بھاگتا ہو اور صحیح ہوا کہ جس قلب مین یاد حق نہو وہان شیطان دخل کرتا ہو
پھر جب یاد آئی تو ہٹ جاتا ہو بترجم کہتا ہو کہ دخل شیطان کا خلاصہ یہ ہو کہ جہان یاد حق عز و جل ہو وہان نہین ٹھہر سکتا ہو پھر واضح رہے کہ حق
عز و جل جن صفات کمال و اوصاف جلال و کبریائی و عظمت سے وحدہ لاشریک ہو اسطرح اسپر ایمان ہو تو ایسے شخص کا یہ حال ہوگا کہ جب ہی
غافل ہوا فوراً شیطان نے دخل کیا پھر یاد آئی اور وہ بھاگا۔ انھین غفلت کی اوقات مین وہ تمام سرمایہ چرا لیجاتا ہو ؎ گربہ موش دزد در انبان
ماست ؛ خرمن عمر چہل سالہ کجاست ؛؛ اور رہا وہ شخص جو اللہ تعالےٰ کا اقرار کرتا ہے مگر اسطرح کہ حضرت عیسیٰ اسکا اکلوتا بیٹا ہو یا عزیر اسکا بیٹا ہے
اور مانند اسکے نعوذ باللہ تعالےٰ وہ عیوب جن سے پاک پروردگار تعالےٰ پاک ہو تو اُس نے کبھی اللہ تعالےٰ کو یاد نہین کیا بلکہ اپنے زعم مین ایک
خدا بنا یا جسکا بیٹا ہو اور یہ حضرت خالق رازق جل شانہ پر کبھی نعوذ باللہ تعالےٰ صادق نہین تو کبھی اُس نے اللہ تعالےٰ کو نہ مانا کما فصح عنہ
قولہ تعالےٰ قاتلوا الذین لایومنون باللہ الآیۃ دیکھو کیسے یہود و نصاریٰ کو صاف کہدیا کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان نہین لائے ہین پس اُنکے دل سے کسی وقت
اسکا قابو دور نہین ہوتا ہے۔ پھر مومن کو مدت تک قید مین رہنا اسواسطے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے صاف فرمادیا کہ وہ ایسی راہون سے آتا ہو کہ تم نہین دیکھ
سکتے ہو تو اُسکے ہر راہ بند کرکے سب طرف سے مقید بیٹھتا ہو اور جملہ راہین اسکی نفس کے وسیع میدان مین ہو کر آتی ہین اور خواہش کے کھلے راستہ مین ولقد
قال الدنیا سجن المومن۔ اور فرمایا زین للناس حب الشہوات یہین سے کہا گیا کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ ولقد قال حفت الجنۃ بالمکارہ۔ اور خلاصہ
اس قید کا نہایت آسان معتصن قلعۂ شرع ہو کہ ظاہر و باطن اسکی محافظت کرے ولیکن افسوس ہو کہ اس زمانہ مین خواص علماء کی یہ کیفیت ہو کہ ظاہری

لے گھیری گئی جنت مکروہات سے ۱۲ سید جعفر

صورت بنانا اور ظاہری اعمال کو شرع سمجھتے ہین تو عوام کا کیا ذکر ہے ولقد قال علیہ السلام لایومن احدکم حتی یکون ہواہ تبعاً لما جئت بہ۔ یعنی تم مین
سے کوئی مومن نہوگا یہان تک کہ اسکی خواہش تابع اس چیز کے ہو جاوے جو مین لایا ہون یعنی خواہش کو قرآن و حدیث کے تابع کردے اللھم
اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ پھر شیخ رہ نے لکھا کہ امام جعفر رہ نے کہا کہ اول کلام مین حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسے طور پر کہا
گویا کچھ سہو طاری ہے کہ اعتماد انکے جتھے و قوت پر نسیان ہوا اور اس سے کہ قضاء الٰہی تدبیر پر غالب ہوتی ہے چنانچہ کہا کہ لاتدخلوا من باب واحد
پھر جلد استدراک کیا بمساعدت توفیق بقولہ ما اغنی عنکم من اللہ الآیہ۔ شیخ ابن عطاء رہ نے کہا کہ جو کوئی اپنی ذات سے کچھ دور نہ کرسکے وہ غیر سے
کیا ٹال سکتا ہو اور جو اپنی ذات کے واسطے کفایت نہ کرسکے وہ غیر کے واسطے کیا کافی ہوگا اقول یعنی قولہ ما اغنی عنکم کے متعلق ابن عطاء رہ نے
اشارہ کیا کہ بیٹون سے قضاء مقدر کب ٹال سکتے تھے خود اپنے اوپر جو کچھ بنا اسکو کب ٹال سکے۔ خلاصہ یہ ہو کہ حق عز و جل تمام مخلوقات مین
نرالا وحدہ لاشریک لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر۔ تصرف و تدبیر فرماتا ہو کما قال تعالےٰ یدبر الامر من السماء الی الارض۔ پس وہی
خاص بندون کو بزرگی و قرب و منزلت عطا فرماتا ہو اور وہی انکو وحی و مشاہدات سے سرفراز کرتا ہو اور وہی انکے اوپر خاص انعام فرماتا ہے
اور جب وے ایک اشارہ سے ایک سلطنت کا تختہ لوٹ دیتے ہین تو وہی کرتا ہو اور جب ایک لشکر جرار کو ایک مٹھی خاک سے تباہ کرتے ہین تو وہی کرتا ہو
الاتری الی قولہ تعالےٰ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ اور اسی کو مولوی روم نے نظم کیا بقولہ ؎ اولیا را ہست قدرت از الٰہ ؛ تیر جستہ باز گرداند زراہ یعنی
ظہور آثار قدرت کے واسطے انھین خالص بندون کی ذات سرفراز ہوئی ہو مگر یہ قطعی یاد رہے کہ انکی خود خواہش کچھ بھی نہین ہوتی ہو یعنی انمین کمال تو یہی
دیا گیا کہ خواہش جو راستہ شیطان کا تھا بالکل مسدود کر دیا گیا پس وہان فقط خواہش حق عز و جل ہوتی ہو حتی کہ سرور کائنات فخر موجودات سید انبیاء
و رسل صلوات اللہ علیہ و علی آلہ و علیہم اجمعین نے واقعہ بدر مین مٹھی خاک سے فوج جرار کو تباہ کر دیا اور احد مین اس کی خواہش نہ کی یہان تک کہ دندان
مبارک شہید ہوا اور زخم اٹھایا پس خود نہ وہ کسی سے بلا دور کرنے کی خواہش کرین نہ دور ہوتی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فراق یوسف کا یہ
صدمہ اٹھایا اگر خواہش کا امکان تھی اور یہ مقام عوام کی سمجھ سے دور ہو مگر آنکہ اللہ تعالےٰ جنتی بندے کو ٹھیک سمجھ دیدیتا ہو واللہ تعالےٰ ولی التوفیق شیخ
حسین رہ نے کہا کہ سچا توکل یہ ہو کہ اسباب کو اس عالم سبب مین استعمال کرے اسطرح کہ اختیار ترک کرے مترجم کہتا ہو کہ اسکے معنے یہ ہین کہ حواس
و عقل جنکو اللہ تعالےٰ نے اسطرح پیدا کیا ہو کہ وہ خود ہی ہر کام کے لیے راہ و طریقہ بتلاتے ہین ان مین انسان کا کچھ اختیار نہین ہو اور دوسرے شخص کے
حواس دوسرا راستہ اسی مقصد کے لیے بتلاتے ہین بلکہ خود کبھی آدمی کے حواس دو تین طریقہ بتلاتے ہین تو آدمی کو چاہیے کہ حواس کے موافق
اسطرح کام کرے جسکے سامان اللہ تعالےٰ نے مہیا کر دیے ہین اور یون نہ کرے کہ مجھے ایسا ہونا مختار و پسند ہو تاکہ مین اس سے یہ فائدہ حاصل کرونگا
کیونکہ یہ اختیار کرنا کبھی وبال ہو جاتا ہو مثال اسکی اسی قصہ مین حضرت یوسف علیہ السلام کا قول کہ رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ۔ یعنی جس کی
طرف یہ عورتین مجھے بلاتی ہین اس سے مجھے قیدخانہ پسند ہو مین اسکو اختیار کرتا ہون حالانکہ شاید دوسرے انبیاء یا سرور انبیاء علیہم السلام کے نزدیک
یہ ہوتا کہ اے رب میرے مین تجھ سے سلامتی چاہتا ہون جس مین تیری رضامندی ہو یعنی جہان کہین جسطرح ہو مجھے تیری رضامندی منظور
ہے۔ اور شاید کہ یہ مراد ہو کہ سبب کو استعمال کرے اسطرح کہ مخلوقات الٰہی حواس و اعضاء وغیرہ بحکم الٰہی اسکے پیدا کیے ہوئے عالم مین اسکی مشیت
کے راستہ پر اسی کی قوت سے چلتے ہین تاکہ نتیجہ وہ پیدا ہو جو اُس نے ارادہ کیا ہے پس درحقیقت تو ہر کافر و مسلم و مومن کے ساتھ یہی جاری ہے
خواہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے سوائے اسکے کہ توکل فعل بندہ ہو تو اس مین اسکی نیت پر مدار ہوا واللہ تعالےٰ اعلم۔ واسطی رہ نے کہا کہ توکل صبر کرنا ان
بجلیون پر جو امتحان و مشقت کے بادلون سے چمکا چوندھ ڈالین۔ اقول شاید کہ توکل کے ساتھ استقامت و ثبات و قرار و شرع کی پابندی و

رضا، لازم وملزوم ہین پس ایک مرد جسپر حقوق عیال واجب ہین جہان سے اللہ تعالے اپنے فضل سے آسان فرماوے رزق تلاش کرے اور انہین کی کفایت یا آسانی کے قدر کوشش اٹھاوے نہ زائد کہ وہ حرص ہے پس شرع کے حقوق کی نیت سے یہ کام کرے اسی قدر کہ شرع اجازت دے اور جو حاصل ہو اس کو شکر واحسان کے ساتھ رضامند ہوکر لیوے فافہم۔ استاد رح نے کہا کہ قولہ ادخلوا من ابواب متفرقۃ۔ سے شاید یہ مراد ہو کہ ان مین سے کسی کی نظر یوسف پر پڑے اگر دوسرے نے نہ دیکھا مترجم کہتا ہے کہ یہ تو اس فرض پر ہوگا کہ یوسف مصر مین ہین اور مجموعہ کی صورت مین یہ زیادہ مفید ہے کہ ایک نہ پہچانے دوسرا پہچانے یا مترجم نہین سمجھا کہ ذلک یحتمل ان یکون ارادتفرقہم فی الدخول لعل واحدا منہم یقع بصرہ علی یوسف ان لم یرہ الاخر انتہی بلفظہ کے کیا معنے ہین۔ اور شاید کہ اصل مین یہ ماخوذ اس قول سے ہے جو ابن ابی حاتم نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ حضرت یعقوب ؑ کو یہ معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام عنقریب ان دروازون مین سے کسی مین بھائیون سے ملاقی ہونگے کذا ذکرہ الامام ابن کثیر۔ اور بعض نے امام نخعی رح سے یون ذکر کیا کہ انکو معلوم تھا کہ بادشاہ مصر میرا بیٹا یوسف ؑ ہے تو چاہا کہ متفرق دروازہ سے جانے مین نبیامین سے تنہائی مین ملاقی ہو۔ اور ظاہر ا روایت بالا سے مراد یہی ہے اور کہا کہ حضرت یعقوب ؑ کو اجازت نہ تھی کہ اس بھید کو ظاہر کرین مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء کو اکثر باتین ایسی معلوم ہوتی ہین جنکے ظاہر کرنے کی اجازت نہین ہوتی ہے خواہ قطعاً چھپانے کی تاکید ہوتی ہے یا صریح بیان کی اجازت نہین ہوتی ہے اور باوجود اسکے ظاہری برتاؤ انکا ایسا ہوتا ہے گویا بالکل واقف نہین ہین۔ ایسی بات ہے کہ مجھے اسکی تصدیق مین شبہہ نہین ہے اور اسی قبیل سے قصہ خلافت تھا جس سے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہی تھی حتی کہ صحیح کی روایت مین سب خلفاء کا حال بیان کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت یہ بھی کہا کہ لا اراکم فاعلین یعنی مین نہین دیکھتا کہ تم ایسا کروگے یعنی حضرت علی ؓ کو خلیفہ کرنا مجھے معلوم نہین ہوتا اور یہ اظہار امر واقعی تھا اور مشہور تھا کہ انکی خلافت مین بسبب اسکے کہ فساد وجھگڑا مقدور ہے لہذا اول دوسرے خلیفہ ہون کہ اسلام پھیل جاوے۔ اور اشارہ سے دوسری حدیث مین کہ امامت سے ابو بکر تاب نہ لاسکے کہ حضرت سرور عالم کی جگہ کھڑے ہون اور سفارش کی گئی کہ دوسرے کو حکم دیا جاوے تو فرمایا کہ یابی اللہ والمومنون الا ابا بکر یعنی اللہ تعالے عز وجل مع مومنون کے انکار فرماتا ہے ہر کسی کی امامت سے سوا ابوبکر ؓ کے اور جیسے ابوہریرہ ؓ نے کہا کہ لقطع ہذا البلعوم یعنی اگر مین ان علوم کو بیان کرون تو میرا یہ نرخرہ کاٹا جاوے اور جیسے حضرت حذیفہ ؓ نے خلافت حضرت عثمان وفتنہ کا حال بطور راز کے کنایہ سے بیان کیا اور جیسے حضرت عمر ؓ بعد اپنے خلافت کا حال جانتے تھے مگر مشورہ پر چھوڑی اور جب یہ اصل ممہد ہوگئی تو اس سے بہت سے مدارک جس سے عوام متردد ہوتے ہین منحل ہوگیے۔ اور واضح ہو کہ جو کچھ وقائع اس قصہ مین حضرت یوسف ؑ و یعقوب ؑ سے واقع ہوئے وہ باعلام واجازت الٰہی تعہ تھے ولیکن استعمال انہین ظاہری تدابیر وطریقہ نظام عالم کا ہوا ہے۔ جزم بہ فی الکشاف ایضاً اور قول یعقوب اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ اور قولہ اذہبوا فتحسسوا من یوسف الآیہ۔ وقولہ لاجد ریح یوسف الآیہ سب اسکے واسطے شواہد صحیح واشارات قویہ ہین فافہم واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ القصہ اسطرح عہد ومیثاق لیکر بنا چاری بنیامین ؑ کو انکے ساتھ مصر کو روانہ کیا۔

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ ع

اور جب وے داخل ہوئے شہر مین اسطریق سے کہ جیسا انکو انکے باپ نے حکم کیا تھا تو نہ تھا یہ طریق کہ دفع کرتا اُنسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کو ولیکن ایک حاجت تھی یعقوب کے جی مین جسکو

قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

اسنے پورا کیا اور بیشک جاننے والا تھا کیونکہ ہمنے اسکو سکھلایا تھا ولیکن بہتیرے لوگ ہین کہ نہین جانتے ہین۔

آل حضرت یعقوب دس بھائی جو پہلے گئے تھے اور اب کی مرتبہ بنیامین ؑ گیارھوین سمیت روانہ ہو کر مصر پہونچے اور اس شہر تک جہان حضرت

یوسف تھے۔ وَلَمَّا دَخَلُوا اور جب سب داخل ہوئے مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ اس حیثیت سے یا اس طریق سے کہ جسکا انکو اپنے باپ نے حکم دیا تھا یعنی شہر مین متفرق دروازون سے داخل ہون ایک ہی دروازہ سے نہ جاوین اسی طریقہ سے وہ متفرق دروازون سے داخل ہوئے تو اللہ تعالے فرماتا ہے کہ مَا كَانَ۔ نہ تھا یہ طریقہ تدبیر کا کہ يُغْنِي عَنْهُمْ بے پروا کرے اُنسے۔ یعنی دفع کرے انکے اوپر سے مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ اللہ تعالے کی جانب سے کسی چیز کو۔ یعنی اللہ تعالے نے جو امر ان کے حق مین مقدر کیا تھا اور جو مکروہات انکو پہونچنا تقدیر مین جاری ہوچکے تھے ان مین سے کچھ بھی اس طریقہ سے انپر سے دور نہو سکتے تھے۔ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ لیکن یہ ایک حاجت تھی یعنی شفقت ورحمت تھی یعقوب کے جی مین قَضَاهَا کہ جسکو اُس نے پورا کیا یعنی وصیت وتاکید کردی سو یہ بات پوری کردی گئی کہ وہ متفرق دروازون سے داخل ہوئے اس مین کوئی خلل نہین پڑا مگر اس سے کوئی مقدرات ان سے دور نہ ہوئی حتی کہ چوری کا الزام ان کی نسبت لگایا گیا اور بنیامین ؑ کی رحل مین صاع پائے جانے سے وہ پکڑ کر لے لیے گیے اور یعقوب ؑ پر دونی مصیبت بڑھ گئی اور سب بیٹے اس واقعہ سے اندوہناک ہوئے اور بڑا بیٹا وہین پڑا رہا اور خود حضرت یعقوب ؑ نے کہدیا تھا کہ ما اغنی عنکم من اللہ من شئی۔ پس تدبیر سے تقدیر کچھ بھی دفع نہوئی اور نہ آنحضرت ؑ نے اس کا قصد کیا تھا بلکہ علم قضاء وقدر وعلم اسباب دنیا وحکم پابندی طریقہ عالم اسباب سے انہون نے اُسکو صاف کہدیا تھا۔ لہذا اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ اور بیشک وہ علم والا تھا۔ لِمَا عَلَّمْنَاهُ اس چیز کا جو ہم نے اُس کو سکھلادی۔ خواہ وحی سے یا استدلال آثار سے اسی وجہ سے اُس نے کہدیا تھا کہ ما اغنی عنکم الخ اور اپنی تدبیر پر کچھ غرہ نہین کیا۔ یا یہ معنی ہین کہ وہ بیشک علم والا تھا بسبب اسکے کہ ہمنے اُسکو تعلیم کردیا تھا خواہ بطریق وحی یا بطریق استدلال وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ ولیکن بہتیرے آدمی یعنی مشرک وکافر لوگ۔ لَا يَعْلَمُونَ نہین جانتے ہین تقدیر کا بھید پس تدبیر پر مغرور ہوتے ہین۔ یا۔ اکثر لوگ نہین جانتے ہین اس بھید کو کہ یعقوب ؑ جانتا تھا بلکہ اُس نے عالم اسباب مین حکم وطریقہ الٰہیہ کی پابندی کی۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ اکثر الناس لا یعلمون۔ یعنی جو ہم نے تعلیم کیا اس سے علم نہین پائے کیونکہ فطرت سلیمہ پیدائشی کو بت پرستی ویہودیت ونصرانیت سے بگاڑ کر حظوظ نفس وشہوات دنیا کی طرف میل کرکے خراب کردیتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بھید تو بہت سے مسلمان نہین جانتے ہین کیونکہ اسلام توحید واعتقاد معرفت صفات باری تعالے ہے اور اس سے غافل ہین بلکہ یہ بھید بہت سے قرآن وحدیث پڑھے ہوئے نہین سمجھتے ہین کیونکہ غرض ان کی ان علوم سے ہوس دنیا اور اپنی ناموری ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ آنحضرت ؑ نے قرآن کی نسبت تاکید اور علم زائل ہوجانے سے تخویف فرمائی تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ؐ ہم پڑھینگے اور اپنی اولاد کو پڑھاوینگے ضائع نہ ہوگا تو فرمایا کہ ارے مین تو تجھے اہل مدینہ مین سے فقیہ جانتا تھا بھلا یہ یہود ونصاریٰ تھے جنکے پاس توریت وانجیل تھی پھر انکو کچھ نفع دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ افسوس کہ اسوقت اسلام مین یہی کیفیت ہے کہ علماء فقط الفاظ کیطرف متوجہ ہوگئے اور جیسے انھون نے باطن نفس کے عیوب سے غفلت کی تو اللہ تعالے نے انکو قرآن پاک کے علم وحکمت واصلی فقہ سے محروم کردیا ایک خفیف مثال یہ دیکھو کہ اتفاق فرض اور خیر خواہی فرض اور دلون مین نفاق باہم حرام اور ادنی گناہ سے کسی کو اسلام سے خارج کرنا حرام وغیبت حرام ہے پھر آمین بالجہر ورفع یدین پر یہ صورتین پیدا کرنا کسقدر فساد ہے اسی طرح علماء تقوی وتدین اپنا شعار رکھتے اور توحید کے معنے جانتے تو ہر ایک شرک سے جو اسوقت بزرگ بندون کی طرف نسبت کرکے شیطان نے انکو دھوکا دیا ہے محفوظ رہتے اور اسلام خالص توحید کا نور بلند ہوتا ولکن امر اللہ قدر مقدور اللہم اغفر لنا۔ یہی ایک احسن القصص تمام مدارج کے لیے کافی ہے ف فی العرائس قولہ وانہ لذو علم لما علمناہ الآیہ۔ حق سبحانہ تعالے نے ظاہر فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام نے جو وصیت اپنی اولاد کو فرمائی تھی کہ اس تدبیر سے ابواب متفرقہ سے داخل ہون اور یہ بھی کہدیا تھا کہ مین مقدور الٰہی تیر سے کسی تدبیر سے دور

نہین کرسکتا ہون تو یہ ہمارے نور سے دیکھ کر کہا تھا اور وہ امور قدر سے عالم اور استعمال شریعت وعقل پر مامور تھے کہ حق عز وجل کے حکم کے آگے اپنے نفس کو محتاج وعاجز رکھتے تھے لہذا اللہ تعالے نے اسکا وصف فرمایا کہ وہ ذی علم تھا اور یہ علم اس کا اپنی طرف سے نہ تھا بلکہ ہماری تعلیم سے تھا یعنی علم لدنی تھا جیسے خضر علیہ السلام کو فرمایا کہ علمناہ من لدنا علما۔ پھر علم لدنی دو قسم کا ہوتا ہے۔ اول ظاہر الغیب دوم باطن الغیب۔ پس ظاہر الغیب تو علم ہے دقائق معاملات کا اور وقائق حالات ومقامات وکرامات وفراسات کا۔ اور اس قسم مین عقل وقلب کے دخل کی گنجائش ہے۔ اور باطن الغیب چار طرح کا ہوتا ہے آول طرح علوم باطن افعال اور یہ حکمت معرفت ہے اور دوسری طرح علم صفات اور یہ معرفت خاصہ ہے تیسری طرح علم ذات اور یہ توحید وتجرید وتفرید ہے۔ چوتھی طرح علم اسرار قدم اور یہ علم فنا وبقا ہے اور یہین انوار قدر کے سر باطن پر منکشف ہوتے ہین پس علم بطون افعال وصفات مین روح کو مجال ہے اور علم ذات مین سر باطن کو مجال ہے۔ اب رہا علم دقائق معاملات سے صفائی وقت پیدا ہوتی ہے اور علم مقامات سے صحت ارادہ ولذت محبت پیدا ہوتی ہے اور علم حالات سے شوق وعشق پیدا ہوتا ہے اور علم کرامات وفراسات سے طمانینت نفس امارہ کے سبب یاد حق کی اور سکون قلب کا بوجہ نور یقین کے پیدا ہوتا ہے اور علم بطون افعال سے قدرت مین حیرت اور لطائف الفت پیدا ہوتی ہے اور علم صفات سے انس اور جذبہ جمال وخود رفتگی نشان جلال پیدا ہوتی ہے اور علم ذات سے ازل مین محویت اور ابد مین ہوشیاری پیدا ہوتی ہے۔ اور علم اسرار قدم سے علم مجہول وحکمت مجہولہ پر وقوف پیدا ہوتا ہے اور اس کی مقتضی دو حالتین ہوتی ہین ایک حالت بیہوشی اور دوم حالت افاقہ وبیداری پس حالت بیہوشی تو مقتضی ہے کہ اس علم کا عالم اس حالت مین کچھ بھید اسی علم مجہول کی زبان سے ظاہر کرے اور یہ نطق ازلیہ کا غلبہ ہے اور بیداری کی حالت مقتضی ہے کہ گونگا خاموش ہو اور بھید کھولنے مین پوری احتیاط کرے یعنی غیر سے چھپاوے اور یہ سب ہم نے ذکر کیا دو چیزون کے مکاشفہ ومشاہدہ سے متعلق ہے پس جب عالم عارف پر ابتدائے کشف کے آثار ظاہر ہوتے ہین اور مشہود مین شہود کے انوار چمکتے ہین تو اسکا سر باطن موارد صفات سے واقف ہوتا ہے اور سر السر اسکا موارد ذات سے مطلع ہوتا ہے پس سر باطن کو ہر صفت سے حق کی جانب سے بجانب حق ایک خاص راستہ معلوم ہوتا ہے اور ہر صفت کے راستہ سے جو ذوق ملتا ہے وہ دوسری صفت کے ذوق سے جدا ہوتا ہے اور سر السر کو دیدار ذات سے راہ بجانب ذات حاصل ہوتی ہے اور ایک خاص ذوق جو صفات کے ذوقون سے علحدہ ہے حاصل ہوتا ہے پس ایسا عالم عارف مع معلومات ومعروف کے خلق ربوبیت مین باقی ہوتا ہے وہی عالم ربانی ہے کما فی قولہ تعالے کونوا ربانین جیسا کہ سابق مین بیان ہوا ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ علوم پانچ طرح کے ہوتے ہین ایک وہ علم جو دنیا حاصل کرنے کے لائق ہے اقول تجارت وحرفت وصناعت و رمل وکلین وغیرہ سب اسی قسم مین داخل ہین۔ دوم وہ علم جو سلاطین کی خدمت کے لائق ہوتا ہے۔ اقول آئین وقوانین وانتظام مدن وسیاسیات اسمین داخل ہین۔ سوم وہ علم جو زینت ہوتا ہے۔ اقول منطق وفلسفہ بلکہ دنیاوی عالم جو دنیا چاہتا ہے اس مین شامل ہے۔ چہارم وہ علم جس سے زہد و عبادت ومجاہدہ مین وساوس وخطرات شیطان ونفس سے حفظ ہو۔ اقول نیک عالم عامل جو بنظر ثواب آخرت ہو اسی مین داخل ہے۔ پنجم وہ علم جو آزادی و انقطاع کے لائق ہو اور یہی سب سے اشرف واعلی ہے اقول یہی عالم ربانی ہوتا ہے اور مراد آزادی سے یہ ہے کہ ہر شخص نفس کی خواہشون واسکی مقتضیات مین علائق جسمانی سے قید ہین اس سے آزاد ہو کر خالص بندہ حق عز وجل ہو جاوین شیخ یوسف بن الحسین رح نے کہا کہ علوم مین سے وہ علم سب سے اشرف ہے جسکو بندہ اپنے مولی تبارک وتعالے سے بلا واسطہ حاصل کرے جیسے حضرت یعقوب کی نسبت فرمایا ہے ولیکن اس مین اغترارات وانخطار بہت ہین اقول یعنی بسا اوقات آدمی کو کوئی علم حاصل ہوا جسکو اس نے اللہ تعالی کی طرف سے سمجھا ولیکن یہ محض خطرہ نفس یا القاء شیطان ہے پس غرہ ہو کر فریب مین تباہ ہو گیا پس یہان خطرہ بہت ہے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے کہا کہ بسا اوقات مجھ کو علوم کشف ہوتے ہین مگر مین کسی کو قبول

نہین کرتا جب تک کہ کتاب وسنت دو گواہ اُسپر گواہی نہ دین۔ یہ قول شیخ کا دلیل ہے کہ کتاب وسنت مین جملہ علوم ہین ولیکن انکا حاصل ہونا بغیر بصیرت و ہدایت وصفائے قلب کے ممکن نہین ہے اور یہی صحیح ہے آیا یہ نہین دیکھتے کہ ابتدائی عالم رہی کہ اگرچہ ابھی فارغ التحصیل ہوا ہو بہت سے مدارک و اشارات نہین سوجھتے حتی کہ وہ کسی متقدمین عالم کے بیان سے سمجھکر تعجب کرتا ہے کہ بیشک صحیح ہے۔ مجھے نہین سوجھتا تھا اور جو اسکو سوجھتا ہے وہ ایام تحصیل کے طالب علم کو نہین سوجھتا لہذا ہر وقت محتاج ہو کر طالب رہو اور غرہ ہو کر شیطان کے پنجہ مین تباہ مت ہو واللہ تعالے ولی التوفیق القصہ

شہر مین موافق وصیت یعقوب داخل ہوئے

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور جب داخل ہوئے سب کے سب یوسف کے پاس تو اس نے جگہ دی رکھنے پاس اپنے بھائی کو کہا کہ مین تو تیرا بھائی ہون پس تو اندوہناک نہو بوجہ ان حرکتون کے جو یہ لوگ کرتے ہین۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا اور جب داخل ہوئے گیارھون آدمی یعنی دس بھائی اور گیارھوان بھائی بنیامین سب کے سب داخل ہوئے عَلٰى يُوْسُفَ حضرت یوسفؑ کے پاس دخل علیہ اسکے پاس داخل ہوا الطریق محاورہ ہے کہ دخل کے ساتھ علی حرف لاتے ہین سراج ومعالم وغیرہ مین ہے کہ بھائیون نے کہا کہ یہ ہمارا بھائی پدری ہے ہم بموجب ارشاد کے ساتھ لائے ہین۔ حضرت یوسف رح نے کہا کہ تم نے نیک کام کیا اور مین اسکے عوض تمہارا شکریہ عنقریب ادا کرونگا۔ پھر انکو اعزاز واکرام سے اُتارا اور انکی دعوت اپنے ساتھ کھانے مین کی اور چونکہ تنہا برتن ایک ایک کے لیے اچھا نہین ہے لہذا ہر دو آدمی کو اپنی اپنی پسند پر ساتھ بیٹھنے کو کہا تو یہ سب بھائی دو دو آدمی بیٹھ گئے اور بنیامین اکیلے رہے پس انکو افسوس ہوا کہ اگر میرا سگا بھائی یوسف ہوتا تو مین اُسکے ساتھ بیٹھتا پس بادشاہ نے کہا کہ تم تنہا مت رہو تم میرے ساتھ بیٹھو اور برابر شفقت سے اپنے ساتھ کھلاتے رہے اور رات مین ہر دو آدمیون کے واسطے ایک مکان دیا اور بنیامین کے لیے کھانے کے وقت کا واقعہ ذکر کر کے اپنے ساتھ لیا۔ اللہ تعالے نے کہا اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ جگہ دی اپنی جانب اپنے بھائی کو۔ یعنی اپنے ساتھ کر لیا یا ملا لیا۔ اور ہنوز ان مین سے کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ یوسف علیہ السلام ہین رات مین پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے کہا کہ بنیامین۔ فرمایا کہ بنیامین کے کچھ معنے ہین کہا کہ ہان جسکی مان مر گئی ہو۔ تو میری مان نے بچہ چھوڑ کر انتقال کیا تھا اور سب حال اپنے بھائی کا بیان کیا اور یہی وجہ ظاہر کی کہ یہ لوگ مجھ سے بے مہری کرتے ہین اور باہم زیادہ متفق ہین اور اگر میرا بھائی سگا ہوتا تو وہ مجھ سے الفت کرتا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ضبط نہ کیا اور نقاب خفاء سے ظاہر ہو کر گلے لگا لیا اور فرمایا کہ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ مین ہون تیرا بھائی یوسف فَلَا تَبْتَئِسْ پس تو غمگین مت ہو۔ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بسبب ان حرکات کے جو یہ لوگ کرتے ہین۔ ظاہرا ان ایام کی سرد مہری وایک طرح کی کشش کا اشارہ کیا۔ یا انکے سابقہ اعمال وافعال کا تذکرہ کیا اور کرم ذاتی سے اس سے چشم پوشی کا اشارہ کیا بوجہ اس انعام وفضل کے جو اللہ تعالے نے کیا تھا بعض نے کہا کہ ابھی اُنسے صرف یہی کہا تھا کہ مین بجائے تیرے یوسف کے تیرا بھائی ہون ولیکن مجھے وجہ معلوم نہوئی صحیح وہی ہے جو شیخ ابن کثیر وغیرہ جماعت نے لکھا کہ ظاہر کر دیا تھا کہ مین یوسف ہون اور اپنے پاس رکھ لینے کا طریقہ بھی بتلا دیا اور تاکید بھی کر دی کہ کسی سے اطلاع نہ دیوے۔ مترجم کہتا ہے کہ وحی الٰہی تعالے سے انکو اظہار عام کا اور والد وعیال کے بلانے کا ابھی حکم نہ ملا تھا اور اللہ تعالے کی حکمت اس مین وہ ہے جسکو وہ خوب جانتا ہے ف فی العرائس قولہ ولما دخلوا علی یوسف الآیۃ یوسف علیہ السلام کو خوف ہوا کہ اچانک بنیامین کو اطلاع دینے سے شادی مرگ کا خوف ہے لہذا بتدریج اطلاع دینے کے لیے انکو اپنے مین ملایا اور اسمین یہی

ہوا کہ ہر ایک نے اپنے پیارے بھائی کو اپنے ساتھ کر لیا اور بنیامین تنہا رہ گئے تو انکو فراق یوسف و غم والم تنہائی کی قدر ظاہر ہوئی پس اپنے ساتھ کرنے سے فی الجملہ ان کی وحشت کم ہوئی مگر خیال ہوا کہ یہی چند روزہ ہے پھر انکشاف حال سے سرور مزید ہوا۔ مسافر آدمی کی تنہائی ایک روز قبر مین ضرور ہے اور اعمال حسنہ بصورت یوسف جب اس کے انیس ہون تو قدر خوشی کا اندازہ کرنا چاہیے فافہم۔ شیخ استاد رح نے کہا حدیث محبت کی اقسام ہین۔ یعقوب علیہ السلام کو دیدار یوسفؑ کا اشتیاق ہوا تو برسون حزن و غم مین پڑے رہے اور یوسفؑ کو دیدار بنیامین کا شوق ہوا تو بہت جلد انکو نصیب کیا گیا یہی حال ہے بعض سے رفق و نرمی کا برتاؤ ہے اور بعض مبتلاے بلا رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر چشم یعقوبؑ کو فراق بنیامین سے پریشانی ہوئی تو چشم یوسف کو راحت ہوئی پھر شیخ استادؒ نے کہا کہ یہی حال آفتاب کا دیکھو کہ ایک قوم سے غروب ہوتا ہے اور دوسری قوم پر طلوع کرتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ شیخ رح کے نزدیک زمین بشکل مدور ہے ورنہ اسکی کیا صورت ہوگی کہ آفتاب ایک قوم سے غروب ہو اور دوسرون پر طلوع کرے فافہم القصہ جب بنیامین کو اس راز سے آگاہ کر دیا تو انکو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر سے آگاہ کیا اور ظاہرا وحی والہام سے اسکا پورا ہونا معلوم ہوا ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ جن مکانون مین انکو اتارا تھا ہر ایک کے پاس ضرورت و آسایش کے سامان بہم پہونچا دیے ہونگے اسطرح کہ اگر ان چیزون مین سے کوئی چیز چرانا چاہے تو ممکن ہو اسی واسطے سقایہ بنیامین کی رحل مین چوری کی صورت پر محمول ہوا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے آگے بیان فرمایا بقولہ عز وجل

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝

پھر جب پورا کر دیا انکا سامان — تو رکھدیا سقایہ — اپنے بھائی کے رحل مین — پھر آواز دی پکارنے والے نے کہ اے قافلہ والو تم — چور ہو

قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ۝ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ

کہنے لگے اور انکی طرف متوجہ ہوگئے تھے کہ تم کیا کھو یا ڈھونڈھتے ہو — بولے کہ ہم ڈھونڈھتے ہین بادشاہ کا صواع — اور جو کوئی اسکو لاوے اسکے لیے ایک اونٹ اناج ہے

وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ۝

اور مین اسکا ذمہ دار ہون — بولے کہ قسم اللہ تعالیٰ کی — تم جانتے ہو کہ ہم نہین آئے اسواسطے کہ زمین مصر مین فساد کرین اور ہم چور نہین تھے۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ علما نے کہا کہ یہان فا تعقیب کا لانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بھائی کے حاصل ہونے کے بعد ان لوگون کا زیادہ ٹھہرانا مقصود نہ تھا بخلاف سابق کے کہ اسوقت تحقیق حال کی غرض تھی لہذا اس مرتبہ جلدی سے سامان کر دیا اور بھائی سے یہ تدبیر بتلا دی کہ سقایہ تیرے کجاوہ مین رکھدیا جاویگا جس سے تجہیر چوری کا الزام عائد ہو چونکہ کوئی ضرر پہونچانا مقصود نہ تھا لہذا خود یہ پیمانہ بنیامین کے کجاوہ مین سب سے پوشیدہ رکھدیا بقولہ تعجَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ رکھدیا سقایہ اپنے بھائی کی رحل مین۔ اور قافلہ مع بنیامین کے روانہ ہو گیا کہتے ہین کہ آبادی سے باہر نکلا تھا۔ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ پھر پکارا ایک پکارنے والے نے کہ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ۔ اے قافلہ والو تم چور ہو۔ یعنے تمنے ہمارا ایک مال چرایا ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اکثرون کے قول مین سقایہ چاندی کا تھا اور بعض نے کہا کہ سونے کا تھا۔ ابن زید نے کہا کہ اسمین پانی پیا جاتا ہے ولیکن اسوقت اناج کی عزت سے اس سے ناپا جاتا تھا یہ قول ابن عباسؓ کا ہے اور مجاہد و قتادہ و ضحاک و عبد الرحمن بن زید کا ہے۔ سعید بن جبیر سے روایت کی کہ صواع الملک چاندی کا تھا اس سے پانی پیتے تھے اور جتنا تھا جتنا عرب مین مکوک ہوتا ہے اور حضرت عباسؓ کے پاس اسلام سے پہلے ایسا ہی پیالہ تھا۔ سراج مین لایا کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ زبرجد کا تھا اور ابن اسحٰق نے تاریخ مین کہا کہ چاندی کا تھا اور عکرمہ نے کہا کہ چاندی کا مرصع بجواہر تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کٹورے کو پیمانہ بنا دیا تھا تاکہ پیمانہ مختلف کر کے خیانت نہ کیجاوے

لسقی۔ پانی پینے کا برتن ۱۲

اور خود اس سے پانی پیا کرتے تھے۔ رازی رح نے تفسیر کبیر مین کہا کہ یہ بات بعید ہے کہ بادشاہ کے کٹورے کو کیال بنایا جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک بادشاہ نے منجملہ اسباب ثروت و عزت کے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا ہوگا مگر آپ چاندی کے استعمال سے کراہت کر کے اس کام مین لاتے ہونگے اور اگر بنظر عدل پانی پینے کے برتن کو کیال کیا جاوے تاکہ خیانت کو راہ نہو جائز ہے کچھ بعید نہین ہے اور حضرت یوسف پیغمبر کی بادشاہت کو دنیاوی سلطنت پر قیاس نہ کرنا چاہیے اور شاید کہ بادشاہ نے بعد ایمان کے اسکو ترک کر دیا ہو جو اس کام مین لایا گیا ہو۔ اور بعض نے بوجہ ظاہری استبعاد کے کہا کہ وہ جانورون کے پلانے کا تھا اور رازی نے کہا کہ اتنا گران قیمت جانورون کے لیے بھی بعید ہے مترجم کہتا ہے کہ بیشک۔ اور رازی رح نے کہا کہ میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ صاع ایک چیز تھی جسکی کچھ قیمت تھی مگر نہ اس حد تک جو اہل روایات قصہ نے ذکر کی ہے مترجم کہتا ہے اصلی بات تو اللہ تعالےٰ جانے لیکن کم قیمت چیز کے لیے اتنا اہتمام بھی بعید ہے اور بادشاہ کی طرف نسبت کرنا بھی مضحکہ ہے اور لکھا کہ سقایہ و صاع ایک ہی ہے مین کہتا ہون کہ صاع اگر درحقیقت پیمانہ ہی تھا تو اسکو سقایہ کیون کہا گیا ہے تو بعضون نے اسی خیال سے کہدیا کہ اسمین جانورون کو پانی پلایا جاتا تھا مگر مترجم کے نزدیک یہ البتہ مستبعد ہے کہ اسکو صواع الملک کہکر بادشاہ کیجانب نسبت کیا جاوے واضح ہو کہ زجاج رح نے کہا کہ صواع بعینہ صاع ہے اسکو مذکر و مؤنث دونون طرح بولتے ہین اور یہی سقایہ ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ جس سے پیا جاوے وہ صواع ہے اور بعض نے کہا کہ جس سے ناپا جاوے وہ صواع ہے اور یہ لفظ مفرد ہے اور جمع اسکی اصوع ہے اور کبھی صواع بھی جمع بولتے ہین اور صیعان بھی جمع لاتے ہین اور یہان آٹھ قرأت ہین از انجملہ صوع و صیاع و صاع ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بعض نے صواع کو یہان جمع سمجھکر توجیہات رکیکہ بیان کین مثلاً کئی صاع کے برابر پیمانہ تھا اسوجہ سے صواع نام ہوا مین کہتا ہون کہ دوسری قرأت صاع کی موجود ہے تو اسی پر حمل کرنا موافق باصول تفسیر ہے علاوہ برین سقایہ اتنا بڑا نہین ہوسکتا اور شاید کہ دور شراب کے لیے ہو لیکن بادشاہ کی مجلس والون کے لیے ہوگا نہ خاص بادشاہ کے لیے بہرحال اصلی مقصود یہ ہے کہ سقایہ اور صواع ایک چیز ہے اور وہ کسی قدر بیش قیمت تھا۔ اب رہا بیان دو باتون کا اول یہ کہ بنیامین کی رحل مین کس نے رکھا۔ اور اس طریقہ سے انکو سارقین کہنا روا تھا یا نہین۔ اور عیر کے کیا معنے ہین جاننا چاہیے کہ عیر کے معنے یہان قافلہ۔ اور ابو الہیثم نے کہا کہ اونٹ و گدھا و خچر جسپر لاد و سواری ہو وہ عیر ہے اور کہا کہ جس نے فقط اونٹ سے خصوصیت سمجھی اسکا قول باطل ہے مین کہتا ہون کہ لاد و سواری مین ٹٹو بھی داخل ہونگے اور شاید خاص گھوڑے نہون اور فرا نے کہا کہ اونٹ تھے اور مجاہد رح سے روایت ہے کہ گدھے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسے جانور تھے کہ عیر بولنا صحیح ہے زیادہ بحث بیکار ہے اور مراد یہان اصحاب العیر ہین جیسا آنحضرت صلعم نے کہا کہ یا خیل اللہ ارکبی یعنی اللہ تعالیٰ کے خیل سوار روانہ ہو۔ حالانکہ خیل یعنی گھوڑون سے انکے سوار مراد ہین۔ اب مقام اول مین کلام اسطرح ہے کہ ظاہر نص قرآنی تو یہ ہے کہ جعل السقایۃ فی رحل اخیہ خود حضرت یوسفؑ نے سقایہ اپنے بھائی کی رحل مین رکھا تھا۔ اور یہ امر ایسا ہے کہ اسکے جائز ہونے مین کچھ شبہہ نہین ہے اور بھائی نے باوجود علم کے اسکو رہنے دیا واپس نہ کیا تو یہ باجازت خاص تھا پس انپر بھی الزام نہین ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ جب جلدی سے ان سب کا جہاز پورا کر دیا اور انکے اونٹ اناج سے لاد دیے تو اپنے بعض فتیان یعنی غلامون یا اناج بھرنے والون و ناپنے والون کو حکم دیا کہ بنیامین کے رحل مین سقایہ رکھدے۔ اور سراج مین لکھا کہ خود رکھدیا یا بعض فتیہ کو حکم دیا کہ رکھدے۔ اور لکھا کہ روانگی کے بعد تھوڑی دیر تامل کیا پھر آدمی بھیجا کہ انکو پکارے اور ٹھہراوے۔ اب کلام امر دوم مین اسطرح ہے کہ انکو سارق کہنا جائز تھا یا نہین تو بعض نے جواب دیا کہ انھون نے بطور استفہام کے کہا ہے یعنی کیا تم چور ہو۔ اصل سوال یہان یہ ہے جو کبیر وغیرہ مین مذکور ہے کہ یہ آواز دینا بحکم آنحضرتؑ تھا یا نہین۔ اگر تھا تو انکو یہ عیب لگانا آنحضرتؑ کی شان کے لائق نہین اور اگر نہ تھا تو انکی جرأت ظاہر کر دینی چاہیے تھی اور جواب اسکا کئی طور پر دیا گیا۔ اول آنکہ جب آنحضرتؑ نے اپنے بھائی سے کہا کہ تمکو جدا نہ کرونگا اور ابھی یہ بھید بھی ظاہر نہوگا تو اس کی تدبیر کرنی چاہیے اسطرح کہ تجھکو ایسی چوری کی جانب

نسبت کیجاوے جوظاہر حال مین تیرے اوپر عائد ہوا اور درحقیقت تو اس سے بری ہو۔ بنیامین نے رضامندی ظاہر کی تو اب یہ گناہ نہوا۔ اقول منادی نے سب کو سارق کہا ہو تو شاید بیا جازت آنحضرت نہو۔ دوم جواب یہ کہ انکو سارقین کہا اور یہ صاف نہین کہا کہ کس چیز کے سارق ہو اور غرض یہ کہ چوری سے تم نے باپ سے خفیہ یوسف کو بیچ ڈالا پس بطور تعریض کے یہ لفظ کہا اقول اس صورت مین سارق سے اصطلاحی چور کے معنے نہین لیے بلکہ خفیہ چوری چوری حرکت کرنے والے مراد لیے کیونکہ حضرت یوسف مال نہ تھے جنکا چرانا متحقق ہو علاوہ اسکے باپ کے پاس سے چرا کر نہ لائے تھے سوم یہ کہ منادی نے بطریق استفہام انکو چور کہا تو یہ کذب یا بہتان نہین ہی۔ رازی نے کہا کہ اقرب نظاہر حال یہ ہو کہ ان لوگون نے اپنی طرف سے ان لوگون کو چور کہا ہو مترجم کہتا ہو کہ درحقیقت تو اہل علم کے نزدیک یہان کوئی تردد نہین ہو ولیکن عوام کو اصلی حقائق تک نظر نہین اور نہ انکو ایسا بھید ظاہر کرنا علمار ربانی جائز رکھتے ہین لہذا ان ادہام کو حل کرنا ایسے طریقہ سے کہ عوام کی سمجھ مین آجاوے مناسب ہی تو مترجم ان علمار کے اقوال و انکے اشارات سے استنباط کر کے ملخص لکھے دیتا ہے جہان تک کہ اسکی نظر کام کرتی ہو اور تحقیقی علم تو اللہ تعہ کو ہو اور اسکی تعلیم سے علمائے ربانی کو ہو واضح ہو کہ سقایہ آنحضرت نے باجازت و رضامندی و مشورت خاص کے بدون کسی کی اطلاع کے بنیامین کے کجاوہ اور بار مین رکھدیا پھر جب قافلہ روانہ ہوا کچھ دور گیا ہوگا کہ یہان کار پردازان انبارخانہ کی خود خبر گیری سے یا آنحضرت کے اشارہ سے صواع کی تلاش ہوئی۔ یہ لوگ تلاش کر کے آخر اسی بات پر جمے کہ قافلہ والون کی حرکت ہو وہ لوگ غریب ہین اور یہ صواع بیش قیمت ہو انھون نے لالچ مین اسکو چرایا ہو خواہ سب نے مشورہ سے یا انہین سے بعض نے مگر باہمی رفاقت بلکہ قرابت سے سب ہی کی جانب احتمال ہوا اور ممکن ہو کہ اسی حیلہ کی وجہ سے آنحضرت نے اپنا سقایہ خاصکر ان لوگون نے احمال بھرنے کے لیے دیدیا ہو پس روانگی کے پیچھے کارپردازون کا افسر مع چند آدمیون کے دوڑا گیا اور شاید کہ آنحضرت نے کہا ہو کہ انھین قافلہ والون مین سے کسی کے پاس ہوگا اور یہ نہین ہو کہ خود آدمی بھیجکر آواز دلوائی ہو۔ پس منادی نے جاکر آواز دی کہ ٹھہر والے قافلہ والو تم چور ہو یعنی چور معلوم ہوتے ہو کیونکہ اسکو کسی طرف احتمال نہ رہا تھا سوائے انکی جانب کے اور قرآن مجید مین کوئی حرف ایسا نہین ہو جس سے یہ ثابت ہو کہ آنحضرت کے حکم سے منادی نے انکو پکارا اور یہ الفاظ کہے ہین بلکہ صرف یہ ہو کہ آنحضرت نے سقایہ اپنے بھائی کی رحل مین رکھدیا پھر مذکور نہین کہ قافلہ اس سے کتنی دیر بعد روانہ ہوا اور کب تلاش کرنے والون کو اطلاع ہوئی بلکہ قولہ ثم اذن موذن۔ مذکور ہو جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ رحل مین رکھدینے کے بعد کسی وقت پکارنے کا واقعہ ہوا ہو اور روانگی قافلہ یہان قرینہ سے سمجھا جاتا ہو حتی کہ بعض اہل قصہ نے ذکر کیا کہ قافلہ ایک منزل نکل گیا تھا اور نظم جواہر قرآنی سے یہ بھی ثابت نہین ہوتا کہ روانہ ہوگیا تھا بلکہ احتمال ہو کہ شاید قافلہ کی صورت مجتمع ہو گئی ہو اور مقام فرودسے علحدہ ہو پس منادی نے جب انھین پر شبہہ قوی کر لیا تو ان کو اسطرح پکارا کہ بیشک تم چور ہو اور یہ بول چال ہو شاید یہ مراد ہو کہ تھین اس برتن کے چور معلوم ہوتے ہو کیونکہ ہنوز تحقیقات نہین ہوئی تھی بمعالم و سراج وغیرہ مین لایا کہ منادی نے قریب پہونچکر ملامت کرنی شروع کی کہ ہم نے تو بادشاہ کی توجہ سے تمھاری بہت خدمت و مدارات کی اور تمھارے سامان ولداوے کو درست کردیا اور تمھاری وہ خاطر کی جو اورون کی نہین کرتے تھے۔ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ کہنے لگے یہ قافلہ والے درحالیکہ متوجہ ہو گئے تھے پکارنے والے و اسکے ساتھیون کیطرف کہ تم نے کیا گم کیا جسکو ڈھونڈھتے ہو۔ کیا چیز گم ہو جسکے چرانے کا ہماری جانب احتمال ہے اور انکی طرف متوجہ ہونے سے شاید یہ مراد ہو کہ ٹھہر کر انکی طرف منہ کیا اور شاید کہ مڑکر انکی جانب آنے لگے یہی مناسب و ٹھیک معلوم ہوتا ہے پس جب آدمیون نے انھون نے دریافت کیا تو قَالُوْا موذن و انکے ساتھیون نے کہا کہ۔ نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ صواع بادشاہی ہم سے گم ہوا اسکی ہم تلاش کرتے ہین۔ بادشاہ کی جانب صواع کی نسبت کرنے سے اپنا اضطراب و تلاش کا اہتمام ظاہر کیا اور ہر طرح سے ملجانے کی کوشش کی چنانچہ قافلہ والون سے کہا کہ۔ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ اور جو کوئی اس صواع یعنی سقایہ کو لاوے حِمْلُ بَعِيْرٍ اسکے لیے ایک اونٹ بھر اناج ہے

یعنی جو کوئی اسکو تلاش کر کے یا جسکے پاس ہو اسکو دیدے تو اسکو ایک اونٹ بھر اناج دیا جاویگا جیسے ان لوگون کو وعدہ دیا کرتے ہین جنپر چوری کا احتمال ہوتا ہو۔ اور غالبًا یہ وعدہ اسوجہ سے دیا ہو کہ احتمال ہو کہ ان لوگون نے اسکو کہین رکھدیا یا کسی کے حوالہ کر دیا یا ضائع کرنے کی غرض سے کہین پھینک دیا ہو اور شاید کہ وعدہ دینا باجازت بادشاہی ہو یا اس سردار نے بخوف اپنی ذمہ داری کے اپنے پاس سے یہ تاوان اٹھانا منظور کیا ہو اور اول کا قرینہ یہ ہے کہ اسنے کہا کہ وَاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ اور مین اس اونٹ بھر اناج ملنے کا زعیم یعنی کفیل ہون جو لاوے اس کو مین ادا کرونگا پس ممکن ہو کہ مثل خیالات عام کے اسنے خود وعدہ کیا اور خود ہی اسکے پورا ہونے کا ذمہ دار ہوا۔ اور مترجم کہتا ہو کہ شاید اس نے صواع کی نسبت اپنی ذمہ داری کا ذکر کیا اور ضمیر بہ۔ راجع بصواع ہو یعنے حال یہ ہو کہ مین اس صواع کی ضمانت مین ماخوذ ہون اسی واسطے موذن کا لفظ واحد تھا پھر علیہم و قالوا کے ضمائر جمع ہین بشمول ان لوگون کے جو سردار مذکور کے ساتھ تھے پھر ضمانت کرنے مین اسکو تنہا کر دیا کیونکہ سردار اس کا ضامن ہو۔ اور شاید کہ یہ ٹھیک شرع پر گفتگو ہو لہذا بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ اس قول مین دلیل ہو کہ کام کا جعل دینا اور جعل کی ضمانت کرنا کام پورا ہونے سے پہلے جائز ہو مترجم کہتا ہو کہ مطلب یہ ہو کہ ضمانت تو حق واجبی کی ہوتی ہو اور ہنوز کام پورا نہین تو جعل واجب نہین ہوا تو ضمانت نہونی چاہیے ولیکن یہان نص سے ثابت ہوا کہ جائز ہو بسراج مین لایا کہ مجاہد رہ نے کہا کہ یہ زعیم وہی ہو جسنے آواز دی تھی اور زعیم کے معنے کفیل ہین اور لکھا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہو کہ کفالت انکی شرع مین جائز تھی اور معالم وغیرہ مین کہا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ الزعیم غارم یعنی جو کوئی کفالت کر لے وہ تاوان بھرنے کا ذمہ دار ہو مسئلہ جوبات سابق امتون مین مشروع تھی جب ہماری شرع مین اسکا مقرر رکھنا وارد ہو تو کیا وہ ہمارے واسطے شرع ہوگی یا نہوگی تو سراج مین لکھا کہ اس مین اختلاف ہو اور قوی یہ ہو کہ ہماری شرع نہوگی بمترجم کہتا ہو کہ۔ یہ سہو ہو اور صحیح مسئلہ یہ ہو کہ جوبات کہ اگلی امت مین شرع تھی اگر ہماری شرع مین اسکو مقرر رکھا گیا تو ہمارے واسطے بسبب تقریر شارع کے خواہ وہی شرع ہو جیسا کہ بعض کا قول ہو یا جدید مستقل طور پر شرع ہو جیسا کہ بعض دیگر کا قول ہو اور مثال اسکی قصاص ہاتھ پاؤن دانت کان آنکھ ناک ہو کیونکہ نص اسپر قولہ تعہ کتبنا علی بنی اسرائیل ان النفس بالنفس الآیہ ہو اور دلالت آیت اور صحاح احادیث سے ہمپر مقرر ہوئی تو ہماری شرع بھی یہی ہو۔ اور اگر ہماری شرع مین اسکی تقریر نہ کی گئی تو اسمین اختلاف ہو اور راجح یہی ہو کہ وہ ہمارے واسطے شرع نہوگی۔ یہان تفسیر کبیر وغیرہ مین ایک سوال مذکور ہو کہ یہ کفالت کیونکر صحیح ہوگی حالانکہ چور سزا کا مستحق ہو نہ اس عوض کا۔ اور جواب دیا گیا کہ وے لوگ درحقیقت چور نہ تھے بلکہ یہ صورت گویا گم شدہ چیز کے واپس لانے کی ہو تو جعل کے مستحق ہوئے یا جواب یہ ہے کہ ایسی کفالت اسوقت مین جائز ہو اور مترجم کہتا ہو کہ یہ کچھ نہین ہو اور صحیح جواب یہ ہو کہ اسنے یہ نہین کہا کہ چور اگر واپس دیوے تو اسکو بقدر انعام دیا جائیگا بلکہ اسنے یہ کہا کہ جو کوئی اسکو لا دیوے تو یہ شخص گم شدہ چیز کا لا دینے والا ہوا چنانچہ جب ایسے شخص سے وعدہ کرتے ہین جسپر چوری کا احتمال ہو تو اسکو چور کی حیثیت سے انعام دینے کا وعدہ نہین ہوتا ہو اسی واسطے جب چور پر چوری ثابت ہو جاوے تو کچھ نہین پاتا ہو۔ اور یہ اور زیادہ لبعید ہو کہ اسوقت مین ایسی کفالت چور کے حق مین جائز ہو اور یہ گفتگو جس عرف پر مبنی ہے وہ ابتک شائع ہو فافہم واللہ تعہ اعلم بالصواب۔ القصہ منادی انکو ساتھ لیے ہوئے شہر مین واپس آیا اور تحقیقات کے لیے بادشاہی حضوری مین پیش کیا اور اہل قافلہ نے جواب مین ان لوگون سے کہا کہ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ قسم اللہ تعالے کی بیشک تم جان چکے ہو بسبب تجربہ ہماری امانت و دیانت کے و بقرائن احوال کہ۔ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ ہم نہین آئے ہین اس غرض سے کہ فساد پھیلاوین زمین مین یعنی ملک مصر مین۔ بلکہ فقط تنگی قحط کی وجہ سے صلاحیت کے ساتھ اناج لینے کو آئے ہین۔ اور جو تم نے ہم کو سارقین کہا یعنی یہ عیب ہمارے واسطے ایک وصف مذموم کی طرح ثابت کر دیا اور کہا کہ تم سارقین ہو تو۔ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ اور ہم کبھی چور نہ تھے تو یہ وصف تو اسی کے واسطے ہو سکتا ہے جسکی عادت ہو گئی ہو حالانکہ ہمنے ایک مرتبہ بھی چوری نہین کی ہے۔ بعض نے روایت کی کہ انھون نے مصر مین داخل

ہوتے وقت اپنے جانورون کے منہ مین توبڑے دیدیے تھے تا کسی کے کھیتی مین منہ نہ ڈالین بعض نے کہا کہ بضاعت جو انکے رحال مین رکھ دی گئی تھی واپس کردی بعض نے کہا کہ مشہور تھے کہ ناحق یا صدقہ کوئی چیز نہین لیتے ہین رازی وغیرہ نے کہا کہ یہ روایات معلوم نہین کس قسم کی ہین اور صدقہ کی حرمت فقط مخصوص بسرور عالم سید اولاد آدم محمد مصطفےٰ اور آپ کی آل طاہرین کیواسطے ہی چنانچہ توریت وغیرہ مین آپ کی یہ پہچان مذکور ہے پس روایت کا بے اعتبار ہونا اس سے ظاہر ہی اور مقصود ایسے کلام سے تاکید برائت ہوا کرتی ہی ف فی العرائس قولہ فلما جہزہم بجہازہم جعل السقایۃ فی رحل اخیہ شیخ نے اس آیت کے اشارات مین سے بعض لطائف کا ذکر کیا کہ حق تعالے نے اپنے لطف سے برادران یوسفؑ پر بھی اس واقعہ مین بعضی ایسی باتین طاری کردین جس سے کسی قدر وہ ظلم انپر سے کم ہو جسکے وہ تفریق یوسفؑ کیوقت مرتکب ہوئے تھے یعنی وہ بھی اس واقعہ مین چور بنائے گئے اور خفیف ہوئے۔ پھر اس بات مین یوسفؑ بھی بھائیون کے ساتھ شریک کیے گیے کہ باپ سے ایک اولاد جدا کردین کیونکہ بدون کسی اطلاع کے بنیامینؑ کو گرفتار کرکے رکھ لیا اور مترجم کہتا ہی کہ شاید بنیامینؑ بھی باختیار خود شریک ہوئے کیونکہ یہ ظاہر تھا کہ انکی جدائی سے حضرتؑ کو ملال ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ اسوقت مین جبکہ بنیامین پاس آگیا تھا کیا وجہ ہوئی کہ اس راز سے حضرت یعقوبؑ کو آگاہ نہ کیا تاکہ انکو اسلحہ بھر بھی ملال نہوتا بلکہ نہایت خوشی ہوتی پھر مترجم کہتا ہی کہ حکمت بالغہ آلہیہ کے اسرار ایسے نہین ہین کہ عوام انکو ادراک کرین اور بعضے حالات سے خواص بشر بھی محجوب ہو جاتے ہین جیسے قصہ خضر و موسیٰؑ مین کہ موسیٰ باہمہ نور و نظر رشد از ان محجوب تو بی پیر پیر۔ اور کیا کوئی شخص اس مقام پر غلطی سے یہ کہ سکتا ہی کہ حقوق والدین ایذا ہی وقد قدر رسول اللہ صلعم من الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین فلما سلبوا یوسف عن کنفہ آوذا ابا ہم ایذا عمی فیہ ولما سلب یوسف بنیامین عنہ آذاہ مع قدرتہ علی تقریر عینہ بالوصال فہذا العقوق پس کلام کو یہان تنگی ہی اور اخلاص کے لیے مقرب بندے حق عز وجل نے پیدا فرمائے ہین وقد قال تعٰ ان کان آباؤکم وابناؤکم الآیۃ اور سلیم فطرت وعرفان نظر محض رضائے حق عز وجل ہی اور بندہ رسول محض وحی آلہی تعٰ سے کام کرتا ہی اور بندگان امت باتباع شریعت اپنے نفوس کو رذائل اخلاق سے پاکیزہ کرتے ہین اور ان دونون کے درمیان ہفتاد سالہ راہ ہی اور یہ تو وہ وقت ہی کہ حق عز وجل نے صم وبکم ملوک الارض کردیے ہین اور دنیا انکے واسطے سہل و آسان کردی گئی ہی اور انمین کوئی نہین کہ جسکو نورانی عقل تک رسائی ہو لیکن اہل توحید بھی گنتی کے ہین واللہ السلام شیخ نے کہا کہ یہان ایک لطیف اشارہ اور ہی کہ اللہ تعٰ نے جسکو ازل مین اپنی محبت و معرفت و مشاہدہ کے لیے پسند کرلیا ہی اور خطاب ارواح مین اسکو قبولیت جواب سے سرفراز کیا ہی اسیر دو جہان کی ملامت آسان کردی ہی اور مراد ملامت سے یہان یہ ہی کہ اتباع حق تعٰ مین دنیا سے بیکار و مجنون و حقیر و فقیر وغیرہ بہت سے الفاظ اسکی نسبت مستعمل ہوتے ہین اور مبدا انکی تحریک کا شیطان بزبان انسان ہی پس وہ ایسی ملامت کو بخوشی خاطر نہین بلکہ برضائے حق عز وجل برداشت کرتا ہی کیونکہ ان لوگون مین خاطر کی خوشی خلاف اخلاص ہی پس دیکھو کہ آدم کو برگزیدہ کیا پھر تحمل امانت مین اسکو ظلوم جہول قرار دیا اور کس خوشی کے ساتھ یہ خطاب عالی برداشت ہوا پھر اسکی خواہش کو درخت کا پھل کھانے پر جوش دیا اور اُسنے کھایا تب بقولہ عصےٰ آدم ربہ فغوی کا خطاب دیا اور یہ درحقیقت اکرام ہی بخلاف فرعون کے کہ اسکو ناکسان دنیا مین ربکم الاعلیٰ سے مشہور و معروف کردیا اور یہ قہر و ذلت ہی چنانچہ کس خواری سے ہلاک کیا۔ دیکھو یوسفؑ نے بنیامینؑ کو کشف جمال وصال سے اپنے ساتھ منضم کیا پھر سارق کے خطاب کے بعد اپنے ساتھ باقی رکھا۔ قولہ ایتہا العیر انکم لسارقون تمنے امانت مین سرقہ کیا اور حقوق اُخوت کو ضائع اور باپ و بھائی کے ساتھ جو کیا تو اسکے بعد صلاحیت ضائع ہوئی تو جملہ اسکے اضداد سے اتصاف ہو سکتا ہے کیونکہ جسنے حقوق خالق مین خیانت کی اسکا دیانت مخلوق کا دعوی غیر مسلم ہی جعفرؒ نے کہا کہ لسارقون پر عنایت ان وقائع سابقہ کی ہے جو درباره یوسف اُنسے سرزد ہوئے یعنی جو تمنے اپنے باپ سے درباره یوسفؑ کیا ہی وہ خیانت لازمہ ہی کہ تم سارق سے متصف ہوئے بعض نے کہا کہ تمنے عقوق والد مین خیانت کی کہ درجہ عقوق تک یہ فعل ہو گیا علی بن موسیٰ الرضا عن ابیہ عن جعفر الصادقؒ جسنے اپنے قلب کو اپنے رب سے چرایا وہ قیامت مین یا سارق

کہکر پکارا جائیگا اور ہر چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہی پس انقطاع یمین اسکے حق مین لازم ہی اور وصل سکا یسار سے رہیگا اور اصحاب یمین اصحاب جنت ہین اور اصحاب شمال اہل النار ہین اور جو شخص کہ وصال کے لائق نہو وہ جو نیکی کرے گناہ ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ معرفت بہت نفیس ہی کہ جسنے ایمان ترک کیا وہ اسکی ہر نیکی معصیت ہی اور جو قانون بحکمہ آلہی نہو وہ ظلم ہی۔ اُستادؒ نے کہا کہ بنیامین نے جو آرزوے وصال پائی اسکے مقابلہ مین ہر ملامت انکو خوشگوار آئی اور ہر ملامت ایک زبد البحر ہی جسکو مثل دنیا کے فنا موجود اور ہر نکوئی آب بحر ہی کہ ہر ملامت کا وجود اس مین معدوم اور جواہر وصال موجود والسلام۔ القصہ جب پکارنے والے اور اسکے ساتھیون نے انکو ہر طرح کا وعدہ دیا اور کفالت کی مگر انھون نے کوئی اقرار نہ کیا اور تہدید و ملامت کی اور انکی طرف سے کوئی جواب نہ ملا سوائے اسکے کہ تم خود جانتے ہو کہ ہم اہل صلاح و تقوی ہین اور ہم سارق و مفسد نہین ہین تو انھونے فیصلہ چاہا کما قال تعٰ

قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِن كُنتُمْ كَاذِبِينَ ۝ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَن وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ ۚ

بولے پھر کیا سزا ہی اسکی اگر تم جھوٹے ہو کہنے لگے اسکی سزا یہ کہ جسکے بوجھ مین پائے جاوے وہی اسکے بدلہ مین

كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِن وِعَاءِ

ہم یہی سزا دیتے ہین گنہگارون کو پھر شروع کیا یوسف نے انکی خرجیان دیکھنی پہلے بھائی کی خرجی سے پیچھے وہ باسن نکالا خرجی سے اپنے

أَخِيهِ ۚ كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ ۖ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ نَرْفَعُ

بھائی کی یون داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو ہرگز نہ لے سکتا اپنے بھائی کو نعماف مین اس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ہم

دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝

درجے بلند کرتے ہین جسکو چاہین اور ہر خبر والے سے اوپر ہے ایک خبر دار

قَالُوا منادی واسکے ساتھی بولے کہ۔ فَمَا جَزَاؤُهُ تو کیا سزا ہوگی اس کی یعنے چور کی یا چوری کی۔ اِن كُنتُمْ كَاذِبِينَ اگر تم جھوٹے نکلو یہ تہدید ہی کہ دیدو تو انعام پاؤگے اور اگر نہ دوگے اور جھوٹ ثابت ہوا تو سزا پاؤگے اور انھین سے پوچھا کہ کیا سزا ہوگی قَالُوا۔ کہنے لگے جَزَاؤُهُ مَن وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ کہ سزا اسکی وہ شخص ہے جسکے رحل مین پایا جاوے۔ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ۔ یون ہی ہم ظالمون کو سزا دیتے ہین یعنی ہمارا طریقہ سزا کا یہ ہی کہ چور کو اسکے حوالہ کرتے ہین جسکا مال چرایا وہ اُس سے ایک سال تک غلامی کی خدمت لیتا ہی۔ اس سے اپنی شریعت کی سختی بھی چور کے حق مین بیان کردی اور دلیری سے اظہار کیا کہ ہم اُس سے بری ہین۔ الغرض جب منادی واسکے ساتھیون کو وہ صاع نہ ملا اور وے مجبور ہوے تو مقدمہ بادشاہ کی حضور مین پیش کیا حضرت یوسفؑ نے حکم دیا کہ تفتیش کیجاوے فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ پس حکم دیا کہ ان لوگون کو کھولو جو سوائے بنیامین کے دوسرون کی تھین پس ہر ایک گون کی تفتیش کی اور اسپر تھکتے گئے کہ یہی ہی یہانتک کہ گیارون گون حضرت بنیامین کی کھولی ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِن وِعَاءِ أَخِيهِ پھر نکالدیا سقایہ کو یا صاع کو اپنے بھائی کی گون سے پہلے انکی تھیلی دیکھنی کھولنے سے یہ انتظام تھا کہ کوئی شبہ پیدا نہو۔ اور بیضاویؒ نے یہ کام موذن کا قرار دیا یعنے موذن نے وہین تفتیش شروع کردی پھر صاع کو ڈھونڈھ نکالا حضرت یوسفؑ کے بھائی کی گون مین سے ولیکن اول اولی ہی کیونکہ یہ مقدمہ بحکم حاکم ہونا چاہیے۔ القصہ جب بنیامین کے باردان مین سے صاع برآمد ہوا تو بھائیون نے شرم و حیا سے سر نیچے کرلیے اور بنیامین کو ملامت کرنی شروع کی۔ آخر جو سزا انھون نے اقرار کی تھی وہ انپر لازم کی گئی اور بنیامین انسے لے لیے گئے۔ اور یہ حسن توفیق آلہی تھی کہ جو مراد یوسفؑ کی تھی وہ اس تدبیر سے خود بخود پوری ہو گئی اور معنے تقدیر کے یہی ہوتے ہین کہ جو اللہ تعالے نے مقدر فرمایا وہی تدبیر کا نتیجہ نکلتا چلا آتا ہی حتی کہ مخالف و برعکس تدبیر سے بھی وہی نتیجہ نکلتا ہی قال تعٰ

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ یون ہی تدبیر وحیلہ کو ہمنے یوسف کیواسطے پورا کردیا۔ اور کید کا لفظ مخلوق اپنے افعال وحرکات مین مکر وحیلہ کے معنے مین استعمال کرتے ہین کیونکہ ان مین خود مختاری نہین ہے تو وہ لوگ جس سے کید وحیلہ کرتے ہین اسکو ایسی حرکات مین ڈالتے ہین کہ انجام کو وہ ایسے امر مکروہ مین پڑجاتا ہے جس سے نکلنا دشوار ہو یا اور حق تعالے عزوجل قادر مختار ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے تو اس کا فعل ہر حال مین یکسان ہی حتی کہ مثلاً زید کو پیدا کیا اور وہ بڑا ہوا تو مفلسی وتنگی وتکلیف مین بسر کرنے لگا تو وہ کہے حق تعالے نے میرے ساتھ کید وحیلہ کیا ولیکن محض غلط ہی اسی طرح بیان جو نتیجہ یوسفؑ کی تدبیر کا نکلا وہ اللہ تعالے کے پورا کردینے سے ہوا اور یہ دلیل ہی کہ مخلوق کے جملہ افعال اللہ تعالے کی مخلوق ہین ابن اعرابی رحہ نے کہا کہ کید کے معنے تدبیر کرنا خواہ کسی حق بات کی ہو یا باطل مقصد کی ہو اور یہان حضرت یوسفؑ نے جو تدبیر کی وہ مقصود حق کی تھی اور اصل اس تدبیر مین فقط دو باتین تھین ایک تو صاع کو بھائی کے رحال مین رکھدیا اور دوم چور کی سزا انکے اقرار سے قرار دی اور چونکہ سارق کا الزام ان لوگون پر نہوا کیونکہ انکی رحال پر برأت لکھدی اور بنیامینؑ پر یہ الزام رکھا جسنے خود رضامندی کرلی تھی تو کوئی معصیت نہین ہی۔ اور سراج وغیرہ مین لایا کہ کید مخلوق کی جانب سے حیلہ ہوتا ہے اور اللہ تعالے کیطرف سے تدبیر حق ہوتی ہی پس کید سے مراد یہان یہ ہی کہ اللہ تعہ نے یوسفؑ کے دل مین یہ تدبیر ڈالی اور برادران یوسفؑ کے دل مین یہ اقرار کہ جسکی رحل مین یہ صاع پایا جاوے اسکو یہ سزا دیجاوے کہ وہ گرفتار کرکے غلام بنایا جاوے پس جو مراد حضرت یوسفؑ کی تھی کہ ابھی یہ معاملہ ظاہر نہو کر بنیامینؑ میرے پاس رہے بدون ایسے امر کے کہ خواہ مخواہ بغیر حیلہ ان لانے والون سے لے لیا جاوے۔ اور اسمین یہ بھی دلیل ہی کہ بغیر کسی غیر کا حق ضائع کرنے کے آدمی کو روا ہی کہ حیلہ کرے اور جیسے حقوق شرع مین حیلہ جائز ہی ان حقوق مین بھی جائز ہی جو آدمی کے اورون پر ہون بغیر اسکے کہ اورون کے حقوق ضائع ہون یا انمین ظلم واقع ہو۔ واضح ہو کہ چوری کی سزا شریعت ابراہیم مین یہ تھی جو برادران یوسفؑ نے بیان کی اور بادشاہ مصر کے قانون مین یہ سزا تھی کہ چور کو بید سے مارا جاوے اور جو چیز چرائی تھی اُسکی دوچند قیمت تاوان بھرے پس اگر برادران یوسفؑ یہ اقرار اپنے اوپر لازم نکرتے جب منادی وغیرہ نے پوچھا تھا کہ اچھا اگر تم جھوٹے نکلو گے تو تمھاری کیا سزا ہی تو بادشاہ مصر کے قانون پر آنحضرت بنیامینؑ کو نہین لے سکتے تھے کما قال تعالے۔ مَا كَانَ۔ نہ تھے یوسفؑ کہ۔ لِيَأْخُذَ اَخَاهُ لے لیتے اپنے بھائی کو۔ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ بادشاہ مصر کے دین مین یعنی اس کے قانون کے موافق کیونکہ دین برتاؤ کو کہتے ہین مثل مشہور ہے کہ کما تدین تدان جیسے تو کرے ویسا پاوے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے عزوجل بالکل تمام مخلوق کا مالک ہی جو چاہے کرے یہان فرمایا کہ یوسفؑ نہین لے سکتا تھا اسکو دین ملک پر۔ تو جواب یہ کہ ہان یوسفؑ کو اختیار نہ تھا کیونکہ انپر شریعت کی پابندی لازم تھی اور اللہ تعالے مالک خالق ہے وہ جسطرح چاہے کرے اُسپر کوئی شریعت تو ہو نہین سکتی اسواسطے اُسنے اپنی ذات پاک کا استثنا فرمایا بقولہ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۤءَ اللّٰهُ لیکن اس صورت مین لے سکتا تھا کہ اللہ تعہ چاہے یعنی اللہ تعالے وحی سے اجازت فرماتا تو ہر طرح لے سکتے تھے بعض نے کہا کہ یہ استثنا منقطع ہی لیکن اللہ تعہ کی مشیت تھی کہ سوائے دین بادشاہ مصر کے دوسرے دین یعنی شرع آل یعقوبؑ پر اسکو لیا اور یہ حیلہ علم الہامی وتعلیمی سے انکو حاصل ہوا تھا قال تعہ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۤءُ بلند کردیتے ہین ہم درجات جسکے ہم چاہتے ہین یعنی علم سے بندون کے درجات بلند ہوتے ہین تو جسکو ہم چاہتے ہین اُسکو علم معرفت دیتے ہین۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۔ اور ہر ذی علم کے اوپر ایک علم والا ہے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ آدمی کو شرف علم سے ہوتا ہے اور مال ایک فانی چیز ہے اور علم باقی ہے جو زائل نہین ہوتا اور مال سے تن کی پرورش ہی اور علم سے روح کی پس جو فرق کہ تن اور روح مین ہی وہی مال وعلم مین ہی اور آیت مین دلیل ہی کہ برادران یوسفؑ بھی علم والے تھے چنانچہ مسئلہ سزائے سارق انھون نے شروع بیان کیا ولیکن یوسفؑ انسے بڑھکر عالم تھے اسی واسطے ان سب سے انکی بزرگی زائد تھی اور معلوم ہوا کہ ایک درجہ نہین ہاں۔ بدرجات انکی بزرگی بڑھی ہوئی تھی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ہر عالم کے اوپر عالم ہوتا ہے یہانتک کہ انتہا اللہ تعہ پر ہوتی ہی

پس وہی سب مخلوق پر عالم ہی اور اسی کے علم سے مخلوق کا علم مخلوق ہے اور مترجم نے سابق تفصیل سے توضیح کردی ہی کہ علم آلہی کا قیاس ہمارے علوم پر نہین ہی پس جو بات کہ علم آلہی تعالے سے بندے کو ظاہر ہو جیسے نصوص قرآنی واحادیث رسول اللہ صلعم تو وہ علوم قطعیہ ہین اگر بندے کی سمجھ مین نہ آوین تو قطعی اسکی سمجھ کا قصور ہی اور ماسوائے ان علوم کے تفاضل جاری ہے۔ ابن الانباری رحہ نے کہا کہ عالم پر واجب ہے کہ اپنے نفس کو جہالت کی طرف منسوب کرتا رہے اور رب عزوجل کے علم کے سامنے عاجز وذلیل بنا رہے اور ہمیشہ خوض کرے کہ علوم حاصل ہون اور بڑا درجہ اپنے حق مین نہ سمجھے کیونکہ عالم کوئی نہین جس سے بڑھکر عالم نہو کیونکہ مخلوق آلہی سبحانہ تعہ حصر سے خارج ہی اور سعید بن جبیر رحہ سے روایت ہی کہ ہم لوگ ابن عباسؓ کے پاس حاضر تھے انھون نے عجیب نکتہ بیان کیا تو ایک آدمی نے کہا کہ سبحان اللہ فوق کل ذی علم علیم۔ تو ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ یہ اُس سے زیادہ علم والا ہوتا ہی اور اس سے وہ زیادہ علم والا ہوتا ہی اور اللہ تعہ سب عالمون سے بالاتر ہی۔ کذا ذکرہ الحافظ ابن کثیر ایسا ہی عکرمہ رحہ نے کہا ہی کہ۔ قتادہ نے کہا کہ ہر ذی علم پر علیم ہوتا ہی۔ یہان تک کہ اللہ تعہ پر منتہی ہی اسی سے شروع ہوا اور اسی کی طرف عود کریگا اور اسی سے علما نے سیکھا ہی حدیث صحیح مین آیا ہی کہ اللہ تعہ علم کو تمسے اسطرح نہ اٹھاویگا کہ سینون سے سلب کرلے بلکہ علماء کو وفات دیدیگا پس علم اٹھالیگا پس جب کوئی عالم نہ رہیگا تو لوگ جاہلون کو اپنا سردار بناوینگے جو انکو فتوے دینگے یعنی ایسے حکم بناوینگے کہ خود گمراہ اور دوسرون کو گمراہ کرینگے مترجم کہتا ہی کہ اہل اسلام کی حالت پر افسوس کا زمانہ ہی کہ امانت عظمی ضائع کی گئی اور لوگون نے ایسے آدمیون کو اپنا عالم بنایا جو شریعت سے ناواقف ہین اسرار شریعت سے واقف ہونے کا ذکر نہین اور بالکل انکی مشابہت علماء یہود کے مانند ہی یا ایسے درویش اپنے سردار بنائے جو راہب نصارے کے مثل ہین اور توحید واس کے انوار سے بالکل محروم ہوگئے اللّٰھم اھدنا الصراط القویم وانت الھادی انت ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ تعہ کذالک کدنا لیوسف۔ اللہ تعالے سبحانہ جب کسی کو نبوت کے لیے خاص فرماتا ہے یا کسی متبع نبوت کو ولایت کے لیے مخصوص کرتا ہی تو صفات پاک کے انوار سے اُسکو لباس بتدریج عطا فرماتا ہی اور حالات واطوار مین اسکو ایک صفت کے نور سے شرف دیتا ہی اور منجملہ صفات کے کید ازل ومکر ابد ہی پس قلب یوسفؑ کو کید سے نور دیا اور یوسفؑ نے بدیدار کید ازلی ایسا کیا اور یہ اسطرح کہ خاص معاملات مین لطیف صنعت ومتین حقائق قدرت وحکمت سے آگاہی دیدی پس معنے قولہ کدنا لیوسف اسے پہچنوا دیا ہمنے اُسکو امور نبوت وولایت کی ملحتین اسطرح کہ صفات حکمت وقدرت وصنعت اسپر کشف فرمائین ولہذا خلاف فہم عوام کے انھون نے اسوقت راز سے آگاہ نہ کیا جس سے بجائے خوشی کے حضرت یعقوبؑ حزن وملال مین مبتلا ہو کر خالص اللہ تعہ کیطرف رجوع لائے اور کسی سے دلبستگی وتعلق نہ رہا۔ ابن عطاء رحہ نے کہا کہ کدنا لیوسف ہم نے یوسفؑ کے واسطے یہانتک کید فرمایا یعنے اُسکے وقائع عام لوگون واُسکے بھائیون کی نظرون وانکی تدبیرون مین انکے زعم کے موافق یہ نتیجہ دیتے تھے کہ وہ دور ہوا اور کہین غلامی کی محنت مین خوار رہیگا اور زلیخا کے خیال مین وہ قید محنت سے تنگ ہو کر ملتجی ومطیع ہوگا اور میرے بارہ مین لوگون کے خیالات برأت کے ہونگے اور یوسفؑ کے بارہ مین عیب کے ہونگے ولیکن سب لوگ اصلی حکمت آلہیہ سے واقف نہوئے کہ کس طریقہ سے اپنے پیغمبر کو کمالات تعلیم فرمائے اور اسکے باپ کو علو منزلت اس صبر مین دیدی اور کہان سے کہان اُسکو پہونچایا حتے کہ سب زعم کرنے والون کے خیالات باطل نکلے اور وہ خود اسی حال مین گرفتار ہوئے جو یوسفؑ کے بارہ مین خیال کرچکے تھے پس یہ کید ازلی ہے یعنے ایسی پیچیدہ حکمت سے نتیجہ دیا کہ ظاہر ہوا جیسے کوئی مخلوق مکر وکید کرتا ہے یہانتک کہ یوسفؑ محل عزت سلطنت مین متمکن ہوئے اور جعفر رحہ نے کہا کدنا لیوسف یعنے اسپر اس کے باپ دادا کے برکات ظاہر کردیے اسطرح کہ ہمنے اُسکو وقت مصیبت مین معصوم رکھا مترجم کہتا ہے کہ بالاجماع وبالاتفاق علماء توحید اس مقام پر تدبیر مصلحت موافق حکمت کے معنے لیتے ہین اور اسی پر جزم ویقین رکھتے ہین اور یہی معنے عامہ علماء اسلام جانتے ہین اور یہ تاویل نہین بلکہ تحقیق ہی۔ قولہ نرفع درجات من نشاء الآیہ حق سبحانہ تعہ نے بیان فرمایا کہ افعال یوسفؑ بمشاہدہ انوار صفات

تھے اور اعلیٰ تر مشاہدہ و کشف الذات ہے پس درجات عارفین و موحدین کے اسطرح کشوف ذات وصفات سے بلند ہوتے ہین حتیٰ کہ اہل التوحید کا درجہ عوام سے بے انتہا بالاتر ہے اور اہل ولایت مین سے ہر ایک کا درجہ دوسرے سے جدا ہے جیسے لوگون کی صورتین جُدا جُدا ہین حالانکہ وہی اعضا سب لوگون مین موجود ہین پس اہل توحید کو ہر صفت کی دیدار سے ایک علم پر دوسرا علم منکشف ہوتا ہے اور دیدار ذات سے صفات کے علم سے بالاتر علم حاصل ہوتا ہے پس جیسے ذات وصفات کے واسطے نہایات نہین ہین اور یہ مقام عوام کے عقول کے تحیر کا ہے ایسے ہی اولیاء اللہ تعالیٰ کے واسطے نہایات نہین ہے پس ارواح قدسی کو بحر قدم سے جواہر حکمت حاصل ہوتے ہین اور اسی طرف اشارہ ہے بقولہ قد علم کل اناس مشربہم پس علم مرید بالائے بندی ہے اور مرید سے بالا علم محب ہے اور محب سے بالا علم عارف ہے اور عارف سے بالاتر علم موحد ہے اور ان سے بالاتر اسکا علم ہے جو فانی بذات و باقی بصفات ہے اقول شاید وہ ایک شخص ایک زمانہ مین ہوتا ہے اور وہی خاص سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پابند ہوتا ہے بعض نے کہا کہ رفع درجات من نشاء یعنی علم و استقامت سے بعض نے کہا کہ کشف و مشاہدہ سے بعض نے کہا کہ سچی فراست سے بعض نے کہا کہ معرفت و توحید سے اور بعض نے کہا کہ دعاء کی قبولیت سے بعض نے کہا کہ نفس کے کید و مکر پر واقف کر دینے سے بعض نے کہا کہ توفیق و عصمت سے شیخ جنید رحمہ نے کہا کہ اسکی نظر سے دونون جہان ساقط کر کے مرتبہ مقام و حال پر پہونچا کر تا کہ بلا علت کے خالص بندہ ہو جاوے شیخ حسین رحمہ نے کہا کہ ارباب حقائق وہ لوگ ہین کہ دونون جہان انکی نظرون سے ساقط ہون اور کسی حال مین خفی و جلی شرک نہ کرین اور حق تعالیٰ عز و جل سے فرد وحدہ لاشریک کا ادب رکھین ظاہر و باطن اور کلام آلٰہی انکے کانون مین حضرت خالق عز و جل سے سامع ہو بعض نے کہا کہ ہر معرفت والے سے بالاتر دوسری معرفت ہے یہان تک کہ خالص حق عز و جل کے سوائے معرفت بھی گم ہو بعض نے کہا کہ مخلوق کا علم بھی خالق عز و جل کا مخلوق ہے اور اس نے ہر خلق کو ظاہر کی طرح باطن مین باطنی صفت علم سے ممتاز فرمایا ہے اور علم حق عز و جل مع خالق ہے وہی ظاہر و باطن اور غیب کا عالم ہے اور اسکے علم کو مخلوق کے علم سے کچھ مشابہت نہین ہے۔ ابن الفرجی رحمہ نے کہا کہ علوم بقدر الطبیعت و تعلیم مین یہانتک کہ جو شخص اپنے رب تبارک تعالیٰ سے علم لدنی حاصل کرتا ہے وہ عالم ربانی ہے

القصہ جب بنیامین لے لیے گیے تو اسکے بعد یہ حال ہوا جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا

کہنے لگے اگر اس نے چرایا تو چوری کی ہے ایک اسکے بھائی نے بھی پہلے تب چھپا رکھا یوسف نے اپنے جی مین اور انکو نہ جتایا

لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا

کہا تم بدتر ہو درجہ مین اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بتاتے ہو کہنے لگے اے عزیز اسکا ایک باپ ہے بوڑھا

كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا

بڑی عمر کا سو رکھ لے ایک ہم مین سے اسکی جگہ ہم دیکھتے ہین تو ہے احسان کرنے والا بولا اللہ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑین مگر جس پاس پائی

ع ۹ ۱۱ مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝

اپنی چیز تب تو ہم بے انصاف ہوئے

پہلے تو برادران یوسف کمال وثوق سے کہتے تھے کہ جسکے پاس صاع برآمد ہو اُس کو چوری کی سزا مین گرفتار کر لو اور جب بنیامین رحمہ کی رحل مین نکلا اور شرمندہ ہوئے تو بنیامین کو ملامت و طعنہ کرنے کے بعد بادشاہ سے اپنی برأت و اس پر عیب ثابت کرنے کے طور پر غصہ مین زبان درازی کی۔ قَالُوْا کہنے لگے کہ۔ اِنْ يَّسْرِقْ۔ اگر یہ شخص چوری کرے تو۔ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ۔ بیشک چوری کی تھی اس کے

ایک بھائی نے اس سے پہلے زمانہ مین۔ یعنے یہ اور اس کا بھائی یکسان ہین اور ہم لوگ الگ ہین ولیکن قولہ ان یسرق بطور جزم و یقین کے نہین ہے کیونکہ ان کو ابھی تک یقین نہ تھا۔ بخلاف قولہ فقد سرق اخ لہ اس کو بطریق تحقیق کے بیان کیا اور مراد اس سے یوسف علیہ السلام ہین۔ سعید بن جبیر رحمہ سے قتادہ نے روایت کی کہ یوسف رحمہ نے اپنے نانا کا ایک بت چوری سے لے کر اپنے تابو مین لا کر ٹکڑے کر کے گھورے پر ڈال دیا تھا۔ محمد بن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی نجیح سے اس نے مجاہد رحمہ سے روایت کی کہ مجھے یہ خبر پہونچی کہ پہلی مصیبت جو یوسف علیہ السلام پر آئی یہ تھی کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ایک بیٹی حضرت یعقوبؑ کی بہن تھی اور وہ یعقوبؑ سے بڑی تھی اور حضرت اسحٰق کی پیٹی یعنی کمر کا پٹکا اسی کے پاس تھا اور دستور یہ تھا کہ اولاد مین سے جو بڑا ہو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی اُسکے پاس رہے وہ جو چاہے کرے کوئی اُسکے ساتھ منازعت نہین کر سکتا تھا اور یعقوب علیہ السلام سے جب یوسفؑ پیدا ہوا تو اس کو اُسی بہن نے جو یوسفؑ کی پھوپھی تھی اپنی گود مین پرورش کیا اور سب سے زیادہ یوسف کو پیار کرتی تھی جب کھانے پینے لگے تو یعقوبؑ کا دل بے چین ہوا اور اپنی بڑی بہن کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے بہن مجھے یوسفؑ کی جُدائی مین تکلیف ہے آپ مجھے سپرد کرین تا کہ مین ایکدم اپنی نظرون سے جُدا نہ کرون انکو یہ امر کسی طرح منظور نہ تھا مگر کسی بہانہ سے اسوقت ساتھ نہ کیا پھر جب یعقوب چلے آئے تو وہی منطقہ اسحٰق لیکر یوسفؑ کے کپڑون کی تہ مین لپیٹ دیا اور پھر پٹکا تلاش کیا آخر لوگون نے تلاش کے بعد یوسفؑ کے کپڑون مین پایا پس یعقوبؑ کو اس سے اطلاع ہوئی اور بہن نے کہا کہ یہ میرے واسطے مسلم ہے تو کہا کہ اچھا اس صورت مین مجھے کچھ اختیار نہین ہے آخر جب تک وہ جیتی رہین اپنے پاس سے جُدا نہ کیا۔ پس بنیامینؑ کے معاملہ مین برادران یوسفؑ نے اسی قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے یون ہی شیخ ابن کثیر رحمہ نے یہ قصہ مجاہد رحمہ سے ذکر کیا ہے۔ اور مجاہد رحمہ کے کلام مین اشارہ ہے کہ انھون نے اہل کتاب یہود یا نصاریٰ سے یہ قصہ اسطرح سنا ہے ولیکن اس مین مترجم کو کئی وجہ سے تامل ہے اول یہ کہ پھوپھی نے جب پٹکا اسطرح انکی کمر مین باندھا تو اسوقت بالغ نہ تھے کہ چوری کا الزام انپر عاید ہوتا اگرچہ بظاہر ہو تو لیونکر اس حیلہ سے یہ حکم نابالغ پر لگایا گیا کہ پھوپھی اُس کی حقدار ہوئی دوم یہ کہ یہ حق صرف ایک سال تک کے لیے ہوتا تھا زندگی بھر کا استحقاق کیون ہوا اور شاید بات یہ ہو کہ حضرت یعقوبؑ نے اس طریقہ سے خیال کیا کہ بہن کی الفت شدید ہے اور وہ علاوہ نسبتی قرابت کے مجھ سے زائد اپنا استحقاق کسی حکم سے ثابت کرنا چاہتی ہے تو بنظر رعایت اُنکے واسطے یہ امر مسلم رکھا اور بھائیون نے جو یہان تحقیقی الزام کے طور پر ذکر کیا وہ غصہ کی حالت مین ہے۔ سراج وغیرہ مین لایا کہ ابن عیینہ نے کہا کہ ایک مرغی پکڑ کر ایک فقیر کو دیدی تھی اور مجاہد رحمہ سے یہ روایت ذکر کی کہ مرغی کا انڈا چرا کر فقیر کو دیدیا تھا۔ اور وہب رحمہ نے کہا کہ فقیر دن کے واسطے دسترخوان سے کھانا چھپا کر دیتے تھے۔ شیخ ابن الانباری رحمہ نے کہا کہ ان سب باتون مین سے کسی مین سرقہ نہین ہے ولیکن غصہ مین اسکو سرقہ قرار دیکر عار دلایا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ سب افعال محمود ہین انکو برا کہنا کچھ بھی نہین ہے لہذا میرے نزدیک قول ان علماء کا بہتر ہے جو کہتے ہین کہ یہ محض کذب تھا جیسا کہ قرطبی نے زجاج سے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہے ولیکن کسی شخص کا نام نہین لیا تو گویا یہ معنے ہو گئے کہ اگر اُس نے چوری کی تو نئی بات اُسکی طرف سے نہین ہے بلکہ اسکا بھائی اور بھی آدمی گذرا جس نے چوری کی یعنی جو شخص مفسد و بیباک و فاسق ہوا اُس نے چوری کرنے مین کچھ خوف و شرم نہ کی اور یہ دوسری مان سے ہے اور ہم لوگ ایسے نہین ہین۔ امام رازی رحمہ نے کہا کہ یہ واقعہ دلالت کرتا ہے کہ حاسد جب کوئی فعل اپنی حسد پر کرتا ہے تو اس کے قلب پر اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے محسود کی طرف سے آگ مشتعل کر دیتا ہے دیکھو ایک مدت گذری اور ابھی تک حسد نہین گیا تھا یہانتک کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور عادل حکومت دیکھو کہ اپنے منھ پر یہ کلمہ سُن لیا۔ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ پس مخفی کر لیا اسکو یعنی کلمہ الزامی و بہتان کو یوسف علیہ السلام سلطان عادل نے اپنے جی مین۔ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ اور اسکو انپر ظاہر نہ کیا۔ قَالَ اپنے جی مین کہا کہ۔ اَنْتُمْ شَرٌّ

مَّكَانًا تم شر ہو از راہ مکان کے یعنی اعلیٰ شرارت کی منزلت پر ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ اور اللہ تعالے خوب جانتا ہے جس
چیز کے ساتھ تم وصف کرتے ہو۔ حالانکہ ایسا نہین ہے جیسا تم کہتے ہو۔ اوران لوگون کو زیادہ شر اس واسطے کہا کہ جو افعال خود کیے تھے
وہ زیادہ مذموم تھے بہ نسبت چوری کے جسکی نسبت بنیامین و اُس کے بھائی کی طرف لگاتے تھے اور حاصل یہ کہ اس الزام پر تم اُس کی بدی
ظاہری کرتے ہو اور اپنی بدافعالیان نہین دیکھتے ہو اور یہ مراد نہین ہے کہ یہ اور اسکا بھائی درحقیقت چور تھے اور تم ان سے بڑھکر ہو بلکہ
انکے بیان پر انپر الزام دیا ہے۔ واضح ہو کہ اس مقام پر بالاتفاق قول نفسی کو قال سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اظہار نہین کیا تھا جب یہ بات معلوم
ہوئی تو مین کہتا ہون قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کے مسئلہ مین قرأۃ خفیہ وحی مین مثل قول کے صحیح ہے جیسا کہ مترجم نے قولہ اذا قرئ القرآن فاستمعوا
لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ کی تفسیر مین ذکر کیا ہے اور ایسے ہی قال آمین کا استدلال اسطرح کہ قول باواز ہے ضعیف ہے فافہم پھر معالم وغیرہ مین یہان
اہل قصہ واخبار کی روایت سراج مین اسطرح نقل کی کہ جب یوسف علیہ السلام نے بنیامینؑ کی رحل سے وہ صاع نکالا تو اسکو انگلی کی ضرب
سے جھنکارا اور کان سے قریب کرکے کہا کہ یہ میرا صاع مجھے آگاہ کرتا ہے کہ تم بارہ بھائی تھے ایک باپ کے اولاد پھر دس تم مین سے اسکو دھوکے اور
فریب سے باپ سے لیکر جنگل مین جا کر ایک قافلہ کے ہاتھ فروخت کرآئے پس بنیامینؑ نے کہا کہ اے بادشاہ تیرا صاع تجھے بتاتا ہے کہ اسکو میری رحل مین
کسنے رکھدیا پس جھنکار کر کان سے لگایا اور کہا کہ وہ غصہ مین ہے اور کہتا ہے کہ تم میرے لیجانے والے کو کیا پوچھتے ہو جسکے پاس تھا اسی کے پاس سے نکلا پس
یہ سنکر روبیل کو بہت غصہ آیا اور سب بھائی اُسکے ساتھ غصہ ہوگئے اور اولاد یعقوبؑ کا یہ حال تھا کہ غصہ کے وقت انکا مقابلہ نہو سکتا تھا خصوصًا
روبیل کی آواز ایسی سخت وکرخت ہو جاتی تھی کہ حاملہ اسکی آواز سنکر خوف سے بیخود ہو جاتی تھی اور اُسکا پیٹ گر جاتا تھا اور باوجود اس کے جو
کوئی اولاد یعقوبؑ سے اس کو چھوتا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا اور سب بھائیون مین قوی وشدید تھا۔ اُس نے بھائیون سے کہا کہ مصر مین کسقدر بازار
ہین بولے کہ دس ہین تو کہا کہ تم لوگ ایک ایک بازار پر حملہ کرو اور مین بادشاہ کو قتل کر ڈالتا ہون اور یا وہ بنیامین کو رہا کرے پس یوسف کے پاس آکر
کہا کہ بنیامینؑ کو مجھے واپس دے ورنہ مین ایک آواز سے محلہ کی حاملہ عورتون کو ضرر پہونچاؤنگا اور غصہ سے اُسکے رونگٹے کھڑے ہوگئے پس یوسفؑ
نے اپنے صغیر بچہ سے کہا کہ اسکو چھولے اُس نے پیچھے سے چھوا تو غصہ جاتا رہا پس اس نے ساتھیون سے کہا کہ تم مین سے کس نے مجھے چھوا ہے
اُنھون نے کہا کہ کسی نے نہین تو کہا کہ یہان آل یعقوبؑ کا تخم ہے اور اہل سیر واخبار نے لکھا کہ اُسکو دوبارہ غصہ آیا اور وہی لاف زنی کی تو یوسف
علیہ السلام نے کھڑے ہو کر اُسکو اپنی لات ماری اور گردن پکڑ کر زمین پر ڈالدیا اور کہا کہ اے گروہ عبرانین تمکو یہ زعم ہے کہ یہان تم سے مقابلہ نہین ہو سکتا۔
جب یہ نوبت پہونچی تو آپس مین مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے آخر یہ رائے قرار پائی کہ بنیامینؑ کے بجائے ہم مین سے کوئی قید ہو پس اسکی خوشامد کی۔
مترجم کہتا ہے کہ ان قصون کو اقوام یہود نے روایت کیا ہے اور جیسے اُن کے اقوال وتاریخین بے اعتبار ہین اسیطرح ان قصون کی اصلیت کا حال اللہ تعالیٰ
جانتا ہے۔ اسی واسطے اہل تحقیق نے تفاسیر مین ان قصص کو درج نہین کیا اور جو ظاہر امر تھا وہی لکھا کہ جب بنیامین کی رحل سے صواع برآمد ہوا
اور موافق اقرار اہل قافلہ کے بادشاہ نے اُس کو لے لیا تو اُن لوگون نے بنظر عہد وپیمان کے اور بنظر ظاہری حالت والد بزرگوار کے کہ سخت
حزن وملال ہوگا یہ رائے قرار دی کہ بادشاہ سے منت وسماجت کرین پس بادشاہ کے پاس گئے۔ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اور کہنے لگے
کہ اے عزیز۔ یہ حضرت یوسفؑ کو خطاب کیا جو بجاے وزیر اعظم عزیز کے تھے اور معلوم ہو چکا کہ یہ لقب وزیر اعظم کا ہوتا تھا اور ملک بھی
کہتے تھے پس مہربان کرنے کی گفتگو مین کہا کہ اے بادشاہ۔ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا یقین فرمایئے کہ اس کا باپ ہے بوڑھا
ضعیف یعنے لائق ترحم ہے وہ اس کو اپنے گم شدہ فرزند کی نشانی سمجھ کر اس سے مانوس رہتا ہے اور اسکی جدائی کی مصیبت نہین اُٹھا سکتا ہے

فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ پس اس کو رہا کردے اور ہم مین سے ایک کو بجاے اس کے لے لے۔ اور یہ تیرا بڑا احسان ہوگا۔ اِنَّا نَرٰىكَ
مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ بیشک ہم تجھے احسان کرنے والون مین سے یقین جانتے ہین۔ قَالَ جواب دیا کہ مَعَاذَ اللّٰهِ مین اللہ تعالے سے پوری
پناہ مانگتا ہون اس بات سے کہ اَنْ نَّاْخُذَ مین گرفتار کرون کسی دوسرے کو۔ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ۔ سواے
اُس کے جسکے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے۔ یون نہ کہا کہ جس نے چرایا ہے کیونکہ نہ اُس نے اُسوقت چرایا اور نہ کبھی پہلے چوری کی تو چور نہین
کہہ سکتے تھے بلکہ یہ کہا کہ جسکے پاس متاع پائی۔ کیونکہ ایک کا گناہ کوئی دوسرا نہین اٹھاتا ہے اور جن لوگون نے زعم کیا کہ امام حسین علیہ السلام
ہمارے گناہ کا کفارہ ہوگئے یا نصرانیون نے زعم کیا کہ عیسیٰ ہماری بدافعالیون کا کفارہ ہوگئے ہین یہ محض خام خیالی ہے البتہ شفاعت سے
بزرگون کی اللہ تعالے بخشتا ہے اور وہ چاہے تو ایک کے گناہ دوسرے پر ڈالے پھر جو گناہگار ہے وہ جہنم مین عذاب پاوے۔ القصہ
دوسرے کو ماخوذ کرنے سے انکار کیا بدین دلیل کہ۔ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ہم ایسی بات کرنے سے ظالم ہون گے یعنے تمہارے اعتقاد کے بموجب
ہم ظالم ٹھہرینگے تو تم کیونکر ہم سے ایسی بات چاہتے ہو جو تمہارے نزدیک ظلم وگناہ ہے۔ بیضاوی رح نے مانند زمخشری کے کہا کہ مراد اصلی
حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ تھی کہ اللہ تعالے نے مجھے وحی سے یہ حکم دیا کہ جسکے پاس صاع نکلے اُس کو گرفتار کرون جسکی حکمت وہی
خوب جانتا ہے پس اگر مین بجاے انکے دوسرے کو گرفتار کرون تو مین ظالم ٹھہرونگا بسبب مخالفت حکم الٰہی تعالے کے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ
تحقیق صحیح وصواب ہے کہ جو افعال اس قصہ مین حضرت یوسف علیہ السلام سے واقع ہوئے سب باتباع وحی الٰہی سبحانہ تعالے تھے اور اُس پر
اشارہ اول قصہ مین خود منصوص ہے بقولہ واوحینا الیہ لتنبئنہم بامرہم ہذا وہم لا یشعرون پس زمانہ عدم شعور ان لوگون کے اول بار آمد سے شروع ہوا ہے اور
پہلے معلوم ہوا کہ درخواست امارت بقولہ اجعلنی علی خزائن الارض بھی بوحی الٰہی واقع ہوئی ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اہل الحق تو اپنے علم ومعرفت سے اس امر کا
کسی طرح انکار ہی نہین کر سکتے ہین اور تردد کا باعث تو فقط یہ ہے کہ ظاہر نظر والون کو یہ مقامات کیونکر سمجھائے جاوین کیونکہ انکے فہم اکثر ان حواس سے
تجاوز نہین کرتے ہین اور ابن عادل رح نے لباب مین کہا کہ شاید اللہ تعالے نے یوسف کو اس امر کا حکم دیا تھا تاکہ یعقوب علیہ السلام پر مشقت
بڑھے اور یوسفؑ کو کسی مراعات سے جو دربارہ رہائی بنیامینؑ ہو منع کر دیا تھا جیسے خضر علیہ السلام کو ایک طفل کے قتل کا حکم کیا بعین یہ حکمت تھی کہ باقی
رہیگا تو کفر وطغیان سے والدین کو حیران کریگا۔ انتہی۔ اور رازی وغیرہ نے اول تو یہ سوال نقل کیا کہ یہ واقعہ صواع جسکا ظاہری رخ چوری کا
عیب لگاتا تھا اور ابتدا اسکی قولہ جعل السقایۃ فی رحل اخیہ۔ ہوئی ہے اور اسی ظاہری بنیاد پر قولہ معاذ اللہ ان ناخذ الآیہ ہے اگرچہ اس مین ان
لوگون کے ساتھ کوئی انکے حق کی اضاعت نہو تاہم عوام کی نظر مین حکمت سے باہر اور شان نبوت کے لائق نہین ہے اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ
والد علیہ السلام کو اپنے مقام سے آگاہ نہ فرمایا بلکہ بھائیون کی زبانی بنیامین کو منگواکر اس حیلہ سے اپنے پاس رکھ لیا باوجودیکہ اپنی جدائی سے باپ کا غم و
الم جانتے تھے اسپر یہ اور زیادہ بڑھایا۔ مترجم کہتا ہے کہ بتوفیق الٰہی سبحانہ مین نے سابق مین اسی قصہ مین ان مدارج کی تنبیہ کردی ہے جیسا کہ رازیؒ نے یہان
یہ سوال ذکر کیا مگر چونکہ عبارت وطرز متوحش تھا مین نے اپنی پسند کی عبارت مین خلاصہ سوال ادا کیا۔ پھر رازی نے اور دوسرون نے متفرق جوابات طرح
طرح سے نقل کیے اور سب سے زیادہ اچھا جواب یہ قرار دیا کہ یہ فعل بحکم الٰہی ہے کہ یعقوبؑ کا تعلق خاطر کسی غیر سے نہ رہے اور تحمل صبر سے درجہ بڑھکر درجہ
باپ دادا تک پہونچے اور اللہ تعالے کے اسرار مین جنکو مخلوق کے افہام نہین سمجھتے ہین وہ جسطرح چاہتا ہے اپنی مخلوق مین تصرف فرماتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ درجہ
خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا کہ باپ واقارب سب کو چھوڑ دیا بقولہ تعالے فلما اعتزلہم وما یعبدون من دون اللہ۔ اور حکم الٰہی تعو سے ہاجرہ اور اپنے
فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کو جو اسوقت دودھ پیتے تھے شام سے لاکر ریگستان مین خانہ کعبہ کے پاس بے زاد ونفقہ وپانی کے چھوڑ دیا اور کچھ پرواہ نہ کی جیسا

کہ صحیح حدیث مین منصوص ہے اور آب زمزم اللہ تعالے نے اس ریگ مین پیدا کردیا اور فرزند کی قربانی اللہ تعالے کے واسطے کرنے پر عزم جزم کر لیا پس یہ عدم تعلق بخلوق ہے اور محض خلوص بخالق ہے اور یہی درجہ خلت ہے اور اپنی جان کو آگ مین ڈالا بدون کسی اضطراب کے اور بدون ملائکہ کے طرف کسی خواہش ظاہر کرنے کے جیسا کہ سابق مین مذکور ہوچکا اور حدیث صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین یعنی تم مین سے کوئی مومن نہوگا یہان تک کہ مین اسکو زیادہ محبوب ہوجاؤن اُسکے باپ و اولاد و تمام آدمیون سے۔ والحدیث مشہور فی الصحاح اور حدیث مین فضائل ابوبکر مین ہے کہ لوکنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل اللہ۔ اور حق تعالے عز وجل نے فرمایا قل ان کان آباؤکم وابناؤکم الآیہ پس مدار ایمان اتباع نفس باحکام آلہی ہے اور خلت انقطاع محض از غیر حق عز وجل ہے اب عوام کو یہان یہ وہم ہوگا کہ پھر حضرت یعقوبؑ کو اسقدر تعلق خاطر حضرت یوسف و بنیامینؑ سے تو عوام مومنین سے بھی زیادہ ہے حالانکہ پیغمبر تھے جنکے ساتھ عوام کی کچھ نسبت نہین ہے اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات و وقائع کا عالم خوب عیان دیکھیگا کہ جان و مال و آل و اولاد سب کو راہ حق مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فدا کرتے تھے۔ ادنے ادنی یہ ہے کہ ابو الدحداح اعرج کی بی بی نے آنحضرت صلعم کی سلامتی پر اپنے خاوند و جوان بیٹون کی شہادت پر کچھ ملال نہ کیا اور انکو اُحد مین دفن کیا۔ یہ ایک صحابیہ عورت تھی پھر تیرا گمان اکابر رجال صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیونکر ہے پس مومنین کا یہ حال تو یعقوبؑ کا وہ حال کیونکر ہوگا اہل الحق جانتے ہین کہ تعلق خاطر انکو بنظر ظہور و شہود تھا و لیکن اسمین شہود ذات و توحید صرف سے نقصان ہے پس حکمت آلہیہ کی اتباع مین حضرت یوسفؑ نے بنیامینؑ کو بھی جدا کر لیا اور یہین سے مرد عارف اس بات پر یقین نہین کر سکتا کہ برادران یوسف درجہ صلاح سے ساقط تھے اور لاحق بدرجہ عوام اہل فسق و فجور و کاذبین تھے جیسا کہ بعضے تفسیر و لکھنے والون نے زعم کیا از انجملہ زمخشری معتزلی ہے اور بعضے اہلسنت بھی جنکی اتباع کر کے ہمارے زمانہ کا مولف فتح البیان عفرلہ ورحمہ اللہ تعؑ بھی زبان درازی کرتا ہے اللہ تعؑ عفو فرماوے اور بخشدے۔ اور تجھے قصہ خضر و موسی علیہما السلام نص قرآنی سے معلوم ہے اور تو نے وہان دیکھا کہ کیسی مخفی حکمتین ان افعال مین مندرج تھین جو خضر علیہ السلام سے بحکم آلہی تعؑ سرزد ہوئے حتے کہ حضرت موسے علیہ السلام کی سمجھ مین نہ آئے پھر اگر باخبار آلہی و باحادیث رسالت پناہی ہمکو ان افعال کی نیکی و خوبی معلوم نہوئی تو خیال کیا جاتا ہے کہ مولف فتح البیان کی طرح لوگ وہان خضر علیہ السلام کی تکفیر کرتے و لیکن جب معلوم ہوگیا تو اس سے معرفت حاصل کرنا چاہیے اور ایسے افعال سے جہان احتمال حکمت آلہیہ کا ہو کوئی استدلال مذمت کا نہ چاہیے یہ نہین دیکھتے کہ کس حکمت آلہیہ سے برادران یوسفؑ نے انکو نہ پہچانا اور باوجود اسقدر قرب مسافت کے جو شخص آفتاب کی طرح تخت مصر پر جلوہ افروز اور دور و نزدیک مشہور ہورہا تھا یعقوب علیہ السلام پر مخفی ہوگیا اور اس سے زیادہ یہ کہ پیراہن یوسف کی خوشبو حضرت یعقوبؑ کے مشام جان مین مصر سے پہونچی اور کنعان کے کنوئین سے کوئی خوشبو نہ آئی اور تو نے کیا سمجھا جیسا کہ یعقوبؑ نے فرمایا ہے کہ اعلم من اللہ مالا تعلمون۔ اور بنیامینؑ کو بھیجتے وقت کسقدر اشارات فرمائے ہین اور راز آلہی سبحانہ تعالے کسقدر ظاہری اقوال و افعال مین مخفی رکھا گیا ہے مترجم خیال کرتا ہے کہ اگر اسکو سمجھ ہے تو اہل اشارہ و اہل الحق کا ایک اشارہ اس کو کافی ہے اور اسقدر تطویل ان لوگون کی بہت زیادہ ہے بہر حال مترجم کو اسقدر یقین تو ضرور کرنا چاہیے کہ یہان اسرار صحیحہ ہین اور معاملہ صادقہ ہے اور اوہام شیطانی کو کچھ دخل نہین اور نہ دینا چاہیے واللہ سبحانہ تعالے ہو الہادی الی سبیل الرشاد۔ ف فی العرائس قولہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل الآیہ۔ سرقہ کی یہان نسبت یوسف علیہ السلام کی طرف ہوئی۔ و لیکن سرقہ کے اقسام مین فرق ہے مترجم کہتا ہے کہ یہان ایک اصول سمجھ لینا چاہیے ورنہ اشارات شیخ سمجھ مین نہ آوینگے وہ یہ ہے کہ علماء کے نزدیک جو ذکر کلام باری تعالے مین ہے وہ حقیقت پر محمول ہے اور قصص کا لباس مخلوط نہین ہے پس شیخ نے کہا کہ نسبت سرقہ یوسف علیہ السلام کی جانب بھی ہے مگر معنے دونون جگہ پر مختلف

ہین اسطرح کہ ایک سرقہ قماش و متاع ہے اور دوسرا تسخیر القلوب ہے اور دلالت ہے کہ نفوس کی شان امارہ ابھی اُن کے قلوب مین باقی تھی اس کا ظہور زبان سے ہوا اور اس سے صفت تمکین یوسفی و فنائے نفس کا مرتبہ کسقدر ظاہر ہے کہ سلطنت کے باوجود مواخذہ نہ کیا اقول مکائد نفس و شیطان سے اس جگہ یہ ہے کہ حکم آلہی اخفاء حال تھا اور شیطان نے ان لوگون کے نفوس کی راہ سے معرض امتحان مین یہ کلمہ کہا اور اس سے نفس یوسفی کو ہیجان غضب کی حرکت دینی چاہی تاکہ خلاف رضائے حق عز وجل راز برملا ہوجاوے و لیکن عصمت آلہی عز وجل نے نفس کو احاطہ اسرار سے باہر نہ جانے دیا کہ جسکا بیان ہے قولہ فاسرہا یوسف فی نفسہ ولم یبدہا لہم قال انتم شر مکانا پس صدر قول اسطرح منافی نہوا کیونکہ اظہار جواب برملا نہین ہے شیخ رح نے کہا کہ یہ امتحان و فتنہ جزا قولہ انکم لسارقون۔ تھا۔ اور لکھا کہ یہی شان ان بندون کی ہے جو جرائم سے معصوم ہوتے ہین انکو ہر لحہ ایذا پہونچتی ہے حتے کہ زبان خلق ان کے حق مین دراز ہوتی ہے اور لکھا کہ ایک حکمت خفیہ یہان ندا بقولہ انکم لسارقون مین شرکت اس حرکت مین ہے جو تحقیقاً اُنسے بشان یوسفؑ سرزد ہوچکی تھی۔ اقول مترجم اسکو دوسرے پیرایہ مین عرض کرتا ہے کہ طبیب دانا وہ ہے کہ مریض کے علاج مین خود مریض کے ساتھ شرکت نہ کرے اور دارمی رح نے خواص شامی رحمہ اللہ کا وعظ روایت کیا جسمین تنبیہ ہے کہ نصیحت کرنے والا لوگون کی زبان درازی برداشت کرے جو محض جہل و بہتان ہوگی اور خود ان کے جواب اور رد مین مستعد نہو کہ تجاوز سے معصیت مین مبتلا ہوجاوے مگر یہان یہ بات نہین تھی جیسا کہ سابق مین تحقیق ہوچکا ہے واللہ تعالے اعلم اور اُستاد رح نے کہا کہ انکم لسارقون۔ کا جواب اس فعل سے جو اُن کی زبانین گویا کرنے مین ہوا حضرت یوسفؑ کو سرقہ کے اتہام سے ملگیا تاکہ اہل علم واقف ہون کہ جزا واجب ہے۔ قولہ معاذ اللہ ان ناخذ الا من وجدنا الآیہ۔ لطیف اشارات مین سے یہان یہ ہے کہ ازل مین جو لوگ ودیعت امانت عطائی محبت سے سرفراز ہوتے ہین وہی عالم ظہور مین ماخوذ بابتلاء محبت و عشق و شوق و خلت و اصطفائیت ہوتے ہین۔ اور افشائے راز انھین کے ساتھ ہوتا ہے جو ودیعت رکھنے والے اور استعداد رازپوشی باوجود شرکت اغیار رکھتے ہین۔ ع دستے بکار باش و زجان دل بیار باش ؛ از غمزہ لوش فریب مخور ہوشیار باش ؛ اور وصال کے واسطے وہی پسند ہوتا ہے جسکے دل مین سلسلہ شوق جنبان اور خویش و اقارب سے انقطاع کا سامان ہو۔ شیخ رح نے کہا کہ بعض اہل خراسان نے کہا کہ جو کوئی ایسی بات کا اللہ تعالے کی طرف سے مدعی ہو جو امین نہین ہے اور آگاہ کرنا چاہے اور خبر دیوے تو اُس سے زیادہ کوئی ماخوذ نہوگا۔ اقول حدیث صحیح مین ہے کہ جو کوئی ایسا دعوے کرے جو اسمین نہین ہے تو جیسے فریب کے دو کپڑے پہننے والا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حقائق اکابر بیان کرنے مین اسی وجہ سے مترجم نالید و جاہل کو احتیاط ہے کہ وہ زبانی گفتگو سے زائد مدعی نہ سمجھا جاوے عفا اللہ تعؑ عنہ بفضلہ و کرمہ۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ بندگان حق تعؑ مین سے کوئی ولی نہین ہوتا سوائے اُسکے جسکے پاس امانت و ودیعت ہو اور اسکو محفوظ رکھے اسمین کچھ خیانت نہ کرے۔ قال الشیخ و لطیفہ واقعہ مثل الحبیب الی الحبیب و مکر الحبیب للحبیب تاکہ مفارقت حبیب از حبیب نہو ہر حیلہ سے تعلل کرتا ہے تاکہ حبیب کو چھین کر اپنے پاس کر لے اور دور وہ کہ دونون حبیب مین مفارق ہوجاوے دیکھو قولہ معاذ اللہ ان ناخذ الخ بجائے حبیب کے عوض نہین۔ اقول الدنیا ملعونۃ۔ و قولہ تعؑ ان الذین یشترون الحیوۃ الدنیا بالآخرۃ۔ و قدرایتہ سبحانہ تعالے لا ینظر الیہم یوم القیامۃ فاسئل العریف الماہر ماذا من البلاء علی المحجوبین واعوذ باللہ من الطرد والبعد و سوء الخاتمۃ وہو الغفور الرحیم۔ القصہ منت و سماجت برادران یوسف علیہ السلام کی قبول نہوئی اور مایوس ہوکر علیحدہ ہوئے اور آخر پریشانی کا نتیجہ نیک ہوا۔

فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا

پھر جب بالکل اس سے مایوس ہوگئے | تو علیحدہ ہوکر مشورہ کرنے لگے | بولا ان سب مین سے بڑا کہ کیا تم کو معلوم نہین کہ بیشک تمہارے باپ نے | تم نے | مضبوط | عہد لیا تھا

مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ

اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور پہلے اس سے جو تم نے تقصیر کی تھی یوسف کے بارہ میں سو ہرگز میں علٰحدہ نہونگا اس زمین سے یہانتک کہ اجازت دے مجھے میرا باپ یا حکم فرما دے

اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا

اللہ تعالیٰ میرے لیے اور وہ سب حکم کرنے والوں سے بہتر ہے تم لوٹ جاؤ اپنے باپ کے پاس اور کہو کہ اے ہمارے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی اور نہیں

شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۝ وَاسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ

شاہد ہوئے ہم مگر اسکے جو ہم نے جانا اور ہم نہ تھے غیب کے نگہبان اور دریافت کرلے اس گاؤن سے جسمین ہم سب تھے اور اس قافلہ سے جسمین

اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

ہم سب آئے تھے اور ہم سب لوگ بے شبہہ سچے ہین

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مایوس ہوئے اور استفعال مبالغہ ہے پھر جب مایوس ہوئے برادران یوسف مِنْهُ یوسفؑ سے کہ وہ درخواست رہائی بنیامین قبول نہ کریگا خَلَصُوْا اپنا گروہ علٰحدہ و تنہا ہو گئے۔ نَجِيًّا درحالیکہ باہم مشورہ کرتے تھے۔ نجی واحد آیا جمع نہین ہوا اسلیے کہ دراصل مصدر ہے جسمین مفرد و جمع کا حال یکسان ہے اور جمع اسکی انجیہ آتی ہے حاصل یہ کہ سب لوگ مایوس ہوکر یوسف سے جدا ہوئے اور جس قریہ مین اناج وغیرہ لادا گیا تھا یا دارالسلطنت سے قریب گاؤن مین اکیلے ہوکر مشورہ کرنے لگے۔ قَالَ كَبِيْرُهُمْ کہا اس نے جو ان سب مین بڑا تھا بیضاوی رح نے کہا کہ سن مین بڑا روبیل تھا اور یہی معالم اور سراج وغیرہ مین مذکور ہے اور کہا کہ یا عقل ورائے مین بڑائی مراد ہے تو وہ شمعون تھا اور بعض نے کہا کہ یہودا تھا۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسی نے بھائیون کو قتل یوسف سے روکا تھا اور اس کی رائے دربارہ یوسف علیہ السلام اچھی تھی پس معنے یہ ہونگے انمین سے بڑے عقلمند نے کہا۔ اور یہودیون کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قائل روبیل ہے اور وہ سن مین بڑا تھا تو یہ معنے ہونگے کہ انمین سے عمر کے بڑے بھائی نے کہا کہ۔ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا کیا تمکو معلوم نہین یہ کہ۔ اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ تمھارے باپ نے لے لیا تھا تم نے عہد اللہ تعالیٰ کی جانب سے یعنی ایسا عہد کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ تھا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہایت مضبوط فرض اور اس کے نام سے نہایت تاکیدی بندش ہے۔ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ اور یہ کہ اس سے پہلے جو تم نے تقصیر کی تھی دربارہ یوسف کے۔ یعنے تم خوب جانتے ہو کہ ایک تو تم نے زمانہ ہوا کہ جب یوسف کے بارہ مین ایک سخت جرم کیا جس سے باپ کو ایسا صدمہ پہونچا جسکا گمان نہ تھا اور دوسرے اب عہد و پیمان کے ساتھ تم بنیامین کو لائے کہ واپس لاوینگے وہ بھی وفا نہین ہوتا ہے اس سے باپ کو اور زیادہ صدمہ ہوگا۔ اب بھلا کس منھ سے باپ کے سامنے جاؤن اور کیونکر اس کا صدمہ دیکھون۔ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ پس مین نہین جدا ہونگا اس زمین مصر سے یہان تک کہ اجازت دے مجھے میرا باپ۔ یعنی ہم کو اس تقصیر مین معذور فرماوے اور بلاوے۔ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ یا اللہ تعالیٰ میرے حق مین کچھ حکم فرماوے بیضاوی اور سراج و معالم وغیرہ مین لکھا کہ اللہ تعالیٰ حکم کرے کہ مین یہان سے نکلون یا حکم کرے بھائی بنیامین کی رہائی کا یا حکم کرے اہل مصر سے لڑائی کا۔ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ اور وہ سب سے بہتر حکم کرنے والا ہے کیونکہ اس کا جو حکم ہے وہ سب حق ہے کیونکہ اُس کو اختیار ہے کہ جسطرح چاہے اپنی مخلوق مین تصرف کرے اسپر کچھ اعتراض نہین ہے بیضاوی رح نے لکھا کہ روایت کی گئی ہے کہ ان لوگون نے بنیامین کی رہائی مین کلام کیا پس روبیل نے غصہ ہوکر کہا کہ اے عزیز قسم ہے خدا کی کہ یا تو ہمارے بھائی کو چھوڑ دے یا مین ایسی سخت آواز دیتا ہون کہ حاملہ عورتون کے حمل ساقط ہو جاوینگے اور اسکے رونگٹے کھڑے ہو گئے حتی کہ کپڑے سے باہر نکل آئے

پس یوسفؑ نے اپنے فرزند صغیر سے کہا کہ اسکے پہلو مین جاکر اسکو چھو لے اور اولاد یعقوب جب غضبناک ہوتی اور دوسرا انکو چھو لیتا تو غصہ ٹھنڈا ہو جاتا اسی سے روبیل نے کہا کہ یہان تخم (نسل) یعقوب مین سے کوئی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سابق مین یہ قصہ طویل عبارت مین مذکور ہوا اور مترجم نے تنبیہ کر دی کہ یہ اسرائیلیون کی روایات ہین جو یہود سے لی گئی ہین ہم ان کی تصدیق نہین کر سکتے ہین واللہ اعلم اور ظاہر یہ ہے کہ قریش مین سے اشرف بنو ہاشم مین یہ ایک خاص خصلت تھی کہ غصہ مین اگر پیٹھ پر ہاتھ پھیر دیا جاوے تو غصہ فرو ہو جاتا تھا حتے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کا یہ حال معروف اور مکرر تجربہ کیا گیا ہے لہذا یہود نے اُن کے مقابلہ مین اسکو بنا لیا ہے جیسا کہ نصارے نے جب حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بتایا تو یہود نے بھی عزیر علیہ السلام کی نسبت یہی بہتان باندھا اور حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا ہے کہ یہودی ایک بہتان باندھنے والی قوم ہے۔ رہا اہل تفسیر نے جو تکلف کیا کہ اللہ تعالیٰ میرے نکلنے کا یا بھائی کی رہائی یا جہاد کا حکم کرے تو تقریر ایک مستبعد طریقہ ہے کیونکہ جہاد اسوقت تک نہ تھا وہ بعد ہلاک فرعون کے حضرت موسے علیہ السلام پر ملک شام و بیت المقدس مین آباد ہونے اور توحید پھیلانے کے وقت فرض ہوا ہے علاوہ اسکے فقط بنیامینؑ کی رہائی کے واسطے جہاد بعید ہے کیونکہ جہاد کا شروع ہونا کلمۃ اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے کے واسطے مخصوص ہے اور بھائی کی رہائی کی توجیہ بھی سخت تکلیف ہے کیونکہ یحکم اللہ لی۔ کہا یعنی میرے واسطے حکم فرماوے پس یہ تکلف ہوگا کہ میرے واسطے حکم کرے کہ میرا بھائی رہا ہوکر مجھے دیا جاوے۔ کیونکہ خلاف محاورہ ہے اور رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے واسطے یہان سے نکلنے کا حکم کرے تو یہ توجیہ اگرچہ قریب ہے لیکن انپر وحی نہین آتی تھی اگرچہ یہ قول اختیار کیا جاوے کہ وے پیغمبر تھے پس صواب مترجم کے نزدیک یہ ہے کہ بڑے بھائی نے سب بھائیون کے مجمع مین اس واقعہ کا اندوہ بیان کیا اور سابق واقعہ یوسف کی تقصیر بیان کی اور غمناک ہوکر کہا کہ اب مین یہان سے نہ جاؤنگا یہانتک کہ یا تو والد بزرگوار معذور فرما کر خود ہی مجھکو حاضر ہونے کی اجازت دے یا اللہ تعالیٰ اُسپر وحی فرماوے جس سے ہماری مجبوری ثابت ہو خلاصہ یہ کہ والد اپنی رائے سے رحیم مہربان ہوکر اجازت دے یا بوحی الٰہی حکم فرماوے۔ اس معاملہ مین ایک لطیف حکمت الٰہیہ یہ بھی ہے کہ آئندہ انکی خطیئہ دربارہ یوسفؑ کے بخشے جانے کے لیے تا طاری ہوئے اور ان کو سابق ولاحق پر سخت ندامت طاری ہوئی حتے کہ روبیل نے باپ کو منھ دکھلانے سے انکار کیا اور یہین بے یار و مددگار اس قحط مین گھربار چھوڑ کر پڑا رہنا اختیار کیا اور باقی بھائیون سے کہا کہ۔ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ تم لوگ واپس جاؤ اپنے باپ کے پاس۔ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ پس کہو کہ اے ہمارے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی۔ یعنے ظاہر حال جو ہم نے مشاہدہ کیا اس سے ہم کہتے ہین کہ اس نے چوری کی۔ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا۔ اور ہم نے نہین شہادت دی اس پر مگر اُس چیز کے ساتھ جو ہم نے جانی یعنی ہم نے دیکھا کہ صواع الملک اس کی وعاء سے نکالا گیا تو ہم یہی جان سکتے ہین کہ اس نے چرایا ہوگا ورنہ باطن مین ممکن ہے کہ کسی طور اسکی وعاء مین آگیا ہو۔ وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ اور ہم کچھ غیب کے حافظ نہین ہین۔ اور شاید کہ قولہ ماشہدنا آلخ کے یہ معنے ہون کہ ہم نہین شاہد ہوئے تھے اسپر مگر بقدر اسکے جو ہم کو علم ہے تو ہمکو حفاظت کا عہد دینے کے وقت یہ نہین معلوم ہوا تھا کہ وہ چوری کریگا یا ایسی عجیب بلا مین گرفتار ہوگا کہ ہمارے اختیار سے باہر ہو جاوے اور ہم اس بلا مین اسکے ساتھ دینے مین معذور ہو جاوین اسی واسطے ہم نے قولہ الا ان یحاط بکم۔ پر اقرار واثق کر لیا تھا کہ اگر کوئی بلا آویگی تو ہم سب بھی شریک ہونگے پھر تصدیق کی راہ ظاہر کی کہ وَاسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا۔ اور دریافت فرما لے اس قریہ سے جسمین ہم تھے۔ یعنی جس شہر مین یہ واقعہ ہوا خواہ وہ دارالسلطنت کا شہر ہو یا اس سے قریب کوئی گاؤن تھا جہان اناج کا انبار خانہ تھا یا وہ گاؤن جس مین منادی سے اور اُن سے گفتگو ہوئی جبکہ صواع کو وعاء سے نکالنے والا وہی منادی ہو۔ بہرحال تصدیق کے لیے کہا کہ جس قریہ مین ہم تھے اُس سے دریافت کر لے۔ وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا۔ اور اس قافلہ سے جس مین ہم ساتھ ہوکر مصر مین

آئے تھے دریافت کرلے۔ یہ دونون ہمارے قول پر اور اس واقعہ پر ہماری معذوری وبیقصوری پر شہادت دین گے۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور ہم لوگ بتاکید عرض کرتے ہین کہ ہم سب سچے ہین۔ مسئلہ اللہ تعالے کی رحمت سے ناامیدی کفر ہے اور بندون کے افعال سب اللہ تعالے کے پیدا کیے ہوتے ہین تو اب مترجم کہتا ہے کہ جب زید سے عمرو نے کوئی اُمید کی اور اُس نے انکار کیا تو ناامید ہونا جائز ہے گر یہ سمجھکر کہ ظاہر مین زید کی طرف سے یہ بات پوری نہوگی بدلیل قولہ فلما استیأسوا منہ۔ ولیکن اللہ تعالے کی طرف سے مایوس ہونا نہ چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ یہی اُمید دوسرے طور سے اللہ تعالے پوری کردے جسکا اس کو گمان بھی نہین ہے۔ اور صحیح یہ ہے جو بعض محققین کا قول ہے کہ مایوسی جو کفر ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالے خاص رحمت ومغفرت اس پر نہ فرماویگا جیسے شیطان کو کردیا اسطرح اس کو بھی مایوس کردیا ہے تو یہ کفر ہے اور خاص رحمت سے مراد باقی رحمت آخرت ہے جسکا اثر دنیا مین ایمان اور صلاحیت ہوتی ہے کیونکہ عام رحمت تو دنیاوی رزق وتندرستی ومال واولاد وغیرہ سب کو شامل ہے اور یہ رحمت کافرون ومومنون سب کو عام ہے بلکہ کافرون کے لیے زیادہ ہے اگرچہ کافر مال ومتاع وغیرہ کو دنیا وہوس شہوات کے لیے صرف کرکے اور زیادہ عذاب اپنے اوپر کرلیتے ہین پس یہ رحمت انکے لیے عذاب ہوجاتی ہے علی معنی قولہ سنستدرجہم من حیث لا یعلمون واملی لہم الآیہ۔ وقولہ اترفناہم فی الحیوۃ الدنیا۔ وقولہ ولا تمدن عینیک الی ما متعنا الآیہ۔ وقولہ انما یرید اللہ لیعذبہم بہا الآیہ۔ اور دوسری رحمت خاصہ ہے وہ مومنون وصالحین کیواسطے مخصوص ہے۔ مسئلہ مشورہ سے کام کرنا نہایت عمدہ ہے لقولہ وشاورہم فی الامر۔ دیکھو آنحضرت صلعم کو حکم کیا جس سے مشورہ مانگا جاوے اگرچہ اسکو کچھ ملال ہو یا اسمین اسکا نقصان ہوتا ہو اُسپر واجب ہے کہ ٹھیک مشورہ دیوے ورنہ خیانت کا گناہ ہوگا لقولہ علیہ السلام المستشار مؤتمن۔ مشورہ کے لیے اہل عقل تلاش کرے۔ بقولہ قال کبیرہم۔ بڑے کو مقدم کرنا ادب ہے۔ راز چھپانا واجب خصوص جبکہ ضرر ہو علما نے کہا کہ راز کہنے والا خود ذمہ دار ہے کہ عاقل وصالح متدین سے کہے ورنہ خود گنہگار اور بیوقوف دوسرے کو گناہ مین ڈالنے والا ہوگا۔ مسئلہ عہد کی نگہداشت واجب ہے۔ اور بعضے زاہدون کی جنکی حکایات مشہور ہین کہ ایک نے انسے وعدہ ملاقات کسی خاص مقام پر کیا تو برسون تک اس مقام پر وقت معہود پر حاضر ہونا التزام کیا تھا اسکی صحت مین بعض نے استبعاد کیا ولیکن اصل اسکی یہی نقل کبیر الاخوۃ ہے یعنی قولہ فلن ابرح الارض۔ مسئلہ عہد مطلقاً فرض ہے اور جبکہ اللہ تعالے کو شاہد کرکے ہو تو نہایت مؤکد ہے۔ مسئلہ جو کوئی کسی وعدہ مین کہے کہ انشاء اللہ تعالے تو خفیف عذر اور مصلحت سے وعدہ پورا نہ کرنے مین گنہگار نہوگا لہذا علما نے اسی طرح وعدہ کرنے کا طریقہ بتلایا ہے۔ مسئلہ بیعت کرنا ایک معاہدہ ہے تو بیعت لینے والے کو مستحسن ہے کہ تعلیم کردے کہ یون کہو کہ یہ سب ہم کرینگے جہان تک اللہ تعالے نے ہم کو توفیق دی کما صح فی الحدیث۔ یا بعض عام صورتین استثنا کردے جیسے قولہ الا ان یحاط بکم۔ مسئلہ وعدہ کے وقت جسکے دل مین ہو کہ عمداً اسکو پورا نہ کرونگا تو انشاء اللہ تعالے کہنا مکروہ ہے۔ مسئلہ جو کوئی اللہ تعالے کو ایسی بات پر شاہد کرے جو حقیقت مین نہین ہے تو کفر ہے مثلاً کسی کے پاس روپیہ موجود ہے اس نے کہا کہ اللہ تعالے شاہد ہے کہ میرے پاس نہین ہے تو وہ کافر ہے۔ واضح ہو کہ عام معاہدات وعہد اسی قدر پر واقع ہوتے ہین جو ظاہر حال مین قدرت مین ممکن ہون مثلاً ہم سیکڑون اس نقشہ کا دو برس مین تیار کر دینگے تو جائز ہے اگرچہ غیب کا حال معلوم نہین کہ شاید کوئی غنیم ملک پر حملہ کرے یا مرجاوے پس امور غیب ذمہ داری سے خارج ہین۔ مسئلہ اللہ تعالے کو خیر الحاکمین کہنا جائز ہے اس سے ظاہر ہوا کہ مخلوق مین بھی حاکم ہوتے ہین۔ پھر قولہ ان الحکم الا للہ سے معلوم ہوا کہ سوائے اللہ تعالے کے کسی کا حکم نہین ہے تو جواب یہ ہے کہ ہر مخلوق سے وہی فعل واقع ہوتا ہے جو اللہ تعالے نے مقدر کیا ہے پس جو امر حق ہے اسمین ثواب ہے اور جو حکم باطل ہے اسمین عذاب ہے اور حکم ثواب یہان وہی ہوگا جو حکم حق ہے تو حکم فقط اللہ تعالے کا ہے اور دوسرون سے جو احکام ہین وہ ماخوذ ہین یا ثواب پاوینگے یا عذاب پاوینگے لیکن وہی ہوگا جو اللہ تعالے نے حکم لگایا اور مقدر فرمایا ہے۔ مسئلہ ظاہر حال پر جو مشہور وشائع ہو حکم لگانا روا ہے بقولہ ان ابنک سرق۔ کیونکہ اُسکے سوائے ظاہر

نہ تھا۔ لہذا کہا گیا کہ اگر کوئی شخص پٹھان مشہور ہو تو اُسکو پٹھان کہنا جائز ہے حتی کہ اگر حقیقت مین وہ پٹھان نہین ہے تو کہنے والا گنہگار نہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین لوگون کی زبان کا عام طور پر اعتبار نہ رہا اسوجہ سے کہ جہل بہت کثرت سے پھیل گیا اور زبان کے گناہون سے عام طور پر بیباکی ہے تو اب احتیاط واجب ہے پس اگر کسی شخص کے حق مین بھلائی ہو تو روا ہے اور اگر بُرائی ہو تو وہ بات کہے جو نیک پرہیزگارون مین معروف ہو۔ مسئلہ جس شخص سے کوئی گناہ مشاہدہ کیا ہو اس کو فاسق وفاجر کہنا روا نہین ہے اور برادری کا انقطاع نہ کرے اور بدعت دو قسم کی ہے ایک بدعت اعتقاد مین جیسے رافضی وخارجی تو ان لوگون سے محبت واختلاط قطعی ترک کرے۔ دوم بدعت اعمال مین تو انسے انقطاع روا نہین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ آثار واحادیث مین انقطاع پایا جاتا ہے تو جواب یہ ہے کہ وہ جھڑکی کا انقطاع ہے جیسے عام فسق وفجور کی نسبت حکم ہے کہ فاسق کو علیحدہ کرو کہ توبہ کرلے اور یہ آسان تدبیر تھی کیونکہ ایسا بدعتی فاسق کے حکم مین ہے ولیکن اس زمانہ مین فاسقون کا مجمع بڑا ہے تو علیحدگی سے سوائے ضرر کے کچھ لاحق نہوگا اسواسطے ملانا بہتر ہے بدلیل آنکہ آنحضرت صلعم منافقون تک کو ملاتے تھے اور ایسے لوگون کو دیتے جن کی طرف سے فسق وفجور کا احتمال ہوتا اور متقی وثابت قدم کو ترک کرتے تھے فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ مسئلہ جو شخص توحید کو چھوڑ کر شرک کرے جیسے قبرون کی پرستش اور مشرکانہ اعتقادات تو اُنکو فہمائش کرنا اور اعتقاد توحید اُنکے دل مین مضبوط کرنا اور جہالت کو مٹانا واجب ہے ولیکن اس کے واسطے یہ نہ کرے کہ بزرگون کی توہین کرے کیونکہ اس مین فتنہ ہے اور ذاتی قصد اہانت کا گناہ ہے۔ مسئلہ ایمان والا اگر کوئی خبر دیوے تو اسکی نسبت جھوٹ ہونے کی بدگمانی بلادلیل دل مین لانا نہ چاہیے ولیکن تحقیق کے لیے دریافت کرنا کچھ مضائقہ نہین ہے اور کہا گیا کہ عادل کی تصدیق کرلینا جائز ہے اور ظاہری عدالت کافی ہے لیکن فاسق کی خبر کی تصدیق نہ کرنا چاہیے بلکہ تفتیش کرے لقولہ تعالے اذا جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا۔ اور یہ حکم ایسی باتون مین ہے جنکے ماننے سے عبادات مین کوئی حکم آتا ہے ورنہ معاملات مین تصدیق دلی پر مدار ہے حتی کہ اگر کافر ملازم نے بازار سے جہان ذبح کیا ہوا گوشت بکتا ہے مول لا دیا تو تصدیق کرلینا روا ہے اور ان مسائل کی پوری تحقیق تفصیل کو فقہ کی کتاب القضا اور کتاب الکراہتہ سے تلاش کرنا چاہیے۔ مسئلہ ضرورت کے وقت سچا حال بیان کرنے کی نیت سے اپنی تعریف کرنا جائز ہے لقولہ انا لصادقون ہم سچے لوگ ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ قولہ واسأل القریۃ۔ مین مفسرین نے کہا کہ شاید یہ مراد ہو کہ تم پیغمبر ہو اس گاؤن سے پوچھو وہ تم کو جواب دیگا ولیکن مترجم کے نزدیک ضعیف قول ہے اسواسطے کہ پیغمبر کو یہ چیزین اسی وقت جواب دیسکتی ہین کہ اللہ تعالے ان مین گویائی پیدا کردے اور یہ معجزہ ہوتا ہے پس ہر وقت ایسا نہین ہوسکتا بلکہ حق یہ ہے کہ پیغمبر خود ایسی خواہش ہی نہ کریگا مگر اسی وقت کہ اللہ تعالے چاہے جیسے تمام نیک بندون حتی کہ اولیاء کا بھی یہی حال ہے اسی واسطے جو لوگ حماقت سے سمجھتے ہین کہ فلان ولی کی خوشامد کرین وہ ایسی دعا کردیگا محض جہالت ہے وہ ہرگز کچھ نہ کریگا مگر وہی جو اللہ تعالے چاہے اس کے دل مین ڈالے اور زبان سے کہلاوے اسی واسطے خواہ یہ کہے یا نہین وقت پر یون ہی ہوگا البتہ اللہ تعالے کے نیک بندون کی خدمت خالص نیت سے ثواب عظیم ہے۔ پھر مفسرین نے کہا کہ شاید یہ مراد ہو کہ واسأل اہل القریۃ یعنی مضاف محذوف ہے تو گاؤن کے لوگون سے دریافت کرلے اور یہ مجاز زبان عرب مین مشہور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اردو تک مین کہتے ہین کہ اس گاؤن سے یہ حال معلوم ہوجائیگا ولیکن بعض نے اعتراض کیا کہ سیبویہ امام نحوی نے کہا کہ یون کہنا نہین جائز ہے کہ کلم ہندا۔ ہندہ سے بات کر حالانکہ تیری غرض یہ ہو کہ اسکے گھر والون سے بات کر۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہان سخت التباس ہے کیونکہ ہندہ سے بات کرنا خود ممکن ہے بخلاف قریہ کے اور حافظ ابن القیم نے بدائع مین کہا کہ اکلت الشاۃ مین نے بکری کھائی۔ اور اسکے مانند کلام مین لحم الشاۃ یعنی بکری کا گوشت بتقدیر مضاف معین ہے اور واسأل القریۃ اس قسم مین سے نہین ہے کیونکہ قریہ ان لوگون کو بھی کہتے ہین جو ایک ٹھکانے مجتمع ہوکر رہتے ہین اور اُس مقام کو بھی بولتے ہین جس مین کچھ

کمجائی کی حیثیت سے رہتے ہون جیسے کاس وہ پیالہ جس مین شراب موجود ہو اور خوان جس دسترخوان پر کھانا موجود ہو اور کہا کہ قریہ کا استعمال زیادہ ہے تو انھون نے اسکو سیاق کلام کے اعتماد پر کبھی رہنے والون کے معنے مین استعمال کیا اور کبھی مقام سکونت کے ارادہ پر استعمال کیا اور وہان التباس نہونا شرط استعمال ہے پس یہان مجاز و حذف کچھ نہین ہے اور باوجود ظہور کے یہ بات اہل علم پر مخفی رہی ہذا خلاصہ تحقیقہ۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ واسئال القریۃ۔ کے بلا مجاز و حذف کے خود معنے یہ ہین کہ لوگون سے جہان ہم تھے پوچھ لیجئے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ ان ابنک سرق۔ دیکھو حضرت ذوالعظمۃ والکبریاء القادر القیوم وحدہ لاشریک جسکے ساتھ کسی چیز کو اسکی ذات پاک وصفات عالیہ مقدسہ کا ذکر کیا ہے اس کے افعال و مقدرات مین کچھ بھی شرکت ممکن نہین ہے وہی ہے کہ جو چاہے کرے اور جو چاہا وہ کیا کسی کی مجال نہین کہ کچھ سوال کرے اور سوال کیونکر کرے کہ کسی کی تاب نہین کہ اسکے علم و حکمت کا ایک ذرہ بھی سمجھ سکے تو اُس نے اپنے خاص بندہ اسرائیل یعنے یعقوب علیہ السلام پر اسطرح رحمت فرمائی کہ اس کی محبت دو پارہ جگر یوسفؑ و بنیامینؑ جدا کر دیے حالانکہ ہماری شریعت مین ہمیر حکم دیا کہ گائے بکری کوئی جانور تک کا دودھ پیتا بچہ جدا کر کے بیچنا حرام ہے اور یہان یوسفؑ پر بیع کا داغ دیا اور بنیامینؑ پر سرقہ کا اور ہم مین سے کوئی سمجھے تو پس اسی قدر کہ بلاء و مشقت فراق بڑھا دی اور یہ لطیفہ ہے کہ فضل الٰہی سے بارہ اولاد مین سے صرف ایک کے فراق پر یہ درد و اندوہ تھا پھر دوسرے کے فراق پر یہ زیادتی پھر اسکے اسرار سوائے اُس کے جسکو اپنے فضل سے عرفان دیا ہو اور کوئی شخص کیا سمجھ سکتا ہے بھلا جسکی عقل کی یہ کیفیت ہے کہ جو دنیا صرف خوار چیز اور چند لحہ کی بے اعتبار ہے ہمہ تن اُسی کی آرائش مین گرفتار ہے اور جس کی یہ مثال کہ سفر مین ایک سرائے مین اُترا اور تمام مال و اسباب اور جو کچھ سرمایہ اُسکے پاس تھا سب اس مین ایک جھونپڑی بنانے مین صرف کیا اور دل مین خیالات کہ لوگ ہم کو عروج پر دیکھینگے اور ہماری قوم کے لوگ اس مین ٹھہرینگے ایک دن اسطرح گذرا دوسرے دن کوچ کیا اور پھر کبھی سرائے کی جھونپڑی خواب مین بھی نظر نہ آئی تو ایسے بیوقوف کو تو خیال کر سکتا ہے کہ وہ اسرار آسمان و روح و ملائکہ و عجائب و قدرت و حکمت الٰہیہ و اپنے انجام کار و آخرت کو سمجھ سکتا ہے اس کی بعینہ یہ مثل ہے کہ ایک پہاڑی جنگلی آدمی سے فلسفہ یا اقلیدس یا جبر و مقابلہ یا بلاغت زبان کا ایک نکتہ بیان کیا اور بہت زور دیا اُس نے سب سُنا اور قہقہہ مار کر دیوانہ دیوانہ کہتا ہوا چلدیا۔ شیخ رہ نے کہا کہ دو جگر پارہ یعقوبؑ جدا کر کے درد و بلا بڑھا دی اور ایک پر بیع و غلامی کا داغ اور دوسرے پر سرقہ و چوری کا نشان کر دیا چنانچہ بھائیون نے کہا کہ ان ابنک سرق۔ اور در حقیقت نفیس جواہر کا بہانہ شرافت یوسفؑ تھا جو بنیامینؑ نے ان سب کے درمیان سے اچک لیا کچھ شک نہین کہ بندہ خاص کے مقابلہ مین تمام جواہرات بلکہ دنیائے فانی محض ہیچ ہے ان لوگون نے اس الزام مین بھی غم اُٹھایا اور جب ادبار قحط مین گرفتار تھے تو جو حرکت کرتے اُنپر وبال ہو جاتی تھی۔ حضرت جعفر رہ نے کہا کہ کوئی سمجھتا ہے کہ پیغمبر کے بیٹے پیغمبر ہے یہ لفظ کسطرح جائز ہوا۔ علماء کے نزدیک یہ مقام مشکلات قرآن مین سے ہے اور اسی کے مثل قصہ داؤد مین ہے کہ خصمان بغی بعضنا علی بعض اور وہ دو نو خصم نہ تھے اور نہ انھون نے بغاوت کی۔ شیخ نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے سچ کہا کہ قرآن مجید مین بہت سے متشابہات ہین جنکے معنے حضرت حق عز و جل کے علم پاک مین ہین اور انھی تعلیم سے ان بندون پر منکشف ہوتے ہین جنکا قدم مسند علم پر راسخ ہے کما قال تعہ لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔ منجملہ انکے علوم کے اس مقام پر یہ ہے کہ حق سبحانہ تعہ نے قرآن مجید مین کلام معجز فرمایا ہے اور اسلوب اسکا بحقیقت و امثال و عبرت و مجاز و خبر و قصص ہے انکو اسی طور پر بیان فرمایا جسطرح واقع ہوئے پس براہ ظاہر انکے قصہ کو بعین الفاظ و اقوال و افعال سے ذکر فرمایا جو انھون نے کہا و کیا ہے اور حقیقت مین جو فرمایا حق ہے کیونکہ واقعہ کبھی ایک حقیقت کے اشارت سے خالی نہو گا اور وہی باطن علوم ہین پس مغز حقیقت کا علم مخصوص کتاب باری تعہ

ہے بدین معنی کہ بندگان علماء کسی وقت پر اس فیض سے کرامت و منزلت عالیہ پاوینگے اور اسوقت انکے معانی سے سرفراز ہوجاوینگے ہان اسوقت اسقدر موقوف ہو سکتا ہے جسکا تحمل ممکن ہو مثلاً سوال موسی علیہ السلام دیدار باری تعالے کا ایک علم سے تھا نہ جہالت سے جیسا کہ گمراہ جہال خیال کرتے ہین مگر مغز و معنی اس سوال کے انکو اسوجہ سے عطا نہوئے کہ اسکا تحمل اسوقت ممکن نہ تھا ہان ایک وقت پر ممکن ہوگا چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ انکم سترون ربکم الحدیث ولیکن موسی علیہ السلام کو تجلی عنایت ہوئی جس سے بیہوش ہو کر گر پڑے اور اگر عنایت الٰہی باقی نہ رکھتی تو مثل طور کے جلکر فنا ہوجاتے اور یہ احتراق انسے سوزش نہین ہے بلکہ سوزش حسن ازل ہے۔ شیخ رہ نے کہا کہ سرقہ یوسفؑ اپنے حسن سے قلوب خلق تھا اور یہ بنظر استحفاظ نظام تدبیر الٰہیہ ہے چنانچہ جن قومون کو محض سرائے فانی آراستہ کرنے کو دی گئی ہے اُنکو اس لطافت سے بالکل بے بہرہ کر دیا گیا اور یہ وہم نہو کہ اکثر ان مین سے سوزش محبت سے افیون کھا کر اور زہر پیکر اور بندوق سے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتے ہین کیونکہ یہ تو غلبہ نجاست ہے فی الحال آتش جہنم مین جلائے جانے کی استعداد قوی بغلبہ شہوات پیدا کرتے ہین اور انکو حسن ازل نظر نہین آتا بلکہ بحکم قولہ زین للناس حب الشہوات من النساء الآیۃ وہ تزئین نظر آتی ہے جسکی رسی شیطان کے ہاتھ مین دیگئی ہے پس یہ حال اسکا جسکو شیطان نے ایسی قوی پھندے مین پھانسا کہ عقل و حواس سب مسلوب ہوگئے اور عشق باری تعالے مین حواس کی نورانیت و لطافت اسقدر بڑھ جاتی ہے کہ فانیات و جسمانی لذات و دنیاے دنی و اسکے ضروری انتظامات سب سے وہ متنفر ہو کر مفرد و مجرد ہو جاتا ہے حتی کہ اگر ایک گاؤن پورا اسی طرح کا ہو جاوے تو وہان جملہ معاش کے طریقہ معطل ہو جاوین ہان آخرت کی بستی ہو جاوے اور شاید کہ ملائکہ انکی کارپردازی کرین واللہ تعالے سبحانہ اعلم۔ شیخ نے کہا کہ اسیطرح قولہ انکم لسارقون صحیح ہے کیونکہ انھون نے عہد و امانت کو نظام قضا سے اور یوسف کو اپنے والد سے سرقہ کیا یعنی خیانت سے عہد توڑا اور یوسف کو جدا کر کے فروخت کیا اور صدق سے سرقہ کر کے کذب مین قمیص خون آلودہ دی اور بے خبر بھیڑیون پر خیانت سے الزام لگایا کیونکہ جانور ایک امت ہین اور قولہ ان ابنک سرق صحیح ہے کہ خفیہ یوسف کو پایا اور ان مین سے کسی کو نہ بتلایا پس حقوق روحانی انکے بھی مستحق فیض یوسفی تھے مگر اخفاء بنیامینؑ سے یہ محروم رہے۔ اقول یہ نظیر اسکی ہے کہ جنت مین ہر کافر کا مقام موجود ہے گرچہ نہ لیگا یون ہی ہر پیغمبر بلکہ بندہ صالح کے ساتھ ہر مخلوق کا حصہ موجود ہے مگر لیاقت نہین ہے۔ شیخ نے کہا کہ علاوہ اسکے صاع مذکور انکی متاع مین انکے علم سے رکھا گیا تھا اور باوجود اسکے معذرت مین انھون نے اخفا کیا پس کلام الٰہی ہر موقع پر صدق و راست ہے باوجودیکہ اصل قصہ مین اہل قصہ کی حالت کسی عنوان پر ہو اسکو کلام معجز نظام الٰہی مین جہت صدق موجود ہے پس حقیقت وہ صدق ہے اور مجاز انکا قصہ ہے اور تصدیق اسکی قولہ تعہ وما شہدنا الا بما علمنا یعنے بحسب الظاہر و قولہ وما کنا للغیب حافظین یعنی ان اسرار کو ہم نہین جانتے جو دونون بھائیون کے درمیان خفیہ جاری ہوئے ہین۔ القصہ جب بڑے بھائی نے عہد مشورہ کے رائے قائم کی اور بھائیون سے پیغام لکھکر روانہ کیا تو یہ لوگ روانہ ہو کر حضرت یعقوبؑ کی خدمت مین آئے اور حال کہا

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۚ

یعقوب نے کہا بلکہ آراستہ کر دیا تمھارے لیے تمھارے نفوس نے کوئی بات پس صبر جمیل خوب ہے قریب ہے کہ اللہ تعہ میرے پاس لاوے ان کو سب کو

إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ

بیشک وہ دانا حکمت والا ہے اور منھ موڑ لیا اُنسے اور کہا کہ ہائے افسوس یوسف پر اور سپید ہو گئین اسکی دونون آنکھین

مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ

سبب غم کے سو وہ گھٹتا ہوا تھا کہنے لگے کہ قسم اللہ تعہ کی برابر تو یاد کرتا ہے یوسف کو یہانتک کہ ہو جاویگا مرنے کے قریب یا ہو جاویگا

مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

مردون مین سے — فرمایا کہ مین تو اپنی — پراگندگی — اور اندوہ کا اپنے اللہ ہی سے شکوہ کرتا ہون اور مین جانتا ہون اللہ تعالیٰ کیطرف سے وہ امر جسکو تم نہین جانتے ہو

حضرت یعقوب نے سب سُنا اور قَالَ جواب مین کہا کہ بَلْ سَوَّلَتْ زَیَّنَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا۔ بلکہ سنوار دکھایا تم کو تمھارے نفوس نے کوئی امر یعنی بظاہر انکی گفتگو سے اعراض کیا اور کہا بلکہ تمھارے نفس ایسے ہین کہ وہ جو بات تم کو زینت کرکے دکھلاتے ہین وہ تم پسند کرتے ہو۔ اور کلام مین لطف یہ ہے کہ لفظ بَل محتمل اضراب ہی جیسا کہ ظاہر مین بیان ہوا اور محتمل ترقی ہی یعنی یہ تمھاری گفتگو کا نتیجہ ہی بلکہ تمھارے نفوس کا بھی دخل ہی۔ اور یہان سے معلوم ہوا کہ آدمی کو چاہیے کہ ہر دم اپنے نفس سے ہوشیار رہے اور ہر کام پر جسکا ارادہ ہو غور کرے کہ یہ نفس نے تسویل کی ہی یا صحیح ہی پس قرآن و حدیث و آثار سے موافق پاوے تو عمل کرے ورنہ اس کام کا انجام خراب ہوگا، اور بعض مرتبہ قرآن و حدیث سے موافقت پاتا ہی مگر اس آدمی کی حالت سے موافقت نہین ہوتی تو لاچار اسکے واسطے اپنے نفس کی رائے پر اعتماد کرتا ہی اور انجام ٹھیک نہین ہوتا اور یہ نہایت باریک فریب نفس کا ہی اس سے وہی علماء بچتے ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہدایت فرمائی ہی مثلاً ایک مرد عیالدار عبادت مین بسر کرتا تھا اور اپنی صغیر اولاد کے لیے رزق قلیل تلاش کرلاتا تھا اس نے جہاد کے لیے قصد کیا تو جہاد کرنا عمدہ بات قرآن و حدیث سے ثابت ہی مگر موقع جنگ پر دیر ہوئی حتی کہ اُس نے خواہش کی کہ جلدی ہوتی تو مین واپس جاتا اور اپنے عیال کے لیے رزق لیجاتا پس یہ خیالات اسکے انجام مین مضر ہوئے اور اس کی مثالین جو شخص متقی ہونا چاہے اور کچھ عرصہ تک نفس کی تسویلات کا خیال رکھے وہ واقعات تحقیقی مین بہت کثرت سے پاویگا پس اللہ تعالیٰ سے التجا ہی کہ وہ اپنے فضل سے ہم بندون کو ہمارے نفوس کے تسویلات سے اور شیطان کے اغواء و تسلط سے بچاوے اور ہمکو شاہراہ مستقیم پر ثبات و استقامت کرامت فرماوے وہ سب چیز پر قادر غالب قوی علیم حکیم ہی بیضاوی وغیرہ نے لکھا کہ شل واقعہ یوسف کے خیال کرکے متہم رکھا کیونکہ بادشاہ مصر پابند شریعت ابراہیم علیہ السلام نہ تھی جو چور کو بعوض چوری کے ماخوذ کرے غیر ازینکہ خود ان لوگون نے اپنے نفس کی تسویل سے یہ راہ بتلائی ہو پس انکے نفوس کی تسویل یہ ہوئی کہ خلاف قانون بادشاہ مصر کے اسکو شریعت ابراہیم کا فتوی دیکر گرفتار کرادیا اور شاید یہ بھی گمان ہو کہ چوری کا الزام اسپر قائم ہونے مین تسویل نفس ساعدت کی ہو اور اول اظہر ہی اور وہی سچ واقع ہوا جو پیغمبر علیہ السلام کے دل مین گمان ہوا اسلیے کہ انھین کے نفس نے جوش مین آکر یہ سزا بتلائی کہ جزاءہ من وجد فی رحلہ فہو جزاءہ کذلک نجزی الظلمین۔ تو یہ صحیح ہی کہ یہ سزا تجویز کردینا خالی رحال مین پائے جانے پر بدون اسکے کہ چوری متحقق ہو انکے نفس کی تسویل ہی اگرچہ انکی نیت یہ نہ تھی کہ بنیامین کو یہ سزا دیجاوے اور بمقتضائے عقل یہ تھا کہ اگر کوئی چوری کرے اور ثابت ہو جاوے خاص شہادت و دلیل سے جسمین شبہہ نہ ہو تو اسکی سزا ہم لوگ یہ دیتے ہین تو اس صورت مین بنیامین کے گرفتار ہونے کی کوئی راہ نہوتی کیونکہ شبہہ موجود ہوتا کہ شاید کسی اور نے اسکے رحل مین رکھدیا ہو یا غلطی سے ناپنے والون نے رکھا ہو جنکو یاد نہین رہا اور باوجود اسکے وہ مال محرز نہ تھا جسکو بنیامین نے مقام حرز و محفوظ سے نکال کیا اور اگر نکالا تو گواہ کون ہی بہرحال اصلی فتنہ انکے نفس کی تسویل سے سرزد ہوا اور سچ ہوا خیال یعقوب علیہ السلام کا کہ تمھارے نفس نے ایک امر تسویل سے بنایا۔ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ فامری کذلک او فصبر جمیل احسن بس میرا فعل صبر جمیل ہی یا صبر کرنا الصبر جمیل خوب ہی صبر جمیل کے معنے ابتدائے سورہ مین گذرے اور وہان مین نے قصہ افک کی حدیث ام المؤمنین حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا آخر ٹکڑا اس غرض سے نقل کیا کہ حضرت صدیقہ نے آخر مین صبر جمیل بنا فعل ظاہر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو رد نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ صبر جمیل تھا او آپ بعد اطلاع کے بہت روئین اور غمگین ہوئین ولیکن کسی آدمی سے شاکوہ شکایت نہین کی اور نہ کوئی کلمہ خلاف شریعت زبان سے نکالا اور نہ افک

مین خوض کرنے والون مین سے کسی سے خاموشی کی التجا کی اور نہ انکے حق مین زبان درازی فرمائی اس سے صبر جمیل کے معنی وہی ظاہر ہوئے جو یہان حضرت یعقوب کے فعل سے ظاہر ہین کہ آپ نے ان بیٹون مین سے کسی کی شکایت نہ کی اور نہ انکی جانب کوئی التجا کی اور نہ لوگون سے کوئی استعانت و فریاد کی اور نہ خود پریشان ہوکر داد و ش کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر چھوڑا اگرچہ بہت روئے اور دونون مرتبہ یہی ہوا پھر اسکے بعد کہا کہ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا قریب ہی یا امید ہی کہ اللہ تعالیٰ لاوے میرے پاس انکو سب یعنی صیغہ جمع جو کم سے کم تین فرد ہوتے ہین سب کو مجھ سے لاوے اور وہ یوسف و بنیامین اور تیسرا بڑا بیٹا ہی جو وہین رہ گیا تھا شرم سے نہین آیا۔ اور ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس کی یہ بھی نیت تھی کہ اگر کوئی قابو لاؤ تو بنیامین کو خفیہ یہان سے نکال لیجاؤنگا۔ سوال یہ ہی کہ یہ کلام آنحضرت علیہ السلام نے کیونکر کہا تو علامہ بیضاوی و ابن کثیر رحمہما اللہ تعالیٰ نے اُسکو بالکل ذکر نہین کیا اور باقی تفاسیر مین مجھے یہ گفتگو نظر آتی ہی اور خلاصہ جواب یہ مذکور ہی کہ بطریق حسن الظن کے کہا یا بطریق فراست کے کہا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ یہان تو تین باتین پائی گئین۔ اول یہ اس سے صاف ظاہر ہی کہ انکو معلوم ہوا کہ یوسف زندہ اور خود مختار موجود ہین دوم سب مجموعہ ملینگے کیونکہ موافق اصل کے جمیعًا تاکید ان سب کے آنے کی بصورت اجتماعی ہی جو یاتینی بہم سے مشکوک تھی کہ شاید ایک بعد دوسرے کے آجاوین تو جمیعًا سے ظاہر کردیا کہ مجموع ملجاوینگے پس اسکو اس معنے پر محمول کرنا کہ کوئی باقی نہ رہیگا خلاف اصل ہی تو معلوم ہوا کہ یہ بھی جانا کہ سب مجموع ملینگے۔ سوم یہ کہ عسی اللہ کے قرب زمانہ پر اعلام کیا پس حسن الظن کے طور پر ایسا امور تحقیقی کا گمان غیر مرضی ہی ہان فراست کے طور پر مسلم ہی دلکن یہ گفتگو کہ فراست کیا چیز ہی تو حدیث صحیح مین ہی کہ مومن کی فراست سے پرہیز رکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہی پس معنی فراست دیکھنا بنور الٰہی ظاہر ہوئے اس سے زیادہ بحث کرنا مترجم کی لیاقت نہین ہان مثال البتہ ذکر کرتا ہون کہ ایک شخص نے ایک عورت اجنبیہ پر راستہ مین بدنظر ڈالی اور مکرر نظر سے دل پر اثر ہوا اسی وقت وہ حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم کی خدمت مین آیا تو آپ نے عام خطاب سے فرمایا کہ یہ کیا بات ہی کہ تم مین سے بعض آدمی میرے پاس آتا ہی جسکی آنکھون نے زنا کیا اور دل شریک ہی آئندہ پرہیز کرے ورنہ مین دُرّے مارونگا وہ شخص دل مین نہایت نادم اور ہراسان ہوا اور ایک وقت اُسنے پوچھا کہ یا خلیفہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی آتی ہی آپ نے فرمایا کہ نہین ولیکن فراست ہی پس دیکھو کہ مومن کی فراست ایک نور سے اور یہان تو حضرت ذی النورین دو نور سے مشرف تھے گویا اسی وجہ سے فراست پر دُرّے مارنے کا حکم جاری کرنے کی تہدید کی۔ لطیفہ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا وجہ ہی کہ خلافت حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم نہایت مستحکم تھی اور خلافت ذی النورین اور آپ کی متزلزل تو فرمایا کہ ان دونون کی خلافت کے رکن عثمان اور مین تھا اور عثمان و میری خلافت کے رکن تجھ ایسے لوگ ہین سچ فرمایا اللہم غفرانک یہی حال ہی کہ سابق زمانہ مین اہل توحید ایسے تھے کہ سوائے حق تعالیٰ جلشانہ کے کسی شخص و کسی چیز کی تاثیر ذرہ برابر شرک دیکھتے تھے اور اب ہم ایسے لوگ ہین کہ ظاہر و باطن ہر لحظہ شرک مین مبتلا ہین اور ظاہر شریعت پر کوئی حاکم نہین اور نہ وہ بظاہر حکم لگاتا کہ ہم لوگ منافق ہین ولیکن اللہ تعالیٰ عزوجل سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہین ہی وہ خوب جانتا ہی کہ یہ لوگ زبان سے کلمہ پڑھتے ہین اور دل مین یقین نہین حتی کہ انکے دل ذرا دکھین تو خود اقرار کرین کہ حاکم وقت اگر سزا کا کوئی دن مقرر کرے تو یقین سے گھٹ کر مر جاوین اور احکام الٰہی عزوجل پر کچھ خوف نہین ہے علماء وہ تھے کہ انکی نورانیت و توحید اور مخلوق پر شفقت کا کیا کہنا ہی اور اب ہم لوگ مخلوق کی خوشنودی چاہتے ہین اور خالق عزوجل کی ناخوشی سے خوف کے مارے مرنے کے بجائے منافقانہ بے پروائی ہے اسی واسطے دین کھو کر دنیا مین خوار ہین الٰہی ہدایت فرماوے الٰہی بخشدے اللہم تب علینا انک انت الغفور الرحیم۔ القصہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنور الٰہی تعالیٰ نہایت ادب سے امیدواری کی لفظ سے یہ التجا کی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کو مجھ سے ملادیگا کیونکہ انکو علم اسرار قدرت مع علم نبوت عطا ہوا تھا

اور انقطاع تعلق شہود ہو چکا لہذا ختم کیا بقولہ ۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ بیشک وہی علیم و حکیم ہے ۔ ادب کی مراعات کی اور لوگون کا وہم دور کیا کہ شاید کوئی گمراہ ہو جاوے اور یہ سمجھے کہ انکو علم غیب ہی تو نہایت تاکید سے علیم ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے منحصر کر دیا اور حکیم مین اشارہ ہی کہ یہ فراق جو لطائف صنعت سے واقع ہوئے حکمت آلٰہیہ و رحمت کاملہ ہی جو کچھ اُس نے فرمایا سب علم و حکمت کے ساتھ کیا ہی ۔ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ اور منہ موڑ لیا اُن لوگون سے یعنی زیادہ التفات نہ رکھا بلکہ جو کچھ کہنا تھا مختصر بیان کر کے ان لوگون کی طرف سے مُنھ پھیر لیا اور جناب باری تعالیٰ مین رجوع لائے ۔ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ اور کہا کہ اے اندوہ سخت یوسف پر ۔ اسف نہایت سخت اندرہی اندر غم و اندوہ کو کہتے مین جو کسی چیز کے فراق مین ہو پس یوسف کے فراق پر سخت حزن و اندوہ کو پکارا گویا کہا کہ فراق یوسف مین اے اندوہ شدید تو حاضر ہو کہ تیرا وقت ہے جیسے جاہل کافر لوگ یا ویلاہ کہا کرتے ہین اور ویل کا تعلق جہنم سے ہے کہ جہالت سے جہنمی اسی کو پکارتا ہے ۔ اگر وہم ہو کہ یہ تو اظہار جزع ہے کہ اندوہ کو پکارا تو جواب یہ ہے کہ یہ جو مذکور ہوا یہ گویا اصلی لغت کی تحقیق سے متعلق ہے پھر استعمال اسکا دوسرے معنون مین ہوتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا ویلتی االدوانا عجوز الآیۃ ۔ حالانکہ ویل سے انکی مراد وہ معنی نہین ہین جو کافر آدمی مراد لیا کرتا ہے جسکی غرض صدمہ کے وقت پیٹنا اور جزع فزع کرنا ہوتی ہی یا کافرہ عورت کوسنے کے وقت جہالت کے معنی دل مین لاتی ہے بوجہ اسکے کہ وہ ایمان و اس کی نیت سے غافل ہے اسی طرح حضرت یعقوب پیغمبر علیہ السلام لے لغوی معنی نہین لیے بلکہ لوگون سے مُنھ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے اور عرض کی کہ اے رب میرے مجھپر درد و اندوہ شدید آیا یوسف کے فراق مین اور دلیل اسپر کہ یہ جناب باری مین رجوع ہے نہ لوگون کو سنانے یا غفلت مین نالہ و فریاد کرنے کا شیوہ ہے وہ حدیث ہے جو طبرانی رحنے روایت کی کہ اگلی امتون مین سے کسی امت کو کلمہ استرجاع انا للہ وانا الیہ راجعون نہین دیا گیا کہ وقت مصیبت کے کہتے سوائے امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تو نہین دیکھا کہ یعقوب نے یہ کلمہ نہین کہا بلکہ کہا یا اسفی علی یوسف ۔ مترجم کہتا ہی کہ سراج مین اسی طرح لکھا کہ طبرانی نے یہ حدیث روایت کی ۔ اور ظاہر احادیث کا لفظ بطریق عموم اثر کو لکھا ورنہ شیخ امام ابن کثیر نے لکھا کہ قال عبد الرزاق انبانا الثوری عن سفیان العصفری عن سعید بن جبیر قال لم یعط احد غیر ہذہ الامۃ الاسترجاع الاتسمعون الی قول یعقوب علیہ السلام یا اسفی علی یوسف یعنے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ جو تابعین مین سے ہین اور حجاج ظالم کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور قصہ عجیب عبرتناک ہی انھون نے کہا کہ استرجاع سوائے اس اُمت کے کسی اور کو نہین دیا گیا کیا تم کان نہین دھرتے ہو قول یعقوب کی طرف کہ کہا یا اسفی علی یوسف ۔ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ اور سپید ہوگئین اُس کی دونون آنکھین بسبب اندوہ کے فَهُوَ كَظِيْمٌ پس وہ اندر ہی اندر گھُٹے ہوئے چپ تھے یعنی کسی مخلوق کی طرف کچھ شکایت نہ کرتے اور چپ خاموش تھے جیسے کاظم الغیظ اندر ہی اندر غصہ پی جاتا ہی ۔ یہ معنی قتادہ رح وغیرہ نے بیان کیے ہین اور ضحاک وغیرہ نے کہا کہ کظیم بمعنی کئیب و حزین یعنی درماندہ محزون ۔ اور بیضاوی رح نے کہا کہ کظیم اندوہ سے بھرا ہوا جو باہر نہ نکلا ۔ یہ فعیل بمعنی مفعول ہی جیسے قولہ وہو مکظوم اور محاورہ یہ ماخوذ از کظم السقا ہی جبکہ مشک بھر کر منھ باندھ دیا جاوے ۔ اور کہا کہ یا فعیل بمعنی فاعل جیسے قولہ کاظمین الغیظ ۔ تو ماخوذ ہی کظم البعیر جرتہ جبکہ اونٹ پاگر کو نگل جاوے ۔ پھر بیاض عین مین دو قول ہین ایک یہ کہ چھ برس نابینا ہو گئے یہ مقاتل سے مروی ہی اور بعض نے کہا کہ کثرت آنسوون سے سپیدی طاری تھی اور یہ قول صحیح نہین ہی کیونکہ قمیص یوسف سے دوبارہ بینائی آئی ہی پس صواب یہی ہی کہ آنکھین بدستور تھین مگر بینائی کی قوت زائل ہو کر سپید ہو گئی تھین اور واللہ اعلم یہ شاید طبقہ عنبیہ یا الفتبۃ النور مین پانی اُتر آنے و بھر جانے سے ہوتا ہی و لیکن جہان حکمت حق عزوجل سے معجزات ظاہر ہوتی ہی ایسی توجیہ کی کچھ ضرورت نہین ہی ۔ پھر یہان سوال ہوا کہ حضرت یعقوب نے فقط یوسف ہی پر اسف و تاسف کیا اور باقی دونون

ملہ یعنی حضرت [illegible] کے بارہ مین زیادہ [illegible] ۱۲ مترجم

بیٹون پر تاسف نہ کیا تو بیضاوی رح و کشاف و انکی اتباع سراج وغیرہ مین لکھا کہ ایک یہ وجہ تھی کہ آنحضرت علیہ السلام ان دونون کے زندہ ہونے پر یقین رکھتے تھے بخلاف یوسف رح کے اسوجہ سے فقط یوسف پر تاسف کیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ توجیہ ہیچ ہی اسواسطے کہ ابھی خود کہہ چکے ہین کہ عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا ۔ یہ تو حیات یوسف پر علم ہے اور یہ قول کہ فقط حسن الظن تھا مستبعد ہی اور دوسری وجہ یہ بیان کی کہ اصلی ملال فراق یوسف تھا اسی کے پیچھے یہ دونون رنج ہو گئے تو گویا اصلی زخم پر اور زخم لگا پس تازہ ہو کر اندوہ شدید تک پہونچا مین کہتا ہون کہ وجہ تو یہی ہی کہ اصل اس حکمت مین فراق یوسف علیہ السلام تھا ورنہ سوائے اس کے باقی بیٹون سے اندوہ اسقدر مدت تک کم نہ واپس یہ مقام اہل علم و ادراک کے لیے محل فکر ہی ۔ اب یہان یہ سوال ہے کہ رونا اور تاسف آیا جائز ہی تو بیضاوی نے اور اسکی اتباع مین ایک جماعت نے لکھا کہ اس مین دلیل ہی کہ تفجع اور مصیبت کے وقت رونا اور تاسف کرنا جائز ہی اور کہا کہ شاید ایسے اوقات داخل تکلیف نہین ہین یعنے بندہ کو ایسے وقت بے اختیاری مین کوئی اختیاری فعل پر قائم رہنے کی تکلیف عبودیت نہین دی گئی ہی کیونکہ سختیون کے وقت بہت کم آدمی اپنے نفس پر قابو رکھتا ہی یعنی بے اختیار ہو جاتا ہی اور یہی بے اختیاری رافع تکلیف ہی اور لکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے فرزند ابراہیم کی وفات کے وقت آنکھون مین آنسو بھر لائے ۔ ابن عوف رح نے کہا کہ آپ یا رسول اللہ فرمایا کہ اے ابن عوف یہ رحمت ہی اور فرمایا کہ دل محزون ہوتا ہوتا ہی اور آنکھین آنسو بھر لاتی ہین اور ہم کوئی بات نہین کہتے مگر وہی جس سے ہمارا رب خوش ہو اور ہم تیری جدائی پر اے ابراہیم بیشک غمگین ہین ۔ رواہ البخاری و مسلم ۔ مترجم کہتا ہی کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی لڑکی مرنے لگی تو انھون نے اپنے والد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور آپ دوسری مرتبہ کے اصرار پر گیے اُسکا دم ٹوٹتا تھا تو رونے لگے پس بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ روتے مین فرمایا کہ میرا رونا شفقت کا ہی رواہ البخاری ۔ اور فرزند ابراہیم کے لیے بشارت دی کہ جنت مین اُسکے لیے دودھ پلانے والی ہی ۔ رواہ البخاری اور واضح ہو کہ یہ مسئلہ لوگون پر مشتبہ ہو گیا ہی ۔ اور جو کچھ میرے نزدیک آیات و احادیث و اقوال علماء سے ہی وہ یہ ہی کہ جزع و فزع کافر کا اضطراب قلب ہی جس سے اس کو بد حواسی کی نوبت پہونچتی ہی کیونکہ وہ آخرت کا قائل نہین ہی اور اس سے قلب کی صلاحیت مین اور حق تعالیٰ کے ارادہ و مرضی مین انکار و ناراضی ہوتی ہی اور یہ ہر حال مین حرام و منع ہی خواہ روئے یا نہ روئے کیونکہ کفر تو ہر حال مین بُرا ہی اور اسی کے آثار سے ہی پیٹنا اور بیان کرنا اسیواسطے حدیث ہی کہ النیاحۃ من عمل الجاہلیۃ ۔ اور دستور تھا کہ ملکر اور تنہا تنہا ماتم کرتے تھے عورتین گریبان پھاڑتین اور مُنھ نوچتی اور بال نوچتی اور پچھاڑین کھاتی اور مرثیہ و بین پڑھتی تھین اور ماتم کرتی تھین اور پاس پڑوس کی عورتین اور عزیز اقارب سب رونے مین شرکت کرنے کو باری باری سے جاتی تھین ۔ اب اس مسئلہ مین خوض دو طرح پر منحصر ہوا ایک تو اس اصول پر کہ کفر و جہالت کی مشابہت حرام ہی اور دوم جو اثر دل پر و اعتقاد پر خلاف رضاء حق عزوجل ہو وہ حرام ہی باقی جائز ہی ۔ تو مین کہتا ہون کہ حدیث عائشہ رض مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے ایک یہودیہ عورت پر اسکے لوگون کو روتے دیکھکر فرمایا کہ وہ تو اپنی قبر مین عذاب کیجاتی ہی اور یہان اسپر لوگ روتے ہین ۔ اسکو اصحاب صحاح نے روایت کیا ہی اور ایک حدیث مین آیا کہ کافر پر جب اُسکے لوگ ایسا اور ایسا تعریف کہکر روتے ہین تو وہ اسی پر عذاب کیا جاتا ہی کہ تو ایسا تھا اور تو ایسا تھا حالانکہ وہ کافر تھا پس نوحہ و بیان کرنا اور گریبان پھاڑنا اور رونے مین شرکت کرنا اور مانند اسکے افعال قبیحہ حرام ہین اور بخاری رح نے کہا کہ اگر کسی شخص کا دستور ہو کہ رونے و ماتم مین شریک ہوتا ہو یا اپنی جورو و عیال کو اجازت دیتا ہو تو اُسکے مرنے پر جیسے پس فعل پر ماخوذ ہوگا ویسے ہی جب یہ لوگ اسپر روئینگے تب پکڑا جاویگا ۔ اور جو عورتین کہ بیان کرتی ہین یا ایسی حرکتین کرتی ہین جو رضاء حق پر راضی ہونے کی دلیل نہین ہین تو وہ منع کیجاوین چنانچہ حضرت ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہین کہ جب ابو سلمہ یعنے انکے شوہر مرے تو قصد کیا کہ ایسا رونا روؤن جو لوگون مین یادگار رہے اور ایک عورت انکی شریک

ہونے کو آئی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آگئے اور فرمایا کہ اے تو چاہتی ہے کہ جس گھر سے اللہ تعالے نے شیطان کو نکالا ہے تو اس میں پھر اسکو داخل کرے پس مین باز رہی۔ رواہ مسلم اور ام المومنین سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلعم سے سُنا تھا کہ جو کوئی وقت مصیبت کے انا للہ وانا الیہ راجعون کہے تو اسکو اول سے بہتر ملتا ہے پس مین نے وفات ابو سلمہ پر یہ کلمہ کہا اور ثواب کی امیدوار رہی کیونکہ مجھے خیال تھا کہ مجھے ابو سلمہ سے بہتر کون ملیگا یہان تک کہ مجھے اللہ تعالے نے اپنا حبیب خاص محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیا۔ والحدیث فی الصحیح۔ الغرض ام سلمہ رض کو ایسے رونے سے منع فرمایا اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کی خبر پہنچی[1] اور ساتھ ہی زید بن حارثہ وابن رواحہ شہید ہوئے تھے تو آپ مسجد مین بیٹھے اور آپ پر حزن وملال ظاہر تھا پس آپ سے ایک نے جعفر رض کی عورتون کا رونا بیان کیا آپنے منع کرایا پھر دوبارہ بیان کیا آپ نے منع کرایا پھر تیسری بار اُسنے کہا کہ وہ نہین مانتی ہین تو فرمایا کہ انکی منھون مین خاک بھر دے رواہ اصحاب الصحاح پس یہ رونا بھی آپ کو علم نبوت سے معلوم ہو گیا کہ خلاف رضاے دلی ہے جیسے علم نبوت سے یہ امر معلوم ہو گیا تھا کہ سرداران لشکر جعفر رض و ابن حارثہ وابن رواحہ شہید ہو گئے اور خالد نے بغیر سرداری کے نشان اُٹھا لیا اور اُسکو اللہ تعالے نے فتح دی اور کفار مخذول وخوار ومنہزم ہوئے اور حضرت عمر رض کی شہادت کے وقت صہیب رض روتے آئے اور کہتے کہ اے بھائی اے ہمارے سردار بھائی پس عمر رضی اللہ عنہ نے اسی حالت زخم مین فرمایا کہ اے صہیب مجھپر روتے ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت پر اسکے لوگون کے رونے سے عذاب ہوتا ہے یعنی میرے بعد بھی نہ رونا اور جہالت کا رونا مت رو۔ اور اسی قسم سے ہے حدیث انس رض کہ ایک عورت اپنے بچہ پر روتی تھی یعنی ایسا ہی رونا جسمین مشیت وارادہ آلہی سے ناراضی اور قلب مین جزع وفزع جس سے تہ وبالا ہو جاوے پس آپ نے فرمایا کہ اے عورت تقوی کر اللہ تعالے سے اور صبر کر اس نے کہا کہ اے شخص تجھ کو میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے جب آپ چلے گئے تو کسی نے اُس سے کہا کہ اے عورت یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے یہ سنکر اُس پر خود مثل موت کے غم طاری ہوا اور دوڑی آئی دیکھا کہ دروازہ پر دربان نہین ہین وہ اندر آئی اور عذر کیا کہ مین نے نہین پہچانا اور اب مین صبر کرتی ہون تو آپ نے فرمایا کہ صبر کا ثواب اللہ تعالے اول صدمہ کے وقت عطا فرماتا ہے رواہ اصحاب الصحاح یعنی صبر کا وہ وقت تھا جب صدمہ پہنچا تھا تو اسوقت جب رضاے آلہی پر رضامندی دل پر طاری ہوئی اور نفس مغلوب کیا گیا تو اللہ تعالے کی رضامندی ومحبت پائی گئی اور اب تو نفس خود تھک کر بیٹھ رہا اور انس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا ثواب بڑی مصیبت پر ہوتا ہے اور جب اللہ تعالے کسی قوم کو محبوب رکھتا ہے تو انکو مصیبت مین مبتلا کرتا ہے پس جو انمین سے راضی ہوا اُسکے واسطے رضاے حق عز وجل ہے اور جو ناخوش ہوا اسکے لیے حق تعالے کی ناراضی ہے رواہ الترمذی۔ اور دیگر احادیث صحیحہ مین نوحہ کہنے والیون اور گریبان پھاڑنے منھ نوچنے بال گھسوٹنے والیون پر لعنت مذکور ہے پس یہ رونا اور یہ طریقہ مجموعہ اور ہر ایک علیحدہ علیحدہ سب حرام ہین در ہا رونا وہ کہ جو حزن قلب پر ہو اور فراق چند روزہ پر ہو باوجود یقین اس بات کے کہ آخرت برحق ہے اور باوجود یقین اس بات کے جو اللہ تعالے نے کیا اُس کی رضامندی ہمارے سر آنکھون پر ہے اور قلب اپنے حال پر اللہ تعالے کی محبت پر قائم ہے اور جو ہوا اُسکو عقل وقلب سے بنظر رضامندی دیکھتا ہے اور حزن وملال اسکا فعل اس مضغہ لحم وپارہ گوشت کا ہے تو اس مین اگر کوئی ہو کہ اسکو خوشی ہو تو وہ بڑا ثواب پاویگا اور کوئی ہو کہ محزون ہو کر رہ جاوے تو درجہ دوم اور کوئی ہو کہ زبان سے استرجاع کرے اور آنکھون سے آنسو بہاوے تو بھی مضائقہ نہین اور ثواب صبر عظیم اسکو ملیگا بفضل اللہ سبحانہ تعالے اور اسی قسم سے ہے حدیث ابو ہریرہ رض کہ خاندان رسول اللہ صلعم مین سے کسی کا انتقال ہوا پس عورتین رونے لگین پس عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر انکو منع وجھڑکنا شروع کیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے عمر انکو پڑا رہنے دو چھوڑ دو کیونکہ آنکھ آنسو بھر لاتی ہے اور قلب کو صدمہ پہنچا ہے اور زمانہ قریب ہے۔ رواہ النسائی اور

[1] خبر پہنچی ۱۲ قول اس سے پہلے آپ نے لوگون کو ان سب کی شہادت سے آگاہ کر دیا تھا اور کہدیا تھا کہ خالد بن ولید ان سرداران لشکر کے شہید ہونے کے بعد اپنی راے سے سردار ہو گیا اور ماشاء اللہ تعالے نے اسکو فتح دی ہے اور کفار روم نے فاش شکست کھائی ہے ۱۲ م.

حدیث عائشہ رض کہ آنحضرت صلعم نے عثمان بن مظعون کو بوسہ دیا درحالیکہ وہ مردہ پڑے تھے اور آپ کی آنکھون کے اندر آنسو بھر آئے ڈبڈباتے تھے رواہ الترمذی وابو داؤد۔ پس حاصل یہ کہ جسقدر یقین وایمان مضبوط ہوتا ہے اسی قدر تقدیر ومشیت آلہی پر رضامندی پوری واطمینان ہوتا ہے کہ کچھ دن بعد آخرت مین ہم سے ملاقات ہوگی مگر ان دونون کے فراق کا صدمہ اور دیگر جسمانی خیالات پر شفقت ہوتی ہے اور یہی ہے حدیث آنحضرت صلعم کہ للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی رواہ فی الصحیح یعنی اللہ تعالے ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر ایک چیز اس کے نزدیک میعاد مقدر ہے پس اس یقین پر اسکو کوئی اضطراب وجزع نہین ہوتا اور یہ امر تم کو تشویش نہ کرے کہ دونون باتین کیونکر جمع ہوتی ہین تو مثال دیکھو کہ آدمی پھوڑا چیرنے اور تلخ دوا پینے پر حکیم سے راضی ہوتا ہے لیکن اسکو تکلیف ودرد معلوم ہوتا ہے پس مومن کو صرف چند روزہ فراق کا صدمہ ہوتا ہے جیسے کوئی پردیس جاتا ہے یا لڑکی اپنی مان کے گھر سے رخصت ہوتی ہے تو فراق کا صدمہ ہوتا ہے وقد قال علیہ السلام انا بفراقک یا ابراہیم لمحزونون ہم تیری جدائی سے اے ابراہیم غمگین ہین حالانکہ جنت مین یکجائی یقینی تھی اور خود آگاہ فرمایا کہ جنت مین وہ پرورش پاتا ہے اس کی دائی ہے پس حاصل یہ ہے کہ کبھی بظاہر صورت بندہ صالح سے وہ بات پائی جاتی ہے جسکو عوام اپنے اوپر قیاس کرتے ہین حالانکہ نیات مین زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے اور یاس چیز مین معتبر ہے جہان آخری جزو اعتبار کا افعال قلوب مین سے ہے آیا تم نہین دیکھتے کہ نماز کی شکل ایک منافق کی اور ایک پیغمبر کی یکسان ہے حالانکہ کتنا بڑا فرق بلکہ ذات مین اختلاف ہے اور اسی کے نظائر مین یہان گریہ وبکا ہے اسیطرح شدت مرض مین دلیر وشجاع کا فر اپنے آپ کو گولی مار لیتا ہے مگر نہ اسوجہ سے کہ اُسکو رفیق اعلی کا اشتیاق ہے بلکہ تکلیف سے جیسے قزمان مدنی نے کیا تھا۔ بالجملہ شفقت وحسن نیت کی قسم سے ہے حدیث انس رضی اللہ عنہ کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احتضار کا وقت آیا تو آپ پر کرب شدید ہوا پس حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے کہا کہ واکرب اباہ۔ ہاے میرے باپ کو کسقدر کرب شدید ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے لخت جگر آج کے سواے تیرے باپ پر کبھی کرب نہو گا پھر جب آپ نے انتقال فرمایا تو حضرت سیدہ رض روئین اور کہا کہ یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ من الجنۃ الفردوس ماواہ یا ابتاہ الے جبرئیل ننعاہ یعنی اے میرے باپ تم نے اپنے پروردگار کا بلانا پسند کر لیا اے میرے باپ تمھارا ٹھکانا تو جنت الفردوس ہے اے میرے باپ جبرئیل سے تمھاری تعزیت ہے۔ پھر جب آپ دفن ہوئے تو کہا کہ اے انس کیسے تم لوگون کے جی کو گوارا ہوا کہ تم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالدی بسترجم کہتا ہے کہ یا مولاہ تیرے حکم سے میرے قلم کے چاک جگر سے یہ کیا نکل رہا ہے اللہم تو غنی ہو منا لمتبعا لنبیک صلے اللہ علیہ وسلم۔ اے اہل ایمان آگاہ رہو کہ حدیث صحیح مین حضرت سرور عالم نبی کریم شفیع المذنبین صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے امت کے لیے سب سے زیادہ مصیبت میرا رحلت کرنا ہے اس سے زیادہ انپر کوئی مصیبت نہ آویگی رواہ الائمۃ فی الصحاح آہ آہ جانہاے ما فداے خاک پاے تو باد کوئی شبہہ نہین کہ ہم لوگون کو ایسی مصیبت نہ پہنچی خصوص اس زمانہ بیکسی مین ارحم بنا یا ارحم الراحمین۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری مین جماعت انصار رضی اللہ عنہم کا رونا درحالیکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری مین شدت ہو گئی تھی اسی معنی مین مروی ہے یہان چند احادیث وفوائد مختصر استطرادا لکھدیتا ہون۔ اول آنکہ اکثر لوگ آسانی سے موت کو اچھا سمجھتے ہین اور یہ باطل ہے صحیح یہ ہے کہ اس سے کچھ بھی استدلال نہین ہوتا بلکہ سختی سے موت کفارہ گناہ وہی موت انبیاء علیہم السلام ہے۔ دوم ناگاہ دم نکل جانا عبید بن خالد السلمی کی حدیث مین ہے کہ کافر کے لیے مصیبت وعذاب ہے اور مومن کے لیے رحمت ہے۔ رواہ ابو داؤد۔ غرضکہ جو کوئی ایمان پر مرا ہر حال مین اچھا ہے اور جو کافر ہو یا نام کا مسلمان ہو دل مین کچھ نہو وہ ہر حال مین برا ہے سوم حدیث ابو ہریرہ رض برابر مومن کو اسکی جان ومال واولاد پر بلا نازل ہوتی رہتی ہے یہانتک کہ اللہ تعالے سے ایسے پاکیزہ حال پر ملتا ہے کہ اسپر کوئی گناہ نہین ہوتا۔ رواہ مالک والترمذی۔ حدیث جابر رض جب عاقبت مین دنیا کے ایمان والے جو بلاؤن مین مبتلا رہے تھے انکو ثواب عطا ہوگا تو جو

لوگ سلامتی سے رہے وہ تمنا کرینگے کہ کاش ہماری کھال قینچیون سے کاٹی جاتی۔ رواہ الترمذی۔ اور صحیح حدیث مین ہے کہ کافر و منافق دنیا مین آرام سے رہتا ہے یہان تک کہ صنوبر کے درخت کی طرح یکبارگی برباد ہوتا ہے۔ اب مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو باطن مین جو اجر جزیل و ثواب جمیل ہوا اسکا مترجم ضعیف کیونکر تذکرہ کرسکتا ہے اور ظاہر مین دیکھو کہ آنکھین جاتی رہین پس حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل فرماتا ہے کہ مین نے جسکی دونون پیاریان یعنے آنکھین لے لین اور اس نے صبر و ثواب کی نیت کی تو اس کے لیے مین کسی ثواب پر راضی نہین ہون سواے جنت کے یعنی اسکو قطعی ثواب جنت ہے۔ رواہ البخاری والترمذی وصححہ۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوع روایت ہے کہ جب بندہ مومن کا کوئی صفی یعنی پیارا اہل زمین سے اللہ تعالے لے لیتا ہے اور وہ صبر و ثواب کی نیت رکھتا ہے تو سواے جنت کے اس کے لیے دیگر ثواب پر راضی نہین ہوتا۔ رواہ النسائی اور صحیحین مین ہے کہ نہین پہونچتا مومن کو کوئی تعب و درد و مرض اور غم حتی کہ فکر و تشویش مگر آنکہ اللہ تعالے اُسکے گناہون کا کفارہ کردیتا ہے۔ اور دیکھو کہ پہلے ایک اولاد کا فراق ہوا پھر دو کا اور ساتھ ہی تین کا فراق ہوا اور تین اولاد کی موت کا ثواب جنت ہے تو گویا اس کرامت سے بھی سرفراز کیا اور فراق ایک مدت غیر معلوم کا بمنزلہ موت ہے کیونکہ موت بھی اہل ایمان کے نزدیک ایک فراق غیر معلوم ہے اور حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ مین آنحضرت صلعم نے عورتون کو جو وعظ سنایا اسمین ہے کہ جس عورت نے تین نابالغ اولاد پہلے بھیجی ہون وے ضرور اسکے واسطے آتش دوزخ سے روک ہوجاوینگے پس ایک عورت نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر دو ہون تو فرمایا کہ اگر دو ہون تو بھی یہی ہے۔ رواہ البخاری ومسلم اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جسکو اصحاب صحاح نے روایت کیا اسمین عورتون و مردون سب کے لیے یہ بشارت ہے اور ایک روایت مین ایک فرزند کے حق مین بھی یہ بشارت ہے اور اسمین مذکور ہے کہ فتمسہ النار الا تحلۃ القسم یعنی آگ اُسکو نہ چھوویگی مگر قسم پوری ہونے کو۔ اور اس لفظ کے معنے مین صاحب تیسیر سے سہو ہوا کہ اُس نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ نہایت خفیف چھوویگی جیسے قسم کھانے والے کی قسم پوری ہوجاتی ہے۔ اور صواب یہ ہے کہ آگ بالکل نہین چھوویگی ولیکن قسم رب تبارک وتعالی یعنی قولہ ان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا۔ پوری ہوجائیگی یعنی دوزخ کی راہ سے سب کا گذر ہوگا اور اس سے یہ لازم نہین کہ آگ چھو جاوے کیونکہ دار الآخرہ حیوان ہے حتی کہ حدیث مین ہے کہ جہنم کہیگی اے بندہ مومن جلدی چلے جاؤ کہ تمھارے نور سے میری آگ بجھی جاتی ہے۔ فالحاصل ان المراد بالقسم مافی الآیۃ وتحلۃ ہذہ الیمین بالایراد فیہا لا بالمس والاستثناء منقطع فافہم اور واضح ہو کہ صغیر اولاد کے جنازہ پر دعا مین فرط مذکور و معروف ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مین دو فرط مذکور ہین اور مراد وہی ہے جو مذکور ہوئی ولیکن اسمین یہ بشارت زائد ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض نے کہا کہ یا حضرت جسکا ایک فرط ہو تو فرمایا کہ اسکے موفقہ وہ بھی جسکا ایک فرط ہو پھر اُنھون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کی اُمت مین سے جسکا فرط ہی نہو یعنی اولاد ہی نہو تو فرمایا کہ مین اپنی اُمت کا فرط ہون انکو مجھ سے بڑھکر کوئی مصیبت نہ پہونچیگی رواہ الترمذی یعنی میری وفات ہر وقت ہر زمانہ مین میری اُمت کے لیے ایسا سخت اندوہ ہے کہ انکی آل اولاد کسی کے مرنے کی مصیبت انکو اتنی بڑی نہ پہونچیگی۔ مترجم کہتا ہے کہ بہت صحیح فرمایا اسواسطے کہ ایمان نہین جسکو آپ اُسکی جان و اولاد وغیرہ تمام جہان سے پیارے نہون فافہم واللہ تعالے ہو الکریم المفضال الکبیر المتعال الفعل مایشاء وہو العلیم الحکیم۔ سراج مین کہا کہ شرف انسان بزبان و چشم و دل ہے اور حضرت یعقوب کی نسبت ان تینون کا غم مین مستغرق ہونا بیان کیا تو یہ شدت غم کی پوری تصویر ہے۔ القصہ جب آنحضرت علیہ السلام نے اسطرح یوسف کو یاد کرکے غم شدید اٹھایا تو عیال و اولاد جو حاضر تھی غمناک ہوئی اور۔ قَالُوْا اُنھون نے آنحضرت سے کہا۔ تَاللّٰهِ قسم اللہ تعالی کی۔ تَفْتَؤُا لا تفتؤا اے لاتزال۔ تو برابر ہمیشہ تَذْكُرُ يُوْسُفَ یاد کرتا ہے یوسف کو۔ غم کرتا ہے اسکو یاد کرکے حَتّٰى الے ان۔ تَكُوْنَ حَرَضًا۔ یہان تک کہ تو ہوجاوے

مرنے کے قریب۔ اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ یا تو ہوجاوے مرجانے والون مین سے۔ یعنی مردہ ہوجاوے ولیکن ادب سے دوسری طرح یہ مضمون ادا کیا۔ سوال ہوا کہ انھون نے قسم سے یہ بات کیونکر بیان کی۔ جواب دیا گیا کہ اُنھون نے ظاہر حالت دیکھکر قسم کھائی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ قسم قطعی چیز پر کھانا چاہیے یا جسکا یقین سما جاوے اگرچہ واقع مین نہو پس اگر انھون نے برابر یوسف کو یاد کرنا قسم سے بیان کیا تو یہ لغو قسم مین سے ہے اور بات صحیح ہے اور اگر انھون نے نتیجہ پر قسم کھائی کہ قریب المرگ یا ہلاک ہوجاوے تو یہ یقین ان کے دل مین سما گیا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا قریب ہلاک ہونا تو واقعی تھا اور مردہ ہوجانا احتمالی اور قسم مین کسی بات پر انحصار نہین ہے تو کوئی سوال وارد نہین ہوتا ہے۔ سراج مین کہا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ موجود بیٹون نے کہا اور بعض کے نزدیک گھر والے پوتے پروتے وغیرہ نے کہا ہے۔ تو آنحضرت علیہ السلام نے جواب دیا۔ قَالَ کہا کہ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ مین تو شکوہ کرتا ہون اپنی پریشانی کا۔ وَحُزْنِيْٓ اور اپنے اندوہ و غم کا۔ اِلَى اللّٰهِ فقط اللہ تعالے کی درگاہ مین یعنی میرا شکوہ کسی غیر سے نہین ہے بلکہ اللہ تعالے سے ہے۔ دیکھو انھون نے رونے دھونے اور غم کرنے سے روکا تھا اور آپ نے یہ اقرار نہ کیا کہ مین نہ کرونگا یا مجھے ایسا صدمہ نہوگا یا مانند اس کے بلکہ یہ جواب دیا کہ مین فقط اللہ تعالے سے شکوہ کرتا ہون تو مراد یہ ہے کہ میرا اندوہ جب اللہ تعالے کی جانب ہے تو وہ علیم حکیم ہے وہی فرماویگا جو اس کی رحمت و کبریائی کے لائق ہے اور میرا ثواب باطل نہوگا پھر اسکا اندیشہ نہ کرنا چاہیے اور اس سے زیادہ انکی تسکین کردی بقولہ۔ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اور مین جانتا ہون اللہ تعالے کی طرف سے جو تم نہین جانتے ہو۔ یعنے مجھے ان معاملات آلہی مین سے جو کچھ معلوم ہے وہ تم کو نہین معلوم ہے پس تم میرے فعل کو اپنے فعل پر قیاس مت کرو۔ خوب کہا ہے کار پاکان را قیاس از خود مگیر ٭ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر۔ یعنی پاک لوگون کا قیاس اپنے اوپر مت کر۔ اگرچہ لکھنے مین شیر کی و شیر کی ایک صورت ہے حالانکہ جانور شیر نجس و حرام ہے اور شیر دودھ پاک و نفیس ہے اور معنے ذاتی مین کتنا بڑا فرق ہے۔ اور بیضاوی رح نے کہا کہ مین اللہ تعالے کی رحمت و صنعت جانتا ہون اور یہ کہ دعا کرنے والے کو ناامید نہین کرتا اور ملتجی کو نہین چھوڑتا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ معنے اگرچہ خود صحیح ہین لیکن اس مقام پر تامل ہے اسلیے کہ یہ باتین تو وہ لوگ بھی جانتے ہونگے علاوہ اس کے دعا کرنا اور التجا کرنا ایسی گریہ و زاری کو موجب نہین کہ جسکی انھون نے شکایت کی تھی۔ اور سراج وغیرہ مین یہان عام خیالات کے اسرائیلی روایات لکھین از انجملہ یہ کہ ملک الموت کو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تم نے یوسف کی روح قبض کی تو انھون نے کہا کہ نہین اور مصر کی جانب اشارہ کیا کہ وہان تلاش کرو اور از انجملہ یہ کہ جب بیٹون نے بادشاہ کی صفات و حالات ذکر کیے تو سمجھے کہ وہ یوسف ہوگا اور کافرون مین ایسا آدمی ہونا بعید ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اقرب وہ قول بیضاوی رح ہے کہ مجھے حکمت آلہیہ سے وہ علم ہے جو تمکو نہین ہے پس میرا فعل اس حکمت پر مبنی ہے اور وہ بھی اولی ہے جو ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ قولہ اعلم من اللہ ما لا تعلمون یعنی خواب یوسف اور اللہ تعالے ضرور اسکو سچ ظاہر کریگا۔ اور عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ مین جانتا ہون کہ خواب یوسف سچ ہے اور مین اُسکے لیے سجدہ کرونگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین اشارت ہے کہ میری گریہ و زاری اپنے رب کی جانب بعض حکمت پر مبنی ہے واللہ تعالے اعلم۔ ف فی العرائس قولہ قال بل سولت لکم انفسکم امرا یہ یعقوب علیہ السلام کا جواب ہے اس مین رمز و اشارہ سے حقیقت کا اشارہ کیا یعنی سرقہ وہ نہین ہے جو صواع چرانا تم گمان کرتے ہو اور یہ فعل انبیا نہین ہے بلکہ سرقہ اسرار یوسف مین جو مکامن غیب کی واردات سے اُسکو آگاہ کیے ہین۔ قولہ فصبر جمیل اشارہ ہے کہ مین یوسف و بنیامین کو مجلس انس مین دیکھتا ہون اور صبر کرتا ہون یہانتک کہ اللہ تعالے انکو مجھ تک پہونچا دیوے اور صبر جمیل کے معنے یہان یہ ہین کہ بھید پوشیدہ رکھونگا اور زیادہ خوشی و فرحت کو پی جاؤنگا تاکہ تقدیر کا بھید ظاہر نہو اور ربوبیت کا معاملہ پردہ مین رہے اور یہ مرتبہ تمکین انبیا علیہم السلام کا ہے اور

انکو اس خبر سے زمانہ وصال قریب ہونے کا علم ہوا بدلیل قولہ عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا۔ یہ امید بدیدار وصال بحشم یقین ہی قولہ انہ ہو العلیم الحکیم۔ اسکے
معنے یہ ہین کہ جو مین کرتا ہون وہ جانتا ہی اور اس نے اپنے علم وحکمت سے سیر افراق دور ہونے کا حکم دیدیا ہے۔ اور نیز صبر جمیل یہان بلاء پر بلاء کا
برداشت کرنا اسطرح کہ معارضہ چھوڑکر بلاء ڈالنے والے پر نظر رہے۔ اور نیز صبر جمیل دلیری سے تلخی بلاء کو بتدریج برداشت کرلین اور شکوہ
نکرین۔ اور نیز صبر جمیل وہ ہی جو بقوت آلہیہ ہو کما قال تعالے واصبر وما صبرک الا باللہ۔ اور جنید رح نے کہا کہ ابتدا وانتہا ایکحال پر ہو کہ اول دعوی اور آخر شکوہ
نہو۔ بعض نے کہا کہ صبر جمیل وہ ہی جسمین اظہار شکوہ نہو اور بلا محسوس نہو۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ درجہ تمکین وفنا ہی کہ بلاء وخوشی کچھ احساس نہو تو صبر کی
صورت عین تقدیر ہو وہان جمیل وغیر جمیل سب یکسان ہی واللہ تعالے اعلم۔ اور اشارہ جو قولہ بل سولت لکم انفسکم امرا مین ذکر کیا وہ شیخ کے
اشارات مین سے ہی اور مترجم کی سمجھ مین حقیقت اسی قدر آئی جو اس نے سابق مین ذکر کی ہی کہ انکے نفوس نے بیجا تسویل کرکے انسے کہلایا کہ جسکی
رحل مین صواع ملے وہی پکڑا جاوے اور کوئی قید سرقہ وغیرہ کی نہ لگائی پس یہ تجویز بتسویل نفس تھی جس نے بنیامین کو گرفتار کرایا اور یہی قید
تقدیر ہی جسکا بیان قولہ کذلک کدنا لیوسف۔ اور اسکے نظائر مانند قولہ مکروا ومکر اللہ الآیہ مین ہین پس مکر آلہی یہ ہی کہ یہ لوگ جو اختیار وقہر آلہی سے غافل
ہین اور اپنے آپ کو مختار سمجھکر اپنی مرضی ومراد کا حاصل کرنا چاہتے ہین وہ اپنی حرکات سے خلاف مراد مین گرفتار ہوتے ہین اور وہی ہوتا ہے جو
اللہ تعالے نے چاہا ہی اور یہی کید فرمایا ہی جسکو لوگ سمجھتے نہین ہین فافہم فانہ دقیق۔ شیخ نے کہا کہ جب مخلوق کی بے حقیقت باتون سے دل تنگ ہوئے
تو اللہ تعالے کی طرف مناجات مین گئے قال تعالے وتولی عنہم وقال یا اسفی علی یوسف۔ یہ درد واندوہ یوسف پر درحقیقت نہ تھا بلکہ رب یوسف
پر تھا جسکی تجلی آئینہ یوسف سے انکو حاصل ہوئی تھی اور جب شہود غائب کردیا گیا تو فراق مین اسقدر روئے ولیکن بھید مخفی کرنے کو یوسف کا نام
لیا۔ مترجم کہتا ہی کہ مظاہر اگرچہ عارف کے واسطے متعین نہین لیکن تجلی اتم مخلوقات مین سے ایک افضل پر ختم ہوگی اور وہ اسوقت مین یوسف علیہ السلام
تھے اور جملہ انبیاء اپنے وقت مین مظہر اتم ہین اور ہر نبی کے لیے دوسرا نبی مظہر اتم ہی اور آنحضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سب کیواسطے مظہر اتم ہین
الغرض یہی وجہ تھی کہ اورون سے تسکین نہ پاتے تھے اور شاید کہ حکمت ربانیہ ان کے حق مین شہود صرف کی مقتضی ہوئی لہذا بنیامین کو جو
شفیق یوسف تھے جدا کردیا واللہ سبحانہ تعالے اعلم۔ شیخ نے کہا کہ اورون سے منھ پھیرنا اسوجہ سے تھا کہ دیدار جو یوسف مین تھا ان مین نظر
نہ آیا۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ نے اس مقام پر بیان کو بہت طول دیا ہی ناچار مین اختصار کرتا ہون۔ قولہ وابیضت عیناہ من الحزن۔ جب حبیب
نظر نہ آیا تو بینائی نے اپنی نظر اورون پر ڈالنے سے چھپائی۔ چونکہ صبر جمیل کا دعوی کیا تو انکو عاجز کرکے اپنی طرف شکوہ پر مجبور کیا اسی واسطے بعض
مشائخ نے کہا کہ جسنے صبر کرنے پر ہمت کی اس نے دلیری کی اور جسنے شکر کیا اپنا فائدہ دیکھا اور جسنے ذکر کیا مفتری ہی کہان پاک ذات ارحم الراحمین اور
کہان بشر واسکے تخمین۔ شیخ نے کہا کہ دو غائب کیے اور دس چھوڑے پھر شکوہ کیا اور صبر جمیل کا دعوی۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ یوسف سے مل کر
روئے اور کہا کہ وہ فراق کا اور یہ وصال کا ہی۔ شیخ ابو سعید القرشی نے کہا کہ غیرت حق عز وجل نے غیر کی نظر پر آنکھین قبض کرلین کہ جب تک
نہ ملیگا واپس نہ پاویگا۔ شیخ نے کہا کہ رونے سے یعقوب ع کی بینائی جاتی رہی اور آدم وداؤد کی باقی رہی تو فرق یہ کہ اس بینائی کو جمال حق سے
انقطاع ہوا اور مقام عشق درجہ خاص ہے پس بینائی بھی اُسی کے ساتھ گئی جسکو دیکھا تھا تاکہ دوسرے کو نہ دیکھے اور واپس آنے کی حکمت اسی
سے سمجھ لو اور داؤد وآدم علیہما السلام کا رونا توبہ وندامت کا تھا جو مقام ابتدا ہی دیکھو کہ یونس وشعیب علیہما السلام کی بینائی جاتی رہی وہ
بشوق آلہی عز وجل روتے تھے اور دیکھا گیا حدیث مین ہی کہ شعیب روتے روتے اندھے ہوئے تو بینائی واپس کردی پھر اندھے ہوئے پھر واپس کردی پھر وحی
فرمائی کہ جنت چاہتا ہی تو یہ لے اور اگر دوزخ سے ڈرتا ہی تو تجھے نجات ہی عرض کیا کہ نہین تجھے چاہتا ہون فرمایا کہ اچھا اسی لئے کلیم دس سال تیری خدمت

کریگا۔ اسی طرح یونس کے قصہ مین بھی مروی ہی۔ اور جو رونا کہ بغم وحزن ہو آنکھ کو مضر ہوتا ہی اور جو بہ شوق ومحبت ہو نور بڑھاتا ہے اور شاید
یعقوب ع کی بینائی جانا بغیرت قدم ہو کہ غیر کے واسطے روئے اگرچہ وہ آئینہ وشہود اور ایک واسطہ تھا اور انکو اندھا نہ کہا بلکہ فرمایا کہ آنکھین
سپید ہوگئین اور یہ ایک حجاب تھا کہ عالم پر نظر نہو۔ شیخ ابو علی الدقاق رح نے کہا کہ درحقیقت اندھے نہین ہوئے تھے بلکہ ایک پردہ دیدیا
گیا تھا۔ شیخ ابو سعید القرشی رح نے کہا کہ آدم وداؤد بخوف آلہی روئے تھے تو انکی بینائی محفوظ رکھی گئی اور یعقوب ع بسبب جدائی فرزند کے
روئے تو سزا دی گئی۔ اور بھی شیخ قرشی رح کا قول ہی کہ غم کے رونے سے آدمی اندھا ہوجاتا ہی اور شوق کی گریہ سے بینائی مین رونق آتی ہے
اور کہا کہ کظیم وہ شخص جو غم سے بھرا ہوا ہو۔ واضح ہو کہ لطائف صنعت اجسام پر یہ ہی کہ جذب اثر کا خواص اس سے ظاہر ہوتا ہی پس اگر
بدنظر قوی خیال سے ہو جو اکثر مرد نحیف تیز نظر زرد رنگ خاموش شخص مین ہوتی ہی تو زائل کردیتی جس چیز پر پڑتی ہی اللہم اعوذ بک اور اگر نظر
باخذ الطاف دریاے رحمت آلہیہ ہو تو نور نظر وفرحت وسرور عطا ہوتا ہی واللہ تعالے علی کل شئ قدیر۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ گریہ سے اندوہ نکالنا چاہا گر
لذت سے پھر گھونٹ لیا تو آنسو جم گئے اور آنکھین سپید ہوگئین۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ ایک کیفیت نفسانی کی طرف اشارہ ہی جو شخص اس کیفیت سے کچھ
واقف ہی سمجھیگا ورنہ مشکل ہی۔ شیخ رح نے لکھا کہ صبر اعجب ایک لطیفہ اس مقام پر یہ ہی کہ جو نظر از جانب عشق انسانی ہو تو اسکا درد وعذاب نہایت
سخت ہوتا ہی کیونکہ انسان مین کثافت ہی بخلاف محبت حق عز وجل کے کہ وہان راحت جنت مقابلہ نہین کرسکتی ہی پس چونکہ یعقوب علیہ السلام
ایک سخت درد ومحبت مین تھے اُسکو پی گئے کیونکہ مقام شکوے وشناعت ہی اور اگر یہ نہوتا تو عالم مین افشا بہت ہوتا اسی واسطے انکو کظم
مین متمکن قرار دیکر بطور وصف ذکر فرمایا۔ اور چونکہ کثرت سے آہ ونالہ کا ضبط کیا تو روح ناطقہ سے جو راستہ نور باصرہ کو تھا وہ جل گیا کیونکہ روح
ناطقہ سے باصرہ کو نور نہایت تنگ شریان دماغ سے آتا ہی جب اسکو احتراق ہوا تو راستہ بند ہوگیا اس سے آنکھین سپید ہوگئین جب
لوگون نے انکا یہ حال دیکھا تو اپنی رائے پر انکے فعل سے بطریق شفقت انکار کیا حالانکہ شفقت انکی سمجھ کے اندازہ پر تھی کما قال تعالے قالوا
تاللہ تفتؤا تذکر یوسف حتی تکون حرضا الآیہ۔ ولیکن عشق مین عاشق کو اپنا فنا ہونا بھی آسان ہوتا ہی اور وہ کیونکر محبوب کی یاد سے
غافل ہوسکتا ہی جسنے اُسکے قلب کو تمام وکمال احاطہ کرلیا ہی بلکہ اسکے تمام وجود کو اپنے نام سے بھر لیا ہی اور خوف ہلاک کیا ہوگا جبکہ اس ہلاک
سے عین بقا ہی قال تعالے بل احیاء عند ربہم الآیہ۔ شیخ ابو سعید القرشی رح نے کہا کہ قولہ تفتؤا تذکر یوسف۔ لے لا تزال تذکر یعنے برابر علی الدوام
ہر دم تو یوسف کو یاد کرتا ہی پس کوئی بتلاوے کہ رب یوسف کو کسوقت یاد کرتے تھے۔ مترجم کہتا ہی تو ضرور ہوا کہ یہی کہا جاوے کہ یوسف کی یاد کرنے
سے وہ مطلب نہین ہی جو عوام خیال کرین بلکہ یوسف کے پیرایہ مین رب یوسف کو یاد کرتے تھے اور یہ خاص لوگون کا طریقہ ہی فافہم واللہ تعالے اعلم۔ اور
بھی شیخ قرشی رح نے بیان کیا کہ ہر مشتاق برابر اپنے محبوب کو یاد کرتا ہی اس حد تک کہ لوگ اس طریقہ پر اس کو عار دلاتے ہین پس یا تو مرتا ہی تب مراد
پاتا ہی یا جیتے جی قرب محبوب مین پہونچ جاتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ جس شخص کی جو خواہش ہی وہ اسکا مطلوب ہی پس اگر خواہش شدید ہو تو طالب عاشق
اور مطلوب محبوب کہلاتا ہی پس اگر مطلوب یا محبوب باقی وبہتر ہو تو مستحسن ہی اور اگر فانی وہلاک ہو تو طالب ومطلوب دونون خراب ہین۔ اور مرکر
وہی طالب مراد پاتا ہی جسکا مطلوب باقی ہو فافہم۔ اور مترجم کہتا ہی کہ بعض احادیث سے ثابت ہی کہ اللہ تعالے کو یہانتک یاد کرو کہ لوگ تم کو
مجنون کہین۔ اور صحاح مین ہی کہ بہتیرے پریشان بال گرد آلودہ اگر کسی کے دروازہ جاوے تو اسکو للکار دے وہ اللہ تعالے کے نزدیک ایسا
معزز ومکرم ہی کہ اگر کسی بات کے ہوجانے پر قسم کھالے تو اللہ تعالے اُسکو پورا کردے جیسے حضرت انس بن النضر ایک جلیل القدر صحابی ہین جو انس بن
مالک خادم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے انہون نے کہا تھا کہ لا یا رسول اللہ واللہ لا تکسر ثنیۃ الربیع یعنی ربیع دختر نے کسی دوسری دختر کے

دانت اگلے توڑ دیئے تھے اور دعوے کے وقت ہر چند مخاصمین سے کہا گیا کہ ارش پر راضی ہوجاوین نہ مانے پس ربیع کے والد حضرت انس نے کہا کہ یارسول اللہ کیا آپ ربیع کے دانت توڑ دینگے نہین یارسول اللہ قسم اللہ تعالے کی آپ نہین توڑینگے دانت ربیع کے۔ آپنے فرمایا کہ اے انس کتاب الٰہی مین قصاص منصوص ہے پس مخاصم لوگ ارش پر راضی ہوگئے اور قصاص چھوڑ دیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے بندون مین ایسے ہین کہ اگر اللہ تعالے پر قسم کھالیوین تو اللہ تعالے پوری کردیتا ہے رواہ البخاری والحدیث من تلامذنیا نہ شیخ نے کہا کہ بعض کے نزدیک عشق مین ہلاک لذیذ ہے تو خوف کیا ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض نے حدیث روایت کی کہ عاشق عفیف اگر مرجاوے توشہید ہوگا۔ قلت قالوا موضوع ولعلہ من کلام بعض الصوفیہ واللہ اعلم والیشہد علیہ من القصۃ ذکرنا ہا فی تفسیر قولہ والذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان الآیہ۔ قولہ قال انما اشکوا بثی وحزنی الے اللہ یعنی اسرار موارد حق کا معاملہ میرا حق عزوجل کے ساتھ ہے جس نے بلا وقہر دیا اس نے قوت دی اور آسمان وزمین وعامہ انسان اسکو نہین اٹھاسکتے پس تم سے بیان نہین ہوسکتا ولہذا قال واعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ اور اللہ تعالے کی طرف شکوہ سے غرض یہ ہے کہ اس سے اسی کی طرف شکوہ ہے اور یہ بیان قولہ علیہ السلام اعوذ بمعافاتک من عقوبتک۔ سہل بن عبداللہ نے کہا کہ حزن یعقوب کا یوسف پر نہ تھا بلکہ فراق یوسف پر جو صدمہ ہوا تھا وہ قلب سے کشف ہوتا تھا۔ اور شیخ نے کہا کہ شاید اللہ تعالے کی طرف سے آپ کو بشارت ہوئی ہو کہ عنقریب ان اولاد گمشدہ کو پہونچاویگا بدلیل کلام ما بعد جو واسطے تجسس وتلاش کے ہے اقول کلام الٰہی تعالے سے یقینی خوشی ہوگی نہ یا اسفی علی یوسف۔ شیخ ابوعثمان نے کہا کہ مین اللہ تعالے سے علم حقیقت جانتا ہون اور تم نہین جانتے ہو تمہارا علم استدلالی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالے اہل اضطرار کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اقول یہ قول ظاہر تفاسیر مین بھی مذکور ہے۔ ولیکن میرے نزدیک وے لوگ بھی اسکو جانتے ہونگے۔ القصہ انکو جواب دیا کہ میرا شکوہ اللہ تعالے سے ہے اور میرے علم کو تم نہین جانتے ہو پھر فرمایا

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭاِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

اے میرے بیٹو جاؤ اور کھوج لگاؤ یوسف اور اسکے بھائی کا اور ناامید مت ہو اللہ تعالے کی رحمت سے بے شبہہ نہین ناامید ہوتے مین اللہ تعالے کی رحمت سے مگر ایسی قوم جو اس سے منکر ہوئے مین

اس آیت مین صاف اشارہ کیا کہ یوسف زندہ موجود ہے تم اسکا کھوج لگاؤ تو ظاہر اقولہ اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ سے بھی علم مراد ہوگا چنانچہ اسکے بعد ہی کہا کہ یٰبَنِیَّ اے میرے بیٹو جن لوگون نے پہلے ملامت کی تھی کہ یوسف کی یاد مین ہلاک یا مرنے کے قریب ہوجاؤگے اور بعضون نے وہان احتمال کیا تھا کہ کہنے والے اور گھر والے ہونگے شاید اسوجہ سے کہ حضرت یعقوب نے کہا کہ ما لا تعلمون پس اگر پیغمبر تھے تو عدم علم کیونکر ہوگا حالانکہ اصلی نبوت تو یعقوب کو تھی اور یہ اگر پیغمبر تھے تو اتباع تھے اور بر تقدیر علم اسراری کے ممکن ہے کہ انکو باوجود پیغمبری کے یہ علم نہ دیا گیا ہو پس کچھ تکلیف کی ضرورت نہین ہے اور انھین کے بیٹون کو یہان خطاب کیا کہ اے میرے بیٹو اذْهَبُوْا جاؤ۔ ظاہر اتیسری مرتبہ اناج کے لیے جانے کی بھی ضرورت تھی پس اسی مین انسے کہا کہ جاؤ۔ فَتَحَسَّسُوْا تفحص وتلاش کرو مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ یوسف سے واسکے بھائی سے تجسس بجا رہلہ وہر دو سین مہملہ کسی چیز کو حواس سے پانے کی خواہش کرنا اور ابن کثیر رح نے کہا کہ نیک بات کی تلاش مین تحسس کہتے ہین۔ اور بری بات مین تجسس بجیم بولتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اس بنا پر جن لوگون نے قولہ علیہ السلام لا تجسسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا الحدیث مین تحسس بحا رہلہ خیال کیا ہے مناسب نہوگا کیونکہ مقصود امور معاصی سے نکتہ

احتراز ہے الّٰہم الا ان یراد منع عن التفحص فیما یاتیہ اخوہ المومن من الخیر لما یقضے ذلک الے الشر الا ان یشار الیہ بالاناءل فلیتامل۔ القصہ انکو حکم دیا کہ جاکر یوسف واسکے بھائی کی اسطرح تلاش کرو کہ تمھین کچھ حواس سے احساس ہو مثلاً آنکھون سے دیکھکر پہچانو یا کانون سے تذکرہ سنو پھر مترجم کہتا ہے کہ یہان اہل التفسیر نے یہ نہین لکھا کہ فقط یوسف واسکے بھائی بنیامین کی خصوصیت کیون فرمائی حالانکہ بڑا بیٹا بھی ترک وطن کرچکا تھا اور اگر کہا جاوے کہ اسکی اقامت مصر مین معلوم تھی نہ بنیامین کی بھی قید معلوم تھی اور رہا تحسس وتفحص تو ممکن ہے کہ یوسف علیہ السلام کے واسطے درحقیقت تھا اسی ذیل مین بنیامین کو بھی شامل کردیا ورنہ بنیامین کے واسطے تفحص کی ضرورت نہ تھی پس جواب اسکا کئی طور سے ممکن ہے اول آنکہ اصل اسف واندوہ انکو یوسف پر تھا لہذا انکا تحسس مقدم کیا اور دوبارہ صدمہ فراق بنیامین کا تھا انکو یوسف کے ساتھ شامل کردیا اور چونکہ بڑے بیٹے کی بہ نسبت بنیامین کی حالت زیادہ اہتمام وتدبیر کو مقتضی تھی اس لیے بنیامین کی طرف توجہ دلائی کہ کسی حیلہ وتدبیر سے رہا کرکے لانے کی فکر کرو بخلاف بڑے بیٹے کے کہ انکا لانا اول تو مشکل نہ تھا دوم ان بھائیون کو خود ہی انکا خیال زیادہ تھا سوم وہ خود چلے آسکتے تھے اور مترجم کے نزدیک یہ بیان اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ کا ہے ولیکن راز کو مخفی رکھا اور کہا کہ جاکر اب غور سے تحسس کرو یعنے حواس سے ادراک کرنے کی کوشش کرو اب تک تمپر پہچان سے پردہ کردیا گیا تھا اب جاکر یوسف کو پہچانو اور اسکے ساتھ ہی بنیامین ہے اور یہ مدارک ادراک لطیف سے فکر صحیح کے قابل ہین بحکم قولہ تعالے یتفکرون فی خلق السموات والارض الآیہ۔ خلاصہ یہ کہ اول حکمت آلٰہیہ مقتضی ہوئی کہ یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب سے جدا کیے جاوین اور اسوقت آنحضرت علیہ السلام نے اشارات مین گفتگو کی کہ تمہارا لیجانا مجھے غمگین کرتا ہے اور خوف ہے کہ بھیڑیا کھا جاوے اور ادھر قہریات نے بھائیون کے حق مین بجائے نکو نوا من بعدہ قوما صالحین کے انکو برخلاف کردیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ادھر یہ امتحانات ووقائع وتعلیم وعروج ہوا اور ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام پر امر مکروہ وسخت سے یہ فضل وانعام ہوتا رہا اور فراق کے صدمات پورے نہوئے تھے کہ بنیامین کو بھی ایک خاص حکم سے حضرت یوسف نے جدا کرلیا اور حکمت بالغہ آلٰہیہ سے ان بزرگون کا علم بتعلیم الٰہی جہانتک اس نے چاہا ہوتا رہا اور عوام اپنے اپنے خیالات مین مستغرق رہے ولیکن انھین کے ہاتھون انکی تدبیر مخالف انکی مراد کے حسب مشیت حق جلشانہ ہوتی رہی اور اسی کو کید فرمایا فی قولہ کذلک کدنا لیوسف۔ پھر جب کرم وفضل الٰہی سے دونون پیغمبرون کے مراتب پورے ہوئے اور حضرت خلاق علیم حکیم نے سب کو اپنے ارادۂ قدیم کے موافق پاک کرکے مجتمع کرنا چاہا تو پیغمبر علیہ السلام نے بھائیون کو جو ندامت مین غرق اور باپ کی تکلیف دہی سے سخت شرمندہ ہوچکے تھے آگاہ کردیا کہ تم اپنے خیالات کے پابند ہو اور مین علم الٰہی عزوجل سے وہ جانتا ہون جو تم نہین جانتے ہو اسی واسطے ابتدائے وقت مین نہ کنعان کے کنوین مین تلاش کیا اور نہ کسی سے استمداد چاہی جب وقت آیا تو کہا کہ اب جاکر یوسف واسکے بھائی کو حواس سے پہچانو کہ اب تمہارے حواس کا پردہ دور ہونے کے قریب ہے مگر تحسس سے نہ خود احساس سے اور چونکہ انھون نے خطامین کی تعین پہلے سے انکو تمہید کے ساتھ تعلیم کردیا۔ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مت یاس دنا امیدی کرو مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ۔ اللہ تعالے کی رحمت سے یعنی اللہ تعالے کے فضل سے قالہ قتادہ رح یا اللہ تعالے کی کشائش سے قالہ ابن زید۔ اور ایک عقیدہ ایمانی پر تنبیہ کردی کہ اِنَّهٗ بیشک بات یہ ہے کہ۔ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ نہین ناامید ہین اللہ تعالے کی رحمت سے۔ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ مگر وہی قوم جو کافر ہین۔ ان لوگون کو تنبیہ کردی کہ اللہ تعالے کی رحمت سے کوئی مایوس نہین مگر جس نے کفر کیا وہ مایوس ہے تو یہ دو طرح سے ہے ایک تو اسطرح کہ تم بخوبی جانتے ہو کہ اللہ تعالے تمام گناہ بخشدیتا ہے بقولہ تعالے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا حتی کہ اگر کوئی بندہ سراسر گناہ بجاوے تو بھی وہ مغفرت الٰہیہ کا مستحق ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالے دوسری مخلوق اور پیدا کرتا جو گناہ کرتے اور جب وے توبہ واستغفار کرتے تو انکو بخشدیتا۔ رواہ فی الصحاح

اسکے معنے یہ ہین کہ اگر تمکو بھی اللہ تعالے مثل فرشتون کے مخلوق فرماتا اگر تم گناہ نہ کرتے تو دوسری اور مخلوق پیدا کرتا جنکی لجاجت و گڑگڑاہٹ سے خوش ہوکر انکو بخشتا کیونکہ مغفرت کرنا اُسکی صفت پاک ہی اسکا ظہور ضرور گنہگارون کو پیدا کریگا اور یہ مقام بھی عوام آدمیون پر جنکے دل مثل جانورون کے بے سمجھ ہین مثل مسئلہ تقدیر کے مشکل ہوگیا ہی اور تعجب تو یہ ہی کہ یہودی و نصرانی نہین سمجھتے ہین اور اپنے آپ کو خود مختار بتلاتے ہین اور دیکھیے کہ ہم اتنا پوچھتے ہین کہ اللہ تعالے جس نے تمام آسمان و زمین و دریا و پہاڑ و سارا جہان و عجائب و غرائب پیدا فرمائے ہین اور ہر طرح کی سردی گرمی بیماری و تندرستی کہ جس سے آدمی عاجز ہی پیدا فرمائی ہین اور اگر ایک پھول بلکہ پتی ٹوٹ جاوے تو ویسی کسی سے جہان بھر مین ممکن نہین ہی بھلا بتلاؤ کہ وہ جاہل تو نہین ہی ضرور کہوگے نعوذ باللہ تعالے وہ علیم حکیم ہی وہ ہرگز جاہل نہین ہی جہل تو بڑا عیب ہی اور اللہ تعالے پر عیب لگانا کفر ہی ایسا اعتقاد کافر کا ہوگا ہمارے خالق ذوالجلال کی شان مین جہالت کبھی صادق نہین ہوسکتی ہی جو کوئی ایسا خیال کرے وہ جاہل کافر ہوگا اب ہم پوچھتے ہین کہ بھلا اس سال کیا کیا روز ہوگا تمام جہان مین ہر ہر شہر مین ہر ہر گانؤن مین ہر ہر پہاڑ مین ہر دریا و سمندر مین کون مریگا کون پیدا ہوگا ہر گھر مین کیا کیا ہوگا ہر روز اور ہر گھنٹہ ہر منٹ مین تو جواب مین کہوگے اللہ تعہ کے سوائے کوئی نہین جان سکتا ہی کس کی مجال ہی کہ اسکو جانے وہی عالم الغیب ہی وہی جانتا ہی تم نے سچ کہا اللہ تعہ تمکو ایمان پر ثابت قدم رکھے اب بتلاؤ کہ جو کچھ جس صورت سے اور جس ہیئات سے واقع ہونا اللہ تعالے کے علم مین ہی اسی طور سے واقع ہوگا بھلا اور طور سے کیسے ہوسکتا ہی اگر اور طور سے ہو تو اللہ تعہ کا علم غلط ہو جاوے تو ضرور اُسی طور سے ہوگا جیسے علم آلہی مین ہی پس اب ہم تم ٹھیک راہ پر ہین اب سنو ہم اسی کو تقدیر کہتے ہین کہ اللہ تعہ کے علم مین ہی کہ زید پیدا ہوگا اور اسطرح پرورش پاویگا اور ایسا عالم ہوگا یا ایسا کریگا اتنا رزق پاویگا اور جو گناہ کریگا وہ بھی اللہ تعالے کے علم مین ہی پس اسکے علم سے خلاف کچھ نہین ہوسکتا ہی والسلام تو جو کوئی اللہ تعالے کو اپنا رب مانتا ہی وحدہ لاشریک جانتا ہی اُسکے گناہ بخشے جاوینگے اور رحمت پاویگا یعنے جنت مین داخل ہوگا اور جس نے اللہ تعالے کو اسطرح نہ مانا تو وہ مایوس ہی اور دوسری طرح مایوسی کافر کی یہ ہی کہ وہ تو بتون و مخلوقات کے ذریعہ سے کشایش چاہتا ہی اور تم جانتے ہو کہ انکو کچھ بھی قدرت نہین تو وہ اللہ تعالے کی رحمت سے مایوس ہوا جو حقیقت مین قادر ہی اور غیرون کی طرف منتظر ہوا جنکو کچھ اختیار ہی نہین ہی اس تمام بیان کا مبنی یہ ہی کہ یہ کلام حقیقت واقعیہ کا بیان ہی اور خلاصہ یہ ہی کہ تم لوگ اللہ تعہ کی رحمت سے مایوس نہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ مسبب الاسباب قادر قیوم ہی ایسے طور سے دیتا ہی جہان گمان نہو کیونکہ اسباب بھی اُسی کے پیدا کیے ہوئے ہین اور تاثیر اسی کی قدرت مین مسخر ہی پس تم مومن ہو تو مایوس نہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ مایوس تو اللہ تعالے کی رحمت سے فقط کافر قوم ہین اور اسی طرف ظاہر کلام بیضاوی راجع ہے کہا کہ اللہ تعالے کی ذات و صفات کا عارف کسی حال مین نا امید نہین ہوسکتا اور بعضے علماء نے اسکو کافرون کا فعل بیان کیا چنانچہ سراج مین کبیر وغیرہ سے لایا کہ کافرون سے مراد وہ ہین کہ جو کفر مین ڈوبے ہوئے ہین اور لکھا کہ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ مومن اپنے پروردگار کی طرف سے نیکی پر ہی کہ مصیبت کے وقت اس سے امیدوار ہی اور آسایش کے وقت اُسکی حمد کرتا ہی اور کافر اسکے برخلاف ہی مترجم کہتا ہی کہ حدیث صحیح مین ہی کہ مومن کا حال کیا اچھا ہی کہ ہر صورت مین اسکو ثواب ہی مصیبت مین صبر کیا ثواب پایا اور آسانی مین شکر کیا ثواب پایا مترجم کہتا ہی کہ یہانتک تو تفسیر سابق سے کوئی خلاف نہین ہی پھر سراج مین کبیر وغیرہ کا استدلال لایا کہ اللہ تعالے کی رحمت سے یاس ہونے کی فقط یہی صورت ہے کہ کافر نے اعتقاد کیا کہ عالم کا پیدا کرنے والا پوری قدرت نہین رکھتا یا سب باتون کو نہین جانتا ہی یا وہ کچھ بخیل ہی اور ان مین سے ہر ایک بات کفر ہی تو جب یاس انھین تینون مین سے کسی بات سے ہوتا ہی اور ہر ایک کفر ہی تو معلوم ہوگیا کہ مایوس وہی ہوگا جو کافر ہی مترجم کے نزدیک اصح وہی تفسیر اول ہی اور دلیل اسپر قوله تعالے اخذناهم بغتة فاذا هم مبلسون۔ اور قوله فاذا هم يقنطون۔ اور نظیر اسکی دوسری آیت ہی ومن يقنط من رحمة

ربه الا الضالون۔ اور اس کی تفسیر گذر چکی اور محتمل ہی کہ کلام سراج بھی اسی طرف راجع کیا جاوے اور حاصل یہ کہ کافر جب اللہ تعالے کے اوپر ایمان ہی نہین رکھتا تو اس کی رحمت کا بھی امیدوار نہین اور جو لوگ نام کو اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہین اور مشرک ہین تو وے اسی گمان کے پابند ہین اور پھر بھی در حقیقت اللہ تعالے وحدہ لاشریک سے امیدوار نہین بلکہ اپنے خیالی شریک سے امیدوار ہین پھر بھی انکو رحمت سے مایوسی ہی اور واضح ہو کہ رحمت کا اطلاق کبھی دنیاے فانیہ کی چیزون پر مثل رزق وغیرہ کے ہوتا ہے تو اس مین کل مخلوق شریک ہی اور کافر بوجہ عدم ایمان کے اللہ تعالے سے اس بات مین مایوس ہی کما ذکرہ فی السراج اور کبھی رحمت کا اطلاق آخرت و نعماے باقیہ پر ہوتا ہے اور اس سے کافر بوجہ کفر کے مایوس ہی کما ذکرا اولًا فافہم۔ واضح ہو کہ رحمت آلہی اوسع ہی اور سوائے اسکے جو اس رحمت پر ایمان نہ لایا اور کوئی محروم نہین ہی حدیث ابوہریرہ مین ہی کہ اللہ تعالے نے لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی صحیحین۔ دنیا مین سو جزو کا ایک جز اسوقت ظہور ہوا اور ننانوے بروز قیامت ظاہر ہوگی یہ حدیث سابق مین گذری اور صحیح احادیث در بارۂ رحمت و ثواب جمیل بہت ہین اور صحیح ہوا کہ رحمت اسی کے دل سے نکالی جاتی ہے جو شقی یعنی دوزخی ہو اور حدیث مین منع ہے کہ سواری کے جانور پر ہر وقت آسانی و سختی کی راہ مین سوار ہو بلکہ ایسی دوری مین سوار ہوئے جہان اسکو جانا مشکل ہو ورنہ پیرون جاوے۔ حدیث مین ہی کہ جو لوگ رحم کرتے ہین اللہ تعالے اُنپر رحم فرماتا ہی۔ حدیث مین ہی کہ جو کوئی لوگون پر رحم نہین کرتا اسپر اللہ تعالے رحم نہین فرماتا ہی صحیح مین ابوہریرہؓ سے ہی کہ رحمت کسی کے دل سے نہین کھینچی جاتی مگر اسی کے دل سے جو دوزخی ہے۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ جسکا تر جگر ہو یعنی جاندار جانور ہو اسپر رحم کرنے مین ثواب ہی القصہ حضرت علیہ السلام نے بیٹون سے تاکید کی کہ رحمت سے مایوس مت ہو اور یوسف علیہ السلام و اُن کے بھائی کو ڈھونڈھو۔ پس یہ لوگ روانہ ہوئے اور اناج کے لیے بھی کچھ خفیف بضاعت لے گئے آخر اللہ تعالے نے اپنی رحمت سے انکو کامیاب فرمایا جیسا کہ حق تعالے نے بیان فرمایا۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ

پھر جب یہ لوگ داخل ہوئے یوسف پاس بولے اے عزیز پہونچا ہمکو اور ہمارے لوگون کو قحط اور لائے ہین ہم بضاعت ناکارہ سو پورا دیدے

لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ۝ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ

ہمارے لیے کیل اور تصدق کردے ہم پر بیشک اللہ تعہ نیک بدلا دیتا ہی صدقہ دینے والون کو فرمایا بھلا تم نے جانا کہ جو تم نے کیا تھا

بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ۝ قَالُوا أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا

یوسف اور اسکے بھائی کے ساتھ جسوقت کہ تم ناسمجھ تھے بولے کہ این کیا تو یوسف ہی فرمایا کہ مین یوسف ہون اور یہ میرا

أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ قَالُوا

بھائی ہی ضرور ہمپر اللہ تعالے نے احسان کیا بیشک جو تقوے کرے اور صبر کرے تو اللہ تعالے رائگان نہین کرتا ثواب نیکو کارون کا بولے

تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ

قسم اللہ تعہ کی بیشک چھانٹ لیا تمکو اللہ تعہ نے ہم سب سے اور ہم لوگ بیشک خطاکار تھے فرمایا کہ کچھ ملامت نہین تم پر آج کے روز بخشدے اللہ تعہ

لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا

تم کو اور وہ ارحم الراحمین ہے لیجاؤ تم میری یہ قمیص سو ڈالدو اسکو اسکو چہرہ پر میرے باپ کے جلد آوے دیکھتا

وَ أْتُوۡنِيۡ بِاَهۡلِكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۵ ع

اور لے آؤ تم لوگ میرے پاس اپنے اہل عیال کو سبکو

ان آیات مین حق تعالے نے برادران کا یوسف کو پہچاننا اور حسد و عداوت سے پاک ہوکر اپنی خطا کا اعتراف کرنا اور مغفرت سے سرفراز ہونا بیان فرمایا اور یہ سامان اسطرح ہوا کہ جب یہ لوگ بتلاش یوسف موافق ارشاد والد بزرگوار کے روانہ ہوئے تو بحکم آنکہ طالب صادق کو مطلوب ملجاتا ہو مراد پائی اور قصہ دلالت کرتا ہو کہ اس مرتبہ وے لوگ والد بزرگوار کی فرمانبرداری پر مستقیم ہو گئے تھے اور سابق حرکت سے جو ایذا انکے والد بزرگوار کو پہونچی تھی اُسپر متاسف و شرمندہ تھے اور نیت صادقہ سے تلاش یوسف و بنیامین کو روانہ ہوئے ولیکن اناج لینے کے وسیلہ سے بنیامین کا تجسس شروع کیا اور شاید کہ یوسفؑ کی نسبت تو یہان انکو گمان بھی نہ تھا۔ فَلَمَّا دَخَلُوۡا عَلَيۡهِ پھر جب داخل ہوئے عزیز مصر کے پاس۔ یہی یوسف علیہ السلام تھے مگر وے تو عزیز مصر جانتے تھے۔ قَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الۡعَزِيۡزُ بولے کہ اے عزیز۔ یہ کلمہ بطریق فریاد اور رحم دلانے کے زبان سے نکالا اور شکستہ حالی و پریشانی اپنی بامید ترحم بیان کی مَسَّنَا چھو گیا ہم کو یعنی پہونچگیا اور اسکا ضرر ہم کو لاحق ہو گیا وَ اَهۡلَنَا اور چھو گیا ہمارے اہل وعیال کو۔ الضُّرُّ قحط۔ شاید کہ یہ تکلف اسوجہ سے ہو کہ اول مرتبہ بنیامین کی نسبت سرقہ سے ان کو اکرام بادشاہی سے ناامیدی ہو بلکہ طعام نہ ملنے کا خیال ہو پس ترحم دلایا کہ ہم قحط زدہ اور مصیبت مین ہین۔ وَجِئۡنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزۡجٰىةٍ اور ہم لائے ہین پونجی ناقص یا تو درحقیقت نقصان تھا جیسا کہ بعض سلف سے مروی ہو کہ کھوٹے درم یا چمڑا وغیرہ تھا یا بطریق انکسار کے اسکو حقیر بضاعت قرار دیا و ثعلب نے کہا کہ بضاعت مزجاۃ یعنی قلیل اور یہی حسنؒ سے مروی ہو فَاَوۡفِ لَنَا الۡكَيۡلَ پس پوری دیدے ہمکو ناپ یعنی جیسے پہلے اکرام فرمایا ہو اس مرتبہ بھی ہمکو باوجود بضاعت مزجاۃ کے پیمانہ ایفا کردے اور چونکہ اسمین استحقاق سے زیادت ہوئی لہذا کہا وَتَصَدَّقۡ عَلَيۡنَا اور تصدق کردے ہمپر یعنی صدقہ دیدے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَجۡزِي الۡمُتَصَدِّقِيۡنَ اللہ تعالے صدقہ دینے والون کو اچھا بدلا دیتا ہے اہل تفسیر نے کہا کہ یون نہین کہا کہ تجھکو ثواب دیگا کیونکہ اُسکو مومن نہین جانتے تھے اقول یہ تکلف ہو بلکہ تجھکو کہنے سے ایک ادعا کے طریق پر خصوصیت معلوم ہوتی ہو جسمین احتمال ہو کہ اسکے حق مین ہو یا نہو بخلاف اس عام حکم بیان کرنے کے کہ یہ بلیغ ہو اور اسمین تحریض زیادہ ہے جیسا کہ نزاک من المحسنین اور لا یضیع اجر المحسنین واجر المصلحین وغیرہ مین ہو اور یہان ایمان کی ضرورت نہین ہو اسلیے کہ انھون نے جزا بیان کی اور جزا ر نیک بدلا ہوتا ہے اور کافر کو بسبب اسکے دنیا اختیار کرنے کے دنیا ہی مین نیک بدلا ملجاتا ہو اور مومن کو آخرت کا عظیم ثواب ملتا ہو اور فضل کے طور پر دنیا مین بقدر احتیاج ملجاتا ہو اور صحیح ہو کہ نیکی کبھی ضائع نہین ہوتی ہو۔ سوال صدقہ مانگا تو دلیل ہو کہ انکے باپ پیغمبر پر صدقہ حلال تھا اور بیضاوی رہ نے کہا کہ اسمین اختلاف ہو کہ صدقہ کی حرمت فقط ہمارے پیغمبر محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر ہو یا سب انبیاء پر ہو اور مین کہتا ہون کہ یہ آیت دلیل ہو کہ دیگر انبیاء پر صدقہ حرام نہ تھا اور سفیان بن عیینہؒ نے اسی آیت سے استدلال کیا ہو کما ذکر فی المعالم وغیرہا علاوہ اسکے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پہچان کتب سابقہ مین یہ مذکور تھی کہ انپر صدقہ حرام ہوگا تو ضرور ہو کہ آپ کے ساتھ مخصوص ہو اور میرے نزدیک یہ امر مقطوع ہو اسمین کچھ اختلاف کی وسعت نہین ہو بعض نے کہا کہ تصدق علینا سے مراد صدقہ مالی نہین ہو بلکہ بنیامین کو طلب کیا اور یہ تفسیر محض رائے ہے نقل بالغت کچھ اسپر شاہد نہین اور تاویل بغیر ضرورت تحریف ہوتی ہو واضح ہو کہ صدقہ ایسے دینے کو کہتے ہین جسمین ثواب کی نیت رکھی جاوے لہذا جو کوئی تمام مال بانٹ دے اور ثواب کی نیت نہو تو صدقہ نہوگا۔ مسئلہ صدقہ دیکر واپس لینا حرام ہے حتی کہ بعینہ اسکو فقیر سے مول لینا بھی مکروہ کہا گیا ہو بدلیل آنکہ حضرت عمرؓ نے گھوڑا اللہ تعالے کی راہ مین صدقہ دیا پھر اس کو مول لے لینا چاہا تو

آنحضرت صلعم نے منع کیا کہ اپنے صدقہ دیے ہوئے مین عود نہ کرے کما فی البخاری۔ مسئلہ صدقہ کا ثواب جس دوسرے زندہ و مردہ کو چاہے ہبہ کرے اللہ تعالے کی عنایت سے اسکو پہونچ جاتا ہو اور اس مین اہل السنہ سب کا اتفاق ہے اور یہ اجماع فقط مالی صدقہ مین ہے اور حدیث مین شکر کے صدقہ بھی آئے ہین جیسے راہ سے کنکر ہٹا دینا کہ کسی کو چوٹ نہ لگے اور بھائی مسلمان سے بخندہ پیشانی ملنا اور مانند اسکے اور حدیث مین ہو کہ کسی حقیر چیز کے صدقہ کو حقیر مت سمجھو اور اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اگرچہ ایک ٹکڑے چھوارے کے عوض ہو۔ لب یہان ان امور کا لحاظ ضرور ہے کہ نیت خالص کے ساتھ جہان تک ممکن ہے اپنی حیات مین خواہ مال سے ہو یا عمل سے ہو صدقات کا ذخیرہ جمع کرے اور اگر کسی مردہ کو ثواب پہونچانا ہو تو جہان تک ممکن ہو کوئی مال صدقہ کرکے ثواب پہونچا دے اسطرح کہ کوئی واقف نہو لیکن اس زمانہ مین اپنی نیت کو سنبھالکر علانیہ صدقہ دینا اس نیت سے کہ اور لوگ بھی ایسا کرین دونا ثواب ہو پس مالی صدقہ کا ثواب تو بالاجماع مردہ کو پہونچتا ہو پھر اگر ممکن نہو تو دعاے مغفرت اسکے لیے سب لوگ کرین اور اسکے بعد کچھ قرآن مجید کی تلاوت و ختم و تسبیح و درود کا ثواب پہونچاوے یہ فقط ایک بڑے گروہ حنفیہ کے نزدیک پہونچتا ہو اور چھوٹا گروہ حنفیہ مین سے قائل نہین جیسے شافعیہ مین سے بعض قائل ہین اور بہت نہین قائل ہین اسی واسطے جو لوگ سوم و چہلم مین برادری کا کھانا کھلا کر مال برباد کرتے ہین اور اسمین بھی یہ نیت کہ اگر نہ کیا تو بڑی ناموسی ہوگی بالکل شیطان کا فریب ہو جو مردون بیچارون کو ان زندون کے ہاتھ سے ثواب نہین پہونچنے دیتا ہو اور سیکڑون روپیہ تو فضول مین گیا اور مردے کے واسطے فقط قرآن مجید پڑھوا دیا جو سب سے کم مرتبہ ہے لے بندگان خدا وہ بات کرو جسپر تمام علماے حنفیہ و دیگر مذاہب کے علما سب متفق ہین اور اسکا ثواب یقینی ہو واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ اور معلوم ہو چکا کہ صدقہ کا بدلا کبھی ضائع نہین ہوتا خواہ کافر صدقہ دے یا مومن۔ فرق یہ ہو کہ کافر کے صدقہ کا بدلا اسکو دنیا مین ملجاتا ہو اور مومن کو ثواب عظیم آخرت مین اور نیک بدلا دنیا مین ملتا ہو بیضاوی و سراج وغیرہ مین لایا کہ اگر کوئی پوچھے کہ حضرت یعقوبؑ نے انکو حکم دیا تھا کہ یوسفؑ کا تجسس کرین پھر وے لوگ شکوہ کیون کرنے بیٹھے تو جواب دیا گیا کہ تجسس و تہ لگانے والا ہر طریقہ سے اپنی مراد ڈھونڈتا ہو اور یہان انھون نے اپنی عاجزی و تنگدستی و سخت محتاجی سے عزیز مصر کا دل نرم کیا اور تدبیر نکالی کہ اگر وہ مہربان ہوا تو ہم اس سے مطلب بیان کرینگے اور اگر نہین تو خاموش رہینگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی حاجت کے لیے جائز طریر حیلہ کرنا مباح ہے۔ ابن اسحق نے ذکر کیا کہ مجھ سے روایت بیان کی گئی کہ جب برادران یوسف نے اسقدر اپنی عاجزی و پریشانی بیان کی تو حضرت یوسفؑ کے آنسو بھر آئے اور ضبط نہو سکا اور اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ اقول یعنی حضرت حق عزوجل کی طرف سے اجازت ملی کہ اب ظاہر کیا جاوے چنانچہ قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ بِيُوۡسُفَ وَ اَخِيۡهِ فرمایا کہ بھلا تم نے جان لی زشتی و برائی اس فعل کی جو کیا تم نے یوسفؑ کے ساتھ اور اُس کے بھائی کے ساتھ اِذۡ اَنۡتُمۡ جٰهِلُوۡنَ اُس زمانہ مین کہ تم جاہل تھے۔ یعنی انسے اقرار کرایا کہ تم نے اپنی جہالت کے وقت مین جو فعل یوسف و اُس کے بھائی سے کیے اب تم نے اُس کی زشتی معلوم کر لی۔ اور زمانہ جہالت کا ذکر انکا ایک عذر بیان کیا اپنی طرف سے یعنی تم سے نادانی مین دونون کی نسبت بُرائی سرزد ہوئی تاکہ سخت شرمندہ نہون اور ایک عذر بھی پا جاوین جسکا خود اقرار فرمایا اور بعض اہل قصہ نے ذکر کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کی رہائی کے بارہ مین ایک خط عزیز مصر کے نام تحریر کیا تھا اور ان بھائیون نے زبانی انکے درد و اندوہ اور دائمی حزن و گریہ سے نابینا ہونا سب بیان کیا تھا اسپر حضرت یوسفؑ سے ضبط نہو سکا اور ظاہر فرما دیا اور امام رازیؒ نے کہا کہ واللہ تعالے اعلم کہ اسمین سے کسقدر صحیح ہو اور بظاہر بعد قصہ کے محتمل ہو کہ بعض اسمین سے صحیح ہو مین کہتا ہون کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے باپ کا اندوہ شدید مین نابینا ہو جانا معلوم ہوا تھا اور اصح یہ ہو کہ اخفا کرنا بھی بامر آلہی تھا اور جب برادران یوسف اپنے فعل پر شرمندہ ہوئے اور باپ کے

حکم کی تعمیل مین مستعد ہوئے تو اب امید ہے کہ اللہ تعالے نے اظہار کا حکم دیا اسی واسطے انسے اقرار لیا کہ جو فعل تم نے کیا اس کی قباحت سے واقف ہو گئے بعض علما رنے کہا کہ جاہلون کہنا اسوجہ سے تھا کہ جب انھون نے حضرت یوسف ؑ کے ساتھ کیا جو کیا اُسوقت لڑکپن کی عمر پر تھے ولیکن دوسرون نے اس مین کلام کیا دو وجہ سے اول یہ کہ اسوقت ایکا لڑکپن نہ تھا اور دوم برادران یوسف ؑ کے ساتھ قطعاً نو عمری نہ تھی اور کہا کہ بنیامین کے ساتھ برائی سے شاید یہ مراد ہے کہ جب صواع اسکی رحل سے نکلا تو کہنے لگے کہ راحیل ؓ کی اولاد کی طرف سے برابر ہمپر مصیبت ہی آتی رہی یا شاید یہ کہ دعوت مین اسکو تنہا چھوڑا اور دل شکستہ کرنے کی باتین سرزد ہوئین چنانچہ یوسف ؑ نے انکو اپنے ساتھ ملا کر اپنے آپ کو ظاہر کر دیا اور کہا تھا کہ ان لوگون کے فعل پر غمگین مت ہو اور مترجم کہتا ہے کہ شاید جاہل کہنا بطریق تحقیق ہے یعنی حقوق نفس سے جاہل ہو کر تم نے یہ افعال کیے اس لیے کہ جس سے کوئی امر قبیح سرزد ہو وہ بمقتضاے جہالت ہے چنانچہ قولہ عز وجل من عمل منکم سوءا بجہالۃ مین مصرح ہے واضح ہو کہ علمار کے اقوال سابق مین مختلف مذکور ہوئے ہین کہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچاننے کی کیا وجہ تھی۔ ایک جماعت نے چالیس برس کا زمانہ گزرنے و ہیأت و وضع مین اختلاف ہونے کی وجہ بیان کی اور بعض نے کہا کہ خود زبانی انسے قریب سے گفتگو نہین فرمائی اور بعض مشائخ نے کہا کہ معرفت نبوت ایک نعمت ہے جس سے انپر حجاب دیدیا گیا تھا ولیکن اسپر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کفار قریش تو محمد مصطفےٰ صلعم سرور انبیار کو جانتے تھے اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ کفار کچھ مومن نہ تھے بخلاف برادران یوسف ؑ کے اور مترجم نے زعم کیا کہ شاید چہرہ پر بخوف فتنہ زنان مصر کے نقاب رکھتے ہون۔ اور ایسی ہی کچھ وجہ بنیامین کے ساتھ بھی اس مرتبہ رکھی گئی تھی کہ اسکو بھی شاید نہین پہچانا لقائی رہے کہا کہ اس مرتبہ آنحضرت ؑ نے انکے جواب مین بغیر ترجمان کے خود کلام فرمایا پس انھون نے جواب دیا اور قَالُوٓا کہنے لگے کہ۔ ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ آیا بیشک آپ تو یوسف ہین۔ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ فرمایا کہ مین یوسف ہون اور بڑھایا کہ۔ وَهٰذَآ اَخِیْ اور یہ بنیامین میرا بھائی ہے یعنی ایک ماں سے بھی جیسے تم لوگ فقط باپ کی طرف سے بھائی ہو۔ شاید انھون نے بنیامین کو بھی نہین پہچانا تھا۔ تو تصدیق و تحقیق کے لیے انپر ظاہر کر دیا اور ابن عباس رضؓ نے تمہید مناسب کر دی کہ۔ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا بیشک اللہ تعالے نے ہم دونون پر احسان کیا۔ ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی نیکیان ہمارے واسطے جمع فرمائین اور بعض نے کہا کہ یعنی ہم دونون کو بعد جدائی کے یکجا کر دیا اور قول اول اچھا ہے کہ ہر طرح کے انعام الٰہی کا احسان مانا اور پھر عام نصیحت ملی ہوئی تنبیہ کر دی کہ۔ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ بیشک جو شخص کہ تقوی کرتا ہے یعنی بچتا و پرہیز کرتا ہے۔ ابن عباس ؓ نے کہا کہ زنا سے مجاہد نے کہا کہ ہر طرح کی معصیت سے جس مین زنا شامل ہے۔ وَیَصْبِرْ اور صبر کرتا ہے۔ ابن عباس ؓ نے کہا کہ بغیر جور یا کسی عورت کے ضبط پر صبر کرتا ہے اور مجاہد ؒ نے کہا کہ قیدخانہ پر صبر کرتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ احکام الٰہی تعالے کی پابندی مین جو مشقت نفس پر ہوتی ہے اسپر صبر کرتا ہے تو۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ اے لا یضیع اجرہ۔ اللہ تعالے رائگان نہین کرتا نیک بدلا نیکی کرنے والون کا۔ معلوم ہوا کہ نیک کام کے عوض بدلا و ثواب کچھ استحقاق نہین بلکہ اللہ تعالے کا احسان ہے کیونکہ جو فعل اس سے سرزد ہوا وہ اللہ تعالے کے مخلوق ہاتھ پاؤن وغیرہ اور اس کی ہدایت سے ہوا اگر نہ ہوتا تو ان چیزون کی ناشکری بھی ہوتی تو یہ شکرانہ ہو گیا اب زیادہ ثواب احسان و منت ہے پھر عام طور پر بیان فرمایا کہ لوگ نیکی پر مستعد ہون اور ظاہر کر دیا کہ تقوے و صبر کرنے سے آدمی محسنین مین سے ہو جاتا ہے پس خلاصہ یہ ہے کہ ایمان تو تصدیق و یقین ہے اس کے بعد جو احکام بجالانے کے ہین انکی مشقت نفس کو بہت معلوم ہوتی ہے تو اسپر صبر کے ساتھ ثابت قدم رہے اور جو احکام ممانعت کے ہین اُنسے بچا رہے تو درجۂ محسنین کا پاوے اور آیت مین اشارہ ہے کہ نیک کامون کے کرنے سے بد کامون کا چھوڑنا و تقوے رکھنا مقدم ہے ولیکن جاننا چاہیے کہ یہ فقط نوافل طاعات مین ہے کیونکہ فرض و واجب کا ترک کرنا بھی معصیت ہے پس حاصل یہ ہوا کہ

یعنی راحیل والدہ حضرت یوسف و بنیامین علیہما السلام ١٢

دو شخص ایسے ہین کہ ایک تو فرض و واجب ادا کرتا ہے نوافل نہین پڑھتا مگر معاصی سے بچا رہتا ہے اور دوسرا ہے کہ فرائض و واجبات ادا کر کے تہجد و نوافل بہت پڑھتا ہے لیکن بعض معاصی بھی کرتا ہے تو انمین اول اچھا ہے اور متقی وہ ہے جو اُن احکام کا پابند ہو جو قولہ والمقیمین الصلوٰۃ والمؤتون الزکوٰۃ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا والصابرین فی البأساء والضراء الآیہ مین مذکور ہین واضح ہو کہ عبادت الٰہی عز وجل جیسے نماز و روزہ مثلاً ادا کرنے اور شراب و زنا و قمار و رشوت وغیرہ سے بچنے مین ہے ایسے ہی ظاہر و باطن کے کل کامون مین عبادت و ثواب ہے حتی کہ اپنی جورو سے قربت کرنے مین بھی ثواب ہے جبکہ نیت نیک ہو تو اب جاننا چاہیے کہ حدیث صحیح مین آیا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالے کی عبادت کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہے پس اگر تو نہین دیکھتا ہے تو وہ تجھے دیکھتا ہے کما فی الصحاح تو اس سے بیان ہے کہ ہر حال مین ظاہر و باطن یقین رکھے کہ اللہ تعالے تجھے دیکھتا ہے۔ مدارک مین بعض آیات کی تحت مین اور مترجم نے تحت قولہ فلنقصن علیہم بعلم وما کنا غائبین۔ بیان کیا ہے کہ اصل ایمان والے کے لیے یہی ہے کہ اللہ تعالے کے علم و حضور و شہود کے ساتھ کام کرے پس یہ شخص صالح ہو گا۔ اور اسی سے تجھکو احسان کے معنے جو حدیث مین ہین ظاہر ہوئے۔ اور یہین سے تجھکو یہ بھی معلوم ہوا کہ قولہ حین یستغشون ثیابہم یعلم ما یکن صدورہم وما یعلنون مین حالت جماع و قضاے حاجت کے وقت شرم سے پردہ کرنا مذموم و مستنکر قرار دیا کیونکہ ایسے اخفار سے مختفی ہو جانے کا خیال خلاف ایمان و معرفت ہے جبکہ اللہ تعالے کو ظاہر و باطن کا علیم و خبیر و بصیر یقین رکھنا چاہیے فافہم فانہ دقیق۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے متنبہ کیا کہ متقی و صابر کو ثواب جمیل ملتا ہے تو برادران آنحضرت ؑ نے علم و معرفت و ہدایت الٰہی سے اسکو تسلیم کیا اور قسم سے تصدیق کی اور۔ قَالُوْا کہنے لگے۔ تَاللّٰهِ قسم ہے اللہ تعالے کی لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیْنَا بیشک تجھکو اللہ تعالے نے برگزیدہ فرمایا ہمپر یعنی علم تقوی و نبوت و حسن ظاہری و باطنی و بادشاہت دنیا و آخرت کے لیے بعض نے اس آیت سے دلیل نکالی کہ نبوت سب سے بڑا منصب ہے اسکے سامنے باقی صفتین سب کالعدم ہوتی ہین پس اگر یہ لوگ بھی نبی ہوتے تو ایسا نہ کہتے۔ ولیکن اس استدلال مین خدشہ ہے اس وجہ سے کہ اصلی نبوت حضرت یعقوب علیہ السلام کو تھی پھر اصلی نبوت حضرت یوسف ؑ کو ہوئی اور باقی جو انبیا ایک وقت مین چالیس پچاس تک ہوتے تھے وہ اتباع ہوتے تھے اسی واسطے مروی ہے کہ میری امت کے علمار مثل انبیا بنی اسرائیل کے ہین یعنی میرے بعد پیغمبر کوئی نہو گا بلکہ علمار کثرت سے ہر وقت ہادی و ناصح موجود ہونگے واللہ اعلم ولیکن اس سے یہ لازم نہین کہ انکے نبی ہونے کا اعتقاد قطعی کیا جاوے اس لیے کہ یہان قطعی دلیل چاہیے ہے اور امام غزالی ؒ نے احیا مین اور بعض دیگر نے اپنی تالیفات مین انکی نبوت کا قول لکھا ہے اور امام رازی و اسکی تبعیت مین صاحب سراج وغیرہ نے اس سے انکار کا رجحان کیا ہے واللہ تعالے اعلم بحقیقۃ الحال۔ اور اہل الحق بدلیل قولہ منہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ الآیہ اسکو بعید نہین کہا جاتا کہ وے انبیا کے درجہ پر خواہ ابتدار یا آخر مین فائز ہوئے ہون کیونکہ اسکی تفسیر مروی ہے کہ یہ سب صالحین کے درجہ مین ہین اور عالم ربانی جانتا ہے کہ جو سانس اسکی بغیر یاد حق گذری اسکا خسارہ نفس پر بہت کچھ عائد ہوا جسکی قدر آخرت مین ظاہر ہو گی پس یہ نفس پر ظلم ہے اگرچہ عوام کی راہ سے ترک فرائض و واجبات یا ارتکاب محرمات و مکروہات سے یہ ظلم دور ہے فلیتامل فانہ دقیق۔ القصہ انھون نے بقسم تصدیق کی کہ بیشک تجھ کو اللہ تعالے نے ہم سب مین سے برگزیدہ کیا۔ وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕیْنَ اور بیشک شان یہ ہے کہ ہم ضرور خطا کار تھے یعنی جو تدبیر ہم نے سوچی کہ تجھکو دور کر کے ہمین باپ کی منظور نظر ہو کر صالحین ہو جاوین کما ذکر فی قولہ یخل لکم وجہ ابیکم وتکونوا من بعدہ قوما صالحین۔ تو اسمین ہم خطا کار ٹھہرے اور جو ہم نے تیرے ساتھ کیا وہ ہماری خطا تھی۔ تامل سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید ان لوگون کی نیت یہ ہو کہ میراث نبوت جو توجہ والد بزرگوار پیغمبر کے یوسف ؑ کو ملتی نظر آتی ہے اگر اسکو ہم دور کر دین تو ہمارے واسطے ہو جاوے اور اصلی خطا اسمین یہی تھی کہ نبوت تو اصطفاء حق عز وجل ہے کسی کے اختیار سے نہین ملتی ہے

آیت مین صاف دلیل ہو کہ ولی ہونا بھی اصطفائیت ازلی ہو جیسے عالم ہونا کسی شخص کے اختیار مین نہین ہو لہذا کسی درویش کے اختیار مین نہین کہ اپنے فرزند کو یا جسکو چاہے بجاے اپنے خلیفہ یعنی ولی کر دے اور اس مین میراث نہین ہو سکتی ہو اور یہ جو عوام جہال مین مشہور ہے کہ فلان ولی نے اپنی وفات کے وقت فلان کو سب دیدیا جاہلانہ وہم ہو۔ دیکھو حضرت ابراہیم کی میراث باپ نے کچھ نہ پائی حتی کہ دوزخی دائمی رہا اور لوط علیہ السلام نے پائی اور آنحضرت صلعم کی خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہوئی اور انھون نے اپنے بیٹون کو نہین بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا پھر حضرت فاروق کے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابی صالح تھے مگر انکو نہ ملی۔ علی ہذا اہل ایمان اس مقام کی فقہ سے بہدایت آلٰہی تعالے اچھی طرح سمجھ رکھتے ہین۔ القصہ برادران یوسفؑ نے انکی فضیلت واپنی خطا کا اعتراف کیا اور مکارم اخلاق نبوت مین سے ہو کہ باوجود ہر طرح قدرت کے نہ بھائیون سے کچھ بدلا لیا اور نہ انکو ملامت کی اور پہلے جو مذکور ہوا کہ ہل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیہ الآیہ وہ ملامت کے قصد سے نہین ہو بلکہ انکو خوب متنبہ کر دیا تاکہ بارگاہ کبریائی مین اپنی جہالت سے توبہ کرین کیونکہ قولہ من عمل منکم سوء بجہالۃ۔ کے بعد ہی علم ہوتے ہی توبہ کرے تو قبول ہوتی ہو پس وہ جہالت دراز ہوئی یہانتک کہ اب انکو علم پر تنبیہ کی کہ آگاہ ہوتے ہی توبہ کرین اسی واسطے انھون نے اپنی خطا کاری کا اقرار کر لیا اور دلیل اسبات پر کہ وہ قول فقط تنبیہ تھا اور ملامت کا قصد نہ تھا اگلی آیت ہو یعنی قولہ۔ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فرمایا کہ نہین ملامت وجھڑکی ہو تمپر آج کے روز۔ جب آج ہی نہین تو آیندہ کیا ہوگی۔ یہ اپنی طرف سے معافی ہو لیکن ادب آلٰہی نگاہ رکھا اور اپنی طرف سے مغفرت کو نہ کہا اور چونکہ اسمین اللہ تعہ کی نافرمانی بھی تھی تو اللہ تعہ کی مغفرت کی دعا مانگی اور کہا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ بخشدیوے اللہ تعہ تمکو یعنی جس خطا کا تم اسوقت اقرار کرتے ہو اور موت سے پہلے تم نے اپنے نفس کو مذموم ومضمحل کر کے اقرار کیا ہو اسکو اللہ تعالے بخشدے اور لکم صلہ مغفرت آتا ہو یقال غفر لہ وغفر لی ربی اور عمدہ ہو کہ مغفرت کی منفعت بندہ ہی کیواسطے ہو پس اللہ تعالے بندہ کی طاعت سے جیسا مستغنی ہو ویسا ہی اسکی معصیت سے بے پروا ہو بلکہ ہر ایک کا نفع یا ضرر بندہ ہی کی طرف راجع ہے سوال ہو کہ دعا بالفعل ماضی آتی ہو پس غفر اللہ لکم۔ کی جگہ یغفر اللہ بصیغہ مستقبل کیون فرمایا۔ تو بعض نے کہا کہ اسمین انکو راہ بتلائی کہ خلاص کے ساتھ توبہ کرین اور امید دلائی بقولہ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اور اللہ تعالے جسکے سواے کوئی معبود نہین ہو وہ رحم کرنے والون سے بڑھکر رحم والا ہو مترجم کہتا ہو کہ ان لوگون کی خطا مین تین تعلق ہین ایک تو خود حضرت یوسفؑ کا جنپر ظلم ہوا۔ دوم والد بزرگوار جنکو سخت تکلیف پہونچی سوم نافرمانی حق عزوجل کی پس اپنا حق معاف کیا اور جناب باری تعالے مین مغفرت کی دعا مانگی ولیکن بصیغہ مضارع تاکہ والد بزرگوار کا ادب باقی رہے کہ وہ اپنی نبوت کے سایہ مین قطعی مغفرت کی دعا کرین اسی واسطے ان بیٹون نے انسے استغفار کی درخواست کی ہو چنانچہ آیندہ آویگا انشاء اللہ تعالے۔ یہان تین مقام ہین اول آنکہ توبہ برادران یوسف کی مذکور نہین۔ تو واضح ہو کہ حقیقت توبہ کی درگاہ باری تعالے مین رجوع ہو ندامت کے ساتھ اس عزم پر کہ یہ قبیح ہمیشہ ہر گز صادر ہونے کے لائق نہ تھا پس انھون نے ٹیڑھی راہ سے مڑ کر سیدھی راہ کا قسم وتاکیدات سے اقرار کیا اور صدق سے ندامت ظاہر ہو اور اہل الحق نے کہا کہ ظہور صفت قہر سے بندہ عصیان مین سرگردان ہو جاتا ہو پھر صفت رحمت کے ظہور سے جہالت زائل ونورانیت سے راہ راست نظر آنے لگتی ہو تو اپنی کجروی پر نادم وپشیمان ہو جاتا ہو اسیواسطے توبہ درحقیقت ظہور رحمت آلٰہی ہو اور جب یہ بات ہو تو اللہ تعالے نے فرمایا لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الآیہ حتی کہ قرآن پاک مین توبہ کرنا ہر جگہ اللہ کی طرف سے مخصوص ہو پس صریح ہو کہ فتاب علیہ انہ ہو التواب۔ کے یہی معنی ہین کہ اللہ تعالے نے اسپر ہدایت کے ساتھ رحمت فرمائی اور معلوم ہو چکا کہ ہادی وہی رب تبارک تعہ ہو پس جب اس نے برحمت ہدایت فرمائی تو بندہ رجوع لایا یہان سے

عالم ربانی سمجھتا ہو کہ باوجود توبہ کے اپنے گناہون کے مغفرت مانگا کرے اور نادم رہے یہانتک کہ حق عزوجل اپنے کرم سے انکو اُسکے نامہ اعمال سے محو فرماوے۔ حدیث مین ہو کہ گرمیون کی دوپہرون مین مسافر غافل سو گیا اونٹ گم ہوا اُس نے ڈھونڈھا نہ پایا پھر مایوس اسی پیڑ کے نیچے واپس آیا تو دیکھا کہ اونٹ وہان آگیا وہ کسقدر خوش ہوگا تو بندہ کی توبہ کرنے سے اللہ جلشانہ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہو۔ حدیث مین ہو کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے شخص کے مانند ہو جاتا ہو جسپر کوئی گناہ نہین ہو۔ واضح ہو کہ جو کوئی اپنے گناہ کو جان بوجھکر توبہ نہ کرے اسکو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ قہر مین گرفتار ہو اور جسکو ہوش آیا اور گناہ کو دیکھکر اپنی موت یاد آئی اور نادم ہو کر اُس نے توبہ کر لی تو وہ ایمان رکھتا ہو اگرچہ جہالت سے اور شیطان کے بار بار اسکے دل پر اندھیاری ڈالکر گناہ کے غار مین ڈھکیلنے سے ستر بار دن مین گناہ کرے۔ اور خوب جان لو کہ جس گناہ مین دوسرے کا حق جان یا مال کا نہ لگا ہو جیسے شراب پینا وہ آسان ہو بہ نسبت رشوت وجوا وچوری وغیرہ کے جسمین دوسرے مظلوم بندے کا بھی حق تباہ کیا گیا ہو ولیکن جو شخص ایسے حقوق سے زیر بار ہو گیا ہو وہ توبہ سے مایوس نہ ہو کیونکہ اللہ تعالے ارحم الراحمین ہو چنانچہ حدیث سے ثابت ہو کہ حق تعالے مظلوم کی نظر سے پردہ اٹھا کر نہایت نفیس نعمتین دکھلائیگا کہ یہ تیرے لیے ہین مگر جبکہ تو اپنے اس بھائی کو اپنا حق معاف کر دے وہ فوراً معاف کر دے گا بلکہ احسان مانیگا پس اگر بندۂ ظالم کو سچی ندامت ہوئی تو مایوس نہ ہو توبہ کرے اور مغفرت کے لائق بنجاوے اللہ تعالے کریم ورحیم ہو حدیث صحیح مین اگلی امت کا قصہ ہے جسکا مختصر یہ ہو کہ ایک شخص نے ننانوے خون کیے اور نادم ہو کر ایک عالم سے توبہ پوچھی اُس نے مایوس کر دیا کہ بھلا تیری کیا توبہ اس نے مایوس ہو کر اُس کو بھی قتل کر ڈالا پھر دوسرے نے اُس کو ایک دوسرے شہر کے بڑے عالم کے پاس پتہ دیا وہ چلا راہ مین مر گیا اور بیچ راہ مین مرا تھا مگر ایک بالشت دوسرے شہر کے طرف قریب تھا تو رحمت آلٰہی سے حکم ہوا کہ اسکو رحمت کے فرشتے لے لیوین اور عذاب کے فرشتے لینے نہ پائین (تنبیہ) واضح ہو کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ ابھی نہین پھر توبہ کر لینگے وہ سمجھ لے کہ اسکے دل پر شیطان حد سے زیادہ قابو کیے ہوئے ہے اور ڈرے کہ وہ قہر کے اندھیرے مین دھنستا چلا جاتا ہو اور کہتا ہو کہ اسقدر ہزارون کوس نیچے غار مین سے اچھلونگا اس کو کیا معلوم کہ ہمیشہ سے جٹ پٹ دم نہ نکل جائیگا اور کیا یہ جان بوجھکر قہر کے ساتھ جراءت کرتا ہے۔ فوراً توبہ کرے بہت ڈرے کہ آخر یہ سب لذت فنا وشیطان دشمن کا ساتھی بنا ہو۔ توبہ کی فضیلت وتوبہ کرنے والے آدمی کی نیکی واچھا چال چلن جنتی ہونے کی علامات بہت کثرت سے حدیثون مین آئی ہین اور یہ دعوے محض خراب ہے کہ ہم کبھی گناہ نہ کرینگے یہنین گناہ کروگے لیکن اللہ تعالے کے بندے بنکر رہو۔ یہ وہم نہ کرو کہ ابھی نہین پھر توبہ کر لینگے جسکے بعد کبھی گناہ نہ کرینگے کیونکہ گناہ کرنا تو ضرور ہو اور حدیث صحیح مین ہو کہ شیطان جب مردود کیا گیا تو اس نے پروردگار جلشانہ کی عزت وقہر کی قسم کھائی کہ مین آدمیون کو گناہ وطرح وطرح کی نافرمانیون مین پھنساؤنگا کہ وہ بھی میری طرح مردود ہو جاوین اور تیرے بندے نہ رہینگے تو ارحم الراحمین تبارک وتعالے نے اپنی عزت ورحمت کی قسم فرمائی کہ مین برابر انکو بخشونگا جب تک مجھ سے توبہ مانگینگے۔ اب جو کوئی توبہ نہین کرتا اور اسکو کسی زمانہ پر اٹھا رکھتا ہو وہ البتہ شیطان کا بندہ بنا جاتا ہو کہ توبہ ہی نہین کرتا اللھم رب اجعلنا من التوابین واجعلنا من المتطہرین۔ دوسرا مقام یہ ہو کہ حضرت یوسفؑ نے بھائیون کو ملامت تک نہ کی۔ تو واضح ہو کہ انبیاء علیہم السلام کے اخلاق مین سے ہو کہ جو کوئی اُنکے ساتھ برائی کر چکا اُسکو قابو کے وقت معاف کرتے ہین اور ترس کھاتے ہین کہ یہ شخص اسوقت قہر مین گرفتار تھا اور ہم اسوقت نہایت عظیم رحمت مین اُسکے ہاتھون سے سرفراز تھے تو اس نیکی کا شکر ادا ہوا اب بدلا لینے مین عیب ہو اور جان بوجھکر وہ عظیم رحمت اپنے ہاتھون سے پھیر دینا ٹھہرا۔ حدیث مین ہو کہ خلق عظیم یہ ہو کہ جس شخص نے تجھ سے ملاپ چھوڑا تو اس سے مل جس نے تجھپر ظلم کیا یعنی تیرا کوئی کسیطرح کا حق نگاہ نہ رکھا یا ضائع کیا تو اسکو عفو کر دے اور جس نے تیرے ساتھ بدی کی ہو اسکے ساتھ تو احسان کر۔ دیکھو اول مرتبہ حضرت یوسفؑ جنکی ظاہری

خوبصورتی سے بڑھکر انکی روح باطن کا حسن بڑھا ہوا تھا جب بھائیون کو پہچان گئے تو کیسی مہربانی سے اناج بھر دیا اور آخر مین کیسے بھائیون
نے اقرار کیا کہ آپ کو اللہ تعالے نے ہم سب مین سے بزرگ کر لیا۔ اور ہم بیشک بلاشبہہ خاطی و جاہل تھے پھر دیکھو کیسی انکے لیے مغفرت کی دعا فرمائی۔
پس عارف کے نزدیک تو ایسے برتاؤ مین روحانی خوشی و لذت ہے لیکن عوام جنکا نفس انپر غالب ہوتا ہے گویا کمہار پر گدھا سوار ہے تو اسکو علماء
رحمہم اللہ تعالے نے آہستگی سے فہمائش کی ہے اور انکی باطنی بدصورتی کی تصویر انکو نہ دکھلائی بلکہ یہ کوشش کی کہ کسی طرح یہ سوار ہون اور جانور
نفس انکے قابو مین رہے تاکہ سیدھے جنت کی راہ چلے جاوین ورنہ جب تک نفس سوار اور یہ خود جانور بنے رہینگے تو وہ کبھی اپنے گھر کی راہ نہ پاویگا
بلکہ جہنم مین لیجا دیگا کیونکہ شیطان اسکو رنگ رنگ کی نمایش دکھلا کر جہنم کو بلائے لیے جاتا ہے اللھم لاتکلنا الی انفسنا فنھلک واھدنا قبل
ذلک انت ارحم الراحمین۔ تیسرا مقام یہ ہے کہ ارحم الراحمین جو اللہ تعالے عزوجل کی تعریف فرمائی تو جاننا چاہیے کہ بندہ عارف جانتا ہے کہ
رحمت حقیقت مین صفت آلہی جل شانہ ہے اور حدیث صحیح سابق گذری کہ سو حصہ رحمت مین سے ایک حصہ کا دنیا مین ظہور ہے جس سے ان اپنی اولاد پر
اور جانور اپنے بچون پر رحمت و شفقت کرتے مین اور یہ ان فانی چیزون پر سایہ ہے اس سایہ کا یہ حال ہے کہ مادر مہربان اپنی اولاد کو آگ مین ڈالنے پر
کبھی راضی نہوگی تو اب قیاس کرو کہ اللہ تعالے حقیقی ذات و صفات کا رب تبارک و تعالے کسقدر رحمت و کرم رکھتا ہے اب سمجھ دیکھو کہ کسی مخلوق کو خالق سے کچھ
مناسبت نہوئی مگر جب تک دین کی سمجھ نہو تب تک اسطرح سمجھا یا کہ دنیا مین جتنی مخلوق نظر آتی ہے سب کی رحمت و شفقت و پیار و ترس ملاکر سب سے بڑھکر
اللہ تعالے کو سمجھو سبحان اللہ یہ کلام معجز ہے کہ سچی بات فرمائی جسکو بیوقوف سے بیوقوف بھی سمجھ گیا اور جو بندے کہ اولیاء ہین یعنی نہایت عقیل ہین وے خوب سمجھے
اور جان رکھو کہ اصلی اعتقاد یہی ہے کہ اللہ تعالے کی ذات کا کوئی مشابہ نہین اور اس کی صفات کی کہین مثل نہین ہے وہ وحدہ لاشریک بیمثل و بے مانند ہے۔ حدیث
مین دعا کا طریقہ اسطرح ہے کہ پہلے توبہ واستغفار کرے اور دعا ایسی صفات کے ساتھ مانگے جو رحمت و کرم کے ہین یعنی مثلاً یون نہ کہے کہ اے قہار اے جبار
ہم کو بخشدے بلکہ یون کہے کہ اے ارحم الراحمین اے کریم اے غفور رحیم ہم کو بخشدے۔ اور مانند اسکے۔ پھر پہلے یون نہین کہتے ہین کہ ارحم الراحمین تجھے بخشدے
وہ غفور کریم ہے کیونکہ مغفرت کو ذات پاک اللہ عز اسمہ کی طرف نسبت کرنا ظاہر ادب ہے تاکہ معلوم ہو کہ بخشنے والا ایک وحدہ لاشریک ہمارا خالق مالک
ہے اور حدیث صحیح مین ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی مین بیان فرمایا کہ بندہ نے گناہ کیا پس استغفار کیا کہ
اللھم اغفرلی ذنبی۔ اے اللہ میرے مجھے میرے گناہ کو بخشدے پس اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے گناہ کیا اور جانا کہ اسکا پروردگار ہے جو گناہ بخشدیتا
ہے اور گناہ پر گرفتار کرتا ہے پھر اس نے دوبارہ گناہ کیا اور التجا لایا کہ اے رب میرے میرا گناہ مجھے بخشدے پس اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے
گناہ کیا اور جانا کہ اس کا پروردگار ہے جو گناہ بخشدیتا اور گناہ پر مواخذہ فرماتا ہے الحدیث اس مین چار مرتبہ کے بعد فرمایا کہ جو چاہے مین نے
تجھے بخشدیا۔ اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح مین اور امام مسلم نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالے
بندے کی چار مرتبہ عاجزی والحاح کے بعد کمال رحمت سے جو کوئی گناہ کرے پھر مغفرت چاہے تو رب کریم بخشدیتا ہے لیکن اے لوگو شرک سے بچو
اور جان رکھو کہ حضرت پاک باری تعالے جل جلالہ کی عظمت و کبریائی مین دوسرا شریک نہ بناؤ ورنہ وہ دوسرا کون ہے جو تمکو بخشیگا وہ تو خود
اپنی مغفرت اپنے پروردگار سے جو اُسکا اور ہمارا سب کا پروردگار ہے مانگ رہا ہے۔ دیکھو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت مین ہے کہ حضرت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل فرماتا ہے کہ اے فرزند آدم جب تک تو مجھ سے دعا کرے اور امیدوار رہیگا مین تجھے بخشتا
رہونگا چاہے جو گناہ تجھ پر ہوا ور مین کچھ پروا نہین کرتا۔ اے فرزند آدم اگر تیرے گناہ آسمان تک پہونچ گئے ہون پھر تو مجھ سے مغفرت مانگے مین
تجھے بخشدونگا اور مجھے کچھ پرواہ نہین۔ اے فرزند آدم اگر تو میرے پاس تمام زمین بھر کے گناہ ساتھ لادے لایا پس تو مجھ سے ملا اس حال سے

کہ تو نے میرے ساتھ کبھی کسی چیز کو شریک نہ کیا تھا تو مین تجھے تمام زمین بھر مغفرت دونگا۔ رواہ الترمذی۔ پس شرک مت کرو اور گناہ تو ضرور
کروگے چنانچہ صحیح مسلم مین ابوہریرہ کی روایت سے ہے کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالے تمکو
لیجاتا اور دوسری قوم دنیا مین لاتا جو گناہ کرکے مغفرت مانگتے پس انکی بخشش فرماتا۔ اہل حق جانتے ہین کہ صفت پاک غفور رحیم کا ظہور ضرور
ہو۔ مگر یہ سمجھو کہ جو شرک کرے وہ اللہ تعالے عزوجل کا بندہ نہ رہا تو اس کا استغفار بھی کچھ شمار مین نہ رہا مگر آنکہ شرک سے توبہ کرلے اب اسوقت
جو بڑا فتنہ شیطان کا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالے کے نیک بندون کی طرف سے لوگون کے دل مین طرح طرح کے اعتقادات ڈالے ہین کہ وے
چاہین اولاد دیدین وے چاہین مار ڈالین وے چاہین جلاوین۔ ارے لوگو وے تو اللہ تعالے کے نیک بندے ہین مگر تم تو اللہ تعالے کی
جناب مین شرک کیے جاتے ہو۔ رازق و زندگی موت دینے والا اولاد دینے والا تمھارے ہر فعل کا پیدا کرنے والا وہی پاک معبود ہے دوسرا
نہین ہوسکتا حتی کہ دیکھو کہ اگر کوئی یہ کہے کہ ارے ظالم گنہگار تجھے اللہ تعالے نہ بخشیگا تو یہ شخص مشرک ہوگیا اس نے خیال نہ کیا کہ اسکا رب
جاننے مین بھی اُسکے مثل بندۂ رب ہون مجھے کیا معلوم بخشیگا یا نہین۔ اب ذرا دین کی سمجھ سے سمجھو اور ایسی ہی صفات باری تعالے مین احتیاط
رکھو۔ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو اسرائیل مین دو آدمی تھے جنمین بھائی بندی تھی پس انمین ایک
گنہگار تھا اور دوسرا عبادت مین سرگرم تھا جب وہ گناہ کرنے والے سے ملتا تو کہتا بس کمی کر پھر ایک روز اُسکو بڑے گناہ مین دیکھا تو
کہا کہ بس کمی کر اُس نے کہا کہ مجھے میرے پروردگار پر چھوڑدے کیا تو مجھپر نگہبان بناکر بھیجا گیا ہے اُس نے کہا کہ واللہ تجھکو اللہ تعالے نہین بخشیگا یا یون فرمایا
تھا کہ اس نے کہا کہ واللہ تجھ کو اللہ تعالے جنت مین داخل نکریگا پھر اللہ تعالے نے دونون کی روحین قبض فرمائین جب دونون آخرت مین
جمع ہوئے تو رب العالمین نے اس عابد سے فرمایا کہ کیا تو اس چیز پر قادر تھا جو میرے قبضہ مین ہے (یعنی مغفرت یا جنت یعنی تو نے کیونکر مجھ پر یہ
حکم لگایا) اور گنہگار سے فرمایا کہ اُٹھ اور میری رحمت سے جنت مین داخل ہو اور عابد کے واسطے حکم دیا کہ اسکو دوزخ کو لیجاو۔ حضرت ابوہریرہ رضہ
نے کہا کہ واللہ اس نے ایسی بات زبان سے نکالی کہ اس ذرا سی بات نے اسکی دنیا و آخرت برباد کردی۔ رواہ ابوداؤد۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث
مین سچ فرمایا کہ جو خاموش رہا چھوٹ گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلمہ صفت غفار کی جناب مین شرک تھا ایسے ہی ہم لوگ ہر ایسی بات سے بچنے کی
توفیق مانگین جس سے اسکی جناب مین شرک ہوتا ہو اے رب ہمارے ہمکو شرک و کفر و نفاق سے نجات فرما دے اے رب ہمارے ہم کو اپنا
بندہ رکھیو اللھم اغفرانک انت ارحم الراحمین۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے انکے لیے دعاے مغفرت فرمائی اور کوئی ملامت نہ کی اور
امام فراءرح نے و بیضاوی وغیرہ نے نقل کیا کہ آنحضرت علیہ السلام اُنکو صبح و شام اپنے ساتھ دعوت مین بلاتے تھے تو انھون نے عرض کیا کہ ہم
نہایت شرمندہ و خفیف ہوتے ہین بسبب اس حرکت کے جو ہم سے آپ کی شان مین سرزد ہوئی ہے تو کرم ذاتی سے انکو کہلا بھیجا کہ نہین بلکہ مین
تمھاری وجہ سے معظم ہوتا ہون اس لیے کہ اہل مصر مجھ کو پہلی نگاہ سے دیکھتے ہین اور کہتے ہین کہ سبحان اللہ اس کی کیا شان ہے کہ ایک غلام جو کچھ
مال کو فروخت ہوا تھا آج بادشاہ ہے پس مین تمھاری وجہ سے مشرف ہوا اور اب انکی آنکھین کھلین کہ اللہ اللہ یہ شخص اسطرح مظلوم تھا اور یہ
اولاد ابراہیم خلیل اللہ و اسحاق کا پوتا اور یعقوب کا بیٹا ہے۔ واضح ہو کہ جب بھائیون نے آپ کو کنوین مین ڈالا اور بشریت کا غم و ہراس آپ پر
طاری ہوا تو اسوقت حضرت خالق عزوجل نے انپر وحی فرمائی تھی کہ لتنبئنھم بامرھم ھذا وھم لایشعرون۔ تو وہ حکم مقدر آلہی اسوقت پورا ہوا اور یہ
تاویل اس کلام وحی کی تھی جسکا وہم و گمان بھی اسوقت نہ تھا اور اس سے سمجھدار کو معلوم ہوسکتا ہے کہ جو انعام و اکرام آخرت کا حق سبحانہ تعالے نے قرآن پاک
مین بیان فرمایا ہے اسکی واقعی تاویل آدمی کے وہم مین نہین آسکتی ہے۔ القصہ کمال خلق و کرم ذاتی و حسن صفاتی سے بعد عفو و مغفرت و اکرام کے

انکے لیے مزید احسان عمیم کا بندوبست کیا اور ظاہر از جی آلہی عزوجل سے حکم دیا کہ - اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا لیجاؤ میری یہ قمیص فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ پس ڈالدو اس کو میرے باپ کے چہرہ پر - يَاْتِ بَصِيْرًا ہو جائیگا وہ بینائی والا - روایت ہو کہ اُسی بھائی نے کہا کہ مین یہ قمیص شفا بھی لیجاؤنگا جو خون آلودہ قمیص جھانے گیا تھا اور کہتے ہین کہ وہ یہودا تھا واللہ اعلم - اور اہل قصہ نے روایت کی کہ یہ قمیص پیراہن جنت تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ مین ڈالا تو حضرت جبرئیل آئے اور اللہ تعالے کی طرف سے جنت کی قمیص لاکر پہنائی اور یہ حریر جنت کی تھی پھر بعد انکے حضرت اسحاق ؑ کے پاس رہی پھر حضرت یعقوب ؑ کو ملی اور مترجم کہتا ہو کہ شاید بڑی بہن کے انتقال کے بعد ملی ہوگی - الغرض یعقوب علیہ السلام اسکو بطور تعویذ کے حضرت یوسف ؑ کے گلے مین ڈالے رکھتے کہ نظر بد سے حفاظت رہے پس جب بھائیون نے کنوین مین ڈالا تو سہو سے اُس کو نہین اُتارا تھا اور مترجم کہتا ہے کہ قصہ مین وہان مذکور ہے کہ بھائیون نے قمیص اُتار لی تھی تو جبرئیل علیہ السلام نے انکو حضرت ابراہیم ؑ کی قمیص جنت پہنائی تھی شاید یہی قمیص گلے سے کھولکر پہنادی ہوگی پس جب یہ وقت آیا تو جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ اے نبی اللہ یہ قمیص اپنے باپ کے پاس بھیجو کہ اسکی خوشبو سے ہر مریض کو شفا ہو جاتی ہے - مترجم کہتا ہے کہ صحیح میرے نزدیک یہ ہے کہ اپنے بدن کی قمیص جسمین پسینے کی خوشبو بھی اُتار دی اور یہ اللہ تعالے نے معجزہ کرامت فرمایا اور یہ شان آلہی عزوجل ہو جیسے سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہ وعلی جمیع اخوتہ من الانبیاء اجمعین نے اُحد مین ایک صحابی کی آنکھ اپنے لب مبارک کو لگاکر اندر بٹھا دی حالانکہ تیر کے زخم سے آنکھ نکل پڑی تھی اُسی وقت اچھی ہوگئی اور پھر اسکی تیز بینائی کبھی تاموت زائل نہوئی یا ایک کا ہاتھ کاندھے سے کٹ گیا تھا اپنا لب لگاکر جوڑ دیا کہ کبھی اسکی قوت زائل نہوئی اسی طرح یہ مقام ہو اور جو روایات مذکور ہوئین وہ یہود کی روایات ہین - پھر حکم دیا - وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ اور میرے پاس لے آؤ اپنے اہل وعیال کو سب کو یعنی وہان کوئی باقی نہ رہے اور یہ سب بحکم آلہی تھا اور والد بزرگوار اسمین شامل ہین - یہ پہلا موقع ہو کہ سرزمین مقدس یعنی شام وبیت المقدس کو چھوڑ کے مصر کو رحلت کی اور زمانہ دراز کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اولاد اسرائیل کے ساتھ جہاد کرکے شام سے کافرون کو نکالدے اور وہان آباد ہون چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے جہاد کیا اور آخر بنواسرائیل کی سرکشی سے اللہ تعالے نے چالیس برس تک تیہ کے میدان مین بنی اسرائیل کو محبوس کر دیا اور وہین حضرت موسیٰ و ہارون کا انتقال ہوا پھر یوشع بن نون علیہ السلام نے اور بعد انکے متواتر انبیاء بنی اسرائیل نے خوب خوب جہاد کیے اور حکم تھا کہ کافر سے جزیہ قبول نہ کرین بلکہ یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توریت کی شریعت رہی مگر چند احکام منسوخ ہوئے انمین سے جہاد بھی تھا پھر برابر جہاد منسوخ رہا یہانتک کہ آنحضرت محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر فرض ہوا اور تا قیامت رہیگا منسوخ نہین ہوسکتا حتی کہ آخر زمانہ مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور امام مہدی علیہ السلام مع لشکر کے عام جہاد ہوگا - روایت ہو کہ یہودا اس قمیص کو لیکر مصر سے کنعان کو روانہ ہوئے بعض نے کہا کہ آٹھ فرسخ کی مسافت تھی اور صحیح یہ ہو کہ اسی فرسخ دوری تھی جیسا کہ سراج وغیرہ مین مذکور ہو اور ظاہر یہ ہو کہ یہودا تیزی سے آگے بڑھے اور باقی لوگ آہستہ سے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے ف فی العرائس قولہ فتحسسوا من یوسف واخیہ - یعقوب علیہ السلام چشم باطن سے مقدور غیب دیکھتے تھے کہ عنقریب زمانہ وصال آتا ہو پس انکو تحسس کا حکم دیا کہ زبانی خواطر سے اور وجود وقلوب سے نہ اپنے نفوس امارہ سے ڈھونڈھو اور اخلاص کے ساتھ تلاش کرو کیونکہ وہی پاتا ہو جو اخلاص سے طالب ہو - قولہ لا تایئسوا من روح اللہ - رحمت آلہی سے مایوس مت ہو اور قدرت آلہی کا یقین رکھو کہ اگر وہ مر گیا ہوتا تو اللہ تعالے ایک دم مین زندہ کر سکتا تھا کیونکہ اسکا یقین نہونا کفر ہو لہذا کہا کہ انہ لا یائیس من روح اللہ الا القوم الکافرون پس اگر ایمان کے درجہ مین کسی کو یاس ہو تو اسکے نفس امارہ کا غلبہ ہو اور معرفت کے درجہ مین یاس ہونا قلب پر میل ہے - قال المترجم

یہان لطیفہ ہو کہ اُنسے یاس دور کرنا گویا انکو غلبۂ نفس امارہ سے خارج کرنا ہو اور غلبۂ نفس ہی سے انسے سرزد ہوا جو ہوا تو اب زمانہ مغفرت کے وقت اُن مین نفس کے مغلوب ومضمحل کرنے کی استعداد ہوگئی فافہم - شیخ رح نے کہا کہ مقام معرفت مین جب عارف پر یاس چھا جاتا ہے تو یہ توحید کا غلبہ ہوتا ہو کہ وہ قدیم پاک کہ حدوث سے بالکل منزہ ومبرا رکھتا ہو پس اپنی ہستی کو نابود سمجھ کر وصال ومشاہدہ سے مایوس ہو جاتا ہے اور یہ درحقیقت میل ہو مگر اس مقام مین فنا کے بعد بقا اور فنا در فنا اور پھر بقا در بقا ہو پس حسن امید بوصال اس مین مندرج ہو - شیخ جنید رح نے کہا کہ جب متواتر محنت ہوتی ہو تو امیدوارون کی امید پوری مضبوط ہوتی ہو جیسا کہ آیت سے ثابت ہے اور حدیث مین ہو کہ اللہ تعالے کی طرف سے کشائش کی امید رکھنا با فضل عبادت ہے - قولہ فلما دخلوا علیہ قالوا یا ایہا العزیز مسنا واہلنا الضر الآیہ - اشارات مین سے ہو کہ بوجہ غلبہ نفوس کے حجاب قہر سے فضل آلہی یعنی وجود یوسف لقولہ ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس - سے محروم وارتکاب خطایا سے مضرت ہم کو اور ہمارے اہل یعنی وجود کے لوازم کو پہونچی اور بضاعت مزجاۃ یعنی توقع عفو ومغفرت لائے ہین مگر اختلاط نفس سے کمال اخلاص نہونے سے بضاعت ناقص ہو پس اس نقصان کو لحاظ نہ فرماکر عفو کو پورا دیجے اور صدقہ فضل ہو - مسئلہ ارباب صلاح وولایت کے سامنے اپنا افتقار وعجز ظاہر کرنا دلیل سعادت ہو کیونکہ ظاہر ملک دنیا حقیر ہو تو بادشاہ ملک آخرت کے سامنے زیادہ لائق ہو - مسئلہ طالب علم کو عالم کے سامنے خلوص سے اپنا عجز والحاح چاہیے تاکہ قبولیت حاصل ہو اور عالم کو چاہیے کہ حسن ارادت پر موقوف نہ رکھے کیونکہ مقام ابتدا مین یہ بضاعت کامل نہین ہوتی ہو اور کلمات تعلیم صدقات ہین جیسا کہ حدیث صحیح مین مروی ہو - شیخ نے کہا ارباب وصال قدم ہمیشہ اپنے اعمال وافعال کو مغشوش ومعلول رکھکر عجز وافتقار سے تصدق کے خواستگار ہون اور جسنے کرم وانعام اپنے اوپر بطریق صدقہ وفضل نہ دیکھا وہ مطرود ہو اور کیا تو نہین دیکھتا کہ صحاح احادیث مین جنت فقط فضل حق عزوجل ہو نہ استحقاق طاعت - اور شیخ ابو سعید القرشی رح سے طویل کلام ذکر کیا جسکا خلاصہ وہی ہو جو اوپر مذکور ہوا - قولہ ہل علمتم ما فعلتم الخ اس سے غرض انکو ملامت کرنا وعار دلانا نہین ہو - قولہ اذ انتم جاہلون - یہ عذر بتلا دیا - قولہ انا یوسف وہذا اخی - اس مین ایک اشارہ ہو کہ برادر باہم عداوت وحسد سے خالی ہوتے ہین اور مثل ایک جان دو قالب کے رہتے ہین اور جن قومون کو دیکھا جاوے کہ انمین صدق واخلاص براہ باطن نہین وہ ایمان سے خارج اور جنمین اتفاق براہ دنیا ہو وہ بھی ایمان سے خارج ہین اور حدیث مین نہین دیکھا کہ مومن ایک دوسرے کی خیانت نہین کرتا اور جو اپنے لیے چاہتا ہو وہی اسکے لیے چاہتا ہو اور جسقدر حقوق برادرانہ ہین سب اس مین مندرج ہین ولیکن مختصر تفصیل اوپر گذر چکی ہو - قولہ قد من اللہ علینا فضل واحسان آلہی مین بہت کچھ اسرار شامل کر دیے ازانجملہ یہ کہ تم نے چاہا کہ مین مطرود ہون وہ نہوا بلکہ اللہ تعالے نے احسان کر کے مجھے ہدایت ونبوت عطا فرمائی اور تمہارے مثل افعال قہر مین گرفتار نہ کیا بلکہ باوجود قدرت کے مین نے بدلا نہ لیا - اور ملک دنیا وآخرت جمع کر دیا - علم تاویل ومعرفت وحکمت دیا اور نفوس امّارہ کو مغلوب کر کے اسکی غلامی سے آزاد اور بادشاہ کر دیا اور اکرام آلہی ہو کہ تقوی وصبر عطا فرمایا - انہ من یتق ویصبر الآیہ - ابن عطا رح نے کہا کہ ادائے فرائض پر صبر کرنا اور ارتکاب محارم سے بچنا تقوے ہے - قولہ تاللہ لقد آثرک اللہ علینا - ظاہر تدبیر کچھ کام نہ آئی اور قدرت آلہیہ غالب ہوئی اور تجھ کو صورت وسیرت مین کامل اور دنیاوی واُخروی منزلت مین فاضل کیا - قولہ وان کنا لخاطئین - اشارہ ہو کہ خطا متضمن جہل ہوتی ہو تو ہم اسوقت غلبۂ تقدیر اور تیری ازلی منزلت سے غافل تھے - بعض نے کہا کہ حسن توفیق مین تجھے ہمپر مقدم ومشرف کیا اور کمال عصمت وحُسن صورت وسیرت مین مکرم فرماکر درجۂ نبوت دیا - حضرت یوسف ؑ نے انکا اعتذار سنکر مقادیر ازل کے اعتماد سے عفو کرم پر عمل کیا اور کہا - لا تثریب علیکم الیوم - یعنے یہ وقت ظہور علم وصفات حلم ہو نہ وقت عقاب وقہر وعتاب - پھر شیخ رح نے لکھا کہ یہان ایک اشارہ ہو کہ آخرت مین حق عزوجل

توہوا چلی اور اس نے قمیص یوسف کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہونچائی پس آپ نے آٹھ روز کی راہ سے خوشبو پائی حسن وابن جریج رح نے کہا کہ درمیان مین اسی فرسخ کا فاصلہ تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے قصہ مین منصوص ہے بقولہ تعالے ولسلیمان الریح عاصفۃ تجری بامرہ الآیہ وقولہ غدوہا شہر ورواحہا شہر الآیہ۔ اور مترجم کو اسوقت کے نیچرل یعنی قدرتی جہال سے سخت تعجب ہے کہ ان مقامات مین کسقدر انکو شیطان بہکا کر گمراہ کرتا ہے حالانکہ زمین کے بارہ مین خود قائل ہین یعنی زمین لشکل گیند تمام پانی و مٹی کا مجموعہ گرد آفتاب کے گردش کرتی ہے حالانکہ پانی ایک بہنے والی چیز ہے پھر کیا وجہ ہے کہ پانی بہکر مثل باران کے نہین گر جاتا اور مٹی علٰحدہ پارہ پارہ نہین ہو جاتی ہے اور جب آفتاب کی کشش وخاصیت کو مانتے ہین تو انکو اللہ تعالے کی قدرت کا اقرار کرتے ہوئے کیون شرم آتی ہے۔ اس سے علاوہ آنکھون سے مشاہدہ ہے کہ کھاری و میٹھا سمندر جہان جہان ملے ہین دونون علٰحدہ ہین دونون کا اتصال ایک خط پر ہے وہان چارہ نہین کہ یہ جاہل لوگ ضرور اقرار کرتے ہین کہ اللہ تعالے کی عجیب قدرت ہے کہ یہ دونون پانی نہین ملتے ہین وقد قال تعالے وبینہما برزخ لایبغیان الیسی قدرتین دیکھکر پھر کسطرح اندھے ہو کر کلام الٰہی سے انکار کرتے ہین پس پاک ہے وہ اللہ تعالے جس نے پیدا کیا اور عجیب قدرت دکھلائی اور جسکو چاہا مومن پیدا کیا اور جسکو چاہا کافر بنایا ہے۔ القصہ عجیب قدرت آلہیہ تھی کہ یعقوب علیہ السلام کو اس دوری سے خوشبو پہونچی اور انھون نے اپنے پاس کے پوتے نواسون وغیرہ سے کہا کہ مین یوسف کی خوشبو پاتا ہون۔ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ۔ اگر تم مجھے فند کی طرف منسوب نہ کرو۔ مجاہد رح نے کہا کہ بڑھاپے سے عقل وحواس مین تغیر آجاتا ہے وہ فند ہے اور ابوعبیدہ نے کہا کہ سفاہت۔ اور ابن عباس و زجاج سے مروی ہے کہ جہل وبیوقوفی۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ ضعف رائے۔ خلاصہ یہ کہ اگر بڑھاپے کی بے وقوفی ورائے کا ضعف نہ سمجھو تو یہ تحقیق ہے کہ مین اس کی خوشبو پاتا ہون کشاف مین کہا کہ عورت کو مفندہ نہین کہتے بلکہ مرد کو مفند کہتے ہین اس واسطے کہ عورت کی جوانی مین کچھ رائے نہ تھی جو اب بڑھاپے مین مفندہ ہو جاوے۔ مسئلہ علماء نے کہا کہ جب کسی فرزند کو کچھ حکم دے تو چاہیے کہ یون کہے کہ اچھا ہوتا اگر تم ایسا کرتے تاکہ اگر نہ کرے تو نافرمانی کے قہر مین نہ پھنس جاوے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسی بات جب فرمائی کہ انکے حواس وعقل سے باہر تھی تو پہلے سے بنظر شفقت فرما دیا اگر تم مجھے فند کی جانب منسوب نہ کرو یعنی اگر یون نہ کہو کہ انکو بڑھاپے سے اختلال حواس ہو گیا ہے تو مانوگے۔ ولیکن ان کے زعم مین تھا کہ یوسف علیہ السلام مدت ہوئی کہ ہلاک ہو گئے تو انھون نے اسی یقین پر قسم سے اسی پر جزم کیا۔ قَالُوۡا تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیۡ ضَلٰلِکَ الۡقَدِیۡمِ کہنے لگے کہ قسم ہے اللہ تعالے کی آپ اپنے پرانے ضلال مین ہین ابن عباس رض نے کہا کہ ضلال سے خطا مراد ہے یعنی اگلی غلطی مین پڑے ہو۔ قتادہ نے کہا کہ یوسف ع کی محبت مین کہ بھولتے نہین اور تم کو تسلی نہین ہوتی ہے اور کہا کہ ان لوگون نے بیہودہ کلمہ اپنے بزرگ پیغمبر خدا علیہ السلام کو کہا جو اُن کو نہین کہنا چاہیے تھا۔ ضلال دراصل عرب مین عشق کو بولتے ہین جیسے فارسی مین دیوانہ وغیرہ الفاظ مستعمل ہین اور مراد ان کی یہ تھی کہ وہی پہلے عشق مین مبتلا ہو اُسی سے یہ باتین کہتے ہو۔ وفی البیضاوی یعنے جیسے تم قدیم سے ٹھیک راہ سے ہٹ گئے ہو بسبب اُسکے کہ یوسف ع سے محبت مین افراط کرتے اور کثرت سے اس کا ذکر کرتے اور دوبارہ اُس کی ملاقات کے متوقع ہو۔ یہ تقریر بلاشبہہ بے ادبی ہے اور اگر صرف یہ مراد ہو کہ آپ قدیمی افراط محبت مین مبتلا ہونے کی وجہ سے ایسا کہتے ہین تو اسقدر افراط بے ادبی مین نہوگا اور یہ بطریق اصول حنفیہ اقرب ہے کیونکہ ضلال کے معنے راہ صواب سے ہٹ جانا اور افراط محبت سے ضلال دونون حقیقت ومجاز کا اجتماع ہے فافہم۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگون نے اسکو صحیح نہ جانا اور افراط محبت پر محمول کیا۔ فَلَمَّاۤ اَنۡ جَآءَ الۡبَشِیۡرُ پھر جب بشارت دینے والا آپہونچا۔ مجاہد و سدی رح نے کہا کہ وہ یہودا تھے جو یہ کہہ کر

[illegible]

قمیص لائے تھے کہ جیسے مین نے خون آلودہ قمیص لیجا کر باپ کو غم مین مبتلا کیا تھا ویسی ہی مین یہ قمیص خوشخبری اور صحت بینائی کی لیجا کر خوش وخرم کرونگا اور کہتے ہین کہ قافلہ والون نے انکو تیزی کے ساتھ کچھ پہلے روانہ کر دیا تھا پس جب وہ پہلے آپہونچے اَلۡقٰىہُ عَلٰی وَجۡہِہٖ اس قمیص کو باپ کے چہرہ پر ڈالا جسطرح کہ یوسف علیہ السلام نے حکم دیا تھا۔ فَارۡتَدَّ بَصِیۡرًا پس لوٹ کر بینا ہو گئے تھے یعنی دوبارہ بینائی لوٹ آئی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ خوشی کے سبب سے قوت کو جوش ہوا پس بینائی درست ہو گئی اور یہ توجیہ بسبب اتباع کشاف معتزلی کے ہے جس نے ابیضت عیناہ۔ مین تاویل کی کہ آنسوؤن کی ڈبڈباہٹ سے سپیدی چھا جاتی تھی ورنہ بینائی نہین گئی تھی اور یہ کلام خود کاذب ہے کیونکہ ارتداد بصارت اس مین کچھ نہوگا بلکہ گویا آنسو بند ہو گئے۔ اور جس شخص نے یقین کیا کہ اللہ تعالے کی قدرت سے ریح الصبا نے فقط یعقوب ع کو یوسف کی خوشبو پہونچائی اُس کی قدرت سے بینائی بھی لوٹ آئی۔ بعض محشین نے کہا کہ قوت بدن کی وجہ سے بینائی کا عود کرنا معقول نہین ہے اور یون کہنا چاہیے کہ یہ ایک معجزہ حضرت یوسف ع کی طرف سے تھا یہی صحیح ہے اور اس صورت مین قمیص جنت ہو یا نہ ہو جیسے خوشبوے یوسف بامر آلہی عزوجل پہونچی ویسے ہی قمیص ڈالنے سے بینائی لوٹ آئی اور یہ فعل خود بینائی کا نہین ہو سکتا بلکہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالے نے بینا کر دیا جیسے بولتے ہین کہ بو داڑھ گیا حالانکہ اللہ تعالے نے اس کو بڑھا دیا پس جب بینا ہو گئے اور انکو حیات یوسف وثروت ومکنت کی خوشخبری دی گئی تو دل باغ باغ ہو گیا اور اسوقت لوگون سے کہا کہ۔ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ بھلا مین نے تم سے نہ کہا تھا کہ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ مین جانتا ہون اللہ تعالے کی طرف سے وہ بات جو تم نہین جانتے ہو۔ یہ بات یا تو بیٹون سے کہی کہ جب انھون نے کہا تھا کہ یوسف کی یاد مین قریب مرگ یا ہلاک ہو جاؤگے تو کہا تھا کہ مین وہ جانتا ہون جو تم نہین جانتے ہو اور یا یہ بات ان لوگون سے کہی جنھون نے خوشبوے یوسف پہونچنے پر ضلال قدیم کا وہم کیا تھا۔ واضح ہو کہ یہ علم جو اللہ تعالے کی طرف سے بیان کیا یا تو وحی سے تھا یا بطریق الہام وخواب تھا یا کشف نبوت تھا پس اگر وحی تھا تو اخبار کا بھی حکم ہوگا اور یہ بطریق اسرار ہو گیا اور اگر الہام یا خواب تھا تو یہ بھی انبیاء علیہم السلام کے حق مین وحی کے حکم مین ہے اور اگر کشف نبوت تھا تو بہت سے علوم منکشف ہوتے ہین جنکو بندگان خاص اپنے ہی قلب مین مخفی رکھتے ہین اور انکشاف خود اختیاری چیز نہین ہے بلکہ وہ بھی بفضل باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ سعدی علیہ الرحمہ نے خوب لکھا کہ کسی نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے مصر سے بوے پیراہن سونگھی تو کنعان کے کنوین مین کیون نہ دیکھ لیا تھا تو جواب دیا کہ ہم لوگون کا حال بجلی کی چمک ہے جب کبھی چمکی دیکھ لیا اور جب نہین تو کچھ نہین۔ اور ہر حال مین نیک بندے حضور باری تعالیٰ مین حاضر رہتے ہین اور بیان سے معلوم ہوا کہ یاد یوسف علیہ السلام انکے حق مین کسی وہم کرنے والے کے خیال کے موافق نہ تھی بلکہ وہ یاد حق تعالیٰ تھی ورنہ کیونکر ایک پیغمبر بر حق کی نسبت تیرا یہ گمان ہے کہ وہ تمام عمر ایک مخلوق کی یاد مین رہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کشف کے لیے کوشش کرتا ہے وہ مثل جوگی کے دُور پڑا ہے اور قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمہ پانی پتی اور مولانا تراب علی کاکوروی اور دیگر اکابر نے تصریح کر دی کہ کشف قلبی ماسوائے صفات حق تعالے کے دیگر امور عالم مین ایک نقص ہے خصوص دنیاوی معاملات مین النقص ہے اور جو کوئی شریعت کی راہ پر ظاہر وباطن کے خطرات وعجب وغرور وریا وغیرہ سے پاک ہو کر قائم ومستقیم ہو وہ اولیٰ ہے اس شخص سے جسکا قدم طریقہ سنت سنیہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہٹا ہوا اگرچہ بہت سے کشف وکرامات رکھتا ہو اور دیکھو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اکمل واعلیٰ تھے اور سب کے سب ولایت کے ایسے درجہ پر پہونچے کہ قیامت تک کوئی ولی نہین پہونچ سکتا مگر انکو کشف وکرامات کی کچھ بھی تلاش نہ تھی پس استقامت اختیار کر اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرماوے آمین یا ارحم الراحمین پھر جس شخص نے کشف سے انکار کیا وہ جاہل ہے تو نہین دیکھتا کہ حضرت فاروق اکبر عمر رضی اللہ عنہ نے

جمعہ کے روز مدینہ کی مسجد نبوی مین کیونکر سرزمین نہاوند کے سردار لشکر ساریہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی کہ یا ساریۃ الجبل الجبل۔ یہ کشف نہ تھا تو کیا تھا اور ساریہ رضہ و تمام لشکر نے وہان آواز سنی پھر یہ کرامت نہ تھی تو کیا تھا اور ایسی مشہور روایت سے انکار کرنا الحاد نہین تو اور کیا ہوگا واضح ہو کہ اگر علم یعقوب علیہ السلام زندہ ہونے یوسف کا اور انسے ملاقات ہونے کا بکشف نبوت تھا تو اسکو من اللہ کہنا دو باتون سے ہے اول تو بیان ہو چکی کہ کشف از جانب حق عز و جل ہوتا ہے اور دوم یہ کہ کوئی علم ایسا جاننا جو کرورون آدمیون بلکہ تمام عالم کو معلوم نہو یہ غیب دانی نہین ہے پس تنبیہ رکھی کہ مین اسکو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے جانتا ہون اور واضح ہو کہ آنحضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات نماز مین ہون یا نہون جنت و دوزخ اور موسٰے علیہ السلام کو طواف خانۂ کعبہ کے لیے وادی مین اترتے اور مانند اسکے دیکھتے تھے چنانچہ صحاح احادیث شاہد ہین پس اہل علم و اہل ایمان کو چاہیے کہ راہ راست پر مستقیم رہین نہ انکار کرین اور نہ کسی بندہ کے حق مین غیب دانی کا اعتقاد کرکے مشرک بنین اور نہ کسی کی نسبت یہ اعتقاد کرین کہ وہ جو چاہے جان سکتا ہے دیکھو کہ یعقوب پیغمبر کو حضرت یوسف کی خبر چاہ کنعان کی نہوئی اور بہت سی روایات اس مضمون کی مثبت صریح احادیث صحاح مین موجود ہین پس حاصل اس سب کا یہ ہے کہ نیکون کی طرف نیک گمان رکھو اور شریعت پر قائم رہو اور نیک کی پہچان بھی اسی طریقہ پر کرو والسلام۔ القصہ اسوقت لوگون کو اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹون کو اپنی رائے پر خفت و ندامت ہوئی جو انکو ضلال کی طرف نسبت کرتے تھے اور جان گئے کہ انکے افعال سب راہ صواب و طریقۂ نبوت پر تھے۔ بسراج مین لایا کہ سہیلی رہ نے کہا کہ جو شخص بشارت لایا تھا اُسکو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک دعا سکھلائی جسکو بواسطۂ اسحاق علیہ السلام کے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے روایت کرتے تھے اور اسکا ترجمہ عربی مین یون مذکور ہے۔ یا لطیف فوق کل لطیف الطف فی اموری کلہا کما تحب وارضنی فی دنیای وآخرتی اسکا ترجمہ اردو مین یہ ہے اے لطف فرمانے والے جو کوئی لطیف خیال کیا جاتا ہے تو سب سے بالاتر ہے تو مجھ بندے کے سب کامون مین لطف فرما جیسے تجھے پسند ہو اور مجھے اسپر راضی کردے میری دنیا ہو یا آخرت ہو۔ روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بشارت لانے والے سے پوچھا کہ تونے یوسف ع کو کس حال مین چھوڑا اس نے کہا کہ مصر کا بادشاہ ہے فرمایا کہ بادشاہت لیکر مین کیا کرون یہ بتلا کہ حاکم مصر تو کافر ہے یوسف کس دین پر ہے اُس نے عرض کیا کہ وہ دین اسلام پر مستقیم ہین پس خوشی مین اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور کہا کہ اب نعمت پوری ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اشارہ ہے جو پہلے فرمایا تھا کہ تم نعمتہ علیک کما اتمہا علی ابویک الآیہ کیونکہ ہفت اقلیم کی سلطنت بدون ایمان کے عذاب و ذلت ہے اور ایمان کے ساتھ گدائی بادشاہت سے بہتر ہے پس اہل ایمان کو چاہیے کہ عقل کی آنکھ سے آخرت کی سلطنت دیکھین کہ دنیا مین کون ایسا شخص ہے جو آخرت کا بادشاہ ہے اور دنیا مین کون بادشاہ یا بادشاہون کا بادشاہ کہلاتا ہے جو اسی حال پر مرنے سے نہایت ذلت و خواری سے روسیاہ جہنم مین دنیا کے کتے سے بدتر ہوگا تو انکو نعمت ایمان کی قدر ہو دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام نے باوجود خوشی کے غم نہ چھوڑا اور پوچھا کہ وہ کس دین پر ہے جب معلوم ہوا کہ اسلام پر ہے تو خوش ہوئے تب بیٹون نے عرض کیا قَالُوا يَا أَبَانَا یعنے التجا کرنے لگے کہ اے ہمارے باپ۔ جو اولاد کے حق مین سب سے زیادہ شفیق ہوتا ہے اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا ہمارے واسطے مغفرت کی درخواست فرماوے ہمارے گناہون کی۔ یعنے اللہ تعالیٰ سے ہمارے گناہون کی بخشش مانگیے۔ إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ہم لوگ بے شک خطاوار تھے۔ باپ سے عفو کی درخواست شفقت کی امید پر نہ کی اور اس وجہ سے بھی کہ بندے کے عفو کرنے سے جب ہی نجات ہے کہ حق تعالیٰ بھی عفو فرماوے اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ تعالیٰ سے عفو کی درخواست جب فرماوینگے کہ خود عفو کرین اور اس وجہ سے کہ زیادہ اہتمام اور خوف کا مقام اللہ تعالیٰ کا بخشنا تھا۔ اور اپنی خطا کا اقرار صریح کردیا جس سے مغفرت الٰہی کی زیادہ امید ہے۔ حدیث مین ہے کہ بندہ نے جب اپنے گناہ کا اقرار کرلیا پھر توبہ کی تو اللہ تعالیٰ

اسکی توبہ قبول فرماتا ہے مترجم کہتا ہے کہ دنیاوی زندگی مین اعتراف گناہ مستوجب مغفرت ہے۔ پھر اگر مثل زنا وغیرہ کے سرزد ہوا ہو تو اعلان نہ کرے اور خفیہ جناب باری تعالیٰ مین توبہ کرے اُس کے سامنے جیسے خفیہ اقرار ویسے علانیہ اقرار یکسان ہے۔ اور جیسا گناہ کہ برادران یوسف علیہ السلام کا تھا وہ اسی قابل تھا کہ اُنھون نے اقرار کرکے مغفرت مانگنے کی درخواست اپنے باپ پیغمبر برحق سے کی قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي جواب مین فرمایا کہ عنقریب مین تمھارے لیے اپنے پروردگار سے مغفرت مانگونگا۔ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ بیشک وہی غفور رحیم ہے۔ کلام مین ضمیر ہوتے تاکید کا مفاد انکی تسکین ہے اور میرے نزدیک اسمین ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ میرا عفو کرنا و یوسف ع کا عفو کرنا درحقیقت ظاہری ہے اور بخشنے والا وہی رب تبارک و تعالیٰ ہے اور یہ معنی صحیح حدیث یعنی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت مین زیادہ صریح ہین پس ضمیر مذکور حصر کے لیے ہوگی و لیکن اسی معنی مین جو حدیث مذکور کے معنی ہین یعنی احکام مین مشروط ہے کہ مظلوم عفو کرے چنانچہ اس مقام پر بھی شعبی کا قول کہا گیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بالفعل استغفار نہ کیا بلکہ عنقریب کا وعدہ کیا تو شاید اس وجہ سے کہ انکو یہ معلوم نہ تھا کہ یوسف علیہ السلام نے عفو کردیا ہے حالانکہ مظلوم کا عفو کرنا شرط ہے پس پیغمبر سے ایسا فعل جان بوجھکر نہین ہوسکتا تھا اسمین جہالت کے معنے ہون بعض نے کہا کہ فی الحال انکے لیے استغفار کیا تھا اور اس کلام سے وعدہ کیا کہ آیندہ بھی استغفار کرتا رہونگا مین کہتا ہون کہ اسکا شاہد وہ قول ہے جو وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ کچھ اوپر بیس برس تک انکے لیے ہر شب جمعہ کو استغفار کرتے رہے۔ اور مین کہتا ہون کہ اس قول پر ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ع کو استغفار کا کچھ جواب نہین ملا۔ و لیکن بعض نے کہا کہ آخری رات مین سحر کے وقت نماز پڑھکر دعا مانگی کہ اے میرے رب بخشدے جو مین نے یوسف پر جزع و فزع کیا اور صبر کم کیا اور میری اولاد کو بھی جنھون نے یوسف ع کے ساتھ برا کیا پس اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ مین نے تجھے اور ان کو سب کو بخشدیا۔ مترجم کہتا ہے کہ قرآن مین تو صبر جمیل منصوص ہے پس اگر روایت صحیح ہو تو انکا جزع و فزع اپنی طرف منسوب کرنا بارگاہ کبریائی کی عظمت و جلال کے سامنے ادب و انکسار و عاجزی ہے اور ممکن ہے کہ باوجود اس جواب ملنے کے بھی استغفار کرتے رہے ہون جیسے حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین ما تقدم وما تاخر سب کچھ معاف ہوگیا تھا مگر دن مین سو مرتبہ یا ستر مرتبہ استغفار کرتے اور پوچھنے والون سے کہا کہ اگرچہ حق تعالیٰ نے معاف کیا مگر شکر نہ ادا کرون۔ یعنی یہ شکریہ ہے۔ قال الحافظ اور ابن مسعود رضہ اور ابراہیم تیمی و عمرو بن قیس و ابن جریج وغیرہم نے کہا کہ سوف استغفر سے ان کو سحر کے وقت تک امیدوار کیا ابن جریر رہ نے اپنے اسناد سے محارب بن دثار سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب اول سحر کے وقت مسجد مین تشریف لایا کرتے اور سنتے کہ کوئی آدمی کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھ بندے کو تونے بلایا یعنی ایمان لانے کو تو مین نے بدل و جان قبول کیا اور مجھ کو تونے بندگی کے حکم دیے یعنی بوحی محمدی صلے اللہ علیہ وسلم پس مین نے بسر و چشم فرمانبرداری کی یعنی کچھ انکار نہ کیا اور یہ وقت سحر کا ہے سو تو مجھے بخشدے۔ محارب نے کہا کہ حضرت عمر رضہ نے اس آواز کی طرف کان لگائے تو آخر معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن مسعود کے گھر سے آتی ہے پھر عبد اللہ سے یہ معاملہ پوچھا تو انھون نے کہا کہ ہان سحر کی خصوصیت اس وجہ سے کرتا ہون کہ یعقوب ع نے اپنی اولاد کی مغفرت کے لیے سحر تک انتظار فرمایا تھا۔ اور ابن جریر رہ نے ابن عباس رض سے آنحضرت صلعم کا قول روایت کیا کہ شب جمعہ تک تاخیر کی۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ شاید راوی کا وہم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کیا اور بظاہر ابن عباس کا قول ہے واللہ اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض علما نے کہا کہ جمعرات کے روز یہ گفتگو ہوئی تو تاخیر فرمائی وقت سحر تک جو اتفاق سے شب جمعہ واقع ہوئی۔ اور معالم و سراج مین ابن عباس رض کا قول بیان کیا کہ استغفار کے لیے شب جمعہ تک تاخیر کی۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید انبیاے سابقین کو روز جمعہ کے فضائل معلوم ہون اور بوجہ حکمت ربانیہ کے انکو اظہار و شروع کرنے کا حکم نہوتب البستہ

یعقوب علیہ السلام نے شب جمعہ تک تاخیر کی یہ جانکر کہ درواقع شب جمعہ و روز جمعہ نہایت متبرک ہین گر عموماً ظاہر نہین کیا کیونکہ حدیث صحیح مین ہو کہ ہفتہ مین ایک روز عبادت کا یہود و نصاریٰ نے سنیچر و اسکے بعد اتوار لیا پس جمعہ نہ پایا اور تم لوگون کو اللہ تعالےٰ نے اپنی ہدایت سے بتلایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ روز مع برکات کے اسی امت مرحومہ کے واسطے ذخیرہ رہا جیسے خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ علیہ وسلم کو اُن کے لیے غیب مین مکنون فرمایا تھا اور اگلون کے لیے ایک روز معین کر لینا ان کی پسند پر چھوڑا تھا پس اُنھون نے غلطی کر کے اپنی پسند سے سنیچر کا روز مقرر کر لیا اور نصرانیون نے اتوار مقرر کیا اور چونکہ علوم اسرار قلبی و لطائف روحانی سے واقف نہ تھے لہذا اپنی پسند پر جم گئے یہ غلطی تھی اُنکو چاہیے تھا کہ یہ درخواست کرتے کہ جو حضرت کبریا ذو الجلال والاکرام کو پسند ہو وہ ہم کو پسند ہو ولیکن مقدر نہ تھا۔ اس سے یہ لازم نہین کہ اگلے انبیا علیہم السلام کو بھی نہ معلوم ہو لہذا انھون نے دائمی کوشش عبادت مین روز جمعہ اپنے علم مین رکھا اور ظاہر شرع کا تقرر لوگون پر تھا تو جو انکی پسند پر حق تعالیٰ نے مشروع کر دیا اس شرع پر بھی قائم رہے اور یہ توجیہ مین نے اس واسطے لکھی کہ روز جمعہ اس امت کے خصائص سے ہو تو یعقوب علیہ السلام کی امت پر بھی ظاہر نہو گا اگرچہ سنیچر کی شروعیت توریت سے ہوئی اور انکا زمانہ حضرت موسےٰ سے بہت پہلے ہو فافہم واللہ تعالےٰ اعلم۔ اور واضح ہو کہ اگر یعقوب علیہ السلام نے کسی خاص وقت تک جو قبولیت دعا کے اوقات مین سے ہے تاخیر کی ہو تو اصلی مقصود وقت سحر ہو گا اور اتفاق سے شب جمعہ واقع ہوئی جیسے کہ عبداللہ بن مسعود رضہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہو کہ یعقوب علیہ السلام کے وقت سحر تک تاخیر کرنے سے سحر کا وقت قبولیت ہونا معلوم ہوا ولیکن حضرت عبداللہ رضہ کو اس دلیل سے بڑھکر نص قرآنی کی دلیل معلوم تھی یعنی قولہ تعالےٰ وبالاسحارھم یستغفرون یعنی اوقات سحر مین وے لوگ اپنے رب سے استغفار کرتے ہین۔ سعدی رضہ نے خوب کہا ؎ فرس کشتہ ازبس کہ شب راندہ اند ؛ سحر گہ خروشان کہ واماندہ اند ؛ پس تمام رات جد و جہد سے طالب رہے اور سحر کے وقت رو رو کر استغفار کیا کہ بندۂ ناچیز کو اپنی کوشش سے حصول مطلوب کی جرأت کرنا جو غایت شوق مین واقع ہوا ایک خطا ر عظیم ہو اے رب بخشدے اور ہم تیرے ہی مدانظل کے سایہ مین اپنی مراد ملنے کی آرزو کرتے ہین پھر دن گذرا اور رات نے خلوت کا پردہ ڈالا اور جذب شوق راہی ہوا سبحان اللہ یہ زندگی کیسی پاکیزہ ہو حیوٰۃ طیبہ سے حق عز و جل اپنے اولیا کو زندہ رکھتا ہو اور باوجود اس عبادت کے سحر کے وقت استغفار کرتے ہین۔ القصہ روایت ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے سحر کو انکے لیے استغفار کیا اور رحمت آلہی سے سرفراز ہوئے واللہ اعلم۔ اور بیضاوی رحہ نے لکھا کہ یوسف ؑ کا عفو کرنا معلوم ہونے تک تاخیر کی اور لکھا کہ اس کی تائید اس روایت سے معلوم ہوتی ہے کہ مصر مین پہونچکر حضرت یعقوب علیہ السلام قبلہ رو کھڑے ہوئے اور دعا و استغفار کرنے لگے اور انکے پیچھے یوسف علیہ السلام آمین کہتے جاتے یعنے اے رب ہمارے قبول کرلے اور یہ دسون بھائی ان دونون کے پیچھے بہت عاجزی و گڑگڑاہٹ کے ساتھ کھڑے کانپتے تھے یہانتک کہ جبرئیل ؑ نے آکر بشارت دی کہ حق عز و جل نے تیری دعا تیری اولاد کے حق مین قبول کی اور ان کے عہد پر ان کے لیے تیرے بعد نبوت کا میثاق دیدیا۔ بیضاوی رحہ نے کہا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو ان لوگون کی نبوت کی دلیل ہو اور جو کچھ اُن سے پہلے صادر ہوا وہ نبی ہونے کے زمانہ سے پہلے واقع ہوا ہو مین کہتا ہون کہ ظاہر اختیار علامہ بیضاوی رحہ یہ ہو کہ زمانہ نبوت سے پہلے نبی معصوم نہین ہوتا بلکہ اس سے خطا سرزد ہونا ممکن ہو اور مین کہتا ہون کہ پیغمبر کی عصمت کا مسئلہ صرف اسوجہ سے علما کے درمیان ایک اصل کلامی مانند دیگر اصول کلامیہ کے قائم ہوئی کہ جو فرقہ اپنے نفس کی تعویل و خطرات شیطان کی تعمیل مین حقیقت سے کنارہ کر کے خود گمراہ و لوگون کو گمراہ کرنے لگا اس کا ضرر دین اسلام سے دور کرنے اور نعین کی سمجھ کے موافق انکو گمراہی سے روکنے کے لیے یہ علم کلام نکالا اگرچہ انجام یہ ہوا کہ اہل سنہ بھی حقیقت سے

غافل ہو کر اپنی حقیقت کی آزمائش انھین نو ایجاد اصول پر رکھنے لگے حالانکہ اُنکے لیے بےچون و چرا کلام اللہ مجید و احادیث صحیحہ مدار ایمان ہین دیکھو کہ بہت سے مفسرین نے برادران یوسف ؑ کی نبوت مین اپنی اوہام و ظنون پر بحث کی اور بعضے زبان درازی کرنے لگے حالانکہ حدیث کے موافق ان کو خاموشی چاہیے تھی اور کلام الٰہی سے بھی یہان سکوت لازم وقد قال تعالےٰ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ ہم کو کیا بحث کیا اصول معلوم کہ کہان رسالت کا محل کس قاعدہ پر ہوتا ہے اور حکمت ربانیہ کا احاطہ کہان سے ممکن ہے حالانکہ موسیٰ علیہ السلام بےشبہہ پیغمبر منصوص تھے جنھون نے قبطی کو قتل کر ڈالا اور کہا فغفرلی ربی وجعلنی من المرسلین۔ اور کہا کہ انہ من عمل الشیطان اور خضر علیہ السلام مین اگر نبوت نہو تو بھی صالح ہونے کی حالت مین ایک طفل کو قتل کر ڈالا جسکی نسبت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا اور باوجود نبوت کے سمجھ مین نہ آیا تو انبیا و اولیا بلکہ عوام کے افعال و اعمال پر کوئی قطعی حکم لگانا محض جہالت ہو یہ شیوہ گمراہ فرقون کا ہو اور ہم کسی کو جیسے جنتی و دوزخی نہین کہہ سکتے ویسے ہی نہین جانتے کہ یہ شخص جنتی بوجہ نبوت کے ہو یا بوجہ ولایت یا بوجہ عام ایمان کے یا بوجہ خاص مغفرت کے یا یہ دوزخی ہو پس حاصل یہ ہو کہ اس مقام پر بلا دلیل انکو جیسے پیغمبر یقینی نہین کہہ سکتے ویسے طعنہ و تشنیع نہین کر سکتے بلکہ طعنہ سے پیغمبر گمان کرنا بہتر ہو فافہم واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ ف اشارات عرائس مین ہو کہ قولہ لما فصلت العیر الخ جب قافلہ مصر سے نکلا تو نسیم صبا کا جھونکا آیا اور قمیص سے خوشبو اڑا کر یعقوب علیہ السلام کی ناک مین پہونچائی اور چونکہ یہ احساس باطنی سے متعلق نہین بلکہ عضو ظاہری یعنی ناک مین خوشبو آئی تھی تو اسی واسطے کہا کہ انی لاجد ریح یوسف مین یوسف کی خوشبو محسوس کرتا ہون۔ دیکھو تیس فرسخ سے خوشبو پائی کیونکہ ہر سانس مین خوشبوے یوسف کو کھینچتے رہتے تھے اور یہی حال ہر ایک نیکبخت بندے کا ہو جو ہر ایک تعلق غیر سے زاہد ہو کر گھر مین بیٹھا ہو یا جنگل مین ہو حاضر ہو یا سفر مین ہو کام مین ہو یا بیکار ہو ہر دم وہ اُنس نسیم کے شوق مین راہ ابد پر منھ سامنے کیے کھڑا ہے جو ازل کے باغ فیض سے چلتی ہو تاکہ کوئی خوشبو روح کو کثافات تعلقات سے پاک کردے۔ مترجم کہتا ہو حدیث شریف مین اس خوشبو کا اشارہ ہو حیث قال ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الحدیث۔ جیسا کہ شیخ نے بھی اس حدیث کو اس مقام مین طوالت کی تقریر مین درج کیا ہو۔ اور واضح ہو کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہو کہ قافلہ کچھ رات سے مانند عادت مسافرون کے منزل مقصود کو رخصت ہوا ہو گا کیونکہ نسیم صبا کا وقت وہی وقت سحر ہو۔ اور اکابر اولیاء اللہ کے کلام سے پایا جاتا ہو کہ نسیم صبا سحر ان نفحات کے ساتھ چلتی ہو لیکن یہ ضرور نہین ہو کہ ہر بندہ زاہد کو ہر سحر وہ ملجاوے جیسے سواے زاہدون و نیک بندون کے اوشنا کو کبھی نہین ملی اور یہان سے معلوم ہوا کہ حدیث مین بھی نظم بلیغ سے اس کا پورا اشارہ ہو کہ وہ برابر چلتی ہو ولیکن انھین کو ملتی ہو جو اسکی راہ مین پڑتے ہین اور آیت سے صریح معلوم ہوا کہ سواے حضرت یعقوب علیہ السلام کے کسی نے نہ پائی۔ چہ خوش گفتہ است ؎ کس ندیداست زمشک ختن و نافہ چین ؛ انچہ من ہر سحر از باد صبا می بینم ۔ پس اشتیاق نفحۃ الرب تبارک و تعالےٰ یعقوب علیہ السلام کو بشہود وجود یوسف علیہ السلام تھا واللہ تعالےٰ اعلم فافہم۔ وقال الشیخ فی ہذا ؎ الا اجلےٰ نعمان باللہ خلیا ؛ طریق الصبا یخلص الی نسیمہا ؛ فان الصبا ریح اذا ما تنسمت ؛ علی نفس مہموم تجلت ہمومہا ؛ اور لکھا کہ میری جان اس معاملۂ نازک و اسرار آلہیہ پر قربان کہ اس سے روح و روان کو کیا اچھی خوشبوے مشک بیزان پہونچتی ہو کہ قمیص العباس سے شہود قدم مثل آئینہ کے نمایان ہے اور زبان پران دوبیت کا دوران ؎ سلام علےٰ تلک المعاہد انہا ؛ شریعۃ وردا و نسیم شمال ؛ فقد ہیرت ارضی من سواکن ارضہا ؛ تجلت ببرق او لطیف خیال ؛ اور غایت شوق سے غیرت کے ساتھ زبان روح پر پردۂ دل مین یہ التماس پنہان ؎ نسیم الصبا ابلغ سلامی الیہم ؛ وارفق لفضلک بالہبوب علیہم ؛ وقل لہم انی وان کنت نازحا ؛ فروحی و قلبی حاضران لدیہم ؛ قولہ لولا ان تفندون۔ انحضرت نے جان لیا تھا کہ میدان عشق مین انکا قدم نہین پہونچا اور ابھی خود اس راہ سے بھٹکے ہوئے ہین تو ناچار

اپنی راہ سے خلاف راہ والے مسافر کو بعد نکاہ ہوا سمجھینگے اور یہ سمجھنا بغیر اجازت کے سوء ادب ہو کر قہر کا باعث ہوگا تو فی الجملہ اجازت دیدی اور آخر انھوں نے کہا کہ تاللہ انک لفی ضلالک القدیم۔ اپنی محبت قدیمہ پر ہو اقول قدیم عشق باری تعالےٰ ہے پس ازل کی راہ مستقیم درحقیقت تھے ولیکن جو کوئی پہونچا نہیں وہ منکر ہے۔ قال الشیخ بعض نے کہا کہ نسیم صبا نے جناب الٰہی میں بشارت پہونچانے کی درخواست کر کے اجازت پائی اور یہ بشارت چونکہ رحمت حق تعالےٰ تھی لہذا نسیم صبا اس رحمت کو لیے ہوئے سب سے مقدم آئی۔ اقول صبا کوئی پتا نہیں اُڑاتی بدون اجازت مولاے اعلیٰ جلشانہ پس اہل تفکر کے لیے اشارہ کر کے چھوڑ دیا فتفکرو فی الحدیث ما معناہ ان الریح تفعل بالابدان کما تفعل بالاشجار و الحدیث فی الصحیح وقال علیہ السلام نصرت بالصبا واہلکت عاد بالدبور۔ اور شیخ رح نے کہا کہ جو ایمان والا اپنے ایمان ویقین میں کامل اور پائدار ہو کر راہ استقامت پر مضبوط ہو جاتا ہے اس کا یہی حال ہو جاتا ہے کہ سابقہ تقدیر ازل سے جو اس کے حق میں سرفرازی ہو چکی ہے اسرار باطن میں نسیم روح سے بشارت پاتا ہے۔ قال المترجم بدلیل قولہ تعالےٰ لہم البشری فی الحیوۃ الدنیا الآیہ وبدلیل قولہ ان الذین آمنوا ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الآیہ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جن عالموں کو اپنی شان میں شک نہو وہ اپنے آپ کو اس آیت سے امتحان کریں کہ اس کے مصداق ہیں یا نہیں پھر اگر نہوں تو عذر بیکار ہے اور گریہ وزاری جناب باری تعالےٰ میں درکار ہے وہ پاک پروردگار رحیم وغفار ہے اللھم استر عیوبنا واغفر ذنوبنا واجعلنا من عبادک المؤمنین۔ بعض نے کہا کہ جہاں یوسف کو جُبّ میں ڈالا اعادہ مقام یعقوب علیہ السلام سے ایک مرحلہ سے بھی کم دور تھا مگر حال کچھ نہ کھلا کیونکہ زمانہ محنت وبلاء کا تھا پھر جب وقت امتحان ٹل گیا اور ایام فرحت وسرور کے آئے تو اسّی فرسخ سے مصر سے کنعان میں خوشبو سونگھی۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ احباب کو احباب کی خوشبو نسیم صبا لاتی ہے ورنہ اغیار کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ہوا کیا خوشبو لاتی ہے۔ پھر شیخ نے جواب میں بزرگ پیغمبر کے ساتھ بے ادبی کی وجہ ذکر کی جیسا کہ سابق میں قتادہ وسدی رح کا قول ابن کثیر رح کی تفسیر سے نقل ہوا ہے اور لکھا کہ اکثر اوقات نسیم صبا خوشبوے حبیب بکبیب پہونچاتی تھی مگر کبھی اجازت کا حکم نہیں لاتی تھی۔ اقول حیات وبال ہے کہ خوشبوے وصال میں تڑپ گئے وقولہ یا اسفی علی یوسف۔ نالہ دیا ہے وہ ہے اور خوشبو پر جان دینا وصال ہے وقال علیہ السلام من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ اور روایت ہے کہ یوسف علیہ السلام کے واسطے ملک الموت خوشبودار حریر لائے سونگھی وجان سپرد کی فافہم واللہ تعالےٰ اعلم اور شیخ نے اشارہ قولہ تاللہ انک لفی ضلالک القدیم میں لکھا کہ سر باطن وادی عظمت وجلال میں حیران سرگردان اور روح بیابان ازل میں بیدمان اور عقل عجائب قدرت میں پریشان اور قلب شوق عشق ومحبت میں بحالت ہیمان ہر جانب سے جلوہ دیدار ہے آنکھ درکار ہے نہ گوشت بلکہ اُس سے اندھا کہ مانند قولہ ابیضت عیناہ۔ ہو تو عارف اسرار ہے ؎ چشم بند وگوش بند ولب ببند۔ گر نہ بینی نور حق برمن بخند۔ مگر ایسے شخص کے اخبار وآثار سے دنیا میں واقفکار نہیں اور اسوقت مفید فائدہ کا انتظار ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے مثل دلیل صدق وارد ہو کما قال تعالےٰ فلما ان جاء البشیر الآیہ۔ اس میں اشارت ہے کہ بندہ فرمانبردار کہ طاعت خالق عز وجل میں گریہ ونالہ کر کے اواہ وحلیم بنکر مجنون ونکما کہلا کر آنکھوں سے ہاتھ دھو ڈالتا ہے تو نسیم قرب جنت سے دیدۂ دل روشن ہوتے ہیں جن کے سامنے اس آنکھ کی اصلیت نہیں ہے۔ اور لکھا کہ یوسف محل تجلی حق عز وجل تھے اور چشم وگوشت ظاہری پردہ لباس باطن ہے پس قمیص چہرہ پر ڈالنے سے نور بصر نے عود کیا پس جو کوئی اس مرتبہ تمکنت پر باستقامت ہو یہی ظہور معجزات ہوگا اقول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض ادنی معجزہ کا میں اوپر ذکر کر چکا کہ نکلا ہوا ڈھیلا آنکھ کا لب لگا کر انگشت مبارک سے خانہ چشم میں بٹھلا دیا تو اس صحابی کی روشنی کبھی زائل نہوئی۔ شیخ نے کہا کہ قمیص چہرہ پر ڈالنا التباس تھا اور یہ پردہ شہود ہے درمیان وجود وہاں عشق اسکو محتمل ہے ورنہ توحید صرف اسکو محتمل نہیں اور مقامات وحالات عشق عین توحید ہیں اور احادیث صحیحہ میں ہے کہ باران کا

قطرہ آنحضرت صلعم اپنے بدن پر لیتے اور کہتے کہ انہ حدیث عہد بربہ۔ مترجم کہتا ہے کہ خیالات عامہ اپنے گوشت پوست وہر ایک چیز پر ایسی قیاس وتخمین سے ہیں اور کبھی کسی چیز کی ماہیت معلوم نہ ہوئی ولیکن دعوے ہے کہ سب جانتے ہیں اور بخارات سے ابر اور سردی سے اولا وغیرہ جملہ مزنیات انھیں کو دکان بے خرد کے لیے تعلیم کا مکتب ہے بحکم قولہ سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم الآیہ مگر کبھی علم حاصل نہ کیا اور جو حاصل کیا وہ اسی جگہ میں رہا ؎ زین معاہیچ واناء درجہان آگاہ نیست۔ شیخ نے لکھا کہ سفیان رح نے فرمایا کہ جب بشیر نے بشارت پہونچائی تو فرمایا کہ تو نے یوسف کو کس دین پر چھوڑا ہے بولا کہ دین اسلام پر فرمایا کہ ہاں اب میرے رب کی نعمت پوری ہوئی۔ جب بیٹوں نے باپ کا معجزہ اور یوسف کی جزالت قدر اس قمیص سے دیکھی اور اپنی خطاء بمقابلہ تقدیر ایزدی کے پہچانی تو نہایت الحاح وعجز سے درخواست کی بقولہ قالوا یا ابانا استغفر لنا ذنوبنا الآیہ یعنی جو خطا ہم سے آپ کے حقوق وفرائض میں ہوئی اور جو کچھ نافرمانی وایذارسانی صادر ہوئی اور ہم نے آپکے نور فراست کو نہیں پہچانا اور بمقابلہ تقدیر ایزدی کے تدبیر سے شرف منزلت سے یوسف کو مٹانا چاہا اور اس میں جو حسد و اضاعت حق برادر مضمر ہے ان سب سے ہمارے لیے استغفار فرمایئے اور ازینجملہ یہ بھی بہت افسوس کے قابل ہم سے وقوع میں آیا کہ طلب حق میں اوقات مصروف نہ کی بلکہ نفس وہوے کی متابعت کی جو تمام فسادات کی بنیاد ہے وقولہ انا کنا خاطئین۔ اصل خطا جہل از تدبیر الٰہی عز وجل ہے کیونکہ وہی عالم وتمام اپنی مخلوق کی تدبیر فرماتا ہے کما قال تعو یدبر الامر من السماء الی الارض الآیہ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ معرفت نہایت لطیف ہے کہ حق عز وجل جب مدبر مخلوقات ہے تو آدمی پر فرض ہوا کہ اپنی تدبیر کو ایک تسخیر تدبیر الٰہیہ سمجھے اور یقین کرے کہ اس تدبیر سے انجام وہی ہوگا جو قادر قاہر کی مشیت ہے لہذا برعکس انتظام کرنا اپنی قوت وطاقت کا دعوے مشرکانہ ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ پس اسی کے غلبہ وحکمت پر انجام ہوگا اور بعض نے خیال کیا کہ اسکی تدبیر کے ساتھ ہماری تدبیر کی ضرورت نہیں ہے اس لیے توکل بتدبیر حق تعالےٰ کر کے تمام تدبیر و کوشش سے یکلخت کنارہ کیا ولیکن محققین علماء نے کہا کہ یہ خیال بھی عدم معرفت سے پیدا ہوا یعنی ہمارے افعال وکوشش کوئی جیز ساتھ تدبیر الٰہیہ کے نہیں ہے بلکہ عین تدبیر الٰہی ہے کیونکہ افعال بندگان مخلوق باری تعالےٰ ہیں اور اتباع نظام امتحان مشیت الٰہی عز وجل میں ثواب عظیم ہے کیونکہ ظاہر حواس وعقل سے یہ حکم ہے کہ پابند طریق اسباب ہوں اور وہ کون ہے جو مطلق تدبیر نہیں کرتا حتی کہ جن بعض نے خیال مذکور قائم کیا وہ کیا چلنے میں کنواں وگڈھا نہیں دیکھتے اور کیا کوٹھے سے بغیر زینہ تلاش کیے کود پڑتے ہیں اور کیا سونے سے بدن کو آرام نہیں دیتے اور کھانے سے تن کی تندرستی نہیں قائم کرتے پھر کیا وجہ ہے کہ اس سے زیادہ تدبیر کو خلاف توکل خیال کرتے ہیں بلکہ صواب اقوام یہ تھا کہ مثل محققین کے یہ سب افعال بھی تسخیر قدرت وتابع تدبیر وحکمت الٰہی سبحانہ تعالیٰ جانتے کیونکہ یہی حق ہے شیخ نے لکھا کہ بعض کا قول ہے کہ خطا یہ تھی کہ غلطی سے نہ جانا کہ اللہ تعالےٰ اپنے اولیاء کو باوجود امتحانات کے محفوظ فرماتا ہے۔ قولہ قال سوف استغفر لکم ربی الآیہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر عارف تھے کہ اوقات قبولیت وصفات رحمت ومغفرت ولطف وغیرہ سے واقف تھے پس جو وقت نسیم صبا کے چلنے کا ہے اور جو وقت انکو بشارت ہوئی تھی اسکا انتظار کیا اور منجملہ نشان قبولیت توبہ یہ ہے کہ دل محبت ملے ہوئے خوف سے لرزان ہو اور اشتیاق میں مضطرب اور سینہ جوش میں آنسو بہادے اور آنکھ فرط محبت سے اسکو چوس جاوے اور دلوں پر انوار تجلی مغفرت تابان ہوں۔ اور ارواح کو جوش سے ہواے ملکوت میں اُڑجانے کا شوق ہو۔ زبان حمد وثنا میں خوش وشادان ہو اور دل اسکے ساتھ کافی اداے معنے سے قصور پر لرزان اور ادراک عین معنے سے باطنی زبان کے ساتھ اداکرنے پر فرحان ہو یعنی وہ وہی ہے جسکے لائق اُسی کی ثنا ہے۔ اور اکثر یہ وقت اسحار کا ہے جب بندگان نیکوکار اپنے بستروں وخوابگاہوں سے پہلو علیحدہ کر کے ہوشیار اور طلوع شمس تک بیدار ہوتے ہیں اقول استدلال اسپر بقولہ تعو

وبالاسحارهم يستغفرون۔ اور بقوله تعالےٰ تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفا وطمعا الآيه۔ اور حديث ہے كہ اللہ تعالےٰ ہر رات آسمان دنيا پر تجلى فرماتا ہے كہ كون ہے جو مجھ سے دعا كرے مين قبول فرماؤن اور كون ہے جو مجھ سے مغفرت مانگے كہ بخشدون۔ اور صحيح ہوا كہ آخرى رات كا تيسرا حصہ ہے اور صحيح ہوا كہ كسى قدر دُلجہ مين سے ہو۔ اور صحيح ہوا كہ جو كوئى اول نماز صبح سے فارغ ہو كر مصلے پر تا طلوع آفتاب تسبيح مين رہے گويا تمام رات بيدار رہا۔ اور جو كوئى اول رات بہت دير تك بيدار رہا اور آخر رات اگرچہ بعد تہجد كے سويا كہ صبح كى نماز گئى تو اُس نے بُرا كيا۔ بعض مشائخ نے كہا كہ جناب بارى تعالےٰ كى اجازت كا انتظار كيا تاكہ مثل نوح كے نہو كہ بيٹے كے حق مين دعا قبول نہوئى۔ پھر شيخ نے ابن عطار وغيرہ وعلماے تفسير سے مطابق تفاسير سابقہ كے اقوال ذكر كيے جنكے اعادہ كى ضرورت نہين ہے۔ القصہ جب حضرت يعقوب عليہ السلام كو فضل ورحمت آلہى تعالےٰ سے بشارت پہونچى تو اس خوشى كا قياس كيونكر ہو سكتا ہے البتہ علماء ربانى كا گمان معقول ہوگا كہ مثل اہل دنيا كے انكو گوشت پوست سے اولاد كى محبت كى بنياد پر خوشى نہو گى كيونكہ علاوہ يوسف عليہ السلام كے فضل آلہى تعالےٰ سے بہت اولاد زندہ موجود تھى بلكہ بوجہ شہود خاص كے جو ديگر اولاد سے حاصل نہوتا تھا اور نہ اس مين كچھ ولادت كا تعلق ہے پس خوشى بھى اللہ تعالےٰ كے واسطے تھى اور اس سے زيادہ خوشى قيام يوسف عليہ السلام بمقام نبوت اور دنياوى نظر سے بھى بمقام سلطنت كى تھى اور اس سے زيادہ يہ كہ وصال وديدار كے ليے سامان سفر مہيا اور آنكھون كى بينائى كا اعادہ كيا گيا تھا۔ معالم وبيضاوى وسراج وغيرہ مين لكھا روايت ہے كہ حضرت يوسف عليہ السلام نے ستو راحلہ وسامان كثير بھيجا تھا كہ حضرت يعقوب عليہ السلام وتمام اہل وعيال كو بآرام تمام لے آوے پس حضرت يعقوب عليہ السلام نے فى الفور اس ديار آبا واجداد كو ترك كيا كرمع تمام اہل وعيال كے مصر كا قصد كيا اور يہان كسى متنفس كو نہين چھوڑا كيونكہ زمين وجائداد سے خاندان نبوت كو تعلق نہ تھا تو چھوڑنا ضائع كرنا ہے اور روايت ہے كہ سب عورتين ومرد بال بچے ملا كر ۷۳ آدمى تھے پس سب مصر كو روانہ ہوگئے وقال تعہ

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ٥ وَرَفَعَ

پھر جب يہ سب داخل ہوئے يوسف پاس تو اُسنے ٹھكانا ديا اپنى طرف اپنے والدين كو اور كہا كہ داخل ہو مصر مين اگر چاہا اللہ نے درحاليكہ بےخوف ہو اور اونچا بٹھلايا

اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ج وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ز قَدْ

اپنے والدين كو تخت پر اور وے سب گر پڑے اسكے ليے سجدہ كرتے ہوئے اور كہا كہ اے ميرے باپ يہ انجام كار نكلا ميرے اس خواب كا جو مين نے پہلے ديكھا تھا بيشك

جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ط وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ

اسكو كر ديا ميرے رب نے سچا اور اسنے احسان كيا ميرے ساتھ جب اسنے مجھے نكالا قيدخانہ سے اور لايا تم كو گاؤن سے اور بعد اسكے كہ كمر پيچ ڈال دى تھى

الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ط اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ط اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ٥

شيطان نے ميرے اور ميرے بھائيون كے بيچ مين۔ بيشك ميرا رب لطف سے پورا كرنے والا ہے جو چاہے وہى سب جاننے والا وہى بڑا حكمت والا ہے

جب حضرت يعقوب عليہ السلام مصر كى دار السلطنت كے قريب پہونچے تو يوسف عليہ السلام نے آپ كے استقبال كے ليے باہر سب آرام كا سامان كيا تھا اور بادشاہ سے اطلاع دى جب قريب آجانے كى خبر پہونچى تو حضرت يوسف عليہ السلام استقبال كے ليے شہر سے باہر نكلے اور بادشاہ نے امراء دولت اور اركان سلطنت كو حكم ديا كہ حضرت يوسف عليہ السلام كے ساتھ استقبال كو جاوين اور شيخ ابن كثير نے كہا كہ يہ بھى بيان كيا جاتا ہے كہ بادشاہ خود بھى استقبال كو نكلا تھا اور يہى قول ٹھيك معلوم ہوتا ہے اقول اس وجہ سے كہ بادشاہ ايمان لايا تھا اور اسكو علو منصب نبوت سے آگاہى ہوگئى تھى پس ناممكن تھا كہ وہ ايسے پيغمبر عليہ السلام كا استقبال ايك جليل پيغمبر كے ساتھ

ہو كر نكرتا۔ سراج مين لايا كہ بادشاہ بھى حضرت يوسف عليہ السلام كے ساتھ مع چار ہزار اركين سلطنت وامراء وسرداران لشكر وخيل وحشم كے باہر آيا اور گروہا گروہ اہل مصر اس عظيم الشان استقبال كے ليے خود چلے جاتے تھے۔ جب دور سے نظر آنے لگے تو يعقوب عليہ السلام پاپيادہ ہو گئے اور يہودا پر تكيہ ديكر آہستہ آہستہ آگے بڑھے اور شيخ مفسر سيوطى رح نے تحبير مين اور قرطبى وغيرہ نے لكھا كہ اسوقت انكى عمر ايك سو تيس سال كى تھى اور ايك سو ساٹھ پر انتقال كيا۔ الغرض بڑھاپے سے يہودا پر تكيہ ديے تھے جب يہ خيل وحشم نظر پڑا تو يہودا سے پوچھا كہ يہ فرعون مصر ہے اُس زمانہ مين بادشاہ مصر كا لقب فرعون ہوتا تھا اور يہ لفظ اسوقت تك كچھ مكروہ نہ تھا كيونكہ كسى فرعون نے خدائى كا دعوے نہ كيا تھا بلكہ يہ فرعون تو بفضل آلہى مسلمان تھا پس يہودا نے كہا كہ نہين بلكہ آپ كے بيٹے يوسف ہين اور سراج مين لايا كہ جب پاس آگئے تو يوسف ع نے بڑھ كر سلام كرنا چاہا مگر جبرئيل عليہ السلام نے روكا يہان تك كہ خود يعقوب عليہ السلام نے كہا كہ السلام عليك يا مذهب الاحزان يعنى عبرانى زبان مين سلام كيا اور دعا دى اور كہا كہ اے درد وغم دور كرنے والے سلامت رہ اور ثورى رح نے كہا كہ دونون نے مل كر معانقہ كيا اور روئے تو يوسف نے كہا كہ اے پدر آپ ميرے فراق مين اسقدر روئے كہ آنكھين سپيد ہو گئين آپ تو جانتے تھے كہ قيامت مين ہم سب جمع ہو جاوينگے فرمايا كہ اے جان پدر سچ ہے وليكن مجھے بڑا خوف يہ تھا كہ يہ ضمير جسكے ہاتھ پڑے وہ اپنے دين پر نہ كہے تو مين كبھى نہ پاؤنگا۔ قال تعالےٰ۔ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوسُفَ پھر جب يہ سب كنبہ يوسف پاس داخل ہوئے۔ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ تو اس نے جگہ دى اپنے پاس اپنے باپ وماں كو۔ اور بعض مفسرين نے كہا كہ ملاليا اپنے ساتھ باپ وماں كو وَقَالَ۔ اور بولا كہ ادْخُلُوْا مِصْرَ داخل ہو تم سب اس شہر مصر مين۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا۔ اٰمِنِيْنَ۔ درحاليكہ تم امن مين ہو۔ مترجم كہتا ہے كہ يہان چند مقام ہين اول يہ كہ بادشاہ وغيرہ كا استقبال وملاقات اكثر روايات مين مذكور ہے اور ظاہر اُن سے معمولى ملاقات ومصافحہ ودعا ديكر رخصت كيا ہو واللہ اعلم وليكن ہم اس سے زيادہ بحث نہين كرتے كيونكہ قرآن مين مذكور نہين تو ہم اپنے نفس كى تہذيب كا اس سے كوئى نتيجہ نہين نكال سكتے ہين۔ دوم اس نظم جواہر قرآنى سے ظاہر ہے كہ اہل دنيا كى طرح يہ ملاقات نہوئى بلكہ يوسف عليہ السلام كسى جگہ تھے سر راہ نہ تھے پس وہان يہ سب انكے پاس داخل ہوئے اور ممكن ہے كہ خيمہ سے باہر استقبال ومعانقہ ومصافحہ ودعا وسلام كے بعد بادشاہ وغيرہ كو رخصت كر كے يوسف خيمہ مين اُن سب كے ساتھ داخل ہوئے ہون۔ مسئلہ اگر امير يا بادشاہ وغيرہ شہر مين داخل ہو اور كوئى مرد جو اسقدر صالح وپرہيزگار معروف تھا جن كى گواہى محكمہ قاضى مين بوجہ عادل ہونے كے قبول ہوتى تھى وہ اس جلوس ديكھنے كو گيا تو فتاوے مين مذكور ہے كہ اس كى عدالت ساقط ہو جائيگى وليكن اگر اُسكا جانا اسواسطے ہو كہ دنياوى مال ومتاع وآرائش جس سے يہ لوگ دھوكے مين پڑے ہين اس سے عبرت حاصل كرے تو يہ حكم نہين ہے ديكھو فتاوے ہنديہ ترجمہ عالمگيريہ كتاب القضاء۔ فائدہ بيٹا مثل يوسف عليہ السلام كے اگر امور عدل وغيرہ مين مصروف ہو تو باپ خود اُسكے پاس جاوے اور صحابہ رضى اللہ عنہم ہر چيز مين بہت كم تكلف كرتے تھے يعنے مثلاً كھانا تو غرض اس سے بھوك روك دينا اچھى ہضم كى چيز ہے اور كپڑا بدن ڈھانك لينا سردى گرمى كے بچاؤ كے ساتھ پس سلائى كى تراش وخراش وغيرہ امور اور زبان كے انواع لذات سے پرہيز كرتے تھے يا مثلاً خاص نشست دستر خوان وموزون برتن اور ايسے امور جن سے شيطان تمام وقت ليجاوے اور محنت زيادہ پڑے اجتناب لازم ہے۔ واضح ہو كہ باپ كے ادب مين شرعى طريقہ سے اچھے الفاظ واچھا برتاؤ اور ہر طرح كى خدمت سے آرام دينا واكرام ومنزلت كرنا بہت ثواب كى بات ومستحسن ہے سمو قولہ آوے اليہ ابويہ۔ اپنى طرف جگہ دى يا ملاليا۔ اُس سے انكا امتياز واعزاز بحسن ادب مراد ہے اور شايد يہ كيا ہو كہ اپنى مسند انكے ليے خالى كر دى ہو۔ امام مالك بن انس رحمہ اللہ تعالےٰ

عبداللہ بن مبارک کے لیے جگہ خالی کرتے تھے۔ مسئلہ ملاقات کو آنے والا اپنے اخلاق سے بغیر اجازت صاحب خانہ کے اس کی مسند پر نہ بیٹھے اور دل میں بُرا نہ مانے اگر وہ جگہ نہ چھوڑے اور بغیر اجازت کے امام نہ بنجاوے۔ چہارم ابویہ۔ باپ و ماں کو کہتے ہیں اگرچہ آب باپ اور اس کا تثنیہ ابویہ ہوا اور ماں کو اُام کہتے ہیں مگر تثنیہ کرنے میں باپ کے اعزاز سے اُسی کے لفظ کو تثنیہ کر دیا جیسے والد باپ اور والدہ ماں ہے تو والدین نہیں بلکہ والدین ماں باپ کو کہتے ہیں اب جاننا چاہیے کہ یہاں مفسرین میں اختلاف ہے کہ ماں حقیقی تھیں یا خالہ تھی پس بیضاوی رح نے یقین کیا کہ خالہ تھی اور اس کو بمنزلہ ماں کے قرار دیا جیسے چچا کو باپ قرار دیتے ہیں کما فی قولہ آلہ آبائک ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق۔ حالانکہ اسمٰعیل علیہ السلام تو حضرت یوسف ع کے چچا تھے مگر بحکم حدیث کہ چچا بھی باپ کے صنو ہے باپ قرار دیا یوں ہی خالہ ماں کی صنو ہے وہ ماں قرار دی گئی اور یعقوب ع نے بعد وفات ان کی والدہ کے اُس کی بہن سے نکاح کیا تھا اور یہ کہ باپ کی جورو بھی ماں کہلاتی ہے۔ شاید یہ اشارہ کیا کہ خالہ نہو تو باپ کی جورو ماں کی سوتیلی ماں ہو سکتی ہے۔ اور معالم و سراج میں ہے کہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ یہ یوسف کی خالہ تھی جسکا نام لیّا تھا اور انکی والدہ انکے چھوٹے بھائی بنیامین کے پیدا ہونے میں مر گئی تھی اور حنفاوی رح نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے قوی یہ ہے کہ لیّا تو پہلے مر چکی پھر یعقوب علیہ السلام نے یوسف کی والدہ راحیل سے نکاح کیا ہے پس اس صورت میں شاید کوئی تیسری بہن ہو جس سے یعقوب علیہ السلام نے دونوں کی وفات کے بعد نکاح کیا ہو اور یہی خالہ اسوقت ہو مترجم کہتا ہے کہ بیضاوی رح نے اسی وجہ سے نام نہیں لیا کہ تاریخی قصوں میں تو لیّا کا انتقال راحیل سے بھی پہلے ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قصہ مثل یہود کے ہاتھوں کے دیگر تاریخوں کے اس درجہ پر نہیں ہیں کہ اتنا اعتماد انپر کیا جاوے اور کچھ یہود پر موقوف نہیں اس زمانہ میں تو ہر قوم کا یہی حال تھا ذرا دیکھو ایرانی تاریخوں کو کہ کس بیہودگی سے بھری ہوئی ہیں کہ بالکل پتہ نہیں چلتا ہے پھر کچھ اٹکل سے کسی بات کو قرین قیاس کر لیا جاتا ہے تو یہ خلاف عقل ہے کہ اس سے یقینی بات کو متغیر کیا جاوے۔ اور ظاہر اس مقام پر خالہ کی تاویل بوجہ اسی قرینہ کے ہوئی کہ چچا کو باپ کہا گیا ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اگر یہ صحت کو پہونچے تو بہت سے مسائل میں اس سے استدلال ہوگا جیسے پرورش کا حق صغیر بچہ کا جبکہ والدہ فوت ہو تو ماں کی بہن سگی خالہ کو ملیگا کیونکہ وہ بمنزلہ ماں کے ہے اور یہ مسئلہ حدیث سے خود ثابت ہے۔ بالجملہ ایک قول یہ ہے کہ وہ ماں نہ تھی بلکہ خالہ تھی خواہ لیّا ہو یا اور کوئی ہو۔ دوسرا قول جو معالم میں ذکر کیا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہ اللہ تعالے نے یوسف علیہ السلام کی والدہ کو زندہ کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ یعقوب ع کے ساتھ مصر میں آئیں۔ اقول جیسے اس عجیب قدرت کے واقعہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی دوبارہ عود کر آئی ویسے ذرا بھی استبعاد نہیں ہو سکتا کہ مردہ کی زندگی دوبارہ ہوئی ہو اور یہ ایک معجزہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بھی دیا گیا تھا حتی کہ بڑے بڑے فلسفی حکماء یونان عاجز آئے اور معجزہ سے یہی مقصود ہوتا ہے ولیکن اسکے واسطے ثبوت نقلی چاہیے اور مفاد اسکا تو یہ ہے کہ جو خواب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا باوجود انتقال والدہ کے دوبارہ حیات سے پورا ہوا جس کا احسان و شکریہ حضرت یوسف ع نے ادا کیا ہے پس کہا گیا کہ یہ قول حضرت قتادہ رح کا ہے جو مشہور تابعی فقیہ ربانی ہیں اور سفیان بن عیینہ کا ہے جو فقیہ عالم ہیں۔ علامہ خازن نے کہا کہ اعتماد تو اسی پہلے قول پر ہے یعنی باپ و خالہ کو ابوین کہا ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ سدی رح و عبدالرحمن بن زید ابن اسلم نے کہا کہ یہ دونوں یوسف کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام و انکی خالہ تھے اور سگی ماں انکی بہت دن ہوئے کہ مر چکی تھیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قول کا ضعف تو پہلے معلوم ہو چکا پھر اسپر اعتماد کچھ قوی بات نہیں ہے تیسرا قول اور وہی صحیح و صواب ہے یہ ہے کہ انکی ماں زندہ تھیں اور وہی آئی تھیں ابن کثیر نے کہا کہ محمد بن اسحاق رح و ابن جریر نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کے باپ و ماں دونوں زندہ تھے اور ابن جریر رح نے

کہا کہ کوئی دلیل نہیں پائی جاتی جس سے اعتماد ہو کہ یوسف ع کی والدہ مر چکی تھیں اور ظاہر قرآن مجید بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی ماں زندہ تھیں اقول ہاں تاویل ہو سکتی ہے کہ خالہ کو بھی ماں بولتے ہیں مگر تاویل کرنا جب ہی جائز ہے کہ کسی دلیل سے ثابت ہو کہ معنی یہاں یہ ہیں اور دلیل یہاں روایت سے چاہیے جس پر نقلی طریقہ سے اعتماد ہو سکے اور ظاہر ہے کہ ہزاروں برس کے زمانہ کے بعد ثقہ لوگوں کی روایت اسی طرح مل سکتی ہے کہ کتاب متواتر طریقہ سے ثقہ لوگوں کے ہاتھوں سے پہونچی اور اس کے نسخہ برابر اس کثرت سے پھیل جاویں جنمیں کچھ فرق و تغیر نہو حالانکہ یہودی قوم جس نے توریت میں تحریف کر دی خصوص حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ظہور کے وقت سے تاریخیں اور نفس کتاب کو اس کوشش سے اتفاق کر کے بدلا کہ سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کسی پیغمبر کی بشارت توریت سے نہ نکلے تو تواریخ کا کیا ذکر ہے اور احکام میں خواہش کے موافق ہر طرح گنجائش نکلے تو بھلا ایسے لوگوں کا کیا اعتبار ہے پھر انکی روایت کی وجہ سے جسمیں قوی احتمال ہے کہ غیر محفوظ کر دی گئی کیونکر تاویل ظاہر کی جائز ہو سکتی ہے پس صواب یہی قول محمد بن اسحاق کا ہے جسکی ابن جریر رح نے تائید کی۔ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ قول جسکی ابن جریر نے تصحیح کی یہی صحیح ہے اور اسی پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جو ظاہر مذکور ہے اُسکی تاویل قطعاً ناجائز ہے کیونکہ خواب میں شمس و قمر کا سجدہ کرنا اپنے والدین کو دیکھا تھا تو یہاں والدہ خالہ کا سجدہ نہو گا اور وہ تعلق معنوی ہے نہ لفظی اور یہاں اطلاق خالہ پر لفظی ہوا جاتا ہے فلیتامل فیہ۔ القصہ والدین کو یعنی اپنے باپ و اپنی ماں کو معزز امتیاز سے جگہ دی اور سب سے خطاب کیا کما قال تعالے و قال ادخلوا مصر انشاء اللہ آمنین یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اور بھائیوں اور جملہ عزیز و اقارب سے کہا کہ تم سب لوگ مصر میں داخل ہو درحالیکہ تم سب لوگ انشاء اللہ تعا امن کیے ساتھ ہو۔ بعض نے کہا کہ انشاء اللہ فقط داخل ہونے سے متعلق ہے یعنی انشاء اللہ تعا داخل ہو الیسا داخل ہونا جو امن کی کیفیت رکھتا ہے یہ بیضاوی کا قول ہے اور سراج میں کہا کہ شرط فقط امن کے متعلق ہے اور دخول کے متعلق نہیں ہے اور صواب قول بیضاوی ہے اس لیے کہ آمنین حال ہے داخل ہونے والوں کا پس داخل ہونا بدون مشیت ہے اور امن پر مشیت کا اطلاق غیر معقول ہے اور اسی سے ظاہر ہوا کہ جو بعض نے کہا کہ دونوں کے ساتھ متعلق ہونے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے ضعیف ہے اور مراد امن سے یہ ہے کہ قحط وغیرہ کے مصائب و تکالیف سے مامون اور ہر ایسے امور سے جنکو مکروہ رکھتے تھے بے خوف داخل ہو اور یہ بطریق دعاء کے ہے اور سراج وغیرہ میں کہا کہ پہلے یہ لوگ فرعون مصر سے خوف رکھتے تھے اور بغیر امن لیے نہیں جاتے تھے اور میں کہتا ہوں کہ کئی مرتبہ اناج لینے آئے تھے پس ظاہر یہ ہے کہ داخل ہوتے وقت بطور نیک فال کے کہا کہ انشاء اللہ تعالے مصر میں قحط وغیرہ مکروہات سے مامون حالت میں داخل ہو یعنے داخل ہونے سے برابر تم پر امن رہے۔ یہ لوگ سب بہتر تھے اور مسروق رح نے کہا کہ تہتر تھے اور روایت ہے کہ بروز عاشوراء داخل ہوئے اور اُن کی اولاد و اعتقاد دین ایمان و استقامت بتوحید کے ساتھ چار سو برس میں اس قدر کثرت ہوئی کہ موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ وہ بھی عاشوراء کے روز چھ لاکھ پانچ سو کچھ اوپر ستر صرف مردان دلیر جنگ آور نکلے اور بوڑھے و بچے و عورتیں علاوہ بہت کثرت سے تھیں۔ امام قرطبی رح نے کہا کہ بوڑھے و بچوں وغیرہ کی تعداد بارہ لاکھ ہزار تھی پس ایمان و امن و برکت ان میں بہت ہوئی کیونکہ بقول سیوطی رح یوسف ع و موسےٰ علیہ السلام کے درمیان چار سو برس کا فرق ہے۔ اور شاید یہ برکت اس انشاء اللہ تعالے کہنے کی ہو گی اور بیشک یہ لوگ ان کے ساتھ اپنے ایمان سے محفوظ رہے اگرچہ سوائے مخاطبین کے ایک زمانہ کے بعد بنی اسرائیل کو اس فرعون سے جس پر موسےٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے دنیاوی مصائب پہونچے۔ اور واضح ہو کہ مصر اس مقام پر غیر منصرف ہے کیونکہ مراد نکرہ شہر نہیں بلکہ خاص نام علم ہے جواب بھی مصر کہلاتا ہے اور شاید دار السلطنت مراد ہو اور اس کو مصر کہتے ہوں۔ اور ابن عباس رض سے

روایت ہی کہ اللہ تعالے نے قرآن مجید مین دس جگہ مصر کو زمین کے نام سے ذکر فرمایا ہی یعنی گویا یہی کل زمین ہے یہ اس کی تعریف ہی اور مقریزی نے خطط مین کہا کہ قرآن مجید مین مصر کا ذکر کچھ اوپر بیس جگہ ہے خواہ صریحاً یا اشارۃً ۔ اور مقریزی نے چند احادیث مصر کی فضیلت مین ذکر کی ہین اور شیخ مفسر سیوطی نے بھی حسن المحاضرہ مین مصر وقاہرہ کا مفصل تذکرہ لکھا ہی مین کہتا ہون کہ ایک حدیث صحیح مین دریاے نیل کو جنت کی نہرون سے شمار فرمایا ہی اور یہی ایک بات اسکی فضیلت مین کافی ہی اور خود اس مین معزز مکرم پیغمبر یوسفؑ و موسےؑ و ہارونؑ کا نشو و نما و قیام و اداے طاعت کا مقام رہا ہی ۔ بالجملہ ایسے شہر مین داخل ہونے کے لیے ان سب لوگون سے کہا ۔ وَرَفَعَ اَبَوَيۡهِ اور اونچا بٹھلایا اپنی ان وباپ کو ۔ عَلَى الۡعَرۡشِ تخت پر ۔ ابن عباس رض نے کہا کہ عرش سریر یعنے عرش کے لغوی معنے تخت کے ہین اور رفع کے معنے بلندی پر منتقل کرنا پس ظاہر یہ ہے کہ خود شاہانہ تخت پر بیٹھتے تھے تو والدین کی تکریم مین دونون کو بھی اپنے ساتھ تخت پر بٹھلایا اور شاید کہ مخصوص انھین دونون کو تخت پر بٹھلایا ہو اور اول اظہر ہے کہ تخت پر ساتھ بٹھلایا ۔ وَخَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا اور گر پڑے یہ سب لوگ مع والدین کے اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے ۔ خر ور جو سجدہ کرتے ہوئے ہو وہ اس طرح ہوگا کہ پیشانی زمین پر رکھی جاوے اب یہان دو مقام ہین اول یہ مشکل نظر آتا ہے کہ پہلے تو مذکور ہے کہ آوی الیہ ابویہ ۔ اپنی طرف والدین کو جگہ دی پھر کہا کہ ادخلوا مصر اسکے بعد رفع ابویہ علی العرش ہی چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اکثر مفسرین کی سمجھ مین یہان مشکل پیش آئی پس بعض نے تو کہا کہ عبارت مین مقدم و موخر ہے اور در اصل یون ہے کہ اول اُن سے کہا کہ مصر مین داخل ہو پھر اُن کو اپنے پاس جگہ دی پھر والدین کو تخت پر چڑھایا ۔ ابن جریر رح نے اس کو رد کر دیا اور بیشک یہ رد کرنے کے قابل ہے پھر ابن جریر رح نے خود وہ قول اختیار کیا جو سدی رح سے روایت کیا کہ یوسفؑ نے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اس وقت کہ استقبال کے لیے اُٹھکر اُنسے ملے تھے پھر جب شہر کے ناکہ پر پہونچے تو انسے کہا کہ ادخلوا مصر انشاء اللہ آمنین ۔ پھر یہان تخت پر بٹھلایا ۔ شیخ ابن کثیر رح نے ابن جریر رح کے قول کے یہ معنے سمجھے کہ قولہ آوی الیہ ابویہ مین ایواء فقط استقبال کا معانقہ ہے لہذا اعتراض کیا کہ اس قول مین بھی تامل ہی اس لیے کہ ایواء کسی فرودگاہ مین ہونا ضرور ہے نہ خالی استقبال کی حالت مین معانقہ سے ایواء ہو سکے ۔ بدلیل آنکہ اللہ تعالے نے فرمایا وآوی الیہ اخاہ ۔ اور بدلیل حدیث من آوی محدثا ۔ پھر اختیار کیا کہ ان لوگون کے داخل ہونے کے بعد اور اپنے پاس جگہ دینے کے بعد اُن سے کہا کہ ادخلوا مصر ۔ اور یہان داخل ہونے سے مراد سکونت ہے یعنے تم جو مصر مین داخل ہوئے ہو تو انشاء اللہ تعالے آمنین داخل ہو یعنی امن و عافیت سے رہنا نصیب ہو کوئی سختی قحط وغیرہ کی نہ پہونچے اقول جگہ دینا اپنی جانب یہی تخت پر بٹھلانا ہوا اور یہ تاویل بھی مستحسن و پسندیدہ ہے اور ادخلوا مصر حکم داخل ہونے کا نہین ہی کیونکہ بعد داخل ہونے کے اُن سے کہا بلکہ یہ مجازاً سکونت سے تعبیر ہے اور یہ مجاز معروف ہے اور شاید استقبال کے وقت معمولی اعزاز کے ساتھ لیتے آئے پھر جب بال بچہ وغیرہ سب اپنے اُترنے کے مکانون مین آرام سے اُتر لیے تو والدین اور سب بھائی اس مکان مین گئے جہان حضرت یوسفؑ تھے پس آپ نے اُن سے کہا کہ ادخلوا مصر ۔ یعنی مصر مین داخل ہوئے ہو تو داخل ہو امن کے ساتھ انشاء اللہ تعالے یعنی امون رہو ۔ اور مین کہتا ہون کہ بیضاوی و دیگر مفسرین نے یہ اختیار کیا کہ استقبال کے وقت شہر کے باہر خیمہ وغیرہ استادہ کیے تھے یا شہر سے کچھ دور کسی دوسری آبادی تک استقبال کیا جہان مقام فرود و منزل سکونت موجود تھی پس وہان صرف والدین کو اپنے پاس جگہ دی پھر وہان سے روانہ ہونے کے وقت کہا کہ انشاء اللہ تعالے چلو مصر مین امن کے ساتھ داخل ہو پھر یہان لاکر والدین کو تخت پر بلند کیا اور سب اس کے واسطے سجدہ مین گئے ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جو تفسیر شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمائی ہی وہ مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی ہی ۔ واللہ اعلم

اسوجہ سے کہ اس مین کسی زائد تکلف استقبال وغیرہ کی ضرورت نہین ہے اور جسقدر کلام آلہی مین مذکور ہے اُسی قدر کافی و وافی ہے بخلاف دیگر مفسرین کے قول کے کہ اس مین استقبال و باہر کسی مقام پر ایواء واقع ہونے کے لیے تکلف ہے علاوہ اس کے کلام بر وجہ بلیغ و بمناسبت تامہ بماسبق ہے ۔ حاصل اسکا یہ ہی کہ حضرت یعقوب مع اہل و عیال کے کنعان سے روانہ ہوکر مصر مین داخل ہوئے اور جو مکانات اُن کے لیے سکونت کے متعین ہو چکے ہون سب امین ٹھہرے یا آتے ہی فوراً یوسف علیہ السلام کے پاس والدین مع بھائیون کے داخل ہوئے پس آپ نے والدین کو کمال اعزاز سے یہ کہتے ہوئے کہ مصر مین داخل ہو امن کے ساتھ انشاء اللہ تعالے اپنے پاس جگہ دی اور تخت پر چڑھایا پس یہ لوگ ان کی تکریم و تحیت کے لیے سجدہ مین گرے واللہ تعالے اعلم ۔ وعبارتہ ہکذا قال لہم بعد ما دخلوا علیہ واواہم الیہ ادخلوا مصر معناہ اسکنوا مصر انشاء اللہ آمنین اے مما کنتم فیہ من الجہد والقحط ۔ اور لکھا کہ روایت کی گئی ہی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے قدوم کی برکت سے اللہ تعالے نے اہل مصر پر سے قحط کے باقی سال دور کر دیے جیسے آنحضرت صلعم کی نافرمانی سے بسبب آپ کے بد دعا کرنے کے کہ (قریش پر سات سال کا قحط مثل ہفت سالہ قحط یوسفی کے طاری ہووے) قریش پر قحط طاری ہوا پھر جب انھون نے ابوسفیان کے ذریعہ سے الحاح و عاجزی کی اور سرکشی چھوڑی تو آپ کی دعا سے باقی سال قحط کے مرتفع ہوگئے مین کہتا ہون کہ روایت مین صحت ظاہر نہین ہوتی ہی اسوجہ سے یہ زمانہ قحط کا وہ ہی جسکی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے دیدی تھی کہ ایسا ہوگا اور یہ واقعہ کا خواب تھا پس اگر مرتفع ہونا بھی مقدر ہوتا تو تعبیر مین کہا جاتا علاوہ اسکے تعبیر غلط ہو جاویگی کہ آٹھوان سال فراخی کا بیان ہوا حالانکہ قبل اسکے مرتفع ہو گیا پس روایت موضوع ہی اور قریش پر سے قحط کا رفع ہونا صحیح ہی اور یہان ہفت سالہ واقعہ نہ تھا ۔ پس واقع ہونا صرف اسی قدر تھا جسقدر ہوا فافہم واللہ تعالے اعلم ۔ مقام یہ ہی کہ قولہ خروا لہ سجداً کے معنے کیا ہین پس امین اقوال ہین ۔ اول آنکہ لہ کی ضمیر مجرور راجع بجناب حق سبحانہ تعالے ہی یعنی لوگون نے اللہ تعالے کے واسطے سجدہ کیا پس یہ سجدۂ شکر کئی نعمتون عظیمہ کا ہی ایک تو یوسف علیہ السلام کا اس عروج کے ساتھ ملنا اور دوسری بلاد قحط سے نجات اور تیسرے خود بواسطہ اپنے فرزند کے ایمان کے ساتھ تخت پر بیٹھے اور بھائیون نے اس سے کمال خوشی حاصل کی بسراج مین کہا کہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ معنے یہ ہین کہ مُنھ کے بل گرے یہ لوگ اللہ تعالے کے واسطے سجدہ مین پس یہ سجدہ شکر ہوا اور سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے یعنے پہلے والدین کو یوسف علیہ السلام نے تخت پر بلند کیا پھر وے اللہ تعالے کے لیے شکر یہ ادا کرنے کو سجدہ مین گرے اور اگر انکا سجدہ کرنا یوسف کو ہوتا تو تخت پر چڑھنے سے پہلے کرتے کیونکہ اسمین تکریم زیادہ ہے ۔ یہ تاویل کلام مابعد کے مطابق نہین ہی یعنی قولہ وَقَالَ یوسفؑ نے کہا کہ يٰۤاَبَتِ اے میرے باپ ۔ اور خطاب ان کو اسوجہ سے نہ کیا کہ عالم العلم نبوت و تعبیر خواب صرف والد تھے تو انھین سے کہا کہ اے میرے باپ ۔ هٰذَا تَاۡوِيۡلُ رُءۡيَاىَ مِنۡ قَبۡلُ یہ تاویل ہے میرے خواب کی جو پہلے دیکھا تھا ۔ ومعنی تاویل کے ایول الیہ الامر یعنی وہ حالت جس پر انجام کار ہو پس خواب کا رجوع اس حالت پر تھا ۔ کہ مجھے میرے باپ و مان شمس و قمر نے اور گیارہ ستارے گیارہ بھائیون نے سجدہ کیا ۔ پس اگر ان سب کا سجدہ واسطے اللہ تعالے کے ہو تو موافقت نہوگی ۔ قول دوم آنکہ لہ کی ضمیر یوسف علیہ السلام کی طرف ہے مگر بعض نے کہا کہ معنے لاجلہ ہین یعنے یوسف کے ازدیاد مرتبہ کے واسطے سجدہ کیا پس سجدہ تو اللہ تعالے کو ہوگا اور مقصد اسکا یوسف کے لیے ہوگا کیونکہ شکر سے نعمت بڑھتی ہے اور اس قول پر پہلا اعتراض نہین ہوتا کیونکہ خواب مین بھی ۔ لی ساجدین ہے جسکے معنے لاجلی ساجدین ہو سکتے ہین یعنے مین نے شمس و قمر و گیارہ ستارون کو میری مراد و مطلب کے لیے سجدہ کرتے دیکھا ۔ رازی رح نے کبیر مین کہا کہ میرے نزدیک یہی تاویل

متعین ہے کیونکہ یوسف علیہ السلام کی عقل و دین سے بعید ہے کہ وہ اس بات پر راضی ہون کہ انکے والدین انکے لیے سجدہ کرین باوجودیکہ انکا حق ولادت انپر عظیم تھا اور دونون بوڑھے تھے اور والد کامل نبی وعلم نبوت سے سرفراز تھے۔ اور بعض دیگرون نے کہا کہ لہ کی ضمیر اگرچہ یوسف علیہ السلام کی طرف ہے مگر جیسے کہ سجدہ کا صلہ لام آتا ہے پس انھون نے یوسف کو قبلہ بناکر اللہ تعالیٰ کے واسطے شکر نعمت کا سجدہ کیا مثلاً کہتے ہین کہ سجدت للکعبۃ یعنی کعبہ کے واسطے سجدہ کیا تو مراد یہ ہے کہ کعبہ کو قبلہ بناکر اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ کیا اور قبلہ فقط ایک رخ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے سجدہ کے لیے۔ مترجم کہتا ہے کہ کسی چیز کو قبلہ و رخ عبادت بنانا بھی نہین جائز ہے تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہو تو شاید یہان خواب کی تحقیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو کہ میرے سجدے کے لیے یوسف کو جہت بناؤ جیسے ملائکہ کو اپنے سجدے کے لیے آدم کو جہت بنانے کا حکم دیا تھا اور وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی طرف نہین ہے یعنے یہ نہین کہا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ اسطرف یا اُسطرف ہے تعالیٰ اللہ عن ذٰلک علواً کبیرا وہ پاک ہے پس اسکے لیے ایک جہت سجدے کی ہوتی ہے جیسے ہاتھ اٹھاکر اوپر کو اُس سے دعا مانگتے ہین حالانکہ وہ آسمان و زمین سب سے پاک ہے۔ قول سوم یہ کہ انھون نے بطور تکریم کے یوسف کو تحیہ کا سجدہ کیا نہ عبادت کا جیسے ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور یہ طریقہ صورت مین مشترک تھا اور معنے مین علیحدہ تھا جیسے رحیم و کریم وغیرہ الفاظ مین دیکھو کہ فلان شخص کریم ہے یا رحیم ہے یا عالم ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی کریم و رحیم و عالم کہتے ہین لیکن لوگون مین کریم و رحیم و علیم کے مجازی معنے ہوتے ہین اور اللہ تعالیٰ کی شان مین حقیقت ہین اور مجاز و حقیقت کا فرق ظاہر ہے۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ رفع ابویہ علی العرش۔ ابن عباس و مجاہد وغیرہم نے کہا کہ تخت پر بٹھلایا اور قولہ خروا لہ سجدا یعنی یوسف کے لیے والدین و بھائیون نے جو گیارہ تھے سجدہ کیا اور قولہ قال یاابت ہٰذا تاویل رویای من قبل یعنی میرے پہلے خواب کے یہ معنے ظاہر ہوئے جو دیکھا تھا کہ انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر الآیۃ اور یہ بات انکے شرائع مین جائز تھی کہ جب کسی کبیر یعنے بادشاہ کو سلام کرتے تو اس کے لیے سجدہ کرتے تھے اور یہ بات برابر حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسے علیہ السلام کی شریعت مین جائز رہی پھر اس ملت یعنے خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شریعت عامہ مین حرام کردی گئی اور سجدہ کو خالص جناب باری تعالیٰ کے لیے مخصوص فرمایا اور کہا کہ یہ جو مذکور ہوا قتادہ رح وغیرہ کے اقوال کا مضمون ہے اور حدیث مین ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ شام کے ملک مین گئے تو دیکھا کہ لوگ اپنے اساقفہ یعنے علماے نصاریٰ و اکابر اہل سلطنت کو سجدہ کرتے ہین پس جب وے واپس آئے تو انھون نے آنحضرت صلعم کو سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے معاذ یہ کیا حرکت ہے عرض کیا کہ مین نے وہان دیکھا کہ اساقفہ کے لیے سجدہ کرتے ہین تو آپ زیادہ مستحق و لائق ہین کہ ہم آپ کو سجدہ کرین یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مین کسی کو کسی کے لیے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کے لیے سجدہ کرے کیونکہ عورت پر اسکا بڑا حق ہے۔ دوسری حدیث مین سلمان رض نے ابتداے اسلام مین مدینہ کے بعض راستہ مین آپ کو سجدہ کیا تو فرمایا کہ اے سلمان مجھے مت سجدہ کر بلکہ حی القیوم کو سجدہ کر۔ الغرض یہ بات اُن کی شرائع مین جائز تھی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان ایک اشکال یہ ہے کہ بعض احادیث مین ہے کہ جب آدم علیہ السلام نفخ روح سے جاندار ہوئے تو حکم ہوا کہ ان گروہ ملائکہ کو سلام کر پس آپ نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے سلام کیا اور حکم کیا کہ یہ تحیہ تیرا اور تیری اولاد کا ہے اور جواب یہ ہے کہ ہان حضرت آدم سے برابر لفظ سلام اسی طرح تھا اور عظما و کبرا کے لیے مخصوص سجدہ تھا اور ممکن ہے کہ بادشاہون کے لیے الفاظ سلام کے ساتھ سجدہ ہو پس کچھ اشکال نہین ہے فافہم۔ اور تجھے معلوم ہو کہ یہ سجدہ فقط تکریم کا تھا عبادت کا نہ تھا اور اس شریعت مین یہ شتباہ دور کیا گیا۔ القصہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سچ کیا اور والدین و بھائیون نے انکو سجدہ کیا جیسے بادشاہون کی تکریم

کرتے ہین اور بیضاوی رح نے کہا کہ تخت پر چڑھانے سے پہلے والدین و بھائیون نے انکو داخل ہوتے ہی تحیہ کا سجدہ کیا تھا پس آپ نے والدین کو اٹھاکر اپنے برابر تخت پر بٹھلا لیا۔ اور کہا کہ اے پدر میرے خواب سابق کی یہ تاویل ہے یعنے مآل اس کے معنے کا یہ ہوا کہ تم دونون شمس و قمر اور گیارہ بھائیون ستارون نے مجھے تحیہ کا سجدہ کیا۔ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا بیشک اس کو میرے پروردگار نے ٹھیک سچا کردیا۔ مترجم کہتا ہے کہ بھائیون کی تعبیر گیارہ ستارے سے جو والدین شمس و قمر کے ساتھ ہین ان کی خوبی و نورانیت کی دلیل ہے اور بلاشبہہ قول اُن علماء کا اقوی و احسن ہے جو ان کے حق مین کوئی زبان درازی نہین کرتے اور گمان رکھتے ہین کہ شاید وے نبی ہون اور قولہ آثرک اللہ علینا۔ سے رازی وغیرہ کا استدلال کہ نبوت مین مشارک نہ تھے کچھ نہین ہے کیونکہ مدارج انبیاء متفاضل ہین اور خود یعقوب علیہ السلام مسلّم پیغمبر نے انکو سجدہ کیا بلکہ برخلاف مزعوم کے اسمین دلالت ہے کہ شاید پیغمبر تھے کیونکہ تفاضل اس صنف مین ہوا نہ باعتبار آدمیت کے بلکہ باعتبار صفت کے پس اصلی نبوت یوسف ع کو ہوئی اور یہ اتباع انبیاء ہے ورنہ افراد امت مین ان کی کوئی خصوصیت نہین ہے فافہم۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اس بیان مین عجائب قدرت و احسانات آلہی کا تذکرہ کیا۔ قَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اور بیشک اُس نے مجھ بندے کے ساتھ احسان کیا۔ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ۔ جبکہ مجھے قید خانہ سے نکالا۔ یعنے جن وسائل و انعام سے اس عروج پر لانے کو خاصہ انعام تاویل وعلم دیکر یہان پہونچایا۔ کبیر وغیرہ مین ہے کہ کنوین سے نکلنے کو کئی وجہ سے شمار نہ کیا ایک تو بھائیون کو شرمندگی ہوتی اس سے نکلا کہ دوست سے بے ضرورت ناگوار بات کا تذکرہ نہ کرے اور دوسرے یہ کہ جب سے نکلکر ملوک بنائے گئے۔ اور تیسرے یہ کہ وہان سے قید و تہمت مین پڑے پس انعام کامل یہ قید سے اخراج ہے اور ابن عباس رض سے روایت کیا جاتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کنعان سے نکلکر بادیہ مین جا کر بسے تھے لہٰذا کہا۔ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ اور احسان کیا کہ تم کو بادیہ سے یہان لایا۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن جریج وغیرہ نے کہا کہ یہ لوگ مویشی پالتے اور بادیہ مین رہتے تھے اور یہ مقام فلسطین کے قریب زمین عربات تھی اور بعضے کہتے ہین کہ حسمی کے نیچے شعب کے ایک طرف اولاج مین تھے اونٹ و بکریان مویشی کے ساتھ بادیہ مین رہتے تھے۔ اقول احسان اس مین یکجا ہونے کا اور بادیہ سے زیادہ آرام شہر مین پانا اور قحط وغیرہ کے مصائب سے چھوٹنا اور ہر طرح کی مکروہات سے نجات ہے کقولہ ادخلوا مصر انشاء اللہ آمنین۔ اور سراج وغیرہ مین ہے کہ یہ بڑی نعمت ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اُس کو بادیہ سے منتقل کرکے شہری آبادی مین لاتا ہے اقول اس قول کے حدیث ہونے مین تامل ہے۔ اور عمر رض کا قول مشہور ہے کہ بدوی ہوکر ہم مین جفا آجاتی ہے یعنے سخت دلی و کج اخلاقی۔ اور اصل اس کی حدیث مین ہے کہ غلظت و جفا اہل بادیہ اونٹ والون مین ہے۔ اور حاصل یہ کہ تم سب کو متفق و یک دل وہان سے یہان لایا۔ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ بعد اس بات کے کہ۔ اُبھار دیا جھگڑا شیطان نے میرے درمیان اور میرے بھائیون کے درمیان۔ یہ ایک معذرت بیان کردی کہ اہل ایمان و الفت مین شیطان اس امر سے مایوس ہوتا ہے کہ کوئی اس کی اطاعت و عبادت کرے ولیکن جھگڑا ڈالنے کو ہر وقت موقع تاکتا ہے پس بڑا جھگڑا وہ ہوتا ہے جس مین کسی امر خیر کی ہوس دلاکر لڑائی ڈالے جیسے برادران یوسف ع کے درمیان وسوسہ دیا کہ یہ دفع ہو جاوے تو تمہین باپ کی منظور نظر ہوکر درجہ کرامت کو پہونچو و صالحین قوم ہو جاؤگے۔ اور حدیث مین ہے کہ خبردار رہو کہ شیطان اس امر سے تو مایوس ہوا کہ کبھی تمہارے اس شہر مین پرستش کیا جاوے ولیکن عنقریب زمانہ مین اسکی پیروی ان اعمال مین ہو جائیگی جنکو تم حقیر سمجھتے ہو اور وہ کچھ راضی ہو جائیگا۔ الترمذی و صححہ۔ اور دوسری حدیث مین جزیرۂ عرب کا ذکر ہے

که اس مین شیطان کی پرستش نهوگی ولیکن تمهارے درمیان تحریش کریگا۔ یعنی جهگڑے پر ابھارتا اور واضح ہو کہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے فضائل مین ہے کہ وہان شیطان کی پرستش کبھی نهوگی اور جن لوگون نے اس زمانہ مین تقلید وغیرہ کے مسائل سے اہل مکہ و مدینہ کے حق مین شرک نکالا یہ جہالت ہے قابل التفات نہین اور وے لوگ اللہ تعالے سے ڈرین۔ ہان باقی بلاد عرب پر یہ حکم نہوگا کیونکہ صحیح مسلم مین ثابت ہے کہ آخر زمانہ مین قرب قیامت کے قبیلہ دوس کی عورتین اپنے بت کے گرد چوتڑ مٹکاتی پھرینگی۔ الحاصل اہل ایمان کے درمیان شیطان کا نزغہ وتحریش ہوتی ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیون کے جھگڑے کو اسی تحریش پر محمول کرکے انکو معذور فرمایا اور احسان الٰہی بیان کیا کہ باوجود اس جھگڑے کے جسکا ظاہری رخ نہایت مخالفت تھی اللہ تعالے نے یکدل ومتفق کردیا اور سب کو ساتھ جمع کردیا۔ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ۔ بیشک میرا رب نہایت لطافت سے تدبیر کرنے والا ہی جس کام کو وہ چاہے۔ یعنی جب وہ کوئی بات چاہتا ہے تو اسکے اسباب ایسے طور پر پیدا کرتا ہی کہ جو کچھ چاہے وہ ظاہر مین آسانی سے جمع ہوجاتا ہے اور وہی نتیجہ نکل آتا ہی اور کبھی ایسے طور پر لطافت سے یہ نتیجہ پیدا کرتا ہی کہ اسباب کچھ نظر آتے ہین اور نتیجہ وہ نکل آتا ہی جو وہ چاہتا ہی۔ ازہری رح نے کہا کہ لطیف اسماء الٰہی مین سے ہی اور معنی اس کے یہی ہین کہ جو امر چاہے اسکو لطف کے ساتھ پورا کردے اور عمرو بن ابی عمرو نے کہا کہ لطیف وہ ہی جو تیری حاجات امید ایک لطف کے ساتھ تجھے پہونچاوے۔ الحاصل یوسف و بھائیون کے درمیان نزغہ شیطان سے بہت بعید نظر آتا تھا کہ باہم شیر وشکر ہونگے ولیکن اللہ تعالے نے کمال لطف و محبت وطیب عیش وفراغ بالی کے ساتھ مع والدین کے جمیع کردیا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس عظیم قدرت الٰہی کا شکریہ وعظمت ظاہر فرماتے ہین کہ میرا رب جو بات چاہے اُسکے۔ واسطے لطیف سے یعنی لطف تدبیر سے آسان فرمادیتا ہی اگرچہ بہت مشکل نظر آوے۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ۔ بیشک وہی علم والا ہی ہر چیز کی مصلحت وتدبیر کو جانتا ہی کوئی ذرہ کسی وقت کسی حال مین کسی زمانہ مین اس سے پوشیدہ نہین ہی۔ اَلْحَكِيْمُ۔ وہی حکمت والا ہی جسطرح جس وقت جو چیز جس شخص کے حق مین ہوتی چاہیے اپنی حکمت وعلم سے کرتا ہی۔ مسئلہ جو چیز دنیا مین واقع ہوئی وہ سب مخلوق ہی اور سب کا خالق اللہ تعالے ہی اور جس نے گمان کیا کہ ہم اپنے افعال خود پیدا کرتے ہین وہ بیوقوف جاہل ومشرک خفی ہین اور ہمارے واسطے عقل وعلم کے ساتھ یہان کی آیات اور دیگر آیات صریحہ جو سابق مین گذر چکین روشن دلیل ہین کہ خالق افعال اللہ تعالے ہی دیکھو کہا کہ اخرجنی من السجن یس قید سے نکالنا فعل الٰہی قرار دیا اور جاء بکم من البدو مین ان سب لوگون کا آنا فعل الٰہی قرار دیا کہ وہ تم سب کو لایا اور ایسے ہی مابعد مین بھی صاف ثابت ہی کہ وہی خالق ہی اور جو افعال جس بندے سے ہوئے وہی اس بندے کے افعال اسکے ساتھ ہین حدیث مین ہے کہ اگر نیک اعمال ہون تو اللہ تعالے کی حمد وثنا کرے اور اگر بد ہون تو اپنے نفس پر ملامت کرے اور بعضے گمراہون نے مجوس کی طرح زعم کیا کہ بداعمال کا خالق شیطان ہے اور شاید یہ قول لیا کہ نزغ الشیطان بینی وبین اخوتی۔ حالانکہ کچھ بھی دلیل نہین ہی اسلیے کہ وسوسہ وتحریش دلانا شیطان کے افعال مین سے ہے یعنے شیطان سے جو افعال پیدا کیے جاتے ہین یہ بداعمال ہین اسی واسطے بعض فقہاء علماء نے کہا کہ شیطان اگر کسی بندہ پر ظاہر ہو کر نیک کام سکھلاوے تو ضرور اسمین بدی مضمر ہوگی کیونکہ وہ نیک اعمال کی پیدائش کا محل نہین ہی اور خالق ہر فعل کا اللہ تعالے ہے اور یہ مسئلہ بھی عوام پر مثل تقدیر کے مشکل ہوگیا بلکہ یہ بھی تقدیر کے مسئلہ کا جزو ہی۔ شیطان خود کسی فعل کا خالق نہین ہی اور تو نہین دیکھتا جو اللہ تعالے نے اس حکایت سے فرمایا القولہ ما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلوموني ولوموا انفسکم الآیہ یعنے شیطان اپنے اتباع جہنمی لوگون سے کہیگا کہ میرا تم پر کچھ بھی قابو نہ تھا لیکن مین نے تم کو بُرائی کی طرف بلایا تم مان گئے تو مجھے مت ملامت کرو اور اپنے نفسون کو ملامت کرو اور واضح ہو کہ جو شریر اسس

بات کے قائل ہین کہ یہان دو خدا ہین وہ بہت بدتر ہین اور انسے زیادہ وے لوگ بدتر ہین جو اپنے آپ کو بھی خالق جانتے ہین کہ ہم اپنے افعال خود پیدا کرتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ اگر اللہ تعالے کے علم مین ہو کہ یہ شخص اتوار کو یہ بدکام کریگا تو کیونکر ممکن ہے کہ تو اتوار کو نیک کام پیدا کرکے کیا تجھے غلبہ حاصل ہے اور اس صورت مین مسئلہ وہی تقدیر کا ہوا جسکا لامحالہ قائل ہوگا۔ اور واضح ہو کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی نے راہ مستقیم کے معنے پوچھنے والون کو سمجھائے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تمام راہون مین سے نزدیک کی راہ پر یعنے بہت چھوٹے خط مستقیم پر چھوڑا جس کا سرا جنت مین ہے اور اس کے دائین بائین پگڈنڈیان ہین انپر رجال یعنے لوگ ہین جو راہ مستقیم پر چلتا ہے اُس کو پگڈنڈیون والے بلاتے ہین جو ان کی طرف گیا تو اس کو لے جاتے ہین برابر چلا گیا تو جہنم مین پہونچ گیا اور جو نہ گیا یا جاکر لوٹ آیا پھر راہ مستقیم پر چلا گیا تو جنت مین پہونچ گیا۔ رواہ رزین یہ مضمون حدیث مرفوع مین بھی آیا ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ ہر طرح شہوات پر بلانے والے اصلی تو شیطان ہین اور ان کے ساتھ بہت لوگ نہایت کثرت سے اُن کی اتباع ہو گئے ہین وہ انسانی شیطان ہین اور راہ مستقیم والون پر یہ لوگ بہت مضر ہین کہ ان کی باتون کو کان لگاکر آدمی سنتا ہے اور جان رکھو کہ راہ مستقیم تو ایک ہے اور وہ ایک سے زیادہ ہو نہین سکتی اور راہہاے شیطانی بہت کثرت سے ہین کیونکہ دو نقطون کے بیچ مین مستقیم ایک خط ہو سکتا ہی اور کج بہت بے انتہا ہو سکتے ہین اسی واسطے ایک راہ مستقیم کے لوگ تھوڑے ہین اور کجراہون پر بہت کثیر تعداد کے ہین اور واضح ہو کہ اس زمانہ مین گمراہ لوگ دنیا مین ہر طرح کی عنتی کے ساتھ ٹیڑھی راہ پر لالچ دیکر بلاتے ہین اللہم ثبت اقدامنا وانت ارحم الراحمین۔ ف فی العرائس فلما دخلوا علی یوسف۔ اُن کو برداشت غم فراق زیادہ کرنا پڑا تو اپنے قرب مین جگہ دی۔ یون ہی قیامت مین اہل صدق وصفا قرب منزلت سے سرفراز ہونگے اور جس نے جفا نہ کیا اُس کو قرب زیادہ ہوگا اگرچہ مغفرت مین اور دخول جنت مین یکسان ہون۔ بعض نے کہا کہ حصول استقامت کے وقت عقل وروح کو عروج ہے جبکہ قلب محل انوار تجلی ہوجاوے اور نفس مطمئنہ وغیرہ ہر حال مین مطیع ہین اور سجا سے مخالفت کے وہ وقت موافقت کا ہے اقول اشارہ لطیفہ ہے فافہم۔ قولہ ورفع ابویہ علی العرش۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ ہر ایک کو اس کی منزلت کی قدر بلند کیا جنکو حزن واندوہ مین مقاسات صبر زیادہ برداشت کرنا پڑا تھا اور یہ درجہ صدق ہی بخلاف بھائیون کے کہ وہ اطراف مین خوش تھے تو منزلت رفیعہ ان کو نہین ملی بلکہ کہا تھا کہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل۔ محمد بن علی رح نے فرمایا کہ جو کوئی مرید کو اس کی منزلت سے زیادہ بڑھاوے اُس نے اس مرید کے حق مین بُرا کیا کیونکہ وہ بگڑ جاویگا اور اس کی ارادت طلب مین فرق آجائیگا کیونکہ بعض صحابہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ ہم لوگ آدمیون کو اُن کے مرتبہ منزلت پر رکھین پس یوسف علیہ السلام نے والدین وبھائیون مین سے ہر ایک کو اُس کے مرتبہ پر رکھا۔ اقول حدیث بالا حضرت ام المومنین عائشہ رض نے روایت کیا ہے ولیکن اس مین یہ ہے کہ ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ ظاہرا آنحضرت صلعم نے صریح حکم دیا ہو یا استنباط واستخراج ہو واللہ اعلم۔ قولہ خروا لہ سجدا۔ اب وہ خواب صحیح ہوا جس کی تعبیر یہ ہے اور ان لوگون نے جب یوسف علیہ السلام پر آثار انوار عزت الٰہی دیکھے جو ملائکہ نے آدم مین دیکھے تھے تو بے اختیار سجدے مین گر پڑے اور یہ فعل قصدی نہ تھا کیونکہ یوسف کعبہ الٰہی تھا جس مین بحکم قولہ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم۔ ظہور جلال وجمال قدس تھا اور یہ ویسا ہی مشاہدہ ہے جیسے ملکوت سماوی مین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشاہدہ کیا تھا ان لوگون نے آیات ارضی مین دیکھا اور اگر اہل مصر بھی ان مین یہ تجلی دیکھتے تو وے بھی سجدہ مین گرتے اقول شیخ نے اس مقام کی تاویل مین ایک دوسرا طور اختیار کیا جو پابندگان حواس سے علیحدہ ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قولہ خروا لہ سجدا۔ مین ان لوگون نے یوسف علیہ السلام

کے واسطے سجدہ کیا ولیکن سجدہ اختیاری نہ تھا بلکہ ظہور تجلی عظمت وجلال وحسن وجمال سے یہ لوگ دیکھتے ہی سجدہ مین جھک گئے تو تعبیر خواب مشاہدہ ہو گئی۔ اسی واسطے کہا کما قال تعالے یا ابت ہذا تاویل رویای من قبل۔ خاص یعقوب علیہ السلام پر اسکو ظاہر کیا اور کہا کہ قد جعلہا ربی حقا۔ اے ظہور واضح جس مین کچھ التباس نہین ہے اور نہ نفس کا معارضہ ہے پھر اللہ تعالے کے انعام بیان کرنے شروع کئے بقولہ قد احسن بی اذ اخرجنی من السجن۔ اور اس مین اشارات باطن ہین کہ بلا نفس کی قید سے اور خطرات شیطان کے پھندے سے نکالا۔ اور نیز قید خانہ امتحان وابتلا سے محض باحسان وفضل نکالکر رضامندی ومغفرت ومعرفت کے تخت پر بٹھلایا۔ اور شیخ نے کہا کہ بھائیون کے قید خانہ جُب کو ذکر نہ کیا تاکہ وہ خجل نہون اور قید خانہ تہمت کو ذکر کیا کیونکہ تہمت سے طہارت زیادہ اہتمام کے قابل ہے علاوہ اس کے جُب مین لطف الٰہی بایجاء جبرئیل ہوا اور سجن مین التفات بغیر اللہ سے گونہ عتاب کی صورت مین انعام ہوا اقول جو لوگ ازل سے اہل سعادت ہین انپر جو عتاب وگرفت بھی ہوتی ہے وہ بھی فضل وانعام ہو جاتا ہے کیونکہ نتیجہ قبولیت ہے اور جو لوگ اہل شقاوت ہین انپر جو بصورت فضل ورحمت ہے وہ بھی عتاب وعذاب ہو جاتا ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ ہم نے جو ان لوگون کو کثرت سے اموال واولاد دیے ہین ان کو فضل مت دیکھ بلکہ انما یرید اللہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا الآیہ پس نتیجہ طرد وشقاوت ہے نعوذ باللہ من عذابہ تعالے۔ پھر دوسرا فضل ذکر کیا بقولہ وجاء بکم من البدو۔ اور اشارات مین سے ہے کہ بادیہ فراق وجفا سے وصال و اتفاق مین لایا اور یہ عین الجمع بعد تفریق ہے اور محل تمکین بامن بعد تلوین وابتلا ہے۔ پھر کرم سے بھائیون پر سے جرم رفع کیا اور تقدیر الٰہی کے سپرد کیا ولیکن کمال ادب سے حق عز وجل کے مقدورات کو کسی علت سے پاک رکھا اور کہا من بعد ان نزغ الشیطان۔ یعنی اولیاء کی طبیعت سے اندار کی حرکات صادر نہین ہوتے بلکہ طبیعت کے اوپر کوئی چیز بغیر اختیار کے طاری ہو جاتی ہے پس اظہار کیا کہ ایک نوع غفلت سے نزغہ شیطان طاری ہوا جس نے چاہا کہ ہم بھی اس کے ساتھ مطرود ہون مگر رب تبارک وتعالے نے اپنے لطف سے ہمارے وشیطان کے جھگڑے مین ہم کو سرفراز کر کے درجے بڑھا دیے اور مودت زیادہ صاف فرما دی لہذا کہا کہ ان ربی لطیف لما یشاء الآیہ۔ جعفر رح نے کہا کہ منجملہ لطف الٰہی کے ہے کہ بندون کو اپنی مشیت پر رکھا چاہے انکو عذاب دے اور چاہے عفو کرے چاہے نزدیکی عطا کرے اور چاہے دور کرے پس تمام مشیت وقدرت اسی کے لیے ہوئی دوسرے کو کچھ اعتبار نہین ہے پھر خالص بندون کے لیے محبت ومعرفت سے ایک لطف فرمایا۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ جُب کی محنت سے خلاصی کا ذکر نہین کیا تو حکمت اس مین یہ ہے کہ قید خانہ کی محنت انھون نے اپنے اختیار سے لی تھی اور خود اختیار مین آفات ہین اور اس کے فتنہ سے نجات ایک نعمت غیر مترقبہ ہے تو اُس کا شکر ادا کیا بخلاف جُب کے کہ وہ اضطراری تھا اس مین کچھ نہوا بلکہ بصاحبت جبرئیل علیہ السلام بشارات سے سرفرازی ہوئی۔ اسی کے قریب واسطی رح سے نقل کیا۔ اور استاد رح سے نقل کیا کہ جاء بکم من البدو سے اظہار کیا کہ بھائیون سے بعد جفا کے مجھے اب دیدار کی خوشی ہے۔ جعفر صادق رح سے ذکر اخراج سجن وعدم ذکر اخراج الجب مین ویسی ہی توجیہ نقل فرمائی جیسے سابق تفسیر مین مذکور ہو چکی ہے۔ القصہ حضرت یعقوب علیہ السلام مع بیٹون کے مصر مین رہنے لگے۔ شیخ ابن کثیر رح نے تفسیر مین ذکر کیا کہ ابو عثمان النہدی نے سلیمان سے روایت کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب واس کی تعبیر مین چالیس سال کا وقفہ ہوا اور عبد اللہ بن شداد نے کہا کہ خواب کی تعبیر واقع ہونے مین انتہا کی مدت یہی ہے رواہ ابن جریر۔ اور نیز حسن رح سے روایت کی کہ یوسف علیہ السلام کی جدائی سے ملاقات تک اسی برس کا وقفہ ہوا تھا اس عرصہ مین حضرت یعقوب علیہ السلام سے کبھی حزن واندوہ دور نہ ہوا اور آنسو برابر گالون پر بہتے رہتے تھے۔

حالانکہ روے زمین پر کوئی بندہ اس وقت اللہ تعالے کے نزدیک حضرت یعقوب علیہ السلام سے زیادہ محبوب نہ تھا اور بروایت یونس عن الحسن رح تو اسی برس۔ شاید کہ تین سال کسرات کے شمار ہون۔ اور بروایت مبارک بن فضالہ عن الحسن۔ یوسفؑ کنوین مین ڈالے گئے تو سترہ[۱۲] برس کے تھے اور باپ سے اسی برس غائب رہے اور اس کے بعد تیئیس[۱۲] برس زندہ رہے اور ایک[۱۲] سو بیس سال کی عمر مین وفات پائی مین کہتا ہون کہ سراج وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ملاقات کے یعقوبؑ تیس[۱۲] برس جیے پھر اُن کی وفات کے بعد یوسفؑ تیئیس برس جیے واللہ اعلم۔ پھر ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ قتادہ نے کہا کہ دونون مین فصل پینتیس برس کا ہوا۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ اٹھارہ[۱۲] برس غائب رہے اور اہل کتاب گمان کرتے ہین کہ چالیس[۱۲] برس کے قریب جدا رہے اور یعقوبؑ بعد ملاقات کے مصر مین سترہ[۱۲] برس جیے۔ اور لکھا کہ ابو اسحاق سبیعی نے بواسطہ ابو عبیدہ کے عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت کی کہ بنو اسرائیل مصر مین ترسٹھ آدمی داخل ہوئے تھے اور جب موسے علیہ السلام کے ساتھ نکلے ہین تو چھ لاکھ ستر[۱۲] ہزار تھے۔ اور مسروق سے روایت ہے کہ تین سو نوے مرد وعورتین ملاکر داخل ہوئے تھے محمد بن کعب القرظی نے عبد اللہ بن شداد سے روایت کی کہ اولاد یعقوبؑ چھیاسی[۱۲] مرد وعورت وصغیر بچہ ملاکر تھے اور جب نکلے تو چھ لاکھ کچھ اوپر تھے مترجم کہتا ہے کہ ان روایات کے ذکر سے خود یہ مقصود ہے کہ جسقدر کلام الٰہی مین مذکور ہے وہ تو معلوم ومتعین ہے اور باقی مورخین وغیرہ ہر ایک کے پاس اسقدر مختلف اقوال ہین کہ صحیح بات معلوم ہونا دشوار ہے البتہ اتنی بات یقینی معلوم ہوئی کہ جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وحی سے ارشاد فرمایا ہے یعنی قرآن پاک تو یہ وقائع ضرور واقع ہوئے پس اہل کتاب کو اسمین شبہہ نہ تھا کہ یہ سب نزول وحی ہے اور باقی جزئیات کا علم اللہ تعالے علام الغیوب کو ہے کما سیاتی۔ اور واضح ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ مجھے میرے باپ دادا کے پہاڑ مین دفن کیا جاوے پس یوسف علیہ السلام بذات خود متکفل ہوئے اور شام مین لاکر حضرت خلیل علیہ السلام کے پاس دفن کیا اور پھر واپس چلے گئے پھر اللہ تعالے نے یوسف علیہ السلام کی آخری دعا ذکر فرمائی بقولہ۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ج فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف

اے میرے رب بیشک تو نے مجھے دیا ملک سے اور سکھلایا مجھے خوابون کی تعبیر سے پیدا کرنے والے آسمانون اور زمین کے

اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝

تو میرا متولی ہے دنیا مین اور آخرت مین مجھے وفات دے مسلمان حالت مین اور ملا دے مجھ نیک بندون کے ساتھ

جب اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام پر اپنی نعمت پوری فرمائی تو انھون نے ایک وقت ملاقات مین اپنے والدین وبھائیون کے سامنے اللہ تعالے کی نعمتون کا جو خاص اُنپر اور اُنکے ذریعہ سے ان سب پر فرمائی تھین بطور شکر واحسان الٰہی ظاہر کرنے کے بیان کین اور اُس دعا مین جناب باری تعالے سے دائمی ملک باقی آخرت کے لیے دعا مانگی اور دنیا کی نعمتون کا حوالہ دیا چنانچہ کہا۔ رَبِّ اے میرے پروردگار۔ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ بیشک تو نے مجھے دیا ملک سے۔ یعنے ملک مین سے بعض کیونکہ تمام زمین کی سلطنت نہ تھی بلکہ ملک مصر پر حاکم تھے اور بعض نے کہا کہ حرف من زائدہ ہے اور بعض نے کہا کہ جنس کا بیان ہے۔ شاید کہ قسم بادشاہت سے مراد ہو کیونکہ وزیر اعظم تھے اور درحقیقت بادشاہ مصر دوسرا تھا ولیکن اسطرح کہ جو یہ کہتے وہی ہوتا بوجہ اس کے کہ علم نبوت سے وہ خود محتاج تھا لہذا اللہ تعالے کے انعام کو بیان کیا کہ تو نے مجھے ملک سے یعنی زمین سے مصر دیا۔ یا ایک طرح کی بادشاہت دی یا زائدہ ہے تو یہ کہ تو نے مجھے ملک دیا یعنے مصر یا اُسکی

بادشاہت دی۔ وَعَلَّمْتَنِي اور تونے مجھے سکھلائی۔ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ احادیث کی تاویل سے یعنی خوابون کی تعبیر سے بعض حصہ یا جملہ احادیث مین سے صرف خواب کا حصہ پورا یا من زائدہ ہے کہ تونے سکھلائی مجھے خوابون کی تعبیر یا احادیث سے مراد کتب وکلام الٰہی یعنے صحف ابراہیم وغیرہ مین لبعض تاویل کیونکہ کلمات الٰہی ختم نہین تو پوری تاویل کسی کے امکان مین نہین ہے۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ایجاد کرنے والے آسمانون وزمین کے۔ وہی خالق ہے کوئی اور خالق نہین جو اُس نے پیدا کیا اسی کی مخلوق ہے۔ الحاصل تونے مجھ پر دنیا مین بڑے بڑے انعام کیے تو بڑا قدرت والا ہے یہ آسمان وزمین تونے ہی قدرت سے پیدا کیے۔ أَنْتَ وَلِيِّي تو ہی میرا ولی ہے یعنے لطیف وکریم ہے تو ہی لطف وکرم سے مجھ بندے کے کامون کا متولی ہے۔ فِي الدُّنْيَا دنیا مین جیسا کہ بیان ہوا اور جب تک زندگی ہو۔ وَالْآخِرَةِ اور آخرت مین بھی تو ہی متولی ہے تیرے سوائے کوئی مجھ بندے کا متولی نہین یعنے اور نہ ہو سکتا ہے۔ پس جیسے تو دنیا مین اس شان جمیل کا متولی ہے تو آخرت مین بھی تیرے کرم کی آرزو ہے وہان بھی تو ہی متولی ہے پس تَوَفَّنِي مُسْلِمًا مجھے وفات دے درحالیکہ مین مسلمان ہون۔ وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ اور ملادے مجھے اپنے صالحین بندون مین۔ حضرت یوسف علیہ السلام پیغمبر تھے اور معلوم کہ پیغمبر کی وفات اسلام پر ہوتی ہے مگر جناب کبریا ذوالجلال والاکرام کی عظمت وتکبر کے سامنے عاجزی ومحتاجی کے ساتھ اس آرزو کی تمنا کی کہ تونے مجھے دنیا مین اس لطف سے پالا ہے میرے سب اور ولی میرا دنیا ہو یا آخرت ہو تو ہی ہے تو اب آخرت کی آرزو باقی ہے کہ مجھے اسلام وایمان پر وفات دیدے وصالحین بندون مین مجھے بھی شامل کردے تو آسمان وزمین پیدا کرنے والا بڑی قدرت والا ہر چیز پر قادر ہے۔ صالحین سے مراد یا تو عام بندے صالحین ہین یا اپنے باپ دادا مراد لیے ہون واللہ اعلم۔ اور الحاق صالحین کی دعا مین کیا اچھا ادب ہے کہ مین بذات خود صلاحیت کے قابل نہین و لیکن مجھے تو اپنے فضل سے ان مین ملادے یہ شان نبوت ہے والحمد للہ رب العالمین لاالٰہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ الملک ولہ الحمد وہو حی لایموت وہو ذوالفضل العظیم وہو علی کل شیٔ قدیر سواسی کی ذات کو بقا اور اسی کی سلطنت پائدار ہے باقی سب کو فنا ہے عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے خطبہ مین اشارہ کیا کہ کوئی آدمی فنا کے لیے مخلوق نہین مگر فنا ہوگا بلکہ باقی رہنے کے لیے مخلوق ہے پس خوش حال ان بندون کا جو اللہ تعالےٰ کے لیے انتہاء ملک مین اس دار محنت وامتحان کے بعد ابدالآباد ہزارون نعمتون لازوال مین باقی چلے جاتے ہین کہین اسکی انتہا نہین ہے اور اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگتا ہون اُن لوگون کے حال سے جو اس دار محنت سے فنا ہوکر ابدالآباد ہزارون مصیبتون مین عذاب اُٹھائے چلے جاتے ہین کہ جنکے بہ نسبت یہ دنیا گویا انکے حق مین جنت تھی اے رب ہمارے ہم تیرے عذاب سے تجھ سے پناہ مانگتے ہین اور تو غفور رحیم ہے۔ بیضاوی رح مین ہے کہ روایت کی گئی کہ یعقوب علیہ السلام مصر مین چوبیس برس رہے پھر وفات پائی اور موافق انکی وصیت کے خود یوسف علیہ السلام انکو شام مین لاکر قریب حضرت خلیل اللہ علیہم السلام کے دفن کرکے واپس ہوئے اور تیئیس برس جیے پھر ان کی روح کو ملک بقا کا شوق ازحد ہوا پس موت اسلام کی تمنا کی پس اللہ تعالےٰ نے انکو پاک وطاہر اس دار محنت سے وفات دی اور اہل مصر نے ان کے مدفن مین جھگڑا کیا حتےٰ کہ قتال کی نوبت آئی پھر اس امر پر صلح قرار پائی کہ سنگ مرمر کے صندوق مین کرکے بلندی نیل مین دفن کرین اسطرح کہ پانی انکے اوپر سے روان ہوکر مصر تک آوے پس دونون فریق اس متبرک پانی مین یکسان رہین پھر چارسو برس بعد حضرت موسےٰ علیہ السلام نے انکو وہان سے نکالکر انکے آبا واجداد کے پاس لاکر دفن کیا اللّٰہم صل علےٰ نبینا ومولانا محمد وآلہ واخوتہ جمیع الانبیاء والمرسلین وسلم علیہم اجمعین۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک سو ساٹھ سال کی اور

حسن بصری رح سے روایت ہے کہ عمر ابراہیم علیہ السلام کی ایک سو پچانوے سال کی تھی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ راعیل یعنے زلیخا سے اُن کے تین اولاد ہوئی دو لڑکے افرائیم ومیشا۔ اور ایک لڑکی رحمۃ جو ایوب علیہ السلام کی جورو تھی اور افرائیم سے نون اور اس سے یوشع علیہ السلام پیغمبر معروف بعد موسے علیہ السلام کے پیدا ہوئے ہین۔ واضح ہو کہ حدیث صحیح مین دعا کا یہی طریقہ ہے جو تم یہان دیکھتے ہو کہ پیغمبر حق حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے اللہ تعالےٰ کی ثنا وصفت وانعامات کا ذکر کیا پھر درخواست کی اور صحیح حدیث قدسی کا مضمون ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جس کسی کو میری یاد مشغول کرے اس کی درخواست سے تو مین اس کو سب سائلون سے افضل دیتا ہون دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی درخواست سے ذکر دیا دآلہی شروع کیا اور حدیث قدسی سے یہی ثابت ہے کہ جو کوئی ذکر مین ایسا مشغول ہوجاوے کہ درخواست یاد نہ رہے تو بھی علام الغیوب وہ بلکہ اس سے بہتر عطا فرماتا ہے اور شاید یہ معنے ہون کہ یاد الٰہی مین ایسا مشغول ہے کہ دعا ودرخواست نہین کرتا ولیکن دعا مخ عبادت ہے فافہم۔ پھر یہان یہ سوال مشہور ہے کہ قولہ توفنی مسلما الخ آیا درخواست موت ہے یا نہین ہے۔ تو رازی رح نے کبیر مین وخطیب وغیرہ نے بہت تطویل کی اور مین عقلی خیالات مین اختصار ونقلیات کی تلخیص کے ساتھ ان فوائد کو ذکر کرتا ہون قال ابن کثیر رح فی قولہ توفنی مسلما الخ۔ محتمل ہے کہ یہ دعا وقت حضور موت کے ہو جیسا کہ سید المرسلین صلعم نے اللّٰہم فی الرفیق الاعلیٰ تین بار فرمایا کما فی الصحیحین اور محتمل ہے کہ مراد یہ ہو کہ توفنی مسلما اذا شئت۔ یعنے مجھے اسلام پر وفات دیجیو جب وفات دے۔ اور محتمل ہے کہ ابھی وفات مانگی ہو اور اسوقت تک جائز ہو۔ اور قتادہ نے کہا کہ ہری بھری تروتازہ دنیا حاصل کرکے اگلے صالحین کے پاس جانے کا اشتیاق کیا اور ابن عباس رضہ کہتے تھے کہ قبل حضرت یوسف علیہ السلام کے کسی نبی نے موت نہین مانگی۔ شیخ رح نے کہا کہ ظاہر سیاق تو محتمل ہے کہ فی الحال موت طلب کی اور محتمل ہے کہ پہلے پہل انھین نے اسلام پر موت ہونے کی درخواست کی جیسے نوح اول ہین جنھون نے کہا کہ رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنات۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ ہر نبی کو اسوقت وفات ہوتی ہے کہ وہ وفات کو حیات دنیا پر اختیار وپسند کرے اور تجھے معلوم ہے کہ شفقت انبیاء خلق اللہ پر مزید ہے ولیکن جذب شوق ملک آخرت ازید ولیکن تو جانتا ہے کہ حضرت موسے علیہ السلام نے طپانچہ مار دیا تھا فرشتہ کو جیسا کہ صحیح مین ہے اور اللہ تعالےٰ نے کہا وکان عند اللہ وجیہا۔ پھر خوشبوے جنت سے اختیار کیا موت کو پس مقبوض ہوئے اور صحیحین مین ام المومنین عائشہ صدیقہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ کوئی نبی قبض نہین کیا جاتا جب تک اُسکو جنت مین اُسکا ٹھکانا نہ دکھلایا جاوے پھر وہ زندہ رہنا پسند کرے یا اس کو اختیار کرے چنانچہ آنحضرت صلعم نے خطبہ مرض مین فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ایک بندہ کو مختار کیا کہ دنیا مین رہے یا جو اللہ تعالےٰ کے پاس نعمت ہے اس کو اختیار کرے پس اس نے اللہ تعالےٰ کی نعمت قرب اختیار کی الحدیث۔ پس حضرت یوسف علیہ السلام نے عیش وسلطنت وتخت وتاج کی رونق کے ساتھ جب صالحین کی سلطنت آخرت کو دیکھا تو علانیہ اس کو اختیار کیا پس کوئی نبی نہین ہے جسکو یہ اختیار نہ دیا جاوے غیر ازینکہ اور کسی کا اختیار کرنا علانیہ نہ تھا پس نہ یہان تمنا موت کی اور نہ کوئی سوال وارد ہوتا ہے اور ابن عباس رضہ کی روایت قتادہ کے یہ معنے ہین کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہی اول ہین جنھون نے اعلان کے ساتھ اختیار کیا اور شاید دعا وتضرع مین یہ حکمت ہو کہ انبیاء سابقین کو غناے دنیا وسلطنت نہ دی گئی تھی پس حضرت یوسف علیہ السلام نے باوجود اس کے آپ کے ساتھ الحاق چاہا اور حدیث صحیح مین ہے کہ فقراے مہاجرین اغنیاء سے پانچسو برس پہلے جنت مین داخل ہون گے ولیکن یہ قیاس انبیاء پر نہین ہو سکتا کیونکہ حساب نصف یوم آخر سو ہزار برس کے دن مین اغنیاء پر ہے اور فقراء بلا حساب اول نصف مین داخل جنت ہو جاوین گے واللہ تعالےٰ اعلم۔

بالجملہ میرے نزدیک تو سوال وارد ہی نہیں ہے کہ موت کی تمنا کیون واقع ہوئی کیونکہ یہ اختیار آخرت ہے نہ تمنائے موت فافہم۔ اوران لوگون نے لکھا کہ بہت سے مفسرین کا یہ زعم ہے کہ انبیاء مین انھین نے موت مانگی بدلیل قول قتادہ عن ابن عباسؓ اور رازی رحمہ نے کہا کہ مرد عاقل کی رغبت موت پر بوجوہ کثیرہ ہوسکتی ہے ایک یہ کہ مذمت دنیا کا حاصل تین وجہ پر ہے اول بشقت ایسی چیز حاصل کرنا جو تمام دنیا مع اس کے جواہرات وخزائن کے کامل نہین اس پر بھی جلد زائل ہونے والی اوراس کو خود ہر دم زوال کا خوف پس حصول کی مشقت زائد وخوشی کم اور زوال کا غم سب سے بڑھ کر۔ دوسرے یہ کہ جو حاصل ہوئی وہ ہر دم فکر وتردد سے ملی ہوئی ہے پس محنت وغم کے ساتھ خالص خوشی کا وجود محال ہے۔ تیسرے یہ کہ خلق مین سے اراذل وبے علم واحمق کو افاضل عالم عاقل سے بہت کچھ زائد حاصل ہوتا ہے خود دیکھو کہ حضرت یوسف علیہ السلام صورت وسیرت وعلم مین سب سے بڑھ کر اور ان پر ریان بن الولید بادشاہ تھا پس عاقل ان کدورات سے چھوڑکر خالص لذات حاصل کرنے پر توجہ کریگا اور وہ آخرت کی نعمتین ہین جو اسلام پر موت سے حاصل ہوتی ہین لہذا اسلام پر موت چاہی اور صالحین سے لحوق پر اطمینان کرلیا۔ وجہ دوم یہ کہ دنیوی لذات کھانا پینا ونکاح وریاست مین منحصر ہے اول مین تمام جانور حتی کہ گوہ کا کیڑا مشارک وتھوک وریٹ ودرد اور پھوڑے وغیرہ آثار وہر لذیذ غذا زبان سے اُتری دفنا اور انجام اسکا وہ جو پیخانہ مین نکلا اور جسم تیار ہوا وہ مردار دھوپ مین سڑنے کی قیمت رکھتا ہے اور نکاح وایسی لذات ونجاسات جنمین خسیس جانور قوی ترین قابل بیان نہین۔ وریاسات موجب عیب ومشقت ومحض بچون کا کھلونا تو عاقل کے نزدیک مستقر رائے انکی تحصیل سے تنفر ہے پس عیش آخرت کی طلب مستقیم تو اسلام پر موت کی تمنا اسکی آرزو ہوگی اور روایت ہے کہ میمون بن مہران ایک رات حضرت عمر بن العزیز کے پاس سوئے اس بادشاہ نے رات کو عبادت وگریہ وزاری کیے بعد موت کی دعا مانگی اتنے مین میمون نے کہا کہ یہ بدعت ہے اور آپ کی زندگی مین مسلمانون کی آرام وراحت تو کہا کہ اے میمون جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ہر طرح دولت وعیش وثروت کا استقرار ہوا تو دعا مانگی بھلا مین اُس پیغمبر برحق کی اتباع نہ کرون۔ سوال ہوا کہ انبیاء کا اسلام پر مرنا متعین ہے تو بیفائدہ دعا ہوگی۔ رازی رحمہ وخطیب وکرخی نے کہا کہ نفس مطمئن وسینہ کشادہ وقلب سلیم اس حالت کمال پر وفات چاہی اور یہ بات کفر کے مقابل اسلام سے زائد ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ تکلف ہے بلکہ ایمان یقین ہے اور وہی اسلام ہے لیکن اسلام ادائے احکام بھی ہے اور ایمان محض یقین ہے ولہذا دعا مین ہے اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام یعنے حالت حیات مین وہ فرائض وواجبات وسنن ونوافل اداکرتا ہے اور محرمات ومکروہات وچوری ورشوت وشراب خواری وغیرہ سے بچتا رہے۔ ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان۔ کیونکہ عین وقت وفات پر کوئی عمل نہین ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو راجح ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے شاید یہی دعا مانگی کہ مین اسلام وطاعات وتقوے پر عدل کے ساتھ قائم ہون اس حالت پر مجھے وفات دیجیو جیسے تونے اسوقت تک انعام فرمائے ہین اور سیاق دلالت کرتا ہے کہ باپ سے تاویل خواب وذکر احسانات آلٰہی کے سلسلہ مین یہ دعا بھی داخل ہے واللہ تعالےٰ اعلم اور آیت مین دلالت ہے کہ اسلام وایمان مین اصل مین فرق نہین ہے بلکہ عین تصدیق پر اسلام کے اعمال زائد ہین اور وہ داخل ماہیت نہین لیس یہ لوگون مین ناحق اختلاف ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا اور اسلام وایمان مین اتحاد نہین یا واحد ہین اور تحقیق وہی ہے جو اوپر اشارہ کیا گیا واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم۔ پھر جو جواب کہ رازی رحمہ وغیرہ نے دیا کہ اسلام کامل پر وفات کی دعا ہے یہ بھی مخدوش ہے کیونکہ منیہ کی وفات جس بدلیل سے اسلام مقابل کفر پر ضرور ہے اسی سے ایمان کامل پر معلوم ہے اور جولوگ حدیث سے اعتبار کرے اور رعایت ادب کبریائی الٰہی کا مقتضا

اسلام کے مترجم نے ذکر کیے وہ اولے ہین واللہ اعلم۔ حاصل آنکہ موت کی تمنا کرنا منع ہے اور تفصیل آتی ہے انشاء اللہ تعالےٰ تو سوال ہوتا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس آیت مین تمنا فرمائی ہے ولیکن یہان چار احتمال ہین جن سے فی الحال تمنا نہین معلوم ہوتی سوائے ایک احتمال کے پس اگر تسلیم کرلیا جاوے کہ مراد تمنائے موت فی الحال ہے تو مین کہتا ہون کہ یہ کسی جزع وفزع وعدم رضا بتقدیر سے نہین بلکہ اشتیاق لقائے صالحین ہے اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ شاید یہ انکی شرع مین روا ہو لیکن ہماری شرع مین نہین جائز ہے چنانچہ تا ثابت امام احمد مین ہے حدثنا اسمعیل بن ابراہیم حدثنا عبدالعزیز بن صہیب عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یتمنین احدکم الموت لضر نزل بہ فان کان ولا بد متمنیا فلیقل اللھم احینی ما کانت الحیوۃ خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی۔ اور یہی حدیث صحیحین بخاری ومسلم مین بھی موجود ہے مگر کسی قدر زیادتی کے ساتھ جسکو مین ترجمہ مین قوس کرکے اشارہ کرونگا ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز نہ چاہیے کہ تمنا کرے کوئی تم مین موت کی بوجہ کسی ضرر کے جو اُس کو لاحق ہوا ہو (کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو زندہ رہنے سے اسکی نیکیان بڑھینگی اور اگر بُرے کام کرتا ہے تو شاید توبہ سے توفیق نیکی کی ملجاوے ولیکن یون کہے) اور اگر خواہ مخواہ وہ تمنا ہی کریگا تو یون کہے کہ اے پروردگار میرے مجھے زندہ رکھ جبتک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے موت دیدے جب مرنا میرے حق مین بہتر ہو مترجم کہتا ہے کہ ظاہر حدیث سے موت کی تمنائے صرف ایسی صورت مین ممانعت ہے جب کوئی شخص کسی امر کروہ کے لاحق ہوجانے سے موت مانگنے لگے تاکہ اس سختی سے چھوٹ جاوے اور یہ صرف قلت معرفت کا سبب ہے کیونکہ ایمان والا ضرور خوفناک ہوگا کہ دنیا مین اُسنے رات دن بہت خطائین وافراط وتفریط کی ہے ایسا نہو کہ اس کے موٴاخذہ مین وہان کا عذاب اٹھانا پڑے جو نہایت سخت ہے تو یہ مثل ہوجاوے کہ ایک بیوقوف گرمی کی دھوپ مین کھڑے ہوتے گھبراکر بھاگا اور دالان کے تنور مین گھس گیا جس مین آگ بھری ہوئی تھی اللھم انی اعوذبک من عذاب جہالاتی وافراطی وتفریطی فان کل ذلک عندی وانت غافر الذنوب وارحم الراحمین۔ بالجملہ اس حکم کے موافق تو حضرت پیغمبر خدا یوسف علیہ السلام کی دعا پر سوال نہین ہوسکتا کیونکہ انھون نے بدون نزول ضرر کے عیش وآرام وسلطنت کی حالت مین محض شوق آخرت مین دعا مانگی تھی ولیکن امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے آپ نے ہم لوگون کو وعظ ونصیحت ایسی فرمائی کہ ہم لوگ نہایت رقیق ہوگئے پس سعد بن ابی وقاص رونے لگے اور بہت زیادہ روکر کہا کہ کاش مین مرگیا ہوتا پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے سعد بھلا تو میرے پاس موت کی تمنا کرتا ہے اس بات کو تین مرتبہ فرمایا پھر فرمایا کہ اے سعد اگر تو جنت کے لیے پیدا کیا گیا ہے توجسقدر تیری عمر دراز ہو اور تیرے کام اچھے ہون تو وہ تیرے لیے بہتر ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت سعد رضہ نے بخوف اپنی تقصیرات کے جو ہر دم وہر روز وشب عبادت مین قصور ہوتا ہے گھبراکر موت کی آرزو کی پس اُس شفیق امت شافع شفیع رحیم وکریم خیر الخلق رسول برحق صلعم نے نہایت لطف ولطافت سے ارشاد کیا کہ میرے پاس بیٹھکر موت مانگتا ہے یعنی میرے پاس بیٹھنا میرا دیدار میری خدمت میری زبان سے ایک کلمہ ایک دعا تیرے حق مین تیری تمام عمر وصد ہزار عمر سے تیرے لیے بہتر ہے پھر ایک لطیف معرفت پر تنبیہ کی کہ مخلوقات جنت ودوزخ کے لیے پہلے سے مقدر ہین پس اہل جنت کچھ کرین وہ آخری حالت پر جنتی ہین اور اللہ تعالےٰ انکو کفر وشرک ونفاق سے پاک کرکے موت دیتا ہے اور جو شخص دوزخی ہے اسکی آخری حالت خراب دوزخی ہوتی ہے اور اسمین اشارت ہے کہ اعمال سے کوئی دوزخی یا جنتی نہوگا بلکہ جو جنتی ہے اُسکے لیے یہ اعمال علو مراتب وبے انتہا افضال حاصل ہونے کے لیے رحمت ہین اور اہل جنت مین مراتب بیشمار ہونگے جیسے ہر ایک آدمی کی صورت دوسرے سے متفاوت ہے ایک عجیب قدرت آلٰہیہ سے کہ وہی ہاتھ پیر آنکھ کان ناک سر بال

ڈاڑھی دانت رنگ روپ اور تعداد مین صدہا کرور مگر ہر ایک دوسرے سے ممیز ہے اور اگر یہ بات آنکھون دیکھی نہوتی تو لاکھون اس زمانہ کے
نیچر اس سے انکار کرتے۔ الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دل حدیث مین الضر سے امر شاق و مکروہ عام ہے خواہ دنیا کے امور مین ہو یا آخرت
کے خیال سے ہو۔ اور امام احمد نے ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز نہ چاہیے کہ تم مین سے کوئی موت کی تمنا کرے
اور نہ دعا کرے موت آنے کی قبل ازینکہ موت خود آوے مگر اس صورت مین کہ اس نے اپنے اعمال پر وثوق کر لیا ہو (یعنی یہ تو ممکن نہین کہ اعمال پر
وثوق ہو تو ہرگز موت کی تمنا و دعا نہ کرے) کیونکہ جب تم مین سے کوئی مرا تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہین (یعنے بعد موت کے کوئی عمل نہین
کر سکتا ایسا کہ جسپر یہان کے مثل ثواب ملے) اور مومن کو اس کے عمل سے کچھ اور نہین ملتا سواے بہتری کے۔ قال الشیخ تفرد بہ احمد۔ اسمین
بالکل موت کی تمنا و دعا کرنے سے ممانعت ہے مگر ایک طرح اجازت ہے کہ ایسے اعمال کر لیے ہون کہ اُن پر وثوق و اعتماد ہو۔ تو مین
کہتا ہون کہ یہان دو صورتین ہین اول وہ شخص ایسا ہو جسکے حق مین اللہ تعالے کی طرف سے کوئی تصریح ہو کہ یہ جنتی ہے اور اسکے
اعمال درجہ معقد ورتاک ہین اور دوم وہ شخص ایسا نہ ہو پس قسم دوم والا کس طرح جانے کہ میرے اعمال وثوق کے قابل ہین بلکہ
اسپر واجب ہے کہ ہمیشہ اپنے اعمال کی نقص و خرابی اور تضییع اوقات و کثرت معاصی و آفات کا خیال رکھے تا کہ اگر درحقیقت
جو احتمال ہے کہ شاید نفس کے خطرات جنکا اُسکو خود امتیاز نہ ہوا تھا اور اخلاص مین فرق آیا تھا واقعی ایسے ہی اعمال ہین تو اللہ تعالے
اپنے کرم سے اُس کو اس وجہ سے معذور فرماوے کہ یہ بیچارہ خود عاجزی سے اقرار کرتا و خائف رہتا تھا پس بخشدے ورنہ جسکو غرور
و اعتماد ہوا اور یہان نفس کا دھوکا ہے تو وہ گیا پس معلوم ہوا کہ عام ایمان والے اگرچہ ولی ہون کبھی اپنے اعمال پر اعتماد نہین کر سکتے ہین تو
کبھی موت کی تمنا نہین کر سکتے بلکہ خائف اسوجہ سے ہون کہ عذاب ہو لیکن جسوقت کہ موت آجاوے اُسوقت اپنے رب غفور رحیم کے فضل عظیم پر بھروسا
کر کے اپنے آپ کو اسکے سپرد کرین اور نہایت نیک گمان رکھین جیسا کہ صریح حدیث صحیح مین حکم ہے اور حدیث قدسی مین ہے کہ جیسا میرے بندے کا
میرے ساتھ گمان ہے ویسا ہی مین اسکے ساتھ ہون۔ پس اتنا چاہیے کہ اسی کا بندہ رہے بحکم قولہ تعالے ان عبادی لیس لک علیہم سلطان پس
شرک و کفر و نفاق سے پناہ مانگے۔ اب رہی قسم اول تو وہ جملہ انبیاء اور بعض صحابہ حضرت رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور سابقین
امم مین جو کوئی ہون پس اس حدیث سے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا پر سوال وارد نہین ہوتا کیونکہ انکو وحی الٰہی و نبوت سے
وثوق ہوا تھا فافہم پھر شیخ ابن کثیر رح نے اس مسئلہ مین تحقیق و تفصیل اسطرح لکھی کہ ممانعت کا جو حکم احادیث بالا سے ثبوت ہوا اس صورت
مین ہے کہ جب ضرر مذکور اسی شخص کے ساتھ مخصوص ہو یعنی مثلاً بیماری یا تنگی رزق وغیرہ کی کوئی مصیبت فقط اُس شخص پر ہو تو موت کی تمنا منع ہے
اور جبکہ دین مین کوئی فتنہ پھیلا یعنی جیسے مترجم کے زمانہ مین بے انتہا فتنہ اکثر ملکون مین جہان جہان مسلمان بستے ہین پھیلا ہوا ہے تو لکھا کہ ایسی
صورت مین موت مانگنا جائز ہے چنانچہ جب موسٰے والے فرعون نے ساحرون کو قتل و سولی سے سخت دھمکایا کہ دین سے پھر جاوین تو انھون نے دعا
مانگی قالوا ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمین۔ اور جیسے حضرت مریم علیہا السلام نے وضع حمل کے وقت اس خوف سے کہ لوگ امر حق مین بہتان
باندھینگے اور ایمان کا ضرر ہے تو کہا۔ یالیتنی مت قبل ہذا الآیہ چنانچہ یہی ہوا کہ یہود کہنے لگے۔ یا مریم لقد جئت شیئا فریا یا اخت ہارون ما کان ابوک امرأ
سوء و ما کانت امک بغیا الآیہ۔ پس اللہ تعالے نے اپنے بندہ صالح عیسے علیہ السلام کو مہد مین گویا کیا کہ مین اللہ تعالے کا بندہ و رسول ہون۔ اقول
اسمین ایک معرفت ہے کہ بندگان صالحین ازل ہی سے صالح ہوتے ہین انمین سے پیغمبر لوگ سب سے افضل ہین چنانچہ مہد مین اپنی رسالت کو بیان کیا اور
یہ بھی کہا کہ مجھے میرے رب نے کتاب انجیل دی ہے اور یہ سب مقدرات ازل ہین اور عجب کہ اسوقت کے نصرانی کچھ نہین سمجھتے اور تقدیر سے منکر ہین

نعوذ باللہ من الکفر والشرک والنفاق۔ اور شیخ نے لکھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث جسکو امام احمد و ترمذی نے خواب کا حال روایت
کیا ہے اس مین دعا بھی ہے اس دعا مین یہ ہے اذا اردت بقوم فتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد اس حدیث سے وہ ہے
جس مین آنحضرت صلعم نے رب تبارک و تعالے کو خواب مین دیکھا اور طویل حدیث ہے آخر مین دعا سکھلائی ہے جسکا جزو یہ ہے واذا اردت الخ
اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ حسن ہے اور بعض نسخون مین حسن صحیح لکھا ہے اور ظاہر اصحیح نسخہ حسن ہے کیونکہ ابن الجوزی
نے علل مین اس حدیث کے سب طرق لکھے اور سب مین کلام کیا اور دارقطنی وغیرہ کے اقوال لکھے کہ سب طرق ضعیف ہین اور بعد اسکے خود اُسکو
اپنی اسناد کے ساتھ مسند امام احمد سے باسناد روایت کیا اور لکھا کہ یہ اسناد حسن ہے پس ابن الجوزی رح جو بڑے متشدد ہین اس حدیث
کو حسن کہتے ہین تو محتمل ہے کہ اسناد صحیح کے درجہ پر ہے بالجملہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسمین نہایت نفیس اسرار و معارف ہین اور ابن الجوزی رح کی روایت مین
یون ہے کہ واذا اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون یعنی جب اے پروردگار تو اپنے بندون کے ساتھ فتنہ چاہے یعنی تیری مشیت و
حکمت مین ہو کہ یہ لوگ راہ مستقیم چھوڑ کر فتنہ مین پڑین تو مجھے تو وفات دیکر اپنے پاس اُٹھا لیجیو اس حال سے کہ مین فتنہ مین پڑا نہون۔ پس معلوم ہوا کہ
فتنہ مین مبتلا ہونے سے پہلے مرجانے کی دعا کرنا جائز ہے اور دیکھو کہ بعد وفات آنحضرت صلعم کے جو وقت آیا اُسوقت مقدر تھا کہ فلان و فلان قبائل عرب
کے مرتد ہو کر لڑین پھر مغلوب کیے جاوین پس اپنے رحیم پیغمبر کو اُسوقت سے پہلے اٹھا لیا و فیہا فوائد جمۃ ومن یستطیع ان یاتی بہا الا بتوفیق من اللہ عز و جل۔
اور شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے باسناد خود حضرت محمود بن لبید سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دو باتین ہین جنکو آدمی ناگوار
رکھتا ہے ایک تو موت حالانکہ ایمان والے کے لیے فتنہ مین پڑنے سے موت بہتر ہے اور دوسرے مال کی کمی حالانکہ مال کم ہونے سے حساب مین کمی ہوتی ہے
مترجم کہتا ہے کہ اس سے بھی ظاہر ہے کہ ہر ایسی حالت و زمانہ کی گردش جس مین آدمی کو اپنی ضروری مایحتاج مین فتنہ مین پڑنے کا خوف ہو
وہان موت ایمان پر مانگنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحسن ہے جبکہ کراہت نہ کرے اور شیخ نے لکھا کہ حضرت سیدنا امیر المومنین علی بن ابیطالب نے
اپنی خلافت کے آخر زمانہ مین جب دیکھا کہ کامون کا بناؤ نہین ہوتا اور کام روز بروز بدتر ہوتا جاتا ہے تو فرمایا کہ اللہم خذنی الیک فقد
سئمتہم و سئمونی۔ اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس لے لے کہ مین نے ان لوگون کو اُکتا دیا اور اُنھون نے مجھے اُکتا دیا ہے اقول یعنے جو کچھ
تیری مشیت ان لوگون کے ساتھ ہے اسی پر یہ چلنے کو چاہتے ہین تو مجھے ناگوار بوجھ سمجھتے ہین اور مین بھی ان لوگون سے ملال آگین ہوتا اور اکتاتا
ہون کیونکہ اہل معرفت ہمیشہ عوام و اُنکے بُرے خیالات سے اکتاتے ہین حالانکہ آنحضرت تو سید العارفین و امیر المومنین تھے اور خبردار کہ تو رافض
کو مت دیکھ کہ یہ بالکل نصرانیون کے مشابہ ہین جو دعوے کرتے ہین کہ ہم عیسائی ہین حالانکہ بالکل اُلٹے جیسے توے کی سیاہی کہے کہ مین آفتابی
ہون ایسے ہی تعجب کہ رافضی کہے کہ مین شیعۂ علی ہون بلکہ شیعۂ علی عارفین مومنین متبعین سنت سید المرسلین صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ
اجمعین ہین شیخ نے کہا کہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری جامع صحیح کے ساتھ جب ایسا فتنہ واقع ہوا اور حاکم خراسان سے ان کے معاملات فتنہ
انگیز واقع ہوئے جو کتب طبقات محدثین مین ثقہ روایات سے منضبط ہین تو بخوف فتنہ دین کے دعا مانگی کہ اللہم توفنی الیک۔ اے میرے
پروردگار مجھے وفات دیکر اپنے پاس بُلا لے اقول پس خرتنگ قصبہ مین فوت ہوئے اور بعض عارفین نے خواب مین دیکھا کہ حضرت
سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم مغرب و عشاء کے درمیان سر راہ مع ایک جماعت صحابہ رض کے گویا منتظر ہین تو عرض کیا کہ میرے مان باپ فدا
ہون کہ آپ یہان کسطرح ہین فرمایا کہ محمد بن اسمٰعیل کا منتظر ہون۔ رحمہ اللہ تعالے رحمۃ واسعۃ۔ اور واضح ہو کہ ہمارے اصحاب حنفیہ مین سے بعض وہ
لوگ جو خالی مسائل اعمال جوارح جاننے اپنی اصطلاح فقہ سے فقیہ ہو کر کسی تعصب کی مداخلت کی انھون نے اس موقع پر بخاری رحمہ اللہ کی نسبت

جاہلانہ مسائل کا بہتان باندھا تاکہ لوگ اُسے بدگمان ہو کر حقارت کی نظر سے دیکھیں تو بقول علامہ سبکی رحمہ اللہ کے تو سب اماماں دین وعلماء مسلمین کے ساتھ عقیدت و نیک خیالات رکھ اور ایسی بدگمانیوں سے اپنی عاقبت خراب نہ کر۔ اور یہاں سے معلوم ہوا کہ بخاری رحمہ اللہ پر یہ الزام لگانا کہ موت مانگی تو یہ فقیہ نہ تھے یہ بھی چشم بصیرت اندھی ہونے کی علامت ہے اور بھلا عارف وجاہل مثل آنکھوں والے اور اندھے کے کہیں برابر ہوتے ہیں پس صواب یہ کہ ان کا اجتہاد ٹھیک تھا اور دقیق اجتہاد سے بدلائل احادیث صحیحہ انھوں نے فتنۂ دین کے وقت یہ دعا مانگی۔ اور شیخ نے لکھا کہ زمانہ خروج دجال میں ایسے ایسے ہولناک وسخت ودشوار امور ہونگے کہ دین کی سلامتی جیسے انگارے دانتوں سے چبانا سخت دشوار ہوگی تو آدمی قبر کے پاس گذریگا اور کہیگا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ یالیتنی مکانک کاش میں تیری جگہ ہوتا یعنے اس قبر کا مدفون میں ہوتا تو بہت اچھا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ اب تو وہی زمانہ پھیلا ہوا نظر آتا ہے الٰہی تو قادر قوی وارحم الراحمین اور تجھی سے سب بھلائی کی اس بندہ کو آرزو ہے پھر شیخ نے ختم کیا یہ لکھکر کہ ابن جریر رح نے کہا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اولاد یعقوب جنھوں نے یوسف کے ساتھ (اور والد بزرگ کے ساتھ) کیا جو کیا تھا انکے واسطے انکے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے استغفار کیا تو اللہ تعالے نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور عفو کرکے ان کی خطیات کو بخشدیا قال المترجم بیشک میرا رب غفور رحیم ہے اور میں نے اوپر اشارہ کیا ہے کہ گیارہ ستاروں سے ان کی تعبیر ایسی چیز ہے کہ نبیا میں اور وے سب ایک حال پر ہوگئے ہیں تو بعد اُس کے کسی شخص کو مجال نہیں ہے کہ اُن پر فاسق وفاجر وکذاب وغیرہ بدزبانی کے الفاظ روان کرے۔ ف فی العرائس قولہ رب قد آتیتنی من الملک الآیہ۔ سب عزیز واقارب سے اور تمام دنیا وفیہا سے منھ موڑکر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے رب تبارک وتعالے کی طرف رجوع لائے اور کہا کہ رب قد آتیتنی من الملک۔ وزارت مصر نہیں کہا بلکہ باشارت سلطنت نبوت وغلبہ وتسلط بقلوب مومنین وصفات ملکوتیہ سب کو شامل رکھا اگرچہ حقائق کلام ایسے معانی نورانی کو محتوی ہے کہ بطون تک رسائی دشوار ورنہ بیان دشوار ورنہ کون ہے جسکے لیے بیان ہو اور عارف خود عارف ہے اور تاویل الاحادیث مشاہدۂ آیات ومعرفت سب کو شامل ہے پھر ہر چیز کو ہیچ کرکے علیم قدرت وعجائب صنعت آلٰہیہ کی طرف رجوع لائے بقولہ فاطر السموات والارض۔ پھر اپنی مخلوق ہونے سے جناب باری تعالے کے افضال ورحمت پر کامل بھروسا کیا بقولہ انت ولیی فی الدنیا والآخرۃ۔ پس دنیاوی انعام ومعارف اُخروی سلطنت ودیدار عیان کے آرزو پوری کی اور کہا کہ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین۔ اقول پس وفات تمام مخلوقات سے گم ہو جانا اور گم ہوکر مسلم نکلنا اور وہ اسطرح کہ وجہت وجہی للذی فطر السموات الآیہ۔ پس خالی گم تو احمق ہوکر جہنم میں جاتا ہے اسی واسطے کافر کو مردہ سے تشبیہ دی گئی کیونکہ عالم کے آیات آفاق والنفس سے بھی گم ہے تو معرفت حق تعالے سے جاہل اور وہی کافر ہے کیونکہ تمام عالم مشاہد وآیات وجود حضرت خلاق علیم ہے پس محض متوفی وگم شدہ ایک مردہ دیوانہ ہے اور مسلم متوفی عارف ہے لہذا وہ سب سے زیادہ عاقل ہوتا ہے اور نظر اسکی نور ظہور قدرت ہے اسی واسطے فراست مومن کو ناظر بنور حق فرمایا ہے اور شیخ رح نے کہا کہ وفات سے غیبوبت تمام حادثات ومخلوقات سے انوار الوہیت وجلال ابدیت میں چاہی کہ مجھ سے مجھ کو حق میں فنا کردے کہ میں تجھ میں نہ رہوں اور تو میرے لیے رہ جاوے پس بقا مجھی کو دے اور انھیں صالحین میں داخل کردے جو ایسے ہیں مترجم کہتا ہے کہ عارف بحر العلوم نے شرح مثنوی میں شیخ ابن العربی ودیگر ائمہ سے نقل کیا کہ مخلوق کوئی ہو فانی ہو کر باقی ہونے سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ کوئی ممکن مرتبہ واجب کو پہونچے بلکہ مخلوق اپنے حال پر مخلوق ہے مگر بقا اسکو بذات باقی عزوجل ہے اقول یعنی مثال اسکی قطرہ ودریا کی جہالت پر مبنی ہے جس سے عوام دھوکا کھاتے ہیں اور نوبت انکے کفر تک بلکہ بدتر پہونچ جاتی ہے اور یہ بڑا سخت فتنہ پھیل گیا ہے اور حق عزوجل پاک ہے کہ

کوئی مخلوق اُس سے ملجاوے جیسے قطرہ دریا میں بلکہ اصل اُس کی حدیث صحیح نوافل ہے جو بارہا گذر چکی اور عوام کو نہیں چاہیے کہ اس میں قیاس لگاویں بلکہ اتنا جان سکتے ہیں کہ یاد حق میں خصوص تجلی ظہور میں خود فراموش ہوتے ہیں پس جو کچھ حرکات ان کی ہوتی ہیں سب قدرت آلٰہیہ ہیں سننا وبیٹھنا وپکڑنا وچلنا ودیکھنا جیسے بعض نے کہا کہ ؎ تو خود حجاب خودی حافظ ازمیان برخیز۔ اور دوسرے نے فرمایا ؎ احمدا تاکم نہ گردی راہ نیست۔ یہ معنے فنا کے ہیں جہاں تک ہمارے خیالات کفر میں نہ جا پڑیں اور ان خیالات سے کیا فائدہ ہے اپنے آپ کو آراستہ کرو تو جس منزلت پر رب کریم پہونچاوے خود احسان ہے ورنہ ان خیالات سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور خطرہ وخوف اسقدر زیادہ کہ کفر تک نوبت پہونچتی ہے تو عوام کو اس سے قطعی پرہیز واجب ہے واللہ تعالے اعلم سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ یہاں تین باتیں ہیں سوال ضرورت اظہار فقر۔ اکتساب فرض۔ اور کہا کہ میں نے لطیف ورحیم کو مسلم ہو کر بلا تدبیر ورجوع باسباب سپرد کیا۔ دینوری نے کہا کہ صالحین وہ لوگ جو صلاحیت ولیاقت دیے گیے واسطے حضوری کے اور اس سے خلقی وطبعی رعونت وبشریت ساقط کی گئی ہے۔ ابو سعید القرشی رح نے کہا کہ قولہ توفنی مسلما۔ ایسے شخص کا کلام ہوگا جو مشتاق ہو کر سوائے حق عزوجل کے کسی سے مانوس نہو۔ اُستاد رح نے کہا کہ پہلے تعریف الٰہی کو دعاء پر مقدم کیا اور اہل ایمان کا یہی شیوہ ہے اور قولہ انت ولیی فی الدنیا والآخرۃ میں بیان ہے کہ سر باطنی جملہ مخلوق سے منقطع ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس آیت کا تعلق ماسبق سے ایک لطافت کے ساتھ ہے یعنی اول آیت میں اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام سے چند امور کا شکرانہ یاد دلایا از انجملہ قید محنت سے رہائی اور سلطنت پر رسائی اور بھائیوں ووالدین کی یکجائی پس قید خانہ سے تو انقطاع تعلق بسبب کراہت کے ظاہر ہوا اور باقی چیزوں سے بسبب پسندیدگی کے قلب کا تعلق ظاہر ہوا حالانکہ کمال ایمان زہد ہے کہ دنیا ومافیہا کی کسی چیز سے تعلق خاطر نہو پس اس آیت سے حضرت یوسف علیہ السلام کا باطنی حال ظاہر فرمایا کہ ان چیزوں کو وہ پیغمبر صدیق بطور انعام الٰہی کے دیکھتا اور شکر کرتا تھا مگر تعلق اُسکو کسی چیز سے نہ تھا سوائے حق تعالے عزوجل کے حتے کہ اُس نے ان سب کو چھوڑ دینے کے لیے دعا فرمائی اور جنت وجوار رب العالمین میں جانے کی صریح تمنا کی پس جو لوگ کمال ایمان سے متصف ہوتے ہیں وہ ہر فرد البشر کے حقوق نہایت رحمت وشفقت سے ادا کرتے ہیں گویا ان کو ان چیزوں سے کمال تعلق ہے مگر باطن ان کا مرتبط کسی چیز سے نہیں ہوتا اور خالص اللہ تعالے کے لیے ہوتا ہے اور قلب کے کمال میں نفس واعضاء انسانی ایسے دشمن ہو جاتے ہیں کہ تن بدن انسان کو قید خانہ تہمت اغیار وشہوات ہو جاتا ہے اور قریب ہے کہ وہ مار ڈالیں بسبب شدت تکلیف صبر کے اور اصل مادہ سے جدا ہو جاتے ہیں واللہ اعلم کہ عقل وروح کی ساعت میں تزلزل ہوتا ہے ولیکن بعد تکمیل کے جب قلب پر تخت سلطنت سے جلوس ہوتا ہے تو یہ سب چیزیں بصفت اتحاد واطمینان اس کے متوافق ومساعد ہوتی ہیں حتی کہ ہر ایک عضو اپنے اپنے کار طاعت میں بلا مشقت مصروف ہوتا ہے اور روح اُس شکنجہ سے رہا ہو کر فارغ ہوتی ہے گویا علیحدہ ہے اور یہیں سے کہا گیا کہ انکی ارواح انکی اجساد ہوتی ہیں اور جسم ایک پردہ سے زیادہ نہیں ہوتا پس وہ وقت کسی چیز کے تعلق کا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالے بندہ کا متولی امور ہوتا ہے جیسا کہ حدیث النوافل میں ہے جب چاہا انکی روح کو منتقل فرمایا اور وہ ایک بے انتہا ملک قدس میں بے انتہا نعمتوں وانعام سے سرفراز ہوتی ہے سبحان من لا انقضاء لملکہ ولا ادراک لصنعہ وہو العلیم الحکیم۔ شیخ نے کہا کہ اُستاد رح نے فرمایا کہ آنحضرت علیہ السلام کو دنیا کے حال سے معلوم ہوا کہ ہر کمال کو زوال ہے اقول جیسے آنحضرت علیہ السلام کے ناقہ کے دوڑ میں پچھڑ جانے کے وقت آپ نے فرمایا تھا کہ ہر چیز مرفوع کو اللہ تعالے پست فرماتا ہے) پس آنحضرت نے وفات اس دار فانی سے طلب فرمائی اور کہا کہ خلوص کے نشانات میں سے بیان کیا جاتا ہے کہ عیش وعافیت کے وقت اشتیاق سے موت کی تمنا کرے

جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب کنوین مین ڈالے گئے تو موت نہ مانگی اور جب قیدخانہ کی مصیبت مین پڑے رہے تو کبھی وفات نچاہی اور جب سلطنت پر قائم ہوئے اور ہر طرح انکے امور نہایت ٹھیک ہوگئے اور بھائیون نے انکو سجدہ کیا اور تخت پر ان باپ کے ساتھ خوش بیٹھے تو کہا کہ توفنی مسلما۔ پس صریح ہے کہ مشتاق لقاء حضرت آلہی جل شانہ تھے۔ یہانتک یہ نہایت نفیس قصہ جسکی تفسیر دنیا کی ابتداء پیدائش انسانی سے درمیانی کمالات ظاہری و اعلی تکمیل باطنی وحصول سلطنت آخرت کی صلاحیت مع احتراز از وساوس نفس وچاہ ضلالت وقیدخانۂ شہوات ودیگر موانع ہے تمام ہوا غور سے دیکھو یہ احسن القصص ہر یقین کرو کہ اسپر عمل کرنے سے تم سلطان دنیا وآخرت ہوجاؤگے اے اللہ پاک ہمارے تم کو سمجھ وتوفیق عطا فرماوے۔ آگے حق تعالے نے بیان فرمایا کہ وہ بندہ پاک جو شخص امی ہے جب اس نے یہ احسن القصص جسکی حکمتون کی انتہا کوئی عقیل نہین جان سکتا ہے اسطرح صاف صاف واقعہ بیان فرمایا گویا آنکھون دکھلے تو بیشک وہ رسول آلہی وپیغمبر برحق ہے جس نے خالص وحی صادق سے بیان کیا اور وحی کو پڑھ دیا ولیکن جولوگ اندھے ہوکر آیات آلہی پر کچھ غور نہین کرتے اور بے ایمان مرتے ہین اُنکو نفع نہوگا اور اللہ تعالے ہدایت راہ مستقیم فرماتا ہے بقولہ۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ
یہ سب غیب کی خبرون مین سے ہے جسکو وحی بھیجتے ہین ہم تیری جانب سے اور تو نہین تھا انکے نزدیک جب وے ٹھہرا چکے تھے اپنا مشورہ کار کا درحالیکہ وے
يَمْكُرُوْنَ ۝ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ
مکر کررہے تھے اور کبھی نہین ہونگے بہتیرے آدمی اگرچہ تو حرص کیا کرے ایمان لانے والے اور نہین مانگتا ہو تو اُنسے اسپر کچھ اُجرت
ع ۱۱ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ
یہ نہین ہے مگر نصیحت سب عالم والون کے لیے اور بہتیری نشانیان ہین آسمانون مین اور زمین مین جنپر وے گذر جاتے ہین مگر وے
عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ
ان نشانیون سے مُنھ موڑے ہین اور نہین ایمان لاتے بہتیرے انمین کے اللہ پر مگر اسطرح کہ وے شرک کرتے رہتے ہین کیا وے نڈر ہو لیے اس بات سے
تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝
کہ آجاوے انپر چھا جانے والا اللہ کے عذاب مین سے یا آجاوے انپر قیامت اچانک اس حال مین کہ انکو کچھ آہٹ نہ معلوم ہو

ذٰلِكَ یہ قصہ جو پیغمبرون کا واقعہ عمدہ طریقۂ زندگی دنیاوی ونفس کی تکمیل ونمونۂ عجائب علوم آلہیہ کا بیان ہے اور ہزارون برس پہلے کا حال جس کا لوگون مین تذکرہ بھی باقی نہین رہا صرف خاص خاص تواریخ مین مخصوص ایک قوم بنی اسرائیل کے پاس مخزون ہے۔ حتی کہ یہود نے یہ خیال کرکے کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قصہ موسیٰ سے دفرعون یا صالح وہودؑ عوام کی شہرت پر بیان کرتے ہون تو اس قصہ سے قطعی عاجز ہون گے کہ عرب نے کبھی سنا بھی نہین اور نہ ان مین علم اور نہ تواریخ کا کبھی نام جانا صرف شاعری دگنوارون کی حرکات وکشت وخون کے عادی تھے رات دن ان کا یہی کام تھا حتی کہ اپنے دادا حضرت اسمٰعیل وابراہیم اور ان کے چال چلن سے بھی واقف نہ تھے جیسے اکثر گانٔون کے شیخ۔ سید کہ اپنے آپ کو شیخ یا سید بڑے دعوے سے کہینگے مگر یہ بھی نہین جانتے کہ شیخ کسکو کہتے ہین اور اگر صدیقی یا فاروقی سُن لیا تو اس کے معنے سے بالکل واقف نہین جب یہ حال عرب کا تھا تو یہودیون نے قطعی سمجھ لیا تھا کہ قریش کو کہلا بھیجین وہ محمد صلعم سے یہ قصہ دریافت کرین تو ضرور عاجز ہوجاوینگے مگر اللہ تعالے نے اُن کے کفر کی ناک

خاک آلودہ کی اور اپنے پیغمبر صادق محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی سے نازل فرمایا اور ایسی حکمت بالغہ کے ساتھ کہ یہودیون ودیگر کافرون کا شرمندہ ہونا یا راہ شیطان چھوڑ کر ایمان سے فیضیاب ہونا تو اس کا ایک ادنی فائدہ رہا اور نہایت اعلی علوم واسرار جو صالحین اہل جنت کے لیے اس مین مندرج فرمائے وہ اہل ایمان کے نزدیک نہایت بڑا فضل آلہی ہے جسکا شکریہ ادا نہین ہوسکتا اسی واسطے حق تعالے نے فرمایا کہ ذلک یعنی احسن القصص بیان جو اوپر مذکور ہوا۔ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ غیب کے اخبار مین سے ہے نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ اس کو ہم وحی فرماتے ہین تیری طرف۔ اور بعض دیگر قصص مین فرمایا۔ ماکنت تعلمہا انت ولا قومک من قبل ہذا۔ تو نہین جانتا تھا اُسکو وحی سے پہلے نہ تو اور نہ تیری قوم۔ اور یہ اب قطعی دلیل ہے کہ قوم مین سے کوئی بشر واقف نہ تھا کیونکہ برملا اُن سے کہا گیا تھا تو اگر کوئی واقف ہوتا تو جھٹلاتے حالانکہ تمام ملک عرب نے اس بات مین کچھ بھی نہین جھٹلایا اور تسلیم کیا کہ کوئی ہم مین سے نہ جانتا تھا پس اس زمانہ مین جو بعضے جاہل ملحد بہتان باندھتے ہین کہ ورقہ بن نوفل وغیرہ سے سن لیتے تھے محض ان ملحدون کی جھوٹ وبیوقوفی کی تقریر ہے کیونکہ قرآن مجید جب سے نازل ہوا اسوقت تک متواتر چلا آتا ہے اور لاکھون کرورون عرب ویہود ونصارے اسکے دشمن تھے تو اگر کوئی بات خلاف واقع اسوقت ہوتی تو کرورون معترض بار بار اسی طرح نقل کرتے حالانکہ یہان ایک بھی معترض نہین ہوا کہ یہ جھوٹ ہے فلان شخص جانتا تھا یا عرب کہتے کہ فلان سے تو نے سنا ہے حالانکہ کمال حیرت سے اپنے خیالات کے موافق کہتے کہ کوئی جن سکھلاتا ہے تو وہ لوگ یہ اعتراض نہ کرتے کہ فلان آدمی جانتا اور تم اس سے سیکھتے ہو جو اسوقت کے ملحد نے بالکل انصاف میٹ کے بالکل عقل ونقل کے خلاف بہتان باندھا اور اس کا بہتان ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ حضرت عیسیٰؑ تو کبھی پیدا نہین ہوا محض فرضی بات ہے اور تمام متواتر خبر کو جھٹلاوے تو سوائے اسکے کہ وہ بالکل شریر بے انصاف جاہل ہے اور کیا کہا جاوے پس سچ بات یہ ہے کہ جو خبر متواتر ہو اسکا ثبوت قطعی ہے اور کوئی انکار نہین کر سکتا اور اسی دلیل سے ہم کہتے ہین کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے مدینہ کے یہودی اپنے دشمنون پر آپ کے نام کی برکت سے فتح مانگا کرتے تھے کما قال تعالے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ الآیہ۔ تو توریت مین صریح آپ کے فضائل وکمالات ومعارف ونشانات سب موجود تھے اور انھون نے تحریف کرکے اصل کو ضایع کر دیا۔ کیونکہ اُن کے منہ پر فرما دیا گیا کہ جھوٹون پر اللہ تعالے کی لعنت ہے تم لوگ پہلے تو محمد کے نام وبرکت سے کافرون پر فتح مانگتے تھے اور اب اس سے کفر کرتے ہو۔ پس اگر ایسا نہوتا تو وے لوگ اُلٹا جھٹلاتے اور بڑے زور شور سے نرغہ کرتے کہ ہمپر بہتان جھوٹ باندھا جاتا ہے تو یہ کتاب کیونکر وحی ہوگی۔ حالانکہ اُنھون نے اس بات سے کچھ بھی انکار نہ کیا اور یہ کہا کہ ہان مگر وہ دوسرا ہوگا تمھاری شناخت اس سے نہین ملتی پھر کہنے لگے کہ موسی علیہ السلام کے بعد کوئی نہ ہوگا پھر اگر کوئی شخص نا انصافی سے مدعی ہو کہ ان مین سے کسی نے انکار کیا تو وہ بھی کرورون کی زبانی متواتر ثابت کرے جیسے ہم متواتر ثابت کرتے ہین ورنہ اگر چند اوراق مین لکھ دیوے اور کہے کہ اُسے زمانہ کا انکار ہے تو وہ فریبی جھوٹا ہے یہ متواتر کہان ہوا اور کرورون دشمن موجود تھے تو انکار چھپا ہوا نہین رہ سکتا اور متواتر کے یہی معنی ہین کہ سب کو اسکا علم ہوا اور یہان تو انکار کرنے والا ایک بھی معلوم نہین ہوا۔ اسی طرح قصۂ یوسف علیہ السلام قوم عرب مین سے کسی کو معلوم نہ تھا اور کسی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہین سُنا اور یہ بالیقین متواتر ثابت ہے تو ظاہر ہوگیا جو اللہ تعالے نے فرمایا کہ ذلک من انباء الغیب۔ یہ قصہ اخبار غیب مین سے ہے۔ یعنی ایسے واقعہ کو تو نہایت صحیح وصاف بیان فرماتا ہے جو تجھ سے غائب تھا۔ نوحیہ الیک۔ ہم اُسکو تجھے وحی کرتے ہین کیونکہ باعلان سب جانتے ہین کہ نہ تو پڑھا لکھا اور نہ تو نے کسی سے سُنا اور نہ تیری قوم مین کوئی واقف تو ضرور ہم تجھے وحی فرماتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اگر کسی سے سنکر بیان کرتے اور یہ دعوی

کرتے کہ مین وحی الٰہی سے غیب کی خبر بیان کرتا ہون توکسقدر نصیحت وتسرمندگی کی بات ہوتی پھر ذرا تامل سے دیکھنے والا شیطانی وسوسہ سے الگ ہوکر انصاف کریگا کہ اول مدعی نبوت تو وہ ہوتا جس سے سُنا علاوہ ازین بیان ایسے بلیغ معجز طریقہ سے کہ ہر ظاہری بات مین بکثرت اسرار جو آدمی کی دنیاوی زندگی حالات سے آخرت تک کے خطرات نفس و وساوس جو کچھ اس راہ مستقیم مین پیش آتے ہین سب کا اشارہ و اس کے علاج مندرج ہین یہ سوائے عالم الغیب کے کون جانتا ہے اور مین علماے اسلام سے کہتا ہون کہ راہ مستقیم پر ثابت قدم ہونے سے نور معرفت کے اُچک لینے والی چیزین جو تم کو مختلف اوقات وحالات مین پیش آتی ہین تم نے خوب دیکھا کہ قرآن پاک مین یہ عیب اور اس کا علاج کیسے معجزہ سے موجود ہے تو تم خوب جانتے ہو کہ کلام الٰہی جو معجز ہے اور نظم ومعنے ہر طرح معجز ہے اس کا بڑا معجزہ تو یہ علم غیب ہے جس سے وہی واقف ہوسکتا ہے جسکو اللہ تعالے نے اپنے فضل وہدایت سے آنکھین عطا فرمائین اور کافرون کو عاجز کرنے کے لیے بلاغت کلام نہایت کافی ہو کہ اگر ازل سے ابدتک کوئی عمر پاوے اور تمام درختون کے قلم بناکر سمندرون کی دوات سے مشق کرے تو قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہو کہ کبھی اس نظم کے مثل نہ لاوے اگرچہ سب آپس مین مددگار بنجاوین یہ تو انکا حال ہو جو فصیح عرب ہون پھر نصرانی ویہودی جنکو زبان سمجھنے کی بھی لیاقت نہین دے بلاغت سے کیونکر اور کس مُنھ سے بحث کرتے ہین اور یہان تو نظم معجزہ حسی اور معانی معجزہ معنوی ایک سے ایک اعلیٰ ہے اسی واسطے حدیث صحیح مین ہے کہ مجھے اُمید ہو کہ قیامت کے روز حقیقی ایمان والے میرے ساتھ مین بہت ہون گے بہ نسبت دوسرے انبیاء کے کیونکہ ہر پیغمبر کو ایسا معجزہ دیاگیا کہ اس کے مثل پر بشر ایمان لایا یعنے محسوس بادراک حسی واللہ اعلم اور مین جو دیاگیا وہ وحی ہے کہ اللہ تعالے نے مجھے وحی فرمایا ہے۔ حق تعالے نے ان پر منکرون کو تنبیہ کرنے کے لیے فرمایا۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ تو نہین تھا ان لوگون کے پاس اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ جب انھون نے اپنے مشورہ پر اتفاق کیا تھا یعنے برادران یوسف علیہ السلام نے قتل وغیرہ اختلاف کے بعد اتفاق کیاکہ کنوین مین ڈالین۔ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ اور ان کی حالت یہ تھی کہ مکر گانٹھتے تھے۔ باپ سے جنگل کے سیر کرانے کے بہانے لاوین اور جُبّ مین ڈالین جو ایسا کنوان ہے کہ اس مین کول مین جگہ بنی ہے کہ جو گرنے ڈوب نہ جاوے بلکہ کول مین رہے اگرچہ کچھ چوٹ آوے تو یوسف جب خود اُتار دیا جاوے تو چوٹ بھی نہ آوے گی وہان رہیگا کوئی مسافر نکال لے جائیگا جب تک نہ لے جاوے تب تک کھانا پہونچا دیا کرنا۔ مراد یہ کہ تو ان کے پاس مشورہ مین شریک نہ تھا تو ضرور تونے ہماری وحی سے بتلایا اور اس مین منکرون پر تعریض ہے کہ کیسے مضطرب الحواس ہین خوب جانتے ہین کہ ٹھیک خبر دینا یاتو مشاہدہ سے ہو یا علم تواریخ وغیرہ سے خوب جانتے ہین کہ قوم مین نہ کوئی واقف نہ تاریخ اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محض امی تو پھر کیا یہ سمجھتے ہین کہ تو ان کے پاس موجود تھا جو وحی پر ایمان نہین لاتے ہین کیونکہ یہ تو صاف معلوم ہے کہ تو وہان نہ تھا اور اس سے زیادہ اُن کو یہ صریح ثابت کہ نہ تونے تاریخ دیکھی اور نہ کسی سے سیکھا پھر شیطان اُن کو بہکاتا ہے کہ جن سکھلاتا ہے۔ انپر لازم ہے کہ احسن القصص واُس کی شان دیکھین اور مانین کہ نہین بلکہ فرشتہ اللہ تعالے کی طرف سے وحی لاتا ہے۔ آنحضرت صلعم نہایت شفقت سے حرص کرتے کہ لوگ ایمان پر ہوجاوین اور صحیح مین ہے کہ ایک نے آگ روشن کی رات مین تو کیڑے پتنگون نے اُس مین گرنا شروع کیا وہ ہر چند ہٹاتا اور دفع کرتا ہے اور وے اسپر زور کرکے گرے پڑتے ہین اسی طرح میرا حال ہے کہ مین تمھاری کمرین پکڑ کے تمکو دوزخ مین گرنے سے روکتا ہون مگر تم سرکشی سے اسمین گرے پڑتے ہو۔ اور واضح ہو کہ عرب مین دستور تھا کہ جب قوم پر کوئی دشمن وغیرہ کے ناگاہ ہجوم کا سخت خوف کسی کو معلوم ہوجاتا تو وہ ننگا ہوکر چلاتا پس قوم سب آگاہ ہوکر راتی رات بندوبست کرلیتے تھے پس حدیث صحیح مین ہے

مقابلہ کے لیے ایک آیت بھی نہ بن سکی تو اس زمانہ مین کسی کا دعوی کرناکہ مین اسکے مثل بنا سکتا ہون بالکل دعوی باطل ہو ۱۲ سید جعفر علی نگینوی مصحح۔

کہ جس قوم کو اس کے نذیر نے آگاہ کیا سب لوگ مختلف ہوئے بعض نے اس کو سچ مانا اور اپنے کو بچایا تو عافیت مین رہے اور بعض نے جھٹلایا تو ناگاہ ہجوم دشمن سے خواری وہلاکت مین پڑے یون ہی مین تمھارے لیے نذیر عریان ہون (اشارہ کیاکہ مجھ دبے تعلق ہون تم سے کچھ نہین چاہتا خالص شفقت سے تم کو نصیحت کرتا ہون) پس مین تمھین آگاہ کرتا ہون کہ تمھارے سامنے عذاب شدید ہے بچو بچو۔ یون ہی بہت احادیث ہین کہ آپ نے نہایت کرم اور کمال شفقت سے قیامت تک والون کو خلوص نیت سے نصیحت فرمائی ہو اور آپ کے اخلاص کا عظیم ثواب آپ کے واسطے اللہ تعالے کی طرف سے رضوان اکبر حاصل ہے اب رہے لوگ تو مبارکباد اسکو جس نے نصیحت بدل وجان قبول کی اور راہ پائی اور وہ ثواب وراحت ملک آخرت حاصل کی جسکے واسطے یوسف علیہ السلام نے سلطنت ہیچ بلکہ قیدخانہ دیکھکر اُس کی آرزو مین دعا مانگی اور بلاکی وبربادی اُس کی جو اپنے زمانہ کے پیغمبر آخرالزمان صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا اور مفت وخالص نصیحت وشفقت کو نہ سُنا پس وہ قطعی جہنمی ہے انھین کو انکے خالق عزوجل نے فرمایا۔ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ اے ما اکثر الناس بمومنین ولو حرصت علی ایمانہم۔ اور نہین ہونے والے بہتیرے آدمی مومن اگرچہ تو حرص کرے کہ کسی طرح ایمان والے ہوکر عذاب الٰہی سے بچین اور رحمت مین داخل ہون۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اس عذاب کو دیکھتے ہین اور قاعدہ ہو کہ جو شخص کسی مجرم کی سزا کو آنکھون سے دیکھے کہ اسپر بید مارے جاتے ہین اور وہ بے بس بندھا ہو اہر بار کی چوٹ پر نالہ وفریاد کرتا ہو اور اُس کی آل واولاد اس کیفیت کو دیکھتے اور روتے ہین اور اس کے مان باپ نہایت تڑپ رہے ہین اور بید کا خاتمہ نہ ہوا تھا کہ اسکے لیے پھانسی پر چڑھانے کا حکم ہوا تو کیسا ہی دشمن ہو اسپر ترس کرکے چاہیگا کہ یہ بچ جاوے پھر اگر کوئی دوسرا بھی اسی مجرم کی حرکتین کرنے لگا تو جس نے پہلے کی سزا دیکھی ہے وہ کسقدر کوشش کریگا کہ یہ نہ کرے اور ہرچند کہ سمجھانے مین چاہے یہ بدکار سختی سے پیش آوے اور حدیث صحیح مین ہے کہ اگلے انبیاء مین سے بعضے ایسے تھے کہ اُن کے سمجھانے پر اُن کی قوم ناہنجار اُن کو پتھرون وانیٹون سے زخمی کرتے کہ خون جاری ہوتا پس وہ خون پونچھتے جاتے اور کہتے جاتے کہ اے میرے پروردگار میری قوم کو بخشدے کیونکہ یہ لوگ جانتے نہین ہین۔ یہ کمال شفقت ہے۔ یہان تک تو انکا امکان تھا پھر اگر اسی طرح انجان مرگئے تو پیغمبر کے قابو سے باہر ہوئے اور حق تعالے فرماتا ہے کہ جھون نے میرے ساتھ شرک کیا انکو نہین بخشونگا اور فرمایا ویجعل الرجس علی الذین لایعقلون۔ یعنے عذاب سخت اللہ تعالے اُن پر ڈالتا ہے جن مین سمجھ نہین ہے یعنے نورانی عقل سے معرفت نہین ہو اسی واسطے کمال شفقت سے پیغمبر چاہتے ہین کہ قبل موت کے ایمان لاوین ولیکن بہتیرے اسقدر کفر پر اڑے ہوئے عقل کے دشمن بنجاتے ہین کہ عناد سے کفر پر مصمم رہتے اور کتنے ہی معجزات دکھلائے جاوین وہ ہرگز نہین مانتے ہین۔ آیت کریمہ مین اشارہ ہے کہ دنیا مین کفر کرنے والے اکثر ہون گے اور اقل مومنین ہون گے وقد قال تعالے وقلیل من عبادی الشکور۔ اور ہر پیغمبر کے ساتھ بہت کم ایمان والے رہے ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ قیامت مین بعض پیمبر کے ساتھ دو ایک اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوگا۔ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اور نہین مانگتا تو ان لوگون سے اس نصیحت پر کچھ مال مزدوری۔ یعنے اگر تو ان لوگون سے قرآن وموعظت پر کچھ مال طلب کرتا تو انکو ایک وہم ہوتا کہ اپنی دنیاوی غرض کے لیے ایسا کرتے ہین تو نے دنیا بالکل چھوڑی اور جسقدر خزائن واموال آتے ہین سب لوگون پر تقسیم کردیتا ہے حدیث صحیح مین ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے پاس ایک درم نہین رکھتے تھے اور کبھی دونون وقت تہائی پیٹ بھر کے نہین کھایا اور باوجود اموال غنیمت وعشر وخراج کے کبھی فرش سونے کا ادنے اہم لوگون کے مثل نہین بنایا پس قطعی ظاہر ہو کہ یہ قرآن جسکے آداب واخلاق نہایت نفیس اعلے درجہ کے ہین

خالص نصیحت محض لوگون کی تہذیب و شائستگی آخرت کے لیے تھا کما قال تعالے۔ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ نہین ہے یہ قرآن مگر نصیحت و وعظ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ تمام عالمین کے لیے۔ کسی شخص کی خصوصیت یا کسی قوم کی خصوصیت نہین ہے اس ہین امریکہ و ترک و فرنگ و روس و مصر و فارس و ہند و یورپ و ایشیا سب مثل عرب کے ہین سب کا استحقاق برابر ہے بخلاف دیگر کتب سماوی کے انکا پیغمبر ایک قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا حتی کہ توریت و انجیل بھی فقط اولاد حضرت یعقوب ؑ کے لیے تھی ولیکن آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت گورے کالے سب کی طرف یکسان ہے۔ لوگون کو چاہیے کہ دشمن بنکر نہین بلکہ انصاف کی نظر سے تمام قرآن مجید کو دیکھین اور اپنے آغاز و انجام اور پیدائش و موت و دنیا کی آرائش و فنا اور آخرت کی نعمت و لقا اور اللہ تعالے کی پاک صفات و اسکی نشانیان و علامات عقل کی آنکھون سے دیکھین غافل نہون اور پروردگار رب العزۃ ان لوگون کی غفلت سے انکو بیدار فرماتا ہے بقولہ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ اٰيَةٍ اور بہتیری نشانیان ہین۔ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ آسمانون و زمین مین۔ يَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهَا کہ یہ لوگ انپر سے گزرتے چلے جاتے ہین کچھ غور و فکر نہین کرتے وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ اور وے ان نشانیون سے مُنھ موڑے ہوئے ہین یعنی آسمانون مین کواکب و سیارات و افلاک مدورات و شمس و قمر مسخرات ہین اور زمین مین قطع متجاورات کوئی شیرین میوہ اُگانے والی اور بعض کھیتی اُگانے والی اور بعض ریتلی اور بعض شور سنجات ہین بعضے حدائق و جنات اور کہین جبال راسیات اور تمام زمین کو محیط بحار زاخرات ہین اور حیوانات و نباتات و جمادات عجائب مخلوقات احیاء و اموات ہین پس یہ لوگ اگر ان کو دیکھتے ہین تو اپنے اکل و مشروبات و دیگر ہوسات فلزات و جواہرات کے نظر سے دیکھتے ہین اور حسن قدرت خالق مخلوقات سے محض غافل حالانکہ ہر ایک چیز و اُس کی عجائبات اپنی واحد حی قیوم باقی دائم پاک پروردگار کی قدرت و صنعت کے نمونہ جات ہین اُس کی توحید کے آیات ہین پس اگر غور سے دیکھتے تو جانتے کہ خالق عز وجل وہی واحد قہار ہے اسی کے قبضہ قدرت مین سب مسخرات ہین کوئی چیز اُس کے مثل قادر نہین اور سب چیز فانی ہے کوئی اسکے شریک نہین وہ بیٹا و جورو سب سے پاک ہے اس کی مشیت کے سامنے کسی مخلوق کی کچھ مجال نہین۔ سبحان اللہ تعالے وہ کیسا پاک پروردگار ہے کہ جس سے انکار کی کسی کو مجال نہین اور جب وہ موت دے تو کسی سے کچھ نہین ہو سکتا۔ جب پوچھا جاوے کہ یہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا اور یہ مختلف رنگ روپ کس نے بنائے اور یہ نظام عالم اس ترتیب و انتظام سے کس نے رکھا تو کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے جیسا چاہا پیدا کیا پھر کچھ غور نہین کرتے کہ یہان تک تو جیسا اُس نے چاہا وہی ہوا پھر آگے کسی اور کے چاہنے کے موافق کیون ہوگا وہی ہوگا جو وہ چاہے تو رزق وہی ملے گا جو وہ چاہے اور اولاد وہی ہوگی جو وہ پیدا کر دے اور اُس کا ارادہ و حکم قدیم ہے تو ہر ایک کے واسطے ہر چیز مقدر ہے اُس کی ذات و صفات مین تغیر نہین اور اس کا علم محیط اس سے کہین کسی وقت ایک ذرہ پوشیدہ نہین کوئی اور کچھ کر نہین سکتا اور کسی کو مجال بولنے کی نہین اور وہی بولے گا جو وہ چاہے اور کسی کے بولنے سے کچھ تبدیل و تغیر نہوگا پھر کہان بہکے جاتے ہو کہ جو بتون سے مانگتے ہو اور کہان بہکتے ہو جو حضرت عیسی علیہ السلام کو دوسرا خدا بناتے ہو اور کہان بہکتے ہو جو تمھارا یہ خیال ہے کہ پیر پیغمبر ہماری قسمت بدل دین گے یہ تو بالکل ایمان و اعتقاد کے خلاف بات ہے تو تم تو ایمان لائے تھے کہ اللہ تعالے علیم و خبیر قدیم ہے جو اُس نے چاہا وہ قدیم سے مقدر ہے وہان تغیر و تبدیل نہین ہے اور پیر پیغمبر وہی عرض کر سکتے ہین جو وہ چاہے اور اسی وقت منھ سے بول سکتے ہین جب وہ چاہے تو پھر یہ ایمان کے خلاف کیون برتاو کرتے ہو۔ ایک طرف ایمان کا دعوے زبان پر اور ایک طرف خیالات و اعمال مین شرک اسیواسطے حق عز وجل نے فرمایا۔ وَمَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اور نہین ایمان لاتے بہتیرے انمین کے اللہ تعالے پر

اِلَّا وَهُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ مگر آنکہ وے مشرک ہین۔ خوب جان لو کہ ایمان کے ساتھ شرک جمع نہین ہو سکتا تو شرک کرنے سے ایمان نہ رہا بلکہ تم مشرک ہوگئے جیسے ایک پیالہ پاک پانی اور ایک قطرہ نجس پانی ملکر سب نجس ہوگیا پاک نہین رہا۔ اب مین یہان عالمانہ خیالات کو ذکر کرتا ہون۔ واضح ہو کہ یہان سوال ہے کہ یومن باللہ تو تصدیق ایمانی ہے اور قولہ الا وہم مشرکون جملہ حالیہ ہے جو یومن سے لاحق ہے اور زمانہ حال و ذو الحال کا متحد ہوتا ہے تو حالت ایمان وہی شرک کی حالت ہوئی حالانکہ دونون کا مجتمع ہونا محال ہے۔ پس یہ اصل سوال ہے جسکو مفسرین نے مشکل خیال کیا اور مترجم کے نزدیک یہان کچھ بھی اشکال نہین ہے ولیکن آخر مین انشاء اللہ تعالے ذکر کرونگا۔ اول اقوال اہل تفاسیر کا خلاصہ ذکر کرتا ہون اور وہ چند قول ہین۔ اول قول ابن عباس رضی اللہ عنہ جو بخاری رحمہ اللہ نے صحیح مین تعلیقاً اور رزین رحہ نے مسنداً روایت کیا کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ کس نے تم کو پیدا کیا اور کس نے آسمانون و زمین کو پیدا کیا تو کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے۔ پس یہ تو ان کا ایمان ہے۔ اور وے پرستش کرتے ہین غیر کی پس یہ ان کا شرک ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جمہور مفسرین نے کہا کہ نزول اس آیت کا اسی معنے مین ہے اور معنے یہ ہین کہ خالق اللہ تعالے کے خالق ماننے کو ایمان قرار دیا حالانکہ اسی کے ساتھ یہ اعتقاد بھی تھا کہ بتون کی پرستش کرنی چاہیے کہ وے اللہ تعالے کے یہان ہماری سفارش کرین اور مقصود انکا پتھر نہ تھے بلکہ بزرگ آدمی جو اولیاء و انبیاء سابق مین گزرے یعنی ان صالح بندون کی سفارش سے اللہ تعالے عز وجل ہم کو ہماری مرادین عطا فرماویگا لقولہ تعالے ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی یعنی مشرک کہتے تھے کہ ہم ان بندون کی پرستش فقط اسی غرض سے کرتے ہین کہ اللہ تعالے کے نزدیک ہمارا مرتبہ قریب کر دین۔ مگر اس قول پر بظاہر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالے کا ایسا اقرار کرنا ایمان نہین ہے کیونکہ اسمین اللہ تعالے کی قدرت و عزت کا انکار ہے جبکہ نیک بندون کے قبضہ مین یہ اختیار ثابت کیا کہ وے چاہین تو ہمارا مرتبہ اللہ تعالے کے پاس بڑھا وین تو موثر و مشیت و قدرت والا سوائے اللہ تعالے کے اورون کو بھی ثابت کیا اور انکو لائق عبادت جانا۔ پھر مین کہتا ہون کہ ابن عباس رضہ کے کلام سے خالی یہ معنی لینا کہ یہ مشرکین قریش کے حق مین ہے کچھ ضرور نہین ہے بلکہ جتنے لوگ اس زمانہ مین ایسے موجود تھے جو اللہ تعالے کو خالق مانتے تھے مگر کسی غیر کو بھی موثر جانتے تھے سب داخل ہین جیسے یہودی کہ عزیر کو بیٹا کہتے اور احبار و رہبان کو حاکم جانتے اور جیسے نصرانی کہ باوجود حضرت عیسے علیہ السلام کو بیٹا کہنے کے موثر سمجھتے ہین کہ وہ چاہے تو ہم کو بخشوا دیگا بلکہ ہم سب ہزارون گناہ کرین اُس نے ہمارے گناہ اپنے اختیار سے اپنے اوپر اوڑھ لیے پس یہ قریش کے مشرکون سے بھی بہت زیادہ ہے کہ نیک بندون کو ہمجنس اللہ تعالے کا کہا اور اللہ تعالے کے بے مثل و بے مانند ہونے سے انکار کیا اور اس کی پاکی سے انکار کیا اور مثل قریش کے غیر کو موثر بھی سمجھے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ دنیا مین سب دینون سے زیادہ نصرانی اعتقاد مین حماقت ہے کیونکہ جو خالق ہے وہ مخلوق سے پاک ہے حضرت عیسے علیہ السلام کے مثل ہزارون پیدا کر سکتا ہے تو بیٹا کرنے کی کیا ضرورت تھی اور بیٹا باپ کا مثل ہے تو خالق کو مثل مخلوق کے بنایا اور جورو اپنے خاوند کے ہمسر ہے تو یہ اس سے زیادہ بد اعتقاد ہوا اور جورو کے ذریعہ سے پیدا ہونا بیٹے کا محتاجی غیر کی ہے تو اللہ تعالے کو محتاج سمجھا اور طریقہ سے بیٹا ہونا ایک قسم کی نجاست کو ضرور شامل ہے تو یہ سب سے بدتر اعتقاد ہے اور سمجھتے جاؤ کہ اس مین کتنی باتین ہین کہ اللہ تعالے کے بندون کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور وے زبان سے نہین نکال سکتے ہین پھر باوجود ایسی ظاہر باتون کے جب ان لوگون کا یہ یقین و اعتقاد ہے تو کسقدر کھلی ہوئی حماقت ہے نعوذ باللہ من ذلک۔ اور یہان سے تجھے صاف معلوم ہوگیا کہ اللہ تعہ کی صفات مین سے جس صفت کو کسی غیر مین ثابت کیا تو اللہ تعہ کے ساتھ شرک ہوگیا اور غیر کی عبادت ہوگئی جیسے ثواب کے اعمال و

افعال مقرر کر دینا یعنے حکم فقط اللہ تعالے کا ہے لقولہ تعالے ان الحکم الا للہ۔ پس جب عالم یا درویش کا قول اپنے اوپر حکم مان لیا
تو اُس کی عبادت ہوئی جیسا کہ قولہ تعالے اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم۔ مین صریح مذکور ہو چکا ہے
یہ تو حال اسوقت کے موجودہ لوگون کا تھا اور قیامت تک جو لوگ اس قسم کے ہون سب اس آیت مین شامل ہین مثلاً کوئی شخص کسی
بزرگ زندہ یا میت قبر سے اعتقاد کرے کہ وہ چاہے تو اللہ تعالے ہم کو بیٹا دے گا۔ اعتقاد اس کی مشیت کا اور تقدیر سے انکار ہے یعنے
کسی شخص کو موثر و قادر سمجھنا کفر ہے بلکہ صحیح اعتقاد یہ ہے کہ جو اللہ تعالے چاہیگا وہی ہوگا اور جب اللہ تعالے چاہیگا تو ولی کو دعا کرنے کی
قوت ملیگی ورنہ ولی کو دینا تو درکنار خالی دعا کرنے کی قوت نہین حاصل ہوسکتی کیونکہ خالق فضل اللہ تعالے ہے یا جیسے کسی عالم سے فتوی پوچھتے ہین
کہ چہ میفرمایند علماے دین۔ یعنی جو تم فرماؤ ہم اسپر عمل کرین۔ بلکہ یون کہو کہ اللہ تعالے و رسول نے شرع مین کیا حکم دیا ہے اس مسئلہ کا آپ
بیان فرماوین اور اللہ تعالے آپ کو ثواب جمیل عطا کرے۔ شیخ حافظ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین اس آیت کے معنی مین حضرت ابن عباس رض
کا قول مذکور نقل کیا اور کہا کہ ایسا ہی قول مجاہد و عکرمہ و عطاء و شعبی و قتادہ و ضحاک و عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا ہے۔ اور صحیحین مین روایت
ہے کہ مشرکین جب طواف کرتے تو اپنی تلبیہ مین کہتے کہ لبیک لاشریک لک الا شریک ہو لک تملکہ وما ملک۔ یعنی بدل و جان ہم
تیری عبادت مین حاضر ہین تیرا کوئی شریک نہین ہے سوا ایسے شریک کے جو خود تیرا ہے تو اسکا مالک ہے و جو اسکی مملوک ہین تو انکا بھی مالک ہے
اور صحیح مسلم مین ہے کہ جب یہ لوگ کہتے کہ لبیک لاشریک لک۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُنسے کہتے قد قد یعنی بس بس اب نہ بڑھاؤ۔ مترجم
کہتا ہے کہ لبیک لاشریک لک۔ تک ایمان ہے کہ اللہ تعالے کی ذات وصفات مین کوئی شریک نہین ہے۔ اگر اسی قدر اعتقاد ہوتا تو یہ ایمان صریح
ہے کہ اللہ تعالے کی ذات مین شریک نہین اور صفات مین شریک نہین ہے لیکن اسی اعتقاد کے ساتھ ہی اُن کا اعتقاد کچھ پرانے نیک
بندون کے ساتھ بھی تھا اور ان کو ذات مین تو شریک نہین مانتے تھے بخلاف بعضے نصرانیون کے جو باپ بیٹا روح القدس یا باپ بیٹا
جورو کا مجموعہ مانتے ہین بلکہ صفات مین شریک مانتے تھے بلکہ یہ بھی کہتے تھے کہ تو اُس کا اور اس کی مملوک سب کا مالک ہے ولیکن یہ
شرک ہے اور منافی ایمان تو جب شرک بھی ساتھ ہی اعتقاد مین تھا تو ایمان کیونکر ہے پس بعض نے جواب دیا کہ محض تصدیق مراد ہے
اور وہ ایمان مراد نہین ہے جو مومنون کا ہوتا ہے کیونکہ وہ ایمان تو شرک کے ساتھ جمع نہین ہوسکتا اور خالی اللہ تعالے کی تصدیق مع
شرک جمع ہو جاتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے نام ہے پاک ذات خالق آلہ جامع جمیع صفات کمالیہ کا جسکی ذات وصفات مین شرک
ممکن ہی نہین ہے تو تصدیق کرنا اللہ کی محض ایمان ہے اسکے ساتھ شرک جمع نہین ہوسکتا ایسی ہی خالق کی تصدیق کے ساتھ شرک نہین
ہوسکتا کیونکہ خالق کا مصداق وہی اللہ تعالے ہے دوسرا ہو نہین سکتا پس میرے نزدیک قولہ تعہ وما یومن اکثرہم باللہ۔ کے معنے وما یدعی الایمان
باللہ مین یعنی دعوے کرتے ہین کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالے پر حالانکہ وے مشرک ہین پس کوئی اعتراض و کچھ اشکال نہین ہے اور اسی وجہ سے
اہل کتاب یہود و نصارے سے صریح نفی کردی بقولہ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ الآیۃ حالانکہ وے اللہ تعہ پر ایمان کا دعوی کرتے ہین اور
وجہ اسکی یہ ہے کہ جب مشرک قریش نے یہ اعتقاد کیا کہ اللہ وہ ہے جسکا فلان شریک ہے تو حقیقی اللہ تعہ خالق یکتا کا اقرار و یقین نہ کیا کیونکہ حقیقی خالق
کا تو کوئی شریک نہین ہے اسی طرح جب نصرانی نے کہا کہ اللہ وہ ہے جسکا عیسے بیٹا ہے تو اسکا اللہ اسکی گمان کا ہوا کیونکہ حقیقی اللہ تعہ کا بیٹا ممکن
نہین وہ پاک ہے لہذا اللہ تعہ نے فرمایا وما یتبعون الا الظن وقال تعالے وما یتبع اکثرہم الا ظنا۔ انہین سے ثابت ہوا کہ نصرانی تو حضرت عیسے
علیہ السلام پیغمبر کا بھی معتقد نہین کیونکہ وہ ایسے عیسی کا معتقد ہے جو بیٹا ہو اور رسول اللہ عیسے مسیح ابن مریم تو اللہ تعہ کا بندہ و رسول ہے صلوات

اللہ علی نبینا وعلیہ وعلی جمیع المرسلین۔ اس بیان سے تجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ آیت تمام منافقون و اہل کتاب و ریاکارون وغیرہ سب پر
بھی صادق ہے حتی کہ جو لوگ مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہین مگر ذات وصفات مین علانیہ شرک کرتے ہین انپر بھی صادق ہے چنانچہ
شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ حسن بصری رح نے اس آیت مین کہا کہ یہ منافق کا حکم ہے کہ لوگون کے دکھلانے کو عمل کرتا ہے حالانکہ
یہ عمل شرک ہے لقولہ تعالے یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الآیہ۔ یہ قول دوم ہے اور قول سوم یہ کہ اہل کتاب کا بیان ہے اور
مترجم کہتا ہے کہ مین نے وجہ اوپر بیان کردی کہ وے ایمان کا دعوے کرتے ہین اور مشرک ہین اور اللہ تعالے نے انکے ایمان کی
صریح نفی کردی جیسا کہ آیت کریمہ اوپر مذکور ہوئی۔ اور بعض مفسرین نے اُن کے مومن و مشرک ہونے کی یہ توجیہ کی کہ جو کتاب موسی و
عیسی علیہما السلام پر نازل ہوئی اس کو مان کر ایمان لانے والے ہوے اور جب اپنے عالمون اور درویشون کی تقلید کی تو مشرک ہوئے
کہ مسیح بیٹا ہے اور عزیر بیٹا ہے۔ اقول انبیاء و کتاب پر کہان ایمان لائے جبکہ اُن کی توحید نہ مانی بلکہ انپر ایمان لانے کا دعوے کیا
اور ہین مشرک۔ قول چہارم یہ کہ شرک خفی سے مشرک کا بیان ہے اور مین کہتا ہون کہ یہ بطریق تعمیم اس آیت مین شامل کیا جاوے اور
مشرکین و اہل کتاب و منافقین اس مین صریح شامل ہین اور وجہ یہ ہے کہ شرک خفی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کرنے والے کو خود معلوم نہین ہوتا تو اس مین
عفو الٰہی کی اُمید ہے پس وہ دائمی کافر محض منکرون کے سیاق مین امید ہے کہ اللہ تعہ داخل نہ فرماوے اور اس شرک خفی کی تفصیل دراز ہے و
انواع مختلف ہین اور بعض بہ نسبت بعض کے زیادہ خفی ہے ولیکن اسقدر سمجھنا ممکن ہے کہ صفات الٰہی جسقدر ہین ہر صفت مین یہ شرک ہوتا ہے اور
مثال اسکی اسطرح ہے کہ مثلاً اللہ تعہ رازق ہے پس اگر کسی دوسرے کی نسبت یہ اعتقاد کیا کہ یہ رزق دیگا تو کھلا شرک ہے اور جیسے یہ زعم کیا کہ فلان پیر کا
کونڈا کرو تو بہت مال ملیگا اور رزق مین فراخی ہوگی تو بھی اُس کے قریب ہے اور اگر کسی تاجر نے کچھ کام کیا اور اس کے یقین مین ہے کہ اس کام سے
مجھے اسقدر رزق ملیگا یا کاشتکار نے کھیتی سے یا نوکر نے نوکری سے تو یہ شرک خفی ہے بخلاف اس کے بارش سے کھیتی اُگنے کا یقین کیا اسطرح
کہ اللہ تعالے کی طرف نظر ہی نہین ہے تو دو حال ہین کہ اگر نظر باطنی ایسی ہے جیسے اسباب پر نظر ہوا کرتی ہے یعنے اللہ
تعالے نے بارش کو کھیتی اُگنے کا سبب ظاہر کردیا ہے پس یقین کر لیا ہے کہ اللہ تعالے اس عالم مین بارش سے کھیتی اُگاتا ہے
پس جب پانی پڑا تو اُس نے زعم کیا کہ موافق عادت الٰہیہ کے اب کھیتی اُگیگی تو شرک نہین مگر غفلت از یاد حق تعالے ہے اور اگر پانی کی طرف
اُگانے پر نظر ہے مگر اسطرح کہ اگر اس سے اسوقت پوچھا جاوے تو فوراً متنبہ ہوکر کہے کہ خالق اللہ تعالے ہے تو غفلت کے وقت شرک بھی تھا
اب دور ہوا اور اگر یہ نہ ہو بلکہ مثل مشرکین عرب کے مطرنا بنوء کذا۔ اس ستارہ سے ہم پر بارش ہوئی یا انبت الربیع البقل۔ ربیع نے
گھاس کھیتی اُگائی تو یہ شرک جلی ہے۔ اب مین ان احادیث پر اکتفا کرتا ہون جو شیخ ابن کثیر رح نے تفسیر مین وارد فرمائی ہین۔ عروہ رح نے
کہا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بیمار کی عیادت کو گئے جب اُس کے پاس گئے تو دیکھا کہ اُس کے بازو پر ٹوٹکے کا تسمہ بندھا ہوا ہے
پس اُسکو توڑ پھینکا یا علیحدہ کردیا پھر یہ آیت پڑھی وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون مترجم کہتا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ کے
معنے مین یہ بھی داخل ہے حالانکہ یہ شخص مسلمان تھا جسکی عیادت کے لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تھے مگر یہ تسمہ جو باندھا
شرک تھا پس اگر شرک جانکر باندھا ہوتا تو کفر ہو جاتا ولیکن مرض کے لیے باندھا تھا اور واضح ہو کہ دوا کرنا یہ جانکر کہ اللہ تعالے شافی ہے
شرک نہین ہے اور ٹوٹکا باوجود اس سمجھنے کے کہ اللہ تعالے شافی ہے شرک ہے اور فرق دونون مین یہ ہے کہ ہم لوگون کو عقل و حواس
پر کام کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور حواس سے معلوم ہے کہ سرد بلغم بڑھنے سے گرم دوا جو بلغم پکانے مین مستعمل ہے دینا اللہ تعالے کے حکم پر کام

کرنا ہو بخلاف تمہ بازو پر باندھنے کے کہ کوئی دلیل اسپر قائم نہیں اور نہ طبابت سے سمجھ میں آتا ہے کہ کیوں اس سے فائدہ ہو پس یہ شیطانی فریب ہی حتی کہ اگر جو اس سے بطور علم طبابت کے کوئی چیز ایسی ہو جس میں اللہ تعالیٰ نے خاصہ رکھا ہو تو اس کا باندھنا اس نیت سے کہ اللہ تعا اپنے فضل سے اثر میں اثر عطا فرمادے اور مجھے صحت دیدے شرک نہ ہوگا جیسے عود صلیب وبعض جواہر کی خاصیت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے یا جیسے نا باک سیلان مواد ولعاب کا زہریلا پن جذب کرتا ہے باذن الٰہی عز وجل تو کچھ مضائقہ نہیں ہے بخلاف اس کے نادعلی کے کندہ حروف پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور جو لوگ تجربہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہاں کوئی طبی عقلی دلیل تو قائم نہیں ہو سکتی مگر ہمارا تجربہ ہے تو اس کا جواب حدیث عبد اللہ بن مسعود رضہ میں آگے آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ پھر شیخ نے لکھا کہ حدیث میں ہے کہ جس نے اللہ تعا کے سوائے دوسرے کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا رواہ الترمذی وحسنہ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حلف لغوی میں ہے جیسے کہتے ہیں کہ تیری جان کی قسم یا تیرے سر کی قسم وغیرہ اور یمین جو فقہا نے لکھی ہے جس کی مثال یہ ہے کہ ایک نے غلام سے کہا کہ اگر تو نے یہ کام کر دیا تو تو آزاد ہے تو اس کو یمین کہنا اصطلاح ہے اور یہ درحقیقت شرط پر ایک حکم معلق کیا اور یہ جائز ہے حلف میں داخل نہیں ہے۔ پھر شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ان الرقی والتمائم والتولۃ شرک۔ رواہ ابو داؤد وغیرہ ایضاً یعنے رقیہ ولٹکانے کی چیزیں وتولہ سب شرک ہیں۔ اور امام احمد رح نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بی بی زینب سے روایت کی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایسی عادت تھی کہ جب باہر پخانہ جاتے اور وہاں سے آتے تو دروازہ پر پہونچکر کھنکھارتے یا تھوکتے تا کہ اتفاق سے ہم لوگوں کی حرکت ایسی نہ دیکھیں جو انکو ناگوار معلوم ہو پس ایک روز آپ آئے تو عادت کے موافق کھنکھارے اور گھر میں میرے پاس ایک بڑھیا عورت تھی جو میرے حمرہ کا جھاڑ پھونک گنڈا کر رہی تھی پس میں نے اس کو تخت کے نیچے چھپا دیا پس آپ اندر آئے اور میرے پہلو میں بیٹھ گئے اور میرے گلے میں ایک گنڈا دیکھ فرمایا کہ یہ ڈورا کیا ہے میں نے کہا کہ گنڈا ہے میرے حمرہ کا رقیہ کیا گیا ہے پس پکڑ کر توڑ دیا پھر فرمایا کہ عبد اللہ کے اہل وعیال کو ایسے شرک کی ضرورت نہیں ہے میں نے آنحضرت صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے کہ رقیہ وتعویذ لٹکانے کے اور تولہ شرک ہیں پس میں بولی کہ آپ تو اسطرح کہتے ہیں اور میں نے تجربہ کیا کہ میری آنکھ پھڑکتی اور چوندھیاتی تھی پس میں فلاں یہودی کے پاس جاتی وہ رقیہ کر دیتا پس جب وہ رقیہ کر دیتا تو ٹھہر جاتی پس جواب دیا کہ ارے یہ فقط شیطان کی حرکت تھی وہ تیری آنکھ میں اپنے ہاتھ سے چونکتا تھا جس سے اسکی یہ کیفیت ہوتی تھی پس جب یہودی کافر نے رقیہ کیا تو وہ ہٹ جاتا تھا۔ اور تجھے تو یہی کافی تھا کہ تو یوں کہتی جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اذہب الباس رب الناس اشف وانت الشافی لاشفاء الا شفاؤک شفاء لا یغادر سقما۔ یعنے دور کر دے اس دُکھ کو اے رب آدمیوں کے شفا دیدے اور تو ہی شافی ہے شفا وہی ہے جو تو شفا دیوے ایسی شفا دیدے کہ کچھ سقم نہ چھوٹے۔ رواہ احمد مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ گنڈے تعویذ وغیرہ میں جو لوگ اثر بیان کرتے ہیں اور اپنا تجربہ ظاہر کرتے ہیں وہ قہر الٰہی عز وجل میں گرفتار ہیں اسطرح کہ انپر شیطان مسلط کر دیا گیا پس اس نے پکڑا اور یہ جھاڑ پھونک وگنڈے ورقیہ پر آمادہ ہوا اور اسکو عمل میں لایا اور شیطان نے چھوڑ دیا پس یہ شخص بسبب شرک کے ایمان سے مردود ہوا اور دوسرے لوگوں کے لیے فتنہ ہو گیا انہیں سے جو جنتی مومن ہیں انھوں نے اُسکو اور اسکے تجربہ کو پھینک دیا اور عقل پر ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ عز وجل پر ایمان کے ساتھ اُسکے فضل وہدایت سے ثابت رہے اور جن لوگوں کے حق میں بدبختی لکھی تھی انھوں نے اسکا کہنا مان کر اپنا ایمان کھو دیا پس یہ آدمی بدبخت اوروں کے حق میں شیطان سے زیادہ مضر ہو گیا۔ اور واضح ہو کہ اصلی توجہ شیطان کو ہر وقت ان لوگوں پر ہے

جو ایمان رکھتے ہیں اور رہے وہ لوگ جو کفر ونصرانیت ویہودیت وغیرہ سے اشد کفر وشرک میں مبتلا ہیں انکو گنڈے تعویذ پر اعتقاد دلا کر شرک کرانے سے وہ بے پرواہ ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو شیطان سے محفوظ فرماتا ہے یعنے شیطان بھی قبضۂ قدرت الٰہیہ جل جلالہ میں مسخر ہے اُسکو خود کوئی طاقت نہیں ہے پس ایمان والے بندے اپنے پروردگار سے عاجزی سے عرض کرتے ہیں کہ اے رب ہمارے ہم تجھی سے تیرے قہر وغضب سے پناہ مانگتے ہیں اگرچہ ہمارے اعمال بُرے ہیں اور ہم خطاوار ہیں مگر تو غفور رحیم ہے ہم کو بخشدے اور ہم سے درگزر فرمادے پس اللہ سبحانہ تعالیٰ ارحم الراحمین انپر ہمیشہ رحم فرماتا ہے اور اُن کے پہاڑ سے گناہ بخشتا رہتا ہے پس جب قہر نہیں تو قہر کا ظہور بذریعہ شیطان کے تسلط کے انپر نہیں ہو سکتا فسبحان من تحیرت العقول فی شانہ لا الٰہ الا ہو العزیز الحکیم۔ شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے عیسے بن عبد الرحمن سے روایت کی کہ میں عبد اللہ بن کلیم کی خدمت میں عیادت کو حاضر ہوا آپ بیمار تھے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ کوئی تعویذ لٹکائیے آپ نے فرمایا کہ میں تعویذ لٹکاؤں حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی کچھ لٹکاوے اسی کے سپرد کیا جاویگا رواہ النسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ اقول جب اس چیز کے سپرد کیا گیا تو شیطان نے تسلط پایا پس برباد ہوا اور واضح ہو کہ ایک جماعت علماء نے تعویذ میں تفصیل فرمائی ہے اسطرح کہ تعویذ دو قسم کے ہیں ایک وہ کہ جنمیں کوئی آیت قرآنی لکھی گئی یا حدیث کے دعا لکھی گئی اور دوم وہ کہ کوئی دوسری عبارت یا نام دردائیل وفیلاؤس وفالیطوس وغیرہ یا ہندسہ نقش ہیں پس دوسری قسم حرام وشرک ہے اور اول قسم میں دیکھا جاوے کہ ایسا تو نہیں ہے کہ آیات میں سے بعض لفظ ٹکڑا کسی مقام کا اور دوسرا کسی دوسری آیت کا یا بے سلسلہ آیات کو ملا دیا گیا جیسے اکثر جاہلوں کے پاس دیکھنے میں آئے تو بھی حرام وشرک ہو گئے اور اگر آیات صحیح طریقہ سے ہیں اس قسم کی تحریف وتغییر وتبدیل نہیں ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر اسکی یہ نیت ہے کہ اس کلام شریف کی برکت بچہ کے ساتھ رہے جو پڑھ نہیں سکتا ہے تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر شرک کا خیال ہے تو نہیں جائز ہے اور شرک کا خیال یہاں یہ ہوتا ہے کہ لوگوں نے دروغ حکایتیں بنائی ہیں کہ اس سے یہ ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے تو یہ علم غیب کی باتیں سوائے اللہ تعالیٰ واسکے رسول پاک کے صلے اللہ علیہ وسلم دوسروں سے شرک ہے۔ قال الشیخ اور امام احمد رح نے عقبہ بن عامر سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تمیمہ لٹکایا اس نے شرک کیا تمیمہ دراصل پورے وتمام تندرستی وغیرہ کے خیالات عرب مشرکین کے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جس نے تمیمہ لٹکایا تو اللہ تعا اسکے لیے پورا نہ کرے اور جس نے ودعہ لٹکایا تو اللہ تعالیٰ اسکے لیے ودع نہ کرے اقول جب یہ بددعاء آنحضرت صلعم کی موجود ہے تو خلاف جائز جس نے تمیمہ لٹکایا قطعاً اسکو فائدہ نہوگا مگر آنکہ وہ بے ایمان ہووے۔ ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعا فرماتا ہے کہ میں شرک سے پاک بے پرواہوں جسنے کوئی کام ایسا کیا جسمین میری نیت کے ساتھ دوسرے کو شریک کیا تو اسکو اسکے شرک کے ساتھ چھوڑتا ہوں رواہ مسلم آمین اصل کلام اغنی الشرکاء عن الشرک ہے یعنے جتنے لوگ میرے ساتھ شریک بنائے جاویں اُن سب سے میں پاک بے پرواہوں پس اُس عمل کو میں ہمیشہ چھوڑ دونگا پس عامل اپنے شرکا کے ساتھ رہ جائیگا۔ اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ قیامت کو منادی ندا کریگا جسنے کسی کام میں شرک کیا اور غیر کو اللہ تعا کے ساتھ ملایا تو وہ اسکا ثواب غیر سے مانگے۔ واضح ہو کہ ریاء ایک سخت شرک ہے اللہ تعا اُس سے بچاوے کہ کوئی نیک کام کیا اور نیت یہ کہ دوسرے کو دکھلاویں تو یہ کام اسی دوسرے کے لیے کیا پس اُسی کی عبادت ہوئی حالانکہ یہ دوسرا کچھ نفع وضرر بدون حکم الٰہی تعا کے نہیں پہونچا سکتا۔ امام احمد نے محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں سے میں تمپر خوف کرتا ہوں انمیں سب سے خوف کی چیز تمپر شرک اصغر ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے فرمایا کہ ریاکاری یعنے دوسرے کو دکھلانے کے واسطے کوئی نیک کام کرنا پس قیامت کو حکم ہوگا کہ اے

ریاکار وجاؤ جنکو دنیا مین دکھلاتے تھے دیکھو اُن کے پاس تم کو کچھ ثواب ملتا ہے مترجم کہتا ہے کہ لوگون مین شگون بھی بہت کثرت سے جاری ہین اے رب ہمارے ہم پناہ ومغفرت مانگتے ہین چنانچہ چھینک داکھ پھڑکنا اور عورت کا راہ کاٹنا اور چھپکلی اور مانند اسکے بکثرت ہین اور جیسے گھر کی نحوست اور بُدھ کو نئے مکان مین نہ آنا اور یون ہی سیکڑون کی تعداد مختلف شہرون وملکون مین پہونچ گئی ہے اور یہ بالاشبہہ وہ چیزین ہین کہ ایمان کو مفت کھا جاتی ہین اور ہر گز اُن مین سے کسی چیز کی تاثیر نہین ہے اور جس نے سمجھا اُس نے شرک کیا چنانچہ شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اپنے کام کو جاتا تھا اور کسی شگون کی وجہ سے واپس ہوا تو اُس نے شرک کیا۔ توصحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ایسے حنث گناہ کا کفارہ کیا ہو فرمایا کہ یون کہے کہ اللھم لاخیر الا خیرک ولا طیر الا طیرک ولا الٰہ غیرک۔ یعنے اے پروردگار تیرے بھلائی کہین سے نہین سوائے تیرے بھلائی دینے کے اور شگون کچھ نہین سوائے تیری قدرت مقدر تاثیر کے اور الٰہ کوئی نہین سوائے تیرے۔ رواہ احمد اور امام نے ابو علی کاہلی سے روایت کی کہ ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ نے ہم کو خطبہ سُنایا اور اس مین کہا کہ اے لوگو تم شرک سے بچو کیونکہ شرک تو چیونٹی کی چال سے زیادہ باریک ہے اتنے مین عبد اللہ بن حرب وقیس بن المضارب دونون کھڑے ہو کر گھبراہٹ وخوف سے عرض کرنے لگے کہ واللہ یا تو آپ ہمکو اس شرک سے بچنے کی راہ بتلا دین اور نہین تو ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہون گے خواہ ہم کو حاضری کی اجازت دیجاوے یا نہ دیجاوے فرمایا کہ ان مین تم کو اس باریک شرک سے نکلنے کی راہ بتلاؤنگا ایک روز حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگون کو خطبہ سُنایا اُس مین فرمایا کہ اے لوگو تم شرک سے بچو کیونکہ شرک بعض صورتین اس کی چیونٹی کی چال سے زیادہ باریک و پوشیدہ ہوتی ہین بعضے شخص نے جسکو اللہ تعالے نے چاہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کیونکر اُس سے بچین جب کہ وہ چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ خفی ہے تو ارشاد فرمایا کہ یون مغفرت مانگا کرو۔ اللھم انا نعوذ بک من ان نشرک بک شیئا نعلمہ ونستغفرک لما لا نعلم۔ یعنے اے پروردگار ہمارے ہم تجھ سے پناہ چاہتے ہین کہ جان بوجھکر ہم تیرے ساتھ کچھ شرکت کرین اور مغفرت چاہتے ہین ایسے شرک خفی سے کہ جو ہم سے صادر ہو جاوے کہ ہم اس کو جان نہ پاوین مترجم کہتا ہے کہ پوچھنے والے حضرت ابو بکر تھے جیسا کہ امام ابو یعلی موصلی نے اس حدیث کی روایت مین پتہ پایا ہے اور اس کو ابو القاسم بغوی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دیجیے کہ ہر صبح وشام اور سوتے وقت مین اس کو پڑھا کرون آپ نے فرمایا کہ یون دعا مانگا کر۔ اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ رب کل شیء وملیکہ اشہد ان لا الٰہ الا انت اعوذ بک من شر نفسی ومن شر الشیطان وشرکہ۔ یعنے اے میرے رب اللہ پیدا کرنے والے آسمانون وزمین کے جاننے والے حاضر وغائب کے پروردگار ہر چیز کے اور مالک سب چیز کے مین یقینی گواہی زبان سے ادا کرتا ہون کہ معبود کوئی نہین سوائے تیرے مین تیری پناہ لیتا ہون اپنے نفس کی بدی اور شیطان کی بدی وشرک سے۔ رواہ احمد وابو داؤد والنسائی والترمذی وصححہ۔ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے دوسری روایت مین اسکو ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اسطرح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس دعا کے پڑھنے کا حکم دیا ہے پھر یہ دعا ذکر کی کہ اسکے آخر مین اسقدر زیادہ ہو کہ (اور اس بات سے کہ مین اپنے نفس کو بدی مین داخل کرون یا بدی کسی دوسرے مسلمان کی طرف پہونچاؤن) مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین اکثر مسلمان ایمان کی قدر نہین کرتے جو ایک نعمت ان کو ایسی ملی جو تمام دنیا کی سلطنت سے کہین بڑھکر ہے پس اُن کو لازم ہے کہ اپنے عیال ومال وایمان کی حفاظت کے لیے شرک واُس کے جملہ اقسام سے سخت پرہیز کرین تا کہ

آخرت کی بادشاہت ورضاے رب العزۃ عز شانہ سے سرفراز ہون۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہان تین قول ہین ایک یہ کہ آیت کریمہ مشرکین مکہ کے حق مین ہے دوم یہ کہ منافقین کے حق مین سوم یہ کہ یہود ونصارے کے حق مین ہے پس اول کی توجیہ یہ کہ قولہ مایومن اکثرھم باللہ۔ اس طرح کہ اُس کے وجود اور خالق ہونے کا اقرار کیا۔ الا وھم مشرکون۔ غیرون کی عبادت کرکے۔ دوم کی توجیہ یہ کہ زبانی اقرار سے ایمان ظاہر کیا اور دل سے مشرک رہے۔ سوم کی توجیہ یہ کہ انبیا پر وکتاب آسمانی پر بظاہر ایمان لائے مگر احبار ورہبان کو ارباب بنایا اور اللہ تعالے پاک کی طرف بیٹا جورو کی نسبت کی یا بھلائی کی نسبت اللہ تعالے کو خالق سمجھا اور برائیون کا خالق شیطان کو قرار دیا۔ یا ظاہری اسباب کو اور تدبیر کو مؤثر سمجھا۔ یا اپنے آپ کو صنعت وحرفت وجملہ افعال پر قادر وخالق سمجھا۔ پس مشرک ہوئے اور مترجم کہتا ہے کہ حضرت حذیفہ رض کی حدیث اور دیگر احادیث صریحہ دلالت کرتی ہین کہ سبب نزول اگرچہ کسی خاص قوم کے واسطے ہو مگر حکم عام ہے حتے کہ مسلمان لوگ بھی اپنے اعتقادات وافعال کو دیکھتے رہین کیونکہ وے تو اہل توحید وایمان جب ہی ہونگے جب جلی وخفی شرک ظاہر وباطن نہ کرین ورنہ اسی حکم مین شامل ہونگے اور آیت مین اشارہ ہے کہ کمتر موحدین اور اکثر ایسے ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان کے ساتھ شرک کرتے ہین پھر اُن کو تہدید فرمائی بقولہ۔ اَفَاَمِنُوْٓا۔ کیا نڈر ہو گئے اس بات سے کہ۔ اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ آجاوے اُن پر ڈھانک لینے والا۔ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اللہ تعالے کے عذاب سے پس جن لوگون کو شریک بتاتے تھے خواہ نیک لوگون کی صورت بت ہون یا حضرت عیسے علیہ السلام یا عزیر ہون یا اُن کی تدبیر بچاؤ کی ہو یا گنڈے تعویذ ہون کوئی بھی اللہ تعالے کے عذاب کو نہ روک سکے اور دنیا ہی مین خواری مین مبتلا ہو کر ابد تک عذاب مین پڑے رہین۔ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً یا آجاوے اُنپر ساعت یعنی قیامت یا موت اچانک کہ ہنوز انھون نے اپنی نجات کا کوئی طریقہ نہ برتا ہو اور کوئی نشانی اس کے آنے کی محسوس نہوئی ہو۔ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ حالانکہ اُن کو شعور نہونے پاوے اس کے آنے کا پس خوار ہو جاوین۔ یعنے ہر طرح قادر وقوی وغالب اللہ تعالے ہے اُس سے ڈرین اور ایمان لاوین بدون شرک کے ف فی العرائس قولہ ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک۔ اس سے اہل ایمان وتوحید آگاہ ہو کر ایمان وجوش محبت سے منور ہوتے اور غم فراق چندروزہ ختم ہو کر عیش دائمی کے امیدوار ہوتے ہین اور ان کو طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر محنت کے بعد سلطنت و نعمت ہے اور بلاے الٰہی پر صبر وشکر بہت عمدہ طریقہ رضوان الٰہی حاصل ہونے کا ہے۔ قولہ وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیھا الآیہ۔ حق سبحانہ تعالے نے آگاہ کیا کہ آسمانون وزمین کے ہر مخلوقات پر پاک پروردگار نے اپنی معرفت کے انوار سے لباس پہنایا ہے جس سے اہل بصیرت کو آئینہ سی تجلی ہوتی ہے مگر یہ مخصوص انھین بندون کے لیے ہے جنکو ایمان وتوحید سے بدون شائبہ شرک کے نور بصیرت عطا ہوئی ہے اور ہم کو آگاہ کر دیا کہ جو لوگ جہالت وغفلت مین پڑے ہین وے ان آیات سے محجوب ہین فقط ظاہری صورت دیکھتے ہین اور حقائق سے محض اندھے وغافل ہین ناچار ان چیزون سے اعراض کرتے چلے جاتے ہین۔ اشارہ ہے کہ ہر شخص چاہے وہ تمام عمر ایک جگہ بیٹھا رہے وہ برابر آخرت کی طرف چلا جاتا ہے اور ہر شب وروز اُسکے لیے منزل ہو جو اُسکو آخرت سے قریب کرتی چلی جاتی ہو اگرچہ اُسکو غفلت وانکار آخرت سے شعور نہین ہوتا۔ ابن عطا نے کہا کہ آسمانون وزمین ومخلوقات کو آنکھون سے دیکھتے ہین اور دل کی بصیرت سے مطالعہ نہین کرتے پس انپر اسرار کچھ منکشف نہین ہوتے ہین بعض نے کہا کہ جو طریقہ کرامت کا ہے اس سے انکار کرتے اور طریقہ بتلانے والے سے دشمنی اور نفس وشیطان کے بہکانے مین مطیع لہذا ظلمت مین گھستے چلے جاتے ہین اور انوار سے دور ہو کر آیات علوی وسفلی سے غافل ہین

پھر اللہ تعالے نے توحید مین کوشش وقدم کو حدوث سے پاک رکھنے مین طاقت بھر سعی کرنے اور شرک کے شائبہ سے بچنے کی تاکید فرمائی بقولہ وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔ اس مین عوام کے سولے خواص کو تنبیہ ہے کہ اپنے مقامات مین غیر کے دخل سے شرک کرتے ہین اور یہ ان لوگون مین ہے جو اللہ تعالے کی معرفت مین واسطہ وشواہد پر نظر کرتے ہین اور جو لطیف صنائع اہل معرفت پر ظاہر ہوتے ہین اُن کی لطافت دیکھتے ہین یہان تک کہ شرک کی انتہا رہ پہونچی کہ جس نے اللہ تعالے کی محبت اس واسطے رکھی کہ اُس کے مشاہدہ سے قلب کو ذوق ہے وہ حقیقت توحید مین مشرک ہے کیونکہ حقیقت توحید کے واجب حق مین سے یہ ہے کہ اُس کی ربوبیت سے اس کی محبت ہو اور اس کے وجود پاک سے اس کی محبت ہو اور اُس کے فضل وانعام واحسان بے انتہا، اور ذوق وشوق قلبی وغیرہ سے نہو کیونکہ یہ محبت جس واسطہ سے ہے وہ غیر ہے پس شرک ہوا۔ قال المترجم اس مقام کی توضیح یہ ہو کہ حق تعالے عز وجل نے اپنی عبادت وتوحید کے مراتب رکھے ہین ولیکن ادنٰے درجہ توحید کا یہ بھی ہے کہ کسی نے جنت کی تمناے عبادت کی یا دوزخ کی عقاب سے عبادت کی پس ایک واسطہ پر نظر کر کے حضرت خالق عز وجل کی عبادت کی حالانکہ جسنے پیدا کیا اسکے احکام بجالانا صرف اسکے حق واجب سے فرض ہے اور اصل اس مین حدیث صحیح ہے کہ تحت قولہ تعالے ورضوان من اللہ اکبر، لذری وبعض دیگر مقامات پر بھی کہ اہل صلاح تین گروہ ہونگے بعض جنھون نے بخوف جہنم عبادت کی۔ پس بلا رب العزۃ فرما دیگا تم نے جہنم کے خوف سے عبادت کی جاؤ تم نے تمکو اس سے نجات دی اور ہمارے فضل سے جنت مین داخل ہوا اور برغبت جنت والون سے ارشاد ہوگا کہ ہم نے عطا کی ہمارے فضل سے داخل ہوا اور جہنم سے نجات دی اور تیسرا فریق جنھون نے خالص اللہ تعالے کی پاک ذات کے لیے اُسکی عبادت کی پس حکم ہوگا کہ مین تمھارا ابدا ہون۔ اور حدیث فضائل الصوم مین ہو کہ انا اجزی بہ یعنی مین ہی اُسکا ثواب ہون اور آنحضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح مین ارشاد فرمایا کہ مازاغ البصر وما طغی پس یہ اخلاص ہو اور مخلصین لہ الدین مین اسکا اشارہ ہو اور اکابر اولیاء اللہ تعالے کے پسندیدہ اقوال معروف ہین کہ اگر او تعالے راضی ہو پھر ہم کو دوزخ مین ڈالدے تو ہم کو عین خوشی ہے اور اگر جنت ملے مگر اسکا رضوان نہو تو کچھ چیز نہین ہو پس اس اخلاص کی شان سے ہی کہ عبادت کرنے والا یعنے بندۂ مومن اپنے ہر وقت کے افعال واعمال کھانے وپینے وسونے وجاگنے سب مین دیکھے کہ وہ کس نیت سے کرتا ہو اگر لذت وتن آسانی وغیرہ ہو تو یہ شخص عوام مین سے ہے اور اگر کھانا بالغرض قوت عبادت وتعلیم تعلم وکسب معاش برائے اہل وعیال بہ نیت فریضہ آلہی ہو یا جہاد کے لیے مزید قوت منظور ہو تو اُس مین دیکھنا چاہیے کہ اگر عبادت مین یہ نیت ہو کہ عذاب ہوگا یا جنت ملیگی تو مباح مگر اخلاص وولایت نہین ہو اور اگر خلوص حکم حق عز وجل کی پابندی مراد ہو ورضاے آلہی جل شانہ مطلوب ہو تو اخلاص ہے پھر جنکو رضاے خالق ذوالجلال والاکرام مطلوب ہے انپر نفس کے خفیہ دقائق بہت ہین از انجملہ غلبہ محبت مین کئی دن گذرے کہ کھانا وغیرہ کسی چیز کی خواہش نہین، اور ذوق یاد آلہی ہو پس یہ ذوق جو حاصل ہوا یہی قلب مین خفیہ فریب نفس کا ہو کہ اس ذوق کی لذت سے وہ یاد مین سرگرم ہے پس اخلاص نہ رہا اور اخلاص وہی ہو کہ بدون کسی چیز غیر کے محض ذات حضرت حق عز وجل کی بندگی ہو۔ جب یہ معلوم ہوا تو اب شیخ کے کلام کے معنے سمجھنا چاہیے کہ فرمایا جس شخص نے دیدار حق عز وجل مین اپنی ذات کی طرف یا عرش سے فرش تک کسی مخلوق کی طرف نظر رکھی تو وہ موحد محقق نہین ہو اور یہی تمام عارفین اولیاء آلہی سبحانہ تعالے کا مذہب ہے۔ اقول ان عارفین کا مذہب بہت صحیح ہے اور جو لوگ اس زمانہ مین اپنے آپ کو موحد اور محمدی وغیرہ القاب سے موسوم فرماتے ہین اور ان مدارک سے کوسون دور پڑے ہین وے قرآن پاک کی سمجھ سے غافل اور احادیث شریف سے جاہل ہین الا من شاء اللہ تعالے منہم ہم الذین صدقوا

الزھد فی الدنیا والآخرۃ سوے اللہ تعالے عز وجل اللھم اہدنے وتب علی فانک انت التواب الرحیم۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ الا وھم مشرکون یعنی لاحظۂ خواطر وحرکات مین مشرک ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ واسطی رح کی مراد یہ ظاہر ہوتی ہے کہ ارادت وقصد واپنی حرکات وغیر کی حرکات اور دوستی ودشمنی کو ہر ایک کی جانب منسوب کرنے مین شرک کرتے ہین شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے خوب کہا ہے۔ من از حق شناسم نہ از عمرو وزید۔ اور خوب کہا کہ ۔ اگر ز کوہ فرو غلطد آسیا سنگی ٭ نہ عارف است کہ از جاے خویش برخیزد کیونکہ دشمنی زید کی تخلق آلہی ہے اور دوستی عمرو کی رحمت آلہیہ ہے اور ہر ایک محل ظہور سے بد و نیک ہے اور حاشا کہ کوئی جاہل یہ گمان کرے کہ یہ تو بالکل جبریہ کا عقیدہ ہے کیونکہ جبر مین اور اس مین فرق سیاہ وسپید وظلمت ونور کا ہے وہ کفر ہے یہ ایمان ہے اور مسلم الثبوت مین جو بحث حسن وقبح مین قول اشعری کو کفو الجبر قرار دیا وہ غلبہ بحث لفظی کا نتیجہ ہے اور صواب کی راہ نہ پائی۔ اور واضح ہو کہ بقاعی رح نے واسطی رحمہ اللہ سے یہ قول اس طرح حکایت کیا کہ مراد شرک سے یہان وہ خطرات واحوال ہین جو عارض ہوتے ہین۔ اس کو مولوی صدیق حسن قنوجی نے اپنی تفسیر مین یون ہی نقل کیا اور اعتراض کیا کہ ان خطرات کو دیکھا جاوے کہ اگر شرک ہین تو شرک ہوگا ورنہ نہین مترجم کہتا ہے کہ یہ نقل غلط ہے اور صواب وہی ہے جو شیخ نے واسطی رح سے نقل کیا کہ ملاحظہ خطرات واحوال سے مشرک ہوجاتا ہے اور عارض ہونے کا لفظ تحریف کلام ہے اور معنے اس کے برعکس ہوگئے فافہم اور مدارک مین علامہ نسفی رح نے کہا کہ قدریہ ایمان لاتے ہین اللہ تعالے ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اسطرح کہ بندہ کے لیے افعال پیدا کرنے کی قدرت ثابت کرتے ہین پس انپر صادق ہے کہ ایمان لائے اس حال سے کہ جو بات اللہ تعالے کے واسطے مخصوص ہو وہ غیر کے لیے ثابت کرتے ہوئے پس مشرک ہوئے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ الحمد للہ کہ مین نے جو بات سابق مین لکھی ہے علامۂ نسفی رح کی تقریر کا مآل بھی وہی ہے یعنی جب اُنھون نے مخلوق کے لیے قدرت فعل ثابت کی تو اللہ تعالے کی صفت تسخیر وقہر مین نقص ڈالا پس ایسے خالق کے قائل ہوئے جسکے سوائے مخلوق بھی خود مختار ہے اور چونکہ اللہ تعالے جل جلالہ پر یہ صادق نہین آتا لہذا انھون نے دعوے کیا کہ ہم اللہ تعالے جامع صفات کمالیہ پر ایمان لائے حالانکہ مشرک ہین۔ کیونکہ دراصل انکا ایمان اپنے ظن کے آلہ پر ہے اور اللہ تعالے پر نہین ہے اور انکا یہ کہنا کہ نہین مظنون پر نہین بلکہ ہم اللہ تعالے پر ایمان لائے ہین یہ محض دعوے ہے جو واقعی نہین ہے پس دو قسمین نکلین ایک وہ کہ اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہین اور وے مومنون ہین اور دوم وہ کہ اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہین اور وے مشرکین ہین فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ پھر شیخ نے لکھا کہ بعض نے کہا کہ قولہ الا وھم مشرکون۔ یعنے اپنے نفس کی طرف سے تقصیر جاننا اور اسپر ملامت روا رکھنا شرک ہے۔ مین کہتا ہون کہ اوپر مذکور ہوا کہ نفس وجملہ مخلوقات مسخر بقدرت آلہیہ ہے تو نفس کی تقصیر یہی ہو کہ اس نے قصور کیا حالانکہ کرنا کسی فعل کا خواہ قصور ہو یا خدمت ہو نفس کی قدرت مین نہین ہو بلکہ خالق عز وجل جو چاہتا ہو پیدا کرتا ہے تو گویا اس نے اپنے نفس کو قدرت والا خیال کیا اور یہ شرک ہو۔ پھر مین کہتا ہون کہ تحقیق تو یہی ہے جو بعض مشائخ نے ارشاد فرمایا ولیکن بندہ روئے ودعا وعاجزی کی توفیق پاوے تو یہ سعادت ہو کیونکہ بحالت تقصیر وہ فی الجملہ ظہور قہریات کا مظہر ہے فافہم واللہ تعالے اعلم۔ اور شیخ واسطی رح کے کلام مین اس کی تصریح ہے کہ نفس کی جانب یہ دیکھنا کہ اُس نے تقصیر کی یعنی چاہتا تو تقصیر نہ کرتا یہ شرک ہو کیونکہ جس نے اپنے نفس سے کچھ خیال کیا اس نے ازلیت ومقدرات سے انکار کیا جو کہ حق تعالے کی طرف سے محقق ہین اور جس نے اپنے نفس کو اُس کے امور مین سے کسی امر مین ملامت کی اس نے شرک کیا قال المترجم والبرہان علیہ قولہ علیہ السلام جف القلم بما ہو کائن او نحو ذلک وقولہ علیہ السلام وہم یعملون وقولہ علیہ السلام کل میسر لما خلق لہ پس اخیر صریح ہی

کر غیر مقدر کے لیے اسکو تیسر و توفیق نہوگی پس قدرت اسکو کہاں سے ملی جو پیدا کرتا شیخ نے اسکے بعد بہت دقیق کلام شیخ حسین رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ قال منوط العلل ہی اور افعال مقرون بشرک اور حق عز وجل ان سب سے مبائن ہے بدلیل قولہ تعالے وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔ مترجم کہتا ہے کہ دقائق اس کلام کے اس حد تک ہین کہ عوام کچھ زبان سے نکالنے والے کو کافر کہینگے اور کیونکر مجال ہی کہ حضرت قدیم ذو العظمۃ والکبریا کی ثنا زبان ادا کرے اور اس کی شہادت و اقرار ایمان کا فعل ہو اور نہین خالق و موجود مگر وہی پاک جل شانہ اور تمام فنا عین البقا ہی اور محض عدم عین موجود ہی واللہ سبحانہ تعالے ہو المومن المہیمن العلیم الحکیم۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ حق تعالے کی شان پاک ذ شرک سے بیزاری بیان کرے و مخلوق کو ارشاد حق فرمایا بقولہ تعالے

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ

تو کہدے کہ یہی ہو میری راہ میں بلاتا ہون اللہ تعالے کی طرف سوجھ کے ساتھ دلیل سے مین بھی اور جو لوگ میرے پیرو ہین اور پاک ہے اللہ تعالے اور مین

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ

نہین ہون مشرکون مین سے اور نہین بھیجے ہمنے تجھ سے پہلے مگر کچھ مرد جنکی طرف ہم وحی فرماتے تھے اہل قری یعنی بستی کے رہنے والون سے

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ

کیا وے نہین پھرے زمین مین تاکہ دیکھتے کہ کیونکر ہوا انجام کار ان لوگون کا جو انسے پہلے گذرے ہین اور بیشک دار آخرت

خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

بہتر ہی ان لوگون کے لیے جنھون نے تقوی کیا سو کیا یہ لوگ عقل نہین رکھتے ہین

قُلْ کہدے اے افضل المخلصین و سید المومنین و امام المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ کو کہ هٰذِهٖ یہی طریقہ جو توحید و ایمان کا ہے جس مین الوہیت و قدرت فقط اللہ تعالے کے واسطے ہے کسی غیر کی شرکت کسی حال مین ممکن نہین ہے یہی سَبِیْلِیْۤ میری راہ ہے بلانا توحید کی طرف اور آخرت کے لیے موت سے پہلے سامان جمع کرنا بدون شرک کے میرا طریقہ اور یہی میری سنت ہے اس کی تفسیر فرمائی اسطرح کہ۔ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ مین بلاتا ہون اللہ کی طرف یعنے اس طرح اس ذات پاک جامع صفات کمالیہ پر ایمان لاؤ کہ وہ اسی کی شان ہو اور کچھ شرک و کفر کا اعتقاد مت کرو اور قول و فعل سے شرک مت کرو تاکہ اللہ تعالے پر ایمان صحیح ہو پس تم جھوٹ و باطل اپنے گمان مین اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہو حالانکہ مشرک ہو اور مین تمکو اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون عَلٰى بَصِیْرَةٍ بینائی پر اور یہ قلبی نورانی بینائی ہی اور آنکھ کی بینائی کو بصارت کہتے ہین اور مراد یہ کہ اندھے پن سے نہین بلکہ روشن دلیل و نورانی حجت پر دعوت اللہ تعالے کی طرف کرتا ہون۔ اَنَا مین خود وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ اور جو کوئی میرا پیرو ہوا ہی حاصل یہ کہ تم دروغ طور پر بغیر دلیل و قلبی بصیرت کے اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہو حالانکہ مشرک ہو اور مین تم کو بصیرت و حجت واضح سے اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون پس اصلی بصیرت پر مجھے کیا گیا پھر جو میرے تابع ہوا وہ بھی بصیرت پر ہوگیا پس مین اور میرے تابع جو ہون سب تمکو اللہ تعالے کی طرف نورانی راہ پر بلاتے ہین۔ مؤلف فتح البیان عفی اللہ لہ نے لکھا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ جو کوئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تبع ہو اسپر واجب ہے کہ کافرون کو راہ مستقیم بتلاوے مترجم کہتا ہے کہ اس مسئلہ کے نکالنے مین اُس نے اجمال سے قریب خطا کے رکھا اور صواب وہ ہے جو سراج وغیرہ مین ہے کہ متبعین مومنین مین سے جو بصیرت پر ہو اس پر ہدایت کرنا واجب ہے۔ چنانچہ لکھا کہ آیت مین دلیل ہے کہ اللہ تعالے کی طرف بلانا جب ہی بہتر

ط زیادہ عظمت و فضل ۱۲

و جائز ہے کہ جب یہ شرط اس مین موجود ہو کہ جس طرح بلاتا ہے اسپر یقین کے ساتھ اس کو بصیرت حاصل ہو ورنہ اُسکا عذر ہوگا اور حدیث نقل کی کہ علما امانت دار ہین رسول کے اللہ تعالے کے بندون پر کہ حفاظت مین رکھتے ہین جس سے کہ اللہ تعالے کی طرف بلاتے ہین۔ مین کہتا ہون کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ نصیحت کرنا و نیک باتون کی ہدایت اور بری باتون سے ممانعت کرنا کسطرح ہے تو فتاوے عالمگیریہ وغیرہ مین اس مین تفصیل مذکور ہی اور حق میرے نزدیک یہ ہے کہ ایمان والے باہم ایک دوسرے کو بد کام سے منع کرتے رہین اور نیک کام بتلاتے رہین اگرچہ عالم نہون لیکن شرط ہے کہ اس نے عالم سے سُنا اور معلوم کرلیا ہو اور رہا عامی آدمی کسی کافر کو ایمان کی ہدایت کرے تو میرے نزدیک نرمی سے بلاوے اور اگر وہ کوئی شبہہ و جھگڑا پیش کرے تو اُس کو عالم کے پاس لادے یا راہ بتلاوے اور خود اپنی معلومات سے زیادہ بدون بصیرت کے دخل نہ دیوے ولیکن اگر نہ بلاوے تو اُس پر گناہ ہونے کی دلیل مجھے نہین ملی واللہ اعلم اور عالم پر البتہ یہ ہدایت واجب ہے جبکہ امید نفع ہو اور اگر غالب گمان نہو یا فتنہ کا خوف ہو تو علما نے کہا کہ وہ معذور رکھا جائیگا سوال اس زمانہ مین علما تو بالکل ساکت ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ اس زعم پر ہی کہ دعوت اسلام تمام پھیل گئی تو وجوب نہ رہا۔ مگر میرا گمان ہے کہ بشرط وسعت عام مجمع مین نصیحت کرنا چاہیے۔ افسوس کہ برخلاف اسکے یہ لوگ آپس مین ایک دوسرے کو بدعتی و وہابی اور مقلد و غیر مقلد کے جھگڑے مین کافر و مشرک بناکر جماعت سے جدا کرتے ہین حالانکہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تو منافقون کو خارج نہ فرماتے تھے اور مفتی پر واجب ہے کہ جہانتک تاویل سے گنجائش ہو کسی کو کافر نہ کہے اور نصیحت کرنا تو واجب ہے۔ ابن الانباری نے کہا کہ کلام کی ترکیب اس طرح بھی ہو سکتی ہی کہ قل ہذہ سبیلی ادعو الی اللہ۔ کہدے یہ میری راہ ہے یعنی اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون و قولہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ بصیرت پر ہون مین اور میرے پیرو۔ مین کہتا ہون کہ بیضاوی رحمہ نے بھی اسکو ذکر کیا ہی ولیکن اولے وہ اول ہی اگرچہ دوم مین خبر مقدم کرنے سے ایک اشارہ نکلتا ہے وہ یہ کہ بصیرت پر مین اور میرے متبعین ہی ہین تو اشارہ ہے کہ تم لوگ اللہ تعالے پر ایمان کے دعوے مین خالی گمان پر ہو اور درحقیقت مشرک ہو اور اسی سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالے کی طرف بلانے کی ان اندھون کو ضرورت تھی کیونکہ وہ شیطان کی طرف جاتے تھے اور جہالت سے سمجھتے تھے کہ ہم اللہ تعالے پر ایمان لائے ہین جیسا کہ مکرر بیان ہوچکا ہے۔ پھر ہر شرک سے اللہ تعالے کی تسبیح بیان کی۔ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ اور پاکی بیان کرتا ہون یا پاکی کی طرف نسبت کرتا ہون اللہ تعالے کو۔ یعنے وہ ہر گمان والے کے گمان و شرک و مثل و نظیر سب سے پاک ہے۔ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اور نہین ہون مین مشرکون مین سے۔ یعنے مین اُن مین نہین ہون جو اللہ تعالے پر ایمان لانے کا دعوے کرتے ہین مگر مشرک ہین شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ اللہ تعالے اپنے رسول کو جس کو جن و انس تمام کی طرف بھیجا حکم فرماتا ہے کہ اُن کو آگاہ کردے کہ یہ میرا راستہ یعنے طریقہ و سنت ہی یعنے دعوت بکلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ مین اللہ تعالے کی طرف بصیرت پر بلاتا ہون دلیل و یقین کے ساتھ مین اور میرے متبعین اور مین اس کی عظمت و پاکی ظاہر کرتا ہون اس بات سے کہ کوئی اُس کا شریک یا نظیر ہو یا فرزند و جورو ہو یا مشیر صلاح کار ہو یا ماتحت کارپرداز ہو پاک ہے وہ تبارک و تعالے ان سب سے وہ پاک ہی خیال و گمان سے تسبح لہ السموات السبع والارض ومن فیہن وان من شیء الا یسبح بحمدہ الآیہ۔ اسی کی تسبیح کرتی ہی سب آسمان و زمین اور جو لوگ ان مین ہین اور کوئی چیز نہین مگر آنکہ وہ تسبیح کرتی ہے اُسکے حمد سے ولیکن تم انکی تسبیح کو نہین سمجھتے ہو وہ بیشک حلیم غفور ہی پھر کفار عرب حقیقت انسانیہ سے غافل ہوکر کہتے ہین کہ اگر اللہ تعالے رسول بھیجتا تو ملائکہ بھیجتا اور یہ بھی شرک کی جہالت تھی ورنہ تاثیر الٰہی سبحانہ تعالے مین ہر چیز یکسان ہو سکتی ہی آیا نہین دیکھتے کہ قرب قیامت مین ایک

جو بایہ نکلیگا جو آدمیون سے باتین کرے گا کہ لوگ پروردگار کی نشانیون پر یقین نہین لاتے ہین مگر حق تعالے عزوجل کی مشیت ہو کہ انسان کو سرفراز کیا اور ان مین سے رسول بھیجے پس مشرکین کا رد فرمایا بقولہ ۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اور نہین بھیجے ہم نے تجھسے پہلے اِلَّا رِجَالًا مگر مرد لوگ ۔ یُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ ہم وحی فرماتے تھے اُن کی طرف ۔ یہ قرارۃ نوحی بنون حفص رحمہ اللہ کی تمام قرآن مین ہے اور دوسرون نے یوحی بیاے مضموم وحاء مفتوح بصیغہ مجہول پڑھا یہی اہل مصر وغیرہ کی قرارۃ ہے یعنے ایسے مرد جن پر وحی کیجاتی تھی ۔ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰی اور یہ لوگ قریون کے رہنے والے تھے یعنے شہرون قصبون مین ان کو بسایا تھا اور رسول فرمایا جنگل کے بدو اور گنوار نہ تھے کیونکہ اہل شہر مین علم وحلم دیا ہے اور گنوارون مین جہل وسخت دلی کی عادت رکھی ہو دیکھو مولوی روم نے لکھا ؎ دہ مرو دہ مرد را احمق کند ؛ عقل را بے نور وبے رونق کند ۔ یعنے گاؤن مین مت جا کہ وہان مرد احمق ہوجاتا ہے عقل اس کی بے نور وبے رونق ہوجاتی ہو۔ اور اگر کہا جاوے کہ سابق مین گزرا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام واُن کی اولاد ایک گاؤن کھیڑے مین سے مصر کو آئے تھے اور خود یوسف علیہ السلام نے کہا کہ جاء بکم من البدو ۔ تو یہ کیونکر تھا ۔ جواب یہ ہے کہ اصل سکونت ان کی کنعان مین تھی مگر بسبب قحط کے مویشیون کی ہلاکت وغیرہ کے خوف سے جنگل مین چلے گئے تھے ۔ اور اگر کہا جاوے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تنہا جنگل مین بسنے کی اجازت دی تھی تو جواب یہ ہو کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جس کسی کو خلاف سنت کام کرتے دیکھتے اسکو لاٹھی سے مارتے اور کمال یقین ونہایت اتباع سے ہر شخص کی نسبت انکے خیالات استقامت کے تھے ولیکن حق تعالے نے لوگون کو ایک حال پر نہین رکھا ہی پس پیغمبر صادق مصدوق علیہ السلام نے بطور معجزہ کے انکے حق مین فرمادیا تھا کہ تو تنہا رہیگا اور تنہا مریگا پس وہی واقع ہوا ۔ اور یہ اجازت خاص تھی جیسا کہ صحاح احادیث مین مصرح ہی اور واضح ہو کہ قری جمع قریہ کی کبھی تو مدینہ کے مقابل آتا ہے تو مدینہ شہر یا بڑا قصبہ ہوتا ہے اور قریہ گاؤن بلکہ کھیڑا اور کبھی قریہ مقابل بادیہ بولا جاتا ہے تو قریہ سے مراد شہر وقصبہ مانند قولہ علی رجل من القریتین عظیم ۔ یعنے مکہ ومدینہ ۔ اور بادیہ سے مراد جنگلی آبادی جہان سب کھلا ہوا میدان ہے بادیہ مشتق بدو سے ہے حاصل آنکہ ہم نے تجھ سے پہلے بھی رسول بھیجے جنکو ہم مثل تیرے وحی بھیجتے تھے وہ شہر کے مرد تھے ابن عباس رضہ نے کہا یعنے وہ آسمانی فرشتہ نہ تھے جیسے تم کہتے ہو پس یہ آیت بمانند قولہ وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق اور قولہ وما جعلناہم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین ۔ اور خود پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان لوگون کو آگاہ کردے کہ سابق انبیاء کے مثل مین ہون کچھ انوکھا نہین ہون چنانچہ کہا قل ما کنت بدعا من الرسل ۔ اور شیخ ابن کثیر رہ نے کہا کہ قری مین سے مراد مدائن یعنے شہر ہین اور معنے یہ کہ وہ بادیہ کے لوگون مین سے نہ تھے جو جفا وغلظت قلوب مین مشہور ہین اور اہل شہر کی نسبت معروف ہے کہ الطف واحلم ہوتے ہین اور سواد شہر وقصبات کے لوگ بہ نسبت بادیہ والون کے بہتر ہوتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اس مین دلالت ہے کہ نوع انسانی مین اتفاق واجتماع سے ان کے عقول کا تصفیہ ہوتا ہے لہذا اگر ایک شہر مین بہت لوگ ہون مگر بہ سبب قہر الٰہی کے آپس مین متفق نہون تو برباد ہون گے ۔ اور اہل بادیہ بوجہ جانورون کی صحبت کے سخت دل وبیوقوف ہوجاتے ہین ولہذا قال تعالے الاعراب اشد کفرا ونفاقا الآیۃ قتادہ رہ نے کہا کہ اہل القری مین سے اسواسطے مبعوث فرمائے کہ وے علم وحلم یعنے عقل ودانائی مین زیادہ ہوتے ہین مسئلہ آیت سے مستنبط ہوا کہ اللہ تعالے نے جو انبیاء ورسول بھیجے ہین وے ایک تو مرد تھے اور دوم شہر کے لوگون مین سے تھے ۔ اور معنے یہ ہین کہ ازل مین ان لوگون کو نبوت کے لیے سرفراز کیا اور ان کو دنیا مین شہر مین پیدا کر کے بسایا پس یہ توفیق نعمت ہوئی چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے

اس توفیق ونعمت کا بڑا شکر ادا کیا ۔ شیخ ابن کثیر رہ نے ذکر کیا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی مذہب ہے اور اسی کو شیخ علی بن اسمٰعیل یعنے ابوالحسن الاشعری نے ان سے نقل کیا ہے کہ عورتون مین کوئی نبی نہین ہوئی ہان ان مین صدیقہ عورتین ہوئی ہین جنھون نے نبوت ونبی والوہیت رب تبارک وتعالے کی اچھی تصدیق کی اور لکھا کہ اشرف النساء مریم بنت عمران کو فرمایا کہ ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ ۔ دیکھو مقام تشریف وتعریف مین فقط صدیقہ فرمایا اور اگر وہ نبیہ ہوتین تو ضرور اس محل مین اُن کا شرف ظاہر کیا جاتا ۔ اور جن لوگون نے زعم کیا کہ بعض عورتین نبیہ ہوئی ہین جیسے سارہ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی پاک بی بی اور مادر موسیٰ وعیسیٰ علیہ السلام توان کا زعم اس وجہ سے ہے کہ ملائکہ نے حضرت سارہ کو اسحق کی بشارت دی اور مادر موسے علیہ السلام کی نسبت فرمایا واوحینا الی ام موسیٰ ۔ اور مریم مادر عیسے علیہ السلام کو ملائکہ نے بشارت دی کما قال تعالے اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک ۔ پس یہی وحی ہے کہ جس سے نبوت ہوتی ہے تو وہ نبیہ ہوئین اور شیخ رہ نے جواب دیا کہ ہان اسقدر توان عورتون کو بلاشبہہ حاصل تھا پس اگر ان لوگون کی مراد فقط نبیہ ہونے سے یہ ہے کہ ان عورتون سے ملائکہ نے بحکم الٰہی کچھ کلام کیا یا کوئی حکم پہونچایا تو ضرور اسقدر شرف ان لوگون کو حاصل تھا ولیکن جمہور علماء کے نزدیک نبوت کے لیے یہ کافی نہین ہے بلکہ وحی تشریع ہونی چاہیے اور وہ بآیات سابقہ فقط مردون مین منحصر رہا ہے ۔ بعض نے ذکر کیا کہ انبیاء کا مردون مین سے ہونا عرب کے نزدیک امر معروف تھا چنانچہ سجاح عورت نے جب بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نبوت کا دعوے کیا اور ادہر مسیلمہ بن کذاب نے دعوے کیا اور انجام کار سجاح مذکورہ کے مسیلمہ سے زنا کا پیٹ رہا اور سب ہلاک ہوئے تو قیس بن عاصم نے سجاح مذکورہ کے حق مین یہ اشعار کہے ؎ اضحت نبیتکم انثی فطیف بہا ؛ واصبحت انبیاء اللہ ذکرانا ؛ فلعنۃ اللہ والاقوام کلہم ؛ علی سجاح ومن باللوم اغرانا ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اس سے اسقدر ثبوت ہوا کہ بعد اسلام کے عرب مین یہ امر زمانۂ صحابہ مین معروف تھا تو اب اختلاف کرنا جہل ہے ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ فقط ملائکہ کے ملنے اور مطلق وحی الٰہی سے نبوت نہین حاصل ہوتی ہے تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالے نے فرمایا واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال الآیۃ پس اگر مطلق وحی کافی ہو تو شہد کی مکھیون کا نبی ہونا لازم آوے اور تو جانتا ہے کہ حدیث حنظلہ رضی اللہ عنہ مین جبکہ انھون نے مع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ نافق حنظلۃ ۔ اور بیان کیا کہ جب ہم آپ کی خدمت مین ہوتے ہین اور آپ ہم کو وعظ ونصیحت فرماتے ہین تو ہمارا قلب ایک حال پر ہوتا ہے پھر جب بال بچون سے ہم ملے تو غفلت آجاتی ہے پس آپ نے فرمایا کہ اگر تم اسی حال پر رہو تو ملائکہ تم سے تمہارے بچھونون پر مصافحہ کرین اور گلی کوچہ مین تم سے ملین ولیکن اے حنظلہ اوقات ہین الحدیث پس ظاہر ہے کہ ملائکہ اگر ملتے اور مصافحہ کرتے تو بھی یہ لوگ انبیاء نہ ہوجاتے پس صواب وہی مذہب اہل السنۃ والجماعۃ ہے اور یہان جو آیت مذکور ہے اس مین بھی صریح دلالت ہے اور حسن بصری رحہ نے کہا کہ نہین مبعوث ہوا کوئی نبی بدو سے یعنے بادیہ کے رہنے والون مین سے اور نہ جن مین سے اور نہ عورتون مین سے ۔ اور حاصل معنے آیت کے یہ ہین کہ جیسے ہم نے تجھے خاتم المرسلین بھیجا ویسے ہی تجھ سے پہلے ہم نے اہل القری مین مردون کو نبی بھیجا ان کی طرف ہم وحی فرماتے تھے ۔ پھر ان انبیاء کی امتون کا حال ظاہر ہے کہ بعضے ایمان لائے اور بہتون نے کفر کیا اور شرک نہ چھوڑا آخر کار نبی ومومنون کو نصرت ہوئی اور منکرین ہلاک ہوئے اور پچھلون کے لیے عبرت ہوگئی اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ۔ پس کیا نہین پھرے یہ لوگ جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے منکر ہوتے ہین زمین مین ۔ یعنے جہان جہان کافرین بسبب کفر کے ہلاک ہوئے ہین ۔ فَیَنْظُرُوْا تا کہ دیکھتے کہ ۔ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ کیونکر ہوا

انجام ان لوگون کا جو ان سے پہلے گذرے ہین کہ ان مین سے منکرون وموذیون کو اللہ تعالے نے ہلاک کیا اور دنیاہی سے انپر عذاب شروع ہوا اور برابر سلسلہ ابد الآباد بے انتہا زمانہ تک قائم رہے گا اور ان مین سے مومنون کو اللہ تعالے نے اپنے فضل سے نجات دی پس دنیا مین بھی اُن کا انجام اچھا ہوا اور آخرت مین بھی نعمت ومنزلت ہے لہذا فرمایا۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ۔ اور مبتک آخرت کا گھر۔ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا بہت بہتر ہے ان لوگون کے لیے جنھون نے تقویٰ کیا۔ یعنے دنیاوی ثروت وعیش بلکہ بادشاہت تمام دنیا سے بھی اہل تقویٰ کے لیے آخرت کا گھر بہت بہتر ہے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے باوجود سلطنت کے اور باوجود یقین اس امر کے کہ موت چندروز مین آویگی بقول بعض علما آخرت کے لیے دعا مانگی اور یہ اسی وجہ سے تھا کہ اُنکو انکا آخرت کا گھر دکھلا دیا گیا تھا پس وہین جانے کے مشتاق ہوئے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا یہ لوگ سمجھتے نہین ہین کہ اسقدر انبیاے سابقین مبعوث ہوئے اور منکرون کو عذاب شدید سے ہلاک کیا گیا تو انجام کفر وشرک کا بہت بدتر ہے اور مومنون کو دنیا مین بھی نیک نامی اور آخرت مین بڑے درجے ملے اور جب دنیا خواہ مخواہ ایسا گھر ہے کہ اسکو چھوڑ دینا چاہیے تو ضرور نجات آخرت و رضاے حق عز وجل بہتر ہے۔ بعض قراءۃ مین تعقلون بصیغہ خطاب ہے تو لطور سخت ملامت کے منکرون کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا تم لوگ عقل نہین رکھتے ہو۔ مسئلہ جس شخص کو میسر آوے کہ وہ روئے زمین مین سیر کرے تو مضائقہ نہین ہے اور تضیع اوقات یا اسراف نہوگا مگر اس شرط سے کہ محض خالص نیت اُسکی یہ ہو کہ فناے دنیا کے آثار کیسے ظاہر ہین اور اگلون کا کیا انجام ہوا غرضکہ عبرت کی نیت ہو اور اس زمانہ مین لوگ فقط دنیا کی زینت دیکھنے کو لندن وپیرس وغیرہ جاتے ہین اور یہ مزید کفر وشرک ہے ف فی العرائس قولہ تعالے قل ہذہ سبیلی ادعو الی اللہ الآیہ۔ میری راہ معرفت الٰہی واُسکی محبت اور اسکی راہ مین روح قربان کرنا اور نفس کو اُسکے حکم کا مطیع کرنا اور میری دعوت کا فائدہ اسی شخص کو پہونچتا ہے اور وہی میرا تابع ہوتا ہے جسکے حق مین ازل سے عنایت الٰہی نے قبول فرمایا ہے اور میرے تابع ہو کر جب چشم بصیرت سے بینا اور عرفان الٰہی عز وجل سے آگاہ ہو جاتے ہین تو کمال شفقت سے اپنے بھائیون کو اسی راہ پر بلاتے ہین اور مین اور میرے تابعین اس راہ پر بلاتے ہین بے بصیرت نہین ہین بلکہ بنور بصیرت ویقین وکشف الٰہی وبیان قرآنی جس مین نفس وشیطان کا خطرہ ودھوکا نہین ہے اس راہ پر بلاتے ہین چنانچہ خود اُن کو کشف وبیان ومعرفت سے بصیرت بہدایت الٰہیہ حاصل ہوگئی تو کچھ شبہہ وتردد نہین رہا۔ پھر حق عز وجل نے اپنی تسبیح اپنے پیغمبر پاک کی زبان سے بیان فرمائی اور حکم کیا کہ حق عز وجل کو ہر خیال وعلل سے منزہ وتسبیح کرے بقولہ وسبحان اللہ۔ پاک ہے اللہ تعالے مخلوقات اپنے خیالات ودلائل سے اُسکی صفات کا ادراک کرنے مین عاجز ہین انکی معرفت بہدایت الٰہیہ ہے جسکا نتیجہ کشف ویقین سے بصیرت ہے۔ وما انا من المشرکین مین مشرکون مین سے نہین جو دعوے کرتے ہین کہ ہم استدلال سے یقین پیدا کرین کیونکہ فعل کا خالق اللہ تعالے ہے اور کیونکر مخلوق کو دعوے ہوگا کہ جملہ صفات الٰہیہ کو جہان خالق عز وجل سے بے ادبی نہو وہ استدلال عقلی سے ادراک کرے اور قدیم کی بارگاہ جلیل تک حادث اسکی مخلوق کو کیا تاب پھر عقل جیسی اسکی مخلوق ہے اُسکے ادراک وافعال بھی اُسکے مخلوق ہین تو کیونکر اُسکو رسائی ہو لیواسطے بعثت انبیاء علیہم السلام فرض ہے پس جس نے قدر رسالت ونبوت نہ جانی وہ گمراہ واول درجہ کا بے عقل ہے شیخ نے کہا کہ من المشرکین۔ اشارت مین داخل ہے کہ غیر کی طرف ملتفت نہین ہون نہ شان محبت مین اور نہ شان ربوبیت مین نہ خطرات کی مداخلت مین اور تعالے ہر خطرہ وگمان سے پاک ہے۔ ابن عطار نے کہا کہ مین تم کو اسی کی طرف بلاتا ہون جس سے تم ہمیشہ فضل وانعام واحسان کے عادی ہوئے ہو اور جس سے تمہارا وجود ہے وہ اللہ تعالے کہ بیر

متعال حی قیوم لم یزل ولایزال ہے۔ شیخ ابو سعید القرشی رحہ نے فرمایا کہ جو کوئی شخص کہ مخلوق کو حق تعالے کی طرف دعوت کرے اسکو ضرورت ہے کہ قدرت الٰہیہ سے اُس کو صولت وقبول ہوا اور یہ چیزین اس کی دعوت کرنے مین مندرج ہونگی چنانچہ آیت مین بصیرت کی تصریح ہے پس جو کوئی اللہ تعالے کی طرف بلاوے اس مین اور جو کوئی راہ الٰہی کی طرف بلاوے اس مین دونون مین فرق ہے۔ بعض نے کہا کہ جو شخص مخلوق کو اللہ تعالے کی طرف بلاوے وہ خلق کو اُس کی طرف اُسی کی قوت سے بلاتا ہے اس مین اس شخص کے نفس کا کچھ دخل نہین ہوتا اور جو کوئی کہ مخلوق کو اللہ تعالے کی راہ کی طرف بلاتا ہے انکو بذات خود اسطرف بلاتا ہے اسی واسطے اکثر لوگ اس کا کہنا مان لیتے ہین کیونکہ طبیعت مین مشاکلت قائم ہے اور بہت کم لوگ اسکا کہنا مانتے ہین جو اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہے کیونکہ اس مین نفس وطبیعت سے مفارقت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ نہایت لطیف تحقیق ہے جس سے ہدایت کے معنے حل ہوگئے چنانچہ اختلاف علماے ظواہر مشہور ہے کہ ہدایت کے معنے مطلوب تک پہونچا دینا یا یہ معنے ہین کہ راہ راست دکھلانا وبتلانا۔ اور آیات سے استدلال دونون طرف موجود ہین اور حق یہی ہے جو شیخ قرشی رحہ نے کہا کہ ہدایت اللہ تعالے کی طرف تو بقدرت الٰہیہ ہے اور یہ اصول بحق ہے اور ہدایت بسبیل الٰہی رہنمائی ہے اور معنے اول اکثر لوگون کے فہم سے عالی ہین فاللہ تعالے ہو الہادی الی سبیل الرشاد۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ بصیرت عمل قلبی ہے اور لوگ اس سے مفلس ہین اور لوگون کی بصیرت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی شے کو مشاہدہ کرین وہو قولہ ادعو الی اللہ علی بصیرۃ۔ کیونکہ صحت بصیرت بقوت الٰہیہ ہے اور وہ نور سے اعلیٰ ہے اور نور مومن کو بھی حاصل ہوتا ہے اور بصیرت ٹھیک نہین ہوتی جب تک کہ تلاطم امواج نفس وخطرات سے نجات ہو کر خود مالک نفس نہو جاوے اور جب تک نفس کی ملکیت مین ہے اور خطرات وشواہد کا کچھ اثر اسپر پڑتا ہے تب تک اس کی بصیرت واہیہ ہے۔ بعض نے کہا کہ دعوت حق از بصیرت ہوتی ہے اور نفاق پیدا ہونا ضعف وتاریکی ہے اور کہا کہ بصیرت لباس ارواح ہے اس سے جسم کو کچھ نصیب نہین ہے۔ واسطی رحہ نے کہا کہ بصیرت اتباع بعد کمال ہے دیعنی اس امر کا کہ داعی کو ہدایت سے کچھ بھی حصہ نہین ہے اور کہا کہ اتباع اس طرح کہ اپنے آپ کو مع سکون وحرکات وافعال وارواح حضرت داعی صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد وسونپ دیا۔ قولہ وسبحان اللہ حق عز وجل منزہ ہے کہ کوئی شخص بدون اس کے راہ پاوے اس کی جانب۔ وما انا من المشرکین۔ دعوے نہین کرتا اپنے نفس کے لیے حق عز وجل کے ساتھ کسی چیز کا بلکہ سب اسی کا ہے جسکا سب ہے۔ ابن عطار رحہ نے کہا کہ طمع وشہوات سے تاریکی اندھا کر دیتی ہے لہذا بصیرت پر غلاف ہوتا ہے اور جب بصیرت ہوتی ہے تو معلوم ومشہود سب کو جلا دیتی ہے آیا تو نہین جانتا کہ بصیرت کسی شخص کی نہین ہوتی جب تک کہ وہ رغبت مین رہے اور جب تک کہ شواہد واعراض کا اسمین کچھ اثر رہے تب تک اسکی بصیرت واہی ہے اور جبکی بصیرت ٹھیک ہو جاتی ہے وہ شخص ہر آفت سے سالم رہجاتا ہے ابن عطار رحہ نے کہا کہ بصیرت اور سکینت مین فرق یہ ہے کہ بصیرت تو مکشوف ہوتی ہے اور سکینت مستور ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ بصیرت یہ ہے کہ آفتاب معرفت تابان ہو پس اسمین عقل کے انوار مندرج ہو جاوین۔ اقول یعنے عقل کے انوار سے اول معرفت مین قدم تھا اور بعد کو معرفت کے آفتاب کے سامنے عقل کے انوار نظر سے غائب ہوگئے اور یہ بھی ایک لطف ہے کہ مرد عارف مقام حیرت مین عقل سے بالاتر ہے باوجودیکہ اہل عقل اس سے محجوب ہین اور یہ قول کہ حق تعالے نے جابجا عقل وعقلاء کی ضمنی تعریف فرمائی ہے تو مراد عقل سے نورانی جوہر ہے جو موجب بذات خود معرفت خالق عز وجل کو ہے اور یہ ابتدائی تعلیم ہے اور انتہائی درجہ کی طرف صعود مین فقہاء وحکماء ہین شیخ رحہ نے کہا کہ میرے پاس اس مقام پر ایک دقیقہ ہے جو اکابر اولیاء کے کلام سے مشابہ ہے اور بہ نسبت اول کے دقیق ہے یعنے کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ یہ طریقہ جو کہ تم مجھ سے دیکھتے ہو جو اُس نے ازل سے میرے

لیے پسند فرمایا ہے کہ اول شریعت ہے پھر طریقت ہے پھر حقیقت ہے پھر حقیقۃ الحقیقہ ہے وہی بصیرت ہے اور یہ بصیرت اشراق خیال قدم واسطے چشم روح کے ہے جو مرتبہ اطمینان ہیں فی اللہ وللہ وباللہ ہے جو قبس عدم سے انوار قدم میں آئی ولیکن اس کو انوار کبریا رمین تا ابد سکون نہیں ہے پس موضع بصیرت ادراک نظر روح مذکور ہے اور موضع ادراک چشم روح ہے اور یہ بصیرت نور کشف صفات حق ہے جو ابدیت سے متزائد ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ یہ مضمحل ہوکر سطوات حق عز وجل غالب آتے ہیں حتی کہ یہ آنکھ اس نور میں مطموس ہو جاتی ہے پس وہاں صرف نور حق باقی ہوتا ہے اور کیونکر ظہور قدم میں حدوث کو بقا ہو سکتا ہے حالانکہ ابتدائے ظہور میں حدوث پاش پاش ہو جاتا ہے یعنے اللہ تعالے کے ساتھ میری یہ حالت ہے اور میں تمھیں ایسی حالت کی طرف نہیں بلاتا ہون کیونکہ یہ بصیرت تو مضمحل بحق از حق ہے بلکہ تم کو اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون تم اُسکو نہیں پہچانتے ہو اور نہ چشم بصیرت سے دیکھتے ہو کیونکہ وہ بصائر وبصیرت سے ادراک نہیں ہو سکتا وہ پاک ہے وسبحان اللہ وما انا من المشرکین۔ وہ ہر کسی کے ادراک سے منزہ ہے اگرچہ نبی مرسل وفرشتہ مقرب ہو اور میں مشرک نہیں ہون جو مشرکون کی طرح ظنون باندھون انتہی کلامہ۔ اوپر معلوم ہوا کہ قولہ افلم یسیروا فی الارض الآیہ میں مشرکین کو زمین میں سیر کرنے کا حکم دیا تاکہ سابقین کا انجام وعبرت حاصل کریں پس سابقین میں صرف منکر ومومن دو فریق ہیں جن میں سے اہل تقوی کا حال بیان کر دیا اور اہل کفر کی تصریح فرماتا ہے

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا

یہانتک کہ جب ناامید ہوگیے رسول لوگ اور گمان کیا کہ وے جھٹلائے گئے ہیں تو آگئی انکے پاس ہماری مدد تو نجات دیا گیا جسکو ہم نے چاہا اور نہیں

يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

دور کیا جاتا ہمارا عذاب ایسی قوم پر سے جو گنہگار ہیں۔

اللہ تعالے اس آیت میں بیان فرماتا ہے کہ ہماری مدد اور نصرت انبیاء ورسولوں پر نازل ہوتی ہے مگر اللہ تعالے کی طرف سے انتظار میں جب تنگ حال پہونچ جاتا ہے اور زیادہ ضرورت سے محتاج ہوتے ہیں مگر ثابت قدم رہے تو ہماری نصرت نازل ہوئی جیسے دوسری آیت میں فرمایا کہ وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب الآیہ۔ ویسے ہی یہان فرمایا حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــَٔسَ الرُّسُلُ حرف حتی غائت کا ہے جو محذوف ہے اور کلام سابق اسپر دلالت کرتا ہے یعنے امم سابقہ میں سے فریق مومنین ومتقین کا تو وہ حال کہ دنیا وآخرت ان کے لیے بہتر ہوئی۔ والذین لم یؤمنوا فلم یعجلوا بالعذاب علی الفور حتی اذا استیأس الرسل۔ اور جو لوگ ایمان نہ لائے اور شرک وکفر پر اڑے رہے تو فوراً عذاب میں گرفتار نہیں کیے گئے بلکہ تاخیر دی گئی حتی کہ یعنے یہانتک کہ جب ناامید ہو گئے ہمارے رسول وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا۔ اور اُنھون نے یہ گمان کیا کہ بیشک وے جھوٹے سمجھے گئے۔ یعنے مشرکین وکفار نہایت بیخوف ونڈر ہوکر مخالفت کرنے لگے اور پیغمبرون نے گمان کیا کہ یہ لوگ اب یہ جانتے ہیں کہ ہم نے جو انکو خوف دلایا تھا کہ نافرمانی وبدافعالی کروگے جیسے تول میں ڈنڈی مارنا ومسافرون وپردیسیون کی راہ مارنا تو تم پر عذاب آوے گا تو ہم نے ان سے جھوٹ کہا تھا چند روز تک تو کچھ کھٹک رہی کہ شاید اس شخص نے سچ کہا ہو جو جادو وغیرہ سے اُس کو معلوم ہوا ہو اور اب دن گذر گئے تو بیخوف ہوکر شرک وکفر کرنے لگے اور ہم کو جھوٹا سمجھا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا تو آگئی ہماری مدد ان کے پاس یعنے یہ لوگ مع مومنین کے کافرون کی ایذا رد لعن طعن اور ہر طرح کی معیشت کی تکلیف وتنگی سے کافرون کے پنجہ سے چھڑائے گئے اسطرح کہ کافرون پر عذاب آیا اور عجیب قدرت الٓہیہ کے ساتھ کہ عقول

متحیر ہوئیں یعنے اس خطہ پر نازل ہوا جس میں مومن وکافر سب تھے۔ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ پس نجات دیا گیا ہر وہ شخص جس کو ہم نے چاہا یعنے فقط وہ لوگ جو صدق دل سے اللہ تعالے پر ایمان لائے اور ان صفات کے ساتھ یقین کیا جو رسول نے وحی سے بتلائے تھے اگرچہ غفلت میں اُن سے گناہ سرزد ہو گئے ہون یا ہوتے ہون مگر ایمان ویقین والا بہدایت وعنایت الٓہی سبحانہ تعالے متنبہ ہوکر توبہ کرتا رہتا ہے۔ الحاصل نجات عذاب دنیا کا مدار ایمان پر ہے اور گناہون سے تقوی ہونا شرط نہیں ہے اس کا حساب آخرت پر ہے پس قولہ فنجی من نشاء بمنزلہ فنجی من آمن صدقاً ہے اور شاید کہ مبہم اپنی مشیت پر رکھنے میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالے عالم الغیب ہے کہ کون حقیقت میں اللہ تعالے پر ایمان لایا اور کون ایسا ہے کہ ظاہر میں اقرار کرتا ہے اور باطن میں منافق ہے تو عذاب کے وقت منافق بھی پکڑا گیا اور اگر دنیا میں عذاب نہ آتا تو منافق ظاہری اقرار کی برکت سے دنیا میں بچا رہتا گر مرتے ہی گرفتار ہو جاتا اور قیامت میں سب سے نیچے طبقہ دوزخ میں ڈالا جائیگا اللھم انی اعوذ بک من ان انافق بک واعوذ بک من الموت علے النفاق والکفر والشرک۔ اور دوسرا اشارہ یہ کہ اکثر لوگ ایمان کا دعوے کرتے ہیں اور اپنے نزدیک انکو یقینی دعوے ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالے پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ فی الحقیقت وے مشرک یا منافق ہوتے ہیں اور بیان اسکا مفصل اوپر گذر چکا۔ لہذا اپنے علم پر اسکو محول فرمایا کہ جسکو ہم نے چاہا وہ نجات دیا گیا۔ اور ظاہری حالت کے موافق نہیں معلوم ہو سکتا چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ قیامت کے روز میرے ساتھیون میں سے ایک گروہ کو بائین جانب یعنی دوزخ کو لے چلینگے پس میں عرض کرونگا کہ اے رب میرے یہ تو میرے ادنے درجہ والے صحابیون میں ہیں حکم ہوگا کہ تو نہیں جانتا کہ اُنھون نے تیرے پیچھے کیا کیا۔ یعنی باطن میں مرتد ومنافق ہو گئے اور یون ہی واقع ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اکثر عرب مرتد ہو گئے اور بعد سخت قتال وجدال کے مسلمان ہوئے پس جو لوگ قبل حقیقی ایمان کے مر گئے ہون یا ظاہر میں اسلام لائے تاکہ حضرت خلیفہ کے لشکر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بچ جاوین پھر ہنوز تحقیقی ایمان نہ ہوا تھا کہ مر گئے تو یہ لوگ اس گروہ میں ہونگے۔ بالجملہ ظاہر میں معلوم نہ ہوا اور صریح قولہ مردوا علی النفاق لاتعلمھم اللہ یعلمھم سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ بعضے لوگ نفاق کے ایسے مشاق تھے کہ آنحضرت صلعم انکو نہ جانتے تھے صرف اللہ تعالے جانتا تھا۔ اور واضح ہو کہ بعضے علما نے زعم کیا کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نفاق نہیں رہا باستدلال ظاہر قول حضرت ام المومنین صدیقہ رض کے کہ بعد آنحضرت صلعم کے نفاق نہیں ہے بلکہ مومن ہیں یا کافر ہیں۔ یہ زعم غلط ہے اور قول صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معنے یہ ہیں کہ کسی کو منافق کہنا اُس کے باطن کا حال بیان کرنا ہوا اور یہ وحی سے آنحضرت صلعم فرماتے تھے پس اب کوئی نہیں بیان کر سکتا اور یہ مطلب نہیں ہے کہ اب کسی کے دل میں نفاق نہ ہوگا کیونکہ یہ تو قیامت تک جاری ہے۔ غرض میری یہ ہے کہ اس زمانہ میں علما ربانی فقیہ بہت ہی کم ہیں اور عوام نے اپنے زعم پر جس کو چاہا عالم منتخب کر لیا اور خاندانی ورثہ قرار دیا پس ان کو نہ ایمان معلوم ہوا اور نہ صفات الٓہیہ سے جسپر اعتقاد کرنا چاہیے واقف ہوئے اور نہ وہ شرک سے بچے اور نہ ان کو کوئی فکر ہے ظاہر میں لا الہ الا اللہ کہنے کو ایمان سمجھ لیا ہے اور دل میں تصدیق ومعرفت کچھ نہیں ہے تمام اعمال وافعال شرک سے بھرے ہیں اے رب ہمارے ہم کو ایمان عطا فرماوے اور اس نعمت کی قدر ہمارے دلون میں تمام دنیا وجہان سب سے زیادہ کر دے اور ایمان پر ہم کو اپنی جان صدقہ کر دینا تاکہ تجھ سے شرک نہو اگرچہ ہم مریں یا مارے جاوین ہمپر یقینی آسان فرماوے اور اپنے فضل سے عافیت کے ساتھ ہمارا خاتمہ ایمان پر بخیر کر دے انت ارحم الراحمین وانت الہادی انت علے کل شئی قدیر۔ اب معلوم ہوا کہ حق تعالے نے بطور ابہام فرمایا کہ عذاب آجانے پر نجات دیا گیا وہ جسکو ہم نے چاہا پس معلوم ہو گیا کہ جسکو نہ چاہا وہ نہ چھوٹا

لہذا فرمایا۔ وَ لَا یُرَدُّ بَأْسُنَا۔ عذابنا۔ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ۔ اور دفع نہین کیا جاتا ہے ہمارا عذاب ایسی قوم سے جو مجرم ہین مجرم سے مراد یہان ایمان کے علاوہ ہر چیز ہے خواہ کفر ہو یا نفاق یا شرک۔ اور کافر و منافق بھی مشرک ہوتے ہین اسی واسطے مجرمین کی تفسیر مین علمار نے کہا کہ مراد مشرکین ہین۔ پھر اگر کہا جاوے کہ مجرم تو ہر گنہگار کو کہتے ہین تو جواب یہ ہے کہ یہان عذاب آنا ایمان سے انکار و اصرار پر ہوا تو معلوم ہوا کہ جو ایمان دار نہین وہ مجرم مراد ہے اور وہ مشرک ہوتا ہے اور مین پہلے بیان کر چکا ہون کہ اعمال فرائض نماز روزہ وغیرہ یا دیگر گناہ جو ایمان والے سے سرزد ہون مگر ہرگز وہ شرک و کفر کا کوئی فعل نہ کرے جیسے چیچک مین مالی و دیبی وغیرہ یا کسی کے بھروسے پر رزق سمجھنا وغیرہ یا ٹوٹکا و نجوم و رمل وغیرہ یا قبرون و بزرگون سے حاجات مانگنا وغیرہ یا بزرگون مین سے کسی کی نماز مقرر کرنا جیسے بغداد کی طرف منہ کرکے صلوٰۃ غوثیہ وغیرہ یا جو اقسام اوپر مذکور ہوئے ہین تو ان گناہون سے وہ ایمان سے خارج نہ ہو گا اور یہ بات وہ خود دیکھے کہ فوراً متنبہ ہو کر توبہ و استغفار کرتا ہے یا نہین پس اگر وہ کبیرہ پر اصرار کرتا ہے یعنے متنبہ ہو کر نادم و خائف و شرمندہ نہین ہوتا اور ہٹ کیے ہے تو علمار نے کہا کہ کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر و شرک ہے۔ اس زمانہ مین تو رشوت و خیانت و سود اور شراب خواری پر اصرار اور دلی محبت ہر کفر کی باتون و آرائش سے اور بکثرت بداعتقادی امور شرع سے اور اکثر بزرگان دین و علماء سالقین و مجتہدین پر لعن و طعن و اس پر اصرار ہے حتی کہ فقیرون گداگرون کو ناجائز حرام طریقہ پر کمانے کے اصرار ہے اور نہایت شدت سے فاحشہ عورتون کے ساتھ ہر مجمع مین حتے کہ بزرگ بندون کے مزارات پر رقص و سرود کی شرکت مین اصرار اور اُن کے ساتھ مسلمانون کا برتاؤ کرنے مین پوری موالات و مودت سے اصرار اور بے انتہا امور جن کا ذکر دشوار ہے سب پر علانیہ اصرار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دار الکفر ہے اللھم لا آلہ الا انت تفعل ما تشاء و تحکم ما ترید ربی توفنی مسلما اذا توفیتنی وانت علے کل شئ قدیر۔ اب مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون جب کلام پاک کے معنے و اُس کے فوائد سمجھ مین آگئے تو اختلاف قراءۃ و دیگر فوائد ذکر ہونا چاہیئے۔ پس قولہ حتے اذا استیأس الرسل۔ بیضاوی رح وغیرہ مین ہے کہ اس مین مشرکین وغیرہ کو تہدید ہے کہ شرک و کفر کے ساتھ بغیر عذاب مین گرفتار ہونے کے بچے رہنے سے غرہ نہون اور غور و عبرت سے دیکھین کہ انسے اگلی قومون کو بھی مہلت دی گئی تھی یہانتک کہ رسول لوگ ناامید ہو گئے کہ شاید ان کافرون پر دنیا مین ہم کو نصرت نہ دیجاوے کیونکہ باوجود شدت کفر و ایذا کے وے لوگ اسطرح ناز و نعمت و ثروت مین تھے بلکہ اور زیادہ انپر مال و متاع کا دروازہ کھولدیا گیا تھا۔ یا اس بات سے ناامید ہو گیے کہ یہ لوگ جو اسقدر عیش و عشرت دنیاوی مین کمال رغبت سے منہمک ہین اور سخت اصرار کے ساتھ شرک و کفر پر قائم اور روز بروز مال و متاع مین ترقی ہے یہ کسی طرح ایمان نہ لاوینگے۔ قولہ وظنوا انہم قد کذبوا۔ سراج مین ہے کہ شیخ حمزہ و عاصم و کسائی کے قراءۃ مین بضم اول وکسر ذال منقوطہ بدون تشدید ہے اور باقیون کی قراءۃ مین بتشدید ذال منقوطہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ ظنوا اس مقام پر یا تو بمعنے القنوا ہے یعنے یقین کیا رسولون نے۔ کیونکہ ظن کا لفظ یقین کے مقام پر فصاحت عرب مین بہت مستعمل ہے اور اس کی مواقع و توجیہات کا محل کتب بلاغت ہے نہ تفسیر اگرچہ کشاف وغیرہ کے پاس صرف یہی مبلغ ہے اور یا بمعنے ظن ہے یعنے گمان غالب اور بیضاوی کی تفسیر مین معنوی احتمالات مذکور ہین اُن کے ترجمہ مین ظن کے ہر موقع کے معنے ذکر کرتا ہون پس قولہ ظنوا انہم قد کذبوا اے کذبتہم انفسہم حین حدثتہم بانہم ینصرون۔ اول بنا بر قراءۃ تخفیف اور معنے یہ کہ رسولون نے گمان کیا کہ انکے نفس نے انسے جھوٹ کہا جب انسے بیان کیا کہ تم نصرت و مدد دیے جاؤگے۔ یعنی انکے نفس نے دل ہی دل مین جو انکو راے دی کہ تم کو آخر کار کافرون پر نصرت ہوگی تو یہ نفس نے جھوٹ

خطرہ دیا کیونکہ نہایت تاخیر ہوئی اور کفار بہ نسبت سابق کے بھی زیادہ عیش مین ہین۔ یہ توجیہ اسوقت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے وحی سے انکو یہ وعدہ نہ دیا ہو کہ آخر تم کو نصرت ہوگی۔ پھر لکھا کہ یا یہ معنے ہین کہ انھون نے یقین کیا کہ قوم نے اُن سے جھوٹ وعدہ دیا تھا کہ ہم ایمان لے آوینگے۔ اقول یعنے ان کے اصرار سے یقین کر گیے کہ انھون نے ہم سے جھوٹ کہا تھا اور صورت یہ کہ مثلاً قریش کی طرح اموال دنیاوی مانگے اور معجزات دیکھے مگر بعد کو اصرار کر گئے تو رسولون کو وحی سے یقین ہو گیا یا ظن اپنے معنے پر ہو یعنے قرینہ سے غالب گمان کیا کہ یہ جھوٹ وعدہ کرتے تھے۔ اور لکھا کہ بعض کے قول مین دونون کی ضمیر قوم کی طرف ہے یعنے قوم والون نے یقین یا گمان غالب کر لیا و مطمئن ہو گئے کہ رسولون نے جو ہم کو عذاب سے وعید کی تھی وہ جھوٹ بولے تھے کیونکہ اسقدر مدت سے اموال و دولت کی ترقی زیادہ ہوتی جاتی ہے کچھ عذاب نہین آتا۔ بعض کے قول مین اول قوم کی طرف اور دوم رسولون کی طرف یعنے قوم نے ظن کیا کہ رسولون کو جھٹلایا گیا کہ تمکو نصرت ہوگی اور لکھا کہ ابن عباس رض سے روایت کیا گیا کہ رسولون نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالےٰ نے جو انکو نصرت کا وعدہ دیا تھا وہ شاید خلاف کیا گیا۔ اور لکھا کہ اگر روایت صحیح ہو تو گمان کرنے سے مراد وہ خطرات ہین جو حسب نفس سے قلب پر طاری ہو جاتے ہین بطریق وسوسہ کے۔ اقول یعنی فعل اختیاری کے طور پر یہ بات گمان مین نہین لائے بلکہ بطور خطرات نفس کے اُنکے گمان مین یہ خطرہ نفسانی آگیا۔ جسکو اسی وقت انھون نے دفع کیا ہوگا کیونکہ مومن کی شناخت و شان جب یہ بیان ہوئی ہے تو پیغمبر کی شان اعلےٰ مین ضرور یہی ہوگا۔ ایک یہ تاویل بیان کی اور دوسری تاویل یہ لکھی کہ شاید قول ابن عباس رض سے یہ مراد ہو کہ کافرون پر نصرت مین تاخیر و مہلت اسقدر ہوئی کہ گویا وعدہ نصرت مین خلاف کیا گیا پس یہ بطریق تمثیل کے مبالغہ تاخیر کا ہے یعنے تاخیر ایسی زیادہ تھی کہ مبالغہ کے طور پر یہ کہا جاوے کہ انھون نے وعدہ نصرت مین خلاف ہونے کا گمان کیا۔ اقول اس مین کلام آگے آویگا۔ اور یہ سب کوفیون کی قراءۃ کذبوا تخفیف پر تھا اور دوسری قراءۃ بالتشدید پر لکھا کہ رسولون نے گمان بالیقین کیا کسی دلیل سے کہ قوم کافر نے ان کو جھوٹا سمجھا اس وعید مین جو ہم نے عذاب نازل ہونے کی اُن کو دی تھی۔ اور لکھا کہ شاذ قراءۃ مین کذبوا بفتحتین و تخفیف ذال بصیغہ معروف آیا تو معنے ظاہر ہین کہ رسولون نے گمان کیا کہ ہم نے جو کافرون کو عذاب کا وعدہ دیا تھا شاید ہم نے اُن سے جھوٹ کہا۔ اقول یہ معنے اور یہ قراءۃ جسکو ظاہر سمجھا جاوے محل اعتراض ہے اس لیے کہ وعدہ عذاب دنیاوی بطریق وحی ہونا لازم ہے پس وعدہ مین کذب کا گمان خلاف ہے الا آنکہ یہ کہا جاوے کہ نفس نے خطرہ دیا کہ شاید ہم سے کچھ سہو ہوا اگرچہ پیغمبر معصوم ہوتے ہین۔ اور بعض دوسرون نے ذکر کیا کہ یہ قراءۃ مجاہد و حمید رحمہما اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہے۔ اور قراءۃ کذبوا تشدید پر سراج وغیرہ مین کہا کہ رسولون نے یقین کیا کہ انکی قوم نے جھٹلایا وہ اسطرح کا جھٹلانا کہ بعد کو ایمان کی امید باقی نہ رہی اقول ظنوا کو یقین کے معنے مین لینے کے بعد اسکی کچھ حاجت نہین ہے کیونکہ رسولون کا یقین کرنا اپنی رائے یا قرینہ سے شرک ہو گا بلکہ دلیل سے اور وہ وحی الٰہی ہے تو جب وحی سے انکو معلوم ہوا کہ یہ قوم تمکو جھٹلاویگی کبھی نہ مانیگی تو اب خود ہی قید مذکور ثابت ہو گئی فافہم۔ اور تفسیر حافظ ابن کثیر رح وغیرہ مین ہے کہ عروۃ بن الزبیر نے اپنی خالہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسطرح روایت کی کہ مین نے قولہ تعالےٰ عزوجل وظنوا انہم قد کذبوا کو پوچھا کہ کذبوا تشدید ذال منقوطہ ہے یا کذبوا تخفیف ذال منقوطہ ہے تو فرمایا کہ کذبوا یعنی تشدید ہے مین نے کہا کہ واللہ رسولون کو تو یقین تھا کہ قوم نے انکی تکذیب کی تو یہان ظن کیا ہوا پس فرمایا کہ ہان قسم ہے کہ انھون نے یقین کیا تھا کہ قوم نے انکو جھٹلایا ہے پھر مین نے کہا کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کذبوا تخفیف ہے۔ فرمایا کہ معاذ اللہ رسولون کی یہ شان نہ تھی کہ اپنے رب کے ساتھ ایسا گمان کرتے تو مین نے پوچھا کہ پھر اس آیت کے معنے کیا ہین۔ تو فرمایا کہ یہ رسولون کی

پیروی کرنے والون کی طرف سے ہے جو رسولون پر ایمان لائے اور تصدیق کی مگر کافرون کی طرف سے انکو اذیت پہونچی اور انکو نصرت کا وعدہ دیا گیا مگر زمانہ بہت دراز گذرا کہ برابر انپر اذیت رہی اور نصرت الٰہی کے آنے مین تاخیر ہوئی حتیٰ اذا استیئاس الرسل یہانتک کہ جب مرسلین ناامید ہوگئے اُن لوگون کی طرف سے جنھون نے ان کی قوم مین سے کفر اختیار کیا تھا یعنی کہ ایمان لا دین گے۔ وظنوا انہم قد کذبوا۔ اور گمان کیا رسولون نے کہ جو لوگ انپر ایمان لائے تھے انھون نے ہم کو نصرت الٰہی حاصل ہونے مین جھٹلایا یعنے اتباع کے دل مین یہ خیال ہے کہ ہمارے پیشوا پیغمبر نے ہم سے جھوٹ وعدہ کر دیا تھا کہ تم کو اللہ تعالےٰ کی نصرت پہونچیگی اور تمھین انجام کار بلند رہو گے، جاءھم نصرنا تو اسوقت مین اُنکے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد پہونچیگی رواہ البخاری مترجم کہتا ہے کہ یہ تاویل سب سے بہتر ہے مگر تخفیف قراءۃ کی صورت مین حضرت صدیقہ انکار فرماتی ہین اور میرے زعم مین تخفیف کی صورت مین بھی یہ تاویل درست ہوسکتی ہے اگرچہ کسی قدر تکلف ہو وہ اس طرح کہ کذبوا تخفیف از جانب حق تعالےٰ گر یہ مراد نہ تھی کہ نصرت الٰہی پہونچنے کے وعدہ مین خلاف ہوا بلکہ باین طور کہ تاخیر نصرت سے اتباع نے ان کی تکذیب کی تو وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مکذوب ہوئے فافہم اور ابن عباس رض نے روایت ہے کہ انھون نے کذبوا تخفیف پڑھا اور کہا کہ رسولون کے دل مین بشریت کا خیال آگیا کہ وعدہ خلاف کیا گیا اور وے لوگ آخر بشر تھے اور دوسری آیت سے استدلال کیا یعنے قولہ تعالےٰ حتے یقول الرسول والذین آمنوا معہ متیٰ نصر اللہ الآیہ۔ یعنے کہنے لگتا رسول اور جو اُس کے ساتھ ایمان لائے تھے کہ کب آوے گی نصرت الٰہی مترجم کہتا ہے کہ اس آیت کے مثل وہان بھی تاخیر کے مبالغہ کو بطور تمثیل کے مکذوب وخلاف وعدہ کیا گیا۔ اور عروہ رح نے ام المومنین سے اس کو ذکر کیا تو آپ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ واللہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے کسی اپنے رسول سے وعدہ فرمایا وہ یقین کر گیا کہ یہ میری موت سے پہلے ضرور ہوگا ولیکن رسولون پر برابر بلاء موکل ہوتی ہے یہان تک کہ انھون نے گمان کیا کہ اُن کے ساتھ جو مومنین ہین انھون نے بھی اُن کو جھٹلایا ہے۔ اقول مواقع امتحان وابتلاء مین سے بیشک عظیم موقع ہے اور نزول نصرت کا وقت عجیب خوب ہے کہ آخر وقت تک کفار کو مہلت دی گئی اور جب کفار اعداء کی رعایت سے اولیاء اللہ مومنین کے حق مین وہ ضرر لاحق ہوا جس سے ان کی ولایت وایمان سلب ہو جاوے تو اعداء و اولیاء مین سے اولیاء کی رعایت مقدم فرمائی اور اعداء کو ہلاک کر دیا فسبحان اللہ ولا الٰہ الا اللہ۔ اور حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کذبوا بتخفیف پڑھا کما رواہ ابن مردویہ من طریق عکرمۃ عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ انھون نے کذبوا بتخفیف پڑھا اور معنے یہ بیان کیے کہ اللہ تعالےٰ کے رسول اپنی قوم کے کافرون سے مایوس ہوگئے کہ وے ایمان نہ لاوینگے اور اُن کی قوم کے کفار نے انکی نسبت یقین کر لیا کہ رسولون نے جو ہم سے عذاب کے خوفناک دعوے کیے تھے وے جھوٹ تھے تو فوراً عذاب الٰہی کافرون پر واسطے مدد رسولون کے نازل ہوا۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی قراءۃ تخفیف اور یہی معنی مروی ہین اور یہ بھی ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلعم سے سورہ یوسف مین کذبوا بتخفیف حفظ کیا ہے۔ اقول تخفیف قراءۃ کی صورت مین یہی معنے سب سے بہتر ہین۔ اور واضح ہو کہ جب کوئی قوم شدت سے کفر پر اصرار اور انبیاء واہل توحید کو اذیت دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی حکمت مین سے دیکھا گیا کہ انپر رزق ومال واولاد کی فراخی زیادہ ہوجاتی ہے اور یہ سابق مین مقدمات مین منصوص ہے کہ انکو کفر واصرار پر وسعت زیادہ دیدی گئی اور حب دنیا کے پیچھے انھون نے خالق عز وجل سے کفر کیا اور نیک بندون کو اذیت دی وہ انکو خوب مل گئی پھر وے اس حد تک پہونچے کہ رسولون کو وعدہ عذاب مین بھی جھوٹا بتلانے لگے تب عذاب آگیا پس رحمت الٰہیہ عز وجل کو کیا قیاس کر سکتا ہے کہ کافرون نے اس سے کفر کیا اور

دنیاے فانی کو شیطان کا بندہ ہو کر چاہا اور رسولون نے رضاے حق تعالےٰ کو طلب کیا تو کافرون نے نام سے اذیت اُٹھائی اور برخلاف کافرون کے مال ومتاع مین تنگی پائی کیونکہ فراخی دنیا اسی قوم کو دیدی گئی جن کے واسطے دنیا ہے پھر جب کافرون نے اس عذاب کو جو بصورت مال ومتاع دنیا ہے عذاب نہ جانا اور دوسرے سخت عذاب کے واسطے دلیری وجرارت کی جیسے کفار مکہ نے دلیری کی تھی کہ وہ عذاب ہم پر لاؤ کہان ہے تو رحمت الٰہی نے اولیاء کو نصرت دی اور یہ مستلزم ہے کہ کفار اعداء ہلاک کیے جاوین پس بدبخت اپنے ہاتھون ہلاک ہوئے اور عذاب انپر دائمی ہوگیا۔ اور حدیث سے ثابت ہے کہ جن کافرون پر دنیا مین یہ عذاب آیا وے بہ نسبت اور کافرون کے زیادہ غضب مین ہین اور فرمایا کہ وہ امت مرحومہ ہے جسکا پیغمبر اس کے سامنے اُٹھ گیا اور وہ اچھے نہین جو پیغمبر کے سامنے ہلاک کر دیے گئے۔ اور حاصل اس آیت کا علاوہ معارف وعلوم کے یہ سخت تہدید کفار عرب کو ہے کہ اگر تم پر جلد عذاب نہ آیا تو نڈر ہو کر نہ چلو کیونکہ تم سے سابق اُمتون مین ایسی مایوسی کے وقت تک تاخیر کی گئی ہے پھر آخر کو ہلاک کیے گیے چنانچہ زمین مین پھرو اور عبرت کی نظر سے دیکھو تو تم کو دنیا کی بیقدری وفنا ہونا بھی متحقق ہو۔ قولہ فنجی من نشاء سراج مین لایا کہ ابن عامر وعاصم کی قراءۃ مین نجی بضم اول وجیم مشدد مکسور ویاے مفتوحہ ہے اقول یہی حفص کی قراءت اس دیار مین معروف ہے اور لکھا کہ باقیون کی قراءۃ ننجی بصیغہ جمع متکلم یعنے نون اول مضموم اور نون دوم مفتوح وجیم مشدد مکسور ویاے ساکن اور معنے پس ہم نجات دیتے ہین۔ اور لفظ باس کے چند معنے آتے ہین از انجملہ لڑائی وخوف وفقر وعذاب ومرض وغیرہ۔ اور یہان مراد عذاب ہے اللہم انی اعوذ بک من الباس ف فی العرائس قولہ تعالےٰ حتیٰ اذا استیئاس الرسل۔ آمین اشارہ سے دلالت ہے کہ اہل عنایت ازلیہ انبیاء ومرسلین واولیاء ومحبین کے ساتھ مشیت قدیمہ وسنت مستقیمہ یون جاری ہے کہ قید خانہ امتحان مین کشف غیب کے اس حد تک منتظر ہون کہ کلیجہ مُنھ کو آجاوے اور کشف جلال وعزت کبریاء واستغناء کا ظہور یہانتک طاری ہو کہ اسکی عزت وکبریائی کے سامنے اپنے آپ کو ہیچ ونابود سمجھین اور خوف سے کشف استغناء کے سامنے انپر مایوسی طاری ہوجاوے اگرچہ ظہور رحمت وجمالی قدم کے آگے انکے اوقات انبساط بھی ایسے ہین کہ عوام اگر مرتکب ہون تو ہلاک ہو جاوین پس یہان بیان ظہور استغناء وکبریاء کا ہے جسکے سامنے تمام مخلوقات دو جہان کا عدم ووجود برابر ہے چاہے تو صد ہزار بار ایسے پیدا و فنا کر دے اور اسکی مملکت کبریائی مین کچھ ذرہ بھی کم نہو پس اس کشف وبصیرت سے اُنکے قلوب فنا واسرار مضمحل ہو کر عقول فنا ہوگئین اور اجسام پر حیرت طاری ہوئی جسکو یاس سے تعبیر کیا گیا ہے وقولہ ظنوا انہم قد کذبوا بتشدید ذال منقوطہ۔ ظہور کمال عظمت کبریائی واستغناء سے مضمحل ہوگئی تا کہ تاریکی التباس وغبار وسواس کہ وہان وعدہ وغیرہ کا حجاب کمال قدرت ومشیت کے آگے طاری نہو اور وسواس کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے۔ قال المترجم یہ معارف واقعیہ ہین اور فرقہ معتزلہ وغیرہ عجب جاہل ہین جو فی الواقع دین توحید کے بدنام کرنے والے ہین اور مشرک باطنی ہین حتی کہ زعم کیا کہ حق تعالےٰ عز وجل پر بھی کچھ احکام فرض ہین جیسے بندون کے لیے اصلح وغیرہ اور یہ جہالت عجب شنیع ہے اور یہ قوم عجب جاہل مشرک ہے اللہم غفرانک ان نقول فیک ما لا یلیق بجلال عزتک وکمال قدرتک انت تفعل ما تشاء وتحکم ما ترید لک الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین۔ شیخ نے لکھا کہ انبیاء ورسل کو غیرون پر خوف تھا نہ اپنی ذات پر کہ وے ہلاک نہو جاوین کیونکہ خود تو اصرار سے مشاہدہ قدم نعمت سرمدیت مین تھے اور یہ معنے ہین کہ انتظار واضطراب شوق بوضوح انوار کے اور یہ معنی نہین کہ انکو شک ہوا کہ ولایت ونبوت ورسالت مین سبقت عنایت التباس کے ساتھ ہے کیونکہ یہ ہو نہین سکتا ہے اقول معانی حقیقیہ بلاریب صحیح ہوتے ہین مگر عوام جنکی نظر اجسام سے تجاوز نہین کرتی ہے انھین اہل تعلیم وعلماے ربانیہ کو بہت مشکل ودقت ہوتی ہے کہ کسطرح انکو سمجھا دیا جاوے اور اگر کاش وے لوگ استقامت سے عبودیت پر قائم رہتے اور کسی جانب

اپنی ناقص عقول کو نہ دوڑاتے بعد اس یقین کے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رسول صدوق امین خاتم المرسلین ہین جو فرمایا وہ سب صحیح ہی تو عنقریب فضل الٰہی اُنکے حال کو رحمت مین غرق فرماتا جس سے تمام معاقد و مشکلات اسوقت فقہ و علم کے ساتھ انکو منکشف ہوتے جنکے انکشاف کے لیے ابھی نے وقت اپنے نفس غالب ہوا و ہوس کے میل کچیل مین آلودہ حالت مین عقل مضمحل سے چاہتے ہین اور نہین سمجھ سکتے ہین شیخ نے لکھا کہ ایک قراءۃ مین کذبوا بتخفیف ہی یعنی کبریا و عزت کے سامنے تمام خلق کا وجود و عدم مع اپنے برابر سمجھے حتی کہ کفر و اسلام مین اسکی مشیت اصلی و ذاتی کی پسندیدگی اور کی رضامندی قدیمہ پر رہے اور خود غرق ازلیت و دوام کبریا و عظمت ہوکر غائب ہوگئے پس نظر فنا سے مراتب نزدل مین اپنے آپ کو نہ دیکھا اور یہ غیبت امتحان ابتلا خواص عباد ہی تاکہ آداب مخلوق و خالق اس دار محنت مین متوافی ہون یہین سے کہا جاتا ہی کہ اہل ارادت پر احوال سے کچھ کشف نہین ہوتا مگر اسوقت کہ یہ لوگ مایوس ہوجاوین اور صریح دلیل بطریق اشارہ اسپر قولہ ہو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ینشر رحمتہ الآیہ ہی پس جیسے نزول باران رحمت طالبان غذائے جسم کی زمین خاکی پر بعد مایوسی ہوتا ہی ایسے ہی نزول باران رحمت خاصہ طالبان غذائے روح کی زمین قلبی پر بعد یاس ہوتا ہی اور یہ رحمت تمام اعضا مین پھیلتی ہی۔ پھر حق تعالے نے قرآن پاک کے قصص کا عبرت ہونا اور بلا معارضہ اُن کا سچ ہونا اور آخر مین مومنین کے لیے رحمت ہونا بیان فرمایا بقولہ

لَقَدۡ كَانَ فِي قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّأُوْلِي ٱلۡأَلۡبَٰبِۗ مَا كَانَ حَدِيثٗا يُفۡتَرَىٰ

بیشک ہی ان لوگون کے حالات بیان کرنے مین عبرت ان لوگون کے واسطے جو عقل رکھتے ہین وہ نہین ہے ایسی بات جو افترا بنائی گئی ہو

وَلَٰكِن تَصۡدِيقَ ٱلَّذِي بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيلَ كُلِّ شَيۡءٖ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٗ

ولیکن وہ سچا بتاتا ہی اس کتاب کا جو اس سے ورے موجود ہے اور تفصیل ہر ہر ایک بات کی اور سیدھی راہ کی ہدایت ہی اور اللہ تعالی کی رحمت

لِّقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ ۝ ع ۱۲ ۷

ایسی قوم کیواسطے جو ایمان لاتے و مانتے ہین

لَقَدۡ كَانَ لام تاکید قسمی ہی جو منکرون پر تشدید کی گئی یعنی ضرور بلاشبہ موجود ہی فِي قَصَصِهِمۡ ان لوگون کے قصہ مین۔ مراد قصہ سے افسانہ و حکایات نہین ہین بلکہ واقعات کا بیان جسطرح پر کہ سلسلہ وار واقع ہوا اور عرب بولتے ہین کہ قصصت اثرہ۔ مین اسکے قدم بقدم چلا پھر بیان واقعات ترتیب وار کو قصہ کہا گیا اور جھوٹے قصہ جو اس زمانہ مین شائع ہین اگر صریح اظہار کر دیا گیا کہ یہ خیالی بندش ہی تو دیکھا جاوے کہ اگر شائستہ الفاظ مین اور شائستہ طریقہ سے جن مین حرام و مکروہ و مفسدات و فحش وغیرہ کا میل نہو اور غرض اسکی نصیحت و پند ہو تو جائز ہی اور اگر یہ غرض نہو بلکہ دل بہلاؤ ہو تو اُن قومون کے واسطے ہی جو آخرت سے غافل صرف نفس و تن پروری کرتے ہین اور اہل ایمان و آخرت کے حق مین غفلت و بیکار تضییع اوقات و لہو کے حکم مین ہے اور اگر فحش کا میل ہو تو قطعاً حرام ہین۔ اور قرآن پاک مین جہان قصہ مذکور ہے اس سے سچے واقعات مراد ہین اور غرض اُس سے نصیحت کاملہ ہی چنانچہ فرمایا کہ بیشک ان لوگون کے قصون مین۔ عِبۡرَةٌ عبرت ہی یعنی کسی دوسرے کے واقعات و افعال و حرکات اور اُن کا انجام دیکھکر اپنی ذات کے لیے نیک چال چلین کا نتیجہ نکالنا تاکہ خود بد انجام سے محفوظ رہین اور نیک انجام والون کے مانند اپنا انجام بہتر ہو مگر یہ عبرت ہر ایک جاہل بیوقوف کے لیے نہین کیونکہ وہ موت آنا یقینی دیکھ کر بھی کچھ خیال نہین کرتا اور ہر سچے دوست ناصح کی بات جو اس کی خواہش کے خلاف ہو نہین سنتا بلکہ اسکا دشمن بنجاتا ہے اور جو دوسرا مانتا ہو تو اسکو بھی برا جانکر دشمنی مین شریک کرتا ہی اور یہ نہین دیکھتا کہ میری خواہش خود میری جان کی دشمن ہی کیونکر دیکھے کہ وہ بیچارہ نفس امارہ و شیطان کے قبضہ

و سواس مین مجبور ہو رہا ہے اُسکو یہ توہمت نہین کہ اپنے نفس کو دبا کر شیطان کے واہی خیالات دماغ سے دور کرے اور دیکھے کہ سچی نصیحت مین کہانتک خوبیان بھری ہین اسی واسطے بچون کو مجبور کرکے ان کی نفسانی خواہشس سے روکتے ہین اور عقلی بات جو بیکایک انکے خیال مین نہین آتی ہے اُس کو آہستہ نرم طریقہ سے اُن کو سمجھاتے ہین حالانکہ وے دنیا کو آنکھون دیکھ رہے ہین تو آخرت کے ملک کے سامنے ہم لوگ بچہ سے زیادہ بیوقوف ہین مگر بدبخت بچہ وہ ہے جسکو ہر چند مکرر سہ کرر سمجھایا جاوے اور سچ سچ سنایا جاوے کہ فلان خاندان کے لڑکے نے ایسے افعال ناکارہ اختیار کیے تھے اور ایسے شہوات ہوا و ہوس مین پڑ گیا تھا آخر مست گیا اور بڑی بڑی تکلیفون سے زندگی بسر کرنے لگا تو اس راہ کو چھوڑ دے اور دیکھ کہ فلان مفلس محتاج ذلیل نے اپنے معلم کی خدمت گزاری کی اور سب نصیحت سُنی اور یقین کرکے اسپر عمل کیا وہی عیش و آرام و اقبال سے بسر کرنے لگا اور زندگی بہت عیش سے گزاری لیکن بدبخت لڑکے نے نہ سُنا اور نیک بخت ہر چیز سے عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہی اسی طرح جس آدمی نے اگلون کے واقعات نہ سُنے اور نہ اُنپر یقین کیا اگرچہ مکرر سہ کرر سُنائے گئے اسکو کچھ عبرت نہوئی وہ جاہل و احمق ہی اسکو ان قصون سے کچھ فائدہ نہوا تو تحقیقی عبرت جو ان حالات مین ہی وہ بدبخت لوگون کے لیے نہین ہے بلکہ ان قصون مین عبرت ہی۔ لِّأُوْلِي ٱلۡأَلۡبَٰبِ واسطے صاحبان عقول کے یعنی نیک بخت جو شفیق ناصح و معلم پاکیزہ عام کی بات مانکر اسپر عمل کرکے اپنے آپ کو آراستہ و پیراستہ کرتے ہین اور نفس کی خراب خواہشون کو روک کے عقل کو رونق دیتے ہین تو عقل والے و دانشمند و فقیہ و عالم کہلاتے ہین پس اگلون کے صریح واقعات مین نصیحت و عبرت ان لوگون کے لیے ہی جو نفس امارہ کو دبا کر عقل والے ہین۔ واضح ہو کہ مفسرین نے قولہ تعالے قصصھم کی ضمیر مین دو قول لکھے ہین ایک یہ کہ ضمیر حضرت یوسف علیہ السلام و انکے بھائیون وغیرہ کی طرف ہی اور دوم یہ کہ ضمیر سابقین انبیاء علیہم السلام و انکی قوم کی طرف ہی اور مرجع دونون ہوسکتے ہین اور اول کا مرجع اگرچہ دور ہی بہ نسبت دوم کے لیکن یہ سورہ احسن القصص انھین کے حالات مین ہونے سے مرجع کے لیے قرینہ معنوی ہی جو لفظی دوری کو کمزور کرتا ہی ولیکن حاصل دونون صورت مین یکسان ہی یعنے حق تعالے عز و جل قادر قیوم مختار ہے جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے پس اس کی توحید ان صفات کے ساتھ کرنا سعادت ہی جو واقعی صفات ہین اور اپنی رائے و گمان سے برخلاف وحی نبوت کے کوئی عقیدہ کر لینا شرک و کفر ہے اور جب توحید الٰہی پر قائم ہوا تو رسالت کا ضرور معتقد ہوا اور دنیا مین حکم شرع پر چلے گا اور اللہ تعالے عز و جل کی محبت مین کسی فعل بد کا مرتکب نہ ہوگا اور اگر غفلت ہوئی توبہ کرلی اور تقوے سے مرد صالح ہوجائے گا اور بصیرت حاصل ہونے پر آخرت کا خواستگار ہوگا کیونکہ دنیا و اس کی خواہشین محض بے ثبات ہین اور نفس و شیطان کی راہ چھوڑیگا اگرچہ انتہا یہ ہو کہ شیطان ایک خوبصورت مالدار عورت کو خود زبردستی مرتکب حرام ہونے پر مائل کرے اور سمجھ لینا چاہیے کہ جو شخص تقوے اختیار کرے اور خطرات شیطان کو راہ نہ دے تو شیطان دوسرے آدمیون مین خطرہ ڈالکر ان آدمیون کو متقی کے پیچھے بلا لگاتا ہی ولیکن جب اللہ تعالے عز و جل کی توحید پر قائم ہی تو جانیگا کہ شیطان کو خود کچھ قدرت نہین ہی اور کسی مخلوق کو ارادہ و مشیت الٰہیہ جو ازل سے جاری ہوئی ہی اسکے حق مین بدل دینے کا اختیار نہین ہے پس انجام کو یہ شخص مقام امتحان و محنت سے ایک بڑا ذخیرہ ثواب لیکر تخت قبولیت الٰہیہ پر متمکن ہوتا ہی کسی شخص کو قدرت نہین کہ اُس کو اس مرتبہ سے گرا دے اگرچہ جہان ایک طرف ہوجاوے اور حق تعالے عز و جل کی طاعت مین تمام جہان ہیچ ہی اور مرد عارف کریم و سخی ہوتا ہی ہر ایک پر عفو و رحمت کی نظر برحمت حق تعالے عز و جل رکھتا ہی اور واضح ہو گیا کہ دنیا کی دولت بلکہ سلطنت بمقابلہ آخرت کے کچھ چیز نہین ہی تو اسکی وجہ سے اپنے رب تبارک و تعالے سے کفر و شرک ہرگز نہ کرے اور جس نے شرک کرکے دیکھا کہ مجھے خوب عیش ملتا ہے تو مین اللہ تعالے عز و جل کے نزدیک معقول و نیک چال چلین ہون اُس نے سخت غلطی اُٹھائی کیونکہ انبیاء علیہم السلام و مومنین

دنیا مین تنگ رزق و مصائب مین مبتلا رہے اور اُن کے دشمن اور مخالف لوگ بہت زیادہ عیش و راحت دنیاوی و مال و اولاد سے
مغرور ہوئے پس کفر و شرک و فسق و فجور کی حالت مین جب کسی کو مال و دولت و اولاد و عیال کی کثرت مین دیکھو تو یقین کرو کہ اسپر اللہ تعالیٰ
عز وجل کا غضب بہت زیادہ ہے اور جب کسی متقی پرہیزگار موحد مومن کو تنگی و تکلیف و مصیبت و امراض مین مبتلا دیکھو تو یقین کرو
اور متقی کو بشارت دو کہ حق سبحانہ تعالے عز وجل کی رحمت اسپر بہت زیادہ ہے اور دونون کا انجام چار روز کی زندگی کے بعد
فوراً ظاہر ہو جائیگا اور جو متقی کہ مال و دولت رکھتا ہے ہرگز اس کا دل کسی سے متعلق نہین بلکہ ہر دم وہ موت کا منتظر و طالب آخرت
ہی۔ بالجملہ ایمان و توحید و اہل ایمان کا امتحان و نیک انجام سب اس سے معلوم ہوتا ہے اور کفر و نفاق و شرک اور کافرون و منافقون
و مشرکون کا دنیا کے ملنے سے مغرور ہونا اور انکا بد انجام سب ان قصص سے معلوم ہوتا ہی مگر اسکو جو دنیا کے لوگون اور انکے واقعات کو
نظر عبرت سے دیکھے اور نظر عبرت سے وہی دیکھیگا جسکی عقل ہوا و ہوس کی نجاسات سے پاک ہو اسی واسطے فرمایا کہ لقد کان فی قصصهم
عبرۃ لاولی الالباب۔ بیشک ان اگلون کے واقعی حالات مین اہل عقل کے لیے عبرت ہی۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کھانے پینے و کپڑے و
مال و متاع و اسباب و آرائش یہ سب شہوات ہین جو جانورون کے حصہ مین دی گئی ہین پس اگر کسی شخص کو ان چیزون شہوات کے
حاصل کرنے کی ترکیب و تدبیر مین بہت ہوشیاری ہو تو یہ حواس کی تیزی ہی عقل نہین ہی جیسے بیا جانور حواس کی تیزی سے نہایت عمدہ
گھونسلا بناتا ہی جسکے مثل بغیر ہاتھ پاؤن کے بنانے مین آدمی عاجز ہوگا اور عقل کا نمونہ یہ ہی کہ آدمی کو معرفت خالق عز وجل و اپنے نفس کی شناخت
و عجائب صنعت آلہیہ کا علم و فقہ حاصل ہو اب جاننا چاہیے کہ اگلے انبیا کے ساتھ جو واقعہ انکی قوم کا ہوا کہ جنھون نے انسے کفر کیا اگرچہ بظاہر
چند روز انکو دولت و ثروت زیادہ بڑھا دی گئی ولیکن آخر کو عذاب سخت مین دنیا سے فنا اور ہمیشہ کے لیے عذاب مین مبتلا ہو گئے اور جنھون نے
انکی تصدیق کی اور اللہ تعالے عز وجل پر توحید کے ساتھ بدون شرک کے ایمان لائے وے اگرچہ چند روز تک مبتلائے محنت ہوئے
بلکہ کافرون ہی کے ہاتھ سے انکو طرح طرح کی اذیت پہونچی اور عجیب تدبیرون سے کافرون نے چاہا کہ انکے رزق وغیرہ کے سلسلہ قطع کر کے
انکو کفر پر مجبور کرین ولیکن کچھ نہوا اور آخر کار بعد چند روزہ تکلیف کے انھون نے دائمی عیش پایا والحمد للہ رب العالمین۔ یہ واقعات
عبرت کے ایسے ہین کہ لامحالہ اُنسے یہ نتیجہ ظاہر ہی کہ کفر و شرک کرنا نہایت بدتر اور اُسکا انجام بڑا ہی اور ایمان نہایت بہتر و نیک انجام ہے
گر دیکھنا چاہیے کہ یہان اہل شقاوت کے لیے ایک فتنہ مضمر ہی اسطرح کہ شیطان نے انکو وسواس دلایا کہ یہ واقعات حقیقت مین واقع
نہین ہوئے صرف فرضی باتین ہین تو اللہ تعالے عز وجل نے ارشاد فرمایا۔ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ نہین ہی قرآن ایک بنائی ہوئی
بات۔ کیونکہ متواتر یہ بات ثابت ہی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر گذرے اور ان کی اولاد حضرت یوسف علیہ السلام و باقی گیارہ
بیٹے تھے اور یوسف علیہ السلام مصر مین حکومت پر سرفراز ہوئے اور انکو نبوت حاصل ہوئی اور تفصیل کے ساتھ توریت کتاب آسمانی مین انکا
قصہ آیا تو یہ اُلٹا زعم ہوا کہ یہ نئی بات بنائی ہوئی ہی۔ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ لیکن یہ قرآن تصدیق ہے اُسس
کتاب کی جو اُس کے پہلے نازل ہوئی یعنی توریت مین یہ قصہ آیا تو قرآن مجید نے اس کتاب آسمانی کو سچا بتلایا پس قصہ سے یہ ثابت ہوا
کہ قرآن مجید وحی آلہی ہے کیونکہ ایک اُمی بے لکھے پڑھے عربی پاک پیغمبر نے جسکی قوم مین کوئی عالم یا ذی علم نہ تھا ایک ہزارون برس
پہلے کا واقعہ صاف صاف جیسا واقع ہوا تھا بیان کر دیا تو لامحالہ اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے وحی کے ساتھ بیان کیا اور اس سے
کتاب توریت کی بھی سچائی ثابت ہو گئی پس اب غور کرنا چاہیے کہ جن لوگون نے شیطان کا وسوسہ قرآن کی نسبت قبول کیا انکی نادانی اس

حد تک ہی کہ اُلٹی بات مانی حالانکہ پہلی عبرت یہ ہونی چاہیے تھی کہ قرآن نہایت سچا کلام آلہی ہے کہ اس کے معنوی مکارم و اخلاق و
معارف توحید کے علاوہ جو سابقہ کتب سماوی عبرانی و سُریانی مین ہے ایسا ہی بے پڑھے عربی فصیح نے بیان کر دیا پس یہ قرآن بنائی
بات نہین ہے بلکہ جسطرح نبوت کا طریقہ ہے کہ ہر نبی اپنے سے اگلے پیغمبر کی تصدیق کرتا ہے اسی طرح یہ قرآن تصدیق توریت و انجیل ہے۔
اگر کہا جاوے کہ الذی بین یدیہ تو صیغہ واحد ہے اور تم توریت و انجیل دونون لیتے ہو الذین تثنیہ چاہیے تھا اس کا جواب یہ ہی کہ الذی
کے معنے مین دو چار جسقدر ہون سب داخل ہین جیسے اُردو مین کہو کہ جو کوئی کتاب اس سے پہلے اُتری اس کی تصدیق کرتا ہی تو ظاہر ہے
کہ اگر ایک اُتری ہو اُس کی اور دو ہون اُس کی و زیادہ ہون سب کی تصدیق کو حاوی ہوگا۔ اور مین کہتا ہون کہ انجیل شامل کرنے کی
ضرورت اسوجہ سے یہان نہین ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام پر توریت فرض تھی صرف توریت مین سے بعض احکام مثل جہاد کے منسوخ ہوئے
وہ انجیل مین بیان کیے گئے اور یہ قصہ توریت ہی مین رہا پس تصدیق توریت کی ہوئی۔ واضح ہو کہ اس زمانہ مین توریت کا و انجیل کا کچھ پتہ نہین ہی
اور اصلی توریت و انجیل دونون گم ہین اور جو لوگ یہودی و نصرانی ہونے کے مدعی ہین وے کچھ کتابین دکھلاتے ہین اور دعوے کرتے ہین کہ یہ
انھین توریت و انجیل کے ترجمہ ہین اور باہم ان ترجمون مین لاکھون بلکہ کرور تک اختلاف کی نوبت پہونچی ہی ولیکن حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ مین یہودی اپنے پاس اُس مخفی قصہ کو عرب کے درمیان ایک دفینہ خزانہ سمجھتے تھے اسی وجہ سے قریش کو کہلا بھیجا تھا کہ محمد صلعم سے یہ
قصہ پوچھو اور زعم یہ تھا کہ سوائے ہمارے خزانہ مخفی کے کسی کو اُس کی تفصیل سے کچھ بھی اطلاع نہین ہے تو لامحالہ اگر پیغمبر نہوئے تو عاجز ہونگے
اور یہان آپ خاتم المرسلین تھے صلے اللہ علیہ وسلم پس وحی آلہی سے آپ نے مفصل وحی بیان کی پس اس قصہ مین ایک مقام عبرت کا قرآن مجید
کی سچائی ہوئی کہ یہ خالص وحی ہی بات بنائی نہین ہی بلکہ توریت کی تصدیق ہی کہ وہ بھی آسمانی کتاب ہی۔ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ اور یہ قرآن
ہر چیز کی تفصیل ہی مفسرین نے لکھا کہ ہر چیز سے یہ مراد ہی کہ دین مین ہر چیز جسکی ضرورت ہی اس مین بیان ہی کیونکہ دین کی باتون مین سے کوئی
بات ہو ضرور اس کا استناد خواہ بواسطہ یا بلا واسطہ قرآن پاک سے ہی اور بعض نے کہا قصہ حضرت یوسف علیہ السلام و انکے بھائیون
کے واقعات مین سے ہر واقعہ کی تفصیل ہے۔ واحدی رح نے کہا کہ بہر صورت ظاہر لفظ عام سے مراد خاص ہے جیسے قولہ تعالے
واوتیت من کل شئ۔ یعنی سبا کی شہزادی کا حال جب ہُدہُد نے سلیمان علیہ السلام سے بیان کیا تو کہا کہ وہ دی گئی ہے ہر چیز مین سے۔
یعنی اُسکے پاس ہر چیز موجود ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ جیسے ایک ذی دولت و ثروت کے پاس ہوا چاہیے ہر چیز اُس کے پاس ہے اور یہ غرض
نہین کہ تمام مخلوقات آسمانی و زمینی مین جو کچھ چیزین ہین سب اس کو دی گئی ہین اسی طرح قرآن پاک ہے کہ بندگان حق عز وجل کے
واسطے خواہ وے عربی ہون یا تمام روے زمین سے کہین کے ہون اُن کو حیات دنیاوی بسر کر کے رضاے حق عز وجل کے ساتھ دوام بقا
و ملک آخرت تک پہونچنے مین جن چیزون کی ضرورت ہونی چاہیے ہر چیز اس قرآن پاک مین موجود ہے۔ اور اہل الحق نے کہا کہ قرآن مجید
کے واسطے ظہور و بطون ہین پس جن لوگون کی نظر ظہور اول پر ہی انکو کچھ علوم نظر آتے ہین پھر جو بندے کہ زیادہ بصیرت رکھتے ہین انکو ظہور
اول کا بطن یعنی دیگر علوم نظر آتے ہین پھر اُنسے بڑھ کر بطن البطن جانتے ہین علی ہذا القیاس مین کہتا ہون کہ یہ بات اکثرون کی سمجھ سے باہر ہی
اسی واسطے حضرت شارع صلے اللہ علیہ وسلم نے صریح نہین بیان فرمائی تاکہ بے سمجھ لوگ انکار کر کے کافر نہو جاوین البتہ اشارہ سے
بعض احادیث مین ثبوت ہوتا ہے ولیکن عوام کو ایسے مدارک مین انکار کی وجہ نہین اگرچہ بے شبہہ وے اس قدر بصیرت نہونے سے
سمجھ نہین سکتے ولیکن یہ تو جانتے ہین کہ عقلی بصیرت مین لوگون کے مراتب مین فرق ہی چنانچہ ایک دقیق فلسفی کتاب جسکے الفاظ و حروف بالکل

یہی ہوتے ہین جو گلستان و بوستان و دیگر کتب مین ہین دلیکن گنوار آدمی یا ابتدائی طالب علم ان لفظون سے گلستان سمجھ لیتا ہے مگر حکمت فلسفی کا مسئلہ نہین سمجھ سکتا فافہم۔ واضح ہو کہ مترجم کے نزدیک اس کلام مین صریح یا اشارت سے یہ بھی داخل ہے کہ جو کچھ اختلاف یہود و نصرانیون نے ڈالا تھا اور اپنی کتابون کی تحریف کر کے روایات مین صحیح و اپنی طرف سے بنائی ہوئی اور کسی خیال سے صحیح کو بگاڑ کر دوسرے طور پر بنائی ہوئی سب کا مجموعہ لا کر تاریخ بنائی اور ہر ایک نے مختلف بنائین جتنے کہ صحیح واقعات سے جو عبرت و نتائج حاصل کیے جاتے ان کے حاصل ہونے کی کوئی راہ نہ رہی اُن کا قرآن مجید مین تفصیل سے فیصلہ کر دیا اور جو کچھ حق تھا وہی ظاہر کر دیا پس قولہ ما کان حدیثا یفترٰی۔ مین یہ تعریض یہودیون وغیرہ پر ہے کہ جسطرح ان لوگون نے تحریف کر کے افسانہ گڑھ لیا وہ قرآن مجید مین نہین ہے اسمین کوئی بات مخلوط نہین اور نہ افترا ہی۔ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ۔ ولیکن یا بلکہ تصدیق توریت و کتب سماوی ہی یعنی انکی تحریفات کو ظاہر کر دیا اور جو کچھ سچ تھا اس کی سچائی ظاہر کر دی۔ وتفصیل کل شئی۔ اور ہر بات جسمین اختلاف ڈالا تھا اسکا فیصلہ مفصل کر دیا۔ واضح ہو کہ قرآن مجید کی صفت مین حق تعالےٰ عز وجل نے فرمایا۔ مھیمنا علی الکتاب یعنی توریت و انجیل پر شاہد ہے چنانچہ جو کچھ اہل کتاب نے تحریف کی اور غرض نفسانی سے بدل ڈالا جب قرآن پاک اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا تو تحریف بیکار گئی اور کھل گیا کہ سچ اسطرح ہے جیسا کہ قرآن مجید مین مذکور ہے اور روایت صحیح مین ہے کہ اہل کتاب کی روایات کا حکم اسطرح دیا گیا کہ جو کچھ وے لوگ قرآن مجید مین متوافق بیان کرین وہ صحیح ہے اور جہان قرآن مجید سے مخالف بیان کرین وہ غلط ہے مثلاً جو رو والا مرد اگر زنا کرے تو یہودی توریت سے نقل کرتے کہ اسکو کاغذ کی سیاہ ٹوپی پہنا کر جوتیون کا ہار گلے ڈال کر گدھے پر سوار کر کے شہر مین پھرا کر پھر چھوڑ دو حالانکہ یہ تحریف تھی اور وہی حکم تھا جو قرآن پاک مین ہے مع سختی مزید کے اور تیسری قسم یہ کہ قرآن مجید مین وہ بات صریح تم کو معلوم نہوتی ہو اور یہودیون نے توریت سے یا نصرانیون نے انجیل سے نقل بیان کی تو فرمایا کہ تم نہ اسکو سچ مانو اور نہ جھٹلاؤ کہ واللہ تعالےٰ اعلم شاید ہو۔ اور بات یہ تھی کہ اصل کتاب مین تو تحریف کر دی تھی اور یہ تحریف انھین لوگون نے فقط نہین کی بلکہ حالت یہ کہ بنو اسرائیل بارہ فرزند کی اولاد بارہ فرقے علٰحدہ علٰحدہ ہر بیٹے کی اولاد تھے اور حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ ہر فرقہ اپنی نقیب کے ساتھ تھا پس بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مدت دراز گذری حتی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ بھی گزر گیا پھر تحریف کرنے کے اسباب پیدا ہوئے اور لوگون مین نور ایمان کے بجائے تاریکی فسق و فجور کی بوجہ زنا کاری و سود خوری و باہمی نفاق و بوجہ قتل کرنے انبیاء علیہم السلام کے قائم ہوتی گئی اور ہر فرقہ نے اپنے پاس کے نسخہ توریت مین جہان ضرورت ہوئی تحریف کی۔ خصوص جب حضرت عیسی علیہ السلام کا زمانہ ہوا اور انھون نے انجیل سماوی سے جو احکام بحکم الٰہی منسوخ ہوئے تھے بیان کیے تو انپر یہودیون نے نرغہ کیا اور ہرگز نہ مانا یہان تک کہ سوائے بنو اسرائیل کے بعض اقوام مسلمان ہوئے اور آخر ترقی شروع ہوئی مگر آپ کے اصحاب مین سے ایک نے یہود کو مخبری کی اور آپ کو اللہ تعالےٰ نے آسمان پر اُٹھا لیا اور جس نے مخبری کی تھی اسی کے چہرہ پر اللہ تعالےٰ عز وجل نے ایک ایسا پردہ کر دیا کہ لوگون کی نظر مین اُس کی صورت حضرت عیسے علیہ السلام کی نظر آتی تھی پس یہود نے سر بازار بادشاہ کے حکم سے پھانسی دیدی اور سمجھے کہ ہم نے حضرت عیسے علیہ السلام کو سولی دیدی ہے اور یہی شخص تھا جو سولی پر چڑھائے جانے کے وقت چلا یا تھا کہ ایلی ایلی لما سبقتانی، اے میرے اللہ اے میرے اللہ تو نے مجھے کیون چھوڑ دیا۔ اور عیسے علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے قبل آپ نے سب کو مضبوط رہنے کی تاکید کی اور سو جانے کا حکم دیا پس مومنون پر غنودگی طاری ہو گئی اور کافرون کی آنکھ نہین لگی پھر اصحاب عیسےٰ علیہ السلام مین تین فریق ہو گئے ایک نے کہا کہ وہ خدا تھا ہم مین سے بعض نے اسکو آسمان پر چڑھ جاتے دیکھا تھا دوسرے نے کہا کہ نہین

یہ تو نہین ہے مگر وہ خدا کا بیٹا تھا ولیکن ان دونون فریق مین دلی دشمنی نہ تھی کیونکہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہم دونون آپ کی شان مین حقارت نہین کرتے ہین اور تیسرا فریق کہتا کہ اللہ تعالےٰ سے توبہ کرو اور توحید پر قائم رہو وہ اللہ تعالےٰ کا رسول پاک تھا جو آدمیون کی طرح اللہ تعالےٰ عز وجل کی قدرت سے بی بی مریم علیہا السلام کے پیٹ سے بدون باپ کے پیدا ہوا تھا جیسے آدم علیہ السلام بدون مان باپ کے اللہ تعالےٰ عز وجل کی قدرت سے پیدا ہوئے تھے اس فریق سے دونون گروہ کفار نے دلی دشمنی پیدا کر لی اور بدنام کیا کہ یہ فریق ان بزرگ کی شان مین حقارت گستاخی کرتا ہے آخر کار دونون نے متفق ہو کر اس فریق سے قتال کیا بعض نے لکھا کہ یہ فریق بالکل قتل ہو گیا اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ انمین سے بہتیرے مارے گئے اور باقی لوگ جنگلون و پہاڑون مین بھاگ گئے اور آخر کو یہودیون پر غضب الٰہی آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی مغلوب ہو گئے اور نصرانی بادشاہ ہو گیا اور عرصہ تک یہود نے گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برابری کا دعوی کیا اور حضرت عیسے علیہ السلام نے تو بوحی الٰہی بعض احکام کا منسوخ ہونا ظاہر کیا تھا اور یہودیون نے وحی شیطانی سے کتاب مین تحریف کی اور انتہا اُسکے زمانہ نبوت خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم تک بہت کچھ ہو چکی اور رہے نصرانی تو جب انمین بادشاہ نصرانی ہوا اور اُس نے وہ اعتقاد کیا جو سوائے فریق موحد کے باقی دونون فریق کا اعتقاد تھا تو صحیح روایات سے ثابت ہے کہ کئی ہزار نصرانیون موحد مسلمانون اور کئی سو عالمون کو قتل و قید و مار پیٹ سے اُس نے سخت مجبور کیا اور آخر کو ایک اتفاق نامہ لکھا گیا کہ وہ اعتقاد ہو جو دونون فریق مرتدین کا ہے اور اس محضر پر سب کی دستخط ہوئے باوجود اسکے جو لوگ کہ دل سے اسلام و توحید پر تھے وے جنگلون و پہاڑون مین رہے مگر آخر کو خاتمہ ہو گیا اور انجیل مین اور نیز توریت مین بکثرت تحریف ہوئی اور جن امور سے یہ بات ظاہر ہوتی کہ حضرت عیسے علیہ السلام بندۂ خدا اور رسول تھے انکو ایسے طور سے تبدیل کیا گیا کہ یہ بات باقی نہ رہے اور امانت کبری وغیرہ کتابین تصنیف ہوئین پس یہ حال توریت و انجیل کی تحریفات کا شیخ امام ابن کثیر رح و علامہ مفسر سیوطی و معالم وغیرہ کے متفرق افادات سے ملتقط کیا گیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی خود تاریخون سے ثابت ہے کہ اسکے واسطے جلسہ و مجمع ہوئے ہین۔ بعضے لوگ زعم کرتے ہین کہ جس کتاب کے بکثرت نسخہ پھیلے تھے اس مین ایسا ہونا دشوار ہے۔ مین کہتا ہون کہ بادشاہ قسطنطین خود اسکا متکفل ہوا تھا اور کس اہتمام سے شرک کے اتفاق پر محضر لکھوایا تو نسخون مین کیون یہ اہتمام نہوا ہوگا کیونکہ اسوقت تک ملک شام و یونان و بعض حصہ ملک مصر سے تجاوز نہوا تھا علاوہ اسکے اصل کتاب کا وجود نہین ہے اور جسکا عبرانی مین ہونے کا زعم ہے وہ خود پایہ اعتبار سے ساقط ہے اور ترجمہ قریب قریب سب مختلف ہین اور خود نصرانیون کا قول ہے کہ کاتب سے پڑھنے مین غلطی ہوئی اور فرقے انمین بہتر ہوئے اور کسی کے پاس اصل کا وجود نہین تو قول یہی صحیح ہے کہ ان لوگون نے اپنی رائے سے خوب خوب جی بھر کے تحریف کی۔ اور توریت مین منجملہ اسباب تحریف کے یہ کہ برادران حضرت یوسف علیہ السلام مین سے جس کسی کی نسبت زیادہ الزام ہوا اسکی اولاد نے تحریف کی بخیال حمیت کے جسکا منشا جہالت ہوگا واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ اب مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے قرآن پاک کی نسبت مشرکون کو وہم کرنے سے روکا بلکہ ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کی سچائی خود وحی الٰہی سبحانہ تعالےٰ سے ظاہر ہے اسمین افترا باندھی ہوئی بات نہین بلکہ توریت و انجیل کی تصدیق ہے کہ سابق مین اللہ تعالےٰ نے انکو نازل فرمایا تھا اور انپر عمل کرنا فرض تھا اور اُنسے عبرت تھی اور یہ تصدیق بھی قرآن پاک سے ہوئی کہ یون ہی توریت مین تھا اگرچہ پیچھے لوگون نے تحریف کی ہو اور قرآن پاک ہر تحریف کردہ و باقی مین تفصیل کرتا ہے۔ پھر قرآن پاک سے عبرت حاصل کرنا انھین لوگون کے لیے ہے جو عقل رکھتے ہین اور عقل جبھی کہ ہوا و ہوس نفس سے پاک ہو کر فرمان حق تعالےٰ عز وجل کا مطیع ہو جاوے اور اپنے نفس کی سرکشی کو روکے اور یہ جبھی ہوگا کہ ایمان لاوے اللہ تعالےٰ پر بجمیع صفات جسطرح کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے لہذا فرمایا۔ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ

[illegible]

يُؤْمِنُوْنَ اور یہ قرآن پاک ہدایت و رحمت ہے واسطے ایسی قوم کے جو ایمان لاتے ہیں۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رح نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ مرسلین و انکی قوم کے واقعات میں کہ کسطرح ہم نے مومنوں کو نجات دی اور کافروں کو ہلاک کیا ہے اہل عقل کے لیے عبرت و نصیحت ہے اور یہ قرآن پاک سوائے اللہ تعالیٰ عز و جل کے دوسرے کی طرف سے جھوٹ و بناوٹ نہیں ہے بلکہ تصدیق ہے ان کتابوں آسمانی کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں پس جسقدر ان میں موافق تنزیل کے باقی رہا ہے اسکی تصدیق فرماتا ہے اور جسقدر ان میں تحریف و تبدیل کیا گیا ہے اور کسی غرض سے اہل کتاب نے انہیں تغیر کیا ہے اسکی نفی فرماتا ہے اور جو منسوخ ہوا اسکو ظاہر کرتا ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے یعنی حلال و حرام و مکروہ و فرائض و واجبات و مستحبات و دیگر افعال روزمرہ اور امور جلیلہ جو آیندہ واقع ہوں اور صفات الٰہیہ جن کے ساتھ شرک روا نہیں ہے اور تنزیہ تبارک و تعالیٰ مخلوقات کی مماثلت و مشابہت سے مفصل بیان ہے اسی واسطے ہدی و رحمۃ ہے مومنوں کے لیے کیونکہ کفار تو شیطان کے کہنے پر چلتے ہیں اور دیدہ و دانستہ نہیں مانتے ہیں اور مومنین عبرت حاصل کرکے گمراہی و عذاب سے بچتے اور پناہ مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار دنیا و آخرت میں ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمکو بھی مومنین میں شامل کر دے اور اپنے فضل سے کفر و شرک سے بچا دے آمین یا ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب یعنی عارفین و محبین و متقین صادقین صابرین جو صاحبان احوال و اہل عقول ہیں انکے لیے ان قصص میں نصیحت و عبرت ہے کیونکہ اس میں نیکوں کے مقامات کا اور جو حالت انکے لائق ہوتی ہے فراق و صال و بلاء و امتحان و محبت کاملہ وغیرہ سب کا بیان ہے پس اہل سعادت اگلوں کی اقتدا کرتے ہیں تاکہ فضل و رحمت الٰہیہ سے انکے درجات و کرامات پر فائز ہوں۔ حضرت امام جعفر صادق رض نے کہا کہ اولوا الالباب وہ ہیں جنکے اسرار اللہ تعالیٰ عز و جل کے ساتھ ہیں۔ ابن عطار رح نے کہا کہ اہل عقل کے واسطے عبرت ہے کہ نفس اسکی خواہشیں مقام امن و اعتبار نہیں ہے۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ بادشاہوں کے واسطے عبرت سلطنت حضرت یوسف علیہ السلام میں ہے کہ اسی طرح عدل و انصاف پھیلادیں اور لوگوں کے ساتھ احسان کریں۔ جیسے یوسف علیہ السلام نے کیا اور مثل ان کے عفو و کرم کریں اور اہل تقوے مثل ان کے تقوے کریں اور نفس کی خواہش پر نہ چلیں چنانچہ شدت بلاء و موقع اشتہار میں سخت صبر کیا نفس کو مضمحل کیا تو اللہ تعالیٰ نے انکو دنیا و آخرت میں کس درجہ عالی پر پہونچایا اور عزیز کی جورو نے جب خواہش نفس کی پیروی کی تو کسطرح مضرت و فقر و فضیحت اٹھائی۔ اور ملوک عبرت حاصل کریں کہ کیونکہ سرداری فقط حرمت اور اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی طاعت کرتے ہیں اور مانند اسکے ظاہری عبرت بہت ہیں اور قولہ و تفصیل کل شیء الآیہ سے جملہ مقامات عرفان و کرامات تقوے و مقامات نفس و شیطان و حالات عقل و صفائی قلب و مشاہدۃ الرحمن کا بیان ہے واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم تفسیر سورہ یوسف ختم ہوئی اور سورہ رعد شروع ہے واللہ تعالیٰ الموفق۔

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً

سورۃ الرعد مکیہ ہے اور وہ تینتالیس آیات ہیں

اور بیضاوی میں بینتالیس آیات کا ایک ہی قول مذکور ہے اور سراج میں لکھا کہ اس کے کلمات آٹھ سو پچپن ۸۵۵ ہیں اور حروف کی تعداد تین ہزار پانچ سو چھ ۳۵۰۶ ہے اور علماء میں سے بعض نے کہا کہ ہم کو معلوم ہوا کہ یہ سورہ مکیہ ہے اور بعض کو دلائل سے پتہ لگا

کہ یہ مدنیہ ہے پس اول قول سعید بن جبیر و حسن بصری و عکرمہ و عطاء و جابر تابعی و عبد الرحمن بن زید سے مروی ہے اور دوسرا قول ابن الزبیر رضی اللہ عنہ و کلبی و مقاتل سے مروی ہے۔ شیخ مفسر سیوطی رح نے لکھا کہ یا تو سورہ مکیہ ہے باستثناء قولہ تعالیٰ ولا یزال الذین کفروا الآیہ و قولہ تعالیٰ ویقول الذین کفروا لست مرسلا الآیہ اور یا سورہ مدنیہ ہے باستثناء قولہ تعالیٰ ولو ان قرآنا سیرت بہ الجبال الخ دو آیت تک۔ اور بعض نے مدنیہ سے قولہ تعالیٰ ھو الذی یریکم البرق تا قولہ تعالیٰ لہ دعوۃ الحق بھی مستثنیٰ بیان کیا اور معنے استثناء کے یہ ہیں کہ مدنیہ ہو تو یہ آیات مکہ میں نازل ہوئی تھیں یا مکیہ ہے تو مستثنیات مدینہ میں آکر نازل ہوئیں کیونکہ قرآن مجید حسب حال و ضرورت کے نجم نجم کرکے نازل ہوا ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان سے ہر سورہ میں حسب ترتیب لوح محفوظ سے رکھا گیا و جابر بن زید سے نقل کیا جاتا ہے کہ آدمی کی موت حاضر ہونے کے وقت اس کے پاس سورہ رعد پڑھنا بہتر سمجھتے تھے کہ میت پر سختی ہلکی ہوتی اور موت آسان معلوم ہوتی و دنیا سے وفات اس کو گران نہیں ہوتی۔ اقول ظاہرا انھوں نے کسی صحابی سے سنا ہو یا نصائح سورہ ہذا میں یہ خوبی سمجھتے ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

یہ آیات ہیں کتاب کی اور جو اتارا گیا تجھ پر تیرے رب کی طرف سے وہ حق ہے ولیکن بہتیرے لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں

اس سورہ مبارک میں اللہ تعالیٰ عز و جل نے اپنی توحید الوہیت و عجائب قدرت کی آیات عظیمہ کو ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ الٓمّٓرٰ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کلام سے اس کی کیا مراد ہے۔ یہی شیخ سیوطی رح نے جزم کیا ہے اور یہی صحیح اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس کی مراد سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ولیکن مراد سے علاوہ بھی معنے ہوتے ہیں تو بعض علماء نے ایسے معانی بیان کیے ہیں چنانچہ معالم وغیرہ میں ابن عباس رض سے لایا کہ اس کے معنے میں سے ہے کہ انا اللہ اعلم و اری میں اللہ ہوں جانتا و دیکھتا۔ شاید خصوص اس موقع پر یہ معنے لیے کہ قرآن پاک جو نازل فرمایا اس کا نازل ہونا اور پیغمبر کا لوگوں کو پہونچانا اور لوگوں میں بعض کا ماننا و اکثروں کا کفر کرنا میں جانتا و دیکھتا ہوں اور مفصل کلام اس میں اول سورہ بقرہ میں گزر چکا اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ جو سورت ان حروف مقطعہ سے شروع ہوئی اس میں قرآن مجید کا انتصار ہے اور تحقیق بیان کہ اس کا نزول اللہ تعالیٰ عز و جل کی طرف سے حق ہے لہذا فرمایا۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ۔ مفسر شیخ سیوطی رح نے کہا کہ یہ آیات کتاب کی آیتیں ہیں اور مراد یہ کہ سورہ میں جو آیات ہیں یہ قرآن مجید کی آیات قدیمہ ہیں اور یہی قول جمہور مفسرین کا ہے۔ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ اور جو اتارا گیا تیری طرف کو تیرے رب کی جانب سے وہ الْحَقُّ حق و سچ ہے لاریب فیہ من رب العالمین اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف کے ہونے میں کچھ شک و شبہہ نہیں ہے پس اول تو بیان کیا کہ یہ سورہ آیات قرآن مجید ہے اور اس میں بیان فرمایا کہ جو نازل کیا گیا وہ حق ہے اور

ابن جریر رحہ نے زعم کیا کہ واو زائدہ ہے یا عطف صفت برصفت ہے اور شیخ ابن کثیر رحہ نے ذکر کیا کہ مجاہد وقتادہ نے کہا کہ آیات الکتاب ۔ مین کتاب سے مراد توریت وانجیل ہے ۔ چونکہ کتاب دراصل مصدر ہے تو دونون کو شامل ہو سکتا ہے ۔ اس بنا پر کہا کہ قولہ والذی انزل عطف ہے الکتاب پر اور کہا کہ یہی صحیح اور موافق تفسیر مجاہد وقتادہ ہے اور توضیح اُس کی یہ ہے کہ تلک مبتداء اول ہے اور آیات مضاف اور الکتاب معطوف علیہ اور جملہ والذی انزل الیک من ربک ۔ مبتداء اور ۔ الحق خبر ۔ یہ مبتدا وخبر ملکر عطف پس معطوف علیہ مع معطوف ملکر مضاف الیہ اور مضاف مع اسکی خبر مبتداے اول ہے اور مراد جملہ والذی انزل الیک الخ سے بعض قرآن مجید ہے اور معنے یہ ہوئے کہ یہ قرآن پاک یا یہ آیات جو تلاوت کیجاتی ہین آیات ہین کتاب اور اس چیز کی جو تیری طرف نازل کیا گیا جو حق ہے اور حاصل یہ ہوا کہ یہ سورہ مجموعہ آیات توریت وانجیل وحی ہوے وعیسے علیہم السلام وقرآن وحی محمد صلے اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہے ۔ اور سابق مین حضرت حسن بصری وغیرہ سے مذکور ہوا کہ قرآن مجید جامع علوم اولین وآخرین ہے اور کتب آلہیہ سابقہ سب اس مین مندرج ہین پس یہ تاویل بھی عمدہ ہے جو شیخ ابن کثیر رحہ نے ذکر فرمائی ہے ۔ اور جو شیخ ابن جریر رحہ نے اختیار کیا اسکے موافق یہ معنے ہوئے کہ یہ آیات جو تلاوت ہوتی ہین آیات ہین قرآن پاک کی جو کہ اُتارا گیا تیری طرف تیرے رب کی جانب سے جو کہ حق ہے اور اظہر وہ ہے جو شیخ سیوطی رحہ نے ذکر کیا اور معالم مین اس کو ابن عباس رض کا قول ۔ ذکر کیا ہے اور ظاہر مختار امام بغوی رحہ کے نزدیک وہ ہے جو شیخ ابن کثیر رحہ نے اختیار کیا ہے اور لکھا کہ مقاتل رحہ نے کہا ہے کہ مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ محمد صلعم اس کو اپنی طرف سے کہتے ہین پس اللہ تعالے نے اُن کو اس کلام سے رد کیا کہ جو قصص انبیاء ذکر ہوئے وہ اللہ تعالے کی طرف سے تنزیل حق ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ولیکن اکثر لوگ یعنے مشرکین مکہ ایمان نہین لاتے ہین یعنی نہین مانتے کہ یہ اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے ہے اسوجہ سے کہ ذرا بھی توجہ وغور نہین کرتے ہین ف فی العرائس قولہ تعالے عز وجل الٓمّٓرٰ ۔ اللہ تعالے نے اپنے فعل خاص سے اپنے فعل عام پر تجلی فرمائی پس دونون افعال کے درمیان سے حروف پیدا فرمائے اور اُن کو صادق اسرار صفات وذات قرار دیا اور انسے غیب کی اور غیب الغیب کی خبر بطریق اسرار بیان فرمائی پس الف مین اپنی ذات کے واسطے سر الوہیت رکھا اور اپنی انانیت توحید کا بھید کر دیا اور لام مین اپنی ذات کے لیے سر ازلیت اور سر لطف ظہور پاک بوصف ازلیت ان لوگون کے واسطے رکھا جو اہل عشق مین سے اہل التباس ہین ۔ اور میم مین سر محبت بہواے ازلیت رکھا ۔ اور را مین انوار ربوبیت رکھ کر اُس کو بندون کے لیے آئینہ کر دیا پس اس سے لطائف صفات کا معائنہ اور روح ملکوت کا مشاہدہ کرتے ہین پس جب طلب الوہیت سے ارواح متحیر ہوئین تو انوار ربوبیت مین عجز والحاح کیا پس آئینہ حرف را سے اُس کی رحمت کا فیہ دیکھ کر سکون پایا اور ہر چیز سے سواے اللہ تعالے کے جدا ہوگئین پس الف صندوق الوہیت ہے جو انھین بندون کے لیے کھُلتا ہے جو توحید کے ساتھ قائم ہین ۔ لام صندوق نور ازلیت ہے انھین بندون کے لیے کھُلتا ہے جو عشق ومحبت مین ہر مخلوق حتے کہ اپنی جان سے بھی علحدہ ہو کر والہ ہو رہے ہین اور وہی اواہ وحلیم ہین میم صندوق محبت ازلیہ ہے جو انھین لوگون کے لیے کھُلتا ہے جو اہل ایمان ومحبت ہین ۔ را صندوق نور ربوبیت ہے اور انھین ایمان والے بندون پر کھُلتا ہے جن کی نیت ومراد حق تعالے سے صرف ذات باری تعالے ہے ۔ شبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ حروف مین سے کوئی حرف ہو یہی اس کی حالت ہے کہ ہر زبان ولغت مین اللہ تعالے عز وجل کی تسبیح کرتا ہے اور ہر زبان مین حروف ہین اور ہر حرف کے لیے زبان ہے اور یہ اللہ تعالے عز وجل کا ایک بھید اُس کی مخلوق مین ہے اس سے مفہوم زوائد اوراذکار کی زیادتی ہے ۔

حارث محاسبی رحہ نے کہا کہ جب اللہ تعالے عز وجل نے حروف کو پیدا کیا تو انکو اپنی طاعت کی طرف بلایا پس انھون نے قبولیت کا جواب عرض کیا اور اسی کے موافق خطاب مین حلاوت ہے اور حروف سب بصورت الف تھے ولیکن اللہ تعالے عز وجل نے الف کو اسی صورت پر باقی رکھا اور واضح ہو کہ سنت آلہیہ ہے کہ ہر سورت کے اول مین بطور اسرار اُنسے کلام فرمایا اور اہل صلاح کو انکی استعداد کے موافق آگاہی عطا فرمائی ۔ مترجم کہتا ہے کہ ایمین سے شیخ شبلی وحارث محاسبی کے اقوال محل تامل ہین اور میرے نزدیک اسطرح بیان بھی شریعت مین کسیقدر فتنہ ہے لہذا ایسے اقوال کا ترک بہتر ہے واللہ اعلم ۔ کفار مکہ نے جو بناوٹ قصص کا الزام لگایا اسکا جواب دینے کے بعد حق عز وجل نے اپنی توحید کی آیات کئی وجہ پر بیان فرمائی ۔ وجہ اول قولہ تعالے پر غور کرنے کو ارشاد فرمایا ۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

اللہ وہ ہے جسنے اونچا اُٹھایا آسمانون کو بغیر ستونون کے جنکو تم دیکھو پھر برابر ہوا عرش پر اور قابو مین کر دیا سورج

وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ

اور چاندکو ہر ایک چلتا ہے اپنی مقرر مدت تک وہی سنوارتا ہو کام کو مفصل دیتا ہو نشانیان تاکہ تم اپنے رب کے ملنے پر

تُوْقِنُوْنَ ۝

یقین کرو ۔

اول دلیل توحید کی مشرکون کو بتلائی کہ ۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا اللہ وہ ہے جس نے بلند کیا آسمانون کو بغیر ستونون کے جن کو تم دیکھو ۔ حاشیہ جمل مین ہے کہ عامہ قراء کی قرات عمد بفتحتین آم جمع ہے اور بعض نے اس کو جمع قرار دیا بسراج مین کہا کہ عمد جمع عمود ہے یا جمع عماد ہے اور جمل نے کہا کہ ابو حیواۃ اور یحیی بن وثاب نے اس کو عُمُد بضمتین پڑھا ۔ معنے عمود کے ستون اور عماد ٹیک ۔ اور ابن کثیر رحہ نے لکھا کہ آسمان سات ہین اول آسمان دنیا تمام زمین کی خاک وپانی سمیت مجموعہ کو ہر طرف سے محیط ہے اور ہر سمت سے اس کا فاصلہ برابر ہے ۔ اقول یعنے زمین گول ہے اور لکھا ہے کہ زمین مع ہوا کے اس کے اندر اسطرح بند ہے کہ جیسے انڈے کا چھلکا محیط ہوتا ہے اور ہر جانب سے آسمان تک پانچسو برس کی راہ ہے اور خود اس آسمان کا اونچان اندر ہی اندر پانچسو برس کی راہ ہے پھر اس پر دوسرا آسمان ان سب کو محیط ہے وہ اول آسمان سے پانچسو برس کی راہ پر ہے اور اُس کے خود اونچان کی حالت پانچسو برس کی راہ ہے اسی طرح تیسرا وچوتھا وغیرہ ہین اور کرسی کی بڑائی اسقدر ہے کہ ساتون آسمان مع انکی چیزون اور جو اُن کے درمیان متصل ہے اسی طرح ملا کر کرسی کے اندر ایسے ہین جیسے ایک وسیع میدان مین ایک چھلّا پڑا ہوا اور کرسی مع سب کے عرش کے سامنے ایسے ہین جیسے وسیع میدان مین ایک چھلّا ہو جیسا کہ حدیث مین ہے اور ایک روایت ہے کہ عرش کی عظمت وبڑائی سواے اللہ تعالے عز وجل کے کوئی اندازہ نہین کر سکتا اور بعض سلف سے روایت ہے کہ عرش سے زمین تک پچاس ہزار برس کی راہ ہے اور اسکا قطر پچاس ہزار برس کی راہ ہے اور وہ سُرخ یاقوت کا ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ صحاح احادیث مین عظمت آسمانون وجنت وعرش وغیرہ کی ایسے صریح الفاظ سے نہین ہے کیونکہ اوہام بشری تجاوز نہین کرتے اور اگر متجاوز ہوئے تو غلط خیالات باندھتے ہین اور مقصود اُنکے بیان سے اُسوقت یہ ہے کہ محسوس مخلوقات کی بڑائی دیکھکر جو لوگ محسوس کو ماننے کے پابند ہین وہ اللہ تعالے عز وجل پر ایمان لادین تو مترجم کہتا ہے کہ زمین مین سے ایک چہارم خشکی وباقی پانی ہے اور خشکی مین سے سب سے بڑی سلطنت روس کی جو قریب ساتوان حصہ ہے تو زمین کا اٹھائیسوان حصہ ہوئی اور آدمی زمین پر بھنگے سے بھی کم ہے اب

مخلوق کا یہ حال ہے کہ روس کی سلطنت اُنکی آنکھون مین بڑی اور اُس کا دبدبہ بڑا ہے حالانکہ وہ زمین کا اٹھائیسوان حصہ ہے اور تمام زمین سے آفتاب بہت بڑا ہے کہ زمین اُس کا (سواں) حصہ بھی نہین تو روس اُس کے تین ہزارحصون مین سے کم ہے پھر دیکھو کہ آسمان کے کشادہ میدان مین جسقدر جگہ آفتاب سے خالی ہے اس مین آفتاب کے برابر کتنے ہا سکتے آفتاب سما سکتے ہین تو تمام آسمان کی وسعت کے سامنے روس بلکہ تمام زمین کا کوئی شمار نہین رہا اور فن حساب جاننے والے کو کسر نکالنے مین بھی سخت حیرانی ہے کیونکہ جب زمین ایک رائی کے دانہ برابر بھی نہین ہو تو اُسکے اٹھائیسوین حصہ کا کیا شمار ہو تو اب دیکھو کہ جس خالق عز وجل نے ہمارے سامنے آسمان پیدا کر دیا ہے اُسکی بڑائی اتنی کہ ہم وہان نظر ہی نہین آتے بلکہ تمام زمین ہی نظر نہین آتی ہے تو اُس خالق عز وجل کی عظمت ہمپر اسقدر فرض ہے کہ اس کی عظمت کے سامنے تمام زمین کے بادشاہون و فوجون اور تمام زمین کے درندون و آدمیون سمیت سب کی قدر ہماری آنکھ مین اتنی بھی نہونی چاہیے جو نسبت زمین کو تمام آسمان کے بڑائی سے ہے پس دیکھو کہ اللہ تعالے وہ عظمت و قدرت والا ہے جسنے ایک آسمان نہین بلکہ سات آسمان پیدا کیے اور انکو زمین سے سقدر اونچا کیا کہ تمھاری نظرین کام نہین کرتی مین گر تم پانی کے اندر آسمانون کا عکس صاف دیکھتے ہو جیسے سورج و چاند کا عکس دیکھتے ہوا اور یہ جھوٹ بات کہو کہ آسمان کچھ چیز ہی نہین صرف تاریکی نگاہ کی ہے حالانکہ تاریکی کا عکس نظر نہین آتا ہے تو بالکل غلط ہے کہ یہ تاریکی ہے بلکہ ضرور کوئی جسم ہے جسکا انعکاس مانند سورج چاند ستارون وغیرہ کے نظر آتا ہے باوجود اسکے اس زمانہ مین بعضے لوگون کا انکار کیا دیدہ و دانستہ انکا ہے کیا انکھین عقل کی کھوئین تو یہ آنکھین بھی جاتی رہین اور کچھ عجب نہین کہ یہ لوگ بہت سی باتون سے یون ہی انکار کرتے ہین اللہ تعالے عز وجل مسلمانون کو اُن کے شر و فریب سے اسوقت مین کہ فتنہ پھیل رہا ہے بچاوے۔ امام رازی رح نے کہا کہ اس مین بہت بڑی دلیل ان لوگون کے لیے بھی موجود ہے جو حواس کے پابند مین اسطرح کہ اتنے بڑے اجسام بیچ مین معلق ہین بغیر کسی ستون کے اور خود زمین اُنکے بیچ مین بلا ستون معلق ہے حالانکہ انسان ایک ذرہ کو یون معلق نہین رکھ سکتا ہے تو ضرور خالق اُنکا کہ قادر ہے مختار ہے اور ظاہر ہے کہ جسطرح اُس نے جس چیز کو چاہا وہ اسی طرح قائم ہے۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ بغیر عمد ترونہا۔ مین دلالت پائی جاتی ہے کہ ایسے عمود نہین ہین جنکو ہم دیکھین بلکہ ایسے عمود ہونگے جنکو ہم نہین دیکھتے جیسا کہ یہود و نصارے وغیرہ اہل کتاب سے روایت کی گئی کہ زمرد کا ایک پہاڑ بنام کوہ قاف ہے اسپر آسمان کا ستون ہے۔ امام رازی رح وغیرہ نے اسپر اعتراض کیا اور جونکہ اہل کتاب سے بعض علماے اسلام نے بھی اُسکو نقل کر دیا چنانچہ معالم مین مجاہد و عکرمہ رح وغیرہ کا یہ قول ذکر کیا اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ابن عباس و مجاہد و قتادہ و حسن وغیرہم سے روایت کی گئی کہ آسمانون کے ایسے عمود مین جنکو تم نہین دیکھتے ہو لہذا امام بغوی وغیرہ نے اسکے معانی سے سکوت کیا اور اس قول کو اصح کہا جو اوپر مذکور ہوا۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ ایاس بن معاویہ نے کہا کہ زمین پر آسمان مثل قبہ کے یعنے بغیر عمود ہے اور یہی تفسیر حضرت قتادہ رح سے مروی ہے اور یہی لائق سیاق ہے اور خود دوسری آیت مین فرمایا۔ ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ۔ پس ظاہر ہے کہ بلا عمود ہے اور قولہ ترونہا۔ صرف تاکید نفی ہے یعنے آسمان بلا عمود مین تم خود دیکھتے ہو کہ عمود نہین۔ اور یہ معنے نہین کہ اُس کی عمود تمھارے دیکھنے کے نہین ہین اور ایسے ہین جن کو تم نہین دیکھتے ہو۔ مین کہتا ہون کہ قتادہ رح سے دونون روایتین موجود ہین پس ایک تو اُنھون نے اہل کتاب کے قول کو بیان کیا اور دوسرا صحیح قول بیان فرمایا۔ اور اگر ترونہا کو صفت قید رکھا جاوے تو زجاج رحمہ اللہ کا قول صحیح ہے کہ بیشک ایسے عمود ہین جنکو ہم نہین دیکھتے اور وہ عمود قدرت آلٰہیہ کے ہین پس صواب یہی ہے کہ آسمان محض قدرت و تسخیر آلٰہی عز وجل سے مثل قبہ کے قائم ہین جیسے سورج و چاند مین مسئلہ آسمان جو نظر آتا ہے اُسپر اعتماد کرکے حکم کرین یا نہین تو جواب یہ ہے کہ صحیح نظر آتا ہے اور اس سے انکار کرنا قریب کفر ہے۔ ترونہا۔ تو معلوم ہوا

کہ ہم لوگ اُسکو دیکھتے ہین اور محسوس سے انکار کرنا جہالت ہے۔ اور جس نے اس زمانہ مین تاویل کی کہ سماء سے بلندی مراد ہے اس کا قول باطل و کفر ہے اس لیے کہ بلندی کے لیے عمود ہونا کچھ نہین اور وہ مرفوع نہین کی جاتی ہے کیونکہ جسم نہین ہے اور اللہ تعالے عز وجل نے فرمایا کہ اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونہا۔ یعنے اللہ تعالے وہ قادر قاہر قوی و مختار ہے جس نے اونچا اُٹھایا سموات کو بغیر عمودون کے کہ اُن کو تم دیکھتے یعنے مثل قبہ کے بلند چڑھے ہوئے ہین مگر عمود نہین نہ تم دیکھتے ہو۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر بیان فرمایا کہ وہ اللہ برابر ہوا عرش پر۔ علماء نے کہا کہ ثم کا لفظ کبھی تو چیزون کی ترتیب کے لیے ہوتا ہے اور کبھی بیان کی ترتیب کے لیے ہوتا ہے تو یہان اول معنے نہین ہین یعنے یہ غرض نہین ہے کہ پہلے آسمانون کو اونچا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا اس لیے کہ حق تعالے عز وجل جس طرح اور جس شان سے ہر مخلوق سے خواہ عرش ہو یا کوئی ہو پاک و مباین موجود تھا ویسا ہی آسمانون و زمین و عرش وغیرہ پیدا کرنے کے بعد ہے اور ہمیشہ یکسان ہے کوئی مخلوق اُس کے مشابہ نہین ہے اور وہ قبل ہر شئے کے اور بعد ہر شئی کے یکسان ہے لیس کمثلہ شئی۔ اس کے مثل و مشابہ کوئی چیز نہین ہے تو بالیقین ہم جانتے ہین استواء علی العرش کے یہ معنے نہین کہ وہ تخت پر برابر ہو بیٹھا کیونکہ یہ تو جسم کا جسم پر ہونا ہوا اور اللہ تعالے پاک ہے اُسکے واسطے کوئی طرف نہین اور نہ کوئی وضع و ہیاۃ ہے اسلیے کہ طرف اور وضع و ہیات تو عوارض جوہر و جسم کے ہین پس فرقہ مجسمہ جس نے اُسکو جسم گمان کیا وہ بالکل گمراہ و ناپاک اعتقاد ہے اور یہ عقیدہ اگلے اہل کتاب یہود و نصارے کا بھی ہے اور تعجب ہے کہ نصرانی اب بھی اُسکے لیے جورو و بیٹا کہتے ہین نعوذ باللہ تعالے اللہ علوا کبیرا اور یہ قول ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ اللہ تعالے جوہر ہے یا عرض ہے کیونکہ تمام جو کچھ وہ دیکھتا و جانتا ہے وہ انھین دو قسمون سے باہر نہین ہے تو اُسنے اپنا قیاس و وہم دوڑا کر اللہ تعالے عز وجل کی نسبت بھی یہی گمان کیا حالانکہ اللہ تعالے تمام مخلوقات سے پاک ہے اور کوئی مخلوق اُسکو قیاس مین نہین لا سکتی۔ معتزلہ وغیرہ نے کہا کہ استوی کے معنے استیلاء کے بھی آتے ہین جیسے قول شاعر۔ لقد استوی بشر علی العراق ٭ من غیر سیف او دم مہراق ٭ یعنے مستوی ہو گیا بشر ملک عراق پر بغیر تلوار کے یا خونریزی کے۔ اس مین مستوی کے معنے مستولی ہو جانے و غالب آجانے کے ہین پس یہان مراد غلبہ آلٰہی بحفاظت و تدبیر مخلوق ہے چنانچہ ثابت ہے کہ اللہ تعالے عز وجل عرش سے تدبیر فرماتا ہے وقال تعالے یدبر الامر من السماء الی الارض۔ یا استوی بمعنے متوجہ ہونا یعنے پھر عرش پر متوجہ ہو کر عرش کو مستوی کیا۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ نے کہا کہ عرش کا استواء صحیح ہے ولیکن اللہ تعالے عز وجل کی عظمت و جلال کی ایک صفت ہے اور جس نے یہان اپنے خیال و قیاس مین کوئی صورت باندھی اُسنے کفر کیا بلکہ جیسی اُسکی ذات پاک ہے ہر قیاس و گمان سے ویسی ہی اُس کی صفت بھی خیال و گمان سے باہر ہے جیسے وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ قیاس یہان بیکار ہے کیونکہ مخلوق تو اندھیرے مین اور آڑ سے اور جسم کے اندر اور تہ کی چیز کو نہین دیکھتا مگر اللہ تعالے معدوم و موجود ماضی و مستقبل سب دیکھتا ہے اسی طرح یہ صفت استواء ہے اور کہا کہ اسکی کیفیت مخلوق کے ادراک سے باہر ہے وہ اپنی شان کے لائق اس صفت پر ہے۔ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور مسخر کر دیا سورج و چاند کو كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى دونون مین سے ہر ایک چلتا ہے مقدار مقرر پر یعنی حکم آلٰہی کی تحت مین یہ چیزین اپنا قابو نہین رکھتی ہین بلکہ جس طرح اُس نے چاہا اور حکم فرمایا کہ ہر ایک کے واسطے جو وقت مقرر کر دیا ہے اسی پر چلے جاتے ہین اور باقی ستارے بھی اسی طرح مسخر ہین وقد قال تعالے والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین۔ مسئلہ نجومیون سے آیندہ واقعہ پوچھنا۔ جواب یہ کہ پوچھنا حرام اور اعتقاد کرنا کفر ہے اور عرب کہا کرتے کہ مطرنا بنوء کذا۔ یعنے فلان ستارے سے ہمپر پانی برسا تو حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جس نے اللہ تعالے عز وجل کے حکم سے سمجھا وہ مومن ہے اور جس نے ستارے سے سمجھا

وہ کا فرہے۔ اور واضح ہو کہ جب اُن میں سے ہر ایک ستارہ ہو یا سیارہ ہو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں مسخر ہے تو اُسی نے پیدا کیا اور مخلوق میں اسی کا حکم جاری ہے پس رب وہی ہے اور عادت الٰہی جاری ہے کہ روز سورج نکلے اور شام کو غروب ہو ولیکن بندگان الٰہی عز وجل ہر روز حکم الٰہی دیکھتے ہیں کیونکہ جو حکم اُس کا ہو گا وہی ہو گا اور ذوالقرنین کے قصہ میں جو آیا کہ۔ وجدہا تغرب فی عین حمئۃ۔ ذوالقرنین نے مغرب میں سورج کو پایا کہ وہ کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتا ہے اُس کے معنے بعضے جاہل نہ سمجھے۔ اعتراض کیا کہ سورج کیچڑ میں ڈوبتا صحیح نہیں ہے اور جواب یہ ہے کہ سورج آسمان پر اور حدیث میں ہے کہ زمین کے ہر طرف سے آسمان کا فاصلہ پانچسو برس کی راہ ہے تو مراد یہ ہے کہ ذوالقرنین زمین کے مغربی کنارے پہونچا وہاں دَلدَل تھی اور ظاہر ہے کہ سمندر کا کنارہ شروع ہوا تھا اور حدیث صحیح میں ہے کہ سورج ہر روز عرش کے نیچے جاکر غروبی سجدہ کرتا ہے حکم پاتا ہے کہ اُسی رفتار پر طلوع ہو اور یہی حال اُس کا شرقی کنارہ کے سجدہ میں ہو گا۔ اسی طرح ہر ستارہ اپنے رب کے حکم کا مطیع ہے تو بندہ کو ہر وقت وہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا منتظر ہونا چاہیے اور بندہ کا وعدہ کہ کل کے روز انشاء اللہ تعالیٰ یہ کرونگا۔ بلحاظ عادت آلہیہ کے ہے اسی واسطے انشاء اللہ تعالیٰ کہنا ضرور ہے اور حدیث میں ہے کہ جمعہ کے روز سوائے جن وانسان کے تمام مخلوق ہیبت میں ہوتے ہیں کہ قیامت آج قائم ہو یعنے بعد طلوع آفتاب کے اطمینان شروع ہوتا ہے واضح ہو کہ بعض علماء نے قولہ لاجل مسمی کے معنے انتہاء مدت مقدرہ سے یہ معنے لیے کہ قیام قیامت تک اور ظاہر یہ ہے کہ مطلق مدت مقرر مراد ہے یعنے ہر مختلف اوقات سے اُن کے منازل ودرجات مراد ہیں حتے کہ کمی بیشی روزانہ ہوتی ہے پس تدبیر الٰہی تعالیٰ سے ہر ایک حکم الٰہی کا تابع و مسخر ہے۔ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ وہی اللہ تعالیٰ عز وجل ہے کہ تدبیر فرماتا ہے امر کی جو اسکا امر ہے اُسی پر حکمت کا نظام ہے اور بعض نے کہا کہ امر عالم کی تدبیر فرماتا ہے جسطرح چاہتا ہے اور جب وہی تمام مخلوقات عرش سے انتہا تک بذات پاک وحدہ لاشریک تدبیر میں لاتا ہے تو بت ونیک بندے اور فرشتے وجملہ مخلوق خود کچھ مختار نہیں ہیں بلکہ مسخر ہیں کیونکہ اگر اُسنے چاہا کہ زید عمرو کے ساتھ سلوک کرے تو عمرو اُس کے ساتھ عداوت نہیں کرسکتا پس شرک کرنا چھوڑکر توحید اختیار کرو لہذا فرمایا یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ وہ صاف بیان فرماتا ہے نشانیوں کو۔ یعنے اپنی توحید کی نشانیاں تم کو صاف صاف دکھلاتا ہے وبیان کرتا ہے اور تم خود جانتے ہو کہ عنقریب موت سے فنا ہو کر اسی کی طرف رجوع کروگے کیونکہ جس نے اُن چیزوں کو مع تمہارے ایجاد کردیا اور اُس کی قدرت وعظمت میں سب مسخر ہیں تو وہ جب چاہے تمکو فنا کرکے دوبارہ جلادے پس غور کرکے سمجھو۔ لَعَلَّكُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّكُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ شاید کہ ان آیات کو دیکھکر تم اپنے رب کی ملاقات پر یقین لاؤ۔ یہ شک نہ کرو کہ جب ہم مٹی ہو گئے تو پھر کیا زندہ ہونگے کیونکہ تمام ذرات عرش سے زمین تک سب اُس کے حکم پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عز وجل نے بندوں سے انکی سمجھ پر کلام کیا حالانکہ حرف لعل امید کے لیے ہے پس اللہ تعالیٰ عز وجل جو چاہے وہ ہو وہاں اُمید نہیں ہو سکتی ولیکن بندوں کی نسبت اُنکو اُمید دلائی کہ تمہاری طرف سے تم کو امید ہونی چاہیے کہ ان آیات کو دیکھکر ایمان سے مشرف ہو۔ ف فی العرائس قولہ اللہ الذی رفع السموات الخ عوام کو خطاب کیا کہ ہم نے آسمانوں کو بغیر علت کے بلند کیا اور عمود نہیں ہے اور خاص بندوں کو خطاب کیا کہ بغیر عمد ترونہا یعنے آنکھوں سے دیکھنے کے عمود نہیں ہیں بلکہ تم کو بصیرت سے عمود نظر آتے ہیں اور وہ عمود اُس کی قدرت قدیمہ باقیہ کے ہیں جس کی عظمت سے تمام مخلوق قائم ہے اور صفت کا دیدار وقت تجلی کے ممکن ہے جیسے آخرت میں دیدار ذات صحیح ہے۔ قولہ ثم استویٰ علی العرش سموات ارواح بغیر ظہور عمود کے جو خلق کو نظر آویں مستقیم مسلسل ازازل بقا قدم پیدا کیا پھر اسکے انوار تجلی کا ظہور عرش قلوب پر ہوا۔ قولہ وسخر الشمس والقمر معرفت وعلم کو قلبی عرش سے روح تک جاری فرمایا جنہیں بسط وانقباض جاری ہے

اسطرح کہ عالم عقل میں بانوار مشاہدات ان کا جریان ہے اور اس سے عالم ارواح کی تدبیر وانتظام ہے وقولہ یدبر الامر یفصل الآیات امر تکمیل بشریت بصفات ملکوتیہ اور تفصیل معارف بانوار الیقین لعلکم بلقاء ربکم توقنون۔ تاکہ مشاہدات آیات وتجلیات صفات بصیرت ملکوتیہ سے حاصل ہوکر موقنین کے مرتبہ کو رسائی ہو کما فعل بابراہیم علیہ السلام کذلک نری ابراہیم ملکوت السموات الی قولہ لیکون من الموقنین ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ تدبیر امور موافق تقدیر ازلی ہے اور تفصیل آیات جریان قضاء ہے تاکہ تمکو اپنی مجبوری میں یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ عز وجل وہی ان امور کو اور مختلف احوال کو تیسر جاری فرماتا ہے اور ضرور تم اسی کی طرف رجوع کروگے۔ قال المترجم اللہ تعالیٰ عز وجل نے اس مخلوقات آسمان وزمین میں عجائب آیات ولطائف معارف اور سب سے بڑھکر ذات انسان میں رکھے ہیں ولیکن کفار تو ان آیتوں سے سرسری گزر جاتے ہیں اور کچھ فکر نہیں کرتے اور مومنین انسے یقین وتکمیل نفس حاصل کرتے ہیں چنانچہ قولہ افلم ینظروا الی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شئی الآیہ اور قولہ کذلک نری ابراہیم الآیہ اور قولہ وکاین من آیۃ فی السموات والارض الآیہ وقولہ سنریہم آیاتنا فی الآفاق الآیہ میں فکر کرنے سے یہ مسئلہ واضح ہوتا ہے اور مومنین انمیں غور نظر سے دیکھتے ہیں پس بصیرت ویقین حاصل ہونے پر نفس کی تکمیل بدوام لقاء ہوتی ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے کافروں کو بھی سماوی عظام مخلوق کو دکھلایا اور اپنے حکم کا مسخر ہونا بتلایا تاکہ انہیں خوف وفکر سے شرک وکفر سے باز آویں اور آیات آلہیہ سے لقاء اللہ تبارک وتعالیٰ کا یقین کریں پھر مخلوق ارضی سے انکو دلیل بتلائی بقولہ

وَهُوَ الَّذِيۡ مَدَّ الۡاَرۡضَ وَجَعَلَ فِيۡهَا رَوَاسِيَ وَاَنۡهٰرًا ؕ وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيۡهَا زَوۡجَيۡنِ

اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جسنے کھینچکر پھیلادیا زمین کو وپیدا کردیے اُسمیں جمے پہاڑ اور نہریں اور ہر ایک پھلوں سے پیدا کردیے اسمیں جوڑے

اثۡنَيۡنِ يُغۡشِى الَّيۡلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۝

دو دو ڈھانکتا ہے دن پر رات بیشک اس مذکور میں نشانیاں ہیں ایسی قوم کے لیے جو فکر کرتے ہیں

وَهُوَ الَّذِيۡ اور وہی اللہ تعالیٰ عز وجل ہے جس نے مَدَّ الۡاَرۡضَ پھیلایا زمین کو۔ المد کشیدن یعنے مد کے معنے کھینچنا۔ اہل تفسیر نے کہا یعنے طول وعرض میں اُس کو پھیلادیا پس تمام انسان وحیوان اسپر مستقر ہیں۔ ابن عطیہ رح نے کہا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین پھیلی ہوئی ہے مثل پاٹ کے اور گول نہیں ہے اور یہی ظاہر شریعت سے پایا جاتا ہے۔ سراج میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں فرمایا کہ مد الارض اور کہیں فرمایا کہ دحاہا اُس کو پھیلادیا اور کہیں بسط سے تعبیر فرمایا اور یہ بھی اسی معنے میں ہے پس انمیں دلالت ہے کہ زمین مثل فرش کے پھیلی ہوئی ہے۔ رازی رحمہ نے کبیر میں کہا کہ اہل ہیأت کے دلائل سے ثابت ہے کہ زمین مثل کرہ کے گول ہے اور اللہ تعالیٰ عز وجل کے کلام پاک سے ہیأت والوں کا قول مخالفت نہیں کرتا اس لیے کہ جب کرہ بہت بڑا ہوا تو اسکے ہر ٹکڑے کو سطح سے مشابہت ہوگی۔ مترجم کہتا ہے کہ ہاں یہ صحیح ہے کہ ایسے عظیم کرہ کا ہر ٹکڑا اُسکے دیکھنے والے کو پاٹ کی طرح سطح معلوم ہوگا اور شیخ اصم رحمہ نے کہا کہ مد ایسے بچھانے کو کہتے ہیں کہ اس کی انتہاء نظر میں نہ آوے اور منجملہ دلائل اہل ہیأت کے خط استوائے زمین اور کرۂ معدل النہار کے محاذات اور معلق رہنے کے لیے افلاک کا ہر طرف سے انجذاب ہے تو گول ہوکر کشش برابر ہوگی پس قائم معلق ہوگی اور اسوقت کے بعضے لوگ اُس کی کشش آفتاب سے تصور کرتے ہیں مگر یہ بالکل بیہودگی ہے کہ اس سے ہر طرف سے کشش نہیں ہو سکتی جس سے وہ معلق ہو یا گول ہو جاوے یا گھومے اور جسکو ذرا بھی علم ہیأت سے وقوف ہے وہ قطعی یقین کریگا کہ ان لوگوں کا قول محض بے عقلی وحماقت ہے اور افسوس کہ مترجم کو یہاں اسقدر طوالت کی گنجائش نہیں ہے پھر میں کہتا ہوں کہ قدماء اہل ہیأت کی دلیل سے زمین کا گول ہونا تو ثابت ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر جانب سے یکسان کشش ہونے سے

زمین یکجا ساکن ہے لیکن کرۂ زمین کی ذاتی حالت یکسان نہین ہے کیونکہ کہین خشکی زیادہ ہے اور کہین پانی زیادہ ہے لہذا قادر قیوم عزوجل کی حکمت بالغہ سے اسپر پہاڑ قائم ہوئے تاکہ کشش کی جہات وقوت وضعف کی راہ سے ہر طرف یکسان ہو اور اس مین مٹی کے بھاری ہونے و پانی کے ہلکے ہونے کو دخل نہین ہے بلکہ جذب کی قوت وضعف محاذات کی راہ سے ہے اور یہ مقامات صرف علم الٰہی مین ہین اسی واسطے پہاڑون کے سلسلہ مین کوئی قیاسی انتظام نہین ہے بلکہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے اپنے علم پاک سے پیدا فرمائی ہین علماے ہیأت کے قول پر زمین گول ہے اور ظاہری اسباب و دلائل کی راہ سے وہ آسمان کے وسط مین معلق ساکن ہے اسوجہ سے کہ آسمان گول ہر طرف سے اُس کو محیط اور ہر طرف سے کشش کیے ہوئے ہے اور آسمان اُس کے گرد متحرک ہے یا نہین ولیکن آفتاب وغیرہ متحرک ہین اور عقلی دلائل پر اگر اعتماد ہو تو ان عقلاء کے دلائل ایک عاقل متین جو طبعیات وریاضیات سے ماہر ہو اقرب سمجھ سکتا ہے ورنہ اس زمانہ مین جو لوگ زمین کو گول اور آسمان کو ندارد اور آفتاب کے گرد زمین کو متحرک کہتے ہین محض جاہلانہ حماقت کے دلائل لاتے ہین کہ جن کو سواے انھین کے مثل ٹھوس دماغ والے بیوقوف کے یا گنوار یا بچہ کے جسکو علوم عقلیہ منطقیات قدیمہ وریاضیات وطبعیات سے مہارت نہو کوئی شخص تسلیم نہین کر سکتا بلکہ عاقل تو ان اقوال و دلائل کو نہایت حقارت سے دیکھتا ہے اور اُسکو معجزہ حضرت خاتم المرسلین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو حدیث صحیح مین آیا ہے یاد آتا ہے کہ قرب قیامت مین تمام روے زمین پر نصرانی سب لوگون سے زیادہ ہونگے اور وہی سب آدمیون پر غالب ہونگے۔ اور فرمایا ہے کہ اس زمانہ مین عقل سے دور بہرے گونگے روے زمین کے بادشاہ وحاکم ہونگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ مطلب نہین کہ وے کانون سے بہرے اور منھ سے گونگے ہونگے بلکہ مراد یہ کہ روح وعقل اُنکی بالکل تاریکی مین ہوگی اور چونکہ اُنکی کثرت وبادشاہت بیان فرمائی تو ماوراے نورانی عقل کے انکا غلبہ تیزی حواس والی چیزون مین ہوگا جس سے وہ لوگون پر غالب ہوکر بادشاہ وحاکم ہوجاوینگے چنانچہ حواس کے متعلق جسقدر امور ہین سب مین اسوقت معائنہ ومشاہدہ کرو اور دیکھو کہ یہ پیغمبر صادق کا معجزہ تمھاری آنکھون کے سامنے موجود ہے پھر بھی تم کو شک ہے اللھم ثبت اقدامنا علے الایمان والاسلام وتوفنا مؤمنین۔ سراج وغیرہ مین لکھا کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ عزوجل نے فرمایا وہی سچ اور صحیح ہے ایماندار کے نزدیک ہیأت والا ہو یا کوئی ہو سب مخلوق سے زیادہ سچ خالق عزوجل کا کلام ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ سچ ہے اور ہم ایمان لائے کہ جو واقعی حالت ہے اور جو کچھ اللہ تعالےٰ عزوجل نے فرمایا وہی صحیح ہے اور جہانتک کہ ظاہر مین ہمکو ہیأت والون کا قول یا کسی کا ہو مخالف نہ معلوم ہوگا اور ہماری سمجھ مین آویگا اسپر ہم توجہ کرینگے ولیکن اسیقدر کہ جیسے عقلیات کا حال ہوتا ہے کہ باہم عقلاء ایک ہی بات مین تخالف ہوتے ہین پس عقلی نتیجہ درحقیقت ظنی ہوتا ہے اور اقوال الٰہی بے کھٹکے اور محض صدق خالص ہے اللھم اجعلنی من عباد المومنین وتوفنی اذا توفیتنی علی الایمان بکل ما جاء بہ النبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور جان لو کہ عقلی دلائل کا مدعی ہو یا ظنی اختراعات پر نازان ہو کسی کی مجال نہین کہ اس مقام پر انکار کر سکے کہ وھو الذی مد الارض۔ وہی اللہ پاک خالق ہے جس نے پھیلایا زمین کو۔ یعنی زمین کا پیدا کرنیوالا جس صورت پر یہ زمین موجود ہے وہی اللہ وحدہ لاشریک ہے اور فرمایا الذی جعل لکم الارض فراشا جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا کر دیا۔ اور قرآن پاک مین اصلی مقصود یہی ہے کہ تم ذرا غور کرو کہ تمھارا رب وہ ہے جسنے یہ زمین تمھارے لیے پیدا کر دی تم اس زمین سے کسقدر نفع اسکے فضل سے اُٹھاتے ہو اور کسطرح اُسنے تمپر اپنا فضل تمھارے وجود سے پہلے کر دیا۔ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ اور پیدا کر دیے زمین مین رواسی۔ راسیہ کی جمع بمعنے ثابت وجما ہوا اور مراد پہاڑ ہین یعنی زمین مین پہاڑ جما دیے۔ وَاَنْهٰرًا اور نہرین پیدا کر دین جو اکثر پہاڑ سے جاری ہین اور نہر زبان عرب مین دریا ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو پس زمین واسکے ساتھ ان چیزون سے کسقدر عظمت قدرت آلٰہیہ ظاہر ہے اور تم پر کسقدر بڑے

احسانات ہین۔ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھلون سے۔ جَعَلَ فِيْهَا پیدا کر دیے زمین مین زَوْجَيْنِ جوڑا اثْنَيْنِ۔ دو دو۔ جیسے شیرین وترش اور سیاہ انگور وسپید انگور اور چھوٹا وبڑا۔ پس تم ان ثمرات کو فضل الٰہی سے حاصل کر کے بھوک کی جگہ سیر ہوتے ہو اور بیداری کی تکان سے سوتے ہو۔ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ڈھانکتا لیا رات نے دن کو پس تمام روشنی پھیلی تھی تاریکی پھیل گئی اور بیدار آدمی خواب مین چلا گیا گویا زندہ تمام گیا۔ مرد بیدار یاد الٰہی وشکر نعمت سے نورانی حالت لیے ہوئے خواب غفلت مین گیا۔ ہر ایک ثمر زمین کے پھل ہین اور قلب کا ثمر یاد حق وتوحید ہے تاریکی کفر ہے اور روشنی ایمان ہے اور ہر ایک کے مناسب ثمرات ہین کفر سے شرک وتاریکی وعذاب کے اعمال وغضب الٰہی کے حرکات پیدا ہوتے ہین اور ایمان سے توحید ونور وثواب کے اعمال و رحمت الٰہی کے حرکات پیدا ہوتے ہین اور عنقریب اُس کے نظائر آتے ہین انشاء اللہ تعالےٰ۔ بالجملہ اس صنعت عجیب سے ہر چیز کی پیدائش کہ صورت مین یکسان مگر ایک مثلاً میٹھا اور دوسرا کھٹا اور دن کے اوقات مین دن ہونا اور رات کی اوقات مین رات ہونا کسی قادر قیوم کی قدرت اور اُس کی تسخیر سے ہین جس نے اپنی تدبیر وحکم سے انکو اُن کے اسباب کے ساتھ پیدا کر دیا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ بیشک اس مین نشانیان ہین اللہ تعالےٰ عزوجل کی توحید کی کہ کسی عقلمند وحاکم وفقیر ومالدار بیوقوف کو کچھ بھی مخالفت کی طاقت نہین ہے وہی اللہ تعالےٰ سب کچھ کرتا ہے مگر یہ نشانیان ایسے قوم کے لیے ہین جو ان چیزون مین فکر کرتے ہین کیونکہ جس نے ان مین اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ دیکھی وہ رب تبارک تعالےٰ کی توحید پر قائم ہوا۔ واضح ہو کہ آیت مین اشارات لطیفہ ہین چنانچہ انسان جو خاک سے مخلوق ہے جیسی نرم وشیرین وسیاہ وریتلی وپہاڑی کا ہوگا ویسے اُس کے اخلاق وعادات نرم ونافع وبے سود وموذی وسخت وغیرہ ہونگے چنانچہ حدیث صحیح کے مضمون سے یہ ثابت ہے کہ اولاد آدم تمام روے زمین کی ایک مشت خاک سے پیدا ہوئے اسی وجہ سے ان کی صورتون ورنگ وعادات مین تفاوت ہے۔ ہمت انسانی خالق عزوجل کے حکم بجالانے مین جسم خاکی کو پہاڑ کی طرح دبائے رہے کہ وہ بجا آوری مین متزلزل نہو اور اس سے نیکی جاری ہو جس سے لوگ فائدہ اٹھاوین اور ہمت اس کی اگر زمین کی نعمتون ہی پر منحصر رہی کیونکہ آرائش وسامان واسباب ولذت طعام وفواکہ وغیرہ تمام چیزین اسی زمین کی اصل برکات ہین پس اگر انھین پر اس کی ہمت مقصور رہی تو شہوات مین کامل ہوا اور اصلی فطرت نورانی پر تاریکی چھا جائے گی اور سونا غافل ہونا اگر بحکم الٰہی ہے تو موت سے جو اعمال منقطع ہوئے اس کے عوض حکم بجالانے کا پلہ برابر ہوا اور اگر شہوات وتن آسانی ہے تو موت وغفلت ہے اور آدمی اگرچہ اصلی فطرت مین نورانی ہے لیکن پیدائش کے بعد جب خواہشون کا زمانہ آتا ہے اگر خواہشین غالب ہوئین تو تاریکی چھا جاویگی پھر اگر اُسکو ازلی نور ملا ہے تو ایمان توحید سے پھر منور ہوکر اصلی کمال کو پہونچیگا ورنہ تاریکی مین یہودی ونصرانی وہندو وغیرہ ہوکر میت ہو جاوے گا اور آیات الٰہی مین اہل فکر کو جو علوم نظر آتے ہین اُن کے بیان سے زبان قلم عاجز ہے اور خود اُن کی انتہا نہین ہے واللہ سبحانہ اعلم ف وفی العرائس قولہ وھو الذی مد الارض۔ قلوب اولیاء کو نور محبت سے بچھایا اور معرفت اس مین رکھی کہ متزلزل نہین ہوتا اور علوم حقائق انسے جاری ہوئے وقولہ ومن کل الثمرات جعل فیھا زوجین اثنین۔ انواع مقامات وحالات مین قبض وبسط سے انواع ہین وقولہ ان فی ذلک الآیہ۔ آیات الٰہی اولیاء ہین جن سے نور توحید کا ظہور ہے جریری رح نے کہا کہ جنید رح کے جوار مین ایک شخص رہتا تھا جب آپ نے انتقال کیا تو دفن سے واپس ہوکر اُس نے مجھ سے کہا کہ نجم ثاقب یہان سے اٹھ گیا اب مین تمھارے ساتھ اس کھنڈل مین نہ جاؤن گا۔ بعض نے کہا کہ فکر سے مراد یہ ہے کہ کسی دم آدمی تمام شہوات وخواہشون حتی کہ اپنے تن سے بھی علیحدہ ہوکر حق عزوجل کی صنعت وقدرت کو دیکھے اور اسمین

اپنے کسی امر کی منفعت یا مضرت کو سامنے نہ آنے دے۔ شیخ ابو عثمان ہارونی رہ نے فرمایا کہ فکر یہ ہے کہ تدبیر کے وسوسہ سے قلب کو راحت دے۔ مترجم کہتا ہے کہ سراج وغیرہ میں لایا کہ کسی نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ کیونکر اللہ تعالے ایک دفعہ میں سب خلق کا حساب فرمادیگا۔ جواب دیا کہ جیسے اب انکو ایک دم سے رزق دیتا ہے ایک دم میں اُن کی دُعاؤں کو سُنتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ زمین کے گرد سمندر پانی کے بھرے ہوئے ہیں اور وہ آسمان کے بیچ میں معلق لٹک رہی ہے مگر کوئی قطرہ ٹپک کر آسمان پر نہیں جاتا اور نہ نیچے کا قطرہ اوپر اور نہ اوپر کا نیچے آتا ہے اور نہ میٹھا سمندر کھاری میں ملتا ہے اور نہ مٹی اس پانی میں گلجاتی ہے اور نہ کنارہ اسکا کھل ہوجاتا ہے اور سمندر کا پانی بہت شور ہے مگر مچھلی زندہ رہتی ہے اور اگر انھیں بخارات سے مینھ کا پانی برستا ہے تو شور نہیں ہوتا۔ اب ان عظیم قدرت الٰہیہ کو دیکھو تو پھر تم کیون اللہ تعالے واس کے رسول کے اخبار سے انکار کرتے ہو اور جب تم سے کہا گیا ہو کہ ڈرو اُس دن سے کہ ہر شخص آفتاب میں بقدر اپنے جسم کے پسینے میں ڈوبا ہوگا کوئی گھٹنے تک اور کوئی کمر تک اور کوئی گلے تک تو تم انکار و بداعتقادی کے طور پر کہتے ہو کہ یہ تو نیچر کے خلاف ہے افسوس کہ تم نے اللہ عز وجل سے اسقدر کفر اختیار کیا کہ اسکی مخلوقات کی آیات سے بھی غافل ہو اللھم اھدنا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالے جل شانہ نے فکر وغور کرنے کے واسطے قرآن پاک میں بہت جگہ تاکید فرمائی ہے ولیکن یہ فکر انھیں چیزون میں ہے جن کی صورت قلب میں آوے لہذا احدیث میں ہے کہ اللہ تعالے عز وجل کی نعمتون ومخلوقات میں فکر کرو اور اللہ تعالے جل شانہ کی ذات میں فکر مت کرو۔ اور توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالے کی ذات پاک ہے کسی مخلوق کی مجال ادراک نہیں اور بعض اولیار نے خوب کہا کہ جو کچھ تو اللہ تعالے میں خیال کرے وہ تیرے وہم کی صورت ہے اور اللہ تعالے اس سے پاک اور صفات الٰہی مثل اس کے پاک ذات کے وہم وخیال سے بالاتر ہیں ہان اسقدر فکر ہوسکتی ہے کہ مثلاً اللہ تعالے عز وجل بصیر ہے اُس سے کوئی ذرہ کسی وقت کسی مقام پر پوشیدہ نہیں ہے تو بندہ الٰہی کہیگا کہ سبحان اللہ کیا پاک پروردگار ہے کہ اسکا دیکھنا قیاس بشری سے باہر ہے کہ سمندر کی تہ میں سیپ کے اندر جو موتی ہے اور اس موتی میں ایک خفیف کجی یا میل ہے وہ اُس کو دیکھتا ہے اور میرے ہاتھ کی انگلی میں ہڈی کے اندر جو روغن ہے اسکو دیکھتا ہے اور میرے دل میں جو خیال ہے اُسکو دیکھتا ہے اور ہر چیز کی ماہیت سے دانا ہے کیونکہ اسی نے پیدا کیا ہے پس اسقدر فکر صفات میں مضائقہ نہیں ولیکن اس سے زیادہ فکر میں گمراہی ہے کیونکہ وہ پاک ہے ادراک وہم وخیال سے اور جو قیاس کرے وہ تیرے قیاس کی بنائی صورت ہے اور اللہ تعالے عز وجل پاک ہے۔ رہا افعال الٰہی عز وجل یعنے مخلوقات میں اسکی صنعت عجیب وقدرت غریب کیونکر ہے پس یہ فکر محمود ہے اور ان میں آیات وحدانیت ہیں جس سے اللہ تعالے عز وجل کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالے جل شانہ نے زمین کے قطعات اور کھیتی و میوہ جات میں دلائل قدرت بیان فرمائے

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ

اور زمین میں ٹکڑے ہیں پاس پاس ملے ہوے اور باغ ہیں انگوروں کے اور کھیتیاں اور خرما کے درخت ہیں ایک ہی جڑ سے نکلے اور الگ الگ اُگے

يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ قف وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

سینچے جاتے ہیں ایک ہی پانی سے اور ہم فضیلت دیتے ہیں بعض کو بعض پر کھانے کے مزہ میں بیشک اس خلقت میں بہت نشانیاں ہیں ایسی قوم کے لیے

يَّعْقِلُوْنَ ۝

جو سمجھ رکھتے ہیں

اس کلام میں ایک ہی جنس زمین میں قدرت سے عجائب فرق رکھا کہ دیکھنے والے کو شک نہیں ہوسکتا کہ خالق عز وجل علیم وخبیر ہے اور اسکی قدرت وحکمت اُس کے اختیار پر ہے اور بڑی چیزون سے چھوٹی چیزون تک سب کی تدبیر وہی فرماتا ہے اور سب میں مفصل نشانیان وہی رکھتا ہے تو مشرکین عرب وغیرہ کا زعم باطل ہوا کہ بڑے بادشاہ پر قیاس کر کے سمجھتے کہ ہمارا انتظام چھوٹے آلہہ کے اختیار میں ہے جو ہمارے حال سے اللہ تعالے عز وجل کو آگاہ فرمادیں اور ہمارے لیے اس سے دعا کریں اور ہمارا دنیاوی درجہ بڑھادیں اور آخرت کے قائل نہ تھے پس پہلے اللہ تعالے نے آسمان وعرش نہایت اعظم مخلوقات کی پیدائش سے اُنکی آنکھیں کھولیں اور فرمادیا کہ عرش سے فرش تک وہی تدبیر عالم فرماتا ہے اُسی کا امر ہے اسی کی خلقت میں جاری ہے اور ہر ادنے مخلوق میں اسکی نشانیان توحید کی ہر روز تمہارے لیے موجود ہیں اور تدبیر اُسکی تسخیر قدرت ہے کہ ہر چیز اسکی قدرت کے قبضہ میں اُسی طرح مطیع وذلیل ہے جیسے وہ چاہے پھر کسی کی پرستش مت کرو سوائے اللہ تعالے عز وجل کے قال تعالے لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن الآیۃ یعنے سجدہ مت کرو سورج کا اور نہ چاند کا اور سجدہ کرو اللہ تعالے کا جسنے انکو پیدا کیا۔ اور فرمایا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ۔ یعنے سورج اور چاند اور ستارے سب ذلیل مطیع ہیں اُسکے حکم کے۔ غرضکہ کوئی مخلوق ہو ہر دم اُسکے قبضۂ قدرت میں مسخر ہے جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے پھر زمین وپہاڑ و دریا وسمندر میں عجائب قدرت ظاہر فرمائیں جنکے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ سوائے اُسکے کوئی خالق ومالک ومدبر نہیں ہے اور کرورون بے انتہا چیونٹیان لاکھون جنگلون میں گھر کیے ہیں اور سب اُسیکے سامنے حاضر ہیں۔ پھر چوڑی زمین میں سے انکو زمین کے ٹکڑون وچھوٹی چھوٹی چیزون میں قدرت کے دلائل دیے تاکہ اپنی ذات میں قدرت آلہیہ سب سے کامل دیکھیں پس فرمایا۔ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ جمع قطعہ۔ مُّتَجٰوِرٰتٌ اور زمین میں ٹکڑے ہیں ایک دوسرے کے مجاور یعنے باہم جوار وپڑوس میں پاس ہی پاس ہیں۔ دیکھو انمین تو کوئی زمین شیرین وپاکیزہ ہے پھر شیرین میں سے بعض میں سے میوہ اُگتا ہے اور بعض میں گیہون وبعض میں موٹا اناج اور بعض مقام کا آم دوسری جگہ سے عمدہ ہوتا ہے اور بعض انگور مثلاً کابل کا ہے کہ کہیں اور ویسا نہیں ہوتا۔ اور جو میوہ کابل میں ہوتا ہے وہ یہاں نہیں پیدا ہوتا ولیکن کافر لوگ اسطرح نہیں دیکھتے بلکہ کہتے ہیں کہ وہان ایسی ایسی باتیں زمین میں چاہیے ہیں موجود ہیں اور یہاں نہیں ہیں حالانکہ یہ خود قدرت ہے کہ یکسان زمین ہیں وہان یہ اور یہاں وہ اور پھر کس نے یہ کردیا کہ ایسی جگہ میوہ ہوا اور ویسی جگہ نہو۔ بالجملہ ان متجاورات قطعات میں جو ایک دوسرے سے ملے چلے گئے ہیں ایک پاکیزہ شیرین ہے بہت میوہ واناج اُگتا ہے جس سے لوگ نفع اٹھاتے ہیں اور ملا ہوا دوسرا اُونیا کھاری ہے کہ نہ گھاس اُگے نہ کچھ۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد وسعید بن جبیر وضحاک وبہت لوگون سے روایت کی گئی ہے اور اس میں ان ٹکڑون کے رنگ وکیفیت بھی داخل ہیں کہ متجاورات ہونے کے باوجود ایک سُرخ ہے ایک سپید ہے ایک مُلتانی مٹی زرد ہے دوسری سیاہ ہے اور ایک پتھریلی ہے ایک نرم ریتلی ہے ایک سخت چکنی ہے ایک ہلکی ایک بھاری ہے باوجودیکہ سب ملے ہوئے ٹکڑے ہیں ایک کا آدھا عمدہ اور آدھا خراب ہے یہ صریح دلیل ہے کہ پیدا کرنے والا قادر مختار ہے جسطرح اُس نے چاہا پیدا کیا ہے اور اس سے یہ مطلب نہیں کہ اسمین کوئی حکمت نہیں ہے بلکہ بے انتہا حکمت وقدرت موجود ہے لیکن حکمت اُسکی صفت ہے جیسے علم وتقدیر اور صفت پاک تک رسائی مخلوق کے خیالات سے بالاتر ہے لہذا انھیں میں منافع وخوبیان خیال کرو اور اصلی حکمت کو حضرت خلاق علیم کے سپرد کرو۔ واضح ہو کہ اس دار دنیا کہنہ وخراب کو اسطرح پیدا فرمایا کہ باوجود اختیار قدرت وعظمت کے تم اسکی اصلاح وچوکور وبرابر وخوبصورت بنانے پر ہمت مت جماؤ بلکہ رزق کی منفعت حاصل کرنے کی غرض سے اُسکو چوکور کردیا مستطیل اور آرائش کی

غرض سے مت کرو کہ یہ دار محنت و فنا ہے اور تمہارے لیے جو دار باقی و دائمی ہے اُس کی آرائش وخوبصورتی رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے مثل اور انبیا موسی وعیسے صلوات اللہ علیہم اجمعین کے بہت خوب بیان کر دی ہے پس یہ سرسری نکرہے اور تم نے قدرت آلٰہیہ عز سلطانہ کو دیکھا کہ قطعات متجاورات مین یہ صنعت حکمت موجود ہے اور اللہ تعالے جل شانہ نے فقط قطعات متجاورات فرمادیا اور کچھ تفصیل نہین فرمائی اس لیے کہ اس سے ہر شخص واقف ہے مگر بحکم قولہ وکاین من آیۃ الآیۃ یعنے بے انتہا آیات آسمانون وزمین مین موجود ہین جن پر گذرتے چلے جاتے ہین اور مُنھ موڑے ہین تو تنبیہ کردی کہ یہان غور سے قدرت آلٰہی عز وجل کو دیکھو اور مُنھ موڑنا ان لوگون کا عمداً نہین تھا لیکن چونکہ اس درجہ غافل بن گئے تو غفلت کی نحوست سے یہ گناہ کیا یا کہ انھین قطعات متجاورات مین ہر روز پھرتے اور سنوارتے ہین مگر نہین دیکھتے کہ کیا قدرت کاملہ ظاہر ہے اوران قطعات کے ہر ذرہ مین نمونہ قدرت ظاہر ہے لیکن عوام کی عقل کے موافق انکے متجاور پھر اسقدر متفاوت ہونے پر تامل وقدرت دیکھنے کا اشارہ فرمایا پھر ان قطعات مین جو کچھ منفعت دینے کے قابل ہین انکی پیداوار کا اشارہ فرمایا۔ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ اور انگور کے باغ ہین۔ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ اور کھیتیان وباغ خرما ہین۔ زرع بوجہ مصدر ہونے کے مفرد بمعنے جمع کافی ہے بر رفع پڑھنا قرارت حفص ویعقوب وابوعمرو اور ابن کثیر رحمہم اللہ ہے اور باقیون نے بالجر اسکو اعناب پر عطف سے پڑھا تو معنے یہ کہ اور باغ ہین جن مین اقسام کے درخت انگور واناج وخرما کے ہین۔ بیضاوی رح کی تفسیر مین ہے کہ دلیل توحید قادر مطلق الاختیار ہے کہ بعض قطع قابل زراعت وبعض قابل درخت اور بعض کسی میوہ کے قابل اور بعض کسی دوسرے میوہ کے قابل اور ایک مین دوسرے کی منفعت نہین تو ظاہر ہے کہ قادر غالب نے ہر ایک کو قبضۂ قدرت مین اُس کی منفعت واثر کے لیے مسخر کردیا ہے کیونکہ یون تو تمام قطعات کی طبیعت زمین ہے اور باران وغیرہ اسباب سماویہ ہر ایک کو یکسان پہونچتے ہین اور باران زمین کے سب قطعات کے ساتھ یکسان نظر رکھتا ہے اور سب آپس مین گندھے وملے ہوئے ہین ولیکن کسی مین انگور ہین اور کسی مین کھیتی ہے اور کسی مین باغ خرما۔ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ ایک ہی جڑ سے کئی درخت متحد نکلے ہین وہ صنوان ہین اور مختلف جڑون سے علٰحدہ علٰحدہ غیر صنوان ہین۔ منہ قولہ علیہ السلام عم الرجل صنو ابیہ۔ یعنے عباس رضی اللہ عنہ اپنے چچا کی نسبت فرمایا کہ اے لوگو آدمی کا چچا اس کے باپ کا صنو ہوتا ہے یعنے دونون ایک ہی جڑ سے پیدا ہین۔ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ سینچے گیے ایک ہی پانی سے وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اور ہم فضیلت دیتے ہین بعض کو بعض پر کھانے مین۔ بیضاوی رح نے کہا کہ پھل مین باعتبار شکل ومقدار وخوشبو ومزہ کے بعض سے بعض بہتر ہوتا ہے پس دلیل ہے کہ پیدا کرنے والا ہر پھل تک کو اپنے علم وقدرت سے خاص صنعت پر پیدا فرماتا ہے اور چونکہ اکثر پھلون مین مثلاً آم یا نارنگی کے اعداد مین امتیاز شخصی کی ضرورت نہین تو صورت مین یکسان ہوتے ہین بخلاف آدمیون کے جن مین ہر فرد کے دوسرے سے شخصی امتیاز کی ضرورت ہے تو ہر شخص کا تشخص دوسرے سے بالکل مشابہ نہین ہوتا حتی کہ اس مین امتیاز ہوتا ہے گو کیسے ہی مشابہ ہون پس جب ایک ہی جڑ سے پیدا ہوئے اور ایک ہی پانی سے سینچے گئے یا دو جڑ سے ہون مگر زمین واحد ہے و پانی ایک ہے تو اسباب واصول متحد ہونے کے باوجود یہ امتیاز ایک قادر مختار کی صنعت عجیب وقدرت غریب ہے واضح ہو کہ ابن عامر وعاصم ویعقوب نے یُسقی کو بیائے تحتیہ پڑھا اے یُسقی کل واحد مما ذکر یعنے سینچا گیا ہر ایک جو مذکور ہوا۔ اور نفضل بنون کو حمزہ وکسائی نے یفضل بیائے تحتیہ پڑھا یعنے اللہ تعالے عز وجل فضیلت دیتا ہے تاکہ قولہ یدبر الامر سابقہ کے موافق ہو یعنے جیسے وہان تھا کہ اللہ تعالے امر سے تدبیر فرماتا ہے اور ہر ایک کو اپنی مشیت وحکمت کے واسطے پیدا کرتا اور رکھتا ہے ویسی ہی یہان تفصیل آیات کی صورت مین ضمیر غائب رکھی کیونکہ یہ ایک تفصیلی نشانی ہے تو جوڑ ملا دیا کہ وہی

اللہ تعالے ہے کہ باوجود جڑین وزمین ایک ہونے اور پانی ایک ہونے کے بعض پھلون کو بعض پر فضیلت دیتا ہے لیکن جس شخص کے قلب پر جانورون کی خصلت چھائی ہو کہ سوائے کھانے پینے ومحسوسات کے اُس کی ہمت معرفت آلٰہی وملکوت سماوی سے اعراض کرے اُس کو یہ علوم ونشانیان نظر نہ آوین گی۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ بیشک اس سب مین جو مذکور ہوا ہے نشانیان تو ہین قدرت آلٰہی کی ہین لیکن اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہین۔ یعنے عقل سے فکر کا کام لیتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالے عز وجل نے تین قسم کی مخلوقات پیدا فرمائی ایک فرشتہ اور اُن کو صرف عقل دی اور خواہش کچھ نہین دی۔ دوم حیوانات جن کو صرف خواہش دی اور عقل نہین دی اور سوم آدمی جسکو عقل وشہوت دونون جمع فرمائین اور عقل وشہوت دونون مین جھگڑا ہے پس اگر آدمی نے عقل کی اطاعت کی اور نفس وشہوت کو مغلوب کیا تو وہ فرشتہ سے افضل ہے کیونکہ فرشتہ نے اگر طاعت آلٰہی ونورانیت ونیک اعمال کیے تو کوئی روک نہ تھا اور آدمی نے باوجود اپنی جان کی خود دشمنی کرنے کے طاعات ونیک اعمال کیے اور اگر اُس نے نفس وشہوت کی اطاعت کی تو وہ جانور سے بدتر ہے کیونکہ جانور نے اگر نفس وشہوت کی پیروی کی تو اس مین عقل نہ تھی پھر بھی صحیح ہے کہ وہ اللہ تعالے عز وجل کی تسبیح کرتے ہین باستثنا بعض جہنمی جانورون کے اور آدمی نے باوجود عقل کے شہوات کی پیروی کی پس جانورون سے بدتر ہوا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ عقل اللہ تعالے عز وجل نے ہر آدمی مین رکھی ہے لیکن عقل والے وہی ہین جو اپنی عقل کے تابع ہین اور اس سے اللہ تعہ کی عجائب قدرت مین معرفت کا کام لیتے اور ثابت قدم رہتے ہین۔ اور یہین سے معلوم ہوا کہ جانورون پر عذاب نہوگا اور موذی جانور جہنم کے لیے مخلوق ہین مگر نہ عذاب پانے کے لیے بلکہ عذاب دینے کے لیے لہذا جو شخص دنیا مین جنتی ہونیکی صلاحیت پر ہو اُسکو شیر وسانپ وبچھو کوئی آزار نہین دیتا بلکہ مطیع رہتے ہین اور کفار اسی سبب سے جانورون سے بدتر ہین چنانچہ حق تعالے عز وجل نے فرمایا اولٰئک کالانعام بل ہم اضل۔ اور فطرتی عقل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ لہم قلوب لایفقہون بہا۔ یعنے دل وعقل ہے مگر اس سے سمجھتے نہین ہین اے رب ہمارے ہم کو اپنے فضل وہدایت سے ایمان پر رکھیو اور ایمان پر وفات دیجیو تو پاک پروردگار سب چیز پر قادر ہے۔ ف واضح ہو کہ شیخ اکبر محی الدین بن عربی رح نے اپنی تفسیر مین امثال حدیث وآیات سے تشبیہ قلوب کی زمین سے ثابت کرکے اشارات ان آیات مین قلب سے قرار دی والحدیث قولہ علیہ السلام ان مثل ما بعثنی اللہ بہ من الہدی والعلم کمثل غیث اصاب ارضاً فکانت منہا طیبۃ قبلت الماء فانبتت الکلاء والعشب الکثیر وکانت منہا اجادب امسکت الماء فنفع اللہ بہا الناس فشربوا منہا وسقوا وزرعوا واصاب طائفۃ منہا اخرے انما ہی قیعان لاتمسک ماء ولاتنبت کلاء فذلک مثل من فقہ فی دین اللہ ونفعہ ما بعثنی اللہ بہ فعلم وعلم ومثل من لم یرفع راساً ولم یقبل ہدی اللہ الذی ارسلت بہ رواہ الشیخان وفی الحدیث ایضاً الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ یعنی حدیث مین ایک بات تو یہ ثابت ہے کہ لوگو آگاہ رہو کہ مجھے قرآن مجید دیا گیا اور اُس کے ساتھ اُس کے مثل عطا ہوا یعنے وحی خفی سے جو احادیث آپ نے فرمائی ہین کیونکہ آپکا کلام ہوا وہوس سے اس وجہ سے بالکل خالی تھا کہ صفت ملکیہ آپ پر پوری تھی بلکہ کسی بشر کو یہ کمال نہین دیا گیا اسی واسطے علماء اہل السنۃ نے جزم کیا کہ آپ ملائکہ سے افضل قطعی ہین اور عرش وکرسی وغیرہ سے بالیقین افضل ہین الغرض حدیث صحیح مین ہے کہ ابوموسے اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عز وجل نے جو مجھے علم وہدایت دیکر مبعوث فرمایا تو مثال اس کی لوگون کے ساتھ ایسی ہے کہ جیسے ایک زمین پر باران کا پانی بہت کثرت سے نفع دینے والا برسا پس اس زمین مین سے بعض ٹکڑا تو نہایت پاکیزہ زمین عمدہ تھا اُسنے پانی خوب سینچ لیا اور سیراب ہوگئی پس اُس نے بہت گھاس واناج ومیوہ اُگایا اور بعض ٹکڑا اجدب تھا کہ اُس نے اپنے اندر پانی بہت سا

روک لیا پس اُس سے بھی لوگون نے نفع پایا کہ پیا اور سینچا اور زراعت کی اور ایک دوسرے ٹکڑے کو یہ باران رحمت پہونچا گروہ ایک چٹیل تھا کہ نہ پانی روک سکتا اور نہ نباتات اُگا سکتا پس یہ مثال ہے کہ جس نے دین آلہی مین فقہ حاصل کی اور جسکو اللہ تعالے عز وجل نے میرے ساتھ بھیجا ہے اس سے نفع پایا پس خود سیکھا اور دوسرون کو سکھلایا اور اُس کی جس نے اپنا سر نہ اُٹھایا اور جو ہدایت میرے ساتھ بھیجی گئی ہے اسکو قبول نہ کیا۔ رواہ البخاری ومسلم مین کہتا ہون کہ آپ نے دو قسمین فرمائی ہین ایک کفار ومنافقین ومشرکین کہ جنھون نے کفر کیا اور ایمان نہ لائے اور کچھ سمجھ نہ پائی بلکہ جانور سے بھی بدتر ہے اور دوم وہ جو ایمان لائے پھر ان مین دو قسمین ہین ایک تو عالم عامل جس نے سیکھا اور سکھلایا اور خود عمل کیا وہ قطعہ طیبہ ہے اور دوم جس نے اپنے اندر فقہ ومسائل جمع کیے اور لوگون نے اُس کے علم سے نفع اُٹھایا۔ پس خلاصہ اس قدر ہے کہ زمین انسانی مین بعض قطعات علوم آلہیہ سے سیراب ہوکر انگور وغیرہ اگاتے ہین اور بعض دوسری طور کے ہین حالانکہ اللہ تعالے عز وجل کے ابر رحمت سے اُنکو ایک طرح کا پانی پہونچتا ہے اور بعض کے اعمال دوسرے سے صورت مین متشابہ ہین ولیکن اخلاص وحُسن اعتقاد کے ساتھ اعمال کے ثواب مین بہت بڑا فرق ہے اور ایک ہی مان باپ کی اولاد مین اسی طرح تفاوت ہے پس یہ قدرت خالق عز وجل ہے۔ اب مین لکھتا ہون کہ شیخ رح نے عرائس مین کہا کہ قولہ وفی الارض قطع متجاورات قلب محب متجاور قلب مشتاق وہ متجاور قلب عشاق اور وہ متجاور قلب والہ اور وہ ہائم اور وہ عارف اور وہ موحدین سے متجاور ہین۔ پھر عارفین کے قطعہ مین خود قطعات متجاورات ہین پس قطعات نفوس امارہ متجاور بعض بعض ہین اقول یعنے شہوات متفاوت ہین کھانے کی شہوت عمدہ شربت ومسکرات کی شہوت وعمدہ کپڑے کی شہوات حتی کہ خواہش کثرت نماز وروزہ کی کیونکہ اخلاص اسمین محض خالق عز وجل کے حکم وحق کی فرمانبرداری کی نیت ہے۔ اور کہا کہ قطعات عقول متجاور بعض بعض ہین وقطعات ارواح متجاورات ہین اور قطعات اسرار ایک دوسرے سے متجاور ہین اقول یہ قطعات باعتبار صفات آلہیہ کے متعدد ومتجاور ہین اسی وجہ سے اولیا مین ہر ایک کے مقام سے دوسرا بے خبر ہے ماسوائے ایک شیخ کے مریدین کے واللہ اعلم پھر لکھا کہ قطعات نفوس امارہ تو بالکل لونیا قطعہ ہین آقول محض شہوات کا تخم اُنمین اُگتا ہے اور جملہ کفار ومنافقین ومشرکین مین یہی قطعہ شور ہے۔ اور لکھا کہ قطعات عقول شیرین نباتات علم ہین اور قطعات ارواح طیبہ معرفت ہین اور قطعات اسرار لطیفہ لطف انوار ہین یہ سب باہم متقارب ومتجاور ہین۔ پھر لکھا کہ قطعات نفوس کی شہوت کے تخم سے اپنے حق مین کانٹے اگاتے ہین اور قطعات عقول مین علوم فقہ وحدیث وتفسیر کے پھل ہین اور قطعات ارواح مین شگوفہ ہاے معرفت پھولتے ہین اور قطعات اسرار مین انوار کواشف اُگتے ہین قولہ وجنات من اعناب۔ اس شکر سے ارواح کو عشق حاصل ہوتا ہے اور اس مین زروع معرفت سے اناج عقول کو ملتا ہے پس تربیت سے اہل ارادات انواع معاملات مین کامل ہوتے ہین اور انمین درختان خرما سے یقین کے میوہ جات سے اسرار کی حیات ہے۔ قولہ صنوان وغیر صنوان۔ ایمان مع یقین وعرفان جو دلیلون سے گڑھ کر نہ بنایا ہوا ورجو ابتدا مین آیات کے مشاہدہ سے تھا اب آیات تجلیات ہین اور یہ سب باران رحمت حق سے پانی پاتے ہین قولہ تسقی بماء واحد۔ اور تعالے تمام مخلوقات سے پاک منزہ ہے اسکی ذات تغیرات سے پاک ہے نہ وہ ایک عدد ہے اور نہ وہان کثرت ہے وہ پاک نرالا بے شریک ہے اُس کی الوہیت سے ہر ایک پر تجلی ہوکر تربیت ہے اور صفات سے افعال پر ظہور ہے پس جب انوار صفات کے عالم فعل پر پہونچے تو ہر صفت سے نوع فعل کا وجود ہوتا ہے پس احوال پیدا ہوتے ہین اگرچہ اصل پاک منزہ ہے کہ وہان کوئی علت وتغیر نہین ہے قولہ ونفضل بعضها علی بعض فی الاکل۔ ثمر معرفت از محبت بالاتر ہے اور محبت از ارادت۔ اور ثمر مراقبہ سے مشاہدہ اعلی ہے اور یہ اشارات اللہ تعالے کی طرف سے ایسے ہین کہ انکو سوائے عالم بندون کے جنکے عقول

منیل کُحیل شہوات سے پاک ہون اور کوئی نہین سمجھتا ہے۔ قولہ ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون۔ عقل مخلوق کے قلوب مین کحیل ہے کہ بندون کو عبودیت کی طرف لاتی ہے تاکہ اس باغ سے روح کے لیے قطعات مجاورات سے ثمرات معرفت ومحبت ومشاہدہ وقرب حاصل کرین اور جو شخص دیکھے کہ وہ اللہ تعالے عز وجل کی عبودیت مین خلوص چاہتا ہے تو دلیار کے ساتھ اصل مین متحد ہے اور جس کی خواہش ایک فانی چیز دنیا واُس کی شہوات ہون وہ عقل سے دور اور نفس وحواس کا مطیع ہے اور جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگ مختلف درختون سے ہین اور مین اور تو ایک درخت سے ہین پھر پڑھا قولہ وفی الارض قطع متجاورات الآیہ حسن بصری نے کہا کہ یہ مثل ہے آدمیون کے دلون کی واسطے چنانچہ زمین اللہ تعالے کے قبضہ قدرت مین تھی اس کی طینت ایک ہے پس اُس کو بچھایا وپھیلایا پس بقدرت آلہیہ اُس کے قطعات متجاورات ہوگئے پس اسپر بارش کا پانی آسمان سے نازل ہوا پس ایک قطعہ ہے کہ اپنے گل وشگوفہ ونباتات اُگاتا ہے اور دوسرا قطعہ ہے کہ اپنی شوری وتلخی وخبث ونالائق چیزین نکالتا ہے حالانکہ دونون پر باران رحمت یکسان برستا ہے اور اگر پانی شور ہوتا تو کہتے کہ یہ پانی کی طرف سے ہے یون ہی اولاد آدم ایک اصل سے پیدا کی گئی اُنپر آسمان سے قرآن وذکر نازل ہوا پس بعضے قلوب روشن ومنور ہوکر خشوع وخضوع مین حاضر ہوئے اور اُنسے خلق کو بہت بڑا نفع پہونچا اور بعضے قلوب سخت ونالائق ہوئے کہ سوائے اُنکے پڑوس سے اذیت کے کچھ حاصل نہین ہوا غفلت مین اہل حق پر جفا کرنا اُنسے پیدا ہوا۔ جنید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالے عز وجل نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنے آثار قطعات متجاورات سے بطور مذکورہ بالا ظاہر کیے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خالق عز وجل کیسا قادر ہے اور کیسا قاہر کہ جسطرح اُس نے چاہا ہر ایک سے وہی ظہور ہوتا ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ ارادت مین رنگ برنگ تغیر نہین بلکہ مرادات مین ایسا ہی جیسے پانی ایک ہے اور درخت وپھل مین تفاوت ہے اقول یہان سے سمجھ مین آیا کہ رحمت آلہیہ عام مخلوقات کے لیے ہدایت کی یکسان ہے ولیکن کسی مین ثمرات نیک وسعادت ہین اور کسی مین اس سے اور زیادہ آثار شقاوت ہین۔ اور اللہ تعالے عز وجل نے فرمایا ولا یزید الظالمین الا خسارا۔ کافرون کے حق مین خسارت بڑھاتا ہے کیونکہ لونیا زمین مین گل بوٹے کے درخت نکالنے سے اسمین کوڑا زیادہ بڑھ جاویگا واسطی رح نے کہا کہ جس نے کسی امر مقدور مین کہا کہ یہ کیونکر ہوگا تو اُس کے دل مین قدرت آلہیہ تنگ ہے اور تمام مخلوقات کو وہ قطعی ان اسباب سے مخلوق سمجھتا ہے حتی کہ جہان سبب اُسکے اوہام سے بڑھا ہوا ہوتا ہے وہان کیفیت پوچھتا ہے اور علت اپنی سمجھ مین سما جانے والی ڈھونڈھتا ہے حالانکہ اس کمبخت ضعیف کو یہ وسعت کہان سے حاصل ہے کہ صفات آلہیہ مین سے کسی صفت کو محیط ہوجاوے اور ربوبیت آلہیہ ثابت کرنے کے لیے علل واسباب ڈھونڈھتا ہے اور ہرگز کسی وہم مین نہ گزرے کہ کوئی بات جہان مین بغیر ارادہ آلہیہ واقع ہوتی ہے وہی چاہتا ہے موت وحیات واندھیری اور روشنی اور اسکے ارادہ مین تغیر نہین ہے یون ہی جو ارادہ اُسکا ایمان وکفر سے تعلق ہے وہ متغیر نہین ہے اور نبی صلعم سے روایت کیجاتی ہے کہ عاقل وہ ہے جسنے اللہ تعالے سے اُسکا حکم وامر سمجھ لیا پھر اللہ تعالے نے اپنے صنائع قدرت ووحدانیت بیان کرکے آگاہ فرمایا جسکو سعادت نہین اُس کو نفع نہین بقولہ تعالے

وَإِن تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ أَءِذَا كُنَّا تُرَٰبًا أَءِنَّا لَفِي خَلۡقٖ جَدِيدٍۗ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ

اور اگر تو عجب کرے تو عجیب ان کافرون کا یہ قول ہے کہ کیا جب ہم خاک ہوگئے تو کیا پھر ہم نئی پیدائش مین ہونگے یہی وہ لوگ ہین جنھون نے

كَفَرُواْ بِرَبِّهِمۡۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ ٱلۡأَغۡلَٰلُ فِيٓ أَعۡنَاقِهِمۡۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلنَّارِۖ هُمۡ

کفر کیا اپنے رب کے ساتھ اور یہی وہ لوگ ہین کہ طوق ہونگے ان کی گردنون مین اور یہی وہ لوگ ہین دوزخ والے وے

فِيهَا خٰلِدُونَ ۝

اس مین رہ پڑے

وَاِنۡ تَعۡجَبۡ اور اگر تو تعجب کرتا ہے یعنے باوجود ایسے ظاہری دلائل قدرت کے توحید کی تعلیم کرنے مین کافر لوگ جو تیری تکذیب کرنے لگے حالانکہ تو ان مین نہایت سچا و امانت دار مشہور تھا پس تو تعجب کرتا ہے کہ کیونکر ایسی صورت مین کہ صریح دلائل موجود ہین مجھکو جھٹلاتے ہین۔ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ تو اس سے زیادہ لائق تیرے تعجب کے انکا یہ قول ہے ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا کیا جب ہم ہوگئے خاک یعنے جب ہم دنیا مین زندگی بسر کر چکے خواہ اسطرح کہ اپنی خواہشین اچھی طرح پوری کرتے رہے اور جسکو ہم عزت و ثروت و خوشی کے ساتھ جینا سمجھتے ہین اسطرح زندگی کے دن گذارے یا جسطرح تم کہتے ہو کہ اکثر نفس کی خواہشون سے پرہیزگاری و تقوے اختیار کرو اسطرح نفس امارہ کو مار کر زندگی پوری کی اور مر کر خاک ہوگئے تو کیا ایسا ہو جانے کے بعد۔ ءَاِنَّا لَفِيۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ پھر کیا ہم نئی پیدائش مین ہونگے یعنے دوبارہ تمھارے قول کے موافق ہم زندہ ہونگے کیونکہ مر کر خاک ہو جانے کے بعد کیا کوئی زندہ ہو سکتا ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و مومنون کو تعجب دلایا کہ یہ جاہل اس قدر نہین جانتے کہ جس نے ان مخلوقات عظام و صغار اور اُن کو بغیر کسی سابق نمونہ کے پیدا کر دیا اور اُس کی قدرت و صنعت اوہام سے بڑھکر بزرگ ہے تو اس پر دوبارہ مثل سابق کے پیدا کر دینا کیون دشوار ہوگا بلکہ یہ تو نہایت صریح ہے کہ دوبارہ پیدا کر دینا بہت آسان ہے پھر کسقدر تعجب کے قابل انکی گفتگو ہے۔ سراج مین ہے کہ یہان دو مقام پر دو ہمزہ جمع کر دیے ہین اور قرأت مثل ءَ اَنذَرۡتَهُمۡ کے مع جانب تکرار مین وجوہ و ترکیب کے متعدد ہین اور لکھا کہ ایسا گیارہ مقام پر نو سورتون مین ہے اور چونکہ تکرار ہے تو بائیس ہوگئے اور یہ ایک اس سورہ مین اور دو اسرا مین اور ایک مومنون مین اور ایک نمل مین اور ایک عنکبوت و ایک سورہ سجدہ اور دو صافات و ایک واقعہ اور گیارھوان۔ والنازعات مین ہے الحاصل تیرا انکار تو عجب ہے کیونکہ تو کھلی دلائل سے انکی بھلائی کی بات انکو سمجھاتا ہے اور تجھکو صادق امین جانکر اب انکار و تکذیب کرتے ہین مگر اس سے زیادہ تجھکو تعجب اس امر پر ہونا چاہیے کہ ابتدائی پیدائش کے دلائل قاہرہ دیکھکر دوبارہ قدرت پیدائش سے منکر ہوتے ہین اور اپنے خالق عز و جل کے لقا سے ناامید ہین۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ یہی لوگ ہین جنھون نے کفر کیا اپنے رب سے۔ مسئلہ جو کوئی اللہ تعالے عز و جل کی قدرت و بعد موت کے پیدائش وغیرہ سے انکار کرے وہ کافر ہے اور انکی سزا بیان فرمائی بقولہ۔ وَاُولٰٓئِكَ الۡاَغۡلٰلُ فِيۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ یہی لوگ ہین جن کی گردنون مین طوق ہونگے۔ یعنے قیامت مین عذاب جہنم مین آگ کی زنجیرون سے گردنون مین طوق آگ کے اور پاؤن مین بیڑیان آگ کی ہونگی۔ یا یہ معنی ہین کہ ان لوگون کی گردنون مین طوق ہین یعنے گمراہی و بدبختی کے طوق انکی گردنون مین ہین یہ لوگ اُنسے رہا نہین ہو سکتے ہین۔ وَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ یہی لوگ آگ والے ہین یعنی دوزخی ہین۔ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ وے اسی مین رہ پڑے کبھی دوزخ سے جدا نہونگے اور ضمیر ہم فاصل لانے سے انحصار و تاکید ہے کہ خلود و ہمیشگی انھین کے لیے ہے۔ مسئلہ۔ حدیث مین صحیح ہوا کہ بعضے گنہگار مومنین بھی دوزخ مین جاوینگے نعوذ باللہ منہ و لیکن بقدر مشیت آلہی کے عذاب اٹھا کر جہنم سے رہا کیے جاوینگے اور نہر حیات مین غوطہ دیکر مثل موتی کے داخل جنت کیے جاوینگے اور درمیان مین شفاعت انبیا و مومنین و ملائکہ سے بہت گنہگار نکالے جاوینگے۔ مسئلہ۔ اس زمانہ مین جس شخص نے زعم کیا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مین سے کوئی دوزخ مین نہ جائیگا اس نے مانند یہود و نصاریٰ کے کفر کی ہوس پھیلائی۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وان تعجب

فعجب الآیہ۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحر توحید مین مستغرق اور عیان توحید دیکھتے تھے تو جو شخص آپ کی رسالت سے انکار کرتا اور کلام آلہی مین جو تعلیم توحید ہے انکار کرتا حالانکہ آپ سے خود آیات قدرت و توحید آلہی ظاہر تھے تو آپ تعجب کرتے اور اس سے کیون تعجب نہو کہ عقل و نظر والا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین شواہد ملکوت و جبروت مشاہدہ نہ کرے حتی کہ جمادات و حیوانات تک نے آپ کی صدق رسالت کی گواہی دی چنانچہ صحاح احادیث مین نہایت کثرت سے موجود ہے نمونہ اس کا یہ ہے کہ سنگریزون نے ابوجہل لعنہ یا اُس کے بھائی کی مٹھی مین گواہی دی کہ محمد اللہ تعالے کے رسول ہین لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور درخت زمین پھاڑتا ہوا قریب حاضر ہوا اور گواہی دیکر اپنے مقام پر چلا گیا اور پہاڑ و پتھر و سنگریزے اور درخت جدھر جاتے سلام کرتے اور شہادت دیتے اور ایک جو ان انصاری کے اونٹ نے آپ سے اپنے مالک کی سختی کی شکایت کی اور اونٹ نے سجدہ کیا اور مانند اسکے نہایت کثرت ہے پھر عقل والے کیونکر کفر کرتے تھے اس سے آپ کو تعجب ہوا کہ سبحان اللہ تیری کیا قدرت ہے کہ کسطرح تو نے مخلوق کو قبضہ تسخیر مین مسخر فرمایا ہے پس اللہ تعالے عز و جل نے آپ کو زیادہ تعجب کی طرف ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے کی آیات موت و حیات دیکھکر پھر ابتدائی آفرینش کے قائل و انتہا مین منکر ہین حالانکہ وہ تو بہت ہی آسان ہے اور خود اپنی ذات مین ہر لحظہ ہزار بار آیات آلہی مشاہدہ کرتا۔ اگر چشم بصیرت سے نہین دیکھتا ہے ہر ساعت مین کتنی مرتبہ مرتا و زندہ ہوتا ہے چڑھتی سانس موت ہے اور اندر اترتی حیات ہے مگر نہ موت سے حیات دیکھتا ہے نہ حیات سے موت و لیکن حق عز و جل سے عجب نہین کہ کیونکہ جسکو چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے اور جسکو چاہتا ہے مردود کرتا ہے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عجب یہ کہ تو تعجب نہ کرے و قال اللہ تعالے ان تعجب فعجب قولہم۔ پھر ان کافرون کے انکار پر جو سخت ناہنجار تھے حق تعالے عز و جل نے فوراً بلا مہلت عذاب نہ فرمایا لیکن اُنھون نے خود مانگا اسپر کمال حلم سے درگذر فرمائی حالانکہ ان لوگون کی سخت حماقت اسی سے ظاہر ہے کہ وہ بھلائی چھوڑ کر بُرائی مانگتے تھے اور عذاب سے ہلاک ہونے والے خود عاد و ثمود نمونہ تھے قال تعالے۔

وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ وَقَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمُ الۡمَثُلٰتُ ؕ

اور جلدی مانگتے ہین تجھ سے برائی کو پہلے بھلائی سے اور بیشک ہو چکے ہین ان لوگون سے پہلے انکی مثل عذاب کے واقعات

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلۡمِهِمۡ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ

اور بیشک تیرا رب البتہ مغفرت والا ہے لوگون کے لیے اُنکے ظلم پر اور بیشک تیرا رب البتہ

لَشَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۝

سخت عذاب کرنے والا ہے

واضح ہو کہ مشرکین باوجود کمال شفقت سے رہنمائی کرنے اور مکرر سہ کرر وحدانیت کے آیات و معجزات دکھلانے کے بُت پرستی پر جمے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلعم سے دشمنی کرتے اور سمجھتے کہ اس مین بتون کی مدد کر کے انکو راضی کرتے ہین اور تمسخر سے کہتے کہ ائتنا بعذاب الیم۔ اور اپنے اعتقاد پر آخرت و عذاب سب باطل سمجھ کر دعا کر کے کہتے کہ اللھم ان کان ہذا ہو الحق فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم الآیہ۔ اور قولہ قالوا ربنا عجل لنا قطنا قبل یوم الحساب۔ اور قولہ تسقط علینا کسفا من السماء الآیۃ۔ غرضکہ عذاب مانگتے اس شمر دار کہ دین توحید حق ہو پس اللہ تعالے عز و جل نے آیات توحید اُنکو بتلائین جن سے توحید صاف ظاہر ہے

پھر ان کے انکار قیامت وحساب پر تعجب دلایا اور اب اُنکو ارشاد فرمایا کہ مہلت کو غنیمت سمجھیں نہ کہ عذاب مانگتے ہیں فقال وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ اور کافر لوگ جلدی عذاب آنا تجھ سے طلب کرتے ہیں۔ قَبْلَ الْحَسَنَةِ بھلائی سے پہلے۔ یعنے جب تک عذاب نازل نہیں ہوا ہے یا موت کی مہلت سے عذاب سے بچے ہوئے ہیں تو عذاب کی حالت سے بھلی حالت میں ہیں تو اس مدت کے ختم ہونے سے پہلے ہی تجھ سے اپنے لیے بُری حالت یعنی عذاب مانگتے ہیں۔ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ جمع مثلہ بفتح مثلثہ وضم آن مانند صدقہ وصدقہ بفتح دال وضم آن بمعنے عذاب کیونکہ گناہ کا عوض برابر کا ہے پس مثل گناہ کے ہے اسی واسطے قصاص کو مثال کہتے ہیں۔ بیضاوی رہ نے کہا کہ مثلات بضم اول جمع مثلہ بھی شاذ قرارت ہے ابن الانباری رہ نے کہا کہ مثلات وہ عقوبات جنکا اثر سزا یافتہ میں پیچھے عیب کے طور پر باقی رہے۔ اور بعض نے کہا کہ مثلات وہ عقوبات کہ سزا یافتہ کی ایک مثال قائم کردیں تاکہ پچھلے ایسی حرکت سے باز رہیں۔ قتادہ رہ نے کہا کہ مثلات عقوبات یعنے اگلی اُمتوں میں جو عذاب الٰہی تم سے پہلے گذرا اور ایسا ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ الیعنے اور حال یہ کہ ان لوگوں سے پہلے عقوبات گزر چکے ہیں۔ حاصل یہ کہ زمانۂ عافیت کو غنیمت نہیں سمجھتے اس کی مدت گزرنے سے پہلے تجھ سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور اپنے نزدیک جہل سے سمجھے بیٹھے ہیں کہ یہ واقع نہ ہوگا پس دلیری کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے اگلی اُمتوں پر عقوبات ہو چکی ہیں جو انکی عبرت حاصل کرنے کو کافی تھیں تنبیہ۔ اگلوں نے عقوبت نہیں مانگی اور نازل ہو گئی اور کفار مکہ نے طلب کی اور حلم سے درگزر فرمایا تو اس امت پر رحمت مزید ہے اور ان کافروں میں سے بہتوں کے حق میں ایمان مقدر تھا اور بہتوں کی پشت میں مومنوں کا نطفہ تھا پس اُن کی دلیری سے ڈرایا کہ اگلوں سے عبرت حاصل کریں۔ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ اور بیشک تیرا رب ان لوگوں کو انکے گناہوں یا شرک پر مغفرت کرنے والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مشرکوں سے تجاوز کرنے والا ہے جب کہ ایمان لاویں۔ یہ تاویل اسوجہ سے کہ مشرکین کے لیے مغفرت نہیں ہے جیسا کہ قطعی آیات سے ثابت ہے تو یہاں مراد یہ ہے کہ بشرط توبہ انکی مغفرت کرنے والا ہے اور اصح یہ ہے کہ مغفرت سے مراد یہاں مہلت وتاخیر عذاب ہے کیونکہ مغفرت درگزر کرنا اور یہ اسطرح بھی ہوسکتا ہے کہ تاخیر دیدی۔ مقاتل رہ نے کہا کہ اللہ تعالے عز وجل تجاوز فرمانے والا ہے مشرکوں سے اُن کے شرک پر اسطرح کہ فی الفور انکو ماخوذ نہیں فرماتا جیسے قولہ تعالے ولو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علی ظہرہا من دابۃ الآیہ یعنے اگر اللہ تعالے عز وجل گرفتار عذاب کرے لوگوں کو بوجہ انکے گناہوں کے تو نہ چھوڑے ہوئے زمین پر کوئی چلتا۔ یعنی بالفعل ایک مدت تک اُنکو مہلت دیتا ہے پھر اگر شرک پر مرے تو عذاب کریگا چنانچہ فرمایا۔ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ اور بیشک تیرا رب سخت عذاب کرنے والا ہے۔ امید وخوف دونوں کو ملا دیا جیسے کہ رب تبارک وتعالے کی شان قرآن پاک میں ہے۔ مسئلہ توبہ سے پہلے بھی اللہ تعالے عفو فرماتا ہے پس ہم گنہگاروں کو نہایت خوشی کی بشارت ہے بدلیل اس آیت کریمہ کے کہ ظلم پر مغفرت فرمائی کیونکہ ظلم وگناہ کی حالت میں آدمی تائب نہیں ہوتا ہے ذکرہ البیضاوی وغیرہ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ مراد ہے کہ دنیا میں مغفرت فرماتا ہے تو مہلت اسکا انجام ہوا اور آخرت میں محاسبہ رہا اور اگر آخرت میں مراد ہے یعنے کوئی شخص بغیر توبہ مرگیا تو اللہ تعالے عز وجل چاہے عفو فرماوے تو ظلم شرک کو شامل ہے پس کیا یہ اعتقاد ہے کہ شرک بغیر توبہ مر جاوے تو عفو ہو سکتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ہاں آخرت کی مغفرت مراد ہے اور اس آیت سے یہی نکلتا ہے کہ ہر ظلم خواہ شرک ہو یا کوئی اور گناہ ہو قبل توبہ کے بخشے جانے کی اُمید ہے لیکن دوسری آیات سے ثابت ہے کہ شرک پر موت سے شرک نہ بخشا جائیگا پس سوائے شرک کے باقی گناہوں کی نسبت اُمیدواری ہے کہ بغیر توبہ مر جانے والا اللہ تعالے عز وجل کی

رحمت سے عفو کیا جاوے جبکہ وہ دل سے یقین وحدانیت آلٰہی تعالے کا رکھتا ہو شرک نہو۔ مسئلہ۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ اللہ تعالے عز وجل اپنے مخلوق مملوک بندوں میں جسطرح چاہے تصرف کرے۔ احادیث وآیات سے یہ بات علماء نے نکالی ہے کہ دنیا میں جو لوگ اپنے آپ کو آسانی وسختی وہر حال میں اللہ تعالے کا بندہ بنائے رہے قیامت میں جب ہر قوم مشرک اُس کے ساتھ کیجائے گی جسکو شریک بناتے تھے تو مشرکین مع میثوا کے جہنم کو بھیجے جاوینگے اور جنکے اعتقاد میں یہاں یقین تھا کہ لاالٰہ الا اللہ یعنے قادر رازق شافی جملہ صفات کمالیہ میں سے کوئی صفت کسی میں نہیں سوائے اللہ تعالے عز وجل کے اور وے کسی تنگی یا آسانی میں کسی مخلوق سے التجا نہ کرتے تھے اگرچہ اُن سے گناہ سرزد ہوجاتے ہوں مگر جو باتیں کہ اللہ تعالے ہی کی قدرت میں ہیں اُنکو کسی مخلوق میں گمان نہ کرتے تھے تو موت سے یہ اعتقاد نہایت صاف روشن ہوگا پس قیامت میں یہ لوگ فقط اپنے خالق عز وجل کے بندے رہینگے اور وہ قادر مطلق عزیز قادر کریم ورحیم ہے اُنکو بخشیگا والحمد للہ رب العالمین۔ ف فی العرائس ویستعجلونک بالسیئۃ قبل الحسنۃ تفسیر اُسکے اوپر مذکور ہوئی اور اشارات سے ثابت ہے کہ اہل جہالت اپنے زعم باطل میں خلاف حق پر اصرار کرکے جلدی کرتے ہیں اور اُن میں زیادہ بدتر وہ ہیں جو نیکی کے پیرایہ میں جلدی کرتے ہیں مثلاً عالم جو دار فانیہ میں اپنے علم سے جاہ ومنزلت طلب کرتا ہے تو وہ نیکی سے پہلے بُرائی کو جلدی سے لینا چاہتا ہے یا درویش جو بغیر وصول بدرجۂ اتقیا رکے اپنی منزلت لوگوں میں چاہتا ہے تو نتیجہ اس فریب کا یہ ہوتا ہے کہ بجائے ارشاد وہدایت کے وہ خود گمراہ ہو کر خواہش نفس ومحبت جاہ ومال میں مبتلا ہو جاتا ہے اور معلوم ہوچکا کہ سابق میں ریاکاروں کا درجہ خواری وذلت کو پہونچ چکا ہے اور قولہ لذو مغفرۃ للناس آخر ظلم وہ گناہ ہیں کہ خلاف عقائد واعتقاد کے بر سبیل غفلت اُنسے سرزد ہوئے اور آفات نفوس آمارہ میں مبتلا ہو گئے۔ شیخ ابو عثمان رہ نے کہا کہ مغفرت کا اُمیدوار وہ رہے جس نے گناہ کا ارتکاب تو کیا مگر ڈرتے ڈرتے خوف زدہ ہو کر اور ایسا نہو کہ بے پروائی سے نڈر ہو کر گناہوں میں ڈوبا چلا جاتا ہے اقول یہ وہی مسئلہ ہے جو اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالے نے فرمایا کہ جو کوئی کبیرہ گناہ پر اصرار کرے وہ کافر ہے اور اصرار کے یہی معنے صحیح ہیں جو شیخ ابو عثمان نے ذکر کیے کیونکہ جس نے توبہ کرلی وہ مصر نہیں ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے اور خوف زدہ ڈرتے ڈرتے اندر ہی اندر گناہ سے اکراہ اور اللہ تعالے عز وجل کے عذاب سے ہراس ہے پس اصرار نہونا چاہیے اگرچہ اس نے ہنوز توبہ نہیں کی اور علے ہذا جس نے اول ہی مرتبہ محض بیباک اُس گناہ کا ارتکاب کیا اُس نے اصرار کیا کیونکہ اُس کو اس میں کچھ پرواہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ یقین وایمان قائم ہونے کی حالت میں بلا دغدغہ گناہ نہو گا۔ واضح ہو کہ اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالے کے نزدیک صحیح ہے کہ آدمی کسی گناہ پر دلیری نہ کرے خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو کیونکہ صغائر بھی اصرار سے کبیرہ ہو جاتے ہیں اور بیضاوی رہ وغیرہ نے لکھا کہ قولہ لشدید العقاب۔ یعنے کافروں پر اجسپر چاہے۔ پس خوف کرنا چاہیے کہ شاید صغیرہ کسی حالت میں ایسا واقع ہو کہ اس پر سخت عذاب فرمایا جاوے۔ شیخ امام حافظ رہ نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے باسناد خود سعید بن المسیب رہ سے روایت کی کہ جب یہ آیت اُتری وان ربک لذو مغفرۃ للناس الآیہ۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالے عز وجل کا عفو وتجاوز نہ ہوتا تو کسی کو زندگی گوارا نہوتی اور اگر اسکا خوف عذاب نہوتا تو ہر ایک بھروسا کرکے بیٹھ رہتا۔ مترجم کہتا ہے کہ جو اسناد ذکر کی اس میں علی ابن زید راوی ہیں اور علی بن زید بن جدعان پر اعتماد صحیح ہے۔ اور لکھا کہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے احسان الرادی حسن بن عثمان کے حال میں لکھا کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں نے پروردگار عز وجل کو خواب میں دیکھا اسطرح کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضوری میں اپنی امت کے کسی آدمی کے حق میں مغفرت چاہتے ہیں تو حضرت ذوالجلال سے ارشاد ہوا کہ کیا تجھے یہ کافی نہیں ہوا کہ جو میں نے سورہ رعد میں تجھپر نازل فرمایا

کہ وان ربک لذو مغفرة للناس علےٰ ظلمہم۔ اتنے مین میری آنکھ کھل گئی بمترجسم کہتا ہے کہ اس حکایت سے گنہگارون کے واسطے مغفرت کی تقویت ہے اور اللہ تعالےٰ عز وجل غفور رحیم ہے ولیکن خبردار کہ کوئی شخص ایسی روایات وخواب وحکایات صالحین سے شرعی مسئلہ نہ نکالے اور نہ کسی اعتقاد مین تغیر کرے اس لیے کہ خواب کی حقیقی تعبیر کا کسکو دعوےٰ ہوسکتا ہے چنانچہ سورۂ یوسف مین گزرچکا کہ جب مصر مین والدین وبھائیون نے سجدہ کیا تو اُسوقت تاویل کھلی کہ ہذا تاویل رؤیاے الآیہ۔ اور اہل السنة والجماعة رحمہم اللہ تعالےٰ کا اتفاق ہے اور اصول وفروع حنفیہ مین مصرح ہے کہ خواب سے کوئی شرعی حکم نہین ثابت ہوتا تو اعتقادی بات کا کیا ذکر ہے اور خود اولیاء اللہ تعالےٰ صالحین اسی اصل واعتقاد پر ہین فافہم

پھر حق عز وجل نے کافرون کے شبہہ مٹا کر عظمت وجلال کبریائی کے ساتھ کلام فرمایا

ع وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝

اور کہتے ہین وہ لوگ جنھون نے کفر کیا کہ کیون نہین اُتاری گئی اُسپر کوئی نشانی اُسکے رب کیطرف سے تو فقط ڈرسُنانے والا ہے اور ہر قوم کے لیے ہادی ہے

اسقدر توحید کے دلائل وآیات اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائین اور نہایت کثرت سے معجزات باہرات عطا کیے کہ اُن کے معانی ومبانی کے بیان مین ایک ضخیم کتاب ہوگی مگر جن مشرکون پر شرک کی تاریکی ڈھانپ دی گئی تھی اُن کو کوئی قلیل وکثیر کفایت نہین کرتی تھی حتے کہ جسطرح ایمان والے ہر روز یقین وکمال پر چڑھتے جاتے اسی طرح مشرکین ہر روز جہنم مین دھنستے جاتے اور کفر وعناد سے دنیا وآخرت برباد کرتے اور کہتے کہ لولا یاتینا بآیة الآیہ۔ اور کبھی کہتے کہ کوہ صفا ہمارے لیے سونے کا کردو اور مکہ کو کشادہ کردو اور پہاڑ یہان سے ہٹادین اور اس مین سبزہ زار ونہرین ہوجاوین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے وعدہ پر نظر کرکے چاہا کہ دعا فرماوین اور یہ اللہ تعالےٰ کے یہان کچھ چیز نہ تھا دعا کرتے ہی ہوجاتا ولیکن جبرئیل علیہ السلام نے نازل ہوکر بعد سلام کے کہا کہ ہدایت وایمان مقدر ہے نہ اسباب پر منحصر اور اگلی قومون نے اُسی طرح ہٹ کرکے معجزات مانگے اور جب تقدیر غالب ہوئی اور ایمان نہ لائے تو پھر عذاب مین تاخیر نہوئی اور یہی سُنّت آلٰہیہ جاری ہے پس آپ باز رہے اور جناب باری تعالےٰ مین دعا کی کہ یہ ہلاک نہ کیے جاوین مین اُن کو نصیحت کرونگا اور خود اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین فرمایا وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون وآتینا ثمود الناقة مبصرة فظلموا بہا الآیہ۔ یعنے ہم کو آیات بھیجنے مین کوئی روک نہین مگر ان مشرکون سے اگلے وقت والے مشرکین نے ان آیات سے انکار کیا یعنے پہلے تو درخواست کی پھر شیطانی وسوسہ سے جادو وغیرہ اوہام لگا کر نہ مانے اور تقدیر غالب آئی اور اللہ تعالےٰ عز وجل نے مثال فرمائی کہ ثمود کی ہٹ سے ہم نے ناقہ دیا جسکو آنکھون دیکھتے وکھلی نشانی تھی مگر نظر بندی وغیرہ کے الزام سے نہ مانے بلکہ ظلم کرکے اُس کو قتل کیا یعنے آخر عذاب سے ہلاک ہوکر تا ابد برباد رہینگے۔ پس یہ پورا رحم ہے کہ اُن کے شفیق پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کو عذاب دنیاوی سے نجات دی اور حدیث مین ہے کہ مین نے دعا مانگی کہ میری اُمت کو دنیا مین عذاب سے ہلاک نہ فرماوے تو قبول فرمائی۔ بالجملہ یہ ظاہر ہے کہ آیات ودلائل توحید جو قرآن مجید مین مذکور ہین عقلی روحانی واضح یقینی ہین اور یہ وحی خالص اعلیٰ ہے محسوسات آیات مثل عصاے موسےٰ واحیاء عیسےٰ علیہم السلام سے کیونکہ وہ مدرک بحواس اور انمین جادو وغیرہ کا احتمال پیدا کرتے تھے اور یہ مدرک بعین بصیرت وعقل ہین جنمین اشتباہ عقلی کو دخل نہین اور جادو وغیرہ

تلبیس شیطانی کی یہان مجال نہین تو جب ان آیات پر ایمان نہ لائے تو محسوس آیات پر کیا ایمان لاتے لہذا فرمایا۔ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہتے ہین وہ لوگ جو کافر ہوئے۔ اشارہ ہے کہ اس ناسمجھی وبے عقلی کا منشا کفر واس کی تاریکی جہالت ہے کہ بغیر عقل وبصیرت کے آیات توحید سے غافل ہوکر محسوسات پر اڑتے اور کہتے ہین کہ۔ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کیون نہین اُتاری گئی اُس پر یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی آیت اُس کے پروردگار کی طرف سے۔ یہ تعجب ہے کہ اسقدر آیات واضحہ ونشانات توحید باری تعالےٰ انپر نازل کیے گئے مگر ہنوز اُن کے نزدیک کوئی آیت نہ تھی یہ کفر کی جہالت ہی نہین بلکہ اس سے بھی بڑھ کر رہنما ومپشوا سے عناد اور عداوت کیونکہ معجزہ شق القمر وغیرہ بکثرت معجزات دیکھ چکے اور کہے گئے کہ یہ تو جادو ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ تو فقط منذر ہے یعنے شرک کرنے والون کو اُن کے خالق عز وجل کے غضب سے عذاب شدید کا ڈرسُنانے والا ہے۔ اور یہ اس طرح کہ جو رسالت وپیغام آلٰہی عز وجل تجھ کو سپرد ہے اُسکو اللہ تعالےٰ کی مخلوق کو پہونچا دے اور آیت لانا اور اُن کو خواہ مخواہ ایمان پر کردینا تیری قدرت مین نہین ہے کیونکہ افعال کا بھی خالق اللہ تعالےٰ عز وجل ہے تو ایمان اُن کے اندر جب ہی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ پیدا کردے پس یہ اللہ تعالےٰ عز وجل کے اختیار مین ہے تو اُن کو پیغام پہونچا دے وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور ہر قوم کے واسطے ہادی ہے۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ ہر قوم کے لیے راہ راست کی طرف بلانے والا ہے۔ اور مجاہد رحہ نے کہا کہ ہر قوم کے واسطے نبی ہے۔ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ انما انت منذر۔ اے محمد تو منذر ہے۔ ولکل قوم ہاد۔ اور مین ہر قوم کا ہادی ہون ابن کثیر رحہ نے کہا کہ ایسا ہی سعید بن جبیر وضحاک ومجاہد وغیرہم سے مروی ہے مترجم کہتا ہے کہ قول اول اولیٰ ہے اور موافق لقولہ تعالےٰ وان من امة الا خلا فیہا نذیر۔ یعنی ہر امت مین ایک رہنمائی کرنے والا گذرا ہے۔ مالک رحہ نے کہا کہ ہر قوم کے لیے ہادی ہے یعنے جو انکو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتا ہے وقال ابن ابی حاتم حدثنا علی بن الحسین حدثنا عثمان بن ابی شیبہ حدثنا المطلب بن زیاد عن السدی عن عبد خیر عن علی رضی اللہ عنہ فی قولہ ولکل قوم ہاد قال الہادی رجل من بنی ہاشم۔ یعنے عبد خیر نے علی کرم اللہ وجہہ سے اس کلام کی تفسیر روایت کی کہ ہادی ایک مرد بنی ہاشم مین سے ہے جنید رحہ نے کہا کہ وہ آپ خود حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ ہین اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباس سے جو تفسیرین اکی مروی ہین انمین سے ایک روایت یہ بھی ہے مترجم کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت مین ہر طرف سے بغاوت امام حق کے جو خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے رد کی اور انکو ہدایت فرمائی ولیکن اکثر لوگ اس ہدایت پر نہین چلے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ جو اشارہ کیا گیا اس بناپر ہے کہ اول ہادی خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تھے پس قولہ انما انت منذر ولکل قوم ہاد۔ دونون جملہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت مین ہین اسطرح کہ انما انت منذر وہاد لکل قوم۔ یعنے تو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ڈرسُنانے والا اور راہ بتانے والا ہے واسطے ہر قوم کے۔ اور تقدیم ظرف کی بقطع آیت کے لحاظ سے ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر بھی اچھی ہے اور شیخ حافظ رحہ نے ذکر کیا کہ عکرمہ وابو الضحیٰ نے قولہ ولکل قوم ہاد۔ مین کہا کہ ہادی وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین اقول یہ قول اسی بناپر ہے جو مذکور ہوا واللہ تعالےٰ اعلم۔ بیضاوی مین ہے کہ قولہ لولا انزل علیہ آیة من ربہ۔ ان آیات کو کچھ شمار مین نہ لائے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خالص وحی سے نازل فرمائی گئین اور ایسی آیات مانگی جیسے موسےٰ وعیسےٰ علیہما السلام کو دی گئین تھین۔ انما انت منذر۔ یعنے تو ڈرسُنانے کو بھیجا گیا ہے جیسے اور پیغمبر تجھ سے پہلے بھیجے گئے تھے اور تجھ پر تو اسی قدر ہے کہ جنس معجزات سے کوئی معجزہ دکھلادے جس سے نبوت صحیح ہوتی ہے اور یہ واجب نہین ہے کہ جو کچھ وے ہٹ کرین وہ انکو لادے اور عراج مین

کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رغبت کرتے تھے کہ جو چیز یہ لوگ مانگتے ہیں وہ دیجاوے۔ قولہ ولکل قوم ہاد یعنے ہر قوم کے لیے ایک نبی مخصوص ایسے معجزات کے ساتھ مبعوث ہوا جو انپر غالب تھے انکو راہ حق کی ہدایت کرتا تھا۔ حاشیہ بیضاوی میں ہے کہ جیسے حضرت عیسے علیہ السلام کے زمانہ میں طبابت غالب تھی تو اُن کو مردہ زندہ کرنے اور اندھوں کو اچھا کرنے کا معجزہ دیا گیا اور موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں جادو کا زور تھا تو عصا کے سانپ ہو جانے کا معجزہ دیا گیا۔ امام رازی رح نے کہا کہ جس وجہ پر قاضی بیضاوی رح نے کلام کی تقریر کی ہے وجہ صحیح ہے اور اسپر کلام ترکیب وانتظام پر رہتا ہے سراج میں بھی اسی پر اکتفا کیا ہے جیسے شیخ سیوطی رح نے اسی کو ذکر کیا ہے اور مدار اس تاویل کا یہ ہے کہ آیات ومعجزات جو کچھ وقائع ہوں سب تقدیر آلہیہ ہیں پس کوئی پیغمبر اپنے ارادہ سے کوئی معجزہ نہیں لاسکتا ہے کما قال عز وجل ماکان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ ولکل اجل کتاب۔ یعنے اختیار نہیں ہے کسی رسول کو کہ لے آوے معجزہ مگر باجازت اللہ تعالے عز وجل کے اور ہر چیز مقدر ہے۔ اور جو عکرمہ رح نے ہادی کی تفسیر کی کہ مراد محمد صلعم ہیں تو امام فرا رح نے معالم میں کہا کہ معنے یہ ہیں کہ تو اے محمد صلعم منذر ہے اور ہادی ہے ہر قوم کے لیے اور اسمیں ایک توضیح یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ فقط منذر یعنے ڈر سنانے والا آپ نہ تھے بلکہ بشارت سُنانے والے اور ہر وجہ سے ہادی تھے اور ہر قوم کی طرف آپ کی بعثت تھی۔ ف آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ کوئی امر جو اللہ تعالی عز وجل کی مشیت میں نہو کسی رسول کو اُسکی قدرت نہیں ہے حتے کہ افضل الرسل وخاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی قدرت میں نہ تھا تو ایمان والے آدمی کو روا نہیں ہے کہ رزق یا اولاد یا مانند اس کے کسی بت یا پیر یا قبر وغیرہ سے درخواست کرے یا اعتقاد کرے وہ چاہے تو ضرور ہو جاوے کیونکہ یہ کسی بزرگ کی نسبت اچھا اعتقاد نہیں بلکہ اللہ تعالے عز وجل کی توحید سے انکار ہے اور رب اللہ تعالے سے مشرک ہو کر کافر ہو گیا تو بزرگ جو اولیاء اللہ تعہ میں سے ہے وہ کافر کو جو اعداء اللہ میں سے ہے کیونکر اپنا دوست سمجھیگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالے انما انت منذر الآیہ میں لوگ ارادت سے طالب حق ہیں اُن کو خوف و ڈر سُنایا گیا کہ کسی معصیت وشرک سے دور وحجاب میں نہ پڑجاویں اور اہل محبت کو انذار عتاب ہے اور عارفین کو خود بینی کے سوء ادب سے جلال وعظمت کا خوف ہے کہ مشاہدات میں آداب شریعت کی پابندی رکھیں اور حق تعہ عز وجل نے ہر فریق کے لیے جو درجہ ازل میں رکھا ہے اُس کو بلکیہ جذب سے باتباع سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُس کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اور شیخ رح نے لکھا کہ یعنی تو فقط منذر ہے کہ ہماری قوت سے اُن کو انذار وارشاد کرتا ہے اور اُن کے گناہوں کا شفیع ہے اور تو ہمارے ساتھ اُن کی ہدایت کرنے میں شریک نہیں ہے بلکہ ہدایت فقط ہمارے اختیار میں ہے۔ اور اشارہ سے ثابت ہے کہ ہر قوم ایا نذار کے لیے انکا ایک پیشوا ہوتا ہے جو اُن کو راہ حق کی ہدایت ورہنمائی کرتا ہے اور درحقیقت یہ بھی فعل آلہی ہے اور فعل میراث صفت ہے اور صفت قائم بذات ہے گویا مقام عین الجمع میں ہادی ہر طرح وہی اللہ تعالے عز وجل ہے دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ یعنی جنگ بدر میں جب کافروں نے نرغہ کیا اور پہلے سے عذاب مانگا کرتے تھے اور مومنین کی تعداد بہت کم تھی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن کافروں کو اللہ تعالے عز وجل نے عذاب کا نمونہ چکھا دینا مقدر فرمایا تھا تو نرغہ کفار کے وقت آپ نے ایک مٹھی خاک انپر پھینکی جس سے اُن کی سب کی آنکھوں وحلق وغیرہ میں ریگ بھر گئی اور نہایت خوف سے اُن کے سینہ سے دم نکلا جاتا تھا آخر لے بس قتل وقید ہوئے اس کی نسبت اللہ تعالے نے فرمایا کہ تو نے مشت خاک نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالے نے پھینکی پس شیخ رح کا مطلب ہے کہ چونکہ پھینکنے کا فعل اللہ تعالے نے پیدا کیا اور پیدا کرنا اس کی صفت ہے اور صفت ذات ہے جیسا کہ تمام صوفیہ کا مذہب ہے تو عین الجمع کے مرتبہ میں صحیح ہوا کہ اللہ تعالے نے پھینکی اسی طرح ہادی ومنذر درحقیقت اللہ تعالے عز وجل ہے۔ پھر اللہ تعالے نے احسن وجہ سے

کافروں بلکہ مومنوں کو تعلیم فرمایا کہ آیات معجزات وہدایت وایمان ہر چیز مقدر بعلم وحکمت آلہیہ ہے اس کو اللہ تعالے عز وجل جانتا ہے تو معجزات وایمان مقدر ہے قال تعہ

اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ

اللہ تعالے جانتا ہے جو بار اٹھاتی ہے ہر مادہ اور ناقص ہونا بچہ دان کا اور بڑھنا انکا اور ہر چیز اسکے نزدیک

بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ

مقدر ہے جانتا ہے غیب کو اور ظاہر کو وہ بزرگ برتر ہے برابر ہے تم میں سے وہ جسنے پوشیدہ بات کہی اور

مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّیْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ

جسنے کھلی بات کی اور وہ جو پوشیدگی ڈھونڈھتا ہے رات سے اور وہ جو ظاہر ہوتا ہے دن سے اُسکے معقبات ہیں سامنے سے

وَمِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ

اور پیچھے سے جو اُسکو بچائے رہتے ہیں اللہ تعالے کے حکم سے خوب جانو کہ اللہ تعالے نہیں بدلتا جو کچھ ایک قوم کے ساتھ ہے یہانتک کہ وہی بدلیں جو انکی جانوں میں ہے

وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝

اور جب اللہ تعالے چاہتا ہے کسی قوم کے ساتھ برائی تو اسکا پھیرنے والا کوئی نہیں اور انکا سوائے اللہ تعالے کے کوئی والی نہیں ہے

اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہے کہ ہر چیز اُس کے نزدیک مقدر ہے خواہ معجزات ہوں جو پیغمبروں کو دیے جاتے ہیں خواہ مخلوقات ہوں اور انمیں سے ہر ایک کی نسبت کفر یا ایمان جو کچھ مقدر ہے ماں کے پیٹ ہی میں ہوتا ہے اور علم اُس کا ہر چیز کو محیط ہے اور ہر مخلوق کے اعمال سے وہ علیم وخبیر ہے اور ہر ایک کا فعل اُس کے قبضۂ قدرت میں مسخر واُس کے نامۂ اعمال میں مقدور اور تمام عالم کا نظام اسی کی حسن صنعت وحکمت سے جاری واسی کی مشیت پر قائم ہے فقال تعالے۔ اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰی اللہ تعالے جانتا ہے جو حمل اٹھاتی ہے ہر مادہ۔ جانور ہو یا آدمی ہو۔ سیوطی رح نے کہا کہ یعنے حمل نرینہ ہے یا مادہ ہے۔ ابن کثیر رح نے بڑھایا کہ خوبصورت ہے یا بدصورت ہے جنتی ہے یا دوزخی ہے دراز عمر ہے یا کم عمر ہے اور آیات کثیرہ اسی معنے میں ذکر فرمائیں جنمیں پیٹ کے اندر کے حالات پورا بچہ ہونے تک کے ظاہر ہیں اور صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے آدمی کی خلق اُس کی ماں کے پیٹ میں چالیس روز میں جمع ہوتی ہے پھر وہ تھکا ہوتا ہے اتنی مدت میں یعنی چالیس روز میں۔ پھر اسیقدر مدت میں لوتھڑا ہوتا ہے پھر اللہ تعالے ایک فرشتہ مبعوث فرماتا ہے اُسکو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ لکھے اُسکا رزق اُس کی عمر واسکے اعمال اور وہ جنتی ہے یا دوزخی اور دوسری حدیث میں ہے کہ فرشتہ پوچھتا ہے کہ اے رب میرے نر ہے یا مادہ ہے اور باقی باتیں پس اللہ تعالے عز وجل فرماتا ہے اور فرشتہ لکھتا ہے۔ اقول یہاں فوائد ہیں اول آنکہ نفخ روح بعد اس مدت کے ہوتی ہے پس بچہ کا اسقاط بعد اس مدت کے بمنزلہ قتل انسان کے ہے اور فتاوے میں لکھا کہ قبل اس مدت کے اسقاط کا حیلہ کرنا شوہر کی اجازت سے عورت کو روا ہے یا بلا اجازت بھی دو قول ہیں۔ حیلہ اسقاط میں لکھا کہ اس قرب قیامت کے زمانہ میں بخیال اسکے کہ اولاد رشید نہیں ہوتی ہے جائز ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ خلاف فقہ ہے اعتماد نہ کیا جاوے اور حدیث میں عزل کی اجازت چاہنے میں فرمایا کہ جو جان کہ اللہ تعالے نے پیدا کرنی چاہی وہ ضرور پیدا کریگا۔ علی ہذا بخیال مذکور اسقاط کا حیلہ ایذار دہل ہے اور ایام اسقاط میں گویا بے وجہ نماز سے محروم رہنا اختیار کیا

دوم ہر شخص کی عمر قبل نفخ روح کے مقدر ہوتی ہے پس بیماری وغیرہ جس طور سے موت واقع ہو اس مین یہ خیال کرنا کہ ایسا ہوتا تو نہ مرتا
شیطانی وسوسہ ہے۔ ولیکن جو کوئی دوا علاج نہ کرے اُس نے دیدہ و دانستہ اللہ تعالے کی نافرمانی کی جیسے کوئی کھانا نہ دیوے
مگر دوا مین شرط ہے کہ نظر خالق عز وجل کے فضل پر رہے کہ اگر وہ چاہیگا تو شفا ہوگی۔ سوم رزق قبل نفخ روح کے مقدر
ہوتا ہے ولیکن حیلہ و حرفہ کام مین لانا طاعت ہے اور معاش بر وجہ حلال حاصل کرنے سے بیٹھ رہنا نافرمانی ہے جبکہ مسلمانون کے
دینے پر اپنی گذر رکھے کیونکہ انپر بار ڈالا گیا مگر ہر حیلہ و حرفہ مین اللہ تعالے عز وجل پر نظر رکھے۔ مسئلہ جو فقیر کہ کمائی کر سکتا ہے اس کو
سوال حرام ہے الا جبکہ فاقہ ہو اور اس زمانہ مین جو لوگ گداگری کے عادی ہین اور معروف ہین انکو دینے مین بعض علماء نے گناہ
لکھا ہے کیونکہ یہ معصیت پر اعانت ہے مگر جبکہ وہ کمائی سے عاجز نظر آوے اور یہی صحیح ہے۔ چہارم عمل ہر ایک کے مقدر ہین کیونکہ اللہ تعالے آیندہ کا
حال سب جانتا ہے تو جیسا اُس نے جانا وہی ہوگا خلاف نہین ہو سکتا مگر تعلیم و تعلم سے بیٹھ رہنا یا نصیحت نہ کرنا گناہ ہے جیسے بدن کو غذا نہ دینا
کیونکہ علم غذائے روح ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہین۔ پنجم حدیث مین اعمال کے باوجود جنتی و دوزخی علیحدہ پوچھا تو دلیل ہے کہ آدمی کے انجام پر
جنتی و دوزخی موقوف ہے اور قبل اسکے کسی کو کچھ نہ کہنا چاہیے پھر موت کے بعد نیکی سے یاد کرو ولیکن حکم لگانا جیسا کہ عوام کا دستور ہے گناہ ہے۔
اب یہان سے معلوم ہوگیا کہ جس شخص کے مقدر مین کفر و جہنم ہے اُسکے اعمال شرک مین اُسکو چاہے کیسے ہی معجزات و دلائل و آیات دکھلاؤ وہ
کبھی ایمان نہ لاویگا چنانچہ کفار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معجزات طلب کیے مگر اللہ تعالے عز وجل نے جو مقدر فرمایا تھا اسی قدر
عطا کیے اور جو لوگ کہ شرک و کفر پر مرنے والے تھے جیسے ابوجہل و ابولہب وغیرہ وے کبھی ایمان نہ لائے اور جنکے حق مین ایمان مقدر تھا وے
حواس کے دیکھنے کے معجزات نہین مانگتے تھے جیسے موسیٰ و عیسےٰ علیہما السلام کو دیے گئے تھے بلکہ قرآن مجید کے عجیب دلائل جو نورانی بصیرت
کے دیکھنے سے صاف نظر آتے ہین اُنپر نہایت جوش ایمان سے گرویدہ ہوتے تھے پس معلوم ہوگیا کہ کلام سابق سے اسکا ارتباط نہایت
دقیق و صاف ہے کہ معجزات دیکھکر ایمان لانے کا علم اللہ تعالے عز وجل کو ہے اور اگر اللہ تعالے انکی خیر جانتا تو دیتا اور وہ تو مادہ کے حمل کی
تقدیر جانتا ہے۔ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ اور جانتا ہے ناقص ہونا بچہ دان کا۔ یعنے مدت حمل مین جو انتہا درجہ کی ہو اس سے
جسقدر کمی ادنے درجہ تک ہوتی ہے وہ ہر فرد کے ہر واقعہ کو جانتا ہے کہ اس مادہ مخلوق کے حمل مین اسقدر مدت کمی کے ساتھ ہوگی۔ وَمَا
تَزْدَادُ الْأَرْحَامُ۔ اور جانتا ہے بڑھنا ارحام کا یعنے مدت حمل جسقدر زیادتی کی جانب ہوتی ہے اُسکو بھی جانتا ہے بیضاوی رح نے کہا کہ
تغیض اور تزداد ہر ایک لازمی و متعدی ہوتا ہے پس لازمی رکھو تو ما مصدریہ ہونا متعین ہوگا اول جیسا کہ ترجمہ بیان ہوا اور متعدی کی
صورت مین ما تغیض الارحام و ما تزداد اے ما تغیضہ و ما تزدادہ یعنے جسکو ارحام ناقص کرتے اور جسکو بڑھاتے ہین اور لکھا کہ ارحام کیطرف
اُسکی نسبت مجازی ہے خواہ فعل لازمی ہو یا متعدی ہو کیونکہ اصل فعل اللہ تعالے عز وجل کی قدرت کا ہے۔ اور لکھا کہ معنے یہ ہین کہ جثہ ولد
اور مدت حمل و تعداد جنین کی کمی بیشی کو جانتا ہے اور ہمارے نزدیک زیادہ سے زیادہ مدت حمل کی چار برس ہین اور امام مالک رح
کے نزدیک پانچ برس ہین اور ابو حنیفہ رح کے نزدیک دو برس ہین رضی اللہ عنہم اور روایت ہے کہ ضحاک رح دو برس پر پیدا ہوئے
اور ہرم بن حیان چار برس پر ہوئے اور انتہاء تعداد کی کوئی حد نہین ہے مگر بعض نے کہا کہ استقراء سے معلوم ہوا کہ انتہا چار سے
زیادہ نہین ہوتے ہین اور یہی مذہب ابوحنیفہ رح کا ہے اور امام شافعی رح نے کہا کہ مجھ سے یمن مین ایک پیرمرد نے حکایت کی کہ اُسکی جورو کی بار حمل
مین پانچ بچہ جنی اور لکھا کہ بعض کے نزدیک اس سے مراد خون حیض کی زیادتی و کمی ہے مترجم کہتا ہے کہ اس بیان کا فائدہ یہ ہے کہ

اگر ایک شخص مرا اور اُس نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی اور اپنی جورو حاملہ چھوڑی تو تقسیم ترکہ مین حمل کا کیا حصہ رکھا جاوے اور
کے فرزند کا حصہ رکھا جاوے اور معروف ہمارے کتب فقہ مین یہ ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ میراث رکھا جاوے پس شاید یہ بنابر غالب
احوال کے ہے اور مسئلہ کا تعلق انقضاے عدت وغیرہ بہت سے مسائل سے ہے۔ مسئلہ یہ چیزین فقط اللہ تعالے جانتا ہے لہذا یہ یقین
کرنا کہ فلان شخص جان لیتا ہے کفر ہے اور میرے نزدیک بطور قیاس و اٹکل کے کہنے والا کہہ سکتا ہے اور سننے والا سُن سکتا ہے۔ اگر کہا
جاوے کہ آیت مین کوئی خصوصیت اس کے علم کی جناب باری تعالے سے ظاہر نہین ہوتی تو جواب یہ ہے کہ اول تو کلام مین دلالت
سے یہ بات ثابت ہے کیونکہ اگر کوئی مخلوق بھی جانتا ہو تو ذکر کا فائدہ نہین رہیگا اور دوم بخاری رحمہ اللہ عنہ نے اپنی صحیح مین عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کی کنجیان پانچ ہین کوئی اُنکو نہین جانتا سواے
اللہ تعالے عز وجل کے اُن کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی نہین جانتا کہ کل کے روز کیا کرے مگر اللہ تعالے جانتا ہے اور کوئی نہین جانتا جو ارحام
گھٹاتے (اور بڑھاتے ہین) مگر اللہ تعالے عز وجل جانتا ہے۔ اور کوئی نہین جانتا کہ کب پانی برسے گا مگر اللہ تعالے جانتا ہے
اور کوئی نہین جانتا کہ کس زمین پر مریگا اور کوئی نہین جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی مگر اللہ تعالے جانتا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ دوسرے
مقام پر آیت مین تصریح ہے یعنے قولہ ہو الذی ینزل الغیث الآیہ۔ اور واضح ہو کہ ایک قیافہ شناس نے ہذہ الاقدام بعضہا من بعض کہا تھا
تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس سے خوش ہوئے چنانچہ صحیح مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موجود ہے اور اسی طرح قیافہ سے پیٹ کا
بچہ نر یا مادہ دریافت ہوتا ہے اور جس شخص کو کسی زمین پر ہیضہ یا ہلک عارضہ ہوا یا کالے سانپ نے کاٹا یا زخم شدید پہونچا جس سے مر گیا تو قیافہ
سے اسکا وہین مرنا دریافت ہو جاتا ہے اور اسی طرح موسم برسات یا آثار ابر وغیرہ سے پانی برسنے کا حال دریافت ہوتا ہے اور قیامت کے آثار جو
خود صحاح احادیث مین آئے ہین اُن سے قرب دریافت ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ مراد ان امور مین بعلم قطعی و تحقیقی جاننا نہ اٹکل سے کیونکہ
جن لوگون کو ان مین سے کوئی بات ادراک ہوتی ہے وہ صاف ظاہر ہے کہ اٹکل ہے اور یقین نہین ہے لہذا جس شخص نے دائی سے پیٹ دکھلا کر
اُسکے قول پر یقین کر لیا تو کافر ہے اور اگر صرف قیافہ و اٹکل تک رکھا اور قطعی علم اُسکا اللہ تعالے عز وجل کے سپرد کیا کہ اٹکل سے ایسا
ظاہر ہوتا ہے دیکھیے علم الٰہی مین کیا ہے تو مضائقہ نہین ہے۔ شیخ امام حافظ رح نے لکھا کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ
ما تغیض الارحام یعنے جو حمل ساقط ہو جاوے اور ما تزداد یعنے جو کمی حمل مین ہوئی تھی اُسکو بڑھا کر رحم نے پورا بچہ اپنے وقت پر دیا۔ اور یہ
بات اسطرح ہے کہ بعضی عورتین دس ماہ مین جنتی ہین اور بعضی نو ماہ مین اور بعضیون کا حمل بڑھتا ہے اور بعضیون کا گھٹتا ہے پس یہی کمی
و زیادتی ہے جسکو اللہ تعالے عز وجل نے اپنے علم مین مخصوص رکھا ہے اور ضحاک رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یعنے جو نو ماہ سے کم ہو
اور جو زیادہ ہو۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ مجھے میری ماں نے دو برس تک حمل مین رکھا اور جب جنا تو میرے اگلے دو دانت نکل
آئے تھے اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بواسطۂ جمیلہ بنت سعد رض کے ابن جریج نے روایت کی کہ ام المومنین
نے فرمایا کہ حمل دو برس سے۔ اتنا بھی زیادہ نہین ہوتا جتنا مغزل کا سایہ متحرک ہو۔ مجاہد رح نے کہ ما تغیض الارحام و ما تزداد یعنے
ایام حمل مین جو خون نکل جاتا ہے اور جو نو مہینہ سے مدت بڑھ جاتی ہے یہی قول عطیۂ عوفی و حسن بصری و ضحاک و قتادہ کا ہے۔ اور
بھی مجاہد رح نے کہا کہ جب عورت نے نو مہینہ سے کم خون دیکھا تو یہ نقصان ہے اور جسقدر اسکے دن ہونگے وہ نو مہینہ سے بڑھ جاوینگے۔ عکرمہ و
سعید بن جبیر و ابن زید کا بھی یہی قول ہے اور بھی مجاہد رح نے کہا کہ ما تغیض الارحام اسقدر خون بہا دینا کہ بچہ مین محسوس ہو اور زیادت یہ کہ خون ایام

حمل مین نہ جاوے تو بچہ پورا وبڑا ہوگا۔ اور مکحول رحمہ نے کہا کہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ مین نہ مغموم ہوتا ہے اور نہ غمگین بلکہ اس کا رزق اُس کو اپنی ماں کے پیٹ مین خود بخود اُس کے حیض کے خون سے آتا ہے اسی وجہ سے ان ایام مین وہ حائضہ نہین ہوتی ہے پھر جب وضع حمل کے وقت زمین پر گرا تو چیخ کر روتا ہے اور یہ رونا اپنی جگہ بدل جانے سے نفرت ہے پھر جب اُس کی نال کاٹی گئی تو اللہ تعالے اُسکا رزق دوسری جگہ سے بدل دیتا ہے اور وہ ماں کی چھاتیان ہین پھر بھی نہ رزق ڈھونڈھتا ہے اور نہ غمگین ہوتا ہے پھر ٹھہرا رہتا ہے یہانتک کہ طفل اس قابل ہوا کہ کچھ چیز لے کر مُنہ مین ڈال لیتا ہے پھر جب بالغ ہوا تو کہا کہ یہ موت یا قتل ہے کہان سے مجھے رزق ملیگا اُس کے بعد مکحول فرماتے تھے کہ اے تیری خرابی جب تو ماں کے پیٹ مین تھا تجھے رزق دیا جب پیدا ہوا طفل تھا تب تجھے رزق دیا جب تو بڑا ہوا تو اب تجھے عقل آئی ہے تو تو نے کہا کہ یہ موت یا قتل ہے کہان سے مجھے رزق ملیگا پھر مکحول نے یہ آیت پڑھی اللہ یعلم ماتحمل کل انثیٰ الآیہ مسئلہ بسبب دلائل اقوے قول امام ابوحنیفہ رح کا ہے کہ انتہاے مدت دو برس حمل کے ہین لہذا بعد موت شوہر کے دو برس کے اندر جورو کے بچہ ہوا اور زنا وغیرہ ظاہر نہو تو نسب میت سے صحیح ہوگا اور حاملہ مطلقہ کی مدت دو برس تک ہو سکتی ہے مگر کچھ کم کردیا جاوے پس عورت کا قول قبول ہوگا۔ اور تفصیل مسائل کی فتاویٰ ہندیہ سے تلاش کرو۔ بالجملہ جو کچھ کمی بیشی ارحام مین ہوتی ہے سب اللہ تعالے عز وجل جانتا ہے اور قبل وجود کے آدمی کے اعمال وکفر وایمان وسعید وشقی سب جانتا ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ کفار مکہ وغیرہ کا دعوے کہ یہ معجزات دکھلا دیے جاوین تو ہم کو شبہ نہو گا اور ہم اپنے دل مین ایمان پیدا کر لینگے محض غلط ہے بلکہ ہر ایک کا انجام وہی ہوگا جو اللہ تعالے عز وجل نے قبل وجود کے اس کی ماں کے پیٹ مین مقدر کیا ہے۔ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ اور ہر ایک اُس کے نزدیک بمقدار معین ہے۔ اس مین کمی و بیشی نہو گی حتیٰ کہ جس حمل کی نسبت نقصان مقدر ہے وہی ہوگا کسی دوا علاج وغیرہ سے بیشی نہین ہو سکتی ہے اور بیشی مقدر ہے تو کمی نہو گی ولیکن یہ کسی کو معلوم نہین کہ اس نے کیا مقدر فرمایا ہے لہذا حواس کا شکریہ ادا کرکے آدمی ان اسباب کی پابندی کرے اور علاج معالجہ کرے اور کھانے پینے مین احتیاط کرے اور زہر کھانے و بدپرہیزی وغیرہ سے پرہیز کرے ورنہ سرکش وگنہگار ہوگا ولیکن اس مین توکل اللہ تعالے پر رکھے کہ نتیجہ کا پیدا کرنے والا وہی ہے بلکہ اسباب کا مہیا کر دینے والا وہی ہے اور اسباب مین اثر دینے والا وہی ہے اور ہر چیز اُس کے نزدیک مقدر ہے پس نتیجہ وہی پیدا ہوگا جو مقدر ہے اور یہی معنے ہین قولہ تعالے انا کل شیٔ خلقناہ بقدر پس ہر چیز حق سبحانہ تعالے عز وجل کے نزدیک اسی تقدیر سابق کے مقدار پر جاری ہے کوئی جدید نتیجہ غیر معلوم کا انتظار نہین ہے بلکہ غیر معلوم صرف ہمارے علم کی راہ سے ہے اور علم الٰہی مین معلوم ومقدر ہے اور یہی مذہب سلف صالحین کا ہے اور اس مین بندون کے اعمال واحوال وخطرات نیک و بد سب داخل ہین کہ خالق اُن کا اللہ تعالے عز وجل ہے اور اُس کے علم مین ہر ایک کا فعل سابق سے معلوم ہے پس جو معلوم ہے وہی مقدر ہے کہ اس سے کچھ بھی تجاوز وخلاف نہوگا اور عجب اُن جاہلون سے ہے جو اللہ تعالے کی شان وقدرت وکمال سے غافل ہین اور زیادہ عجب یہود ونصاریٰ سے ہے جو اللہ تعالے عز وجل کے ماننے کا دعوی کرتے ہین مگر اُس کو کچھ نہین پہچانتے ہین کیونکہ ہم لوگ کسی چیز کو دیکھ کر جان لیتے ہین تو اللہ تعالے عز وجل اُن چیزون کو نہین جانتا جن کو اُس نے پیدا کیا ہے اور جب وہ جانتا ہے تو جسطرح اُس نے جانا ہے وہی یہان ظاہر ہوگا اس مین کچھ کمی وبیشی نہ ہوگی۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ اللہ تعالے عز وجل خوب جانتا ہے غائب وحاضر کو یعنے اللہ تعالے سے کوئی چیز غائب نہین ہے لا یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ الآیہ تیرے رب سے ذرہ برابر کوئی چیز اوٹ نہین ہے بلکہ جو چیز تمام جہان کی مخلوقات سے اوٹ ہے اسکو اللہ تعالے عز وجل جانتا ہے جیسے مشاہد وحاضر کو ہم جانتے ہین والحق کہ اللہ تعالے

ہر چیز کی ماہیت وذرہ ذرہ دیکھتا وجانتا ہے اور مخلوق کو صرف صورت وہ بھی کچھ حصہ اوپر سے نظر آتا ہے اور کچھ نہین پس عالم درحقیقت اللہ تعالے ہے اور جو اُس نے جانا ہے وہی مقدر ہے وہی واقع ہوگا اس مین ایک بال برابر خلاف نہین ہو سکتا ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہین اور جو کوئی تقدیر سے انکار کرے وہ کافر ہے اور افسوس کہ اس زمانہ مین جاہل مسلمانون نے تقدیر وتوکل کے یہ معنے بتلائے کہ ہاتھ پانون مت ہلاؤ اور کوشش وتدبیر مت کرو کاہل وسست ونالائق گنہگار بن کے دنیا کے اور مخلوق کے ہاتھون کے منتظر رہو جو تم کو ملجاوے وہ مقدر ہے اور تم متوکل ہو حالانکہ یہ بالکل جہالت ونہایت مذموم حالت ہے۔ اور حدیث صحیح مین کوشش کرکے کمانے اور مجبور محتاجون کو صدقہ دینے کی فضیلت بیان فرمائی اور خود یہ جھوٹے لوگ اپنے کھانے پینے وضروری حاجات رفع کرنے مین سوچ سمجھکر تدبیر سے چلتے ہین بلکہ توکل یہ ہے کہ کامون کو عقل وحواس کے احتیاط وتدبیر سے کرے مگر نتیجہ کا منتظر اللہ تعالے عز وجل پر رہے کہ جو اُس کے علم مین ہوگا وہی نتیجہ ظاہر ہوگا اور جو اسباب مہیا ہین اُن کے اختیار مین نتیجہ نہین ہے پس بسا اوقات تو نتیجہ وہی نکلتا ہے جو ظاہر اسباب سے سمجھا جاتا تھا اور بسا اوقات تقدیر الٰہی غالب ہوتی ہے اور نتیجہ خلاف مراد نکلتا ہے اور بسا اوقات باوجود کوشش کے اللہ تعالے سامان آدمی کو نہین دیتا ورنہ ہر شخص بادشاہ بنجاوے تو یہ تقدیر ہے اور جو اس سے منکر ہو کافر ہے اور حدیث صحیح مین ان تؤمن بالقدر خیرہ وشرہ۔ اور تو ایمان لاوے کہ خیر وشر سب مقدر ہے۔ اور صحیح مین ہے کہ ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم ایسے امر پر عامل ہین کہ ہو چکی وگذری یا جدید ہوتی ہے فرمایا کہ ہو چکی وگذری۔ یعنی امر مقدر مین ہے جو جسکے حق مین مقدر ہو چکا وہی اس کا کام ہے اور حدیث مین قصہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رض سے یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمن حمیری نے معبد الجہنی کا حال بیان کیا کہ وہ لوگ زعم کرتے ہین کہ تقدیر کچھ نہین ہے بلکہ بندہ کے افعال پر جدید نتیجہ نکلا کرتا ہے تو فرمایا کہ جب تو ان لوگون سے ملنا تو کہدینا کہ مین اُنسے بری ہون مجھے اُنسے کچھ لگاؤ نہین ہے اور وے مجھ سے بری ہین اور قسم اسی ذات پاک کی جسکے نام کی عبداللہ بن عمر قسم کھاتا ہے کہ اگر اُنمین سے کسی کے پاس کوہ احد برابر سونا ہو اسکو خیرات کرے تو اللہ تعالے عز وجل اُس سے قبول نہ فرماویگا جب تک کہ تقدیر کا ایمان نہ لاوے رواہ انتخاب الصحاح اور وجہ یہ ہے کہ مقدور وتقدیر کا انکار کرنا اللہ تعالے کے علم سے اور بصیر ہونے سے اور خالق والوہیت سے انکار ہے اور اللہ تعالے عز وجل کو بغیر ان صفتون کے سمجھنا پس یہ کفر اور سخت کفر ہے اور جو شخص اللہ تعالے کی ذات وصفات کو اپنی عقل سے بتلاوے تو اس نے دعوی کیا کہ مین اُسکو محیط ہون اور یہ کفر ہے پاک ہے اللہ تعالے عز وجل قیاس وگمان ووہم سے وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے جو ہوا اور جو ہوگا سب جانتا اور دیکھتا ہے اَلْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ بزرگ متعالی ہے اور صحیح مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ اس کا فرزند حالت نزع مین ہے تو آپ تشریف لاوین پس آپ نے کہلا بھیجا کہ اللہ تعالے ہی کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اُس نے دیا اور ہر چیز اُسکے پاس بمقدار مسمی ہے تو پیاری بیٹی سے کہدو کہ وہ صبر کرے اور ثواب عظیم کی اُمید رکھے۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ کبیر عظیم الشان جسکے علم وقدرت سے کوئی چیز دور نہین ہے اور متعال یعنی متعالی جو ہر چیز پر اپنے قابو سے قدرت وغلبہ رکھتا ہو اور بعض نے کہا کہ کبیر وہ ہے جو ایسی اعلے شان پر ہے کہ مخلوق کا اُسکی تعریف کرنا اُسکے لائق نہین پہونچتا اور متعالی وہ کہ اُنکی تعریفون سے وہ برتر ہے اقول یہ صحیح ہے کہ مخلوق اپنے خالق عز وجل کی صفات اپنی عقل سے نہین جان سکتی کیونکہ اسکو ادراک ہی نہین کر سکتی تو تعریف کیونکر کرین اور وہ ذات قدیم ہے اور یہ سب خود حادث تو انکی تعریف بھی اُنکے بعد حادث ہے پس وہ قدیم کے لائق کہان سے ہو۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے عالی متعالی علم کی عظمت بندون پر ظاہر فرمائی بقولہ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ

یعنی اُس کا علم ایسا ہو کہ برابر ہے تم مین سے جو خفیہ بات کرے اور جو آواز سے یہ بات کہے۔ یعنی تم مین سے جس نے خفیہ بات کہی اور جسنے اسطرح کہ دوسرے نے سُنا دونون اللہ تعالےٰ کے نزدیک برابر ہین اُس کے سمیع ہوتے مین آواز و اسرار کو کچھ دخل نہین ہو وہ دل کی بات جانتا ہے اور حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ پاک ہو وہ اللہ تعالےٰ عز وجل جس کا سمیع ہونا ہر قول سے متعلق ہے پس قسم ہے اللہ تعالےٰ کی کہ وہ عورت جو اپنے شوہر کے معاملہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کرنے آئی تھی (یعنے جس کا قصہ پارہ قد سمع اللہ قول التی تجادلک الآیہ مین ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کی شکایت کرتی تھی اور مین کوٹھری کے ایک گوشہ مین بیٹھی تھی مگر مجھ پر اس کی بعض باتین مخفی رہین اور اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا قد سمع اللہ قول التی تجادلک الآیہ بالجملہ جو خفیہ بات کہے اور جو ظاہر کرے دونون برابر ہین۔ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۭ بِالَّيۡلِ اور برابر ہو وہ جو اخفا چاہتا ہے کسی خفیہ جگہ مین رات مین۔ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ اور جو ظاہر ہے دن مین۔ پس ایک تو رات کا تاریک وقت اور دوم اُس نے خفیہ ہونے کی خواہش کی مگر اللہ تعالےٰ عز وجل بصیر ہے اُس کو ویسا ہی دیکھتا ہے جیسا کہ دن مین ظاہر ہونے والے کو دیکھتا ہے یعنے جو کہ دن کی روشنی کے باوجود اپنے ظاہر ہونے کا کہ سب دیکھین قصد کرتا ہے دونون برابر ہین بیضاوی رح نے کہا کہ سارب عطف ہے مَن پر اور ہو سکتا ہے کہ مستخف پر عطف ہو مگر اس صورت مین کہ مَن کے تحت مین مستخفی و سارب دونون داخل ہونگے اور جابجا معلوم ہو چکا کہ یہ موصول معنی مین واحد و جمع سب کے لیے صالح ہے پس معنے یہ ہونگے کہ سواء منکم من ہو مستخف و سارب۔ یعنی برابر ہین تم مین سے وہ دونون ایک رات مین مستخفی اور دوم دن کا سارب۔ اور کلام مین دو فائدے ہین اول آنکہ اللہ تعالےٰ عز وجل سمیع ہو کہ مخفی و مجاہر دونون کا قول سنتا ہو اور اللہ تعالےٰ بصیر ہو کہ مختفی و ظاہر دونون کو دیکھتا ہو اور اسکا دیکھنا دن کی روشنی مین یا نہ دیکھنا رات کی تاریکی مین نہین بلکہ رات دن اُسکے حضور مین یکسان ہین اور جو کوئی اس مین غور کرے اور اللہ تعالےٰ عز وجل کی عظمت کو جانے وہ انوار ایمان سے سیراب ہو۔ دوم آنکہ مخلوق کے لیے جو اسباب کسی چیز کے لیے قرار پائے ہین انکا قیاس و دخل اللہ تعالےٰ کی شان مین نہین چنانچہ دیکھنے کے لیے روشنی شرط ہے اور آنکھین شرط ہین اور رُخ و جہت شرط ہے مگر اللہ تعالےٰ کے دیکھنے کے لیے کوئی اسباب نہین ہے بلکہ مخلوق مین جو سبب نہ دیکھنے کا تھا وہ اللہ تعالےٰ کی شان مین ہیچ ہے چنانچہ تاریک رات مین اُس کا دیکھنا مثل دن کے ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو جو فرقہ آخرت مین دیدار آلہی عز وجل سے انکار کرتے ہین اور اپنے اوہام و شرائط و قیاسات لگاتے ہین محض جہالت ہے اور حق تعالےٰ نے فرمایا ماتکون فی شان وماتتلو منہ من قرآن ولاتعملون من عمل الاکنا علیکم شہودا اذ تفیضون فیہ ومایعزب عن ربک من مثقال ذرۃ الآیہ اور اس کی تفسیر مع دیگر آیات صفات کے سابق مین گذرین پس جیسے اُسکے دیکھنے کے لیے ہم کو ہمارا کسی جگہ ہونا کافی ہے اسی طرح ہمارے اُس کو دیکھنے کے لیے جبکہ اپنے فضل و کرم سے ہم کو قوت عطا فرمادے صرف ہمارا کسی جگہ پر ہونا کافی ہوگا اُس کے واسطے جیسے اب یہ ضرورت نہین ویسے تب تو انکار دیدار کا جو وہم تھا ساقط ہوا والحمد للہ رب العالمین۔ پھر آدمیون پر ان کے احوال کے محافظ ذکر فرمائے بقولہ۔ لَهُۥ مُعَقِّبَٰتٌ مِّنۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهِۦ اس کے لیے معقبات ہین سامنے و پیچھے۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ یعنے ہر ایک خفیہ بات کرنے والے یا ظاہر گفتگو کرنے والے اور مستخفی و سارب کے لیے۔ اور ظاہرا یہ صفت عام انسان کے لیے ہے کیونکہ کوئی اس سے خالی نہین ہو لہذا امام حافظ رح نے کہا کہ مراد یہ ہو کہ ہر بندہ کے لیے معقبات یعنی ملائکہ ہین کہ متعاقب یکی در عقب دیگرے اسپر محافظ ہوتے ہین۔ اور بعض نے ذکر کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ضمیر فقط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔

مین کہتا ہون کہ امام فرا رح نے معالم مین جو اُس کا سبب نزول لکھا ہے اور عنقریب انشاء اللہ تعالےٰ آویگا اس سے قول ابن عباس کی تقویت ہوتی ہے اور کہا گیا کہ سبب نزول اگرچہ خاص ہو لیکن حکم عام ہے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ معقبات یعنی ملائکہ ہین کہ عقب ایک دوسرے کے آدمی کی حفاظت کرتے ہین یا اُس کے اعمال کے عقب مین نیکی یا بدی لکھتے ہین یا عقبات جماعات ہین۔ امام حافظ رحمہ اللہ نے کہا کہ ملائکہ ایک بعد دوسرے کے محافظ ہوتے ہین رات کے الگ ہین اور دن کے علیحدہ ہین جو اس کو عالم کے وقائع مکروہات و حوادث سے بچاتے ہین۔ مین یہ کہتا ہون کہ مراد یہ کہ اگر ملائکہ محافظ نہ ہون تو آدمی پر ہر وقت ایسے ایسے وقائع و حوادث پیش آوین جو کبھی امر مقدر نازل ہونے کے وقت پیش آتے ہین۔ شیخ حافظ رح نے کہا کہ جیسے دوسری قسم کے ملائکہ اعمال کے نگہبان ہین وہ بھی دن کے اور ہین اور رات کے اور ہین اور دو فرشتہ دائین بائین اُس کے اعمال لکھتے ہین داہنا تو نیکیان لکھتا ہے اور بایان بدیان لکھتا ہے اور دوسرے دو فرشتہ اُس کو آگے پیچھے سے حفاظت کرتے ہین پس آدمی چار فرشتون کے بیچ مین ہے جو رات و دن کے متعاقب ایک دوسرے کے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ ہمیشہ یکے بعد دیگرے تم مین ملائکہ آتے ہین ایک گروہ رات کو اور ایک گروہ دن کو اور دونون گروہ نماز صبح و نماز عصر کے وقت جمع ہوتے ہین پس جو رات مین تم مین رہے تھے وہ رب تبارک و تعالےٰ کی طرف صعود کرتے ہین پس وہ بندون کو دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ تم نے میرے بندون کو کس حال پر چھوڑا پس کہتے ہین کہ جس وقت ہم اُن کے پاس پہونچے وے نماز پڑھتے تھے اور جس وقت ہم نے اُن کو چھوڑا اس وقت وے نماز پڑھتے تھے الحدیث۔ اور لکھا کہ دوسری حدیث مین ہے کہ تمھارے ساتھ ایسے ملائکہ ہین کہ تم سے جُدا نہین ہوتے مگر اُس وقت کہ تم پیخانہ جاؤ اور جب جماع کرو تو تم اپنی حرکات مین اُن سے شرم کیا کرو اور اُنکی تکریم کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ جو نماز صبح و نماز عصر مین جمع ہوتے ہین شاید کہ یہی محافظین ہون جو ہر فرد کے ساتھ تقسیم ہو جاتے ہون اور شاید کہ دوسرے ہون اور بعض روایات مین ستر ہزار تعداد ہے اور یہ کہ ہمیشہ نئے اُترتے ہین جو ایک مرتبہ آئے ہین وے پھر نہین آتے ہین سبحان اللہ تعالےٰ اُس کی مخلوق کی انتہا کوئی نہین جانتا کما قال تعالےٰ ولایعلم جنود ربک الاہو۔ پھر مین کہتا ہون کہ ستر ہزار تعداد کے لحاظ سے محافظین یہ نہین معلوم ہوتے ہین مگر آنکہ حفظ کثیر کا بعض سے ہو یا کیفیت اُس کی علم آلہی مین ہو۔ اور معالم مین ہے کہ معقب ایک گروہ ملائکہ ہین تو اس کی جمع معقبات بطریق تانیث اس وجہ سے ہوئی کہ معقب کی جمع معقبہ ملائکہ پھر اس جمع کی جمع معقبات جیسے ابن کی جمع الجمع ابنارات اور رجل کی جمع الجمع رجالات لاتے ہین اور سراج مین کہا کہ اخفش کا قول ہے کہ بسبب کثرت کے تانیث کے طور پر جمع لاتے ہین جیسے نسابہ و علامہ وغیرہ اور سراج مین کہا کہ دلیل مذکر ہونے کی قولہ تعالےٰ یحفظونہ من اَمۡرِ اللّٰهِ حفاظت مین رکھتے ہین یہ معقبات آدمی کو اللہ تعالےٰ کے امر سے۔ یعنی جس طرح امر آلہی ہوتا ہے یہ معقبات اسی طرح آدمی کی حفاظت رکھتے ہین۔ سوال ہوا کہ اس معنے مین تو بامر اللہ ہونا چاہیے تو جواب دیا گیا کہ من بمعنے با ہے اور دوسرا جواب یہ کہ تقدیر کلام یہ کہ ذلک الحفظ من امر اللہ ای مما امر اللہ بہ۔ یعنے اس کی حفاظت کرتے ہین اور یہ حفاظت کرنا اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہے یعنے منجملہ حکم آلہی کے ہے اور تیسرا جواب یہ کہ تقدیم و تاخیر ہے یعنے لہ معقبات من امر اللہ من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ۔ یعنے آدمی کے واسطے اللہ تعالےٰ عز وجل کے حکم سے معقبات ہین جو اُس کی نگہبانی رکھتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اس مین تقدیم و تاخیر قرار دینے کی ضرورت نہین ہو بلکہ یہ معنے اسی نظم سے ظاہر ہین کیونکہ کلام گویا یون ہو کہ لہ معقبات من اللہ چنانچہ ابن عباس رض نے کہا کہ المعقبات من اللہ ہی الملائکۃ یعنی اللہ تعالےٰ عز وجل کیطرف سے جو معقبات آیت مین بیان ہین وہ ملائکہ ہین یہ علی بن

ابی طلحہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی اور شیخ حافظ رحہ نے ذکر کیا کہ عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ ملائکہ ہین جو اُسکو
آگے سے اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہین پھر جب کوئی امر مقدر آلہی آتا ہے تو اُس کو چھوڑ دیتے ہین۔ اور مجاہد رحہ نے کہا کہ ہر آدمی کے
لیے ضرور ایک فرشتہ محافظ ہے جو نیند مین اور بیداری مین جن وانس وسانپ بچھو کیڑے مکوڑون سے اُس کی حفاظت کرتا
ہے پس جو چیز اُس کی طرف اُن مین سے قصد کرتی ہے فرشتہ اُس کو پھیر دیتا ہے باستثناء اس چیز کے جو اللہ تعالےٰ کی اجازت
سے آوے یعنی مقدر تو وہ اس آدمی تک پہونچ جاتی ہے۔ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ دنیا کے پادشاہ کا
حال ہو کہ آگے پیچھے سے محافظ اُس کی نگہبانی کرتے ہین اور عوفی نے بھی ابن عباس سے اسی کے قریب روایت کیا ہو۔ اور قریب
اُسکے قول عکرمہ ہو۔ اور ضحاک نے کہا کہ وہ بادشاہ ہو جو امر آلہی سے محروس ہو اور وے اہل شرک ہین شیخ حافظ نے ان روایات کے
بعد لکھا کہ شاید ابن عباس وعکرمہ وضحاک کی مراد اس سے یہ ہو کہ ملائکہ معقبات بندے کو جسطرح حفاظت کرتے ہین اس کی صورت ایسی
ہو جیسے بادشاہون وامراء کے گرد محافظ ہوتے ہین اور لکھا کہ ابو جعفر بن جریر رحہ نے اس مقام پر بیشک ایک غریب حدیث روایت کی
کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آگاہ فرمایئے کہ ہر بندہ کے ساتھ
کتنے فرشتے ہوتے ہین فرمایا کہ ایک فرشتہ تیرے داہنے پر ہو تیری نیکیان لکھنے کو اور وہ سردار ہو اسپر جو تیرے بائین پر تیری برائیون کے لیے ہو
پس جب تونے کوئی نیکی کی تو وہ دس گونہ لکھتا ہو اور جب تونے بُرائی کی تو بایان پوچھتا ہو داہنے سے کہ مین اُسکو لکھون وہ کہتا ہو کہ نہین شاید وہ
توبہ کرلے یا استغفار کرے پھر جب وہ تین مرتبہ اجازت مانگتا ہو تو وہ کہتا ہو کہ لکھ لے اللہ تعالے عز وجل ہم کو اس سے راحت دیوے کیونکہ یہ بُرا ہمنشین ہو
کسقدر کم اللہ تعالے کا دھیان رکھتا ہو اور کتنا کم اس سے شرماتا ہو اللہ تعالے فرماتا ہو مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔ اور دو فرشتہ
تیرے آگے پیچھے ہین۔ اللہ تعالے فرماتا ہو لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ الآیہ۔ اور ایک فرشتہ تیری پیشانی پر قابض ہو پس جب تونے
اللہ تعالے کے لیے تواضع کی تو وہ تجھے اونچا کرتا ہو اور اگر تونے اللہ تعالے پر سرکشی کی تو تیری تحقیر کرتا ہو اور دو فرشتہ تیرے ہونٹھون پر ہین
کہ وہ فقط تیرے درود بھیجنے کے محافظ ہین جو تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر بھیجے اور ایک فرشتہ تیرے دہن پر قائم ہو جو تیرا محافظ ہے کہ
تیرے مُنھ مین سانپ نہ گھس جاوے اور دو فرشتے تیری دونون آنکھون پر ہین پس ہر آدمی پر یہ دس فرشتے ہین دن بھر والے
پھر رات بھر والے اُترتے ہین کیونکہ رات والے دن والون سے علاوہ ہین پس ہر آدمی پر بیس فرشتے ہوئے اور ابلیس دن مین آدمی پر
وسوسہ ڈالتا ہو اور اس کی اولاد رات مین مترجم کہتا ہو کہ سراج مین بھی اُسکو نقل کیا ہو وقال الحافظ غریب جدًا۔ اور لکھا کہ امام
احمد رحہ نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مین کوئی شخص خالی نہین مگر کہ اُسکے ساتھ ایک ہمنشین جن
یعنے شیطان سے ہے اور ایک ہمنشین ملائکہ سے ہو تو صحابہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی ہین فرمایا کہ ہان میرے ساتھ بھی ہین
ولیکن اللہ تعالے نے مجھے اعانت فرمائی تو مجھے مشورہ نہین دیتا مگر بھلائی کا۔ تفرد بہ مسلم فی صحیحہ۔ مترجم کہتا ہے کہ دوسری حدیث سے
ثابت ہے کہ آدمی مین دو لمہ ہین ایک لمۃ الملک وایک لمۃ الشیطان اور دوسری حدیث مین تفصیل کے ساتھ شیطانی ہمزاد کا
بُرائی پر وسوسہ دینا اور مشورہ دینا مذکور ہے اور فرشتہ کا بھلائی پر مشورہ دینا مروی ہے حتے کہ جب آدمی ہمزاد شیطانی کا کہنا مان لیتا
ہو تو فرشتہ کو افسوس ہوتا ہے۔ اور مترجم کہتا ہو کہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہو کہ ایمان والا جب مرجاتا ہو تو اُس کے جسم کے ساتھ اُس کا
ہمزاد بھی مقید مدفون ہوتا ہے اور کفار کا ہمزاد شیطان چھوٹا پھرتا ہو اور واضح ہو کہ اکثر جن لوگون کو بھوت پریت دیکھنے کا اتفاق ہوا

اور اس نے اپنا وہ نام ونشان تبلایا جو کسی مشرک مردہ کا تھا تو یہ ظاہر او ہی ہمزاد شیطان ہے جسکو کچھ قدرت نہین الاماشاء اللہ اور
وہی کبھی دوسری صورتون مین ظاہر ہوتا ہے حالانکہ وہ آدمی مشرک جسکا یہ نام لیتا ہے وہ عذاب مین گرفتار ہے۔ اور دجال کے ساتھ
اکثر اس قسم کے شیاطین ہونگے اور واضح ہو کہ جو لوگ صادق الایمان ہین بوجہ قوت ملکیہ کے انکے روبرو ہونا اس کا کام نہین الاماشاء اللہ
اور شیخ عبد الغفور لاری رحہ نے لکھا کہ بعض اولیاء اللہ نے کہا کہ اہل ایمان کے نور سے جن پارہ پارہ ہوجاتے ہین۔ شیخ حافظ رحہ نے
لکھا کہ قولہ تعالے یحفظونہ من امر اللہ بعض نے کہا کہ یہ مراد ہے کہ یہ ملائکہ اس آدمی کو محفوظ رکھتے ہین امر آلہی سے چنانچہ اسی کو علی بن
ابی طلحہ وغیرہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کیا اور یہی مذہب مجاہد وسعید بن جبیر وابراہیم نخعی وغیرہم کا ہے اور قتادہ نے یہ بھی
کہا کہ بعض قراءۃ مین یحفظونہ بامر اللہ ہے۔ اور کعب احبار رحہ نے کہا کہ اگر یہ نہوتا کہ اللہ تعالے عز وجل نے تمپر ملائکہ موکل کیے جو تمھارے
کھانے پینے اور پردہ کی چیزون مین مکروہات کو دور کرتے رہتے ہین تو تم اچک لیے جاتے۔ ابو امامہ رضہ نے کہا کہ کوئی آدمی نہین مگر آنکہ
اُس کے ساتھ فرشتہ ہے جو اس سے ہر مکروہ دفع کرتا رہتا ہے یہان تک کہ جو مکروہ اُس کے حق مین مقدر ہے اُس کے سپرد کردیتا ہے۔
ابو مجلز رحہ نے کہا کہ قبیلہ بنی مراد سے ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا آپ نماز پڑھتے تھے اُس نے کہا کہ آپ حراست کیجیے
یعنے لوگ اپنے محافظ مقرر کیجیے کیونکہ کچھ لوگ بنی مراد کے آپ کو قتل کرنا چاہتے ہین تو فرمایا کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ ہین
اس کو ایسی بات سے محفوظ رکھتے ہین جو اُس کے حق مین مقدر نہین ہے پھر جب امر مقدر آجاتا ہے تو اُس کو مقدر کے ساتھ چھوڑتے ہین
اور موت کا وقت ایک مضبوط قلعہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یحفظونہ من امر اللہ یعنے یحفظونہ بامر اللہ جیسا کہ حدیث مین ہو کہ صحابہ رضہ نے کہا کہ
یا رسول اللہ آپ رواد دیکھتے ہین کہ ہم رقیہ کرین کیا اس سے کچھ مقدر ٹل جائے گا فرمایا کہ یہ بھی اللہ تعالے عز وجل کے نزدیک مقدر ہوتا ہو
پھر حق تعالے نے آگاہ فرمایا کہ جس عمدہ نظام پر احسان آلہی آدمیون کے ساتھ ہے وہ جب ہی بدلتا ہے کہ آدمی خود اپنے نیات و
نیک چال چلن کو بدلتے ہین اور ابن ابی حاتم نے بسند جید شیخ ابراہیم رحمہ اللہ تابعی سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے انبیاء بنی اسرائیل
مین سے ایک نبی کو وحی فرمائی کہ اپنی قوم سے کہدے کہ کوئی گانون والے یا گھر والے جو اللہ تعالے کی طاعت پر ہون پھر بدل کر
شرک ومعصیت پر ہو جاوین تو یہی ہوگا کہ اللہ تعالے عز وجل اُن سے وہ حالت جسکو محبوب رکھتے تھے بدلکر وہ حالت کردے جسکو
ناگوار رکھتے ہین پھر ابراہیم نخعی رحہ نے کہا کہ اُس کی تصدیق کتاب آلہی قرآن مجید مین موجود ہے یعنی قولہ تعالے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ
بیشک اللہ تعالے عز وجل تبدیل نہین فرماتا اس حال کو جو ایک قوم کے ساتھ ہو یعنی پسندیدہ حالت کو نہین بدلتا حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا
بِاَنۡفُسِہِمۡ یہان تک کہ وہی بدلتے ہین وہ بات جو اُن کے نفوس مین ہے۔ یعنے حالت ایمان وطاعت کو اور اللہ تعالے کا جو حکم ہوا
اُس کے ماننے کی نیت کو جب بدلتے ہین تو اللہ تعالے اُن کی حالت کو بھی بُرائی کی طرف بدل ڈالتا ہو اور بشارت ہو کہ برعکس اس کے
جو کوئی آدمی یا قوم کسی معصیت وشرک مین ہو پھر توبہ واستغفار سے طاعت کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالے عز وجل اُس کی بُری
حالت کو اچھی حالت کی طرف بدل دیتا ہے چنانچہ ابن کثیر رحہ نے کہا کہ عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی کتاب صفۃ العرش مین اپنے اُستاد
سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی الحدیث اور اس مین ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تبارک وتعالے سے حدیث قدسی
بیان فرمائی کہ رب عز وجل نے فرمایا کہ قسم مجھے میری عزت وجلال کی اور اپنی عرش پر فوقیت کی کہ نہین کوئی قریہ ونہ گھرانا جو میری
ایسی نافرمانی پر ہون جسکو مین مکروہ رکھتا ہون پھر اس حالت سے بدلکر ایسی سنت اختیار کرین میری فرمانبرداری کی جسکو مین محبوب رکھتا ہون مگر

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

آنکہ ضرور مین انکو اپنے عذاب کی مکروہ حالت سے بدلکر اپنی رحمت کی محبوب حالت پر کر دونگا - قال الحافظ غریب وفیہ من لا اعرفہ حاصل آنکہ جس قوم پر بعد نعمت کے نکبت وفلاکت آتی ہے وہ جب ہی ہوتی ہو کہ وے اپنے طریقہ ونیت کو متغیر کرکے عذاب آلہی کی راہ پر لیجاتے ہین یا یہ مراد ہے کہ تغیر نعمت آلہیہ جب ہوتی ہے کہ وے اپنی فطرت کی صلاحیت زائل کر دیتے ہین اور بعض نے کہا کہ مراد یہ نہین ہو کہ کسی آدمی پر عذاب نہین آتا جب تک کہ وہ کوئی گناہ نہ کرے بلکہ کبھی غیرون کے گناہ سے گرفتار مصیبت ہو جاتا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ پوچھنے والے نے پوچھا کہ یارسول اللہ کیا ہم ہلاک کیے جائینگے حالانکہ ہم مین صالحین موجود ہون تو فرمایا کہ ہان جب خبث زیادہ ہو جائے - مترجم کہتا ہے کہ خبث سے بعض نے کہا کہ زنا مراد ہو اور بعض نے کہا کہ فسق وفجور سے فاجرون کی زیادتی مراد ہے خواہ زنا سے ہو یا چوری وشراب خواری ورشوت وغیرہ سے ہو - پھر مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت منجملہ مشکل آیات کے ہے اور وجہ اسکی یہ ہو کہ نعمت ونقمت لوگ پہچان نہین سکتے اور اچھی حالت وبری حالت کا امتیاز مرد بصیر کا کام ہو اول مین کہتا ہون کہ بغیر گناہ کے دوسرون کے گناہون سے ہلاک ہونا جو اس قائل نے عذاب خیال کیا خلاف تحقیق ہو اور صحیح یہ ہو کہ قوم مین جب فسق پھیلا اور طاعت چھوٹی تو صالحین دو طرح کے بعض منع کرکے مجبور ہوئے اور بعض خاموش رہے تو عذاب وہلاکت ان صالحین کے لیے سو شہید کا ثواب ہو جو روکتے و منع کرتے تھے اور باقیون کے واسطے عذاب ہو پھر قیامت مین نیتون پر مبعوث ہونگے اور زیادہ تفصیل اسکی قولہ واتقوا فتنۃً لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃً کی تفسیر مین گذری پھر مہاجرین رضی اللہ عنہم سخت فلاکت مین تھے اور انصار رضی اللہ عنہم جہاد مین اولاد واقارب کے قتل سے بعضے خانہ ویران ہو گئے تھے مگر یہ سب ایسے افضل حالت پر تھے کہ اس سے بہتر ممکن نہین ہو اور مشرکین کہ نے جب طاعت آلہی سے سرکشی کی اور خراب حالت پر ہوئے تو یہ نعمت آلہی کی ناشکری سے ہوئی - اور جو قوم کہ اموال واولاد سے بھرے ہوئے اتراتے ہین اور اللہ تعالیٰ عز وجل و اُسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہین یہ سب اُن کے لیے وبال وعذاب ہو اور اسلام مین جب سے فتنہ پھیلا اور آخر اس زمانہ مین لوگ نام کے مسلمان رہ گئے صرف زبان سے کلمہ توحید پڑھتے ہین اور دل مین اثر نہین اور کثرت سے فسق وفجور وشرکیات ومعاصی پھیلے تو ظاہر ایہ قوم جنت کی مالک ہونے کی صلاحیت نہین رکھتے ہین اور باوجود اسکے دنیا مین ذلت وفلاکت مین گرفتار ہین پس یہ انکی حالت انکے لیے عذاب ہو پھر تحقیق یہ ہو کہ آیت کریمہ مین تغیر باطنی سے تغیر ظاہری منوط فرمایا ہو اور یہ عام ہو حتی کہ کافر قوم جو بادشاہ کردیے گیے اور اس کی نیت یہی کہ لوگون کو آرام وآسایش دیجاوے پھر اُس کی نیت بدلی اور چاہا کہ لوگون کے اموال سمیٹے اور کسی طریقہ سے اُنکو مجبور کرے تو اس قوم کی حالت بدل جاویگی اور ظلم سے سلطنت باقی نہ رہیگی اور اُسکی حکمت کہ کافر قومون کو کس وجہ سے حکومت و بادشاہت دیگئی یہ عقل بشری سے باہر ہے اور یہ قصہ دراز ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے بندون کے احوال کا دانا تر ہو پس خلاصہ بیان ان آیات کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل کی طرف سے مخلوق بندون پر خواہ کافر ہون یا مسلمان ہون ملائکہ محافظ عافیت ہوتے ہین اور جس حال پر جو شخص دنیا مین ہو عافیت سے رہتا ہو یہانتک کہ وہ اپنی باطنی نیات وخیالات کو بدلین تب اللہ تعالیٰ عز وجل انکی حالت کو بدل دیتا ہو حتی کہ جو لوگ کفر وشرارت پر تھے اگر صلاحیت پر ہو جاوین تو اُن کی ایسی حالت کردی جائیگی کہ جس کا نتیجہ خواہ بالفعل یا بعد چندروز کے آخرت مین نہایت نیک دعزت کا ظاہر ہو پس اہل بصیرت اُنکی دنیاوی مسکنت کو باوجود طاعت کے انیر سعادت و نیک حالت دیکھینگے حتی کہ جو قوم باوجود کفر ومعصیت کے تونگری ودولت وتندرستی واموال واولاد سے بھری ہو باوجود معصیت کے انکی یہ حالت اہل بصیرت کی نظرون مین عذاب واستدراج ہو پھر اگر اُنھون نے اپنی نیت بدلکر کفر وشرک وظلم وتعدی وبدعت کی طرف پھیری

تو اُن کی حالت مذکورہ بھی بدل دیجاوے گی - اور ظاہر واقعہ وسبب نزول کے وقت کی حالت بعض قوم مشرکین کی تنبیہ تھی کہ شرک کے باوجود انکو ایک حالت عافیت کی دی گئی تھی مگر انھون نے کفر وانکار وایذائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ومقاتلہ مومنین واُن کی اذیت سے اپنی باطنی حالت بدلی پس اللہ تعالیٰ عز وجل نے بھی ان کی حالت عافیت کو بدلا - امام فراء رح نے معالم مین ذکر کیا کہ قولہ تعالیٰ لہ معقبات الآیہ مین لہ کی ضمیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو - جویبر نے ضحاک عن ابن عباس رض روایت کی کہ معنی یہ ہین کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے اللہ تعالیٰ عز وجل کی طرف سے محافظ ونگہبان ہین جو اُس کے گرد پیش اسکو امر اللہ سے محفوظ رکھتے ہین اقول یعنے عذاب آلہی سے پس امر اللہ - یہان عذاب اللہ ہے جیسے قولہ حتی یاتی امر ربک - وقولہ اتاہا امرنا لیلا او نہارا - اور مراد عذاب سے وہ امور جو حوادث وبلیات مکروہات ہین چنانچہ خود معالم مین تفسیر فرمائی کہ اسکو امر اللہ سے محفوظ رکھتے ہین یعنے شیاطین وطوارق اللیل والنہار کی شر وایذا سے محفوظ رکھتے ہین - اور لکھا کہ عبد الرحمن بن زید نے کہا کہ یہ آیت عامر بن الطفیل واربد بن ربیعہ کے حق مین نازل ہوئی اور ان دونون کا قصہ کلبی نے ابو صالح سے اس نے ابن عباس رض سے اسطرح روایت کیا کہ عامر بن الطفیل واربد بن ربیعہ دونون بنی عامر سے تھے دونون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قصد کرکے چلے اور سامنے آئے اور آنحضرت صلعم اُس وقت چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد مین بیٹھے تھے پس وہ دونون مسجد مین داخل ہوئے اور عامر اگرچہ ایک آنکھ سے کانا تھا مگر بہت خوبصورت تھا لوگون نے گردن اُٹھا اُٹھا کر عامر کی خوبصورتی کو دیکھنا شروع کیا اور ایک نے کہا کہ یارسول اللہ یہ عامر بن الطفیل آپ کی طرف آتا ہو آپ نے فرمایا کہ آنے دے اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کی نیک نیت ہو تو اسکو ہدایت فرماویگا پس وہ آکر آنحضرت صلعم کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ یا محمد اگر مین مسلمان ہو جاؤن تو میرے واسطے کیا ہو فرمایا کہ تیرے لیے وہ ہو جو تمام مسلمانون کے لیے ہو اور تجھپر وہ جو سب مسلمانون پر ہو - بولا کہ بعد اپنے میرے لیے خلافت مقرر کردوگے - فرمایا کہ یہ بات میرے اختیار مین نہین ہو بلکہ یہ فقط اللہ تعالیٰ عز وجل کے قبضہ قدرت مین ہو وہ جسمین چاہیگا رکھیگا - بولا کہ اچھا مجھکو وبر پر حاکم کردو اور تم مدر پر حاکم رہو فرمایا کہ نہین تب بولا کہ پھر میرے لیے کیا کروگے فرمایا کہ تیرے لیے گھوڑون کا دستہ کردونگا جسپر سوار ہو کر تو جہاد کرے - بولا کہ یہ کیا اب میرے لیے حاصل نہین ہو میرے ساتھ اُٹھ کھڑے ہو مین تم سے کچھ باتین کرونگا پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے ساتھ کھڑے ہوگئے اور عامر نے اربد کو پہلے نصیحت کردی تھی کہ جب مین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو باتون مین لگاؤن تو فوراً اُن کی پشت کی طرف آجانا اور تلوار سے کام تمام کردینا پس عامر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باتون مین طول دیا اور جھگڑالو باتین کرنے لگا پس اربد آپ کے پیچھے پہونچا اور اس نے تلوار میان سے کھینچی مگر ایک بالشت نکل کر رہ گئی اور آگے اللہ تعالیٰ نے روک دی کہ ہرگز اس سے نہین کھچی اور عامر اسکو برابر اشارے کیے جاتا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مڑکر دیکھ لیا کہ جو حرکت اربد نے اپنی تلوار سے کی تھی پس فرمایا کہ اللہم اکفنیہما اے رب میرے تو مجھے ان دونون سے کافی ہو جس طرح تو چاہے پس اللہ تعالیٰ عز وجل نے اربد پر بجلی بھیجی حالانکہ دن گرم بغیر بادل کے صاف پڑا تھا پس اربد تو صاعقہ سے جل کر مر گیا اور عامر اُلٹے پاؤن بھاگا اور بکتا گیا کہ اے محمد تو نے اپنے رب سے دعا مانگی جس سے اربد مر گیا واللہ مین تجھپر چڑھا لاؤنگا خیل خیل نوجوان شہسوار جو وادی مین بھر جاوینگے پس آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھکو اس سے باز رکھیگا اور تیرے مقابلہ کو قیلہ کے دونون بیٹے ہونگے یعنے انصار کے دونون گروہ اوس وخزرج - پھر عامر بھاگ کر ایک سلولیہ عورت کے یہان اُترا پھر صبح کو اُٹھا تو اپنے ہتھیار باندھے اور اسکا رنگ چہرہ متغیر ہو گیا تھا اور جنگل مین گھوڑا دوڑاتا جاتا اور شعر پڑھتا اور کہتا کہ اے ملک الموت ظاہر ہو کر سامنے ہو اور کہتا کہ قسم ہے لات کی کہ اگر

محمد و اُسکا ملک الموت دونون میرے سامنے آدین تو اپنے اس نیزہ سے انکو مار ڈالون پس اللہ تعالے نے اُسپر اپنا ایک فرشتہ بھیجا جس نے اُس کو ٹھوکر ماری کہ گھوڑے سے گر کر خاک مین لوٹ گیا اور اسی وقت اُس کے گھٹنے مین ایک بڑا بھاری غدہ نکل آیا پس اسی حالت سے وہ سلولیہ کے گھر مین واپس آیا اور کہتا کہ ہاے یہ غدہ تو اونٹ کے غدہ کی طرح ہے اور سلولیہ کے گھر مین میری موت ہے پھر گھبرا کر اپنا گھوڑا مانگا اور اُس پر سوار ہو کر ہانکا مگر راہ مین اُسی کے پیٹھ پر مر گیا اور اللہ تعالے نے اپنے رسول صلعم کی بددعا ان دونون مردودون کے حق مین پوری کر دی اور اسی واقعہ مین اللہ تعالے نے نازل فرمایا ہے قولہ تعالے سواء منکم من اسر القول ومن جہر بہ ومن ہو مستخف باللیل وسارب بالنہار لہ معقبات من بین یدیہ الآیہ یعنے آنحضرت صلعم کے سامنے و پیچھے ملائکہ ہین جو ان کی حراست کرتے ہین اور انھین دونون عامر و اربد کے حق مین نازل فرمایا کہ ان اللہ لا یغیر بالقوم حتے یغیروا ما بانفسہم۔ ایسا ہی امام نے معالم مین ذکر فرمایا ہے و علے ہذا معنے یہ ہین کہ بنو عامر مع اپنے سردار عامر بن الطفیل کے عافیت مین تھے کہ یکایک انھون نے سلطنت عرب کی ہوس کی اور چاہا کہ اللہ تعالے عزوجل کے رسول کو بلا محافظت قتل کرین اور خود سب پر سردار ہو جاوین پس اللہ تعالے نے ان کی عافیت کی حالت کو متغیر نہین کیا یہانتک کہ خود ہی انھون نے اپنی باطنی حالت کو بدلا۔ اور علماء کا اتفاق ہے کہ سبب نزول اسکا جو کچھ ہو لیکن حکم عام ہے چنانچہ امام نے معالم مین کہا کہ قولہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم یعنی کسی قوم کی عافیت و نعمت کو متغیر نہین فرماتا حتی یغیروا ما بانفسہم یہانتک کہ وہی بدلین وہ جو انکے نفوس مین ہے یعنی بہتر حالت کو بدل کر معصیت و ظلم و فساد کی نیت و افعال اختیار کرین۔ پھر انکو اپنی قدرت و تسخیر و کبریائی ظاہر فرمائی بقولہ۔ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا اور جب اللہ تعالے چاہے کسی قوم کے ساتھ برائی یعنی نعمت زائل ہو کر دنیا و آخرت کی خواری مین بوجہ بدنیتی و ناکارہ افعال اور نافرمانی پروردگار و شرک و کفر و ایذاے مومنین کے مبتلا ہون تو۔ فَلَا مَرَدَّ لَهٗ تو اُس کے ارادہ کے لیے رد نہین یعنی جو وہ چاہتا ہے اُس کے پھیر دینے کی قدرت کسی کو نہین ہے وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ اور سواے اللہ تعالے کے اُنکا کوئی والی نہین ہے جس کے پاس پناہ پکڑین اور بعض نے کہا کہ والی جاے پناہ۔ ف بعض جاہل یہان اعتراض کرتے ہین اور سمجھتے نہین پس واضح ہو کہ یہ بیان تقدیر کا ہے اور اس سے معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقون کا قول ہم کو قطعی باطل ثابت ہو گیا جو کہتے ہین کہ ہمارا کام تدبیر پر ہے اور ہم کہتے ہین کہ نہین تقدیر ہے اور تدبیر تو حواس و عقل کے موافق کام کرنے کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ جو لوگ ذلت و خواری مین پڑ جاتے ہین انکے حواس و عقل موجود ہوتے ہین پھر اگر کہو کہ وے انکو کام مین نہین لاتے ہین تو یہ موقع تقدیر کا ہے اور کوئی شخص دنیا مین ایسا نہین ہے جو تدبیر نہ کرتا ہو حتی کہ راہ چلنے مین آنکھون سے دیکھکر چلنا اور برف کے دنون مین کھلے میدان مین نہ سونا اور بدن کو ڈھانکنا وغیرہ سب تدبیر کرتے ہین مگر بعضے لوگ نادانی سے اُسکو توکل کے خلاف نہین سمجھتے ہین اور کپڑا حاصل کرنے کی تدبیر خلاف توکل سمجھتے ہین اللہم اہدنا حالانکہ سب مین اللہ تعالے پر توکل چاہیے کہ کپڑا پہننے سے سردی کی بیماری جب ہی نہوگی کہ اللہ تعالے اپنا فضل فرماوے اور یہ جب ہی ہوگا کہ اُسکے علم قدیم مین یہ ہو کہ تیری حفاظت ہوگی پس اسی طرح جس قوم کے حق مین جو کچھ علم قدیم مین آیا ہے وہ ارادہ ازلی قدیم ہے پس جو ارادہ علم آلہی مین واقع ہوا وہی ہر قوم سے صادر ہوگا کیونکہ خالق اللہ تعالے ہے اور تدبیر کا فعل نہ کر سکتا ہے نہ اسکا نتیجہ نکلیگا پس یہی معنے اس آیت سے صاف ظاہر ہین اور ثابت ہو گیا کہ بندون کے فعل بھی اللہ تعالے کے پیدا کیے ہین ف فی العرائس قولہ تعالے و کل شئی عندہ بمقدار۔ اپنے علم قدیم کا احاطہ بیان کیا کہ ہر چیز کو محیط ہے اور عدم سے وجود مین آنے سے پہلے اللہ تعالے کے علم مین اُس کی مقدار

وصورت و تعداد و رنگ و روپ و ایمان و کفر و نفع و ضرر اور جسقدر نفع جس جس کو جو وقت پر ہوگا سب مقدر و معلوم ہے پس جب موجود ہوئی تو حالت ویسی ہی رہی جیسے معدوم ہونے مین تھی کیونکہ عدم و وجود تو ہماری نسبت کر کے ہے اور اللہ تعالے کی حضور مین سب حاضر ہے اور معدوم سے موجود مین ایک ذرہ برابر کسی بات مین کمی و زیادتی نہوگی کیونکہ ربوبیت کے علم مین کچھ ذرہ برابر نقص نہین ہے۔ لہذا جو بندے یہان نیک و صالح ہوتے ہین وہ قبل وجود کے علم آلہی مین نیک تھے اور جسقدر نیکی و درجہ و اعمال ان کے لیے مقدر تھے اُسی قدر رہے اس مین کمی بیشی نہ ہوگی۔ اور منکر کا خیال کسطرف ہے وہ دیکھے کہ ہر شخص عمل کرنے والا اور تدبیرین سوچنے والا کہان سے آیا ہے اسی پاک خالق عزوجل نے اُس کو پیدا کیا ہے اسی سے ابتدا اور اسی کی طرف انتہا ہے اس سے اُس کی ماہیت و حقیقت ایک ذرہ پوشیدہ نہین ہے اور تدبیر والے ہر فعل کسی قوت سے سمجھتے ہین اور یہ قوت علم آلہی مین ذرہ ذرہ معلوم تو انکے افعال بھی معلوم ہین۔ حسین رہ نے کہا کہ ہر ربط محدود اور اپنے وقت پر موقوف ہے نہ مقدار مین تجاوز اور نہ وقت مین تقدیم و تاخیر ہے بعض نے کہا کہ ہر چیز کا وقت و زن مقدار حق تعالے نے رکھا ہے تو جس نے اپنی سانس کی قدر نہ کی اور ضائع چھوڑ دیا وہ غافل ہے اور اسکی غفلت کی مقدار یہ ہے کہ ہر سانس پر غافل ہے ہر دم غفلت مین ہے اور جسنے اس حالت مین اپنی قدر کی وہ غفلت شدید کی قدر کرنے سے نہایت درجہ کا غافل ہے۔ قولہ عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال۔ یہ دلیل سابق ہے کیونکہ جب وہ غیب یعنی معدوم اور شہادت یعنے موجود دونون کا عالم ہے تو عدم مین چیز کی جو مقدار و جو صفت ہوگی موجود ہو کر بھی وہی ہوگی کیونکہ غیب ہماری نظرون کے اعتبار سے ہے اور عرش سے لے کر تمام مخلوق کو کوئی غیب نہین ہے کیونکہ کسی نہ کسی فرد بشر نے اُسکو دیکھا ہے یا ملائکہ نے دیکھا تو غیب وہ ہے جو معدوم ہو اور جب وہ معدوم کا عالم ہوا تو اُس کے علم سے خلاف موجود نہ ہوگا۔ بندون کو خبردار ہونا چاہیے کہ وے اپنے نفس کے باطن سے آگاہ نہین ہین کیونکہ وہ آدمی کی ذات سے خود غیب ہے مگر اللہ تعالے عزوجل اُسکو جانتا ہے تو عارف کو اپنے عرفان پر شرمندگی ہے کہ معلوم نہین کہ وہ کیا جانتا ہے اور درجہ ولایت و کرامت والے محبت و طاعت مین متحیر و شرمندہ ہین کہ دعوے زبان سے نہ نکلے۔ اللہ تعالے اپنے فضل کے ساتھ باطن بندون کا جانتا ہے حتی کہ جو بندے خائف و ترسان ہین اور جو بندے اُس کی محبت مین آنسو بہاتے و آہ و نالہ کرتے ہین ان کے باطن و اسرار اُس کی حضور مین حاضر ہین لا الہ الا اللہ وہ پاک ہے کبیر ہے کوئی بصر اُسکو ادراک نہین کر سکتی اور وہ متعال ہے ہر وہم و خیال سے اُس کے کبریا و عظمت و جلال کے سامنے ہر چیز فنا ہے وہی لم یزل و لا یزال ہے۔ ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عالم درحقیقت وہ شخص ہے کہ حاضر و غائب اُس کے نزدیک از راہ علم کے یکسان ہو نہ اسطرح کہ استدلال سے کسی چیز پر تعلق خاطر ہو اور درحقیقت عالم تو فقط اللہ تعالے عزوجل ہے اور بندون مین سے جسکو اپنے علم سے قوت دی وہ جس حد تک کہ عنایت ہوئی ہے عین الیقین سے دیکھتا ہے جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کبیر متعال عارفون کے دلون مین کبریائی اُسکی اسقدر سمائی کہ ہر چیز انکی آنکھ مین فانی نظر آئی اور وہ متعالی ہے کسی کو اس کی طرف تقرب ہو سواے اُسکے فضل و کرم کے قولہ سواء منکم من اسر القول ومن جہر بہ الآیہ خطرات و ظاہر حالات اُسکے نزدیک یکسان ہین۔ واضح ہو کہ جو عارف غلبہ تمکین سے حقائق معرفت و لطائف اسرار مخفی رکھے اور زبان سے کچھ نہ نکالے تو وہ اللہ تعالے عزوجل پر ویسا ہی ظاہر ہے جیسے وہ عارف جو ہیجان بیہوشی سے حالت سکر مین کچھ کلام کرے تو وہ اللہ تعالے پر ظاہر ہے۔ اور جو بندے صفات و معاملات آلہیہ مین مخفی کلام کرتے ہین اللہ تعالے اُن کے اسرار سے واقف ہے اور نظر اغیار سے پوشیدہ باتین ہین اور بندون کے حالات و مراتب ہین کہ انکے درجہ کے موافق اُنکے کلمات و حرکات متحمل ہوتے ہین اور انعام و اکرام بڑھایا جاتا ہے قال المترجم

یہ اشارہ ہے کہ مثلاً حضرت موسے علیہ السلام نے کہا کہ آن ہی الا فتنتک۔ یہ تیراہی فتنہ ہے تو انبساط وجلال عزت مین فنا ہوکر
واقع ہوا پس غلبہ توحید کبریائی مین بنظر عجز۔ وتفویض قدرت بجناب باری تعالے یہ کلام ایک پیغمبر اولوالعزم سے متحمل ہوا اور اولیاء اللہ
مین بہت اس مقام پر تھے اور صرف حضرت یوسف علیہ السلام نے اذکرنی عند ربک کہا تھا جس پر مواخذہ ہوا پس حق تعالے
عزوجل اپنے اولیاء کا حافظ ہے قولہ لہ معقبات من بین یدیہ الآیہ۔ حفظ اسرار واقبال اولیاء آلہی ہے کہ غلبہ ملائکہ سے ملکی قوت کو
عروج ہوتا ہے۔ نصرآبادی نے کہا کہ قولہ سواء منکم من اسر القول۔ اسرار ودلیعت مین اسرار وغلبہ توحید مین اظہار دونون
برابر مین کہ حقیقت مین دونون محل امانت مین ہین۔ اور اشارت ہے کہ معقبات ازلی وابدی سے زمانہ عبودیت مین جو امتحان کا
وقت ہے بندے کی حفاظت کیجاتی ہے تاکہ وہی ٹھیک ہوتا ہو جو علم آلہی واختیار مین واقع ہوا ہے اور یہ سب اسباب ایک
اس کی قدرت ولطف کا جو بندے پر ہوظہور ہے اور قولہ یحفظونہ من امر اللہ سبقت رحمت لغضب سے امر آلہی ان کے حفظ کے
واسطے جاری ہوتا ہو۔ اور بعض نے کہا کہ جو کوئی ظاہری اسباب سے محفوظ ہے وہ درحقیقت خالق اسباب سے رعایت مین ہے
بقولہ یحفظونہ من امر اللہ۔ اقول یہان ایک لطیف اشارت ہو کہ ہر فعل جو واقع ہوتا ہے خلق کے ساتھ امر آلہی ہے یعنی یحفظونہ کا
حفظ من امر اللہ تعالے ہے پس یہ حفظ صادر از ملائکہ نہین بلکہ از امر آلہی ہو یون ہی جملہ افعال مخلوقات کے امر آلہی ہین اور یہان سے مجھے
معلوم ہوا کہ قولہ تعالے یدبر الامر من السماء الی الارض۔ کے امر کے معنی یہ ہین کہ جملہ افعال مخلوقات انکے افعال نہین بلکہ امر آلہی سے ہین اور
شیخ نے کہا کہ ظاہری علم والے سبب پر نظر کرکے حفظ نظام جزا وسزا وقتل وقصاص وطاعت ومعصیت قائم کرتے ہین اور وہ من امر اللہ
ہو اور عارفین سبب عزوجل پر نظر کرکے بندون کو محل ظہور معصیات یعنی صفت قہریات قرار دیتے اور محل ظہور طاعات یعنی صفت رحمت
قرار دیتے ہین اور یہ من امر اللہ ہے۔ قولہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم الآیہ۔ اللہ سبحانہ تعالے کی مشیت سابقہ ہے اور امر امتحان ہے پس مشیت
قائم بارادہ ہے اس مین تغیر نہین ہوتا ہے اور اسکو تعلق اسباب سے نہین ہے اور امر امتحان متعلق باسباب عبودیت ہے اور بندہ کو
قوت بقدرت سابقہ از مشیت سابقہ ہوتی ہے اور امور تصرف ہوتا ہے پھر جب اس مین سر مقدر کیا تحرک ہوتا ہو تو اس کا حال متغیر
ہوجاتا ہو پس جو قوت اس کو قدرت سے حاصل تھی اس مین بھی تغیر ہوجاتا ہو پس اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ اور بندہ کیونکر ذو
قدرت اور ذو مشیت کے درمیان کسی چیز پر قادر ہوسکتا ہے۔ قال المترجم شیخ نے اس کلام مین لطیف تحقیق کا اشارہ فرمایا ہو
اور اصل سوال یہ ہو کہ ابتدائے حالت مین جس قوم کے افعال مثمر نعمت وبرکات تھے وہ بقوت آلہیہ تھے اور تغیر بھی بقوت آلہیہ ہو تو توارد
قوتین کا کیونکر ہو جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ افعال باختیار قوم تھے حالانکہ باختیار آلہیہ ہوتے ہین جیسا کہ بیان توحید سے قطعی معلوم ہو اور
دوسرا سوال اس سے ظاہر ہو کہ جب تغیر ہوا تو جو قدرت عطا ہوئی تھی اُسکے تغیر سے ممکن ہو ورنہ فاعل مختار کے ساتھ افعال خلاف محال ہین
کیونکہ جس حال مین طاعات کے افعال تھے بقوت وارادت آلہیہ تھے اور جب تغیر ہوا تو خلاف اسکے قوت وارادہ ہوا یعنے قوت وارادہ
مین بھی تغیر لازم آیا حالانکہ یہ قطعی معلوم ہے کہ اللہ تعالے کا ارادہ قدیم ہو اسمین تغیر نہین ہو پس شیخ رح نے جواب دیا کہ ارادت قدیمہ
ومشیت متعلق باسباب نہین ہو اور امر امتحان متعلق باسباب عبودیت ہو پس تغیر امر امتحان مین ہو نہ ارادہ قدیمہ مین اور اس سے جو اُسکو
قوت حاصل تھی متغیر ہوجاتی ہے اور خلاصہ اس کا یہ ہو کہ ارادہ وصفت آلہیہ تمام مخلوق سے مبائن ہو اور قیاس ووہم حلول کا جیسے
بندہ اپنے جسم کی قوتون پر سمجھے محض غلط وہم ہو پس جو قوت اُسکو بقدرت آلہیہ حاصل تھی خواہ طاعات کی ہو یا معاصی کی ہو وہ قدرت آلہیہ

سے تھی اور قدرت اس مین حلول نہ تھی تعالے اللہ عن ذلک علوا کبیرا بلکہ مبائن تھی کیونکہ اللہ تعالے مخلوق سے پاک ومنزہ ہو
پس قدرت کی قوت اسکو دونون حالتون مین یکسان ہو اور ارادہ مین تغیر نہین ہوا بلکہ ارادہ قدیمہ ہے جو قدیم سے اسی طرح
متعلق تھا جسطرح امر امتحان قدیم تھا ولہذا قولہ اذا اراد اللہ بقوم سوءا فلا مرد لہ۔ ارشاد ہوا کیونکہ ارادہ متعلق باسباب نہین ہے جو اس
مین تغیر کا وہم ہو بلکہ قدیم ہو اور تصورات وتغیرات امر امتحان قدیم سے متعلق تھے جنکے ساتھ ارادت قدیمہ یون ہی قدیم ہو تو اسباب کو
اس تغیر سے مانع ہونے کی کوئی طاقت نہین کیونکہ یہ قدیم ہو اور کلام کی ظاہری صورت مخلوق کے فہم کے اندازہ پر ہو حتے کہ جنکو
عرفان مقدر ہو وہ تحقیق معانی سے فیضیاب ہوتے ہین اور یہ ارادہ رحمت متعلق ازل ہو جیسے غافل لوگون کی ناسمجھی غضب ازلی
ہو اور شیخ نے اسکے بعد لکھا کہ اور حق سبحانہ تعالے نے ظہور افعال سے اسباب ظاہری تک نازل کردیا اسی وجہ سے کہ فہم مخلوق
دریافت کرے اور نظام عبودیت بطریق حکمت رہے۔ اور پھر اشارہ لکھا کہ مرید نے اگر اپنی حالت سے زائد بطریق دعوے اپنے آپ کو
تغیر دیا تو جو نعمت تحقیقی اسکو عطا ہوئی تھی اس مین تغیر ہوجاتا ہو اور قرب ومنزلت تک واقعی رسائی مین اسپر سختی وتشدد ہوتا ہو اور وہ
امتحان وفراق مین پڑ رہتا ہو جعفر الصادق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اہل الصدق کی کیفیت یہ ہو کہ اللہ تعالے عزوجل انکے اسرار کو توفیق
تغیر نہین دیتا ہو تو انپر نعمت کو بھی متغیر نہین کرتا ہو اور اگر انمین تغیر اسرار کے سامان فرماتا تو امتحانات کی بلا مین گرفتار ہوکر ذلیل وخوار ہوتے
اور نجات کے خواستگار۔ نصرآبادی رح نے کہا کہ ہر قوم کے لیے تغیر وتبدل ہو ولیکن عوام سے اکثر تغیرات وتبدلات مین مناقشہ نہین ہوتا
ہو جیسا کہ اہل قرب ومنزلت سے مناقشہ ہوتا ہو۔ اقول یعنی اکثر اوقات عوام کے تغیر عفو فرمائے جاتے ہین قبل اسکے کہ وہ توبہ کرین اور
جہالت وظلم انسانی اصلی انکی سفارش کرتا ہو پس عفو قبل توبہ ہوتا ہو آیا تو نہین دیکھتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے ذراسی بات مین لطف آمیز
عتاب ہوا حالانکہ ہم لوگ عوام الناس اس سے بہت زیادہ تغیرات کرتے ہین اور عفو کیے جاتے ہین کیونکہ بطریق منزلت بلکہ بطریق جہالت
وظلم فافہم۔ بعض مشائخ نے کہا کہ زبان کو اُسکی یاد حق سے تغیر دیا تو قلوب لطائف اسرار سے متغیر کیے گئے اور اپنے نفوس کو معانی عبودیت
سے متغیر کیا تو انکے قلوب دلائل ربوبیت سے متغیر کیے گئے۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ مشرکین کو تہذیب دی کہ جو بلا انپر نازل ہے اسیوجہ سے
کہ انہون نے اللہ تعالے عزوجل کی نعمت کو متغیر کیا اور اپنے نفوس کی پابندی کی اور یہ انپر اللہ تعالے کا غضب ہو یہ تغیر اور زیادہ
ہوگیا جیسے فرمایا کہ فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ انہون نے جو اللہ تعالے عزوجل کی نعمت کی
ناشکری کی یہ غضب آلہی تھا اور ہنوز انپر حسن نیت کا نتیجہ موجود تھا مگر تغیر سے وہ زائل ہوا تو نتیجہ اب نکلا جسکا رخ غضب ہے اسپر
تغیر بڑھایا گیا تو مرض پر مرض بڑھ گیا بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالے عزوجل کسی قوم کو اپنی نعمت سے محروم نہین فرماتا مگر جب کہ وے
بجائے شکر نعمت کے وہ افعال کرتے ہین جو کفران نعمت وغفلت ہین۔ شیخ نے کہا کہ مجھے ایک دوسرا اشارہ ظاہر ہوا ہو اور وہ یہ ہو کہ قوم جب
امتحان کی گئی اور اسی امتحان مین پڑی رہی اور حق تعالے عزوجل سے تضرع وزاری سے الحاح والتجا نہ کی اور اپنی عاجزی
ومحتاجی پر نہین گڑگڑائے اور جو مقام قصور کا تھا اُس کو متغیر نہ کیا بلکہ امتحان کی رعونت مین رہے تو اللہ تعالے نے انکو چھوڑا
اور جس حال خراب مین پڑے تھے اُسی مین چھوڑ دیا اور اگر الحاح وعاجزی کرتے تو امتحان کی سختی سے نکالکر نجات مین لائے جاتے
اور بجائے بلا کے انکو نعمت ملتی۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر مین جو تفسیر فطرت کی مذکور ہوئی اسکی بنا پر یہ اشارہ ہو اور اسکی توضیح
یہ ہو کہ بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ حتی یغیروا ما بانفسہم سے مراد تغیر فطرت ہو اور معنی یہ ہین کہ ہر شخص فطرت اسلام وتوحید پر پیدا ہوتا ہو پھر اسکے

والدین اسکو یہودی و نصرانی وغیرہ کر دیتے ہین یعنی توحید سے شرک مین لاتے ہین تو اللہ تعالے عز وجل نعمت توحید کی جو فطرت سے حاصل
تھی تغیر فرما کر ان کو شرک مین رکھتا ہے۔ پس اللہ تعالے نے اُن کی نعمت متغیر نہ کی یہانتک کہ اُنھون نے خود اپنی نفس کی فطرت
بدل ڈالی پس شیخ نے اُس کے فائدہ مین کہا کہ ابتدائے فطرت سے نعمت پر تھے جب بالغ ہوئے تو امتحان تکلیف عبودیت مین لائے گئے
تو اسی امتحان مین پڑے رہے اس طرح کہ فطرت بدل ڈالی تو وہ نجات و خلاص سے بدل کر راہ ضلالت پر تبدیل کیے گئے حالانکہ مشرکین مکہ
وغیرہ کو یہ لازم تھا کہ اگر نور نبوت حضرت خاتم المرسلین انکو نظر نہ آتا تھا اور التباس پیدا ہو گیا تھا تو اللہ تعالے عز وجل سے عاجزی
والحاح کرتے اور اپنی محتاجی و بیکسی ظاہر کرتے اور درخواست کرتے کہ اے رب ہمارے یہ التباس دور کر دے اور ہمکو راہ راست
دکھلا دے ولیکن بجائے اس کے انھون نے رعونت بلائے امتحان سے کبھی یہ عاجزی نہ کی اور انقطاع کر لیا کہ بُت پرستی و شہوات کی
پابندی یہی حق راہ ہے اور یہ اچھی نیت کا جو نعمت تھی برے اعتقاد شرک کی طرف جو عذاب و نقمت ہے تغیر ہوا اور چونکہ معاملہ خاص
خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کا تھا لہذا دنیاوی حالت مین بھی خوار و ذلیل ہوئے اگر خود رسول سے یہ معاملہ نہ ہوتا
اور مکہ معظمہ سے مانع نہ ہوتے اور ایذا انکے درپے نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ اسی عذاب و بدبختی پر جو کفر کی تھی اکتفا ہوتا جیسے قیامت تک ظالم
بادشاہون اور مشرکون و کافرون کے ساتھ شاید برتاؤ ہوگا واللہ سبحانہ تعالے اعلم اور اگر توحید و نبوت کی اتباع و شہوات سے
اجتناب کو راہ حق سمجھتے جیسے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوا ہے تو عذاب سے رحمت کی طرف تغیر ہوتا اور ورطہ امتحان کے
خطرناک جہنم کے پل سے نجات پاتے اور نعمت مغفرت سے مالا مال ہوتے فافہم واللہ سبحانہ تعالے اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ قولہ تعالے واذا
اراد اللہ بقوم الآیہ مین تنبیہ ہے کہ تمام سالکین مین سے کوئی محل امتحان سے علیحدہ نہین کیا جاتا پس ان کے ساتھ صفت قہر لازم رہتی ہے
جیسے اُن کے ساتھ صفت لطف و رحمت بھی لازم رہتی ہے جب تک عبودیت مین رہتے ہین یعنی موت سے پہلے ظہور صفت قہر سے
خوفناک ہین اور ہر حال مین لطف مین متمنی و امیدوار ہین اور یہ ایک تربیت اُن کی بحکمت بالغہ ہے اور نعمت قہر و امتحان اُن سے کبھی
جدا نہ ہوگا اگرچہ ولایت کی زبان سے عاجزی والحاح کرین ولیکن عاجزی والحاح قبول ہوتا ہے اس طرح کہ مقدر سختیان و بلیات
انپر آسان کر دی جاتی ہین اور ہر ایک مین ان کو بجائے قہر و غضب کے نعمت و رحمت عظیم حاصل ہوتی ہے پس وہی پاک عز وجل اُنپر
جاری کرتا ہے اور وہی اُنپر آسان کر دیتا ہے اور یہی معنے ہین قولہ فلا مرد لہ الآیہ کے۔ اور سوائے حق تعالے عز وجل کے کوئی والی نہین
پس فرق مشرکین و مومنین مین یہ ہے کہ مشرکین موارد قضا سے گریز کرکے بتون و اغیار کے ساتھ ملتجی ہوتے ہین پس قضا اُن پر سے
نہین ٹلتی اور پوری ہوتی ہے جسکو سختی سے اٹھاتے ہین اور بوجہ گریز کے مستحق عذاب ہوتے ہین اور غیرون کی طرف ملتجی ہونے سے غضب
علی غضب بڑھ جاتا ہے اور مومنین اس مین بغیر گریز کے قدم جمائے رہتے ہین اور یحفظونہ من امر اللہ کا ظہور ہوتا ہے اور اللہ تعالے
عز وجل ہی کی طرف ملتجی ہوتے ہین تو رحمت پر رحمت بڑھتی جاتی ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ اعوذ بعفوک من عقوبتک۔ یعنے
اللہ تعالے کے مقدرات قہری نازل ہونے کی صورت مین اسی والی کی طرف التجا لائے تو اللہ تعالے عز وجل نے اس قہر کو ان کے حق
مین لطف و آسان کر دیا اور اپنی طرف ملتجی ہونے سے رحمت مزید کر دی۔ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالے عز وجل جب
کسی قوم کا ہلاک چاہتا ہے یعنی ظاہری جسم سے ہلاک ہونا یا باطنی ایمان سے ہلاکت جو نہایت سخت اور حقیقی ہلاکت ہے جب ایسی ہلاکت
چاہتا ہے تو انکی آنکھون مین یہی راہ اچھی نظر آتی ہے ہر چند انکو سمجھایا جاوے کچھ نہین سمجھتے ہین صم بکم ہو جاتے ہین اور مقامات ہلاکت ہی کو

اچھا دیکھتے ہین حتی کہ اپنے پیرون ان جگہون کو چلے جاتے ہین اور اپنی تدبیر و کوششون سے یہان تک پہونچتے ہین آخر کو ہلاک ہو جاتے
ہین اور اللہ تعالے عز وجل ہی ہر ایک مخلوق کا متولی ہے اقول اس بیان کے واسطے عبرت کا واقعہ جنگ بدر ہے چنانچہ بنظر عبرت
اُس کو غور کرو کہ ابو جہل وغیرہ کس طرح سے خواری و ہلاکت مین گھسے چلے جاتے تھے اور آخر رفتہ رفتہ میدان بدر مین ملاقی ہوئے اور
باوجودیکہ بعضے لوگون نے بخوبی فہمائش کی مگر نہ مانے اور اُس کے اچھے ہونے پر بہت سے دلائل پیش کیے اور پیرون چلکر تدبیر کرکے موارد
ہلاکت مین داخل ہوئے ثم قال اللہ تعا

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۚ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ

وہی اللہ ہے جو دکھلاتا ہے تم کو برق خوف و طمع کے لیے اور پیدا کر دیتا ہے سحاب بوجھ والے اور تسبیح پڑھے رعد

بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ

اُس کی تعریف کی اور ملائکہ اسکے خوف سے اور بھیجتا ہے صاعقون کو پس صدمہ پہونچاتا ہے اسکا جسکو چاہے اور حال یہ کہ وے

يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۚ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

جھگڑا کرتے ہین اللہ تعالے مین حالانکہ وہ سخت قوت والا ہے اسی کی دعا سچی ہے اور جو لوگ پکارا کرتے ہین اسکے سوائے دوسرون کو

لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَآءُ

وے کچھ جواب نہین دے سکتے انکو کسی بات کا لیکن ایسے جیسے ہتھیلی پھیلانے والا ہو پانی کی طرف کہ وہ پہونچ جاوے اسکے منھ مین حالانکہ وہ کبھی اسکے منھ مین پہونچنے والا نہین

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝

اور نہین ہے پکار کافرون کی مگر بھٹک مین

بیضاوی رح نے لکھا کہ اوپر کی آیات سے ثابت ہو گیا کہ جو کچھ اللہ تعالے عز وجل چاہے اُسکے خلاف محال ہے وہی ہوتا ہے جو
وہ چاہے۔ اب اللہ تعالے فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ وہی اللہ ہے جو تم کو برق دکھلاتا ہے خَوْفًا وَّطَمَعًا
خوف و طمع کے واسطے۔ یعنی برق کے صدمہ سے خوف کرتے ہو اور مینھ کی طمع کرتے ہو۔ بعض نے کہا کہ مینھ سے خوف کرتا ہے جسکو مضر
ہو اور طمع کرتا ہے جسکو نفع ہو۔ معالم مین لکھا کہ بعض نے کہا کہ خوف بجلی سے اور طمع مینھ سے۔ بعض نے کہا کہ خوف مسافر کو کہ اس سے
مشقت و اذیت لاحق ہونے کا خیال کرتا ہے اور طمع مقیم کو جو اس سے برکت و منفعت دیکھتا ہے۔ اقول مسافر و مقیم کی خصوصیت
کی ضرورت نہین بلکہ شکستہ مکان و جھونپڑے والا مقیم و بیمار وغیرہ اسی قسم سے ہین پس عام قول جو بیضاوی رح نے لکھا وہ بہتر
ہے۔ اور معالم مین بعض کا قول کہا کہ بعضے شہرون مین مینھ سے قحط اور خشکی سے زراعت ہوتی ہے وفیہ نظر۔ قال الامام الحافظ رح
برق وہ نور جو سحاب کے درمیان سے بلند ہوتا ہے اور ابن جریر نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ابو الجلد کو خط لکھا کہ
کہ برق سے کیا مراد ہے انھون نے جواب لکھا کہ پانی۔ مترجم کہتا ہے کہ معنے یہ کہ اس مقام پر برق سے مینھ مراد ہے پس برق
کے ذکر سے ایسا ابر غلیظ مراد لیا جس سے مینھ برستا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ بجلی چمکتی پانی برستا ہے۔ قتادہ و زجاج سے خوف
مسافر اور طمع مقیم روایت ہوا۔ اور واضح ہو کہ کرخی نے لکھا کہ صاعقہ ایک آگ ہے جو سحاب سے متولد ہوتی ہے فعلیٰ ہذا برق و صاعقہ مین
فرق ہوگا کہ برق ایک نور ہے اور صاعقہ آگ ہے وقولہ خوفا وطمعا کی جو تفسیر بیضاوی وغیرہ مین ہے کہ برق دیکھنے سے اذیت کا خوف

ہوتا ہے اور طمع باران رحمت کی ہوتی ہے فعلےٰ ہذا برق وہی صاعقہ ہے۔ اور اسکی تفسیر میں قتادہ رح کا قول کہ اذیت ومشقت سے ڈرتا ہے آخر اس کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ برق کا نور دیکھکر پانی برسنے کی علامت ظاہر ہوتی ہے اور مراد برق سے پانی ہے جیسا کہ ابن عباس رض کی روایت سے معلوم ہوا تو مسافر برق کی اذیت سے نہیں بلکہ پانی برسنے اور راستہ کی کیچڑ وغیرہ کی اذیت ومشقت سے ڈرتا ہے وعلی ہذا برق وصاعقہ میں فرق ہوگا۔ وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ جو چیز ہوا میں پھیلی ہوئی ہو سحاب ہے اور مراد بادل ہے جو ہوا میں پھیلتا ہے۔ معالم میں کہا کہ سحاب جمع سحابۃ ہے اور بیضاوی رح نے کہا کہ جمع کے معنے میں اسم جمع ہے اسی واسطے اسکے وصف میں کہا۔ الثِّقَالَ جمع ثقیلہ۔ یعنے اور پیدا کرتا ہے اللہ تعالےٰ عز وجل بادلوں کو جو بھاری ہوتے ہیں۔ قال الحافظ رح یعنے بادلوں کو نئی پیدائش سے ہمیشہ پیدا کرتا ہے جو ہوا پر پھیلے ہوئے اور پانی کی کثرت سے بوجھل ہو کر زمین سے قریب ہوتے ہیں مجاہد رح نے کہا کہ سحاب ثقال وہ ہیں جن میں پانی ہو۔ اقول اکثر واقفان طبعیات نے اٹکل کی دلیلوں سے زعم کیا کہ اجسام کے بخارات اُٹھکر ہوا میں منجمد ہو کر بادل ہو جاتے ہیں جن سے مینھ برستا ہے اور یہ اٹکل میرے خیال میں بیہودہ ہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ ایام بارش کا مینھ جسقدر نافع ہوتا ہے ہرگز دوسرا مینھ ویسا نہیں ہے اور سخت گرمی میں کبھی ان بخارات سے یہ کیفیت نہیں ہوتی بخلاف ایام بارش کے کہ ان دنوں اس کثرت سے بخارات ہر روز پیدا و منجمد ہوتے ہیں اور غیر دنوں میں یہ سلسلہ متواتر نہیں ہوتا اگرچہ پانی بہت برس جاوے پس ممکن نہیں ہے کہ یہ اٹکل اس قدرت آلہیہ کے احاطہ پر قادر ہو اور مرد عاقل ان بیہودہ دلائل کو سوائے مضحکہ کی نگاہ کے نہ دیکھیگا اور اس سے میری یہ مراد نہیں ہے کہ عالم اسباب میں حق تعالےٰ عز وجل نے اشیا کے تکون کو منوط باسباب نہیں فرمایا ہے بلکہ میرا کلام اس میں ہے کہ مینھ واُس کے برسنے واُسکے ایام کی خصوصیت واسکی منفعت صرف ایسی اٹکل پر نہیں ہے بلکہ اس میں خاص آثار وانوار قدرت آلہیہ ہیں۔ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ اور تسبیح پڑھتا ہے رعد بحمد الٰہی یعنے کہتا ہے سبحان اللہ وبحمدہ۔ اور اکثر مفسرین کے نزدیک رعد ایک فرشتہ کا نام ہے جو سحاب پر موکل ہے اور امام احمد رح نے بنی غفار کے ایک شیخ سے روایت کی جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ اللہ تعالےٰ سحاب کو پیدا فرماتا ہے پس وہ اچھی گفتگو کرتا ہے اور اچھی ہنسی ہنستا ہے۔ امام حافظ رح نے کہا کہ مراد واللہ اعلم یہ ہے کہ رعد اس کی گفتگو ہے اور برق اُس کی ہنسی ہے۔ اور سعد بن ابراہیم سے یہ قول مروی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت ایک اسرار الٰہی عز وجل کا اظہار ہے۔ کیونکہ رعد کی تسبیح ظاہر ہے کہ سب لوگ نہیں سمجھتے ہیں بلکہ بعض لوگ اور یہ نظیر اس کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی سمجھتے تھے اور باقی لوگ نہیں سمجھتے تھے اور ہر چیز اللہ تعالےٰ کی تسبیح کرتی ہے کما قال تعالےٰ وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ۔ اور کوئی چیز نہیں مگر کہ اللہ تعالےٰ عز وجل کی حمد سے تسبیح کرتی ہے اور یہ تحقیق ہے کہ اور خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا ولکن لا تفقہون تسبیحہم۔ ولیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے ہو۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے ابن ابی حاتم رح کی روایت باسناد محمد بن مسلم رح سے ذکر کی کہ ہم کو خبر پہونچی کہ برق ایک فرشتہ ہے جسکے چار چہرہ ہیں ایک انسان کا اور ایک بیل کا اور ایک نسر کا ایک شیر کا پس جب وہ مارتا ہے تو برق پیدا ہوتی ہے۔ حسن بصری رح نے کہا کہ رعد فرشتہ نہیں ہے بلکہ ایک مخلوق ہے اللہ تعالےٰ عز وجل کی مخلوقات میں سے جو سحاب پر موکل ہے۔ امام احمد رح نے عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سنتے رعد وصواعق کو تو دعا کرتے اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تہلکنا بعذابک وعافنا قبل ذٰلک۔ اے رب ہمارے ہمکو اپنے غضب سے قتل نہ کیجیو اور اپنے عذاب سے ہلاک

نہ کیجیو اور قبل اس کے ہم کو عافیت دیجیو۔ رواہ الترمذی والبخاری والنسائی والحاکم ابن جریر رح نے ابوہریرہ سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب رعد کو سنتے تو کہتے کہ سبحان الذی یسبح الرعد بحمدہ۔ اور مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے اور ابن عباس وطاؤس واسود بن یزید سے مروی ہے کہ وے بھی ایسا ہی کہتے تھے اور عبد اللہ بن الزبیر جب رعد سُنتے تو کلام ترک کر دیتے اور کہتے سبحان من یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ۔ اور کہتے کہ اہل زمین کے واسطے یہ سخت وعید عذاب ہے رواہ مالک فی الموطا والبخاری فی الادب۔ امام احمد رح نے ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب عز وجل فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری اطاعت کرتے تو میں ان کو مینھ رات میں دیتا اور سورج انپر دن میں طلوع کرتا اور انکو رعد کی آواز نہ سُناتا۔ طبرانی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رعد سنو تو اللہ تعالےٰ عز وجل کی یاد کرو کہ وہ یاد کرنے والے پر نہیں پہونچتا ہے۔ معالم میں ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ چند یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہم کو رعد سے آگاہ کرو تو آپ نے فرمایا کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو سحاب پر موکل ہے اس کے پاس آگ کے مخاریق ہیں جس سے سحاب کو ہانکتا ہے۔ خطیب نے کہا کہ مخراق کی تفسیر دوسری حدیث میں آئی ہے کہ وہ نور کا کوڑا ہے جس سے سحاب کو ہانکتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ جب رعد فرشتہ ہے تو پھر کیا معنے ہیں قولہ تعالےٰ۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ اور تسبیح کرتے ہیں ملائکہ اس کے خوف سے۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ عطف رعد پر عطف عام کا خاص پر ہے اور یہ جائز ہے پھر صحیح یہی کہ خیفتہ کی ضمیر اللہ تعالےٰ کی طرف ہے اور اس میں دو قول ہیں کہ ملائکہ سے کون فرشتے مراد ہیں۔ بعض نے کہا کہ رعد کے ساتھ دیگر ملائکہ ہیں بطور اعوان واتباع کے جو بحکم الٰہی عز وجل اُس کے مطیع ومحکوم ہیں اور بعض نے کہا کہ عام ملائکہ مراد ہیں اور بات یہ ہے کہ جب رعد نے تسبیح پڑھی اور اُس کی آواز گونجی تو بخوف الٰہی ملائکہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں پس اسوقت مینھ نازل ہوتا ہے۔ اقول یہی صواب ہے کیونکہ عبد اللہ بن الزبیر کے قول سے ثابت ہے کہ رعد کی آواز پر کہتے کہ اہل زمین کے لیے یہ وعید شدید ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مرفوع روایت میں آپ کا خوفناک ہو کر غضب وعذاب سے پناہ مانگنا مروی ہے پس ملائکہ آواز رعد سے غضب الٰہی کے خوف سے ڈرتے ہیں اور تسبیح کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ بعض مفسرین نے کہا کہ رعد اس فرشتہ کا بھی نام ہے جیسا کہ یہاں ثابت ہوتا ہے اور رعد اُس کی آواز کا بھی نام ہے جیسا قولہ فیہ رعد وبرق شروع سورہ بقرہ میں ہے اور بعض نے کہا کہ رعد نفس آواز کے معنے یہاں بھی ہو سکتے ہیں یعنے رعد متلبس بحمد الٰہی ہوتی ہے یعنی یہ آواز مہمل گونج وگرج نہیں ہے بلکہ یہ آواز تسبیح ہے جو موکل ابر سے جس کا نام رعد ہے پیدا ہوتی ہے۔ بعض نے کہا کہ رعد اُس کوڑے کی آواز ہے جس سے سحاب چلاتا ہے۔ والحق کہ ہر چیز کے واسطے ایک حقیقت ہے اگرچہ ہم اُس کو غیر قائم سمجھیں جیسے کہ نماز وقراءۃ قرآن وروزہ وغیرہ جو اس عالم میں ہمپر اور ہیأت سے ظاہر ہیں ولیکن اُن کی صورت اصلی اللہ تعالےٰ کے حضور میں موجود ہے پس اگر رعد نفس آواز ہو تو تسبیح باعتبار اصل حقیقت کے ہے اور اگر فرشتہ ہو تو بلا تکلف ظاہر ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ میں کثرت سے لوگ اس قسم کے موجود ہیں کہ انکا اقرار وتسبیح ماننا فقط انھیں چیزوں پر منحصر ہے جو حواس سے محسوس ہوں حتی کہ ملائکہ وشیاطین بلکہ جن سب سے انکار کرتے ہیں اور شاید اپنی بینائی وغیرہ قوتوں کو محسوس سمجھکر اقرار کرتے ہوں مگر روح سے منکر ہونگے اور بہت انھیں کے اللہ تعالےٰ سے منکر ہیں اور جو نام کا اقرار کرتے ہیں وہ اپنے قیاس میں کوئی تصویر اپنی رائے سے قرار دیکر اسکے قائل ہیں پس فی الحقیقۃ وہ اللہ تعالےٰ عز وجل سے منکر ہیں اور نام کا ماننا کافی نہیں

جب تک کہ اسطرح اقرار ویقین نہ کرین جسطرح کہ حق تعالے عزوجل پاک ذات وصفات سے موجود ہے اور وہ ہر مخلوق کے قیاس وراے سے اعلی ہے تو ضرور ہوا کہ اُس کی صفات پاک کا اسطرح اقرار کرین جسطرح اُس نے وحی سے بندون کو آگاہ فرمایا ہے اور منجملہ صفات کے یہ کہ خالق ہے جو چاہے جسطرح چاہے پیدا کرے اور ہر چیز ذرہ سے عرش تک وہی پیدا کرتا ہے اور کسی مخلوق کو کوئی چیز پیدا کرنے کا اختیار نہین ہے حتی کہ جو کام وجو فعل موجود ہوتا ہے اسی کا ایجاد ہے اور بندہ صرف اس فعل کا مصدر ہے اور وہ فعل نیک ہو یا بد ہو اس بندہ کے ساتھ ہے اور جب اُس نے بندہ کو پیدا کرنا چاہا اس سے پہلے قدیم سے وہ اُس کی حقیقت و ماہیت و اسکے افعال جو عمر بھر کریگا جو قت کریگا سب جانتا تھا اور جو کچھ اُس نے پیدا کیا ہے اور جسقدر مخلوقات ہے اُس کا شمار کسی کو نہین معلوم اور بہت مخلوق اُس نے اپنی قدرت سے ایسی پیدا فرمائی ہے جو ہم کو نظر نہین آتی جیسے ہوا اور بہت وہ جو محسوس نہین ہوتی جیسے روح و ملائکہ و شیاطین ۔ اور بہت باتین عالم مین ایسی ہین جنکو آدمی نہین سمجھتا جیسے نباتات کی خاصیت اور جانورون کی بولیان اور جیسے اللہ تعالے عزوجل کی تسبیح ۔ اور وہ قادر ہے اُسکی قدرت ہر چیز کو محیط ہے اور کوئی چیز اُسکی قدرت کے سامنے محال نہین ہے جیسے کھاری و میٹھا سمندر ملا ہوا مگر دونون خلط نہین ہوتے ہین اور زمین کی خشکی پانی کے اندر گلتی نہین اور پانی مٹی کا مجموعہ رہتا ہے پانی سیلان نہین کرتا الغرض جب سب صفات پر ایمان لایا اور کسی چیز کو اُسکی کسی صفت مین شریک نہ جانا تب مومن مسلمان ہوا اور جب تک اپنے آپ کو قدرت والا اور ہر فعل پیدا کرنے والا اور اسباب کو تاثیر کرنے والا اور قدرت آلہی کو ناقص سمجھنے والا اور حضرت عیسے علیہ السلام کو اُس کا بیٹا سمجھنے والا اور مانند اس کے راے و قیاس کرنے والا ہے تب تک اپنی خیالی تصویر کو خدا ماننے والا ہوگا اور اللہ تعالے عزوجل پر ایمان لانے والا نہوگا اور آخرت کا منکر کافر ہے اور خوب جان لو کہ جیسے دنیا مین مختلف ملکون و خشکی وتری کے رہنے والے الگ الگ ہین اور پانی کے کیڑے خشکی کے رہنے والے نہین اور خشکی والے پانی کے نہین اور آگ کے کیڑے کے سواے دوسرا وہان نہین رہ سکتا اسیطرح بعد موت کے جہنم و جنت دو گھر ہین جنت کے رہنے والے علحدہ ہین اور جہنم کے رہنے والے علحدہ ہین اور دنیا مین ان کی صورتین یکسان اور سیرتین جُدا جُدا ہین مگر وہی قسم مین منحصر ہین تو جیسے دنیا ظاہر ہے ویسے ہی صورت ظاہر ہے اور جیسے آخرت پوشیدہ ہے ویسی ہی اُس کی لیاقت باطن مین پوشیدہ ہے پس اہل جنت کو اور ایمان والون کو کچھ مضر نہین ہے اگر جہنم والے اللہ تعالے عزوجل کی قدرت و اُس کے علم و اُس کی مخلوقات عجیب وغریب سے انکار کرین اور اگر نہ انکار کرین تو تعجب ہے اس لیے کہ باطن یکسان نہ ہو جاوے حالانکہ جُدا ہونا ضرور ہے پس مین کہتا ہون کہ اہل ایمان پر واجب ہے کہ جو کچھ اللہ تعالے نے فرمایا اور جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث مین آیا اس پر یقین رکھین بھلا اٹکل والون کی راے سچی یا اللہ تعالے عزوجل و اُس کے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام سچا ہے ۔ بالیقین قرآن و حدیث سچ ہے اور اُن سے خلاف سب اٹکل وراے ہے اور دنیا مین بیشمار اٹکل کرنے والے ہر زمانہ مین گذرے اور سب مین باہم اختلاف رہا تو صاف ظاہر ہے کہ اگر اٹکل سچ ہوا کرتی تو سب کی ایک ہی راے ہوتی پھر اٹکل تو حواس ہی تک ہے اور علم آلہی و مخلوقات کا احاطہ حواس سے کیونکر ممکن ہے بلکہ جس نے یہان اٹکل دوڑائی حماقت ظاہر ہوگئی تو ایسے احمق پر کیونکر اعتبار ہوگا اور جب اٹکل والا اپنی روح کی ماہیت نہین جان سکتا تو اور مخلوقات جاننے کا دعوے کیونکر مسلم ہو اور مخلوقات تو در کنار وہ تو خالق عزوجل مین اٹکل لگاتا ہے یہ سب سے زیادہ بدتر ہے پس ہم

ایمان لائے کہ جو اللہ تعالے عزوجل نے فرمایا کہ ہو الذی یریکم البرق ۔ وہی اللہ تعالے ہے کہ تم کو دکھلاتا ہے برق ۔ جو تسبیح رعد سے نورانی پیدا ہوتی ہے ۔ خوفا وطمعا ۔ خوف کے لیے اور طمع کے لیے یا خوف دلانے وطمع دلانے کو کہ عظمت آلہی مین گناہ کی سزا سے خوف ہے یا مینھ کی اذیت ومشقت سے مسافر کو خوف ہے اور ہر ایک کو مینھ کی منفعت سے اُمید وطمع ہے یا ہر ایک کو دوراہ سے خوف وطمع ملی ہوئی ہے کہ برق ورعد سے عذاب نہ ہو اور کثرت بارش سے طوفان نہ ہو اور برسنے سے رزق وفراخی کی اُمید ہے ۔ وینشئ السحاب الثقال ۔ اور وہی نئے نئے پیدا کرتا ہے بادل مینھ سے بوجھل ۔ اگر اللہ تعالے نے بخارات کے اجتماع سے پیدا فرمایا ہے تو یا بغیر کسی اسباب ظاہری کے ایجاد کر دیا ہو تو بہر حال اُس کا اس حالت پر کر دینا اللہ تعالے عزوجل کی ایجاد ہے جس سے ایام بارش مین عجیب طرح کی قوت ونمو نئی سرسے زمین کو ہوتی ہے اور سخت گرمی کے بعد ہی ابرون کا پیدا ہونا شروع ہوتا ہے اور پھر تمام موسم بھر بہت زور شور سے بادل آتے اور برستے رہتے ہین پھر موسم کے بعد بالکل مطلع صاف ہوتا ہے تو بخارات کے اجتماع سے سردی پاکر پانی ہو جانے کی اٹکل ہی اٹکل ہے علاوہ اس کے بارش سے ایک مہینہ پہلے کبھی خوب پانی برس جاتا ہے مگر زمین کو وہ نمو نہین ہوتا جو برسات کے مینھ سے اگرچہ ایک دفعہ برس کر کھل جاوے روئیدگی نباتات کی دھوم سے شروع ہو جاتی ہے اور پھر باقی سال بھر بخارات اتنے جمع نہین ہوتے جتنے کہ بارش کے ایک روزہ ہجوم سے نظر آتے ہین بلکہ صواب یہ ہے کہ اللہ تعالے عزوجل مینھ کے بادلون کو جو کہ برسات مین ہوتے ہین اپنی قدرت سے پیدا فرماتا ہے ۔ ان بادلون کے ساتھ اُس کی قدرت کے سماوی انتظام ہین جیسے زمین کے کھیتون کے ساتھ جوتنے بونے والون کا انتظام ہے ۔ یہ مخلوق آدمی ہین اور وہ فرشتے ہین ۔ بادلون سے گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور برق چمکتی ہے ۔ یسبح الرعد بحمدہ ۔ رعد اس کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتا ہے ۔ اگر اسیقدر ہوتا کہ رعد اسکی تسبیح کرتا ہے تو بعضے لوگ کہتے ہین کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ رعد جو محسوس ہوتی ہے یعنی گرج کی آواز ان بادلون مین سے اس سے اللہ تعالے کی قدرت ظاہر ہے تو یہی تسبیح ہوئی ۔ کیونکہ تسبیح سے خوبی ظاہر ہوتی ہے اور اس سے خوبی ظاہر ہوئی تو اس طرح بادل وگرج کا موجود ہونا اللہ تعالے عزوجل کی تسبیح ہوئی جیسے اور مخلوقات کا وجود ظاہر کرتا ہے کہ ان کا خالق ہے اور تسبیح ظاہر ہوتی ہے ولیکن جب یون فرمایا کہ رعد اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتا ہے تو اب صاف معلوم ہو گیا کہ مجازی معنے مراد نہین بلکہ حقیقی تسبیح حمد کے ساتھ ہے پس ہم جان گئے کہ یہ آواز گرج کی جو ہماری سمجھ مین خالی آواز معلوم ہوتی ہے یہ درحقیقت سبحان اللہ وبحمدہ کے معنے رکھتی ہے اور تسبیح پڑھنے والا رعد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو آگاہ کر دیا کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادلون پر موکل ہے اور شاید فرشتہ کی لفظ سے یہ مراد ہو کہ ایک سماوی مخلوق ہے یا آسمان وزمین کے بیچ مین رہنے والی مخلوق ہو جیسا کہ حسن بصری رح نے سمجھا ہے کیونکہ بعضے صالحین نے اس کی شکل ایسی بیان کی جو ملائکہ کی نہین معلوم ہوتی ہے بہر حال انشاء اللہ تعالے ایمان پر خاتمہ بخیر ہونے سے مومنین کو یہ امور ظاہر ہو جاوینگے ۔ اسوقت تو ہم اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح پڑھین اور برق اس آواز کی چمک ہے یا وہ بجلی ہے اور بجلی اس رعد کا کوڑا ہے جس سے سحاب کو چلاتا ہے اور حدیث مین آتشی مخراق بیان فرمایا اور مخراق بٹے ہوئے کپڑے کے جھوڑے کو کہتے ہین چونکہ کبھی ہم لوگون نے ایسے مخلوق کو نہین دیکھا تو اصلی صورت کا خیال مین آنا ممکن نہین اور بیان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صحیح ہے اسکو ہم اپنے قیاس کی قوت تک مطلب سمجھ لین ولیکن یہ باتین کہ اسکی کیفیت یہی ہے جیسے ہم لوگ کوڑا مارتے ہین یا کیونکر تو یہ ہمارے خیالات سے باہر ہے اتنا سمجھنا کافی ہے کہ سحاب کو وہ اس سے ہانکتا و چلاتا ہے اور یہ ایک شان خالق عزوجل ہے اور یہ تمام زمین وآسمان بے انتہا مخلوقات آلہی سے

بھرا ہوا ہے جن مین آدمی بھی ایک ذرہ برابر مخلوق ہے چونٹیون و کھیون کے جھنڈ خود بے انتہا ہین اور یہ تمام مخلوقات اپنی اپنی زبانون و آواز سے اللہ تعالے عز وجل کی تسبیح پڑھتے ہین اور تمام سلطنت آلٰہی منور ہے پس رعد موکل سحاب اللہ تعالے کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتا ہے وَالْمَلَآئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ۔ اور ملائکہ از خوف آلٰہی تعالے تسبیح پڑھتے ہین۔ رعد کی آواز اہل زمین کے لیے قہر کی تہدید ہے اور عظمت وجلال آلٰہی تعالے کے سامنے ہر بندہ خوفناک ہے تو ملائکہ خوف سے تسبیح رعد کے ساتھ تسبیح کرتے ہین اور بادلون مین صواعق ہین یا رعد کے ساتھ ہین۔ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ اور اللہ تعالے بھیجتا ہے صواعق کو جمع صاعقہ ایک آگ ہے جو بادلون کے درمیان سے پیدا ہو کر کبھی زمین پر گرتی ہے تو اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اس کو اللہ تعالے عز وجل بھیجتا ہے۔ فَيُصِيبُ بِهَا پس مصیبت مین مبتلا فرماتا ہے ان صواعق کے ساتھ۔ مَنْ يَّشَآءُ جسکو مبتلا کرنا چاہتا ہے پس اُس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ اور حال یہ ہے کہ مخلوقات زمین کے آدمی جھگڑا کرتے ہین اللہ تعالے عز وجل کے بارہ مین۔ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ حالانکہ او تعالے سخت قوت والا ہے یعنے آدمی اپنی بے بنیاد ہستی کے ساتھ اللہ تعالے عز وجل کی قدرت و وجود مین جھگڑا کرتے ہین اور جس طرح اللہ تعالے کا رسول محمد صلے اللہ علیہ سلم اُن کو اللہ تعالے عز وجل کی بندگی کے لیے ہدایت فرماتا ہے اُس کے ساتھ اوندھی راے و اُلٹی باتون سے جھگڑتے و انکار کرتے ہین حالانکہ اللہ تعالے عز وجل سب چیزون پر قادر اور مخلوقات سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہے وہ بہت بڑا طاقت و قدرت والا ہے جو وہ چاہے وہی ہو گا تو ملائکہ و جیسے کوئی مخلوق کچھ نہین کر سکتی۔ اور جب وہ چاہے لوگون کو دوبارہ پیدا کرے گا اور اُن کو جزا و سزا دے گا۔ اور بیضاوی رح وغیرہ نے لکھا کہ شدید المحال شدید المحالۃ لاعدائہ یعنے سخت حیلہ مین ڈالنے والا ہے منکرون کو۔ کیونکہ اگر وہ اُن کو قہر و جلال سے مقہور اس طرح کر دے کہ سب جھگڑا بھول جاوین تو اُس کو قدرت ہے ولیکن اُن کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا اور فی الحال اُن کو ایسے طور پر اپنی قدرت مین مسخر رکھا کہ وے اپنے خیالات مین غرق ہین حالانکہ جو کرتے اور جو خیالات باندھتے ہین اُن سے خود ہلاکت مین پڑتے ہین مگر حق تعالے عز وجل کی قدرت کاملہ کا ایک نمونہ ہے کہ اُن کو کچھ خبر نہین ہوتی ہے لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ اسی کے لیے ہے دعوت حق یعنے الدعاء الحق کیونکہ وہی سزاوار ہے کہ اس سے دعا اور اس کی عبادت کی جاوے۔ یا سچا بلایا جانا اسی کے لیے ہے یعنے اسی کی بندگی کے لیے لوگون کو ہدایت کی جاوے یا دعا کا قبول کرنا اسی کی طرف سے سچ ہے یعنے جو لوگ غیرون سے دعا کر کے سمجھتے ہین کہ یہ کام ہو گیا فلان بت یا درخت یا میت یا آگ یا سورج و چاند وغیرہ سے تو یہ وہم باطل ہے اور حق تعالے عز وجل نے اُس کو مقدر کر دیا تھا اور ضرور وقت مقرر پر یہ مراد ملتی مگر حیلۂ آلٰہیہ کافرون کے حق مین شدید ہے حتی کہ کافر اُس کو اپنے خیالی شرک سے فوز مراد سمجھا حالانکہ جس سے دعا کی تھی اُس کی طاقت مین کچھ بھی نہ تھا اور جس نے حق تعالے عز وجل سے دعا مانگی وہ حق ہے وہ سنتا و جانتا اور قدرت والا ہے اپنے بندے کی دعا قبول فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور جو لوگ پکارتے ہین اللہ تعالے کے سواے دوسرے کو یعنے اللہ تعالے کے غیر سے دعا مانگتے ہین۔ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ تو یہ لوگ ان پکارنے والون کو کے لیے کچھ بھی جواب نہین دے سکتے یعنے کسی بات کی بھی قبولیت نہین کر سکتے ہین کیونکہ اُن کو بذات خود کچھ قدرت نہین ہے۔ اِلَّا۔ مگر ایسی اجابت کر سکتے ہین كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ جیسے کوئی پیاسا پھیلائے اپنے دونون ہاتھ پانی کی طرف۔ لِيَبْلُغَ فَاهُ تاکہ پہونچ جاوے وہ پانی اُس کے مُنھ کو۔ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ حالانکہ

وہ پانی کبھی اُس کے مُنھ کو نہین پہونچنے والا ہے تو ایسے ہی جو لوگ غیرون کو پکارتے اور اُن سے دعائین مانگتے ہین ایک بے قدرت مخلوق سے ایسی چیز مانگتے ہین جو نہ اُس کے پاس اور نہ دے سکتا ہے۔ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ اور نہین ہے پکار و دعا کافرون کی مگر بھٹک مین۔ یعنے ضائع و باطل و بربادی مین پڑی رہتی ہے یا اُن کی دعا بھٹکتی پھرتی ہے کہین اُس کا ٹھکانا نہین ہے یا ایسی دعا گمراہی مین داخل ہے اور اول قول بہتر ہے۔ واضح ہو کہ ان آیات کی تفسیر مین امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قولہ تعالے ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء یعنے صواعق کو انتقام کے لیے بھیجتا ہے جس سے چاہتا ہے اُس کی حرکت کا انتقام لیتا ہے۔ اسی واسطے آخر زمانہ قرب قیامت مین اُس کی کثرت ہو گی چنانچہ امام احمد نے اسناد سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے نزدیک ہونے پر صواعق کی کثرت ہو گی یہان تک کہ آدمی ایک قوم و محلہ والون پاس آوے گا اور پوچھے گا کہ تم سے کون آج صبح صاعقہ مین مبتلا ہوا پس کہینگے کہ فلان شخص اور فلان اور فلان۔ اور آیات کے سبب نزول مین حافظ ابو یعلی موصلی نے اس طرح روایت کی کہ حدثنا اسحق حدثنا علی بن ابی بیار الشیبانی حدثنا ثابت عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو[1] عرب کے ایک فرعون کے پاس ایک مرتبہ بھیجا اور کہا کہ میری طرف سے اُس کو میرے پاس بلا لا۔ اُس نے جا کر اُس شخص سے کہا کہ تجھکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا ہے اُس نے جواب دیا کہ رسول اللہ کون ہے اور اللہ تعالے کیا ہے کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا تانبے کا ہے وہ شخص واپس ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے آپ سے پہلے عرض کیا تھا کہ وہ اس سے بھی زیادہ بے پرواہ ہے اس نے مجھ سے یون یون گفتگو کی پس آپ نے فرمایا کہ دوبارہ اُس کے پاس جا کر کہے پس وہ گیا اور ویسا ہی جواب پایا تو واپس ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور کہا کہ مین نے عرض کیا تھا کہ وہ اس سے زیادہ بے پرواہ ہے پس فرمایا کہ تیسری بار اُس کے پاس جا کر دعوت کر پس وہ تیسری بار آیا پس اُس نے تیسری بار اسی کلام کا اعادہ کیا پس اس درمیان مین کہ یہ دونون اس گفتگو مین تھے ناگاہ حق تعالے نے اس مرد سرکش کے سر کے اوپر سیدھ پر ایک ٹکڑا ابر کا بھیجا اور رعد کی آواز آئی اور اس سے صاعقہ گری اور اُس کے سر کا پیالہ اُڑا لیگئی پس اللہ تعالے عز وجل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ۔ اس حدیث کو ابن جریر نے بھی علی بن ابی بیار سے روایت کیا اور حافظ امام ابو بکر البزار نے عبدہ بن عبد اللہ بن یزید بن ہارون عن دیلم بن غزوان عن ثابت عن انس بنحوہ روایت کیا ہے اور کہا کہ حدثنا الحسن بن محمد حدثنا عفان حدثنا ابان بن یزید حدثنا عمران الجونی عن ابی عبد الرحمن بن صحار العبدی انہ بلغہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث بنحوہ یعنے مرسل بھی روایت ہے اور شیخ حافظ رح نے لکھا کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ایک یہودی نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد مجھے اپنے رب سے آگاہ کر وہ کس چیز کا ہے تانبے کا یا موتی کا یا یاقوت کا پس ایک صاعقہ آئی اور اسکو قتل کر دیا اور اللہ تعالے عز وجل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ۔ اور قتادہ رح نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے توہین کے الفاظ مین قرآن مجید سے انکار کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی پس اللہ تعالے عز وجل نے صاعقہ بھیجی جس نے اُسکو ہلاک کر دیا اور اللہ تعالے عز وجل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ اور شیخ

[1] قولہ ایک مرد ظاہرا اسکے ساتھ بھی دو ایک آدمی تھے جیسا کہ دوسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے ۱۲ منہ

ابن کثیر رح نے لکھا کہ مفسرین نے اس کے سبب نزول مین قصۂ عامر بن الطفیل اور اربد بن ربیعہ بھی ذکر کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسانید ان کے صحیح ہین اور ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے یہ وقائع ہوتے رہے ہین اُن مین سے اخیر واقعہ کے بعد آیت کریمہ کا نزول ہوا ہے اور من یشاء سے دلالت پائی گئی کہ سب اس مین داخل ہین اور شیخ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونون عامر و اربد کا قصہ اس طرح لکھا کہ دونون نے مدینہ مین حاضر ہوکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے چاہا کہ ہمارے واسطے نصف شرکت قبول کرو مگر اس جہالت کی بات کے جواب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار کا جواب دیدیا اس کے سوائے کوئی جواب ہی نہ تھا پس عامر بن الطفیل لمعون نے کہا کہ واللہ مین تیز رو گھوڑون اور شہسوار جوانون سے ہجوم کرونگا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روکیگا تجھ کو اللہ تعالے عز وجل اس سے اور مجھ سے باز رکھینگے تجھ کو دونون فرزند قیلہ کے یعنے اوس وخزرج۔ پھر ان دونون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فریب سے قتل کا قصد کیا پس ایک نے تو آپ کو باتون مین لگایا اور دوسرے نے پیٹھ کی طرف کھڑے ہوکر تلوار کھینچنا شروع کی مگر اللہ تعالے عز وجل نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو محفوظ رکھا اور یہ دونون مدینہ سے نکلکر عرب کے گروہون مین پھرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لڑائی کے لیے لوگون کو جمع کرتے تھے پس اللہ تعہ عز وجل نے اربد پر بجلی گرائی کہ جلکر ہلاک ہوگیا اور رہا عامر بن الطفیل تو اسپر طاعون اُترا اور اُس کے بڑا غدہ نکل آیا تو کہتا کہ اے آل عامر یہ غدہ مثل غدہ بکر کے ہے اور موت بیت سلولیہ مین ہے حتے کہ مرگیا اور اللہ تعالے عز وجل نے اس واقعہ مین نازل فرمایا ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء الآیہ اور ابو القاسم الطبرانی نے کہا کہ حدثنا سعدۃ بن سعید العطار حدثنا ابراہیم بن المنذر الحزامی حدثنی عبد العزیز بن عمران حدثنی عبد الرحمن بن زید و عبد اللہ بن زید عن ابیہما زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابن عباس ان اربد بن قیس بن خر بن جلید الے آخر القصہ مترجم کہتا ہے کہ جیسی روایت محی السنۃ صاحب معالم نے ذکر فرمائی ویسی ہی آخر تک مذکور ہے صرف خفیف تفاوت بعض مقام پر ہے چنانچہ جب عامر کے سوالات کا جواب ملا تو وہ اربد کے ساتھ کہتا ہوا چلا کہ واللہ سوارون کے لشکر کو تجھ پر چڑھا لاؤنگا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عز وجل تجھ کو اس سے باز رکھیگا اور یہر دو پسران قیلہ یعنے اوس وخزرج پس دونون اربد و عامر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکل گئے تو عامر بولا کہ اے اربد مین تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تجھ سے موڑ کر اپنی طرف باتون مین مشغول کرون اور تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تلوار سے قتل کردے اور جب تو مار ڈالے گا تو آخر یہ لوگ دیت پر راضی ہوجاوینگے اور باہمی جنگ و جدال کو مکروہ رکھینگے۔ اربد نے کہا کہ مین ایسا کرونگا پس دونون واپس ہوکر آئے اور عامر ملعون نے کہا کہ اے محمد میرے ساتھ اُٹھو مین تم سے کچھ باتین کرونگا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے ساتھ علیحدہ ہوگئے اور اُس نے آپ سے جھگڑالو باتین کرنی شروع کین اور اربد نے فوراً اپنی تلوار پر ہاتھ مارکر کھینچنا چاہا مگر قبضہ پر اُس کا ہاتھ خشک ہوگیا اور وہ تلوار نہ کھینچ سکا اور عامر کو ظاہر ہوا کہ اربد بہت دیر کر رہا ہے اور عامر مضطرب ہوا کہ ناگاہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مڑکر دیکھا تو اربد کا بدفعل آپ کو ظاہر ہوگیا پس آپ دونون سے ہٹ گئے اور یہ دونون وہان سے چلدیے حتے کہ جب کنکریلی زمین جسکو حرہ راقم کہتے ہین پہونچے تھے کہ حضرت سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر دونون سردار اوس وخزرج کے ان دونون کی طرف پہونچے اور آواز دی کہ او دشمنان خدا آنکھین پھاڑکے دیکھو اللہ تعالے عز وجل تم دونون پر لعنت کرے پس عامر نے سعد سے کہا کہ یہ کون ہے اُنھون نے

فرمایا کہ یہ سردار اُسید بن حضیر ہے تیری عقب کاٹنے والا پس یہ دونون وہان سے چلدیے یہان تک کہ جب رقم تک پہونچے تو اللہ تعالے عز وجل نے اربد پر صاعقہ بھیجی جس نے اُس کو قتل کردیا اور عامر بھاگا یہان تک کہ جریم تک پہونچا ہوگا کہ اللہ تعالے عز وجل نے اس پر طاعون نازل فرمایا کہ غدہ پڑکر قرحہ ہوگیا اور رات ہوگئی وہان بنی سلول مین سے ایک عورت کے مکان مین اُترا اور اپنے قرحہ کو مس کرتا اپنے حلق مین اور کہتا کہ غدۃ کغدۃ الجمل وموت فی بیت سلولیہ۔ چاہتا تھا کہ سلولیہ کے گھر مین نہ مرے پھر گھوڑے پر سوار ہوکر روانہ ہوا اور اسی کی پیٹھ پر مرا۔ پس اللہ تعالے عز وجل نے نازل فرمایا اللہ یعلم ما تحمل کل انثی الے الآیات پس قولہ تعالے لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ملائکہ حافظین ہین اور قولہ تعالے ویرسل الصواعق الآیہ مین اربد ملعون کے قتل کو بیان فرمایا اور قولہ وہم یجادلون فی اللہ الآیہ کے معنے یہ ہین کہ اللہ تعالے کی عظمت و کبریائی مین بد اعتقادی و جھگڑا کرتے تھے حالانکہ وہ شدید المحال ہے۔ قال المترجم ہکذا ذکرہ الحافظ بطولہ۔ اور مین کہتا ہون کہ معالم کی روایت مین ہے کہ عامر مذکور لعنۃ اللہ اپنا نیزہ گھماتا جاتا اور لات و عزی سے دعا کرتا اور کہتا کہ محمد و اُس کا دوست ملک الموت میرے سامنے پڑین تو دونون کو اس نیزہ سے بمدد لات و عزی ہلاک کر ڈالون۔ اور مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی تھی کہ اے میرے رب تو مجھے کفایت فرماوے ان دونون سے جسطرح تو چاہے پس قولہ تعالے لہ دعوۃ الحق الآیہ مین یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے عز وجل سمیع و بصیر و مجیب ہے اور کافرون کا دعا کرنا بھٹک ہے کہ جن سے مانگتے ہین اُنکو کچھ قدرت نہین ہے۔ اب مین کہتا ہون کہ اسباب نزول جید روایات سے یہان متعدد ہین پس یہ آیات بھی ایسی ہین کہ متعدد وقائع کے بعد نازل ہوئی ہین۔ اور انہین معجزات و آیات عظمت و جلال الٰہی سبحانہ تعالے و صدق رسالت حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ظاہر ہین اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ابو یعلی الموصلی کو معالم مین بھی ذکر فرمایا اور اسقدر زیادہ ہے کہ جب وہ سرکش کافر صاعقہ سے ہلاک ہوا تو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے آنحضرت صلعم کی طرف تیز چلے کہ آپ کو آگاہ کرین کہ ناگاہ بعض صحابہ رض کو اپنی طرف آتے دیکھا اُنھون نے بعد سلام کے کہا کہ کیا وہ کافر صاعقہ سے ہلاک ہوا انھون نے کہا کہ تم نے کہان سے جانا کہنے لگے کہ اللہ تعالے عز وجل نے آیات نازل فرمائی ہین پس سب نے تسبیح پڑھی۔ اور قولہ تعالے شدید المحال۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ محال بمعنے مکر ہے اور اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے مکر یہ کہ حق تدبیر فرماوے۔ نحاس رح کے قول مین اسی کی توضیح ہے کہ اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے مکر یہ ہے کہ جو شخص سختی و عذاب کا مستحق ہے اُس کو ایسی راہ سے عذاب پہونچاوے کہ اُس کو شعور نہ ہو۔ ابو عبیدہ رح نے کہا کہ محال بمعنے عقوبت و مکر۔ زجاج رح نے کہا کہ بمعنے قوت و شدت۔ قاموس مین ہے کہ محال مکر و کید و کسی امر کا حیلہ و تدبیر سے قصد کرنا اور قدرت و غلبہ و عذاب و عقوبت و عداوت و قوت و شدت۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ شدید المحال اے شدید الاخذ یعنے اسکی پکڑ سخت ہے اور یہ گویا اصلی مراد کا بیان ہے۔ قولہ تعالے لہ دعوۃ الحق۔ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا یعنے توحید۔ رواہ ابن جریر۔ ابن عباس اور قتادہ و محمد بن المنکدر نے کہا یعنے لا الٰہ الا اللہ مین کہتا ہون کہ یہ توحید کی تفسیر ہے اور مراد یہ کہ اللہ تعالے توحید کی طرف بلاتا ہے اور شاید یہ معنے ہون کہ جو دعا توحید سے کیجاوے وہ اللہ تعالے عز وجل کی درگاہ کے لائق ہے اور حاصل یہ کہ جو شخص دین توحید پر ہو اُس کی دعا بھٹکتی نہین بلکہ اللہ تعہ عز وجل کی قبولیت سے

سرفراز ہوتی ہے چنانچہ آگے کافرون کی دعا رتبون وغیرہ سے بیکار وکھٹکی قرار دی۔ اور قولہ تعالے الا کباسط کفیہ لے الماء۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ جیسے کوئی کنوین کے کنارے ہاتھ سے پانی لیوے تو وہ اُسکے ہاتھ ہی کو نہ پہونچے گا تو مُنہ مین کیسے آوے گا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مثل بیان فرمائی کہ پیاسا بیوقوف زبان سے پانی بُلاوے اور ہاتھ اُس کے آگے پھیلاوے کہ اُس کے مُنہ مین آجاوے وہ کبھی نہ آوے گا ایسے ہی سوائے اللہ تعالے عزوجل کے غیرون کو پکارنے والے محروم اور جن کو پکارین جواب نہین دیسکتے۔ ف عرائس کے اشارات کی تلخیص یہ ہے کہ قولہ تعالے ہو الذی یریکم البرق۔ بیان مقامات مریدین کہ برق وخوف وطمع کا ذکر فرمایا ورنہ عارفین اُمید وبیم سے آگے نکرت سے مایوس اور معرفت سے ہامون ہین اور بجائے خوف کے بحر الجلال مین غرق ہین اور بجائے امید کے مقام انبساط مین اور بجائے برق کے آفتاب مشاہدہ مین ہین۔ محبت ایمانی کی منزلون مین سراب حیرت کی پیاس کے وقت برق تجلی اور سحاب عظمت سے جمال عزت مین سیراب فرماتا ہے پس عارف ومومن اپنی نعمت زائل ہونے سے خائف وباقی رہنے کا طامع ہوتا ہے۔ قولہ یسبح الرعد بحمدہ۔ اہل الصدق کے دلون پر انوار تنزیہ القدم پڑتے ہین اور غلبۂ توحید وہیجان سے بزبان تسبیح مثل رعد کے تقدیس کرتے ہین اور ملائکہ ارواح فانیہ ظہور انوار جلال واشراق بقار سے بخوف فنار وطمع بقار تسبیح کرتے ہین کیونکہ متحمل ہندہ واحد ہے اور عرفار دیگر اس مرتبہ عظمت مین خوف بعد سے ہراسان اور صواعق کبریار کا ورود اہل تجرید وتفرید کو بکدر تعلقات سے فنا کر کے ظاہر ومظہر محل تسبیح مین بقار دیتا ہے۔ ابو علی الثقفی رح وغیرہ نے کہا کہ برق محبت سے طمع وخوف ہے اور ورود ایک لحہ اور خوف اعتراض کدورات وطمع اخلاص معاملات۔ کما قال ابو بکر بن طاہر وخوف انقطاع وطمع قرب کما قال ابو یعقوب۔ شیخ اُستاد رح نے کہا کہ جیسے ظاہر معاملات مین برق دکھلا کر خوف قحط وتردد مسافر اور طمع ارزانی وآسائش مقیم ہے ایسے ہی اسرار باطن مین ظہور لائح پھر لامع پھر طالع پھر برق ہے یہ انوار محاضرہ ہین پھر انوار مکاشفہ مین خوف قطع وعدم بقار اور طمع دوام وحصول رضار پس محاضرہ سے مکاشفہ مین پہونچا پھر مشاہدہ پھر وجود پھر خمود مین کامل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ برق برہان پھر قمر عیان پھر آفتاب عرفان جو نہ غروب ہو نہ محجوب کما قیل۔ ؎ ہی الشمس الا ان للشمس غیبۃ ۞ وہذا الذی الغیت لیس لغیب۔ کہا گیا کہ طمع وصال سے زائد خوف فراق ہے۔ اُستاد رح نے کہا کہ سحاب ثقال سے تاریکی چھا جاتی ہے جس سے برداشت کی تو قطرات مطر سے گلشن ہرا پھولا پھلا ورنہ بے تضرع وگریہ خشکی مین کیا نظر آئیگا پس استدعائے فضل ورحمت سے برداشت انقطاع تعلق پر طلب غذائے قلب گریہ کے بعد تلویح تحقیق پس خندہ سے شادمانی روح وحصول قرب۔ کہا گیا کہ اہل ارادت کو صواعق قہریات سے فترات ہین جن سے ملائکہ خائف ہوتے ہین۔ قولہ لہ دعوۃ الحق۔ دعوت حق ندائے الست بربکم جسکا جواب ارواح طیبہ نے بزبان شوق دیا پھر دعوت حق بزبان انبیاء وصدیقین بجانب مومنین طاہر ہین جنھون نے خوشی سے فدا ہونا قبول کیا۔ یہ دعوت سچی ہے ہلاک سے محفوظ اور ماسوائے اسکے دعوت نفس وجہالت دریا وسمعت ہودی ہلاکت وضلالت ہے۔ اور قال تعالے وما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔ دعائے ریاکاران باتباع نفس وہوئے طریق اخلاص وصدق سے خارج ہزارون راستون پر بھٹکتی ہے ابن عطار رح نے کہا کہ ہر خواہش جب دعوت حق ہو صحیح ہے ماننے والا حق کو پہونچا اور جس نے دعوت نفس قبول کی اُس نے ہلاکت مین جھونکا بعض نے کہا کہ حق کا داعی از حق بحق ہے جعفر رح نے کہا کہ داعی نفس خود بجانب کفر وضلالت ہے کہ امانت سے خارج ہو اور ایک داعی

لہ یہ آفتاب ہے [illegible]

بحق اور دوم داعی بجانب حق وسوم داعی براہ حق یہ سب دعوۃ الحق ہین کہ اپنے نفس سے دعوت نہین کرتے اور جو کوئی اپنے نفس سے مخلوق کو دعوت کرتا ہے ضلال ہے۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دعوۃ الحق برہان آیات بینات بچشم اسرار ہے جو اندھا بہرا نہوا دیکھا سُنا عالم ہوا اور مقابلہ مین دعوت شیطان ہے وہ بزینت چشم ظاہر وانکار چشم باطن ہے مگر جو زینت ظاہر پر فریفتہ ہوا اُس نے گمراہی قبول کی اور ساتھ ہی وہ داعی نفس ہین کہ خواہشون کی مہار دیکر آدمی کو کھینچتے ہین جو اسطرف جھکا مارا پڑا ایک قسم دعوت بلا واسطۂ ملک ہے اقول یہی احادیث قدسی ہین۔ کہا کہ وہان فرشتہ وعقل کی دلیل واشارات کو دخل نہین بلکہ سماعت از حق بحق اور اجابت بحق برائے حق تعالے عزوجل ہے۔ وقولہ وما دعاء الکافرین۔ مین کہا کہ ہواجس نفس وخواہش لذات وشہوات اسی مین داخل ہین اقول ہر خواہش کے قبول کرنے مین نتیجہ برباد ہے اور شیخ رح نے کہا کہ مجھے اوائل عمر مین تفحص سے وداعی کی تفصیل اس طرح معلوم ہوئی کہ ہر دعوت بظہور لطف یا قہر ہے اس کی سات قسمین ہین اول دعوت حق بلا واسطہ دوم دعوت لمۃ الملک سوم دعوت روح۔ چہارم دعوت عقل پنجم دعوت قلب ششم دعوت نفس ہفتم دعوت شیطان۔ اور اس عمر مین مجھے تین اقسام اور ظاہر ہوئے ہین ہشتم دعوت سر باطن نہم دعوت سر السر۔ اور دہم دعوت طبیعت مترجم کہتا ہے کہ داعی سے معنے یہ سمجھو کہ کسی بھلائی یا بُرائی کی طرف آمادہ ہونے کی مقتضے۔ اور منجملہ دس اقسام کے سات وہ چیزین داعی ہین جو بھلائی کی طرف بُلاتی ہین اور تین وہ ہین جو بُرائی کی طرف داعی ہین اور ظاہر یہ ہے کہ بھلائی کی طرف بلانے والی دس ہین اور بُرائی کی طرف داعی ایک ہے پھر دس بلانے کی ایک بات سُنی تو دس گونہ لکھی جاوے اور ایک کی ایک کو ایک لکھا جاوے پس انسان کی غفلت کا ٹھکانا نہین ہے اس کے باوجود ایک کی دس گونہ زائد ہونگی اور دس کی دس گونہ کم اللھم غفرانک۔ اور لمۃ الملک کی دعوت یہ ہے کہ انسان مین لمۃ الملک اور لمۃ الشیطان کی ترکیب ہے اور ہر ایک اپنے اثر کو مقتضے ہے۔ پھر شیخ نے کہا کہ ظہور قہریات سے جو داعی ہین اُن مین سے اول شیطان ہے اور اسکی دعوت کی پہچان یہ ہے کہ قلب مین ہجوم افکار شرارت ہو اور نفس کو ہیجان ہو وطبیعت جوش مین ہو اور بدن توانا ہو اور اُس کی توانائی مین توجہ مبذول ہو اور سینہ مین اضطراب ہو اور قلب پر ابر چھایا ہو اور روح کی آنکھون پر غبار ہو اور نفس مین خفت ہو اور طبیعت کو ہر دم اپنی خواہشات پوری کرنے پر میلان ہو۔ اور اکثر یہ وسواس اُس شخص کو جو اُن کی پیروی کرے کفر یا کبیرہ گناہ مین ڈالتے ہین وہ زندیق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالے عزوجل کی پاک ذات کو ناپاک حواس سے یا تو تشبیہ دینے لگتا ہے جیسے فرقہ مجسمہ ومشبہہ ہے یا اُسکو معطل قرار دیتا ہے جیسے یونانی حکمار تھے یا دیگر اقسام بیشمار سے اُس کی پاک الوہیت مین شرک وکفر کرتا ہے۔ دوم داعی قہر مین سے نفس امّارہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس امّارہ کی اطاعت کرتا ہے اُسکو طرح طرح کی شہوات وحظوظ وغش کی جانب بُلاتا ہے اور جملہ اخلاق مذمومہ کی جانب داعی ہوتا ہے اور کبھی نفس وشیطان مل کر آدمی کو علم کی زبان سے ریاکاری کی طرف بُلاتے ہین اور بہت کم ایسے لوگ ہین جو اس مکر وخدع کو پہچانتے ہین اور جس نے مان لیا تو وہ باطل وکسل وقساوت مین گرفتار ہو جاتا ہے اور حسن ارادہ وصحت نیت سے محروم ہو جاتا ہے سوم داعی طبیعت ہے اور یہ عجیب بھید ہے اور یہ جنبش فطرت ہے جو شہوات خفیہ قبول کرنے کی استعداد سے خمیر کی گئی ہے اور وہ غیب قلب مین ہوتی ہے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ قہر کا بھید اُس کو اُبھارتا ہے کہ جس لذت کے لیے اُس کی پیدائش ہے اس کی جانب توجہ کرے اور صفات بشریہ کی تقویت کرے اور یہ ایسی خفی خواہش ہے جو فطرت طبیعت مین مضمر ہے اور اسی کی نسبت صالحین سے

پناہ مانگنے کی دعائین آئی ہین اور جس نے مان لیا وہ روح ذکر وانوار فکر سے محجوب ہو جاتا ہے۔ رہین سات خواہشین جو داعی الی الخیر ہین اول داعی قلب جو آدمی کو حکم کرتا ہے کہ اعمال کے تزکیہ کو چھوڑے اور صفائی ذکر مین مشغول ہو کیونکہ اس سے اُس کو اطمینان ولذت یقین حاصل ہوتی ہے کما قال تعالے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ پس جس نے اُس کی دعوت قبول کی اس طرح کہ مراقبہ مین اور خطرات پاک کرنے مین مشغول ہوا تو اُس کو صفائی عبادت حاصل ہوتی ہے اور ملکوت وجبروت کی خوشبو پاتا ہے۔ دوم داعی عقل اور وہ آدمی کو تزکیہ نفس ومجاہدہ وریاضت واقسام طاعات وخلوت کی طرف بلاتی ہے جس نے مان لیا وہ مراقبات ومحاضرات تک پہونچتا ہے۔ سوم داعی روح کہ آدمی کو تفکر غیب وطلب اسرار ودیدار ملکوت واسماع آواز جبروت کی طرف بُلاتی ہے جس سے ہلال مشاہدہ طلوع ہوتا ہے اور بندہ شراب شوق سے مخمور ہو کر ہر چیز سے منقطع ہو جاتا ہے اور یہ لذائذ وہ ہین کہ لذت نفس وشیطان اُس کے سامنے زہر ہلاہل نظر آتے ہین پس اُس وقت نفس وشیطان کا قابو نہین رہتا ہے الا ما شاء اللہ تعالے پس جس نے اُس کی دعوت مانی تو اوصاف بشریہ سے پاک اور اوصاف روحانیہ سے آراستہ ہو کر نور تجلی کو آئینہ یقین سے دیکھتا ہے۔ چہارم داعی مَلَک اور وہ الہام آلٰہی بامر اللہ سبحانہ تعالے عز وجل ہے جو اُس کو ایسا علم الہام فرماتا ہے کہ خطرات لطف وقہر کے درمیان امتیاز وفرق کر کے راہ مستقیم پر قائم ہوتا ہے اور انجام کار اتباع کتاب وسنت پر عود کرتا ہے اور دریاے حکمت سے جواہر علوم آلٰہیہ استخراج کرتا ہے۔ پنجم دعوت سر باطن جسکی خواہش ہے کہ ہمت کو تمام دنیا وآخرت سے اُٹھا کر رضوان حق عز وجل پر قائم کرے اور ماننے والا کشف مشاہدہ اور عجائب اسرار معرفت سے سرفراز ہوتا ہے۔ ششم دعوت سر السر اور وہ آواز نور ہے کہ غیب الغیب سے اُس کو لا آلہ الا اللہ سکھلاتی ہے یعنے قدیم کو ہر طرح حدوث سے علٰحدہ کرے اور خود وجود سے علٰحدہ ہو اور عبودیت کے امتحانات سے خارج ہو کر صفات ربوبیت سے متصف ہو پس جس نے مان لیا وہ انوار تجلی ذات وصفات سے منور رہتا ہے۔ ہفتم داعی حق بلا واسطہ اور اُس کے تین مرتبہ ہین اول دعوت حق تعالے عز وجل با فعال خاصہ اور یہ مشاہدۂ انوار صفات در فعل ہے اور یہ مقام مشاہدہ التباس ہے جس نے دعوت قبول کی وہ دریاے عشق مین امواج لطف کے ساتھ مستغرق ہوتا ہے کیونکہ اُسکو لطف کے ساتھ دعوت فرمائی اور اس مین باقی نہین رکھتا بلکہ التباس سے صرف مشاہدہ کی طرف لیجاتا ہے اور دوم دعوت صفات اور اس سے ذات پاک سے ظہور صفات کا طلوع نظر آتا ہے اور ہر صفت سے اُس کو ایک ذوق ہے تاکہ موارد ذات کو متحمل ہو اور جس نے مانا وہ نور اسماء ونعوت کے منازل سے انوار ذات تک رسائی پاتا ہے پس عارف بصفت قدم ہوتا ہے۔ مرتبہ سوم دعوت ذات اور یہ کلام صرف مقرون بکشف حقیقت از عین ذات ہے کہ کنہ قدم وازلیت ذات مین فانی کرتا ہے اور انسان پر آفتاب قدیم وازل وابد کا طلوع ہوتا ہے اور اُس کے انکشاف مین عین اور عین العین اور عجب العجیب اور غیب الغیب کے انوار ہین پس صفات وذات مین فنا ہو کر متصف بصفات وذات ہوتا ہے اور یہی مقام ہے کہ جو قرب نوافل معروف ہے اور یہ نعمت معرفت خود عطا فرمائی پس بندہ کو اُس کے نفس کی شناخت دیتا ہے پس حق کو بحق اور نفس کو بحق پہچانتا ہے حالانکہ پہلے اپنے نفس کو فی الحق بھول گیا تھا اور یہی معنے ہین قولہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ بندہ ہر حال مین بندہ ہے عرفان کمال ہے نہ آنکہ مخلوق بدل کر خالق ہو گیا نعوذ باللہ منہ۔ ولیکن بندہ و

آدمی درحقیقت یہی بندہ عارف ہے۔ پھر حق تعالے عز وجل نے اپنی کبریائی وعظمت مین ہر مخلوق کو مسخر وذلیل وچار و ناچار مطیع بیان فرمایا۔

سجدہ ۷

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ

اور اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتا ہے ہر وہ جو آسمانون مین ہے اور زمین مین ہے خوشی تابداری سے اور مجبوری کراہت سے اور ان سب کے سایہ

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۩

اول روز اور آخر دن مین

واضح ہو کہ سجود لغت انسانی ہے زمین پر پیشانی رکھنا ولیکن سواے انسان کے دوسری چیزون مین سجود انکے لائق طور پر ہے اور صحیح ثابت ہے کہ آفتاب سجدہ کرتا ہے جیسے تسبیح ہر چیز کی اُس کے طور پر ہے اور مراد سجود سے انقیاد بھی ہو سکتا ہے جیسے اُردو محاورہ مین بولتے ہین کہ تم تو اُسی کے پاؤن پر سر ٹیکتے ہو یعنے بالکل اُسی کے مطیع وتابع فرمان ہو۔ پس اگر سر ٹیک کر سجدہ مراد ہو تو معنے قولہ تعالے وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا اور اللہ تعالے ہی کے لیے سر ٹیک کر سجدہ کرتا ہے ہر وہ جو آسمانون وزمین مین ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ملائکہ کا سجدہ کرنا معلوم ہے اور زمین والون مین سے فقط مسلمین مراد ہین پس طوعا وہ مومنین سجدہ کرتے ہین جو ظاہر وباطن ایمان رکھتے ہین اور کرہا جو ظاہر مین اسلام وباطن مین کفر یعنے منافق ہین۔ اور بعض نے کہا کہ مومنین مراد ہین لیکن بعضے بطوع ورغبت سجدہ کرتے ہین اُنپر گران نہین اور بعضے بسبب مشقت کے گرانی سے سجدہ کرتے ہین اور مشقت کو بسبب ایمان کے گوارا کرتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ تکلف کے باوجود ملائکہ کی نسبت سجدہ کے یہ معنے کیونکر معلوم ہوئے جو آدمی مین سر ٹیک کر سجدہ کیے ہین اسلیے کہ جسم مثل آدمی کے نہین ہین اور اگر سجدہ کے معنے وہ ہون جو ہر ایک چیز کے لائق سجدہ ہے تو انسان کی خصوصیت نہین ہے بلکہ لفظ من اہل العقل کی تغلیب ہے اور معنے یہ ہین کہ جو چیز آسمانون وزمین مین ہے اللہ تعالے ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے بعض بطوع ورغبت اور بعض باکراہ۔ ولیکن اس تاویل پر یہ تامل ہے کہ کفار اکثر چیزون وبتون کے لیے سجدہ کرتے ہین پس یہ انحصار کہ اللہ تعالے ہی کے لیے سجدہ کرتے ہین کس معنے مین ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ بیان عظمت وقہر آلٰہی کا ہے کما قال تعالے وہو الواحد القہار۔ یعنے ہر چیز جسکو دیکھا جاوے کہ وہ اللہ تعالے عز وجل سے منکر ہے وہ اضلال آلٰہی کی مطیع ہے اور جو چیز جہنم کے لیے مخلوق ہے اور ویسے ہی افعال کرتی ہے جو اُسکے لیے مقدر فرمائی ہین تو وہ خلق وتقدیر آلٰہی کی مطیع ہے پس سجدہ بمعنے انقیاد واطاعت ہے اور اُس کی تعبیر سجدہ سے فرمائی اس بیان کے لیے کہ سجدہ کمال انقیاد ونہایت عاجزی کا اقرار ہے پس گویا فرمایا کہ اللہ تعالے ہی کے لیے بالکل مطیع ومنقاد ہے جو چیز آسمانون وزمین مین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تو قہراً انقیاد ہے اس مین طوع وکرہ کو دخل کیونکر ہے تو جواب یہ ہے کہ مرض وسختی وبلاء وغیرہ امور آلٰہی جو جاری ہین اس مین مومنین اطاعت کے ساتھ منقاد ہین اور سب اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے جانتے ہین ؎ وگر تلخ بینند دم در کشند ولیکن مشرک نہین بنتے ہین اور کفار ومنافقین واہل شرک کا یہ حال ہے کہ ان چیزون کو کرہاً مانتے ہین حالانکہ کرہ کا کچھ اثر نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت اُن علماء کے لیے اصل ہے جو وحدت شہودی کے قائل ہین فافہم۔ وَّظِلٰلُهُمْ اور سایہ ان لوگون کے۔ بِالْغُدُوِّ چڑھتے دن کے اوقات مین وَالْاٰصَالِ اور ڈھلتے دن کے اوقات مین۔ اصل لغت مین غدو طلوع فجر سے طلوع شمس تک وغدوہ وغداۃ اول نہار وقیل الی نصف النہار اور آصال جمع اصیل عصر سے مغرب تک اور لفظ

جمع سے ڈھلتے دن کے اوقات مراد ہونا ظاہر ہوتا ہے پس غدو سے چڑھتے دن کے اوقات مراد ہین اور کہا گیا کہ غدو اور آصال کے ذکر سے دن کے دونون اطراف جنہین سایہ کا پڑنا زیادہ ظاہر ہے اور ان کے ظلال سے مراد فقط وہ ہین جنکا سایہ ہوتا ہے نہ فرشتہ و جن اور اُنکے سایہ کا سجدہ اُن کے سجدہ کے ساتھ ہے کذا قیل ولیکن مترجم کہتا ہے کہ ان اوقات مین ہر ایک سجدہ نہین کرتا ہو اور زجاج نے کہا کہ تفسیر مین آیا ہے کہ کافر غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور اُسکا سایہ اللہ تعالے عز وجل کو سجدہ کرتا ہے۔ ابن الانباریؒ نے کہا کہ اسمین کچھ تردد نہین ہوسکتا کہ اللہ تعالے عز وجل نے سایہ مین ایسی سمجھ پیدا کی ہو کہ وہ اللہ تعالے عز وجل کے لیے سجدہ کرتا ہے جیسے پہاڑون مین کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے۔ مین کہتا ہون کہ یس آیت کی تفسیر ہو دوسری آیت قولہ اولم یروا الے ما خلق اللہ من شئ یتفیؤ ظلالہم عن الیمین والشمائل سجدا للہ وہم داخرون۔ اور عنقریب اس کی تفسیر انشاء اللہ تعالے آویگی۔ بعض نے کہا کہ سایہ کا سجدہ زمین پر کم و بیش پڑنا اور ایک جانب سے دوسری جانب پھر جانا جیسا جیسا آفتاب چڑھتا اُترتا ہے۔ اور علماے ربانیہ و عارفین حکماء ان آیات پر سربسجدہ ہوتے ہین اور اُنکے قلوب پانی پانی ہوجاتے ہین اور عظمت و جلال الٰہی مین پگھلتے ہین اور سب سچ و صدق دیکھتے ہین ولیکن عوام کے افہام و عقول سے بیان باہر ہے اور حدیث مین ظہر کی سنتون کے بیان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اولم یروا الے ما خلق اللہ تعالے الآیہ پڑھی مسئلہ۔ نماز مین قیام افضل ہو یا سجود افضل ہے دو قول ہین بعضے اول و بعضے دوم کے قائل ہین وارجح یہ کہ سجود افضل ہو مسئلہ۔ اس آیت پر سجدہ علماء حنفیہ کے قول پر واجب ہو ف فی العرائس قولہ تعالے وللہ یسجد من فی السموات الآیہ۔ اہل ملکوت بمشاہدۂ عظمت بطریق اجلال اور آدمی و جن بعد مشاہدۂ ربوبیت سجدہ کرتے ہین بعضے بعد کشف انوار محبت و شوق و بعضے درمیان مجاہدہ و ریاضت کے نفس کو مجبور کرکے و یون ہی اہل محبت و عشق بطوع و رغبت اور اہل عرفان بکرہ کیونکہ عبودیت مخلوق کہان لائق ربوبیت قدیم ہو اور واضح ہو کہ انسان بصورت عالم صغیر ہو اور بالمعنے عالم کبیر ہو پس از جانب اعلی سموات و از اسفل ارض ہو اور سموات مین روح و عقل و قلب و نفس مع جنود مجندہ ہین پس سجدۂ روح بکشف جمال و سجدۂ قلب بکشف جمال و جلال و سجدۂ عقل بکشف افعال بطوع و رغبت ہو اور سجدۂ نفس بکشف انوار جبروت و قہر کرہاً ہو اور ظلال ارواح و عقل و قلب یعنی اسرار مکنۂ جنکو اللہ تعالے عز وجل نے آئینہ حقائق عرفان بنایا ہو وقت کشف و ظہور کے طوعاً سجدہ کرتے ہین اور ظلال نفوس یعنے اضمحلال وقت کشف قہریات کرہاً بطریق انقیاد سجدہ کرتے ہین۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عارف بطوع و معرض بکرہ سجدہ کرتا ہو اور کہا کہ جب اسپر مصائب آئے تو ذلیل ہوا اور جب راحت و آرام پہونچا سرکش ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام صحیح ہو ولیکن تفسیر آیت سے اُسکو کم تعلق ہو و قال المترجم والایخفی علی المتامل صدق ما قیل من ان الظاہر فی المظاہر حق ولیس فی الوجود الا الحی القیوم و دونہ ظلال لا وجود لہا و لا فرق بین الانسان و ظلہ الا من حیث المظہریۃ فالقاہر القادر علی المخلوق و ما خلق منہ ہو الخالق عز وجل فحیث سجد سجد لہ ولیس ہذا علے ما یروونہ من الجبر فی شئ فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب اور شیخ محقق محی الدین بن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ قولہ وللہ یسجد۔ ینقاد۔ اور اللہ تعالے عز وجل ہی کی منقاد ہو۔ من فی السموات والارض۔ جو آسمانون و زمین مین ہو یعنے حقائق روحانیات مانند اعیان جواہر و ملکوت اشیاء کے طوعاً و کرہاً۔ یعنے چاہین یا نہ چاہین اور معنے یہ کہ خواہ مخواہ اُنپر یہ انقیاد لازم ہو ولیکن بعضے اس انقیاد مین خوش ہین اور بعضے ناخوش ہین۔ وظلالہم۔ یعنے اُن کی صورتین و اجسام و بدن جو ان روحانیات و ملکوتیات کی نسبت تصویر و ظلال ہین اسی واسطے اس سجدہ مین پیغمبر خدا صلے اللہ

علیہ وسلم نے پڑھا سجد لک وجہی و سوادی و خیالی۔ سجدہ کیا تیرا میرے چہرہ نے یعنے حقیقت ذات نے اور میرے سواد نے یعنے شخص نے اور میرے خیال یعنے نفس نے اور حاصل اُس کا وجود و عین و شخص ہے۔ بالغدو والآصال یعنے دائماً۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر بتحقیق اور لائق قبول ہے اور الحمد للہ کہ جو کچھ دبی زبان سے مترجم نے اول لکھا ہے شیخ کی اس تفسیر سے بہت موافق پایا اور اللہ تعالے کے انعام کا شکر ہو پھر تنبیہ فرمائی۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ

کہہ کون ہو رب آسمانون کا اور زمین کا کہہ دے کہ اللہ ہو کہہ کہ پھر کیا تم نے بنا لیا اُس کے سواے دوسرون کو اپنا متولی

لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ

جو اختیار نہین رکھتے مین اپنی جانون کے نفع لینے کا اور نہ ضرر دور کرنے کا کہہ دے کہ بھلا کہین برابر ہوا ہے اندھا اور دیکھنے والا کیا بھلا

تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ

یکسان ہوئی ہین اندھیریان اور نور کیا انھون نے بنائے ہین اللہ کے ساجھی جنھون نے پیدا کی ہو اللہ تعالے کی سی مخلوق سو مشتبہ ہو گئی خلق

عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

انپر کہہ دے کہ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہو ہر چیز کا وہ اکیلا نرالا بڑا قہر والا ہے

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ کہہ یعنے پوچھ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم مشرکون سے کہ کون رب ہے یعنے خالق و متولی قائم رکھنے والا ہے آسمانون کا۔ وَالْاَرْضِ اور زمین کا یہ سوال تقریر ہے یعنے انسے اقرار لے کیونکہ مشرکین اس بات کے قائل تھے اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خود جواب دیدینے کا حکم دیا بقولہ۔ قُلِ اللّٰهُ کہدے کہ اللہ تعالے رب ہے۔ کیونکہ اگر مشرکین جواب نہ دیتے تو اس کے سواے اور جواب نہین ہے اور مین کہتا ہون کہ بیشک مشرکین بھی اللہ نام لیتے کما فی قولہ لیقولن اللہ۔ ولیکن معنے کی راہ سے بڑا فرق ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کہا تو سچ کہا کیونکہ جملہ صفات توحید کے ساتھ اللہ تعالے عز وجل کا پاک نام لیا بخلاف مشرکین کے کہ وے توحید نہین سمجھے تھے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مثل اُن کے نام لیا ولیکن اللہ تعالے عز وجل رب ہے یعنے بندون کا اور اُن کے افعال کا خالق اور ہر چیز کا مربی و متولی وہی ہے کسی چیز مین کسی نفع و ضرر کا دوسرے کو اختیار نہین ہو پس درواقع وہی ولی مخلوق ہو جس نے مانا وہ مومن ہو اور جس نے نہ مانا اُس کو سمجھایا بقولہ۔ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ کہدے کہ پھر کیا بنا لیے تم نے۔ مِّنْ دُوْنِهٖۤ غیرہ۔ اللہ تعالے عز وجل کے سواے دوسرون کو یعنے مخلوقات کو کیونکہ اللہ تعالے کے سواے جو ہے مخلوق ہے تو معنے یہ کہ اللہ تعالے خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو۔ اَوْلِيَآءَ اپنے متولی حالانکہ اللہ تعالے تم کو رزق و اولاد اور سب چیز دیتا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ تمہارے بنائے ہوئے اولیاء نے دیا حالانکہ وے مخلوق اور قبضۂ قدرت الٰہیہ مین مسخر ہین۔ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اختیار نہین رکھتے اپنی جانون کیلئے کسی نفع کا کہ بغیر اللہ تعالے عز وجل کے دیے حاصل کر لین اور نہ ضرر کا کہ بغیر اللہ تعالے کے حکم کے دور کر سکین۔ جب وے اپنی ذات کے لیے مختار نہین ہین تو غیرون کے لیے کب نفع پہونچانے یا ضرر دور کرنے کے مختار ہونگے۔ واضح ہو کہ حکمت یہان یہ ہو کہ اگر کوئی بندہ ولی ہو تو وہ اپنے افعال کا خالق خود نہین ہو سکتا بلکہ اللہ تعالے

اُس کا اور اُس کے افعال کا خالق ہے بلکہ حدیث النوافل جو اکابر صوفیہ مشائخ مین معروف ہے کہ نوافل سے قرب یہانتک ہوتا ہے کہ اللہ تعالے عزوجل ہی کی قوت سے بولتا و سُنتا و دیکھتا ہے پس کسی شخص کے لیے وہ جب ہی بولیگا کہ جب اللہ تعالے چاہے پس جاہل جو انکو خود مختار و مؤثر سمجھتے ہین یہ بالکل غباوت و بے عقلی ہے پس جب اللہ تعالے عزوجل چاہے تو نفع و ضرر پہونچیگا لہذا ہر طرح اللہ تعالے کے فضل پر مدار ہے اور اُس کے سوا ے کوئی مخلوق ہو وہ اپنے نفس کے لیے حصول نفع و دفع ضرر کے مختار نہین تو غیر کے لیے کب ہو سکتے ہین بلکہ سب کے سب قبضۂ قدرت آلٰہیہ مین مسخر ہین اور قہار کے یہی معنے ہین کہ سب اُسی کے قبضہ مین مقہور ہے کوئی اُس کی مشیت و ارادہ کے خلاف جنبش نہین کر سکتا ہے پس جو شخص اس طرح ایمان لایا اُس نے اللہ تعالے عزوجل کو مانا ورنہ جو کوئی غیرون کو خود مختار بلکہ اپنے آپ کو خود مختار سمجھا اور جانا کہ ہم سب طرح کے افعال آپ پیدا کر سکتے ہین اُس نے اللہ تعالے کے علم و تقدیر و قدرت سے انکار کیا اور وہ بہت سے معبودون و بہت سے خالقون کا قائل ہوا اور یہ غلط ہے بلکہ اللہ تعالے عزوجل خالق واحد قہار ہے پس مشرکون کو سمجھایا کہ غیرون مین تو نفع و ضرر کی کچھ قدرت نہین پھر قادر خالق کو چھوڑ کر اُن کو اولیاء کیون بناتے ہو یہ تو دیدہ و دانستہ دل کی تاریکی و اندھا پن ہی لہذا فرمایا۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ تو کہدے کہ کیا برابر ہوا اندھا یعنے کافر مشرک و منافق ساتھ دیکھنے والے کے یعنے موحد تو آنکھون والا ہوتا ہے اور کافر مشرک منافق اندھا ہے یہ دونون کہین برابر ہو سکتے ہین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اعمی سے مراد مشرک اور بصیر سے مراد مومن ہے۔ اور بات یہ ہی کہ تمام مخلوقات اپنے خالق عزوجل کی الوہیت و صفات کاملہ پر دلیل ہین اور اُسکی قدرت و کمال کے آیات ہین اگر صرف انھین کو دیکھے تو اللہ تعالے عزوجل کی وحدانیت صاف نظر آوے پس تمام آدمی ان آیات کو دیکھتے ہین ولیکن کافرون کو کچھ آیات نظر نہین آتی ہین کما قال تعالے وکاین من آیۃ فی السموات والارض الآیہ اور مومن کو نظر آتی ہین تو کافر اندھا و مومن بینا ہوا۔ انکے علاوہ خاص طور پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا وہ کافرون کو نظر نہ آیا کما قال تعالے تراہم ینظرون الیک وہم لا یبصرون۔ اور مومن ایمان لایا۔ علاوہ ازین قرآن نازل فرمایا اور معجزات ظاہر فرمائے یہ انواع دلائل و بینات بیشمار کافرون کی نظر مین نہ آئے پس وے اندھے ہین اور مومنون کو ایمان کے ساتھ ہی وہ نور عطا ہوا کہ ظاہری آنکھون کی بینائی اُسکے مقابل مین کچھ نہین ہے۔ اور حدیث مین ہے کہ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ۔ مومن کی بینائی سے پرہیز رکھو اور ڈرو کہ وہ اللہ تعالے عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے اس زمانہ کے علماء اپنے کو اندازہ کرین کہ فراست رکھتے ہین تو مومن ہین۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن کو نور الٰہی حاصل ہی اور اُسکے خلاف کافر کو تاریکی ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالے عزوجل نے مخلوق کو تاریکی مین پیدا کیا پھر ان پر نور چھڑکا تو جسکو اُس کے نور سے نصیب ہوا وہ راہ راست دیکھیگا اور جسکو نہین ملا وہ گمراہ ہوا۔ اور حدیث صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا جس مین تمام اعضاے شریف کی نسبت نور کی دعا مانگی ہے اے رب میرے کردے میرے دل مین نور اور سینہ مین حتے کہ ہڈیان و خون و گوشت و پوست اور داہنے بائین سامنے پیچھے زیر و بالا سب نور مانگا حتی کہ آخر مین التجا کی کہ مجھے نور کردے پس یہ درجہ تو بہت بڑا ہی اور ادنے مرتبہ یہ ہے کہ مومن دل کے نور بصیرت سے خالی نہین ہوتا پس توحید آلٰہی عزوجل پر مستقیم ہوتا ہو وہی بینا و بصیر ہو اور کافر اُسکے برخلاف ہو لہذا دوسری مثال مین فرمایا۔ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ

الانواع الکثیرۃ۔ وَالنُّوْرُ النوع الواحد۔ کیا کبھی برابر ہوتی ہین اندھیریان اور نور۔ یعنے اندھیریان چاہے کسی قسم کی ہون کبھی نور سے برابر نہین ہو سکتی ہین۔ نور کو مفرد فرمایا کیونکہ راہ حق مستقیم اور ایک ہے چنانچہ خط مستقیم وہ ہوتا ہے جو دو نقطون کے درمیان سب سے چھوٹا ہو پس لا محالہ وہ ایک ہی ہوگا چاہے اسپر چلنے والے اپنے لباس و ہیات و ساز و سامان و چال ڈھال مین متفاوت ہون ولیکن سب اسی ایک راہ کے مسافر ہین۔ اور ظلمات کو جمع فرمایا کیونکہ ٹیڑھے خطوط تو بے انتہا نکل سکتے ہین جیسے گمراہی و کفر کے اقسام دنیا مین بہت کثرت سے ہین اور لوگ سب جانتے ہین اور قیامت تک نہین معلوم کسقدر نکلتے آوین چنانچہ نیچر طریقہ اسوقت مین پیدا ہوا جو یہود و نصارے سے بھی زیادہ گمراہ اور اسلام مین سخت فتنہ و بلاے عظیم ہی ہم اللہ تعالے عزوجل سے اس فتنہ سے پناہ مانگتے ہین۔ پس ایمان کی تمثیل نور سے اور کفر و شرک و نفاق و نیچر وغیرہ کی تمثیل تاریکیون سے بیان فرمائی اور تجھے تحقیق معلوم ہو چکا کہ یہ مثال نہین بلکہ واقعی ہے۔ حرف اَم منقطعہ بتقدیر بل یا بقول جمہور ہمزہ اور حرف ہل بمعنے قد اور کہا گیا کہ استفہام بطور ملامت و سرزنش ہے پھر اندھیریون کے اندھون کو ارشاد کیا کہ ذرا غور سے دیکھین۔ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ کیا بنالیے ان اندھون نے اللہ تعالے عزوجل کے ساتھ ساجھی ایسے کہ۔ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ جنھون نے پیدا کی ہو خلق مثل اللہ تعالے کی خلق کے سو مشتبہ ہو گئی انپر خلقت۔ یعنے ان اندھون کو ملامت کی کہ کیا تمکو کچھ ایسے لوگ ملے ہین جنھون نے اللہ تعالے کی طرح آسمان و زمین و جن و انسان پیدا کیے ہون کہ تم پر مشتبہ ہو گیا کہ مخلوق اللہ تعالے عزوجل کی یا مخلوق اُن لوگون کی ہے پس تم نے انکو اللہ تعالے کا شریک و ساجھی بنا لیا۔ حاصل یہ کہ جب ایسا نہین ہی بلکہ خالق فقط اللہ عزوجل ہے تو ہر چیز اس کی مخلوق ہے اور جو افعال و اشیاء کہ آدمیون کے بنائے ہوئے سمجھتے ہو وہ مخلوق کی مخلوق سمجھتے ہو اور مخلوق کبھی خالق نہین ہو سکتی تو سب خالق کی مخلوق ہے اور جب آدمی تمام مخلوق سے اشرف ہے تو باقی چیزین آفتاب و ستارے و آگ و بت و درخت و جانور وغیرہ آدمی سے کم مرتبہ ہین پس اگر آدمی ان چیزون کو اپنے برابر کرتا تو گویا اس نے اپنے تاج کو جو اللہ تعالے نے دیا تھا ان چیزون کی ٹوپی سے بدل لیا۔ مگر یہان تو حیف ہے کہ آدمی نے ان چیزون کے آگے سجدہ کیا اور اُن کا بندہ بن گیا۔ اور آدمی کے مثل جو آدمی ہے وہ آدمیت مین برابر ہے اگرچہ اللہ تعالے عزوجل کے یہان قبولیت مین دونون کے درمیان کرورون برس کی راہ کا فرق ہو لیکن آدمی کوئی ہو خالق کبھی نہین ہو سکتا تو جس نے کسی آدمی کو مختار سمجھا کہ وہ چاہے ہم کو جنت دیدے چاہے دوزخ اور چاہے ہمارے گناہ اپنے اوپر لادلے اور چاہے اللہ تعالے عزوجل کے یہان ہمارے مقدمہ کی پیروی کر کے ہم پر کچھ الزام نہ آنے دے اور چاہے مہربان ہو کر بیٹا و اولاد دیدے اور چاہے مہربان ہو کر اللہ تعالے سے غرضکہ اس کی رضامندی و خوشی پر ہو اُسکے اختیار مین ہو تو اس بے وقوف آدمی نے جو دوسرے آدمی کی نسبت یہ گمان کیا تو اللہ تعالے کی پاک صفت اختیار کی دوسرے اپنے مانند مخلوق مین ثابت کی حالانکہ ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالے ہر مخلوق کا خالق ہے اور ہر مخلوق کے افعال کا خالق بھی وہی ہے خالق اسکے سوائے کوئی دوسرا نہین ہے تو کسی کو اختیار ہی نہین کہ وہ دوسرون کے گناہ اپنے اوپر لاد کر کفارہ ہو جاوے یا یہ کرے یا وہ کرے کیونکہ یہ تو جب ہوگا کہ اللہ تعالے عزوجل چاہے لہذا جب حق تعالے عزوجل چاہتا ہے تو آدمی پر دوسرا آدمی شفقت کرتا ہے ورنہ ممکن نہین ہے لہذا خوب ہوش و حواس عقلی سے جان رکھو کہ خالق و مختار کوئی نہین سوائے اللہ تعالے کے ولہذا فرمایا۔ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ تو کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالے عزوجل ہر چیز کا خالق ہے۔ اب بہت سے بدحواس یہ گمان کرتے ہین کہ اشیا رہین سے اکثر ہم پیدا کرتے ہین اور یہ کفر و باطل ہے ولیکن اللہ تعالے نے عالم اسباب مین جسطرح زمین مین دانہ چھڑکا یا گیا اور پانی برسا اور زمین سے درخت اُگا پس اللہ تعالے عزوجل نے اس شان سے پیدا کیا ایسے ہی انسان سے بہت سی چیزین پیدا فرماتا ہے اور حضرت موسٰے علیہ السلام کا عصا درحقیقت منقلب ہو کر اژدہا ہوجاتا تھا حالانکہ اُسکو حضرت موسٰے علیہ السلام نے نہین پیدا کیا پس جو اسباب اللہ تعالے عزوجل نے پیدا فرمائے ہین اُن کا سبب ہونا اسی کی قدرت سے ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نعوذ باللہ اب وہ مجبور نہین ہوا تو وہ چیز ہر دم اُس کے قبضۂ قدرت مین ہے لہذا آگ کو جلانے کا سبب پیدا فرمایا لیکن جب وہ چاہے نہ جلاوے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلانا چاہا تو آگ گلزار ہوگئی لہذا ضرور ہوا کہ آدمی بتوفیق الٰہی ان اسباب کو کام مین لاوے اور یہ اس کا یقین رہے کہ اگر اللہ تعالے عزوجل نے چاہا تو ان اسباب کا یہ نتیجہ ہوگا ورنہ نہین اور آدمیون سے نیک وبد مین فرق یہ ہے کہ نیک آدمی نیک نیت سے نیک اسباب کسی نیک نتیجہ کے لیے نیکی پر کام مین لاتا ہے اور بدآدمی بدنیت سے بُرے اسباب شہوت وخواہش نفس کے لیے بدانجام مین کام مین لاتا ہے اور اللہ تعالے عزوجل ہر چیز کا خالق ہے پس دونون نیک وبد مین سے ہر ایک نے اپنا اپنا فعل کمایا اور ہر ایک کی کوشش پر اللہ تعالے عزوجل نے پیدا فرمایا اور ہر چیز اُسی کے قبضۂ قدرت مین محکوم ومطیع ہے بلکہ آدمی کی نظر و زبان وغیرہ اسقدر اس کی مطیع ومحکوم نہین جسقدر ہر چیز اللہ تعالے کی قدرت مین مسخر ومقہور ہے لہذا فرمایا۔ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ یعنی وہی خالق عزوجل اکیلا ایسا ہی کہ اُسکے قبضۂ قدرت کی تسخیر مین سب ہین کوئی مخلوق اُس کے اختیار سے باہر کچھ اختیار نہین رکھتی ہے وفی تفسیر الامام الحافظ رحمہ اللہ تعالے عزوجل نے کافرون سے اقرار کیا جیسا کہ وے مقر تھے کہ آسمانون وزمین کا خالق اللہ تعالے عزوجل ہے پھر انکار کیا کہ تم دوسرون کی عبادت کیون کرتے ہو جو اپنے واسطے نفع وضرر کی قدرت نہین رکھتے تو تم کیا اُمید کرتے ہو پھر جو اللہ تعالے کی عبادت کرے اُس کے ساتھ ان مشرکون کی برابری نہین ہوسکتی اور یہ مشرکین کہتے کہ لبیک لاشریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک۔ اور کہتے جیسا کہ اللہ تعالے عزوجل نے خبر فرمائی کہ ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی۔ پس اُنکو ملامت کی کہ کوئی خالق نہین جسکی مخلوق تم پر مشتبہ ہوگئی کہ یہ اللہ تعالے عزوجل نے پیدا کی یا دوسرے نے تو شریک کیسا اور وہ مالک کیونکر ہوا اور الوہیت کیونکر اُس کو ثابت ہوئی جس سے تم اُسکی عبادت کرنے لگے اور یہ زعم کیا کہ عبادت کرین تاکہ اس سے تقرب اور منافع حاصل ومضرتین دفع کردے حالانکہ وہ خالق نہین اور خود اپنی ذات سے مضرت دور نہین کرسکتا اور نفع لے نہین سکتا اور یہ قدرت واختیار صرف اللہ تعالے عزوجل کی شان ہے اور وہی واحد قہار ہے تو اختیار غیر بالکل باطل پس اپنے مثل بے اختیار مخلوق کی عبادت کرنا محض رائے وگمان ہے اور یہی ضلالت ہے پس جن لوگون پر کلمۂ عذاب مقدر ہے وے آیات الٰہی سے انتفاع نہین پاتے بلکہ اپنی رائے وگمان کو دل مین جگہ دیتے ہین اور گمان پر جو اعمال کرتے ہین وہ مثل گمان باطل کے باطل وواہی ہین جو آخرت کے لیے باقی نہین رہ سکتے چنانچہ آیندہ بطور تمثیل کے ارشاد فرمایا کہ آب رحمت سے بقدر وسعت انتفاع پھر حق باقی و باطل وجفار ہے۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا
اللہ واحد قہار نے اُتارا آسمان سے پانی پس بہے وادی بقدر اپنی وسعت کے پس اٹھایا سیل نے پھین چڑھا ہوا
وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ
اور اس چیز مین سے بھی جسپر تم تاؤ دیتے ہو آگ مین بخواہش زیور بنانے یا کوئی متاع بنانے کے پھین ویسا ہی ہوتا ہو یون ہی مثل بیان
يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ
کرتا ہو اللہ تعالے حق اور باطل کی پھر وہ پھین تو جاتا رہتا نکما پھینکا ہوا اور رہا وہ جو نفع دیتا ہو لوگون کو
فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ
سو ٹھہرتا ہو زمین مین یون ہی بیان فرماتا ہو اللہ تعالے مثلین

حق وباطل کی دو مثلین یکسان مگر ایک پانی کی اور ایک آگ کی بیان فرمائی پس اول قولہ اَنْزَلَ اُتارا واحد قہار نے جو ہر ایک چیز کا خالق اور خود مختار ہے۔ مِنَ السَّمَآءِ سما سے۔ بعض نے کہا یعنے سحاب سے اور بعض نے کہا کہ درحقیقت آسمان سے جو بصورت سحاب اُترتا ہے اُتارا۔ مَآءً پانی یعنے مینھ برسایا۔ اور اس کلام کے اسلوب مین دقائق اشارات مین از انجملہ یہ کہ رحمت الٰہیہ یکسان آسمان سے نازل ہوئی بدون دخل کسی شرک کے۔ فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا پس بہ نکلے وادی یعنے وادیون کا پانی بقدر انکی وسعت کے اور وادی جو میدان دو پہاڑون کے درمیان یا زمین نشیب جسمین پانی کا سیلان ہو اور وہ کوئی صغیر ہوتا ہی کوئی کبیر ہوتا ہی اور اسکے قطعات بھی باہم ملے ہوئے مگر زمین شور وشیرین وغیرہ اقسام زمین کی راہ سے متفاوت ہوتے ہین اور یہان چھوٹائی وبڑائی کی قدر مراد ہے یعنے جس سرزمین پر پانی برسایا گیا وہان کی وادی جسقدر تھین سب پر یکسان پانی برسا ہر ایک مین بقدر اسکی وسعت کے سمایا اور ان وادیون سے سیل جاری ہوئی فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا پس سیل نے برداشت کیا پھین اوپر چڑھا ہوا یعنے سیل مین دو چیزین ایک پانی خالص۔ دوسرا ناکارہ پھین مگر وہ پھین اوپر چڑھا ہوا بہتا ہی اور خالص پانی بیچارہ اسکی تحت مین دبا ہوا ہی۔ یہ مثال تو پانی کی تھی جسمین صافی نافع جوہر نیچے دبا ہوا اور ناکارہ میل کچیل اوپر چڑھا ہوا تھا اور دوسری مثل آتشی بیان فرمائی بقولہ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ایقاد آگ روشن کرنا پکانے وگھلانے کے لیے یا اور کسی غرض سے۔ اور یوقدون بیاء تحتیہ قراءۃ حمزہ و کسائی وحفص رحمہم اللہ تعالے ہی اور باقیون نے اُسکو بتاء فوقیہ پڑھا اور خطاب سننے والون کی طرف بدون خصوصیت کسی مخاطب کے ہے۔ اور قولہ۔ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ مفعول لہ ایقاد کا ہے اور یہان تک خبر ہی اور قولہ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ مبتدا ہی۔ اور معنے یہ ہین کہ پیدا ہوتا ہے اُس چیز سے جسکو تم زیور یا متاع کی غرض سے آگ مین پگھلاتے ہو ایسا ہی پھین یعنے اونچا چڑھا ہوا اور جو چیز جوہر ہے مثلاً زیور کی صورت مین سونا چاندی اور متاع کی صورت مین تانبا لوہا پیتل رانگ وغیرہ تو اصلی دھات نیچے اور میل کچیل اوپر ہوتا ہے پس یہان پھین سے وہی میل کچیل مراد ہے جو تاؤ دینے سے اوپر آجاتا ہے كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ یون ہی مثل بیان فرماتا ہے اللہ تعالے حق وباطل کو۔ یعنے اللہ تعالے عزوجل نے حکمت بالغہ الٰہیہ سے ہر چیز و ہر امر مین خواہ ظاہری محسوسات مین ہو یا باطنی سیرت روح ونفس مین ہو حق کی اور باطل کی

یہ مثال فرمائی اور اس کلام سے تنبیہ کردی کہ عالم الغیب کی تمثیل کو بہت غور و فکر سے دیکھو اور جیسے کوئی مخلوق آدمی مثالین رکھتا ہے اسی قدر پر اکتفا مت کرو پس اصلی پانی صاف تو حق کی مثال ہے اور پھین چڑھا ہوا باطل ہے۔ جیسے آتشی مثل مین اصلی دھات صاف تو حق کی مثال ہے اور میل کچیل باطل ہے۔ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً یعنے زبد کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ ناپید ہوجاتا ہے بیکار پھینک دیا گیا۔ یعنے پانی کی سیل اُس کو کنارے پھینک دیتی ہے اور بھٹی وگھریہ سے نکال پھینکا جاتا ہے وہ کسی کام کا نہین ہے حالانکہ تھوڑی سی دیر ہوئی کہ وہ صاف پانی اور اصلی دھات پر چڑھا ہوا تھا۔ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ۔ اور رہا وہ جوہر جو لوگون کو نفع دیتا ہے فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ تو وہ زمین مین ٹھہرتا ہے اس سے کھیتیان اُگتی ہین اور لوگ پانی سے سیراب ہوتے اور جانور وکیڑے زندہ ہوتے ہین اور لوہا و تانبا و چاندی و سونا وغیرہ لوگون کو نافع ہونے مین ظاہر ہین۔ پس ایسا ہی انجام حق اور باطل کا ہے کہ ظاہر مین کسی زمانہ مین اگر باطل اونچا اور غالب معلوم ہو تو آخر وہ تھوڑے زمانہ مین برباد ہوجاتا ہے اور حق قائم و نافع ہوتا ہے زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مومن و اس کے اعتقاد صحیح و نفع ایمان کی مثل جیسے پانی جس سے زمین کے نباتات تر و تازہ پھل پھول میوہ و ہر چیز کی حیات ہے اور جیسے یہ جوہر چاندی و سونا وغیرہ کہ باقی رہتے اور طرح طرح کے نفع پہونچاتے ہین اور کافر و اُس کے اعتقاد باطل و بربادی کفر کی مثل جیسے وہ پھین جو سیلاب پر اتر آیا ہوا اور جیسے وہ میل کچیل جو گھریا مین چاندی سونے پر چھایا ہو کہ ظاہر مین اصلی جوہر سے اونچا نظر آتا ہے مگر بہت جلد برباد ہوتا اور پھینک دیا جاتا ہے۔ ابن الانباری رح نے اس آیت پاک کو قرآن کے نازل ہونے اور اس سے انتفاع و انکار کی مثال پر محمول کیا۔ وقال الامام الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیرہ بما حاصلہ آنکہ حق تعالے عز وجل نے اس آیت مین حق کے ثابت و باقی و نافع ہونے کی دو مثالین اور باطل کی فانی و ناکارہ اور بظاہر غالب و مرتفع ہونے کی دو مثالین بیان فرمائین و قولہ فسالت اودیۃ بقدرہا۔ یعنے ہر وادی نے اپنی وسعت کے موافق کبیر نے زیادہ اور صغیر نے تھوڑا لیا اور یہ اشارہ قلوب کی طرف ہے کہ بعضے وسیع ہوتے ہین جن مین بہت علوم کی گنجائش ہوتی ہے اور بعضے تنگ و صغیر ہوتے ہین۔ بالجملہ وادی کے سیول پر زبد چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ ایک مثل ہے اور قولہ ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ آلخ دوسری مثل ہے کہ جو دھاتین آگ مین گلائی جاتی ہین جیسے چاندی سونا۔ بغرض تیار کرنے زیورات کے یا جیسے لوہا تانبا و رانگا بغرض تیار کرنے متاع کے تو ان مین سے خالص پر زبد یعنے میل چڑھا ہوا اُبلا ہوتا ہے۔ قولہ فاما الزبد فیذہب جفاء۔ یہ انجام ہے کہ زبد سے انتفاع نہین ہوتا بلکہ متفرق ہوکر برباد ہوتا اور پھینک دیا جاتا ہے اور باقی فقط پانی یا صاف دھات رہتی ہین کما قال تعالے واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ كَذَٰلِكَ جیسے یہ مثل نہایت لطیف و دقیق مگر واضح بیان فرمائی یون ہے۔ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ بیان فرماتا ہے اللہ تعالے عز وجل مثلون کو۔ یہ تاکید ہے کیونکہ اسی آیت مین فرمایا کذلک یضرب اللہ الحق والباطل۔ پھر یہان تک مکرر متنبہ کیا کہ اہل عقل اس کے صدق کو آیات سماوی و ارضی مین بلکہ اپنے نفوس مین غور کرین اور اللہ تعالے عز وجل نے جو نظام امتحان اس دنیاے ناپائدار مین مقرر فرمایا ہے اور جو انجام ملک دائمی کے اختیار آیات و احادیث مین بیان فرمایا ہے اسپر مطابق کرین اور سمجھ لین کہ حضرت خلاق علیم عز وجل و اُس کے حبیب حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کس طرح صاف صاف صریح آگاہ کر دیا ہے تاکہ اُن کی عقلین اپنے

انجام ابدی آغاز سے فکر کرین اور مثل زبد کے باطل کا بظاہر فروغ دیکھکر نفس کی ہوسات مین غرہ نہ ہون وقد قال تعالے تلک الامثال نضربہا للناس لعلہم یتفکرون۔ یعنے یہ مثلین ہین جنکو ہم بیان کرتے ہین لوگون کے لیے شاید وے اپنے انجام کی فکر کرین اور فرمایا وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون یعنے یہ امثال ہم بیان کرتے ہین لوگون کے واسطے اور اُن کو نہین سمجھتا کوئی سواے عالمون کے اقول مُبارک اُن کو جو یہ مثلین سمجھین کہ وہی عالم ہین۔ اسی وجہ سے بعض سلف نے فرمایا کہ جب مین قرآن پاک مین کوئی مثل نہین سمجھتا تو اپنے اوپر روتا تھا اور حافظ امام رح نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ فسالت اودیۃ بقدرہا مثل ہے قلوب کے برداشت و گنجائش کی کہ بقدر یقین و شک کے لیتے ہین پس شک سے کوئی عبادت کارآمد نہین ہے اور یقین کے ساتھ اللہ تعالے اہل یقین کو نفع دیتا ہے پس منافق کا عمل مثل زبد کے زائل ہوتا ہے اور یقین کو اللہ تعالے قبول فرما کر باقی رکھتا ہے۔ اقول اہل باطل مشرک و کافر و منافق جو اعمال اپنے زعم مین کرتے ہین اگر مشیت الٰہی مین ہے تو دنیا مین اُن کو اس کا نفع ناپائدار دنیاوی متاع سے ملجاتا ہے اور آخرت مین بحکم قولہ فجعلناہ ہباء منثورا محض ضائع و بیکار پھینک دیے جاتے ہین یقین کے نیک اعمال دنیا مین انکو بقدر مشیت الٰہی نفع دیا جاتا ہے اور اس سے بھی بہت بڑا ذخیرہ عاقبت کے لیے پیدا ہوتا جاتا ہے حتی کہ تسلسل دراز ہوجاتا ہے اور اصلی عمل سے آخرت مین باقی رہتا ہے بحکم قولہ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا الآیہ۔ اور عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن عباس رض سے اسکی تفسیر مین مانند مذکورہ بالا روایت کی اور یون ہی مجاہد و حسن بصری و قتادہ و عطا و بہت سے سلف و خلف سے اس کی ایسی تفسیر مروی ہے۔ قال المترجم اور اس آیت مین علاوہ اعمال صالحہ کے نفس یقین و شک وغیرہ کی مثال ہے کیونکہ یقین وقت نزع روح کے نہایت پاکیزہ واضح باقی ہوجاتا ہے۔ اور باطل اسوقت آدمی کو ظاہر ہوجاتا ہے کہ یہ محض باطل تھا کیونکہ حق کھل جاتا ہے مگر افسوس کہ وہ بیچارہ بدبخت اُس وقت مجبور ہے اور یون ہی ہر ایک چیز باطل جو دنیاوی زینت مین نظرون مین بمقابلہ سنسان مسجد کے جہان بوریے ہین آنکھون مین زیادہ رونق کے ساتھ سماتی اور اونچی معلوم ہوتی ہے ولیکن باطن مین مسجد منور و اعلے ہے اور سجے ہوئے مکانات برباد و ناکارہ جنکا ظہور چند روز بعد وقت موت کے ظاہر ہوجاتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہان ایک لطیف دقیقہ انسان کی زندگی کا بیان ہے کہ اس دنیا مین اللہ تعالے عز وجل نے اُن کو دو فرقہ کر دیا ایک وہ جو توحید و ایمان پر ہین اور دوم سب ملت کفر ہے اور امتحان اسطرح کیا کہ بسا اوقات اہل ایمان پر تنگی و تکلیف و عوارض قہریات جو دراصل رحمت ہین نازل ہوتے ہین بخلاف ملتہاے کفر کے کہ وے اکثر احوال مین تندرست و فارغ البال ہوتے ہین پس امتحان کی آسائش مین چرخ دیے جانے کے وقت حق و باطل جدا ہوجاتا ہے کبھی بظاہر باطل کو بلندی و عروج ہوتا ہے لیکن وہ در واقع برباد و خوار ہے اور شیخ امام رح نے اشارہ کیا کہ حق تعالیٰ عز وجل نے اہل باطل و نفاق کے لیے شروع سورہ بقرہ مین دو مثلین بیان فرمائین ایک آبی اور دوسری آتشی پس آتشی قولہ تعالے مثلہم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ما حولہ ذہب اللہ بنورہم الآیہ اور مثل آبی قولہ او کصیب من السماء فیہ ظلمات ورعد و برق الآیہ۔ اور یون ہی سورہ نور مین کافرون کی دو مثلین فرمائین کما قال والذین کفروا اعمالہم کسراب بقیعۃ الآیہ اور سراب کا وجود شدت گرمی و حرارت مین ہوتا ہے اسیواسطے حدیث مین ہے کہ قیامت کے روز یہود سے کہا جائیگا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو کہینگے کہ اے رب ہم بہت پیاسے ہین تو کہا جائیگا کہ وہان جاتے نہین جہان تم پانی کا گمان کرتے ہو پس سراب دیکھکر جا پہونچینگے ناگاہ دوزخ مین داخل

ہونگے کہ وہ سراب کی طرح موجین مارتی ہوگی پس یہ مثل تو آتشی ہے اور دوسری آبی قولہ تعالے کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج الآیہ
اور یون ہی وحی خفی حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین ہے ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ ہدایت وعلم جس کے ساتھ اللہ تعالے عز وجل نے مجھے بھیجا اُس کی مثال جیسے کثیر باران رحمت ایک زمین کو پہونچا
پس اس مین ایک ٹکڑا تھا جس نے پانی جذب کیا اور بہت گھاس وبکثرت اناج اُگایا (جس سے جانداروں وآدمیون
نے بہت نفع اُٹھایا) اور اس مین ایک ٹکڑا خالی جوف تھا اُس نے اپنے اندر پانی بھر لیا پس اس سے بھی اللہ تعالے عز وجل نے
لوگون کو نفع دیا کہ خود پیا اور جانورون کو پلایا اور سینچا اور کھیتی کو پانی دیا اور اس مین ایک ٹکڑا چٹیل میدان ٹیکرا تھا کہ
نہ پانی روکا اور نہ نباتات اُگائی پس یہ مثال ہے اُس شخص کی جس نے دین آلہی مین فقہ حاصل کی اور جس چیز کے ساتھ مین بھیجا
گیا ہون اس سے نفع پایا پس علم حاصل کیا اور سکھلایا اور مثال ہے اُس شخص کی جسنے سر نہ اُٹھایا اور میرا ہدیہ قبول نہ کیا۔ رواہ
فی الصحیحین۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثل اور تم لوگون کی مثل
ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ لگائی جب اُس کا گرد ونواح روشن ہوا تو کیڑون پتنگون نے آگ مین گرنا شروع کیا
اور اُس نے روکنا شروع کیا اور وے اس پر چڑھے آتے اور مُنھ کرکے گرتے جاتے تھے پس ایسی ہی میری تمھاری مثال ہے کہ
مین تمھاری کمرون کو پکڑے آگ سے مانع ہون اور کہتا ہون کہ اس سے بچو اور تم مجھپر غلبہ کرکے اسی مین گرے پڑتے ہو۔ رواہ احمد
والبخاری ومسلم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وللہ یسجد من فی السموات الآیہ بعض نے کہا کہ سجود دو قسم ہے ایک اپنے وجود سے اور دوم
قلب سے پس سجود نفس وہ انقیاد آلہی ہے کہ ہر نفس کو جسواسطے پیدا کیا ہے وہ اسی راہ پر چلتا ہے اور زیادہ عزیز الوجود وہ شخص ہے
جو دونون وصف سے ساجد ہو پھر حق تعالے عز وجل نے بندون کو معرض امتحان مین حق وباطل کے وصف سے ممیز فرمایا بقولہ تعالے
قل ہل یستوی الاعمی والبصیر الآیہ اور اس مین اشارہ مراتب حق کے درمیان بھی ظاہر ہے چنانچہ اقرار حق مین جن لوگون کی چشم بصیرت
دیدار قدم ومشاہدہ انوار ازل سے محروم ہے وہ کیونکر برابر ہوگا ایسے شخص سے جو جمال حق بچشم حق بصفت سرمدیت بدون غاشیۂ
طبیعت ومعارضۂ خلقت بشاہدہ کرتا ہے اور نفس کے دو تاریک کا منظر کہ یہ کیونکر برابر ہو روح کے انوار لطیف سے جو مجلس انس مین
مشرق قدس سے تابان ہو حالانکہ دونون میدان عبودیت مین ہین اور یون ہے جو نور روحانی عین مشاہد یقین مین ہے اس کے
ساتھ گفتگوے زبانی واستدلالی کا مدعی کیونکر مساوی ہوگا والحق کہ روشن چہرے عارفین کے مقابلہ مین قہریات مین ڈوبے مدعین کو
کچھ برابری نہین ہو اور حسن صنعت صانع عجیب ہو کہ نور وظلمت مین اسقدر التباس موجود ہو شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعہ نے فرمایا کہ جس کو
توفیق علم ہوئی اور خدمت سے سرفراز ہوا اسکے ساتھ محروم ومطرود برابر نہین شیخ ابو حفص رحمۃ اللہ تعہ نے کہا کہ درحقیقت اندھا وہ ہے
جو مخلوقات سے خالق کو پہچاننے کا مدعی ہوا اور بینا وہ ہو کہ خالق عز وجل سے مخلوق کو پہچانے۔ شیخ استاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ منجملہ
تاریکیون کے تدابیر پر دل رکھنا اور منجملہ توفیق کے شہود تقدیر کی روشنی مین جانا۔ اقول یعنے تدبیر کو عین تقدیر خیال کرنا چنانچہ
حدیث مین یہ اشارہ موجود ہے کہ بعض نے تدبیر کا ذکر کیا تو فرمایا کہ یہ بھی تقدیر ہے۔ قولہ تعالے انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ الآیہ
اس کے اشارات سے یہ ہے کہ باران رحمت سے تفہیم ہے نزول تجلیات صفات واسماء وافعال پر مین قلوب اولیاء واصفیاء پس
جیسے رادی اپنی وسعت کے موافق باران رحمت اٹھاتے ہین انکے قلوب بھی باران رحمت تجلیات بقدر اپنی استعداد کے اُٹھا کر محبت و

معرفت وتوحید وکمال مین متفاوت مقامات پر ہوتے ہین اور جیسے سیول وادی مین زبد ہوتا ہے ان مین علی قدر مراتب صفات
بشریت غلبہ کرتے ہین اور دیدار غیب سے روکتے ہین ولیکن جنکو یہ رحمت درحقیقت نصیب ہوئی ہے انپر متواتر باران رحمت
ومتوارد نسیم صبا سے یہ اوصاف طبیعت مثل پھین کے بالظاہری شدائد وصعوبات یا محبت کی آگ مین جلکر یا خشک ہوکر اڑ جاتے
ہین اور ان کی ہمت عالیہ جاری ہوکر قلوب کو جواہرات حکمت ومشاہدات سے لبریز کر دیتی ہے پس ریا وسمعت وشرک
وشک ونفاق حتے کہ خطرات مذمومہ سے پاک ہوکر بحر مشاہدہ مین صافی ظاہر ہوجاتے ہین اور یہ سب اس رحمت آلہیہ کی
برکت ہے جو بلا واسطہ وبلا اسباب کے ان کے حق مین نازل ازازل ہے اور جیسے باران رحمت آسمان سے بدون سبب کے
جو بندون کی طرف سے ہووے نازل ہوتا ہے بلکہ محض فیض قدیم ازلی ہے یون ہی فیوض باطنہ بلا علت وسبب مین
کیونکہ نزول رحمت توفیق وایقان کے بعد بندے سے عبادات وطاعات سرزد ہوتے ہین پس یہ محض فیض قدیم ازلی ہے
جس کی حکمت وہی پاک کا پروردگار عالم الغیب ہے پس اس باران سے آب رحمت ان قلوب مین بقدر وسعت
جاری ہوتا ہے چنانچہ بعض مین بحر الذات سے اور بعض مین صفات اور بعض مین اسماء وصفات ونعوت وافعال سے
پس جو بحر الذات سے ہے وہ موحدین وعارفین ومنفردین ومتجردین کے قلوب مین جاری ہے اور وہان سے اوصاف
بشریت سب زائل کر دیتا ہے حتی کہ وہ خود فراموش ہو جاتے ہین بقاء صرف ذات وحدہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور جو بحر الصفات
سے ہے وہ قلوب عاشقین ومحبین ومشتاقین مین جاری ہوتا ہے اور وہان سے اوصاف نفوس ومیل کچیل طبیعت کا دور کر دیتا ہے
اسی وجہ سے بے اختیار جذب مین وجد کرتے ہین اور جو بحر نعوت سے ہے وہ قلوب مومنین ومتقین مین جاری ہے جس سے غبار
خطرات وہواجس زائل ہوتا ہے اور دقائق وحقائق پیدا ہوتے ہین اور جو بحر اسماء سے ہے وہ قلوب مخلصین ومتعبدین پر جاری ہے
جس سے وسواس شیطان اور میل بدنیا ے فانی زائل ہوتا ہے اور حکمت وفطنت پیدا ہوتی ہے اور جو بحر افعال سے ہو وہ مریدین
کے دلون پر جاری ہے جس سے شہوات زائل اور حسن معاملات ومراقبات پیدا ہوتے ہین سبحان اللہ تعالے شانہ کہ اقسام
رحمت سے اقسام قلوب مخصوص ہین اسطرح کہ ہر قسم رحمت کے واسطے ایک خاص قسم کا قلب متعین فرمایا ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ
علیہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالے عز وجل نے ایک صاف موتی پیدا کرکے بعین الجلال ملاحظہ فرمایا وہ حیا سے پانی ہوکر روان ہوا
جس قلب کو اس سے نصیبہ ملا اُسی کی صفا ہے اور ہر قلب اس سے بقدر وسعت مستفیض ہے اقول یہ قول متوقف رہیگا یہانتک
کہ وحی آلہی عز وجل سے اُس کا امثان ثابت ہو کیونکہ یہ حال غیب ہے فافہم۔ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسکے اشارہ مین
بندے کی حالت کا بیان ہے کہ وادی مین جب سیل روان ہوتی ہے تو کسی قسم کی نجاست ہو اسکو بہا لیجاتی ہے اسیطرح جب
وہ نور بندہ مین ہیلان کرتا ہے جو حق تعالے عز وجل نے اس بندے کی قسمت مین مقدر فرمایا ہے تو نجاسات باطنہ مانند غفلت و
تاریکی وغیرہ کے سب دور ہو جاتی ہین اور خالص نور رہجاتا ہے جو باقی ہو اسکے حق مین نافع ہے پس قلب منور ہو جاتا ہو اور
شہوات ناکارہ وخیالات فاسدہ واعتقادات باطلہ زائل ہوکر اعتقادات حقہ وحقائق ثابتہ روح کے ساتھ باقی رہجاتے ہین
قال المترجم اگر وہم ہو کہ یہ اشارہ نہین بلکہ تفسیر ہے تو جواب دیا جاوے کہ نہین کیونکہ عام تفسیر تو کافرون کے اعتقادات
واعمال کے بطلان اور مومنون کے اعتقادات واعمال کا قیام ہے اور شیخ نے مومنون مین پھر اس طرح تفصیل بطریق اشارت

نکالی کیونکہ کفر و شرک کی نجاسات انتہا درجہ کی ہین کہ ان کے جلانے کے لیے آتش جہنم لائق ہے اور مومنون کے درمیان جن کے اعتقاد مین توحید آلہی آگئی ہو مگر غفلت وغیرہ سے نجاسات فسق ہون وہ بھی صاف نہین ہین حتی کہ بعضے ان مین سے کسی مدت تک آگ سے پاک کیے جاوینگے۔ اور اصل اس مین قولہ علیہ السلام فرش علیہم من نورہ الحدیث یعنے مخلوق کو خالق عز وجل نے تاریکی مین پیدا کیا پھر ان پر اپنے نور سے چھڑکا پس جسکو اس نور سے حصہ ملا وہ راہ راست پر آیا اور جو محروم رہا وہ گمراہ ہوا پس اہل ایمان کم و بیش اس نور سے حصہ پائے ہوئے ہین فلیتامل فیہ۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالے عز وجل نے انواع رحمت نازل فرمائین اور ہر قلب نے اپنا حصہ پایا پس جو قلب منور بنور توفیق تھا اس مین چراغ توحید روشن ہوا اور جو مؤید بنور توحید تھا اس مین چراغ معرفت روشن ہوا اور جو منور بمعرفت تھا اس مین چراغ علم و حکمت روشن ہوا اور جو منور بمحبت تھا شائق ہوا اور جو منور لبشوق تھا مقرب ہوا اسیطرح قلب بقبضۂ قدرت آلہیہ ہین کہ انوار مشاہدہ کے لیے ایک حالت سے دوسری حالت پر بدلتے رہتے ہین۔ قولہ تعالے عز وجل ومما یوقدون علیہ فی النار الآیہ۔ اعمال ظاہری و باطنی و اُن سے حصول معارف غیب کو زمین کے سونا و چاندی وغیرہ فلزات اور گداختہ کرکے زیور و متاع بنانے کے نتیجہ سے تشبیہ دی گئی پس جسطرح آگ مین گلانے سے میل دور اور اصل صاف باقی رہتی ہی جو کار آمد ہے اسیطرح اعمال ظاہر و باطن کہ آتش صبر و محبت مین اخلاص کے ساتھ گداختہ ہوکر خواہش و شہوات فانیہ کا میل زائل ہوتا ہے اور شرک و ریاکاری جو نفس و اغیار سے متعلق ہے زائل ہوکر جو خالص اللہ تعالے عز وجل کے لیے ہے نافع رہ جاتا ہی حتی کہ اگر کسی مومن کے تمام اعمال ظاہری محض ریاکاری ہون تو اسکے پاس کچھ بھی نہ رہیگا اور اگر باطنی حتے کہ ایمان بھی سوا اللہ تعالے عز وجل کے کسی دوسری چیز کی وجہ سے ہو تو ایمان بھی نہ ہوگا یعنے یہ محض نفاق ہے آیا نہین دیکھتے کہ منافقون کے اقوال و اعمال صورت مین مومنون کے مانند تھے مگر اُن کی نسبت جہنم کی درک اسفل مین ٹھکانا بیان فرمایا ہے کیونکہ ظاہری یا باطنی کوئی عمل اُن کا اللہ تعالے عز وجل کے لیے نہین رہا اور مسلمانون کو فریب دینا اور حظوظ دنیاوی کو اُس کے ذریعہ سے حاصل کرنا جو غور نظر مین بکثرت بدحرکات کو شامل ہین اُن کے پاس رہے بخلاف کافرون کے کہ اُنھون نے کوئی فریب نہین دیا ہے۔ پھر لکھا کہ ایسا ہی حال خطرات کا ہے چنانچہ جو الہام از جانب حق عز وجل ہو وہ قلب مین باقی رہتا ہے اور وسواس نفس و شیطان کو زوال ہے خصوص جبکہ بندہ نے اپنے رب تبارک و تعالے عز وجل سے ہر باطل خطرہ سے پناہ مانگی ہو پس یہ بے اصل خطرات واہیات بسبب غلبۂ معرفت و محبت کے فوراً زائل ہو جاتے ہین۔ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو احوال صادقہ ہوتے ہین اُن کی برکت قلب مین ثابت ہوتی ہے اور جو اُس کے سوا ہو وہ زائل اور اس کی کچھ بھی بھلائی دل مین نہین رہتی ہے۔ بعض نے کہا کہ قلوب بمنزلہ ظروف ہین اور ہر ظرف محدود ہوتا ہے بخلاف قلوب کے کہ انکی وسعت سے اللہ تعالے عز وجل آگاہ ہے پس مثل وادیہاے زمین کے جو حقیر چیز ہے ان قلوب کے وادی ہین پس بعض قلب مین سیل توبہ و استغفار جاری ہے اور بعض مین سیل ترحم و بعض مین سیل خوف اور کسی مین سیل اُمید اور کسی مین سیل معرفت اور کسی مین سیل انس روان ہے پھر ہر ایک ان سیول جاریہ مین سے قلب کے اندر اللہ تعالے عز وجل سے قرب پیدا کرتی ہے پس یہ قلوب وہ ہین جن مین سیول قربت جاری ہین اور علاوہ انکے دوسری قسم کے قلوب ان کے خلاف ہین جنہین سیول لعنت جاری ہین

اور توفیق سے محروم اور شقاق و نفاق کے غار مین گرتے ہین یہان تک کہ مقام اشقیا جہنم پر خاتمہ ہے۔ قال المترجم بعض نے اس کے اشارہ مین کہا کہ دنیا مین جو امور مرغوب و نعمات آلہیہ ہین اُن مین اصفیا کو تحمل اشقیا کرنا پڑتا ہے اور عموماً خلق کو نفع پہونچانا خواہ مومن ہو یا کافر ہو اور حیات فانیہ مین محبت و حلم و آہ و گریہ یاد حق عز وجل سے روح کے لیے زینت ہے اور بغیر اسکے جوہر مصفا نہو گا اور مومن کو ہمیشہ مکروہات پہونچینگے یہانتک کہ پاک صاف جہان سے عالم جاودانی مین عیش کرے واللہ تعالے اعلم۔ اور کہا جاتا ہی کہ جب دل مین انوار چمکتے ہین تو تاریکی زائل کر دیتے ہین پس یقین سے شک دور ہو جاتا ہی اور علم سے جہالت اور معرفت سے انجان ہونا دور ہوتا ہے اور نور مشاہدہ سے آثار بشریت زائل اور انوار جمع سے آثار تفرقہ زائل ہوتے ہین اور حقائق کے ظہور سے فانی خواہشین دور ہوتی ہین اور جب آفتاب معرفت طلوع کرتا ہے تو دل سے تاریکی کہ کسی چیز کی کچھ تاثیر ہی بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ بالجملہ جن قلوب نے نفع پایا اور جو منکر ہوئے انکا انجام بیان فرمایا

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰىؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا

انکے لیے جنھون نے قبول کیا اپنے رب کے واسطے بہت بھلائی کی عیش ہی اور جن لوگون نے نہ مانا اپنے رب کے لیے اگر انکے ملک مین ہوتی سب وہ چیز

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ

جو زمین مین ہے پوری پوری اور اتنی ہی اُسکے ساتھ ہوتی تو اسکو عذاب سے اپنی جان بچانے کا فدیہ دیدیتے یہی لوگ ہین جنکے لیے مقرر ہوا حساب

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۠

اور ٹھکانا اُنکا جہنم ہی اور برا پالنا ہے یہ جہنم

ع ۱۱

آیت سابق مین اہل حق و سعادت کی اور اہل باطل و شقاوت کی دو مثالین بیان ہوئین بدین معنے کہ اہل سعادت نے ہدایت کا حصہ لیا اور انکے اعمال ظاہر و باطن اُن کے لیے نافع و باقی رہے اور اہل شقاوت نے ہدایت سے کچھ حصہ نہ پایا اور انکے اعمال باطل و بیکار گئے کیونکہ غرض اُن کی دنیاے فانیہ کے کچھ حظوظ و شہوات تھے جو مرتے ہی زائل ہوگئے اب ان دونون کا انجام آخرت کا بیان فرمایا کہ ہر ایک فریق نے اپنے لیے کیا کمایا ہے فقال عز وجل۔ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ استجابت بمعنے اجابت یعنے حکم و فرمان کو جو بزبان حضرت رسول رب العالمین محمد صلے اللہ علیہ وسلم آیا اُسکو مانا و قبول کیا اور باب استفعال سے تعبیر فرمانے مین شوق کا اشارہ ہی کیونکہ جیسے استغفار یعنے طلب مغفرت مین بندے کی طرف سے رغبت ہی ویسے ہی ایمان و ہدایت قبول کرنا برغبت چاہیے گویا یہ بندے پہلے سے منتظر تھے کہ پکار ہو اور دوڑین پھر خبر کو مبتدا پر مقدم کیا تاکہ شوق سے دل کی نگاہ رکھو کہ جن لوگون نے رغبت سے قبول کیا اپنے رب کی ہدایت کو اور یہ قبول کرنا خالص رب عز وجل کے واسطے ہوا بدون کسی اور خواہش کے تو اُن کے لیے کیا نعمت ہے وہ نعمت۔ الحُسْنٰى ہی۔ جمہور مفسرین و ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنت ہی اور اہل معانی نے کہا کہ الحسنیٰ نہایت خوب منفعت عظمی جسکے ساتھ مضرت کا لگاؤ نہوا اور کبھی اُسکے زائل ہونے کا گمان بھی نہ ہو اور اکرام و عزت کے ساتھ ملے۔ بالجملہ اس نعمت کو الحسنیٰ سے تعبیر فرمایا پس سننے والے متنبہ ہوگئے کہ ہمارا خالق عز وجل دینے والا جو ہم کو پیدا کرنے والا ہے وہ اُس کو حسنیٰ فرماتا ہے تو اُس کی شان اسقدر بڑی والیسی خوب و عالی ہے کہ ہمارے خیال و قیاس و گمان و وہم سے باہر ہے سراج مین کہا کہ اس مقام پر حسنیٰ کے ساتھ زیادہ نہین فرمایا اسوجہ سے کہ دوسری آیت مین فرمادیا ہے اوّل یعنے قولہ تعالے

للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادة۔ اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے وہان ذکر کیا کہ زیادہ کی تفسیر دیدار باری تعالےٰ جل شانہ ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر الصدیق وحذیفہ بن الیمان وعبد اللہ بن عباس وجماعہ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی تعداد شمار سے زیادہ ہی اور سعید بن المسیب وعبد الرحمن بن ابی لیلے وعبد الرحمن بن سابط ومجاہد وعکرمہ وضحاک وعامر بن سعد وعطاء و قتادہ وحسن بصری وسدی ومحمد بن اسحاق وجم غفیر سلف وخلف سے مروی ہے اور بہت احادیث کثیرہ صحیحہ آہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہین اور مترجم نے وہان تحقیق وتوضیح کے ساتھ کلام ذکر کر دیا ہے اور جس کسی فرقہ نے اپنے اوہام وقیاسات کی وجہ سے دیدار باری تعالےٰ کو محال سمجھا اور انکار کیا اُس نے دنیا ہی مین اپنے اوپر کافر ہونے کی گواہی قرآن پاک سے لے لی کیونکہ حق تعالےٰ عز وجل نے فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ یعنی کفار اُس روز اپنے پروردگار سے پردہ مین رکھے جاوینگے یعنے اُن کو نعمت عظمی دیدار نہ ملے گی اور ان آیات کے معنے بدلنا گویا انکار کرنا ہوا۔ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ اور جنھون نے نہ مانا اپنے رب کے فرمان کو یعنے اللہ تعالےٰ عز وجل نے اپنا رسول بھیجا اور قرآن پاک ہدایت اُسکے ساتھ کیا تاکہ اُنھون نے رسول کو نہ مانا اور قرآن پاک سے انکار کیا اور اپنی رائے مین آخرت کو صحیح نہ جانا اور دنیاوی دولت وپریشان زندگی کے سوائے کسی بےفکر وپاکیزہ زندگی کو نہ مانا اور جملہ علوم حقیقیہ واخلاق حسنہ سے مُنھ موڑا یا ظاہر مین کسی دنیا کی دولت کے لیے مانا اور خالص اللہ تعالےٰ عز وجل اپنے رب کے لیے نہ مانا تو اُنکے انجام کار کی باتین حالتین فرمائین ایک تو یہ کہ۔ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اگر آخرت کے عذاب دیکھنے کے وقت ان کی ملکیت مین ہوتا وہ سب جو زمین مین ہے پورا پورا حالانکہ دنیا مین کبھی اُنکو حاصل نہ ہوا تھا بلکہ نہایت ہی حقیر ملا تھا جس پر کفر کرنے لگے تھے اور آخرت کے عذاب کے سامنے اگر تمام جو کچھ دنیا مین ہے سب اُن کو ملتا۔ وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اُس کے ساتھ اتنا ہی ملجاتا۔ لَافْتَدَوْا بِهٖ تو اس دوچند کو دیکر اپنی جان چھڑاتے حالانکہ اُن کو وہان کچھ بھی نہ ملیگا اور اگر دونا ملجاتا جب بھی کچھ قبول نہ ہوتا۔ پس یہ بیان ہے کہ جب تک حیات دنیاوی ہے تب تک حقیر خواہش نفس نہین چھوڑتے اور حقیر متاع دنیا سے منھ نہین موڑتے حالانکہ یہ سب ان کی ملک سے چھینی نہین جاتی بلکہ انصاف کے ساتھ اس مین تصرف کرنے کو کہا جاتا ہے اور آخرت مین حقیر کیا بلکہ سب کا مل بلکہ اُس سے بھی دوچند فدیہ دینے پر رضامند ہونگے۔ لیکن حق تعالےٰ عز وجل نے بندگی وعبودیت کی حد اس حیات دنیا تک رکھی ہے پھر کچھ قبول نہ ہوگا۔ اور دوسری حالت یہ ہے کہ۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ۔ ان الحساب السوء۔ انھین لوگون کے حق مین بُرا حساب ہے۔ بعض نے کہا کہ بُرا حساب یہ کہ سب گناہون پر مواخذہ ہو کچھ بخشا نہ جاوے۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اُن کے کفر نے سب اُن کے اعمال ردی وناکارہ وباطل کردیے۔ یعنے اب بدلا سوائے بُرائی کے نیک کچھ نہین رہا۔ بعض نے کہا کہ سوء الحساب مناقشہ ہے یعنے محاسبہ پورا لیا جاوے قال الحافظ رحمۃ اللہ علیہ یعنے ہر صغیرہ وکبیرہ پر ان سے حساب لیا جاوے اور حدیث صحیح مین ہے کہ جس کسی سے حساب مین مناقشہ ہوگا وہ ہلاک ہوجائے گا۔ اور تیسری حالت وہ درحقیقت اُنکا انجام ہے یعنے۔ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اور ٹھکانا ان لوگون کا جہنم ہے۔ علما نے کہا کہ جیسے خلقت مین نجاست کے کیڑے کا ٹھکانا پاکیزگی مین نہین ویسے ہی یہ لوگ اپنے لائق جگہ پر جاوینگے۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ اور جہنم بہت بُرا پالنا ہے۔ عجب شان آلہی ہے کہ جن کا یہ ٹھکانا ہے اُنکو خوف وعلم نہین اور جن کا نہین ہے وہ جانتے وخائف ہین یعنے انبیاء ومومنین کا یہ ٹھکانا نہین مگر وہ دوزخ کو جانتے اور اس سے

پناہ مانگتے ہین برخلاف کافرون کے جن کا یہی ٹھکانا ہے۔

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

بھلا کیا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو اُتارا گیا تجھپر تیرے رب سے وہ حق ہے وہ شخص مثل اُس شخص کے ہے جو اندھا ہے یہ تو وہی سمجھتے بوجھتے ہین

اُولُوا الْاَلْبَابِ ۙ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۙ وَالَّذِيْنَ

جو عقل والے ہین ایسے لوگ ہین کہ پورا کرتے ہین اللہ تعالےٰ کا عہد اور توڑتے نہین مضبوط قرار کو اور ایسے لوگ ہین

يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۗ

کہ جوڑتے ہین وہ جسکا اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ جوڑا جاوے اور ڈرتے ہین اپنے رب سے اور خوف کرتے ہین بُرے بُرے حساب سے

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا

اور ایسے لوگ ہین جنھون نے صبر کیا آرزو مین اپنے رب کے دیدار کے اور قائم رکھی نماز اور خرچ کیا اسمین سے جو ہم نے

رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

انکو رزق دیا تھا چھپاکر اور کھلے اور دور کرتے رہے نیک کام سے بُرائی کو یہی لوگ ہین جنکے لیے

عُقْبَى الدَّارِ ۙ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ

آخرت کا گھر ہے باغ تر وتازہ ہین ہمیشہ قیام کے جنمین داخل ہونگے وے خود اور جو کوئی صالح ہوا اُنکے باپ دادون مین سے اور انکی بیویان

وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۚ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

اور بال بچے اور اُن کے پاس آوینگے فرشتے ہر دروازہ سے سلام علیکم یعنے

بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ؕ

تمپر سلامتی ہو عوض اُسکا جو تمنے صبر ومحنت اُٹھائی سو یہ آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے

اوپر کی آیات مین بُرا انجام کفر کا بیان فرمایا ولیکن کافر بسبب جہل کے نہین جانتا اور آیات ودلائل سے عبرت نہین ہوتی کیونکہ وہ چشم بصیرت سے اندھا ہے ولیکن بینا کو یقین منور کرتا ہے لہذا فرمایا۔ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ کیا جو شخص جانتا ہے یہ بات کہ۔ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ جو اُتارا گیا تجھ پر تیرے رب کی طرف سے حق ہے اس مین کچھ شک وشبہ نہین ہے پس وہ سب نصیحتون پر ایمان لاکر نیک اعمال کرتا ہے۔ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى مانند اس شخص کے ہے جو بصیرت سے اندھا ہے یعنے ہرگز نہین۔ روایت ہے کہ نزول اُس کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابن عبد المطلب اور ملعون ابو جہل کے حق مین ہوا یعنے حمزہ رض اہل علم ویقین ومعرفت سے ہین اُن کے ساتھ ابو جہل جاہل منکر کی کچھ برابری نہین۔ اور خازن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آیت کے معنے عام ہین اگرچہ سبب خاص ہو۔ حاصل یہ کہ جو کوئی حق کو دیکھتا واس کی اتباع کرتا ہے وہ برابر نہین ہے اُس شخص کے جس کو حق نظر نہین آتا اور بدراہ چلتا ہے۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ انھین کو نصیحت نفع دیتی ہے جو اصحاب عقول ہین کیونکہ جاہل بےعقل ناسمجھی سے راہ نہین پاتا بلکہ گمراہی کو راہ سمجھتا ہے اور اہل عقل معنی کو سمجھتے اور ہر صورت سے معانی کو اور ہر پوست سے مغز کو حاصل کرتے ہین پھر اہل عقل کی شناخت واُن کا مرتبہ بیان فرمایا۔ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ ایسے

لوگ ہین کہ جو پورا کرتے ہین اللہ تعالے عز وجل کا عہد یعنی جو اللہ تعالے کی ربوبیت کا اقرار اپنے اوپر کیا اور اللہ تعالے عز وجل نے رسول بھیجے اور کتابین نازل فرمائین اور ان مین عہد طاعات بجا لانے و نافرمانی سے باز رہنے کے لیے ہین سب عہد آلہی تعالے پورا کرتے ہین۔ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيْثَاقَ اور توڑتے نہین عہد کو خواہ خالص اللہ تعالے عز وجل کے ساتھ ہو یا بندون کے ساتھ ہو خواہ نذر ہو یا قسم ہو۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے عز وجل کے عہد و میثاق کی پابندی کو قرآن پاک مین کچھ اوپر بیس جگہ ذکر فرمایا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ اور وہ لوگ ہین جو ملاتے ہین وہ چیز جسکے ملانے کا اللہ تعالے عز وجل نے حکم دیا ہے۔ اکثر مفسرین نے کہا کہ مراد صلۃ الرحم ہے یعنے پیٹ سے پیدائش کا ناتا جس حد تک ہو اُس کو قطع کرنا حرام اور اس کو ملانا ثواب ہے اور بعض احادیث مین قطع رحم کبیرہ گناہ ہے و فی الحدیث صلوا الارحام وافشوا السلام الحدیث یعنی لوگون کو مدینہ مین جو نصیحت شروع فرمائی از انجملہ فرمایا کہ ناتون کو ملاؤ اور آپس مین جان پہچان ہو یا انجان ہو سب کو سلام کہو یعنے تم پر اللہ تعالے عز وجل کی سلامتی و رحمت رہے۔ اور حدیث مکارم اخلاق مین ہو کہ صل من قطعک الحدیث یعنے تیرا ناتے والا اگر ناتا کاٹنا چاہے تو اُس سے مل۔ حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ رحم لٹکا ہوا ہے عرش الرحمٰن سے دعا مانگتا ہو کہ جو مجھے ملاوے اللہ تعالے عز وجل اُسکو ملا دے اور جو مجھے قطع کرے اللہ تعالے عز وجل اُس کو کاٹ دے۔ واضح ہو کہ الرحمٰن باری تعالے کے اعظم اسمار صفات سے ہو اور الرحم اس سے مشتق ہو اور عبد الرحمٰن بن عوف نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث قدسی مین روایت کی کہ حق تعالے عز وجل فرماتا ہو کہ جس نے رحم کو ملایا مین اُسکو ملا دونگا اور جس نے کاٹا مین اُسکو کاٹ دونگا۔ اقول ایسے احادیث مین فضیلت زبان عربی کی ظاہر ہے اور عرب نسل جہان جہان ہی اُن کی صحت نسب کی دلیل یہ ہے کہ باہم کنبہ و ناتے والے میل جول سے ہون اور اگر پھوٹ ہوئی تو نقص کی دلیل ہی۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرفوع روایت کی جسکو اچھا معلوم ہو کہ اللہ تعالے عز وجل اُسکے رزق مین فراخی دیوے اور اسکے اثر مین تاثیر فرماوے تو اسکو چاہیے کہ ناتا ملاوے۔ علما نے کہا کہ اثر مین تاخیر سے مراد اُس کی عمر مین زیادتی ہی یعنے اگر صلہ رحم کرے تو اسکی عمر اسقدر دراز ہو۔ سراج مین لکھا کہ یہی مشہور ہو کہ فی الحقیقۃ عمر مین زیادتی ہو جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ متبرک طریقہ سے عمر گویا زیادتی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ اُسکے آثار خیر دیر تک قائم رہینگے گویا وہ زندہ ہو اور شاید اُسکے نسل دیر تک قائم رہنی مراد ہو۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوع روایت ہو کہ مکافی واصل نہین بلکہ واصل وہ ہے کہ اُس سے ناتا کاٹا جاوے اور وہ ملاوے اور روایت ہے کہ قیامت مین رحم عرض کریگا کہ اے میرے رب مین قطع کیا گیا اور امانت کہیگی کہ اے رب مین چھوڑی گئی اور نعمت کہیگی کہ اے میرے رب میری ناشکری کیگئی۔ فضیل بن عیاض کے پاس ایک جماعت حاضر ہوئی آپ نے پوچھا کہ تم کہان کے ہو بولے کہ خراسان کے فرمایا کہ اے لوگو اپنے رب سے تقوے اختیار کرو چاہے جہان کے ہو اور آگاہ رہو کہ اگر کوئی بڑا نیکو کار پورا نیکو کار ہو مگر اُسکے گھر مین ایک مرغی تھی اُسکے ساتھ بُری طرح پیش آتا تھا یعنی اچھی طرح پرداخت نہ کرتا تو وہ محسنین مین سے نہین ہو سکتا۔ مسئلہ۔ کافر ناتے دارون سے صلہ رحم مین ثواب ہو اگرچہ وے لوگ اسلام سے لڑتے ہون مگر نقد روپیہ و ہتھیار ایسے ناتے دارون کو نہ دیوے جو اسلام سے قتال کرتے ہون۔ دقیقہ جنگ بدر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کو پیش قدمی

کرنے دی تو اسوجہ سے نہ تھا کہ جہاد مین تاخیر کی بلکہ ان لوگون سے قرابت رحم تھی اول اُنھون نے آپ سے کفر کیا پھر نکالا پھر قتل پر آمادہ ہوئے۔ پھر واضح ہو کہ یہ سب اس صورت مین ہے کہ ما امر اللہ بہ ان یوصل۔ سے مراد خاص صلۃ الرحم ہو اور شیخ حافظ امام رحمۃ اللہ علیہ نے عام اختیار کیا یعنی اہل قرابت سے میل رکھے اور اُنپر احسان کرے اور فقیرون و محتاجون سے بحسب وسعت سلوک کرے اور امر معروف سب کے ساتھ پھیلاوے۔ اور یہی ارجح ہے کہ ہر چیز جسکے میل کا اللہ تعالے نے حکم کیا سب مراد ہین اور رحم کا ملانا اقوی ہے اور از انجملہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت ملانا اور تمام مومنون سے برادرانہ میل رکھنا اور حسب مقدرت انسے احسان کرنا اور اُن کی مددگاری کرنا اور اُن سے بُرائی دور رکھنا اور اُنپر شفقت کرنا اور سلام کا افشار کرنا یعنے ہر مسلمان اجنبی ہو یا جان پہچان ہو اسپر دعا دینے کے طور پر سلام کرنا اور مریضون کی عیادت کرنا اور دوستون و نوکرون و پڑوسیون اور سفر کے ساتھیون سے مراعات رکھنا اور مانند اسکے جسطرح شرع نے حکم دیا ہے انمین واجب و سنت و مستحب سب داخل ہین ولیکن امر وصل جو آیت مین ہے اگر حقوق واجبہ پر محمول ہو تو واجب بطریق وجوب موکد ہونگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ نیکی کرنا احسان سے اور رحم ملانا دونون سے قیامت مین حساب مین تخفیف ہوتی ہے رواہ الخطیب و ابن عساکر۔ بالجملہ اہل عقول وہ ہین کہ عہد آلہی ایمان و طاعات کا و عہد بندگان پورا کرتے ہین اور منجملہ عہد کے صلہ رحم ہے کہ اسکو جوڑتے ہین توڑتے نہین۔ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ اور باوجود اسکے اپنے رب سے ڈرتے ہین اور یہ خوف اول تو یہ کہ عہد شکنی وغیرہ کا گناہ سرزد نہ ہو اور جب اسوقت تک پورا ہوا تو دم موت تک لغزش کا خوف اور جیون جیون عہد پورا ہوتا جاتا ہے یہ خوف کہ جسکو پورا سمجھا اسمین کہان تک نقصان ہو جو لاعلمی سے نہ سمجھے ہون پھر اس پورے ہونے کا شکریہ ادا ہونے کا خوف کیونکہ اللہ تعالے عز وجل نے توفیق دی اور ان کو اعمال حسنہ کا کمانے والا بنا دیا پس حمد و ثنا اُسی کے لیے ہے پھر حق تعالے عز وجل کے استغنار کا خوف کہ تمام مخلوقات اُس کی پاک شان کے آگے ذرہ سے حقیر ہین اور قلوب اُس کے قبضۂ قدرت مین ہین اور مالک خالق وہی ہے پس آخر اس فناگاہ سے فانی کرکے زندگی جاوید عطا کرنے تک اپنی مرضیات پر ثابت رکھے اور جو نقص ہوگئے ہین ان کو عفو فرماوے۔ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ اور ڈرتے ہین حساب کی بُرائی سے یعنے اُن کے نامہ اعمال مین ایسی بے ادبی نہ ہو جس سے ان اعمال ناکارہ کی وجہ سے مواخذہ سخت ہو تو ضرور ہلاکت اس کا انجام ہو جیسے مثلاً اپنی طاعات پر عُجُب کی نظر دوڑائی کیونکہ یہ سب تو اللہ تعالے عز وجل کی توفیق و رحمت سے ہوا تھا جس کا شکریہ ادا کرنے کے واسطے قدرت و طاقت نہین پائی تو بجائے اسکے اپنی شان کا خیال ایک کفران نعمت ہو پس محاسبہ سخت ہوا بخلاف اس کے جس بندے نے عقل پائی اور اللہ تعالے عز وجل کی نعمت کا شکریہ ادا کرنے سے عاجز یقین کرکے مغفرت چاہی کہ اے رب میرے اپنے فضل سے بخشدے اور مین حساب سے خوف کرتا ہون۔ کیونکہ حساب مین سراسر میرا قصور ہی قصور رہیگا کیونکہ سب تو تیرا فضل ہی فضل تھا پس مین حساب کے مناقشہ سے پناہ مانگتا ہون اور امیدوار ہون کہ اپنے دائمی فضل سے بخشدے۔ ان سب باتون مین نفس امارہ سرکشی کرتا اور ان باتون کو گران سمجھتا ہو کہ سب کچھ کیا پھر تو سمجھتا ہے کہ نہین نہین سراسر قصوروار ہون اور اب بھی فضل کا اُمیدوار ہون تو نفس دلگیر ہوتا ہی یہانتک کہ عقل نورانی اپنا جلوہ دکھلائے اور بندہ اپنے مولے عز وجل کی صفات پاک کی معرفت بفضل آلہی تعالے پاوے تو نفس مطیع ہو جاتا ہے اور ہر محنت پر صبر کرکے رضوان آلہی کا اُمیدوار ہوتا ہے کما قال عز وجل۔ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا۔ اور جن لوگون نے

صبر کیا یعنے مشقت و پابندی شرائع عبودیت برداشت کرانے مین بوجہ مخالفت نفس کے تحمل کیا۔ اِبْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ بامید زیدار اپنے رب جل شانہ کے۔ یعنی نفس پر گرانی موافق احکام عبودیت اے شرع کے اٹھانے مین خالص غرض انکی رضوان پروردگار ہے۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور ٹھیک وقت و ٹھیک آداب سے نماز ادا کی۔ یعنے اعتقادات صحیح حقہ کیساتھ ساتھ طاعات ٹھیک ادا کی اور نماز مین بندہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور اُس کی عظمت و جلال کے سامنے خوف اور اُس کی رحمت کے سامنے امید مع رعایت آداب سنت کے ٹھیک رکھتا ہے اور کسی چیز کی محبت اُس کے سوائے نہین رکھتا وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اور خرچ کرتے ہین اُس چیز سے جو ہم نے انکو نصیب کیا۔ سِرًّا خفیہ پوشیدہ وَّعَلَانِيَةً اور علانیہ ظاہر مین۔ مسئلہ۔ زکوٰۃ کے بارہ مین فقہا نے کہا کہ علانیہ دیوے تاکہ متہم نہ ہو اور جو کوئی نہ دیتا ہو اُس کو نصیحت و رغبت حاصل ہو۔ مسئلہ۔ صدقات سوائے زکوٰۃ کے کہا گیا کہ اس زمانہ مین اولیٰ یہ ہے کہ علانیہ دیوے تاکہ دوسرون کو رغبت ہو بشرطیکہ ریاکاری سے بے خوف ہو۔ اور صواب یہ ہے کہ خفیہ دیوے کیونکہ حدیث مین اسکی بہت فضیلت وارد ہی کہ صدقہ اس طرح دے کہ بائین ہاتھ کو خبر نہو جو دائین نے دیا۔ اور واضح ہو کہ بعض حدیث سے ثابت ہی کہ آدمی کا عمل نیک ہو یا بد ہو ظاہر ہو جاتا ہے اور قولہ تعالے عز وجل قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ الآیہ مین تفسیر گذری پس صواب یہی ہے کہ صدقہ خفیہ کی نفس پر اسی طرح عمل کرے۔ لہذا البعض نے کہا کہ خفیہ سے صدقات نفل مراد ہین اور علانیہ سے زکوٰۃ فریضہ مراد ہے۔ وَّيَدْرَءُوْنَ۔ یدرءون۔ بِالْحَسَنَةِ اور دفع کرتے ہین حسنہ کے ساتھ۔ السَّيِّئَةَ بدی کو۔ مثلاً کسی نے اُن پر جہل سے سختی کی تو اُسکو علم و حلم کے نیکی کے ساتھ دفع کرتے ہین اور اذیت پر صبر کرتے ہین چنانچہ حدیث ہے کہ جس نے تیرے ساتھ بدی کی تو اس سے نیکی کر۔ اور حدیث مین ہے کہ جو مسلمان کہ لوگون سے میل جول رکھتا اور انکی ایذا پر صبر کرتا ہے وہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے جو لوگون سے نہین ملتا اور نہ انکی ایذا پر صبر کرتا ہے جس شخص نے خالق عز وجل کے معنے سمجھے یعنے حضرت باری تعالےٰ کی صفت خالق ہونے کو سمجھا و یقین کر لیا وہ ایمان پر ہو گیا۔ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ لوگون کی طرف سے اُس کے حق مین بدگوئی کا جواب اُس کی طرف سے نیک کلام سے ہو۔ حسن بصری رحہ سے روایت ہے کہ اُس کی شان یہ ہو کہ لوگون نے اُسکو محروم کیا اور اُسنے دیا اور لوگون نے اُس پر ظلم کیا اور اُسنے عفو کیا اور لوگون نے اس سے رحم و مودت قطع کی اُس نے ملایا۔ حکایت ہی کہ شقیق بلخی رحمہ اللہ تعالےٰ گئے عبداللہ بن المبارک کے پاس اور اپنے آپ کو ظاہر نہین کیا۔ انھون نے پوچھا کہ کہان کے رہنے والے ہو جواب دیا کہ بلخ کا ہون چونکہ آپ شقیق بلخی سے واقف تھے تو پوچھا کہ تم شقیق بلخی کو پہچانتے ہو کہا کہ ہان آپ نے پوچھا کہ اُسکے لوگون کا کیا طریقہ ہے جواب دیا کہ اگر اللہ تعالےٰ عز وجل نے انکو نہ دیا تو صبر کیا اور جب دیا تو شکر ادا کیا تو ابن المبارک رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے کتون کا بھی یہی طریقہ ہے۔ پوچھا کہ یا حضرت پھر کیونکر طریقہ ہونا چاہیے فرمایا کہ کامل وہ لوگ ہین کہ جب اللہ تعالےٰ عز وجل نے اُن کو دیا تو شکر ادا کیا اور جب عطا کیا تو خیرات کر دیا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ۔ ایسے ہی لوگون کے لیے ہے عقبےٰ کا گھر یعنے وہان عیش سے زندگی بسر کرنا انھین کا حق ہے جنھون نے دنیا کا گھر چھوڑا اور اس مین نفس کے حظوظ سے منھ موڑا وفی الحدیث اللہم لا عیش الا عیش الآخرۃ فاغفر الانصار والمہاجرۃ۔ اے رب میرے عیش نہین مگر وہی آخرت کا عیش بس تو بخشدے ان بندون کو جنھون نے تیری رضا کے لیے ایمان لا کر تیرے رسول و اُس کے ساتھ والون کو ٹھکانا دیا اور مدد کی

اور بخشدے ان بندون کو جو گھر بار چھوڑ کر تیرے رسول کے ساتھ ہوئے۔ ایک جماعہ علما نے بہت وضاحت سے عقل کی بات عاقلون کو سمجھائی کہ دنیا مین ہر عیش مکدر ہے کم سے کم ہر شخص کے سامنے یہ درپیش ہے کہ آخر فنا رہے اور عیش وہی جس مین روز بروز ترقی کی خوشی اور کسی طرح زوال وغیرہ کا خیال و ملال نہو پس اولوا الالباب یعنے عاقلون نے اس دار محنت و فنا یعنے دنیا کو اس قابل نہین پایا تو دار آخرت کو اپنے رب کریم سے چاہا پس اُس نے اپنے فضل سے اُن کو عقبےٰ الدار عطا کیا بخلاف کافرون کے کہ وہ بھی ضرور عقبےٰ مین جاوینگے لیکن انھون نے دنیا کا گھر اختیار کر لیا تھا تو اُن کو عقبےٰ مین جہنم ہے پس معلوم ہوا کہ عقبی الدار سے یہان مراد عیش کا گھر ہے جس کا بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ جَنّٰتُ عَدْنٍ باغ مین اقامت کے اس قدر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس عیش کے جہان مین ایسے مکانات ہین جنپر جنات صادق آتا ہے اور ان کا قیاس اس دنیا کے کھنڈل پر نہین ہو سکتا اور جس نے یہ زعم کیا کہ وہان باغ وغیرہ نہین بلکہ روحانی خوشی ہے اُس نے کفر کیا بلکہ وہ باغ ہین جنکی خوبی و عمدگی قیاس سے باہر ہے کیونکہ قیاس و حواس تو دنیا و اسکی چیزون سے تجاوز نہین کر سکتے ہین ولیکن عقل جانتی ہے کہ قدرت الٰہی تعالےٰ نہایت اکمل و غیر متناہی سے بڑھکر ہے پس جیسے اُسکو دار آخرت پر یقین ہے ویسے ہی اُس کی نعمتون پر یقین ہے کہ بلاشبہہ صحیح ہے جو حق تعالےٰ عز وجل نے فرمایا کہ وہان انکی اقامت کے لیے جنات ہین۔ يَّدْخُلُوْنَهَا جن مین داخل ہونگے یہ لوگ عاقل نیکوکار جنکے اعمال و افعال کا اوپر بیان فرمایا ہے اور دنیا چھوڑنے والے کے یہی اعمال ہین اور یہ نہین کہ ایک گوشہ مین بیٹھ جاوے اور نہ کھاوے نہ کماوے بلکہ جو افعال ان عقلا کے بیان فرمائے ہین کہ جنکا خلاصہ ٹھیک شرع و سنت پر چلنا ہی پس یہی دنیا کو چھوڑ کر آخرت اختیار کرنا قرار دیا گیا ہے جسکے ساتھ فضل الٰہی سے جنت مین داخل ہونگے اور اُن کے طفیل مین اللہ تعالےٰ انکے عزیز و اقارب پر بھی فضل کریگا چنانچہ منصوص آگاہ فرمایا کہ یہ خود داخل ہونگے۔ وَمَنْ صَلَحَ اور اُن کے ساتھ ہر وہ شخص جو صالح ہوا۔ مِنْ اٰبَآئِهِمْ اُن کے باپ دادون مین سے جنکی پشت سے یہ پیدا ہوئے ہین اور مراد اس سے مان و باپ و دادی دادا وغیرہ سب اونچے درجے کیسے ہین پس وہ لوگ بہت خوش نصیب ہین جنکی اولاد پوتے پروتون مین سے کوئی شخص عالم عاقل متقی پرہیزگار پیدا ہووے جس کے طفیل مین اللہ تعالےٰ عز وجل اُن کو بھی سب کو جنت مین داخل کرے۔ وَاَزْوَاجِهِمْ اور اُن کے ساتھ داخل ہونگی اُن کے ازواج۔ یعنے جوروین پس وہ عورتین خوش نصیب ہین جن کو صالح خاوند دیا جاوے۔ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور اُن کی ذریات یعنے جو اُن کی پشت سے پیدا ہوئے بیٹے اولاد و پوتے و پروتے اور جہان تک ہون۔ پس وہ لوگ بھی خوش نصیب ہین جنکے باپ دادون و چچاؤن مین سے کوئی عالم متقی گذرا ہو۔ قال المترجم جیسے اس گنہگار کے عم مکرم حضرت مولانا سید عبدالرحمن نادعلی قدس سرہ عالم عامل حاجی حافظ مجاہد فی سبیل اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ المتوفے سجد ود ۱۲۹۰ سنہ ہجری گذرے ہین۔ بسراج مین لکھا کہ معنے یہ ہین کہ ان متقی بندون کے بزرگ اونچے درجہ کے اور خرد اولاد جہان تک ہون نیچے درجے کی اور بیبیان سب اُن کے ساتھ لاحق کر دی جاوینگی اگرچہ انکے اعمال ویسے نہون پس یہ اُنکے واسطے کرامت ہے کہ دار محنت مین یکجائی بطریق عیش نہ تھے تو وہان مجتمع ہو کر اپنے حالات دنیا کا تذکرہ کرینگے اور عقاب و عذاب سے خلاص پانے اور نعمت جنت عطا کیے جانے پر اللہ تعالےٰ عز وجل کا شکر ادا کرینگے۔ اور آیت مین دلیل ہی کہ شفاعت سے اور بطفیل دوسرے کے آدمی کا درجہ بڑھ جاتا ہی اور آخرت مین ناتے دار کام آتے ہین۔ ولیکن واضح رہے کہ بزرگ متقی کے ساتھ جو لوگ لاحق کیے جاوینگے وہ ہر ناتے دار نہوگا

بلکہ جو صلاحیت رکھتا ہو بدلیل قولہ من صلح من آبائہم۔ اور اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ خالی نسب و ناتا کافی نہین بلکہ اُس کے ساتھ صلاحیت بھی ہونی چاہیے اور صلاحیت سے مراد اصطلاحی معنے نہین ہین کیونکہ جو کوئی خود صالح ہو وہ بفضل الٰہی سُبحانہ تعالےٰ جنت مین داخل ہو گا اگرچہ بلند درجہ کسی اپنے آباء و اجداد یا اولاد کے طفیل مین پاوے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسکی تفسیر مین کہا کہ من صلح یعنی جس نے تصدیق کی اس سب کی جسکی اولوا الالباب نے تصدیق کی ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید مراد یہ ہے کہ ایمان و یقین ٹھیک ہو اگرچہ اعمال ویسے نہون۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اہل کرامت کے ناتے و رشتہ والون مین سے جو کوئی ظاہر و باطن مین مشرک نہو اور اُس کے مجموعی اعمال ایسے ہون کہ اللہ تعالےٰ عفو فرماوے اور وہ لائق جنت کے قرار دیا جاوے تو وہ ساتھ کر دیا جائیگا لہذا جو لوگ کہ اپنے بزرگون کی بزرگی کا فخر کرتے ہین اور خود منافقون و مشرکون مین شامل ہین وہ محض احمق ہین اور اُن کا قلب جب اس درجہ حماقت مین پڑا ہے جسکو ہر ادنیٰ عقل والا مذموم کہتا ہے تو وہ اولوا الالباب کے ساتھ کیے جانے کے لائق ہونے کا دعویٰ کیون کرتا ہے اور جو لوگ منافق و مشرک نہین مگر اپنے اعمال مین مخلوط ہین اور بوجہ یقین آخرت کے ہر حال مین ہراسان اور اللہ تعالےٰ سے استغفار کرتے رہتے ہین امید ہو کہ اللہ تعالےٰ عز و جل انکو بخشدے اور وے اولوا الالباب کے ساتھ کیے جانے کے لائق ہون۔ اے رب ہمارے اے ارحم الراحمین ہم کو اپنے فضل سے اس لائق کر دے انت مولانا نعم المولےٰ و نعم المجیب۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے ذکر کیا کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے انکا قول مروی ہو کہ جنت مین ایک قصر کو عدن کہتے ہین جسکے گرد بروج و باغات ہین اس مین فقط نبی یا صدیق یا شہید داخل ہو گا۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ عدن مدینہ جنت جسمین فقط انبیاء و صدیقین و شہداء و بادشاہ و عالم عادل جاوینگے اور باقی جنتی لوگ اُس کے گرد ہونگے۔ رواہما ابن جریر رح اور لکھا کہ من صلح یعنی جو جنت مین داخل کیے جانے کے لائق ہو۔ اور معالم وغیرہ مین کعب احبار کا قول قریب اسکے مذکور ہو قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جنات عدن وسط جنت ہو جسپر عرش الٰہی ہو یعنے جیسے زمین کی چھت آسمان ہے اور اسی طرح جنت عدن کی چھت عرش ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ طبقہ ہے ولیکن صحیح بخاری مین حدیث روایت ہے کہ جب تم لوگ اللہ تعالےٰ عز و جل سے مانگو تو فردوس مانگا کرو کہ وہ جنات کے وسط مین اعلیٰ ہے اور اسپر عرش الرحمن ہے اور اسی سے جنت کی نہرین جاری ہین اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنات عدن۔ درمیان جنت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ فردوس تو سب سے اعلیٰ ہو اور اسکے زیرین طبقات جنات عدن ہین پس جملہ روایات درحقیقت متفق ہین۔ اب سمجھ لینا چاہیے کہ اولوا الالباب کے واسطے خاص کرامات وسط جنت ہین اور خاص کرامت یہ ہو گی کہ انکے طفیل مین جو انکے قرابت و رشتہ والے جنتی ہونگے وہ انکے ساتھ جنات عدن مین رکھے جاوینگے اگرچہ خود اُنکے اعمال اس لائق نہ ہون۔ اور واضح ہو کہ جس مومن کا کوئی ناتے والا ایسا نہ ہو تو وہ جس بزرگ سے محبت رکھتا ہو اُسکے ساتھ ہو گا اگرچہ اُسکے اعمال ایسے نہ ہون ولیکن یہ شرط یہان بھی ہو کہ وہ باطن و ظاہر مین مشرک و منافق نہو بلکہ اسکا یقین سب باتون پر پورا ہو اور جنتی ہونے کے لائق ہونے سے بفضل الٰہی جنت مین داخل کیا جاوے۔ اور واضح ہو کہ اشارات آیات سے ظاہر ہو کہ ایمان و یقین کے آثار مین سے ہے کہ مومن کو آخرت مرغوب و مختار ہو اور دنیا کو فقط طاعات و عبادات و علم وغیرہ حاصل کرنے کے لیے مرغوب رکھتا ہو۔ اللّٰھم رب اجعلنی من المومنین وانت ارحم الراحمین۔ مسئلہ بیبیان بھی اپنے نیک خاوندون کے ساتھ بلند درجہ پاوینگی اگرچہ جنتی ہون۔ مسئلہ اگر ایک عورت نے کئی خاوندون سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا۔ تو جواب دیا گیا کہ صریح اسکا حکم مذکور نہین ہو ولیکن استنباط کیا گیا کہ

جسکے نکاح مین مری یا جس سے آخری نکاح تھا اُسکے ساتھ ہو گی اور اگر خود عورت اُس سے بڑھ کر ہو تو کہا گیا کہ مرد جنتی اُسکے طفیل مین ہو گا ورنہ اللہ تعالےٰ علیم ہو اور مسئلہ کا حکم حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ کے قصہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینی چاہی تو انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے رہنے دیجیے کہ مین بھی آپ کی بیبیون مین حشر کیجاؤن۔ اور واضح ہو کہ اس قصہ کے واقعہ سے فقط حضرت ام المومنین سودہ رضہ کو ثواب عظیم مل گیا ورنہ طلاق کا وقوع نہوتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیان تمام مومنین کی مائین اور دنیا و آخرت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیان ہین۔ اور اس سے یہ بھی نکلا کہ آخرت کے لیے آخری نکاح و حالت کا اعتبار ہے کیونکہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا اکابر مہاجرین مین سے ہین باوجود انشاء اللہ تعالےٰ اُن کے جنتی ہونے کے حکم زوجیت کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ جاننا چاہیے کہ بعض روایات مین آیا کہ جنت عدن مین ابواب کثیرہ ہین اور دلالت کرتا ہے اس پر قولہ تعالےٰ۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ۔ اور ملائکہ اُنکے پاس ہر دروازہ سے داخل ہون گے۔ یہ کہتے ہوئے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سلامتی ہو تم پر یا تم نے آفات نفس و شیطان و جملہ قہریات سے سلامتی پائی اور دنیا پر بھروسا نہین کیا اور یہ بڑا افضل ہو اور اب تو دائمی سلامتی ہے۔ بِمَا صَبَرْتُمْ بسبب تمھارے صبر کرنے کے دنیا مین ایسے طریقہ پر جو نفس کو بہت شاق تھا اور اللہ تعالےٰ عز و جل کو محبوب تھا یا بدلے مین اپنے صبر کے۔ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ پس کیا اچھا ہے عقبیٰ کا گھر۔ یعنے دار دنیا سے دار عقبیٰ کو دیکھو نعم المولےٰ و نعم الدار۔ مولےٰ عز و جل راضی کہ کبھی خشمناک و ناراض نہو گا اور دیار ایسا کہ کبھی دنیا مین خیال مین نہ آتا تھا صرف عقل سے یقین کیا گیا تھا۔ یا اللہ تعالےٰ عز و جل نے دنیا کے عقب مین جو تم کو گھر دیا وہ کیا اچھا ہے۔ ف اول ملائکہ کا داخل ہونا دلیل ہے کہ جو حالت جسمانی تاریکی اور پردہ مین اسوقت ہے وہ وہان نہو گی بلکہ پاکیزگی ہو گی جس سے ملائکہ کو خوب دیکھینگے۔ دوم ملائکہ اُن کے پاس مبارکبادی اور اُنس و خوشی کے لیے آوین گے اور شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابتدا مین داخل ہونے کے وقت ملائکہ ہر طرف سے مبارکباد کو آوین گے اور جمل رح نے حاشیہ مین کہا کہ یہ قید مین نے کسی اور مفسر کے کلام مین نہین پائی بلکہ اُن کا کلام دلالت کرتا ہے کہ اول بار کی قید نہو و کے مترجم کہتا ہو کہ میرے نزدیک ارجح یہی ہے جو شیخ سیوطی رح نے کہا جیسا کہ دوسری آیات سے خود ظاہر ہوتا ہو اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ سوائے اول بار کے ملائکہ نہ آوین گے پس صاف کلام یہ ہو کہ اس آیت مین جو ملائکہ کا آنا اسطرح مذکور ہو اُس سے مراد یہ ہو کہ جب یہ لوگ اپنے جنتی اہل و عیال سمیت جنت مین داخل ہونگے تو ملائکہ ہر طرف سے انکی مبارکباد کو آوینگے کیونکہ مبارکباد اول ہی مرتبہ معقول ہے پھر اکثر اوقات آیا کرینگے اور یہ آنا اللہ تعالےٰ کیطرف سے نعمتون کو لانا ہو گا جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا کہ دن مین تین مرتبہ آوینگے اور ارجح وہ ہو جو بعض محققین کے کلام سے ظاہر ہو کہ اللہ تعہ کی نعمتون کا شمار نہین ہو تو ملائکہ کے آنے و نعمتین لانے کا بھی شمار محدود نہین ہو اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ قال الامام احمد حدثنا ابو عبد الرحمن حدثنی سعید بن ابی ایوب حدثنا معروف بن سوید الحرانی عن ابی عشانۃ المعافری عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص عن رسول اللہ صلعم انہ قال ہل تدرون اول من یدخل الجنۃ الحدیث یعنی تم جانتے ہو کہ جنت مین پہلے کون داخل ہو گا اللہ تعہ عز و جل کی مخلوق مین سے صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ تعہ و اسکا رسول بہتر جانتا ہو فرمایا کہ اول فقراء مہاجرین داخل ہونگے جنسے ثغور مسدود کیے جاتے اور جنکے ذریعہ سے مکروہات سے بچاؤ کیا جاتا اور ان مین کا آدمی مرجاتا اور اسکی حاجت اُسکے دل ہی مین رہجاتی اُسکو

پورا نہ کرسکتا تھا۔ اللہ تعالے عز وجل اپنے ملائکہ مین سے جنکو چاہے گا فرماویگا کہ انکے پاس حاضر ہوکر تحیہ وسلام دو ملائکہ عرض کرین گے کہ اے رب ہم تیرے مخلوق وہ ہین کہ آسمان مین بسائے گئے اور مخلوقات سے چھانٹے گئے تو ہمین کو حکم ہوتا ہے کہ جاکر ان لوگون کو سلام کرین (یعنے ہم یہان ممتاز مخلوق تھے اور یہ لوگ اب وارد ہوئے تو یہ آکر ہم کو سلام کرتے پس اس مین کیا حکمت ہے کہ یہان اصلی ساکن قدیم کو یہ حکم ہوتا ہے) پس اللہ تعالے فرماوے گا کہ یہ میرے ایسے بندے تھے کہ میری عبادت کرتے اور میری ذات و صفات مین ظاہر و باطن کسی کو شریک نہ لاتے اور ان سے ثغور مسدود کیے جاتے اور مکارہ سے بچاؤ لیا جاتا اور اُن مین کا آدمی مرجاتا اور اُس کی حاجت دل ہی مین رہ جاتی اُس کو پورا نہ کرنے پاتا پس ملائکہ خوشی خوشی ہر دروازہ سے اُن کے پاس داخل ہوکر مبارکباد دینگے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اس حدیث کو ابو القاسم طبرانی نے دوسری وجہ اسناد سے روایت کیا اور اس مین یون ہے کہ تین گروہ مین سے اول فقرائے مہاجرین جنت مین داخل ہونگے بغیر حساب وعذاب کے۔ اور اس مین ہے کہ ملائکہ عرض کرینگے کہ ہم شب وروز تیری تسبیح وتقدیس کرتے ہین اور اُن کو ہم پر فضل دیا گیا۔ اقول وقد رواہ الحاکم وصححہ والبزار وابن جریر وابن ابی حاتم وابن حبان وابو الشیخ وابن مردویہ وابو نعیم فی الحلیہ والبیہقی فی شعب الایمان اور اس مین دلیل ہے کہ یہ گروہ ملائکہ کا ایک خاص گروہ ہوگا جو ان بندون کے حال سے واقف نہ ہوگا۔ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن المبارک کی روایت اُن کی اسناد سے حضرت ابو امامہ سے نقل کی جس کا حاصل یہ ہے کہ مومن ایسی عزت واحترام سے ہوگا کہ ہر دروازہ صدر سے خاص بارگاہ تک خادمون کا سلسلہ ہوگا اور فرشتہ حاضر ہوکر اجازت چاہے گا تو صدر دروازہ کا خادم اپنے پاس والے سے وہ اپنے پاس والے سے یہان تک کہ اللہ تعالے عز وجل نے جس بندہ متقی کو اکرام فرمایا اور بادشاہ کیا ہے اس سے اجازت چاہے گا کہ ایک فرشتہ حاضر ہونا چاہتا ہے پس اجازت دے گا تو وہ خوش وخرم داخل ہوگا اور سلام آلہی پہونچا ویگا پھر ادب سے واپس ہوگا رواہ ابن جریر وقد رواہ ابن ابی حاتم من حدیث اسمٰعیل بن عیاش رکان ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ۔ اور حدیث صحاح مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع مین شہدا کی قبور کی زیارت فرماتے اور اُنسے کہتے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور یہی طریقہ ابوبکر الصدیق وعمر فاروق وحضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کا تھا اور مین کہتا ہون کہ یہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا رہتا مگر آپ نے کوفہ مین اقامت اختیار فرمائی تھی۔ واضح ہو کہ صرف افعال شرعیہ مین خفیف مشقت ہے مگر حکمت آلہیہ سے وہ نفس پر نہایت شاق ہوتی ہے حالانکہ اپنی خواہشون سے اس سے کہین زیادہ آدمی مشقت اٹھاتا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی کھانا اور کوئی کپڑا کافرون سے نہین روکا جاتا جسکو ایمان والا نہین کھا سکتا و نہین پہن سکتا سوائے دو ایک نجس وزنانہ لباس کے اور جو کافر اپنے نفس کے حکم وا سکے مجبور کرنے والی خواہش سے دنیا مین سے لیتا ہے مومن اسکو اللہ تعالے عز وجل کے حکم وضرورت سے لیتا ہے مگر حسن صنعت آلہیہ دیکھو کہ دونون مین یہ تفاوت ظاہر ہے کہ ایک نے دنیا کو دنیا کی طرح لیا اور دوسرے نے اسکو ضرورت پر بغیر پابندی خواہش کے لیا اور یہ فقط اپنے اعتقاد کی وجہ سے ہے کیونکہ کافر ومنافق ونیچر تو دنیا ہی کے قائل ہین اور مومن آخرت کا قطعی یقین رکھتا ہے پس وہ دنیا کو آخرت کے بدلے نہین لے سکتا ہے واللہ تعالے ہو الہادی الی سبیل الرشاد۔ قرطبی رح نے اپنی تفسیر مین امام زین العابدین رح وعبد اللہ بن سلام رض سے روایت کی کہ قیامت کے روز منادی پکاریگا کہ اہل الصبر کھڑے ہون پس کچھ لوگ کھڑے ہونگے اُن سے حکم ہوگا کہ جنت کو چلے جاؤ راہ مین انکو ملائکہ ملینگے کہ کہان جاتے ہو کہین گے کہ جنت مین کہین گے کہ حساب سے

پہلے۔ کہینگے کہ ہان بفضل اللہ سبحانہ۔ پوچھینگے کہ تم کون گروہ ہو۔ کہینگے کہ اہل الصبر۔ پوچھینگے کہ صبر کیا تھا۔ کہینگے کہ ہمنے اللہ تعالے کی طاعات پر اپنے نفس کو صابر رکھا اور معاصی کی خواہشون سے نفس کو روکا وصبر کیا اور دنیا کی محنت وبلاؤن پر نفس کو صابر رکھا پس ملائکہ اُنسے کہینگے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ فائدہ سوم یہ کہ جو قدرتین اللہ تعالے عز وجل کی ایسی محسوس ومعلوم ہین جنکی کُنہ سمجھنے مین بالکل حیرت ہے اور خوب ظاہر ہے کہ وہ پاک پروردگار خالق کبیر متعال ہے اس کی قدرتون کے سامنے جوکچھ مخلوقات ہم کو نظر آتی ہے سب بہت حقیر وخفیف ہے کیونکہ ہم کئی مرتبہ بیان کرچکے کہ اسوقت مین بھی اٹکل والے اقرار کرتے ہین کہ زمین کا تمام کرہ بمقابلہ آفتاب کے گویا ایک رائی کا دانہ بمقابلہ ایک مٹکے کے ہے اور ظاہر ہے کہ آفتاب کے مثل کرورون بلکہ بے انتہا اس میدان وسیع مین سما سکتے ہین پس جسکی مملکت ومخلوقات مین خالی میدان کی یہ وسعت ہے تو کیون تمہاری سمجھ مین نہین آتا کہ کرہ زمین ایک رائی کے مثل ہزارون عالم آفتاب سے بڑے بلکہ آسمان کے مثل کرورون ہون جہان مخلوقات اور سامان عیش بے انتہا قدرت کے نمونہ ہون لہذا جو شخص ذرہ برابر بھی عقل رکھتا ہے وہ جنت واس کی نعمتون سے کبھی منکر نہوگا اور جس خالق عز وجل نے انکو اول مرتبہ پیدا کردیا وہ بے شبہہ وبے تردد انکو ہزارون مرتبہ زندہ کرنے پر قادر ہے ولکن اللہ یہدی من یشاء الی صراط المستقیم۔ ف فی العرائس قولہ افمن یعلم انما انزل الیک الآیہ۔ اسکے اشارات سے علم ہوا کہ حق تعالے عز وجل کے بندون مین سے ایسے اولیا ہین کہ ارواح وعقول وقلوب واسرار سے کلام حق عز وجل بلا واسطہ سُنتے ہین اور وے رسول یا نبی نہین ہین بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت مین حق عز وجل انکو خاص قدرت کے کان عطا فرماتا ہے تو وے اس پاک کلام کے مقام نزول کو سید المرسلین وامام الانبیاء والمتقین محمد صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہین خوب جانتے وپہچانتے ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت پر یقین شہودی وعیانی رکھتے ہین اور یہ لوگ بحسب طبیعت وایمان فطری کے مقلد نہین ہین کیونکہ ایمان مین تقلید کام عوام کا ہے جو بالکل اندھے ہوتے ہین اور یہ علم ومعرفت اولو الالباب کو نصیب ہے ساودی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے رسالت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ومعرفت کو رسول بھیجنے والے سے پہچانا وہ عارف کامل کیونکر ویسا جاہل ہوسکتا ہے جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھیجنے والے رب تبارک تعالے کو پہچانا اور جس نے کلام آلہی کی تصدیق از جانب متکلم حق تعالے عز وجل پائی وہ ویسا کم درجہ کا نہین ہوسکتا جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مانکر کلام پر یقین کیا اور جس نے ازل مین اشیاء کا جاری ہونا پہچانا وہ ایسا اندھا کیونکر ہوسکتا ہے جس نے ان چیزون کو دنیاوی ظہور کے وقت دیکھا اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالے نے چشم بصیرت سے بینا کیا وہ کیونکر ویسا ہوگا جس کو اندھا رکھا گیا ہے اور جسکو اللہ تعالے نے وصال سے مقبول کیا اُسکی برابری مردود سے کیونکر ہوگی اور کیونکر برابر ہو جو ثواب وکرامت کے لیے پیدا کیا گیا ایسے شخص سے جو عذاب وذلت کے لیے پیدا کیا گیا۔ پھر حق تعالے عز وجل نے علماء ربانی کا وصف بیان فرمایا قولہ الذین یوفون بعہد اللہ الآیہ۔ اس مین منصوص ہے کہ عہد ازلی کے پابند ہوتے ہین۔ اور واضح ہو کہ صدیقین سے عہد آلہی وہ ہے جو انکی ارواح سے مشاہدہ ازلی مین کمال تفرید کا لیا چنانچہ اپنے جمال پر انکو عاشق کردیا پس اُنھون نے پاک قدیم جل شانہ کے سوائے کسی حادث پر التفات نہ کیا اور عاشق کی روح عشق ہے وہ اسکو کیونکر توڑ سکتا ہے پس وفاے عہد اُن کا یہی ہے کہ عبودیت مین فنا ہوگئے۔ بعض نے کہا کہ وفاے عہد یہ ہے کہ اُسی کی بندگی مین جو حکم دیے ہین اُنکو کرتے ہین کچھ تجاوز نہین کرتے اور استغفار کرتے ہین اور

جن باتون سے منع کیا ہے اُن کے پاس نہین پھٹکتے۔ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ازل مین اُس کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا تو کسی دوسرے سے خوف وامید کچھ نہین رکھتے اور اس کے سواے غیر سے دل نہین لگاتے۔ چونکہ اُس کی حکمت عجیبہ نے اس عالم مین سخت پیچدار امتحان سے باہم تعلقات عجیب پیدا کر دیے ہین جس نے یہان اس نظام عالم کے طریقہ پر عمل کیا ولیکن ہر عمل خالص اُسی کے واسطے کیا مثلاً شیخ واُستاد کی فرمانبرداری نہ اپنی خوشی خاطر کے لیے اور نہ شیخ کی ذات کے لیے بلکہ خالص اللہ تعالے عز وجل کی رضا کے لیے کیونکہ شیخ واُستاد کی خدمت کرنے مین اللہ تعالے راضی ہوگا کیونکہ اُس نے خود تعلقات پیدا فرمائے اور اُن کی پابندی کا حکم دیا پس اسی کے لیے بامید رضوان یہ خدمت کی تو درحقیقت تعلقات دیسے ہی قائم رکھے جیسے اس عالم کے نظام مین ہین مگر اللہ تعالے عز وجل کو وحدہ لاشریک کے ساتھ حمد کرتا رہا اور اُس کو منفرد جانا اسیواسطے حدیث مین یہ مضمون آیا ہے کہ جس نے کسی کو دیا تو اللہ تعالے ہی کے واسطے اور نہ دیا تو اسی کے واسطے اور دوستی یا دشمنی کی تو اُسی کے واسطے اُس نے ایمان پورا کر لیا۔ کما فی السنن پس معنی اُس کے کہ نہ کسی سے خوف اور نہ کسی سے امید رکھتے ہین یہی ہین جو مذکور ہوئے اور یہی مفہوم ہے قولہ تعالے والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل الآیۃ اور اصل اسمین نیت قلب ہے نہ وجود فعل حتے کہ جو کوئی محتاج فقیر کہ اقارب کے ساتھ صلہ ارحام کی نیت رکھتا ہو وہ ثواب پاویگا اور خشیۃ وخوف اصل مین اسرار قلب سے ہے پس ہر ایک چیز جسکے بارہ مین بجا آوری ووصل کا حکم ہے بجالاتے ہین اور اول ان مین تعلق قلب بحق عز وجل ہے پھر خوف وخشیۃ بھی ساتھ ہی ساتھ رکھتے ہین جبکہ جلال وعظمت الٓہیہ کے مشاہدہ مین باادب داخل ہوتے ہین کہ ایسا نہو اُن کے قلوب کو غیر کیجانب ملتفت فرماوے۔ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شکر نعمت پر مداومت کرنے مین خوف کے ساتھ کہ معرفت منقطع نہوجاوے بعض نے کہا کہ یہ لوگ باہم للہ فی اللہ محبت رکھتے ہین۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خشیۃ تو فقط رب تبارک وتعالے سے ہے بقولہ تعالے یخشون ربہم اور خوف اُس سے اور دوسری چیز سے ہے بقولہ ویخافون سوء الحساب۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے عز وجل نے انکار فرمایا غیر سے خشیۃ پر بقولہ تعالے اتخشونہم فاللہ احق ان تخشوہ الآیہ۔ اور غیر کے خوف سے بھی منع کیا بقولہ فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مومنین پس درحقیقت خوف فقط اللہ تعالے عز وجل ہی سے ہے کیونکہ سوء الحساب قہر الٓہی ہے۔ بعض نے کہا کہ خشیۃ قلب کی نگہداشت ہے کہ کسی حال مین سواے حق تعالے عز وجل کے غیر پر نظر نہ رکھے جسکا یہ نتیجہ ہو کہ اللہ تعالے عز وجل کا خشم وعتاب اسپر طاری ہو۔ ابن عطار رح نے کہا کہ خشیۃ قلب کا چراغ ہے اور خوف نفس کا ادب ہے اقول نفیس قول ہے۔ پس خشیۃ قلب کے احوال محمودہ مین سے ہے اور نفس کو اُسکے مناسبات سے خوف دلایا جاتا ہے۔ شیخ ابن عطار رح سے دریافت کیا گیا کہ خشیۃ وخوف مین کیا فرق ہے فرمایا کہ خشیۃ تو تقربات کے درجات سے گرجانے مین ہوتا ہے اور خوف ہوتا ہے عذاب وقہر مین گرنے سے۔ مترجم کہتا ہے کہ نفیس کلام ہے بعض نے کہا کہ خشیۃ زیادہ رقیق ہے اور خوف زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اقول اس صورت مین ضرور سوء الحساب سے خوف کرنا قلب پر فقط غیر کا نہو بلکہ فقط حق تعالے کی صفت قہر کا ہو۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وفاے عہدان کا دائمی عرفان بشرائط احسان وتقوی از ارتکاب معاصی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ عرفان پر استدامت ان کا فعل نہین ہوسکتا ولیکن جیسے وفاے عہد بہدایت ہے ویسے ہی یہ بھی ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ مجھے ایک معنے ظاہر ہوئے ہین کہ خشیۃ وخوف مین یہ فرق ہے کہ خشیۃ کا محل علم ومعرفت بحق تعالے عز وجل ہے بصفت اجلال تعالے جل شانہ اور ثمرہ اس کا حیاء وخوف مع محبت مقرون بعبودیت ہے جس سے

محبت کے آداب پورے کرنے مین ساعی رہتا ہے اور فراق سے خوف کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالے عز وجل نے ان بندونکا وصف دیگر بیان فرمایا کہ اُس کے لقاء کی اُمید پر اس کی بلاء پر صبر کرتے ہین بقولہ والذین صبروا ابتغاء وجہ ربہم۔ اللہ تعالے عز وجل ہی کے واسطے اسی کی قوت سے اُس کے سواے تمام مخلوقات سے مُنھ موڑا اور صبر اختیار کیا تا کہ حجاب دور فرمایا جاوے اور دیدار پاک حاصل ہو جو قیاس ومشابہت مخلوقات سے پاک اور چون وچرا سے پاک ہے تعالے اللہ علوا کبیرا۔ اور اشارت ہے کہ معرفت الٓہی تعالے مین اُن کے اسرار پر تجلیات پاکیزہ کے ورود کو پوشیدہ رکھتے ہین حالانکہ جوش عشق سے بدن گھل جاوے مگر انوار ازلیت کو دل مین جگہ دیتے ہین اس طمع سے کہ کل الکل مین فنا ہوجاوین اور تمام مخلوقات وجملہ نعمتین اُس نعمت کے مقابلہ مین بالیقین گویا عذاب ہین۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ منہیات ومعاصی سے نفس کو قطعاً روکا اور یہ روکنا بخوف جہنم نہین بلکہ بسبب منع فرمانے اللہ تعالے عز وجل کے اور عظمت الٓہی تعالے کا احترام رکھا۔ بعض نے کہا کہ اس مین اشارت ہے کہ مرید کو لازم ہے کہ اپنے ارادہ پر صبر رکھے اور جو عہد وپیمان اس کا پیر وشیخ لیوے اور جو مشقت اُس سے اُس پر طاری ہو اُس کو صبر ومضبوطی سے اُٹھاوے اور رفاہیت کی جستجو مین نہ پڑے اور اس سب مین اس کی نیت ادراک حقیقت بتصحیح ارادت ہووے۔ مترجم کہتا ہے کہ مضبوطی وصبر کا ارادہ وعزم اپنے نفس کی طرف سے نہو بلکہ یہ مضبوطی بقوت حضرت خالق قوی عز وجل ہو کیونکہ یہ دعوے ہوجائیگا تو امتحانات کی مشقت سخت ہوجائیگی کیا نہین دیکھتے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر قیدخانہ سخت ہوگیا حالانکہ پانچ برس گذرے تھے پھر سات برس آسان ہوئے جو بقوت الٓہی جل شانہ ہوئے پس لازم ہے کہ اپنے مصمم عزم پر اللہ تعالے سے ہدایت وسلامتی وعافیت کی درخواست رکھے کیونکہ بہت خفیف مشقت نفس پر معرض امتحان مین بہت سخت وشدید معلوم ہوتی ہے حتی کہ عہد شکنی کی نوبت پہونچتی ہے اور بعد اسکے وہی حالت اسکو بہت خفیف نظر آتی ہے اور نادم وپشیمان ہوتا ہے حتی کہ پھر اگر نہ سمجھا اور اپنے اوپر بھروسا کیا تو شرک کا مرتکب ہوا اور آخر وہی نتیجہ نکلا۔ پھر شیخ رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے اُنکا تیسرا وصف بیان کیا بقولہ تعالے واقاموا الصلوۃ وانفقوا الآیۃ۔ انھون نے پاکیزگی کے ساتھ اللہ تعالے عز وجل کا مشاہدہ کیا پس اپنے وجود کو ظاہر وباطن قربان کیا۔ پھر اللہ تعالے عز وجل نے چوتھا وصف بیان کیا بقولہ تعالے ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ اسمین اشارت ہے کہ خواہش نفس وشہوات شیطانی کے سیآت کو حسنات طاعات ومشاہدات ولذیذ محبت وتجلیات سے دور کرتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ ان تجلیات معارف سے کوئی چیز تمام مخلوقات مین لذیذ نہین ہے کہان ذات باری عز اسمہ قدیم وپاک اور کہان مخلوقات وممکنات واللہ تعالے اعلم۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اہل تقوی مین جو عمدہ اخلاق شرعی کے ساتھ لوگون سے معاملہ کرتے ہین اور خود انصاف وعدل کا برتاؤ کرتے ہین اور اگر کسی نے اُنپر ظلم وجفاء کیا تو اس سے اپنے واسطے انصاف نہین چاہتے ہین اور اگر کسی قوم نے اُنپر ظلم کیا تو اُن کا اعتذار قبول کرتے ہین اور معذور رکھتے ہین اور جب بیمار ہوتے ہین غیرون کی عیادت کو جاتے ہین کما قیل ؎ اذا مرضنا اتیناکم نعودکم ٭ وتذنبون فناتیکم ونعتذر۔ پھر اللہ تعالے عز وجل نے اپنا احسان وامتنان انپر ظاہر فرمایا بقولہ اولئک لہم عقبی الدار جنات عدن یدخلونہا الآیہ۔ جنات مقامات عیش دائمی ہین اور مراتب متفاوت ہین عوام کی جنتین تو باغہاے عالم ملکوت ہین اور خواص کی جنتین دیدار باری تعالے عز وجل ہین کہ شان بکثرت بیشمار ہین پھر جب عالم ملکوت کی جنت مین تخت پر بیٹھے تو اُنکے بھائی ملائکہ اُن کی مبارکبادی کو آوینگے کما قال تعالے والملائکۃ یدخلون

علیہم من کل باب۔ جن ابواب سے دنیا مین اُنکو ملائکہ سے معرفت ومحبت تھی یعنے طہارت وخشوع وخضوع وانواع طاعات کے ابواب مین سے ہرباب کے ملائکہ خاص ہین پس جنت محفوف بمکارہ ہی جو اُسوقت مکروہ کی صورت ظاہری سے اصلی صورت خوش منظر بےنظیر پر ہونگے ان ابواب سے ہر ایک باب کے ملائکہ مبارکبادی دینگے کہ وہ وعدہ جو تم کو اس قسم کی طاعت پڑ یا گیا تھا دیکھو وہی سچ ہی۔ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ یعنی سلامت زوام وصال وبرکت انوار جمال تمہارے لیے ابدتک بلا انقطاع ہی نہ کچھ فکر نہ تشویش نہ اس فکر کا مادہ ہی یہ بدلا اُس کا ہی جو تم نے طول حیات مین شوق جمال مین بلاء ومشقتون کو برداشت کیا ہی۔ پھر حق تعالے عز وجل نے اولیاء اہل جنت کے اوصاف وانکی کرامت کے بعد اعداء ودوزخیون کی بدکاریان بیان فرمائین بقولہ تعالے

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ

اور وہ لوگ ہین جو توڑ ڈالتے ہین اللہ تعالے کا عہد بعد اُسکی مضبوطی کے اور کاٹ دیتے ہین وہ جسکے ملانے کا اللہ تعالے نے حکم

يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝ اَللّٰهُ

دیا ہی اور فساد پھیلاتے زمین مین ایسے ہی لوگون کے لیے ہے لعنت پھٹکار اور انھین کے لیے ہی عذاب کا گھر اللہ ہی

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

کشائش سے دیتا ہی رزق جسکے لیے چاہے اور وہی تنگی کرتا ہی اور یہ لوگ تو خوش ہورہے زندگانی دنیا پر اور نہین زندگانی دنیا کی

فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝

آخرت کے سامنے مگر متاع ناکارہ

ع ۳

تمام مخلوق جو مومن نہو کافر ہے اگرچہ ملّتون مین مختلف ہون بعضے نصرانی وبعضے یہودی اور بعضے بت پرست وبعضے آتش پرست اور بعضے ظاہر مین مسلمانون کی صورت مگر دل مین یقین نہین یا ڈُبڈھا ہی تو یہ سب درواقع ایک ملت کفر پر ہین پس سابق آیات مین تو مسلمانون کے اوضاع واطوار واعتقادات واُن کے بلند درجات بیان فرمائے اور اب اُنکے مقابل کافرون کا حال بیان کیا بقولہ۔ وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ کہ۔ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ توڑتے ہین اللہ تعالے عز وجل کا عہد۔ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ پیچھے اُس کی مضبوطی کے۔ یعنی اقرار وحدانیت آلٰہی واُسی کی عبادت کا قول کرکے مضبوط کیا پھر اب توڑتے ہین وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ اور کاٹتے ہین وہ جس کے جوڑنے کا اللہ تعالے عز وجل نے حکم کیا یعنی قرابت رحم ومودت ایمانی وغیرہ حقوق کو ثابت نہین رکھتے۔ یعنی مومنون سے مخالف اُن کا برتاؤ ہے۔ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور فساد پھیلاتے ہین زمین مین۔ پہلا سب سے بڑا فساد تو اللہ تعالے عز وجل سے شرک وکفر ہے کیونکہ جو عدل وانصاف سے خلاف ہے وہ فساد ہے اور اس سے زیادہ کون ظلم ہوگا کہ خالق عز وجل سے مُنھ موڑکر مخلوقات کو اپنا خالق بناتے ہین اور بعضے جو اللہ تعالے عز وجل کا نام لیتے ہین تو اپنی رائے وقیاس سے جو درحقیقت اللہ تعالے جل شانہ کی شان پاک کے لائق نہین مثلاً اُس کا بیٹا وجورو بتلاتے ہین تعالے اللہ عن ذلک علوًا کبیرًا۔ بلکہ واجب اُنپر یہ تھا کہ جو صفات اللہ تعالے عز وجل کے کامل وپاک ہین انھین پر ایمان لاتے مگر جب وحی آلٰہی سے انکار کیا تو شیطان کے وساوس

کو قبول کیا۔ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ انھین کے لیے ہے لعنت وپھٹکار یعنے اللہ تعالے عز وجل کی رحمت سے دوری وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ اور انھین کے لیے ہے بُرا ٹھکانا یعنے جہنم کہ جس کے مقابلہ مین یہ دنیا اُن کے حق مین بہشت ہے حالانکہ دنیا چند ساعت ہی اور بعد اس کے جو ٹھکانا ہے وہ دائمی ہے پس انپر صدہزار افسوس ہے کہ کیسے بہکے ہوئے بُرے ٹھکانے کو جاتے ہین اور اکثر اُنھون نے دنیاوی دولت پر فریب کھایا ہے حالانکہ دنیا خود حقیر اور محل امتحان ہے قال اللہ تعالے اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اللہ تعالے عز وجل وسعت کے ساتھ دیتا ہے رزق جس کو چاہتا ہے۔ وَيَقْدِرُ اور تنگ کردیتا ہی یعنے جس کو چاہتا ہے تنگی سے رزق دیتا ہے۔ یعنے وسعت وتنگی رزق مین اللہ تعالے کی حکمت بالغہ ہے اسپر قیاس دوڑانا کہ ہم اچھے ہین اُنکا خیال ہے کما قال تعالے ایحسبون انما نمدہم من مال وبنین نسارع لہم فی الخیرات بل لا یشعرون۔ یعنے کیا وے قیاس دوڑاتے ہین کہ یہ جو ہم اُن کو مال واولاد کشادہ دیتے ہین تو ان کے حق مین ہم بھلائیان جلد جلد پہونچاتے ہین یعنے یہ قیاس باطل ہے بلکہ ان کو شعور نہین ہوتا پس درحقیقت کفر ومعصیت کیساتھ دنیاوی دولت وثروت ایک استدراج ہے کہ درجہ بدرجہ زیادہ کفر ومعصیات مین مبتلا ہوتے جاتے ہین اور زیادہ تر بُرے ٹھکانے کی طرف چلے جاتے ہین۔ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اور اترائے زندگانی دنیا پر۔ حالانکہ حماقت اس انتہا کو پہونچی کہ دنیا چندروزہ پر اترانا کچھ بھی عقل کے لائق نہین ہے اور حیات دنیا کے بعد دائمی حیات بےانتہا ہے تو ان چندروز کا اُس کے مقابلہ مین کچھ شمار نہین اور اس دنیا ومافیہا کا آخرت کے مقابلہ مین کچھ وجود نہین بلکہ جیسے گھوراجس مین مردار نجاسات سڑتی ہون۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ اور نہین ہے حیات دنیا بمقابلۂ آخرت کی مگر متاع۔ یعنے متاع قلیل بازادراہ۔ مستورد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبردار فرمایا کہ دنیا بمقابلۂ آخرت کے کچھ نہین مگر جیسے تم مین سے کوئی اپنی انگلی ایک سمندر مین ڈبوکر اُٹھاوے تو دیکھے کہ وہ کیا لائی ہے۔ رواہ الامام احمد والامام مسلم۔ اور دوسری حدیث مین ہے کہ راہ مین ایک بزغالہ سکڑے کانون والا مردار پڑا تھا اس طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گذرے تو فرمایا کہ مین اللہ تعالے عز وجل کی قسم کھاتا ہون کہ اللہ تعالے جل شانہ کے نزدیک دنیا اس بزغالہ مردار سے بھی زیادہ خوار ہے جبکہ اس بزغالہ والون نے اُس کو پھینکدیا۔ مسئلہ۔ پورا ایمان یہ ہے کہ آدمی کے نزدیک دنیا واُس کے تمام چیزین مردار کے برابر حقیر ہون۔ مسئلہ کفر ظاہر ہے اور شرک مخفی ہوتا ہے اور قولہ وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔ کی تفسیر مین کچھ تفصیل گذری۔ اور نفاق بھی باریک ہے کہ آدمی دعوے کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہے حالانکہ یقین مین سے اُس کے پاس نام ہی نام ہوتا ہے اور شیخ ابو العالیہ رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی فرماتے ہین کہ جب منافق نڈر ہوتا ہے تو چھ باتین ظاہر کرتا ہے باتین کرے تو جھوٹ بولے اور جھگڑے تو فجور کرے اور وعدہ کرے تو خلاف کرے اور امانت رکھوائی جاوے تو خیانت کرے اور عہد آلٰہی کو بعد مضبوطی کے توڑے اور جسکے ملانے کا اللہ تعالے نے حکم کیا اسکو قطع کرے اور زمین مین بدافعالیون سے فساد پھیلاوے۔ اور جب منافق کو کچھ ڈر ہوتا ہے تو وہ تین باتین ظاہر کرتا ہے جو اول مذکور ہوئین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین جو شخص سچے یقین واعتقاد کے ساتھ سنت پر عمل کرے اُس کو سَو شہید کا ثواب ہے جیسا کہ حدیث صحیح مین آیا ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خرما کی چھال کے بوریے پر لیٹے جب اُٹھے تو آپ کے پہلو مین نشان پڑگئے تھے تو ہم لوگون نے عرض کیا

کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے لیے کوئی نہالی تیار کرتے فرمایا کہ میرا اور دنیا کا کیا علاقہ ہے مین تو دنیا مین فقط ایک مسافر کے مانند ہون جو دھوپ مین کسی درخت کے سایہ مین ٹھہرا پھر اُس کو چھوڑ کر روانہ ہوگیا۔ رواہ الترمذی و قال صحیح۔ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُنسے فرمایا کہ اگر تجھے مجھ سے ملنے کی خوشی ہے تو تجھ کو دنیا سے اسی قدر کافی ہونا چاہیے جو ایک مسافر کا توشہ ہوتا ہے اور خبردار کہ تو مالداروں کی مجلس مین بیٹھے اور کسی کپڑے کو پُرانا کرکے نہ اُتار نا یہان تک کہ اس مین پیوند پارہ کرلے۔ رواہ الترمذی۔ عروۃ بن الزبیر یعنے آپ کی بہن کے بیٹے نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسّی ہزار درم بھیجے تو شام تک آپنے سب خیرات کردیے ایک درم اپنے پاس نہ رکھا پس آپ کی باندی نے کہا کہ ہمارے لیے آپ نے ایک درم کا گوشت نہ خرید دیا تو فرمایا کہ اگر تو مجھے یاد دلاتی تو مین خرید دیتی۔ حدیث ابوہریرہ مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللھم اجعل رزق آل محمد کفافا۔ یعنے اے رب میرے کردے آل محمدؐ کا رزق کفاف۔ یعنے اسقدر کہ ضروری حاجت سے کچھ فاضل نہووے۔ رواہ الشیخان وغیرہما۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے فرمایا کہ اسوقت تمہارا کیا حال ہوگا جب چند روز کے بعد تم مین کا آدمی صبح کو ایک سواری پر جاویگا اور دوسرے وقت دوسری سواری پر اور ایک دسترخوان پر ایک پیالہ لایا جائے گا اور دوسرا اُٹھایا جائے گا اور اپنے گھرون مین پردے لٹکاؤگے جیسے خانہ کعبہ کی پوشش کی جاتی ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم اسوقت کی نسبت اُسوقت اچھے ہونگے کہ فراغت سے عبادت مین مشغول ہونگے فرمایا کہ نہین بلکہ تم اب اس سے بہت اچھے ہو۔ رواہ الترمذی۔ اور امام بخاری کی صحیح مین کتاب الزہد دیکھو اور ایک حدیث کافی ہے کہ کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل یعنے دنیا مین ایسا رہ جیسے تو پردیسی ہے یا راہ گیر ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے والذین ینقضون عہد اللہ۔ ان لوگون کا عہد اللہ تعالے عزوجل کے ساتھ بطوع نہ تھا بلکہ باکراہ تھا پس دنیا مین بھی کراہت سے اُس کو سجدہ کرتے ہین اور اسکے سوا ے کچھ اور نہین کرسکتے ہین پس یہ عہد بشرط توفیق نہ تھا کیونکہ اگر عہد اول مین انکو توفیق کی مساعدت ہوتی تو عہد توڑنے پر قدرت نہ پاتے کیونکہ جسکو توفیق دی گئی وہ نگہداشت آلہیہ کے ساتھ محفوظ ہوتا ہے۔ شیخ ابوالقاسم حکیم نے کہا کہ عہد توڑنا ایسی چیز کے ساتھ سکون و دل لگاؤ ہے جس سے کچھ بھی سکون نہ ہو اور فرحت ایسی چیز کے ساتھ جس سے کچھ فرح نہو۔ چنانچہ ان لوگون کا حال بیان فرمایا کہ عہد توڑا اور وہ اس طرح ہوا کہ دنیا کی محبت مین فرحت سمجھے بقولہ تعالے وفرحوا بالحیوۃ الدنیا الآیہ واضح ہو کہ جو کوئی مشاہدہ آیات آلہی عزوجل سے بے نصیب ہوا اسی کو دنیا کے ساتھ فرحت ہوگی کیونکہ شہود کی فرحت کے سامنے کسی چیز کی فرحت کچھ نہین ہے اور جس کو اپنے رب سبحانہ تعالے کے ساتھ فرحت نصیب ہوئی وہ تعجب ہے کہ کسی مخلوق کے ساتھ کیونکر فرحت پاوے گا اگرچہ جنت کیون نہ ہو پس جب جنت کے مانند نعمت پر اس کو فرحت نہوئی تو بھلا دنیا مردار کیا چیز ہے کہ جس سے اُس کو فرحت ہو۔ واسطی رح نے کہا کہ دنیا ایک ڈھیلا مٹی ہے اور تجھ کو اس مین سے فقط ایک غبار کا ذرہ ہے اور جو کوئی اس ذرہ پر فرحت پاوے وہ خود اس ذرہ سے بھی حقیر ہے اور جسکو تمام دنیا ملجاوے اُسکو مچھر کا ایک پر یا اس سے بھی کم ملا اور جب اُس نے اُس کو فرحت دی تو اس کی قدر تم خود دیکھ لو۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ اگر دنیا کی قدر اللہ تعالے عزوجل کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو اس مین سے ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔ واسطی رحمہ اللہ تعالے

نے کہا کہ دنیا کو نہ چھوڑو کہ وہ تم کو اپنے عذاب کے سمندر مین غرق کردے بلکہ تم اس کی گردن پکڑ کے اللہ تعالے عزوجل کی عظمت و وحدانیت کے سمندر مین غرق کردو کہ تم کو اس مین سے کچھ نظر نہ آوے۔ شیخ ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہی دنیا ہے جس سے نقض عہد پر آمادہ ہوئے پس دنیا کی حقیر حالت اُن کو بتلادی تاکہ ان کی آنکھون مین خوار نظر آوے پس چھوٹنا اُن کو ناگوار نہو۔ پھر حق تعالے عزوجل نے کافرون کے آیات و معجزات طلب کرنے اور یاد حق تعالے و قرآن سے مطمئن نہونے وغیرہ کو فرمایا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن

اور کہتے ہین جو لوگ منکر ہوے کہ کیون نہین اتاری گئی اسپر آیت اُسکے رب کی طرف سے توکہدے کہ بیشک اللہ تعالے راہ نہین دیتا جسکو

يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ

چاہے اور راہ دیدیتا ہے اپنی طرف اسکو جو اسکی طرف رجوع لائے جو لوگ ایمان لائے اور مطمئن ہوگئے انکے دل ذکر سے

اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ

اللہ تعالے کے خبردار ہو کہ اللہ تعالے کے ذکر سے دلون کو اطمینان ہوتا ہے جو لوگ کہ ایمان لائے اور انھون نے کئے اچھے نیک کام انکے لیے طوبیٰ ہے

لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ۝

اور لوٹ جانے کا اچھا ٹھکانا ہے

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا کہتے ہین اہل مکہ وغیرہ اور جو اُن کے مانند قیامت تک ہون کہ۔ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ کیون نہین نازل کی گئی اس پر کوئی نشانی اُس کے رب کی طرف سے۔ ہر ایک اپنی خواہش کی چیز مانگتا ہے۔ اہل مکہ کہتے کہ مکہ چوڑا ہو جاوے اور بجاے پہاڑی ریتیلے ملک کے شاداب سرسبز ہو جاوے اور کہتے کہ کوہ صفا سونے کا ہو جاوے اور بعضے کہتے ہین کہ حضرت عیسے علیہ السلام کی طرح مردے زندہ کرنے کا یا حضرت موسے علیہ السلام کی طرح عصا سے اژدہا کا معجزہ کیون نہ دیا گیا اور بعضے کہتے کہ فرشتہ اُتارا جاتا اور بعضے کہتے کہ رسول کے لیے عمدہ دارالسلطنت و طلائی محل جواہرات کا جڑاؤ اور فرشتے خادم ہوتے اور یہ سب اس وجہ سے کہ رب تبارک و تعالے سے منکر اور اُس کی صفات سے غافل اور دار آخرت سے بالکل انکار کرتے ہین اور باوجود ہزارون دلائل کے محسوسات سے تجاوز نہین کرتے اور تمام جہالت یہ کہ ہر چیز کی علت سے واقف ہونے کے مدعی ہین پس ضرور ایسے لوگون کا یہی وتیرہ ہوا کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منکر اور ایسی باتون کے طالب ہوئے جو آخرت کے انکار پر مبنی ہین اور اللہ تعالے عزوجل کی قدرت مین یہ امر ذرہ سے بھی کمتر ہے کہ جو کہتے تھے وہ پورا ہو جاتا ولیکن حق تعالے عزوجل کے علم کی انتہا نہین ہے وہ ہر مخلوق کے ایمان و کفر و انجام سے آگاہ ہے اور کوئی مخلوق جیسے پیدا کیے جانے سے پہلے تھی ویسے ہی پیچھے اُس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہین ہوسکتی اور شیخ امام حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حدیث مین آیا ہے کہ جب کفار مکہ نے معجزہ مانگا کہ مکہ چوڑا ہو جاوے اور کوہ صفا سونے کا ہو جاوے اور گرد کے پہاڑ دور ہو کر نہرین و چشمہ جاری ہو جاوین تو اللہ تعالے نے وحی فرمائی کہ اے محمدؐ اگر تو چاہے تو اُن کی درخواست دیدون ولیکن اگر انھون نے پھر بھی کفر کیا تو اُن کو عذاب سخت سے

ہلاک کردونگا اور اگر تو چاہے تو انپر توبہ ورحمت کا دروازہ کھول دوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ اے رب تو انپر توبہ ورحمت کا دروازہ کھولدے۔ علمار نے کہا کہ یہ لوگ دعوے کرتے تھے کہ یہ معجزات دیکھکر ہم ضرور ایمان لاوینگے ولیکن درحقیقت اس کا نتیجہ یہ کہ اُس وقت ہم جنتی ہوجاوینگے حالانکہ اللہ تعالے عز وجل خوب جانتا ہے کہ اس نے کس مخلوق کو کس واسطے پیدا کیا پس جسکا جو انجام علم آلہی مین ہے اُس سے وہی ہوگا اور اُس کے خلاف خواہ دعوے کرے یا نکرے کچھ نہین کرسکتا اور اللہ تعالے عز وجل نے فرمایا ولو اننا انزلنا الیہم الملائکۃ۔ اور اگر اُتار دیتے انپر ملائکہ۔ وکلمہم الموتے۔ اور مُردے اُنسے باتین کرتے۔ وحشرنا علیہم کل شئی۔ اور حشر کردیتے اُنپر ہر چیز۔ قبلا۔ روبرو۔ ما کانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ ولکن اکثرہم یجہلون۔ تو اُن کی قدرت نہ تھی کہ ایمان لاتے مگر آنکہ اللہ تعالے عز وجل چاہتا ولیکن اکثر ان مین کے جہالت کرتے ہین۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یومنون ولو جاءتہم کل آیۃ۔ یعنے جن پر تیرے پروردگار کا کلمہ ثابت ہولیا وے ایمان نہین لاوینگے اگرچہ اُن کے پاس کل نشانیان ومعجزات آجاوین۔ اور چونکہ حکمت آلہیہ مین برابر جاری ہوا ہے کہ جب کسی قوم نے بڑی ہٹ سے معجزہ مانگا اور پایا پھر انکار وکفر کیا تو وہ عذاب سے تباہ کیے گئے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے توبہ ورحمت قبول کی اور البتہ قریش واکثر عرب کی اولاد مسلمان جنتی ہونے والے تھے اور آیات توحید جسقدر قرآن مجید مین مذکور ہین وہ انواع ہین کہ اس سے لاکھون آیات خود اپنے نفوس مین ظاہر ہوتے ہین اور بکثرت وے دیکھ چکے پس اگر آیات پر ایمان ہوتا تو ایک کافی تھی وقال تعالے وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یومنون۔ یعنے جس قوم کے حق مین ایمان نہین ہے اُس کو آیات ومنذرات کچھ بھی کفایت نہین کرتی ہین اور جو جنتی ہین اُن کو ایک آیت بہت زیادہ کافی ہے تو آیات مانگنے پر ہٹ مت کرو بلکہ اللہ تعالے عز وجل سے ہدایت مانگو اور اس کی طرف رجوع کرو چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ قُلْ کہدے اے محمد کہ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالے راہ نہین دیتا جسکو چاہے یعنے اللہ تعالے اپنی مخلوق کا خالق واُن کی ماہیت وآغاز وانجام کا علیم ہے اُس نے جس کو ہدایت کے لیے نہین پیدا کیا وہ گمراہ ہوگا اور قبضہ قدرت آلہی کا ذلیل ہے جو وہ چاہے وہی ہوگا۔ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ۔ اور راہ دیتا ہے اُس کو جو اُس کی طرف رجوع لاوے۔ پس ہدایت دینا اور گمراہی دینا اللہ تعالے عز وجل کی قدرت مین ہے جو اُس سے سرکش ہو گمراہ ہے اور جو رجوع لایا وہ راہ پر ہے جیسے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کہ بدون معجزہ وغیرہ کے سچے ایمان سے سرفراز ہوگئے اور مرتبہ صدیق کو پہونچے جو نبی کے بعد ہے۔ پھر شہید پھر ولی۔ ؎ با تضرع باش تا شادان شوے ۞ گریہ کن تا بے دہان خندان شوے۔ آدمی سخت غافل ہے اس کے اندر نفس دوست شیطان وشہوات اور پیچھے موت چلی آتی ہے راہ دشوار اور شب وروز چلا جاتا ہے یہ نہین جانتا کہ جاکر جہنم مین گرے گا یا جنت نصیب ہوگی۔ عاجزی کے ساتھ نماز مین دعا مانگے کہ اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم پس یہ عاجزی البتہ ہدایت کی راہ ہے جو اللہ تعالے عز وجل کی طرف رجوع لایا راہ پائی اُس کو معجزہ وغیرہ کی ضرورت نہین ہے چنانچہ اُن کا حال بیان فرمایا بقولہ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ رجوع لانے والے راہ پانے والے وہ بندے ہین جو ایمان لائے۔ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ۔ اور ٹھہرتے ہین ان کے دل اللہ تعالے عز وجل کی یاد کے ساتھ یعنے خوش وپاکیزہ ہوکر اللہ تعالے جل شانہ کی طرف رجوع لاتے ہین۔ ۲۸

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ خبردار ہو کہ اللہ تعالے ہی کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہین۔ خوب جانتے ہین کہ وہی پاک پروردگار ہمارا خالق ومالک اور سب قدرت والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یعنے جب قرآن پاک سُنتے ہین تو اُن کے قلوب گڑگڑاتے اور مطمئن ہوجاتے ہین مترجم کہتا ہے کہ ذکر سے قرآن مراد لیا اور اللہ تعالے عز وجل نے قرآن مجید مین جابجا ذکر سے قرآن کو یاد فرمایا ہے کقولہ تعالے ہذا ذکر مبارک انزلناہ۔ اور قولہ انا نحن نزلنا الذکر الآیہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تطمئن بحرف مضارع دلالت کرتا ہے کہ بعد ایمان کے وقتاً فوقتاً طمانینت بڑھتی جاتی ہے۔ اور کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مضارع مین کبھی حال یا استقبال کسی زمانہ معین کا لحاظ نہین کیا جاتا جیسے اس آیت مین ہے پس اسوقت مضارع بمعنے استمرار ہوتا ہے یعنے ہمیشہ کے معنے دیتا ہے جمل رحمۃ اللہ علیہ انے حاشیہ جلالین مین کہا کہ یہ قاعدہ یاد رکھنا چاہیے کہ بہت سے مقامات پر تجھکو نافع ہوگا۔ اور زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالے عز وجل کے ذکر سے یہ مراد ہے کہ جب اللہ تعالے جل شانہ وحدہ لاشریک ذکر کیا جاتا ہے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے تو ان کے دل مطمئن ہوتے اور ایمان لاتے ہین بخلاف کافرون کے بقولہ تعالے واذا ذکر اللہ وحدہ اشمازت قلوب الذین لا یومنون بالآخرۃ۔ یعنے کافرون کا یہ حال ہے کہ جب ذکر کیا جاوے اللہ تعالے وحدہ لاشریک لہ تو بھڑکتے ہین نفرت کرتے ہین دل اُن لوگون کے جو آخرت پر ایمان نہین لاتے ہین بعض نے کہا کہ طاعات آلہی سے بعض نے کہا وعدہ آلہی سے بعض نے کہا اُس کی رحمت کے ذکر سے۔ بعض نے کہا اسکے دلائل توحید سے۔ بعض نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم واُن کے اصحاب سے مومنون کے دل مطمئن ہوتے ہین۔ ظاہر یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت اور تسبیح یعنے سُبحان اللہ وبحمدہ اور تکبیر وتہلیل یعنے اللہ اکبر ولا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ۔ اور مانند اس کے یاد حق تعالے سے قلوب مطمئن ہوتے ہین۔ مسئلہ۔ ذکر وتلاوت زبان سے خواہ آہستہ ہو یا آواز سے ہو ثواب ہے ولیکن اس کے معنے جان لینا چاہیے اور قرآن مجید کے معنے پڑھنا چاہیے۔ اور مترجم کے نزدیک اسقدر تو ہر شخص پر واجب ہے کہ جس سے نماز ادا ہوجاوے اور باقی تمام قرآن پاک کی تلاوت مین بھی ثواب عظیم ہے اگرچہ اُس کے معنے نہ جانتا ہو۔ یاد حق جو دل سے ہو وہ بھی مترجم کے نزدیک موافق قول اولیاء اللہ کے ذکر اور بہتر ہے اور جو ذکر زبان سے ہو اگر دل حاضر نہ ہو تو وہ کچھ نہین ہے۔ مسئلہ۔ جو اذکار حدیث شریف مین آئے ہین وہ ہر حال مین اعلٰے و افضل ہین اور اُن کے بعد ذکر اللہ تعالے عز وجل کی توحید وتسبیح کا ہو اچھا ہے جب کہ اس مین کوئی بات خلاف شرع نہو واضح ہو کہ جب بندے نے اللہ تعالے عز وجل کی توحید پر یقین کیا اور زبان سے دل کی حاضری وہوشیاری کے ساتھ معنے سمجھ کر ذکر کیا تو قلب بے شبہہ مطمئن ہوتا ہے جیسا کہ حق تعالے جل شانہ نے فرمایا ہے اور بعضے لوگ زبان اور انگلیون سے ذکر کرتے ہین اور کچھ معنے کا خیال نہین اور دل مین غفلت بلکہ دل اور فکرون مین لگا ہوا ہے تو یہ کچھ بھی نہین بلکہ ایک بے ادبی وگناہ ہے۔ حدیث صحیح مین ہے کہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ یعنے سب سے افضل ذکر کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ معنے اسکے یہ ہین کہ کوئی معبود نہین سوائے اللہ تعالے کے۔ اور مومن جب ایمان لایا تو اس نے اللہ تعالے عز وجل کی معرفت حاصل کرلی کہ وہ لازوال بے مثل وہ بے مانند ہے کسی چیز سے اس کی مشابہت نہین اور کسی قیاس ووہم کو وہان مجال نہین وہی خالق ہر چیز وہر آدمی وآدمیون کے کامون کا بھی وہی رازق ہر ایک مخلوق کا خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو اور جسطرح چاہتا ہے مخلوق کو رزق دیتا ہے چنانچہ اُسی کی قدرت سے

چیونٹی رینگتی اور دانہ لاتی اور کھاتی ہے اسی طرح ہر ایک کو وہی رزق دیتا ہے کسی وقت کسی حال مین کوئی چیز و کوئی مخلوق ہو اُس سے پوشیدہ نہین اور اس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہین اور جو اُس نے مقدر کیا وہی جاری کیا وہی علیم و خبیر و حکیم ہے الغرض سب صفات توحید کے ساتھ جسطرح قرآن پاک و احادیث صحیحہ مین آئے ہین اپنے دل مین یقین کے نقش سے جا دے اور جب لا الٰہ الا اللہ کہے تو اُسی یقین کو زبان سے بار بار دُہراوے اور دل برابر عظمت و پاکی و صفات پاک الٰہی عز و جل سے بھر جاوے پس یہ ذکر ہے اور جو کوئی خالی زبان سے یہ حروف نکالے اور نہ معنے سمجھے اور نہ دل مین ان صفات پاک کا اثر ہو تو وہ شخص بیہودہ ہے اور اگر صفات سے آگاہ نہو یا یقین نہ ہو تو وہ ابھی تک ایمان ہی نہین لایا ہے۔ مسئلہ۔ ایمان کی شناخت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عز و جل کی یاد سے قلب مطمئن ہو۔ امام غزالی وغیرہ علماء نے لکھدیا ہے کہ قلب کی غذا یاد الٰہی ہے ورنہ دل تاریک و مردہ ہوجاتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ مخلوقات مین عجائب صنعت الٰہی عز و جل دیکھکر بھی قلب مطمئن ہوتا ہے ایسے ہی معجزات رسول دیکھنے سے تو جواب یہ ہے کہ مخلوقات پر نظر اگر مخلوقات پر جمی تو خراب اور اگر خالق عز و جل کی صنعت پر جمی اور یہ ایک عاقل عالم کا کام ہے تو یہ درحقیقت اللہ تعالےٰ کی یاد ہے کیونکہ خالق کی یاد ہے پس جو کوئی اللہ تعالےٰ عز و جل سے منکر ہے تو وہ خالق سے بھی منکر ہے اس لیے کہ جب مثلاً نصرانی نے بیٹا بتلایا تو خالق عز و جل سے منکر ہوا کیونکہ خالق عز و جل تو وہ پاک ہے بیٹا وغیرہ سے عیسےٰ و اسکی مان وغیرہ سب اُسکے بنائے مخلوق ہین ایسے ہی کفار مکہ سے جب پوچھا جاتا کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا تو کہتے اللہ تعالےٰ عز و جل نے ولیکن درحقیقت وہ اللہ تعالےٰ عز و جل پر ایمان نہین لائے تھے کیونکہ جہالت سے وہ جانتے کہ بتون کے ذریعہ سے وہان سفارش پہونچیگی جیسے بادشاہ کے وزیرون کا واسطہ ہوتا ہے پس یہ مخلوق کی تشبیہ مثل بادشاہ کے سمجھتے تھے اور یہ کفر ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ عز و جل خالق قیوم ہے علیم بصیر ہے اُسکے قبضۂ قدرت سے کسی دم کسی لحظہ کوئی چیز باہر نہین ہو سکتی اور کوئی چیز ذرہ برابر اُس کی مشیت و تقدیر کے خلاف کچھ نفع یا ضرر نہین دیسکتی ہے غرضکہ جو مومن ہے اور اُس نے اللہ تعالےٰ کی صفات پر یقین کیا وہ خوب جانتا ہے کہ توحید کے سوائے ذرہ برابر تجاوز ہو تو اللہ تعالےٰ سے منکر ہو جائیگا۔ اب سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن ہو یا تسبیح ہو یا اورطرح اللہ تعالےٰ عز و جل کی یاد ہو سب ذکر الٰہی ہے جس سے قلب مطمئن ہوتے ہین حتےٰ کہ معجزات جنکو مشرکین مکہ مانگتے تھے انکو اگر اسطرح دیکھتے کہ سبحان اللہ وہ کیسا خالق قادر قوی ہے کہ جو چاہے وہ کرے ہر ایک چیز اُس کے قبضۂ قدرت مین ہے تو یہ ایمان تھا اور وہ معجزہ ہو یا کوئی اور معجزہ ہو سب نافع ہین اور اگر یون نہ دیکھتے تو خالی مخلوق پر نظر ہوتی جس مین اول کفر تو یہی تھا پھر کفر کے ساتھ جو ہوتا سب شیطانی ہوتا اسی وجہ سے صحیح معجزات کو سحر وغیرہ کہتے تھے اور قرآن پاک کو جادو بتلاتے تھے حالانکہ قرآن مجید سے قلوب مطمئن ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین ہے ایک مرتبہ ایک صحابی رات کو قرآن مجید پڑھتے تھے ایک سپید چیز مانند ابر کے اُنپر سایہ کیے ہوئے نزدیک ہوتی اور ان کا گھوڑا بھڑکتا اور جب انھون نے تلاوت موقوف کردی تو وہ غائب ہوگئی صبح کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سکینت تھی جو قرآن مجید کی تلاوت پر نازل ہوئی تھی۔ اور قولہ تعالےٰ انزل اللہ سکینتہ علےٰ رسولہ الآیہ کی تفسیر مین سکینت کی تفسیر گذری اور یہ طمانینت قلب کو شامل ہے اور سراج وغیرہ مین اس مقام پر لکھا کہ سورہ انفال مین فرمایا کہ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم الآیہ پس ایمین تو ذکر الٰہی سے قلوب کا وجل ظاہر ہوتا ہے اور یہان ذکر الٰہی تعالےٰ سے طمانینت فرمائی پس معنے یہ ہین کہ وجل یعنے خوف زدہ تو اس وقت ہوتے ہین کہ عذاب و عقاب و

قہر الٰہی یاد کرین اور مطمئن اُس وقت ہوتے ہین کہ اس کی رحمت یاد کرین۔ مترجم کہتا ہے کہ کوئی سوال وارد ہی نہین ہوتا اور وجل و طمانینت مین کچھ منافات نہین ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عز و جل کی یاد سے دلون پر طمانینت طاری ہوتی ہے اور اسی کو اپنا خالق و قادر و رب جاننے پر راضی و مطمئن ہوتے ہین اور معجزات و رسول و جنت و آخرت سب اُسکی قدرت کی مخلوقات جانتے ہین پھر اس اطمینان کو برابر ایمان کے ساتھ ساتھ بقاء ہے کبھی زوال نہین مگر جب غفلت یا نفاق یا شرک خفی طاری ہو پھر اللہ تعالےٰ عز و جل پر ایمان خود اُس کی رحمت کی اُمید واری اور اُس کے استغنا و کبریاء و عظمت و جلال و قہر کا خوف ہے پس جو اطمینان تھا اُس کو اس خوف سے کچھ منافات نہین جیسے رحمت کی امید کو قہر کے خوف سے کچھ زوال نہین تم نہین دیکھتے کہ جس نے اللہ تعالےٰ کو یاد کیا اور وہ اللہ تعالےٰ کی کبریائی و عظمت و جلال سے غافل ہے تو اُس نے اللہ تعالےٰ کو یاد ہی نہین کیا کیونکہ یہ تو اللہ تعالےٰ عز و جل کے صفات ہین پس غور سے سمجھ لینا چاہیے اور تعجب ہے کہ بزرگ مفسرین کو اسمین تردد ہی کیون ہوا واللہ تعالےٰ ہو الہادی الےٰ سبیل الرشاد۔ اور آیت کریمہ کے بعض اشارات کا بیان حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم جانتے ہو اس آیت کے معنے اُنھون نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ و رسول اُسکا دانا تر ہے فرمایا کہ جس نے محبوب رکھا اللہ تعالےٰ و اُسکے رسول کو اور رسول کے اصحاب کو رواہ الشیخ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ شخص کہ محبوب رکھے اللہ تعالےٰ کو اور اسکے رسول و اُسکے اہل بیت کو صدق کے ساتھ بدون بناوٹ کے اور دوست رکھے مومن کو حاضر و غائب۔ خبردار ہو کہ اللہ تعالےٰ جل شانہ کی یاد سے باہم الفت کرتے ہین۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کیے کام نیک۔ طُوْبٰى لَهُمْ طوبےٰ ہے اُن کے لیے۔ وَحُسْنُ مَاٰبٍ۔ اور واپس جانے کا اچھا ٹھکانا ہے ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ طوبا ہم عرب نہین بولتے یہ بنائی ہوئی بولی ہے اور فصیح زبان طوبیٰ لہم ہے۔ زجاج و ابو عبیدہ و اہل اللغۃ نے کہا کہ طوبےٰ بروزن فعلی تانیث اطیب ماخوذ از طیب ہے پس صفت جنت ہے اور یہ اسوقت بولتے ہین کہ کسی کے لیے نہایت درجہ کے شادمانی و خوشی و عیش ہو پس جس عیش و نعمت کو اللہ تعالےٰ عز و جل نے طوبےٰ فرمایا اُس کی مقدار بشر کے خیال سے باہر ہے اسی واسطے حدیث صحیح قدسی مین آیا کہ یقول اللہ تعالےٰ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علےٰ قلب بشر۔ یعنے حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ مین نے مہیا فرمایا ہے اپنے صالحین بندون کے لیے وہ کہ نہین دیکھا اُس کو کسی آنکھ نے اور نہ کوئی کان ہے جس نے سُنا ہو اور نہ کوئی قلب ہے جسکے خیال مین آوے۔ مترجم کہتا ہے کہ قدرت الٰہیہ مومن کے اعتقاد مین نہایت پاک و اعلےٰ ہے کہ ہرگز وہم مین نہین آسکتی خصوص جب کہ تمام کرہ زمین و آسمان ایک ذرہ کے برابر نہین اور ایک پتی کا پیدا کرنا تمام جہان کی وسعت سے باہر ہے اور دنیا ایک خرابہ کھنڈل ہے جسکو وہ مخلوق آراستہ کرتی ہے جسکو دنیا کی ہوس ہے پس کوئی خوبصورتی و نعمت آدمی کے قیاس مین نہین آتی ہے اور خوب سمجھو کہ جنت و باغ کا کوئی نمونہ دنیا مین نہین ہے جسپر تم قیاس کرو بلکہ عقلین وہان حیران ہین حتےٰ کہ بہت سے بیوقوف اُس کی قدر صرف اپنے قیاس سے سمجھتے ہین بلکہ مراد اسقدر بیان سے جو قرآن پاک و احادیث مین وارد ہے یہ ہے کہ اس جہان آراستہ و عیش و راحت پر یقین کرو اور یہ مت سمجھو کہ دنیاوی عیش میوہ و دیگر اشیاء اُس جہان مین نہین مل سکتے بلکہ یہ یقین کرو کہ یہان اگر خاک و کھاد پانس وغیرہ کے

اختلاط سے اس مٹی سے پیدا ہوتے ہین تو وہان بھی میوہ نہایت پاکیزہ اختلاط و پیدائش سے زندہ موجود ہین جیسے مثلاً کوئی شخص کاغذ کا
پھول گلاب کا کترے اور اُس کے مقابلہ مین باغ مین جاوے تو اصلی پھول زندہ خوشبودار نہایت نفیس پاوے اسی پر قیاس
کرو کہ یہ جہان گویا نقلی ہے اور وہ اصلی ہے اور جب حضرت خلاق علیم جل شانہ نے اپنی مخلوقات کی خبر دی تو ہم کو عقل سے
بیقین کامل اعتقاد رکھنا فرض ہے اور عقل کسی حال مین اُس کو مشکل نہین سمجھتی پس جو بیوقوف اس سے منکر و محال جانتے ہین ان کی
حماقت پر ہزار نفرین کہ عقل ملکوتی سے بے بہرہ ہین اور حواس بہیمی سے ادراک نہین کر سکتے پس انکار کرتے ہین ولیکن جن بندون کا
وصف حق تعالےٰ عز و جل نے ان آیات مین بیان فرمایا وے ہر حال مین قدرت حق عز و جل کو ایسا عظیم لاانتہا جانتے ہین کہ جنت کو
جس حد تک سمجھ سکو اس سے لاکھون درجہ بلکہ بیحد بہتر اسکے قبضۂ قدرت مین ادنے مخلوق ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین پھر
واضح ہو کہ آیت کریمہ مین طوبےٰ کی تفسیر مین اقوال ہین اور شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ طوبےٰ مصدر از طیب ہے یعنے جیسا کہ اوپر
مذکور ہوا اور لکھا کہ یا طوبےٰ ایک درخت ہے جنت مین کہ اگر سو برس تک سوار اسکے سایہ مین جاوے تو اُسکو طے نہ کر پاوے۔ بترجم کہتا ہے کہ
شیخ نے التزام کیا تھا کہ جو قول سب سے زیادہ راجح ہوگا وہی ذکر کرونگا پس یہان ان دونون قول کو مساوی درجہ پر پاکر دونون کو ذکر کیا
اور شاید کہ ان دونون کے ذکر مین جس کو مقدم کیا اُس کو ارجح سمجھا ہو اور میرے نزدیک بھی یہی بات ہے اور سیاق اسی کو مقتضے
ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ طوبےٰ لہم فرح لہم و قرۃ اعین یعنے اُن کے واسطے فرحت اور آنکھون کی ٹھنڈک ہے
یعنے ایسی نعمت کہ اُنکے قیاس سے باہر ہے اور بعض نے قول دوم کو ارجح خیال کیا بدلیل حدیث عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی
نے آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جنت مین فاکہہ ہے فرمایا کہ ہان اسمین ایک درخت ہے اُسکو طوبےٰ کہتے ہین الے آخر الحدیث
الذی رواہ احمد و ابن جریر و ابن ابی حاتم والطبرانی والبیہقی و ابن مردویہ۔ اور حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص
نے کہا کہ یا رسول اللہ طوبےٰ لمن رآک و آمن بک۔ یعنے طوبےٰ اس شخص کے لیے جس نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طوبےٰ لمن آمن بی و رآنی ثم طوبےٰ ثم طوبےٰ لمن آمن بی ولم یرنی یعنی فرمایا کہ ہان طوبےٰ اُس کو جو
مجھپر ایمان لایا اور مجھے دیکھا پھر تین مرتبہ یعنی سہ چند طوبےٰ اسکے لیے جو مجھپر ایمان لایا مگر مجھے نہ دیکھا پس ایک نے عرض کیا کہ طوبےٰ کیا
یا رسول اللہ فرمایا کہ جنت مین ایک درخت صد سالہ راہ ہے اُسکے اکمام سے جنتیون کے لباس نکلتے ہین[1] رواہ احمد و ابن حبان
و ابو یعلے و ابن جریر و ابن ابی حاتم والخطیب فی التاریخ۔ اگر کوئی کہے کہ اول شخص نے تو طوبےٰ لمن رآک کہا تھا پھر دوسرے
پوچھنے والے نے کیون دریافت کیا تو جواب یہ ہے کہ آپ نے عیش و راحت کے اسباب مین نادیدہ ایمان لانے والون کا سہ[2] گونہ
ثواب فرمایا حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم افضل الامۃ منصوص ہین تو اُس نے استفسار کر لیا کہ یہ باعتبار قبولیت و درجات قرب کے ہے
یا باعتبار ثواب و راحت کے ہے اور واضح ہو کہ دار آخرت مردہ نہین ہے بلکہ جاندار ہے کما فی قولہ وان الدار الآخرۃ لہی الحیوان۔ لہذا
درخت طوبےٰ اور اس سے لباس نکلنا اس شکل پر جو دنیا مین ہے قیاس نہ کرنا چاہیے۔ اور طوبےٰ کے بارہ مین سلف صالحین سے
اقوال و آثار بہت ہین اور اصل صحیحین وغیرہ مین حدیث انس رضی اللہ عنہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت
مین ایک درخت ہے کہ سوار اُس کے سایہ مین سو برس تک چلا جاوے طے نہ ہو اور تمہارا جی چاہے پڑھو قولہ تعالےٰ وظل ممدود۔
اور بعض روایات مین ہے کہ وہی شجرۃ الخلد ہے اور بعض سلف نے کہا کہ یہ درخت جنت عدن مین ہے اور تمام جنتیون پر سایہ کیے

[1] یعنی باوجود اسکے اور علاوہ ازین [illegible]

ہوئے ہے۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ ان احادیث مین یہ دلیل نہین ہے کہ آیت مین طوبےٰ لہم۔ کی یہ تفسیر ہے بلکہ احادیث مین فقط
طوبےٰ درخت کا بیان ہے بلکہ صحیحین کی روایت مین آپ نے قولہ ظل ممدود۔ آیت کی یہ تفسیر قرار دی نہ قولہ طوبےٰ لہم۔ کی اور
معالم وغیرہ مین معاویہ بن قرہ سے باپ کے ذریعہ سے مرفوع روایت ہے کہ طوبےٰ درخت کو اللہ تعالےٰ عز و جل نے خصوصیت
کے ساتھ دست قدرت سے اُگایا اور اُس مین روح پھونکی پس اس سے نہایت خوبصورت لباس و زیور پیدا ہوتے ہین
اور اُس کی شاخین دیوار جنت کے باہر سے نظر آتی ہین۔ اور ایک روایت مین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے
کہ اللہ تعالےٰ اُس سے فرماویگا کہ میرا بندہ جو کچھ چاہے وہ تیرے پھلون سے پیدا ہوتے کہ گھوڑا مع زین آرائش جس طرح کا جس
خوبصورتی کے ساتھ چاہے گا اُس سے کھلکر نکل آویگا۔ مترجم کہتا ہے کہ دار آخرت کے جسقدر حالات ہین بہت ہی مختصر وارد ہوئے
ہین حتی کہ دوزخ تک کو زندہ و جاندار بیان فرمایا گیا ہے اور اسی واسطے امام غزالی وغیرہ نے لکھا کہ وہ عالم ایک ظہور وجود روحانی
ہے اور جسمانیت وہان تابع ہے۔ جیسے یہان جسمانیت ظاہر و جان مخفی ہے اور وہ عالم ایسی خوبصورتی سے آراستہ ہے کہ جس کے
مقابلہ مین عالم دنیا خرابہ کھنڈل اونچا نیچا پریشان ہے ولیکن نمونہ کے لیے حق تعالےٰ نے بہت سے درخت و گُل بوٹے ایسے پیدا کر دیے
ہین کہ جس خوبصورتی و تراش و خراش و عمدگی سے وہ پیدا ہوتے ہین آدمی کو حیرت و عجیب قدرت الٰہی نظر آتی ہے پس قیاس کرو کہ
اس ویران کھنڈل مین تو یہ ظہور ہے پھر وہان آراستہ و پیراستہ خوبصورت جہان مین کس خوبصورتی سے ظہور ہوگا اور خبردار ہو کہ اس
زمانہ مین بہت کثرت سے ایسے ملحدین ہین جو عقل سے بے نصیب ہو کر حواس و اٰکل کے پابند ہو کر جو کچھ حقیقت بیان جنت وغیرہ کا وارد
ہے اسکو حواس کے قیاسات پر محمول کرتے ہین اور اُسوقت اُنکو نظر آویگا جب ملائکہ عذاب اُنکی روح کھینچینگے اور آتش دوزخ بحکم
نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ الآیہ۔ اُن کے سیاہ دلون کو جھانک کر گرفتار کرے گی اور اسوقت تو مہلت و امتحان کی محنت
مین گویا جنت مین ہین ولیکن اہل ایمان کہ وہی اہل عقل ہین ایمان لاتے ہین اور ان کی عقل اس ہدایت و رحمت آلٰہیہ پر اسکی حمد و شکر
ادا کرتی ہے اور کیون نہو کہ مسافر کو اپنے مبارک وطن کے ذکر سے فرحت ہوتی ہے اور شیخ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام
کو توضیح سے بیان کیا اور مضائقہ نہین کہ جہان تک مذکور ہوا اسکو اختصار ہے اور باقی کو واضح ذکر کرون چنانچہ شیخ نے لکھا کہ قولہ
الذین آمنوا و عملوا الصالحات طوبےٰ لہم و حسن مآب۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فرح لہم و قرۃ اعین عکرمہ رح ای نعم لہم۔ ابراہیم
نخعی ای خیر لہم۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کلمہ عربیہ ہے کہ طوبےٰ لہم ای حسنی لہم۔ یہ سب اقوال ایک ہین انمین کچھ تفاوت نہین ہے۔
ابن عباس رضہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے جنت کو پیدا کر کے مومنون کے واسطے کر دیا۔ شہر بن حوشب نے کہا کہ طوبےٰ درخت جنت
جس کی ہر قصر جنت مین شاخ ہے اور جنت کے باہر سے نظر آتی ہے۔ رواہ ابن جریر۔ اور ایسا ہی ابو ہریرہ و ابن عباس و مغیث
بن سلیمان و ابو اسحٰق سبیعی اور بہتیرے سلف سے مروی ہے بعض نے کہا کہ الرحمٰن تبارک و تعالےٰ نے اسکو ایک دانہ موتی سے پیدا کیا
اور حکم دیا کہ پھیل جاوے پس پھیلا جہانتک اللہ تعالےٰ عز و جل نے چاہا اور اس کی جڑ سے جنت کی نہرین شہد و شراب و پانی و
دودھ کی جاری ہین۔ پھر شیخ نے امام احمد کی حدیث ابی سعید خدری اور بخاری و مسلم کی حدیث سہل بن سعد اور بخاری کی حدیث
انس اور مثل اُس کے امام احمد کی حدیث ابی ہریرہ جو اوپر مذکور ہوئی ہین باسانید ذکر فرمائی ہین اور لکھا کہ محمد بن اسحاق نے اپنے
استاد سے حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہےٰ کا

ذکر کیا اور فرمایا کہ اُسکی شاخ کے سایہ مین سو برس چلے یا کہا تھا کہ اُس کی شاخ کے سایہ مین سو سوار چلین اور فرش اُس کا سونے کا ہے اور پھل اُس کے قلال ہین۔ رواہ الترمذی۔ اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر وہب بن منبہ رح سے ایک اثر عجیب وغریب روایت کیا چنانچہ ابن منبہ نے کہا کہ جنت مین ایک درخت ہے اُس کو طوبیٰ کہتے ہین سوار اُس کے سایہ مین سو برس تیز روان ہو اور اُس کو طے نہ کر سکے۔ اُس کے شگوفہ ریاض ہین اور پتے برود ہین اور شاخین عنبر اور بطحا اُس کا یاقوت کا اور خاک اُس کی کافور اور وحل اُس کا مشک اُس کی جڑ سے انہار خمر و عسل و شیر جاری ہین وہ مجلس اہل جنت ہے۔ وہان کے واقعات مین سے ہے کہ ایک بار ملائکہ اُن کے پاس پروردگار تبارک وتعالےٰ کی جانب سے آوین گے اور سونے کی خوبصورت زنجیرون سے آراستہ نجیب بختی لاوینگے جنکے چہرے مثل چراغ کے خوبصورت اور ان کی وبر مثل مرعزی ریشم کے نرم اور انپر رحال ہون گے جنکے الواح یاقوت کے اور وقوف سونے کے اور آرائش جامہ سندس واستبرق کی پس سلام کر کے کہینگے کہ رب الرحمٰن عزوجل نے ہمکو تمھارے پاس بھیجا کہ تم اس کے لقاء وسلام سے مشرف ہو پس انپر سوار ہونگے تو پرندون سے زیادہ تیز روان اور بستر سے زیادہ نرم بلا کلفت کے پس آدمی اپنے برابر کے آدمی سے باتین کریگا اور ایک کا پہلو دوسرے سے نہ ملیگا اور نہ سواری کا کان دوسری سواری سے اور راہ مین درختان خوشنما اُن کے سامنے سے یا شاخ اُن کے رخ سے ایک طرف ہو جائے گی تاکہ انہین کسی کے نہ لگے اور جدا انہون پس وہ ایک مقام پر پہونچینگے جو کرامت دیدار کے لیے مشرف کیا گیا ہے پس حق تعالےٰ عزوجل اُنکے واسطے پردہ انکی آنکھون سے مرتفع فرما دیگا اور یہ لوگ دیدار کے وقت سجدہ کرنا چاہینگے اور اس سے بکرامت معاف رکھے جاوینگے پس کہینگے کہ اللھم انت السلام والیک السلام وحق لک الجلال والاکرام۔ پس اللہ تعالےٰ عزوجل فرماویگا انا السلام ومنی السلام اور تمپر میری رحمت ومحبت ثابت و مستحکم ہو چکی مرحبا میرے بندو جھون نے غائبانہ میری طاعت کی اور میرا حکم مانا۔ پھر عرض کرینگے کہ اے رب ہمارے ہم نے تیری عبادت جیسی چاہیے نہ کی اور جو تیری قدر ہے ہم نہ کر سکے ہم کو اجازت فرما کہ ہم تیرے واسطے سجدہ کرین۔ حق عزوجل فرماویگا کہ یہ گھر محنت وعبادت ورنج وغم کا نہین ہے بلکہ یہ گھر بادشاہت ونعمت کا ہے اور مین نے تم سے محنت وعبادت برطرف کر دی تو مانگو مجھ سے جو کچھ اور چاہو تم مین سے ہر ایک کو اُسکی مراد عطا ہو گی پس ہر ایک اپنی اپنی مراد مانگیگا پھر انہین سے سب سے کم وحقیر مراد مانگنے والا یہ کہیگا کہ ای رب میرے دنیا والون نے اپنی دنیا مین جھگڑے اور افتخار پھیلائے تھے اور اُن کو تنگی دی گئی پس اے رب جب سے تو نے اسکو پیدا کیا اور جب تک ختم کیا جو کچھ تو نے پیدا کیا ہر ایک چیز کے مثل مجھے دیے اللہ تعالےٰ عزوجل فرماویگا کہ تیری مراد بہت حقیر نکلی اور تو نے اپنے درجے سے کم مانگا اچھا تیرے لیے یہ تیری مراد ہے اور دس گونہ زیادہ ہے کیونکہ میری بخشش مین نہ تنگدستی اور نہ بخل و کمی ہے پھر فرماوے گا کہ میرے بندون پر وہ نعمتین پیش کرو جو اُن کے خیال مین نہ آئی ہین پس پیش ہونے سے انکو اپنے نفس کی خواہشین حقیر نظر آنے لگینگی اور منجملہ ان نعمتون کے ایک دانہ یاقوت کا تخت آراستہ ونعمتہائے بے قیاس اور حورعین نوجوان لڑکیان جنکو یہ اعتقاد ہو گا کہ ہمارے بادشاہ کو ہم پر ایسی فضیلت ہے جیسے آفتاب کو کنکرون پتھرون پر ہوتی ہے یا اس سے بھی زیادہ حالانکہ بندہ مومن جنتی کو ان حورالعین کی فضیلت نظر آوے گی پس یہ حور اپنے خاوند کو نہایت سچے پیار سے لینگی اور کہینگی کہ واللہ ہم نہ جانتے تھے کہ اللہ تعالےٰ تیرے مثل پیدا کرے گا پھر ملائکہ بحکم باری تعالےٰ ہر ایک کو اسکی جنت کے گھر مین لیجاوینگے مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین آیا کہ تم سے ہر شخص جنت کے اپنے گھر کو اس سے زیادہ جانتا ہے جیسا کہ دنیا مین نماز سے واپس ہو کر اپنا گھر پہچانتا ہے اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کے بعد لکھا کہ اس

اس اثر کو ابن ابی حاتم نے بھی اپنی اسناد کے ساتھ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا اور اس مین اس قدر زائد ہے کہ اُس کے بعد وہب نے کہا کہ پھر ملائکہ اُن کو پروردگار کی نعمتین دکھلاوینگے کہ دیکھو تم کو تمھارے پروردگار نے کیا کیا نعمتین عطا فرمائی ہین پس بندہ مومن رفیق اعلیٰ مین قبہائے گوہر وزبرجد وغیرہ مین داخل ہو گا جنمین سونے کے کواڑ اور یاقوت کے تخت جن پر سندس واستبرق کا فرش اور اُن مین نور کے ممبر ہون گے ان قبون کے دروازون وصحن سے نور جوش مارتا ہو گا جسکے سامنے سورج کی روشنی ایسی ہے جیسے دن مین تارہ کی چمک ہوتی ہے اور اعلےٰ علیین مین وہ دیکھیگا کہ یاقوت کے بلند بلند مکانات ہین جن کا نور تمام محیط ہو رہا ہے اور اگر اسوقت اللہ تعالےٰ نے ان چیزون کو بندہ مومن کے لیے مسخر نہ فرمایا ہوتا تو آنکھون کی بینائی جاتی رہتی یعنی دنیا کی آنکھ ان چیزون کے دیکھنے کے لائق نہین ہے حتیٰ کہ اسوقت دنیاوی زندگی مین آدمی کی بینائی جاتی رہے بلکہ مر جاوے اور وہان حق تعالےٰ عزوجل کے دوبارہ پیدا کرنے مین ایک ظہور قدرت کاملہ ہو گا کہ ہر طرح کے نورانیات کو متحمل ہو گا بدلیل قولہ تعالےٰ فانشانا ھن انشاءً فجعلنا ھن ابکاراً۔ جو بوڑھی عورتون کے وہان نوجوان ہونے کے بارہ مین منصوص ہے فافہم۔ پھر وہب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان قصرہاے رفیع وبلند مین سے جو قصر یاقوت سُرخ کا ہو گا اس مین سندس سبز کا فرش ہو گا اور جو یاقوت زرد کا ہو گا اسمین ارغوانی فرش ہو گا مشجر بزمرد سبز وطلاے سُرخ وسیم سپید اور اُسکے قوائم وارکان جواہر کے ہون گے اور ان مکانون کے شرف پر موتی کے قبہ اور مرجان کے غرفہ ہونگے پس عطاے آلہیہ سے اس مرتبہ مشرف وممتاز ہو کر واپس ہونگے تو انکی سواری کے لیے گھوڑے پیش کیے جاوینگے اُن کی صفت بیان وقیاس سے برتر ہے یاقوت سپید کا گھوڑا جسمین اللہ تعالےٰ عزوجل کی قدرت سے روح ہو گی اور غلمان اُنکے خادم ہونگے اور اُن گھوڑون کی لگام وعنان سپید چاندی کی جواہرات سے جڑاؤ ہو گی اور زین تختہاے موضونہ مفروش بسندس واستبرق ہونگے پس انپر سوار ہو کر وسط ریاض جنت مین روان ہو کر مکانون پر جاوینگے پس جب اپنی منازل تک پہونچینگے تو دیکھینگے کہ نور کے منبرون پر ملائکہ ان کی ملاقات کے انتظار مین کھڑے ہین تاکہ سلام کرین اور اُن کو مبارکباد دیوین پس جب اپنے مکانون مین داخل ہونگے تو وہ سب آرزوئین ومرادین موجود پاوین گے اور ہر ایک قصر کے دروازہ پر چار جنت یعنے باغ ہونگے اے جنتان ذواتا افنان۔ دو باغ باافنان۔ وجنتان مدھامتان۔ وفیھما عینان نضاختان وفیھما من کل فاکھۃ زوجان۔ وحور مقصورات فی الخیام۔ پس جب اپنے اپنے منازل مین جنکو وہ خوب پہچانتے تھے قرار پکڑینگے تو پروردگار عزوجل فرماویگا کہ تم نے وہ سب پایا جو کہ مین نے تم کو وعدہ دیا تھا عرض کرینگے کہ ہان اے رب ہمارے تیری ذات پاک ہے۔ فرماوے گا کہ تم اپنے رب کے ثواب پر راضی ہو عرض کرین گے کہ اے رب ہمارے ہم راضی ہین تیری رضا چاہتے ہین فرماویگا کہ میری رضا تمھارے لیے دائمی ہے تم اس مبارک ملک مین رکھے گئے اور تم کو میرا دیدار نصیب کیا گیا اور میرے ملائکہ نے تم سے مصافحہ کیا مبارک مبارک تمھارے لیے یہ نعمت غیر منقطع ہے نہ اسمین کبھی اُکتاؤ گے اور نہ کبھی کمی ہو گی۔ پس یہ کرم پا کر کہینگے الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن وادخلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیھا نصب ولا یمسنا فیھا لغوب ان ربنا لغفور شکور۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سیاق غریب واثر عجیب ہے اور اس کے بعض مضامین کی صحت قوی کی شاہد ہر دو صحیحین یعنے صحیح بخاری وصحیح مسلم مین موجود ہین چنانچہ صحیحین مین ہے کہ جو شخص سب سے آخر جنت مین داخل ہو گا اس سے اللہ تعالےٰ عزوجل فرماویگا کہ اپنی آرزو بیان کر پس وہ آرزوئین بیان کرے گا یہانتک

کہ جب اپنی حد بھر مانگ چکیگا تو اللہ تعالےٰ عز وجل فرماوے گا کہ یہ مانگ اور وہ مانگ یعنی خود اُس کو تعلیم فرماویگا پھر فرماویگا کہ یہ تیرے لیے یہ سب اور اس سے دس گونہ زیادہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مین نے اثر مذکور مین کسی مقام پر اس کو بڑھا دیا ہی بوجہ اس کے کہ فضل آلہی سے صحیحین کی یہ روایت محفوظ تھی فلیعلم واللہ اعلم اور صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی روایت کی کہ اللہ تعالےٰ عز وجل فرماتا ہے کہ اے میرے بندو اگر تم سب ابتدا سے انتہا تک جقدر پیدا ہوئے ہو خواہ آدمی ہو یا جن ہو سب کے سب ایک میدان مین کھڑے ہو اور اپنی اپنی مراد (جو کچھ ہووے) مجھ سے دعا کرکے مانگو اور مین تم مین سے ہر شخص کو اُس کی مراد دیدون تو اس سے میرے ملک و بادشاہت مین کچھ کمی نہوگی مگر جیسے کوئی شخص سمندر مین سوئی ڈبوئے اور اُٹھاوے دیکھے کہ اس مین سمندر سے کیا کمی ہوئی الحدیث بطولہ۔ اور خالد بن معدان رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ جنت مین ایک درخت ہے جسکو طوبےٰ کہتے ہین اور اس کی نفاست سے پستان ہین جنسے اہل جنت کے بچہ دودھ پیتے ہین اور عورت کا گرا ہوا پیٹ جنت کی نہرون مین سے ایک نہر مین قیامت تک آرام سے کروٹین بدلتا ہے اور قیامت کے روز چالیس برس کا اُٹھایا جائیگا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم کے حق مین فرمایا کہ جنت مین اُس کی دودھ پلائی ہے کما فی البخاری۔ اور مترجم کہتا ہے کہ طوبےٰ خواہ درخت ہو یا جنت ہو دار آخرت زندہ جاندار ہے پس اُس کی کیفیت کا سمجھنا اہل حواس کی سمجھ سے باہر ہے ولیکن اللہ تعالےٰ عز وجل کی قدرت ہر شخص پر ظاہر ہے تو جو باتین و نعمتین بیان ہوئی ہین وہ سب اللہ تعالےٰ عز وجل کی ادنےٰ قدرت ہین اور اعلےٰ قدرت کی نعمتین بسبب ہم لوگون کی کم فہمی کے بیان نہین ہوئین بلکہ بیان فرمایا کہ وہ ایسی نعمتین ہین کہ نہ کسی آنکھ نے انکو دیکھا اور نہ کسی کان نے اُن کو سُنا اور نہ کسی بشر کے دل پر انکا خطرہ آیا ہے اسی واسطے حق تعالےٰ عز وجل نے فرمایا طوبےٰ لہم وحُسن مآب۔ پس جسکو اللہ تعالےٰ طوبےٰ و حسنیٰ فرماوے وہ کس درجہ بلند قدر ہوگی۔ مسئلہ۔ عہد توڑنا۔ نماز مین بے قدری سے کسل کرنا۔ جھگڑے نالش مین فجور کرنا۔ امانت مین خیانت کرنا۔ جھوٹ باتین کرنا۔ یہ سب جمع ہون تو افعال مین منافق ہوگا اگرچہ روزہ نماز پڑھے۔ مسئلہ۔ ہدایت دینا و گمراہی دینا اللہ تعالےٰ کی قدرت ہے پیدا کرنے سے پہلے جو کچھ اللہ تعالےٰ عز وجل کے علم مین بندہ کی نسبت تھا وہی واقع ہوگا۔ مسئلہ۔ جو قلب گمراہ ہوا اُس کو آیات و معجزات سے نفع نہین ہوتا اگرچہ ہزار بار دیکھے۔ مسئلہ۔ ذکر آلہی سے قلوب مطمئن ہوجاتے ہین پس جس کا قلب مطمئن نہ ہو وہ اپنے نفس مین غور کرے اور عالم و فقیہ سے دریافت کرے۔ مسئلہ۔ دنیا مین عزت و آبرو اور مالداری و اولاد سے آدمی کی خوبی پر کچھ بھی دلیل نہین ہے بلکہ اکثر ایسے لوگ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بدتر حقیر و خوار ہوتے ہین اور بہت سے محتاج و فقیر جنکو لوگ حقیر جانتے ہین اور مصائب مین گرفتار ہوتے ہین وے اللہ تعالےٰ عز وجل کے نزدیک معظم و مکرم و آبرو والے ہوتے ہین پس اصلی پہچان تقوےٰ و علم ہے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ان اللہ یضل من یشاء الآیہ۔ گمراہون کے بھٹکنے کے جو سبب سمجھے جاتے ہین اُنکو کاٹ دیا اور اصل اُس کی اللہ تعالےٰ عز وجل کی قدرت ہے اور ہدایت انھین مین منحصر رکھی جو اسکی طرف رجوع لاتے ہین پس بعض نے علامات بیان کیے کہ جو اپنے نفس پر اعتماد کرتا ہے راہ سے بھٹکتا ہے اور جو تمام امور مین اپنے رب کی طرف رجوع لاتا ہے اور اپنی طاقت و قوت سے پناہ اپنے رب کی طرف لاتا ہے وہ راہ پاتا ہے۔ جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا کہ جو کوئی اپنی قوت سے اسکی معرفت چاہے گمراہ ہوگا اور جو اسی سے اسکو چاہے وہ حقائق کو پہونچ جاتا ہے۔ واضح ہو کہ

کافرون نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ پایا تو آیات طلب کین حالانکہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون آیت ہوسکتی ہے اور جنھون نے آپ کو دیکھ پایا وہ رسالت پر یقین لائے وقد قال الذین آمنوا وتطمئن قلوبہم بذکر اللہ الآیہ۔ اس مین بیان ہے کہ جنکو ہدایت ہوئی اُن کا یاد کرنا ایمان کے ساتھ ہے اول غیب پر ایمان لائے اور یقین کیا پھر یاد سے اُنکے قلوب مطمئن ہوئے۔ اللہ تعالےٰ عز وجل پر ایمان سے بسبب غیب کے اُن کو اطمینان نہ تھا بلکہ ذکر آلہی سے اطمینان ہوا اور اگر مشاہدہ کشف ہوتا تو ذکر کی حاجت واسطے اطمینان کے نہ ہوتی۔ اور مومنون کا ذکر کرنا دو معنے پر ہے ایک ذکر ظاہر اور دوم ذکر باطن۔ ذکر ظاہر کی دو قسمین ہین ایک ذکر زبان کے ساتھ اور ایک ذکر کان سے یعنے کسی دوسرے سے سنکر پس زبان و گوش سے جو ذکر ہو اس سے طمانینت براہ ترتیب و توحید ہوتی ہے اور ذکر باطن کی بھی دو قسمین ہین ایک یہ کہ دل مین عظمت و جلال آلہی سماوے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل کی نعمتون و انعامات کو دیکھے اور اس کی مخلوقات و نشانیون مین فکر کرے اور یہ قلب کا فعل ہے اور دوم یہ کہ ذکر فعلی نہو بلکہ اللہ تعالےٰ کا ذکر اُس کے پاک بندون کے قلب مین آوے اور یہ اسطرح ہوتا ہے کہ واردات غیب و تجلیات خاصہ بطریق کشف پیدا ہون اور یہ ذکر خالص آلہی بدون سبب و علت کے ہوتا ہے اور طمانینت قلب خالص یہی ہے اور اس کے سوائے جو ذکر ہین وہ معلول ہین اور یہ اسطرح بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل اپنے نیک بندون کو یاد فرماتا ہے پس وے اپنے رب کو یاد کرتے ہین کما فی الحدیث وان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر من ملاءہ پھر واضح ہو کہ ذکر جب محل ایمان مین ہوتا ہے تو اس سے رغبت و رہبت اور وجل و خوف و قلق و رجاء و حسن الظن باللہ پیدا ہوتا ہے اور جب ذکر ایمان محل یقین مین ہوتا ہے یعنے جنھون نے مشاہدہ و لقاے آلہی کا یقین کیا ہے پس وہ نور ایقان کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے ذکر کرنے والے ہین اور ایقان کا نور ایمان سے زیادہ روشن ہے جیسے صبح کاذب و صبح صادق کا فرق ہے پس اہل الیقین ذکر کی طمانینت مین بقدر انوار و تجلیات ہین پس جسقدر انکشاف و تجلیات مزید ہین اور وضوح زیادہ ہے اسی قدر ذکر مذکور زائد ہے پس انکے ذکر سے صدق و اخلاص و تسلیم و رضا و توکل و خالص عبودیت پیدا ہوتی ہے اور جب معنے آمنوا باللہ کے مشاہدہ آلہیہ ہون تو یہان طمانینت بکشف وجود ہے جیسے طلوع آفتاب بعد صبح صادق کے ہوتا ہے پس اول تو ایمان سے علم الیقین ہے اور دوم ایقان سے عین الیقین ہے اور سوم مشاہدہ آلہی سے حق الیقین ہے اور واضح ہو کہ مقام مشاہدہ مین بسبب استیلاء انوار عظمت آلہی کے ذکر زائل ہوجاتا ہے اور یہ مقام طمانینت کا نہین ہے بلکہ مقام فناے قلوب کا ہے بلکہ عظمت مین قلب و روح و عقل و علم و فکر و ذکر سب فنا ہوجاتے ہین اور اس سے محبت و شوق و عشق و معرفت توحید و تجرید و تفرید و اُنس و فناء و بقاء پیدا ہوتے ہین اور معنے قولہ تطمئن القلوب یعنے اللہ تعالےٰ کی یاد سے ارواح مطمئن ہوتی ہین اور ذکر کا محل چار چیزین ہین ایک قلب اور یہ آیات کے دیکھنے سے ہوتا ہے اول اہل کفر و نفاق و عوام جو آیات کو نہین دیکھتے غافل ہین اور دوم عقل اور وہ مخلوقات و مصنوعات مین افعال آلہیہ کے دیکھنے سے ہوتا ہے۔ اور سوم ارواح اور وہ دیدار انوار صفات سے ذاکر ہین اور چہارم اسرار جنکا ذکر بدیدار سبحات الذات ہے اور یہان ذکر مقصور ہے کیونکہ ذکر غیر متناہی ہے پس جب عارف نے صرف ذات پاک کا مشاہدہ پایا یہ دیدار فقط اُسکے وجود کی مقدار پر ہے اور حاشا للہ کہ وہ محیط بدمومیت و ازلیت ہوجاوے کیونکہ پاک ہے وہ سبحان اللہ سبحان اللہ وقد قال تعالےٰ لا تدرکہ الابصار اگرچہ یہ ادراک ابصار نہین ہے مگر بصیرت اسرار کو بھی مجال نہین پس جسقدر عنایت نے اسکو نصیب کیا وہ بقدر اسکے وجود کے ہے اور محیط ہونا اسکی مجال نہین ہے پس جو غیر مکشوف ہے وہی اسکا مذکور ہے

اور یہ اسی کا ذکر ہے اور اگر اسکے مشاہدہ مین ہو تو یہ مشاہدہ مذکور مین ذکر ہے اور یہ ذکر عجیب ہی مین نے معرفت مین کوئی طریقہ اس سے زیادہ
باریک نہین پہچانا اور نہ مین کسی کو دیکھتا ہون جس نے اس مقام کا اشارہ کیا ہو سوائے چند اکابر اولیاء اللہ کے جو مقدم گذرے ہین اور
بھی اللہ تعالے فرماتا ہے کہ۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی جب اسکو دیکھا اور کشف ذات وصفات مین زیادتی چاہی اور جان گئے کہ ہم نے
اسکو اسکی قدر کے لائق نہین پہچانا اور اگر اسکو اسکی قدر کے لائق پہچانتے تو اسمین فنا ہو جاتے تو جہانتک نہین پہچانا اسمین قلوب مطمئن ہوتے
ہین اس امید پر کہ انکو وہان وصال نصیب ہو اور یہ زیادتی معرفت کی بےشبہہ متصور ہے اگرچہ احاطہ متصور نہین ہی۔ قال المترجم یعنے جیسا سابق
مین ذکر فرمایا کہ وہان انتہار وحصر نہین ہی تو بہر حال مین زیادت متصور ہی اور احاطہ ہر حال مین محال ہی فافہم اور بھی قولہ الا بذکر اللہ تطمئن
القلوب کے یہ معنے ہین کہ ازل مین حق تعہ نے انکو اپنی ولایت ومعرفت کے لیے پسند فرمایا پس یہ طمانینت اُسکے لیے ابدالآباد تک باقی ہے
بعض مشائخ نے فرمایا کہ قلوب چار قسم پر ہوتے ہین اول عوام کے قلوب ہین کہ اللہ تعہ کی نعمتین وعافیت وسلامتی دیکھکر حمد وثناء وتسبیح سے
مطمئن ہو جاتے ہین۔ دوم قلوب خواص کہ حسن اخلاق و توکل وشکر وصبر دیکھکر یاد آلٰہی سے مطمئن ہوتے ہین۔ سوم قلوب علماء کہ اللہ تعالے کی
صفات واسماء ونعوت کی یاد سے مطمئن ہوتے ہین پس نظر اُن بندون کی ان صفات واسماء پر اس راہ سے ہی کہ زمانہ مین ان صفات کے سبب سے
اُسنے کیا ظہور ہوتا ہی۔ چہارم قلوب موحدین اور وے مثل غریق کے ہین کہ انکو کسی حال مین سکون نہین ہوتا ہی اور کیونکر اُسکے ذکر سے مطمئن ہون
جس سے جاہل ہین اور کیونکر اُسکے ذکر سے مطمئن ہون جسنے انکو خوف دلایا ہی اماون نہین کر دیا ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید مراد شیخ کی یہ ہی کہ جو طمانینت
اوپر کی تینون اقسام کو حاصل تھی اس سے ہزار ہا گونہ زائد طمانینت انکو اس قسم کی حاصل ہی ولیکن اضطراب دوسری طرح ہی یعنے جیسے
استسقاء کے مرض والا پانی پیتا چلا جاتا ہی اور کبھی سیراب نہین ہوتا اسی طرح انکا حال ہی ولیکن اہل یقین ہین انکو کسی طرح کا شبہہ نہین ہے
فافہم واللہ تعہ اعلم۔ شیخ حسین رح نے کہا کہ جو ازل مین یاد آلٰہی مین آیا اور متحیر ہوا وہ ابد تک اُسکے ساتھ مطمئن ہی۔ نہر جوری رح نے کہا کہ اولیاء
کے قلوب مواضع مطالع ہین جنکو کبھی حرکت واضطراب وگھبراہٹ کسی واقعہ وسانحہ سے نہین ہوتی ہی بلکہ مطمئن رہتے ہین بخوف اسکے کہ ناگاہ طلوع
ہو اور اُسکو بےادبی کے داغ سے مرسوم پاوے۔ بعض نے کہا کہ کمال مشغولی سے شہود فقط اُسی کا پاتے ہین تو کبھی انکو اضطراب وجنبش نہین ہوتی ہی
واسطی رح نے کہا کہ اسکی چار قسمین ہین۔ اول قلوب عامہ کہ جب اسکو یاد کرکے دعا مانگی تو مطمئن ہوئے پس انکو یاد آلٰہی سے فقط یہی نصیب
ہی کہ دعائین قبول ہون۔ دوم قلوب ہین جنھون نے اسکی طاعت کی اور کامل تصدیق کی اور اس سے راضی ہوئے پس ایسے قلوب مقام زیادات
مین بندھے ہوئے ہین پس انکا ملاحظہ کچھ تو شواہد مین ٹھیک ہین اور کچھ اپنی طاعات پر نظر کرکے فاسد ہین۔ سوم وہ قلوب ہین جو ایسے مرتبہ کے
عارفون کے ہین جنھون نے اسماء وصفات کو پہچانا اور خطاب آلٰہی تعہ کو سمجھا پس انکو اطمینان اللہ تعہ کی انکو یاد کرنے سے ہی نہ انکی اسکو یاد کرنے سے اور
انکو اطمینان اسکی اُنسے راضی ہونے پر ہی نہ انکی اُس سے راضی ہونے پر۔ مترجم کہتا ہی کہ خطاب عام ہی اور مرجع وہی لوگ ہین جنکو فہم خطاب نصیب
ہوئی پس وہی خطاب سے مراد ٹھہرے پس گویا انھین کو یاد فرمایا تھا اور یہ نشان رضامندی ہی پس جس بندہ کو ایمان صحیح ولیقین واثق
نصیب ہوا اُسکو کمال درجہ شکر کا مقام ہی کہ دونون جہان اس نعمت کے مقابلہ مین ہیچ ہین والحمد للہ علے ذلک۔ چہارم قلوب خاص الخاص
جنکو کشف ذات وعلم صفات عطا فرمایا پس انکے لیے ذات کو صفات مین درج کر دیا اور آگاہی بحق الیقین دیدی کہ مخلوقات جس درجہ تک اپنی
اپنی ہستی کی مقدار پر اسکی معرفت رکھتے ہین سب اُنکے خطرات ہین اور او تعالے شانہ ذو الجلال والاکرام ایسی معرفت سے پاک برتر ہی پس وے جانتے
ہین کہ انکے اسرار کو قدرت نہین کہ اس سے سکون پاوین اور جس شخص کا یہ حال ہو کہ جو انکا حال ہی وہ کس سے سکون پاوے اور کہان مطمئن ہو جاوے

جہان اور جب کوئی زیادتے طلوع کیا اُسنے اسکو حجاب دیکھا کہ استطاعت نکوئی ونعمت نہین پاتا کیونکہ حجاب مستور ہی پس اگر تو اس مقام
مین آنا چاہے تو اپنے نفس کو راہ مستقیم پر روک دے اللہ تعہ تجھکو جزائے عظیم عطا فرماوے۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ نہایت نفیس اشارہ ہی جس سے بہت سے
مقامات مین علم حاصل کرنے والے کو فیض پہونچتا ہی ازانجملہ ایک مشکل مقام ولایت احمدی کا ہی اور توضیح یہ ہی کہ جملہ اقسام ولایت مین سے ولایت
احمدیہ سب سے افضل ہی اور یہ قسم اول صحابہ رضہ کو حاصل تھی حالانکہ کرامات وغیرہ کی انکو کچھ تلاش نہ تھی اور کشف کے طالب نہ تھے بلکہ انکی
راہ فقط صراط مستقیم پر سنت طریقہ سے چلتا تھا حالانکہ اُنسے کرورون درجہ نیچے ولی کو کشف وکرامت حاصل ہوتی ہی تو وجہ اسکی یہی ہی جو اس اشارہ سے
ظاہر ہی کہ اصل کرامت تقوی وطاعت ہی اور کشف زیادت یقین یا حصول یقین کیواسطے ہی اور یہ خود مشعر ہی کہ درجہ یقین مین قصور ہی اور وہان فیض
نبوت سے یقین بدرجہ کمال تھا اور تقویٰ بدرجۂ اعتدال تھا واللہ تعہ اعلم۔ شیخ اُستاد رح نے کہا کہ ایک قوم ہین جنکے دل ذکر آلٰہی سے مطمئن ہوئے پس
ذکر سے اُن کی تسلی ہی اور ذکر سے صفائی ہی اور ایک قوم ہین کہ اللہ تعہ نے انکو اپنے لطف سے یاد فرمایا پس طمانینت اُنکے دلون مین جما دی
اور اُسمین اُنکی خصوصیت ہی۔ کہا جاتا ہی کہ اللہ تعہ نے جب بندے کو یاد کیا تو اُسنے زندگی پائی پس اللہ تعہ کی یاد سے خوش ہو کر مانوس ومطمئن ہو لیے۔
بعض نے کہا کہ اہل معرفت کے دل کسی چیز سے تسکین نہین پاتے سوائے اللہ تعہ کے کیونکہ یہ قلوب ہی اُسکے محل نظر ہین۔ بعض نے کہا کہ قلوب نے سوائے
اُسکے کوئی رب نہ پایا تو اسی سے مطمئن ومانوس ہوئے۔ شیخ رودباری رح نے کہا کہ اللہ تعہ سے مطمئن ہوئے جسنے انکو منور ومسرور کر دیا۔ پھر واضح ہو
کہ جن بندون کا حق تعہ نے ایمان وطمانینت ذکر کا وصف فرمایا انھین صرف اسی وصف پر قصر نہین رکھا بلکہ اُنکے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی
مقرون فرمایا بقولہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات طوبی لہم الآیۃ۔ ان بندون نے چشم اسرار سے انوار ازل وابد دیکھے اور نور سے توحید پر یقین کرکے
جو ہنوز وصول نہین ہوا اُسکے وصال پر حق الیقین کیا پس جو کچھ انھین ہی اُسکو ادا کرکے اسکو اختیار کیا یعنی فنا ہو کر اعمال صالحہ دیے جسکی جزا جمیل حق تعالے
نے بقولہ طوبی لہم وحسن مآب۔ بیان فرمائی۔ اصل ذات مرجع ومآب صفات ہی پس قول آلٰہی عین صدق ہی وطوبی لمن حالہ مع اللہ ہذا اسم
طوبی لاعین قوم انت عینہم فمن فی نعمۃ من وجہک الحسن جریری رح نے کہا اسکو طوبی جسکا دل عمر بھر مین ایک لحظہ اللہ تعہ کے ساتھ پاکیزہ ہوا
اور کبھی کسی وقت دل سے اپنے رب کیطرف رجوع لایا۔ شیخ جنید رح نے کہا کہ اوقات عارفین اپنے معروف تبارک تعہ کے ساتھ طیب ہین
ابن عطاء رح نے کہا کہ جب تک شرک وریا وعجب سے پاک ہو کر عمل صالح پر خوش ہوا اور تو نے رزق کی ضمانت فرمائی ہی اسپر بھروسا کیا
تو اسکے لیے طوبے ومبارکباد ہی۔ شیخ اُستاد رح نے کہا کہ طیب اوقات مین انکے انفاس طیب ہین بعض نے خوب کہا کہ جن بندون کے لیے
حق تعالے طوبے لہم فرمایا ہی انکو طوبے مبارکباد ہو وطوبی انکے لیے فی الحال اور حسن مآب فی المآل ہی واللہ تعہ اعلم پھر حق تعہ نے عادت سابقہ پر
رسالت اور عظمت قرآن آلٰہی بیان فرمائی بقولہ تعالے

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

اسیطرح تجکو بھیجا ہنے ایک امت مین کہ ہو چکی ہین اُس سے پہلے امتین تا سناوے توانکو جو کچھ بھیجا ہم نے تیری طرف

وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝

اور وہ منکر ہوتے ہین رحمن سے توکہ وہی رب میرا ہی کسی کی بندگی نہین اُسکے سوائے اسی پر مین نے بھروسا کیا اور اسی کیطرف آتا ہون لوٹ کر

حق تعالے نے آنحضرت صلعم پر قرآن نازل فرمایا اور اہل ہدایت نے جنکا وصف اوپر بیان ہوا اسکو حق جانا اور وہی اہل بصیرت اور نور قلبی سے
منور اور حق کو باطل سے تمیز کرنے والے اپنے رب کی ازلی ہدایت وقبل وجود کے اُن کے پیٹ سے ایمان کی فضیلت پائے ہوئے ہین پس اس

نورمعرفت کے ساتھ انکو کسی معجزہ کی ضرورت نہ ہوئی بخلاف کافرون کے جو دنیا کے لیے اور یہان سے جہنم کے لیے مخلوق ہوئے تھے
اس معرفت سے اندھے رہے اور عبرت کامقام ہو کہ انھون نے ایسے معجزات پر ہٹ کی جنسے دنیاوی آرام وآسائش سے تن کو پالین جیسے
مکہ چوڑا ہوجاوے اور سرسبز شاداب نہرین جاری ہون اور پہاڑ سونے کا ہوجاوے غرضکہ دنیاوی زندگی کے سوا لے انکے نزدیک
کچھ نہ تھا پس معجزات سے انکی یہ غرض نہ تھی کہ انپر حق ظاہر ہوجاوے اور جنکی مراد حق تھی انکو قرآن مجید سے جو کچھ معرفت حاصل ہوئی
اُسکے سامنے تمام معجزات ابتدا سے انتہا تک جو کسی پیغمبر کو عطا ہوئے یا خیال مین آوین سب قدرت آلہیہ کا ادنی نمونہ ہین کیونکہ معجزہ
ایک فعل ہو اور قرآن سے اصل صفت کی معرفت حاصل ہوئی اور دونون مین کتنا بڑا فرق عظیم ہو پس جو اس صفت کی بصیرت سے
اندھا رہا اُسکو فعل سے ہدایت کیونکر ہوسکتی ہو پس ہادی ومضل وہی رب تبارک تعہ ہر مخلوق کا خالق ہو اور آنحضرت صلعم کی بشارت کے
لیے ہزارون انبیا پہلے بھیجے گیے تھے اور حق تعالے نے اپنی کبریائی وعظمت کو صاف ظاہر فرمادیا تھا کہ جسکو چاہا وہ ایمان لایا ورنہ کوئی معجزہ
وآیات کافر کو نافع نہ ہوئی پس حق تعالے نے فرمایا۔ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ اے مثل ذلک الارسال الذی سبق بالرسل السابقین ارسلناک
یعنے مثل اس ارسال کے جو تجھ سے پہلے تیری خوشخبری سنانے والے پیغمبرون کے بھیجنے مین ہوچکا ہو ہمنے تجھکو بھیجا۔ قول یہی بیضاوی و
سراج ومعالم وجلالین وغیرہ سے مفہوم ہو اور شیخ عکبری رحہ نے تبیان مین کہا کہ کذلک ای الامر کذلک یعنی بات یون ہی ہو۔ اقول وجیہ
نہین ہو۔ اور بعض نے کہا کہ یہ ارسال کی عظمت شان کا بیان ہو اور مرجع اسکا اظہار عظمت وکبریا آلہیہ ہو کہ مخلوق مین دو قسم کرکے ایک صالحین
اہل جنت موصوف بصفات مذکورہ بالا خاص اپنی ہدایت سے کردیے اور دوم اُنکے خلاف یعنی اہل جہنم بھی خاص اپنی قدرت سے بسبب مشیت کردیے
کیونکہ جو افعال اہل جہنم سے سرزد ہوئے اور جن حرکات پر مرتے دم تک قائم رہے ہین اُنکا خالق تبارک وتعہ انکے پیدا کرنے سے پہلے جانتا تھا اور جو وہ
جانتا تھا اُس سے خلاف نہین ہوسکتا تھا پس دیگر اقوال کرتشبیہ بمضمون قولہ افمن یعلم انما انزل الیک من ربک الحق الآیہ ہو یا بمضمون ہدایت و
اضلال ہو یا انعام سابقین ہو یا بقول ابن عطیہ اجراے عادت یا ثابت ہونا معجزات مقترحہ وغیر ذلک سب اسمین داخل ہین اور معنے یہ ہین کہ ایسی ہی
عظیم الشان قدرت کی ارسال کے ساتھ ہمنے تجھکو اے محمد بھیجا۔ فِيْٓ اُمَّةٍ ایک ایسی امت یعنی گروہ عظیم مین جو موجود عرب وعجم ہین اور قیامت تک
موجود ہونگے جنکی یہ صورت ہو کہ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ گزرچکی ہین اس امت سے پہلے بہت سی امتین یعنی آدمؑ سے لیکر عیسےؑ تک جنکے پاس اُنکے
رسول بھیجے گیے تھے جنھون نے انکو انکے رب کی معرفت ومعارف سکھانے مین بہت پوری کوشش کی پس تیرے بھیجنے کے لیے یہ سب مقدمہ ممہد ہوچکا اور اُنکے
واقعات عبرتناک انپر گزرچکے تاکہ آیندہ آخری مرتبہ والے متواتر عبرتناک واقعات سے جاہل مین مبتلا نہون اور قدرت کاملہ وصفات آلہیہ سے آگاہ
رہین اور تیری رسالت خاتمہ فاضلہ کو نیا معاملہ خیال نہ کرین بلکہ محامد آلہیہ سننے کے لیے اور کمال علم وتصدیق کے لیے تیار ہین وحی خالص پاکیزہ کے
ساتھ جسمین علوم اولین وآخرین مجموعہ ہین لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ تاکہ تو پڑھ سناوے انکو وہ قرآن جو ہمنے تجھپر وحی فرمایا یعنی جسمین
آدمی کی ابتدا وانتہا اور درمیانی خطرات جہالت سے بچاؤ اور تکمیل النفس کے طریقہ اور انجام کی سعادت اور اپنے رب کی معرفت سب کچھ توحید موجود
ہو جیسے انبیاے سابقین نے اعتقاد اور معرفت آلہی کی سب سے ایک توحید لا آلہ الا اللہ سے آگاہ کردیا اور ہر اُمت کو اسکی تکمیل نفوس کے اعمال وافعال
موافق خلقت اُنکے قلوب واجسام کی گونہ مختلف تعلیم فرمائی۔ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ مگر اس آخری اُمت کی حالت یہ ہو کہ وے الرحمن سے
منکر ہین۔ یعنے ان لوگون کی جہالت عجب ہو کہ اللہ تعہ کی صفت سے آگاہ نہوئے جسنے انپر اس سامان عظیم سے کتنی بڑی رحمت فرمائی بلکہ اس نعمت
عظیم کے مقابلہ مین ناشکری کی حالانکہ تیرا آنا وقرآن نازل ہونا جس سے آدمی در واقع ناپاک عادات سے بچکر بزرگ اخلاق محمودہ سے آراستہ

ہوکر دنیا اور دین مین کامل مکرم ہوجاتا ہے مگر وے لوگ ایسی جہالت مین تھے کہ الرحمن سے منکر تھے چنانچہ معالم مین ہو کہ ابوجہل لعنہ اللہ نے
سنا کہ محمد رسول اللہ صلعم دعا کرتے یا اللہ یا رحمن پس دوسرے مشرکون کے پاس جاکر بولا کہ محمد اللہ کو پکارتا ہے اور اسکے ساتھ دوسرے
معبود کو بھی جسکا الرحمن نام لیتا ہو اور ہمین تو کوئی اس نام کا معلوم نہین سواے رحمن الیمامہ کے (یمامہ کے بادشاہ مسیلمہ کو اُس کے لوگ
رحمن الیمامہ کہتے تھے) یعنی یمامہ والے کا نام اگرچہ رحمن الیمامہ ہمکو معلوم ہو ولیکن وہ معبود نہین ہو تو محمد کس معبود کو رحمن کہتا ہو۔ اور ابن عباس رضہ
سے ضحاک نے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلعم نے قریش کو اللہ تعہ کی رحمتین ونعمتین یاد دلا کر کہا کہ الرحمن کو سجدہ کرو تو الرحمن سے انکار و
نفرت کرنے لگے کما فی قولہ قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا وزادہم نفورا۔ حالانکہ الرحمن کا بندہ کہلانے مین اللہ تعہ سے نہایت اُمیدواری ہے
جیسے اللہ تعہ کا بندہ کہلانے مین اچھا اخلاص ہو دیکھو حدیث صحیح مسلم مین عبداللہ بن عمر رضہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعہ کو
زیادہ محبوب بندون کے نامون مین سے نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہو۔ اور اسی طرح واقعہ صلح حدیبیہ ہو کہ قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو
آیا اور مومنین سے صلح قرار پائی پس آنحضرت صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم کیا کہ صلحنامہ لکھنا شروع کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم تو سہیل بن عمرو
نے کہا کہ ہم تو سواے یمامہ والے کے اور رحمن نہین جانتے ہین تم ویسے ہی لکھو جیسے ہم لکھتے ہین کہ باسمک اللہم۔ اور یہ پورا قصہ صحیح بخاری وغیرہ مین
موجود ہے اور بعض علما مانند حضرت قتادہ وغیرہ نے اسکو شان نزول قرار دیا اور میرے نزدیک یہ اُس معنے مین شان نزول ہو جو حاشیہ مین لکھے
دیتا ہون واللہ اعلم۔ بالجملہ یہ عجب تھا کہ ابوجہل اسقدر شرک مین ڈوبا تھا کہ جہالت سے الرحمن دوسرا خدا سمجھا اور قریش نے اللہ کو نہ پہچانا تو
الرحمن کو نہ جانا حالانکہ اللہ تعالے فرماتا ہو قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی۔ یعنے بتادے ان جاہلون کو کہ دعا مین اللہ پکارو
یا رحمن پکارو جو نام پکارو ٹھیک وہی خالق وحدہ لاشریک ہو کہ اُسکے پاک نام بہت ہین۔ چنانچہ اس آیت مین بھی فرمایا کہ قُلْ هُوَ رَبِّيْ تو کہدے
کہ الرحمن میرا رب ہو یعنی اللہ تعہ بڑا رحم والا ہو کہ کافرون ومشرکون وجورو بیٹا بنانے والون اور اسکو چھوڑ کر غیرون کی پرستش کرنے والون اور سخت
نافرمانی کرنے والون سب کو فراخی کے ساتھ رزق دیتا ہو یعنی بڑی اسکی رحمت ہو چاہے تو ایک آن مین سب کو نیست ونابود یا سخت تکلیف و
مصیبت مین گرفتار کرے مگر وہ رب پرورش کرنے والا بیشک الرحمن الرحیم ہو حالانکہ تم اُس سے انکار کرتے ہو مگر مین اقرار کرتا ہون یعنے تم کو سمجھانے و
تعلیم کرنے کو زبان سے کہتا ہون ورنہ مین تو کمال الیقین وحق الیقین سے جانتا ہون کہ وہ میرا رب ہو۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اُسکے سوائے کوئی معبود نہین
ہو۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر مین نے بھروسا کیا یعنی اپنے تمام کامون مین میرا بھروسا اسی پر ہو اگرچہ تمہارا انھو کیونکہ تم منکر ہو۔ وَاِلَيْهِ مَتَابِ اور اسی
کیطرف مرجع ہو یعنی جسکی طرف رجوع لائی جاویگی وہ وہی ہو اسکے سوائے کوئی نہین ہو خواہ مین ہون یا تم ہو سب کا وہی مرجع ہو اور متاب اسم ظرف
از توبہ ہو یا مصدر میمی بمعنے ظرف ہو اور متاب خاص اپنے لیے مانند توکلت کے نہین فرمایا کیونکہ متاب سب کا اسی کی طرف ہو اور اسمین عمدگی سے
انکو توبہ کی طرف راہ بتلائی کہ جب تم مقہور ہوکر اسی کی طرف موت سے بلا اختیار کے رجوع کروگے تو ڈرو کہ کفر کا طوق لعنت گردن مین ہو اور قبل موت
کے اُسی کیطرف رجوع لاؤ کہ تاج رحمت سر پر زیب دیے حضرت الرحمن مین حاضر ہو۔ ف فقہا نے کہا کہ بندہ کو چاہیے کہ اپنا توکل ہر کام مین
الرحمن الرحیم اپنے رب پر رکھے اور تو خیال کرتا ہو کہ جب تو نے الرحمن پر بھروسا کیا تو وہ تجھکو عذاب مین ڈالے لا آلہ الا ہو الرحمن الرحیم۔ ولیکن بندہ کو چاہیے
کہ جب تک زندہ ہو اُسکے خوف سے بھرا ہو اور یہ خیال رکھے کہ وہ پاک بے پرواہ ہو چاہے تمام مخلوقات فنا کردے اور چاہے سب کو جہنم مین ڈالدے
اور اگلی امتون مین سے جن قومون کو دم کے دم مین عذاب وقہر سے ہلاک کردیا اُنسے تجھکو کون امتیاز ہو جسمین کہ تم سب ادنی مخلوق ہو چنانچہ
غزوہ تبوک جاتے ہوئے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم قوم صالح پر گزرے تو صحابہ رضہ کو یون ہی منع فرمایا اور غور سے دیکھ کہ مکرم بندگان حق تعہ مانند رسولون

ولا ائکہ کے بحکم قولہ بل عباد مکرمون الآیہ وقولہ وہم من خشیۃ ربہم مشفقون۔ اپنے رب کی عصمیت وپاک بے پروائی سے ارتے رہتے ہین پس زندگی بھر دلی محبت کے ساتھ اپنے رب کی خشم وناراضی سے ڈرا ہوا ہو اور جب آخری وقت آجاوے یعنی موت کا تو اسوقت اپنے آپ کو اپنے پیدا کرنے والے پالنے والے پاک الرحمن الرحیم کے سپرد کردے وہ ارحم الراحمین ہو جسنے اسپر بھروسا کیا اس بھروسے کی قدر مجال عقل سے باہر ہو اسی واسطے حدیث صحیح مین خاص تاکیدی حکم ہو کہ موت کیوقت اپنے رب تبارک وتعہ سے نیک گمان رکھے اور واضح ہو کہ جہانتک ظاہر ہو لا آلہ الا ہو ضروری اعتقاد ہو پس شرک سے قطعی اجتناب ہو ورنہ الرحمن پر توکل ناتمام ہوگا اللہم انی اعوذ بک من ان اشرک بک فیما اعلم واستغفرک لما لا اعلم وانی اعوذ بک من سوء الظن بک وانت ارحم الراحمین۔ ف فی العرائس قولہ تعہ قل ہو ربی لا آلہ الا ہو الآیہ۔ حق تعہ کی درگاہ مین عارف وحدانیت وحقائق توحید رب مخلوق سے بالاتر بندہ اخص الخاص سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلعم برسالت ہو جسکو حکم دیا کہ بزبان حقیقت اسکی تنزیہ بیان کرے قل ہو ربی لا آلہ الا ہو۔ ربوبیت کا اقرار کیا کہ متو ذات وصفات تربیت فرمائی اور غیر کی نفی بیان کی اور حقیقت مین غیر کا وجود ممکن ہی نہین تو لا آلہ سے دریاے عدم مین غوطہ لگایا اور سوائے ہو کے کچھ نہ پایا پس دائرہ ہو مین سر باطن کو دور رہوا اور اپنے وجود سے مضمحل ہوئے پس اصل کی طلب مین سری حرکت ہوئی مگر عرفان کے ساتھ کہ نابود کو بذات خود ادراک محال پس اُسکی معرفت مین اسی پر بھروسا کیا۔ علیہ توکلت۔ اور جملہ مخلوق جب اس معانی کے تحمل سے عاجز ہوئے اور اس سردار والاشان نے اپنے رب کی اصطفائیت سے اسکو اٹھایا تو عالم مین کل کی غرض ہوگئے واسطہ امر دی ہو کہ لولاک لما خلقت الخلق۔ اور جب قائم بمقام کل ہوئے تو حضرت خلاق الکل نے کل کی کچھ پروا نہین فرمائی کہ بجاے کل کے اس فرد مفرد کو پیدا کردیا والنعم ماقیل ع وکنت ذخرت افکاری لوقت۔ فکان الوقت وقتک والسلام۔ وکنت اطالب الدنیا لسحر۔ فانت الحرد انقطع الکلام۔ اور پھر ہوش سے امتحان مین آؤ اور دیکھو کہ باوجود اس شان عالی مکان کے کہ عرش کم پایہ ہو مقام امتحان کا ظہور اس شان سے ہے کہ اہل بصیرت وذوی الالباب کے سوائے گروہ عمیان نے نہ پہچانا اور در واقع نہ دیکھا پھر کیونکر پہچانتے اور دیکھتے کیونکہ نور بصیرت قرآن سے محروم رہے کیونکہ بصیرت پاتے تو اس نور اور روحانی معجزہ کو چھوڑ کر عالم اسفل مجسمات کے معجزات دنیاوی ہرگز نہ مانگتے حالانکہ انھون نے معارضہ کیا کہ اگر رسول اللہ ہو تو مکہ کی سرزمین سے پہاڑ اُڑادو کہ زمین صاف ہوجاوے اور بجاے انکے نہرین بہادو کہ پیٹ کے لیے آدمی کھیتی کرے اور میوہ دار درخت لگاوے اور کہتے ہو کہ آدمی مرکر دوسری زندگی پاوینگے تو ہمارے اگلون مین سے بعض کو جو زمانہ جاہلیت مین مرچکے ہین بلادو کہ ہم اُنسے پوچھ لین کہ تم نبی ہو چنانچہ مروی ہو کہ علوم آلیہ مین سے آیات کا نزول ہوا۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ

اور اگر ہوتا قرآن کہ ہٹادیے جاتے اسکے سبب پہاڑ یا شق کی جاتی اسکے سبب سے زمین یا باتین کرائی جاتے اسکے سبب سے مردے بلکہ اللہ تعہ ہی کیلیے ہو امر

جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ

سب کا سب سو کیا مایوس نہین ہوئے جو لوگ ایمان لائے ہین کافرون سے اگر اللہ چاہتا تو ضرور ہدایت دیتا لوگون کو سب کو اور جو لوگ کافر

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ

کافر ہوتے ہین برابر پہونچیگی اُنکو بعوض سکے جو انھون نے کیا ہو کوئی کھڑکا یا اُتریگی انکے دیار کے قریب مین یہانتک کہ پہونچ جاوے

وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۟

وعدہ اللہ تعہ کا بیشک اللہ تعہ خلاف نہین کرتا ہو میعاد مقررکو

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ یعنی اگر اگلی کتابون مین سے کوئی کتاب ایسی ہوتی کہ جسکے سبب سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹادیے جاتے۔ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ یا اُسکے ذریعہ سے زمین شق کیجاتی کہ اس سے نہرین جاری ہون۔ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى یا اُسکے سبب سے مردون سے باتین کرائی جاتین کہ وے اپنی قبرون مین سے بولتے یا اُٹھکر قبر سے باہر آتے اور لوگون سے باتین کرتے تو یہی قرآن اس وصف سے موصوف ہوتا بہ نسبت اگلی کتابون کے یا اسی قرآن کے لیے بدرجہ اولی یہ وصف رکھا جاتا کیونکہ ایک تو یہ قرآن تمام قرآنہاے سابقہ کا جامع ہو اور دوم اس مین وہ اعجاز ہو کہ بشر کی خلقت اور تمام نظام عالم کی حکمت اور اس عجائب خانۂ دنیا کا تعلق آخرت سے جسطرح ہو اور اس مین فرشتے وجن وبشر جسطرح قبضۂ قدرت آلہیہ مین مسخر ہین اور ہر ایک عدم وہلاکت کی راہ چلتے ہین اس قرآن سے انکو حیات ابدی وزندگانی جاویدی کی راہ دکھلائی گئی اور عجیب قدرت قلب بشر کو یہین سے ظاہر ہوجاتی ہو کہ وہ اپنے رب پر مطمئن اور عجائب قدرت پر متحیر رہتا ہو اور بعد مدت کے واصل بانعام ورضوان آلہی ہوتا ہو کہ اسکے انتہا عقل دور اندیش سے محال ہو اور جو کوئی اُسکے علوم سے آنکھین نہین روشن کرتا اور اپنی خلقت مین جانورون سے بدتر ناپاک رہتا ہو تو آج اسکے لیے زیادہ لائق اور بعد موت کے وہ پردۂ عجیب مین سرگردان وسخت غمناک ہوگا اور کوئی تکمیل اُسوقت نہین کرسکتا پس اس قرآن مین عجیب اعجاز ظاہری وباطنی ہو کہ آدمی وجن ابتدا سے انتہا تک مجتمع ہون اور تمام کوشش کرین تو اُسکے مثل ہرگز نہین لاسکتے ہین اور عاقل سمجھ جائیگا کہ کیونکر لاسکین کہ جو علم وحکمت آلہی سبحانہ تعہ ہو اُسکے مثل خواہ سب جمع ہون یا اُنسے ہزار گونہ جمع ہون ہرگز نہین پاوینگے تو قرآن پاک کے مثل کبھی ہرگز نہ لاوینگے ولیکن تاریکی وضلالات نفس کی گرفتاری کے سبب کافر لوگون کو کچھ سوجھتا نہین تو باوجود اس عظمت وشان کے اندھے ہوکر دوسرے معجزات ڈھونڈھتے ہین جو اس سے بدرجہا کمتر ہونگے اور اس سے ظاہر ہے کہ جب ایمان لانا انکو نصیب نہوا تو دوسرے معجزات سے کیا فیض پاوینگے۔ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا۔ بلکہ امر تو سب کا سب اللہ تعالے کے لیے ہو تمام مخلوقات اُسنے پیدا کی اور ہر مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے وہ اسکا علیم وخبیر تھا پس جو اُس نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہین ہوگا پس جسکو ہدایت دی اور قرآن سے اس کی آنکھین روشن کردین وہ اسکے بعد کسی ادنی معجزہ کا مثل مردہ زندہ کرنے وعصا کے اژدہا بنجانے وپہاڑ سے اونٹنی پیدا ہونے وغیرہ کسی کا طالب نہین کیونکہ جس صفت آلہیہ سے یہ باتین ہون اُسکا عارف ہوگیا تو ان باتون سے ہزار گونہ بے انتہا زائد اسکی بصیرت کے سامنے ہو اور جسکو اُسنے اندھیرے مین ڈالدیا اور کفر وضلالت اور بدافعال کرنا اُسکے لائق کردیا تو وہ اسی مین خوش ہو اور کوئی دوسرا خالق نہین جو اس خلقت کو بدلدے فانہ لا آلہ الا ہو تبارک اللہ رب العالمین۔ وہ چاہتا تو سب مخلوق کو ہدایت فرماتا جیسے اگر وہ چاہتا تو تمام زمین ہموار اور سب قابل زراعت وسب ہر قسم کے میوہ اُگانے والی پیدا کرتا اور سب مخلوقات کو اپنی اپنی ضرورات بدون محتاجی وغیرہ کے دیدیتا پس ضرور معلوم ہوا کہ یہان اُسکی حکمت بالغہ ہو اور اس حکمت پر مطلع ہونا ایک مخلوق پروا ہی کا کام نہین ہو مترجم کہتا ہو کہ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحنے اسی طرح اس کلام کی تفسیر لکھی جسکو مین نے توضیح سے بیان کردیا اور لکھا کہ قرآن کا اطلاق کبھی اگلی کتابون پر آتا ہو کیونکہ مشتق از جمع ہو اور امام احمد نے بسند صحیح ابوہریرہ رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہلکا کردیا گیا تھا داؤد پر قرآن پس حکم دیتے کہ انکی سواری کا جانور زین کسا جاوے پس قرآن پڑھ لیتے قبل اسکے کہ جانور تیار ہوجاوے اور کھانا نہ کھاتے مگر اپنے ہاتھ کے کام سے رواہ البخاری اور مراد یہان قرآن سے زبور ہو۔ اور حاصل یہ کہ نفس کی تاریکی دور ہونے اور عقل کی آنکھین روشن ہوجانے اور روح کی اعلی معرفت کیواسطے کوئی معجزہ خواہ پہلے اُسکی نظیر گذری ہو یا جاہل اعتراب ہٹ کرین اس قرآن سے بڑھکر نہین کہ اگر پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو خشیۃ اللہ کے سبب شق وپارہ ہوجاتے پس جب اسنے کافرون مین اثر نہ کیا تو انکو کسی معجزہ سے کچھ نفع نہوگا بلکہ ضلالت وہدایت اللہ تعہ کیطرف سے ہو تمام مخلوقات کا اختیار اوسی کو ہو جسپر انکو پیدا کیا اور جن کامون وانجام کے لیے انکو خلق کیا اسی کے علم و

حکمت مین ہو لہذا فرمایا۔ اَفَلَمْ یَایْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا پس کیا مایوس وناامید نہین ہوئے وہ بندہ جو ایمان لائے ہین تمام مخلوقات کے ایمان
لانے سے۔ کیونکہ اہل ایمان کو تو معرفت ونور عقل حاصل ہو چکا اگرچہ نہایت شفقت وکمال ترحم سے انکو یہی تمنا ہو کہ یہ قوم کافر بھی اس نعمت کو پا دین
مگر چاہیے کہ وہ جان جاوین اور خلاف حکمت آلہیہ سے مُنھ موڑ کر کُھلا ہوا یقین کرلین کہ۔ اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا۔ اگر اللہ تعالے
چاہتا تو راہ دیتا لوگون کو سب کو۔ بلکہ یہ عجیب قدرت دیکھین کہ ایسے اعلیٰ معجزہ قرآن مجید سے کیونکر یہ کفار منکر ہوتے ہین اور اگر کوئی آدمی آفتاب کو دیکھکر
روشنی سے انکار کرے تو کتنا بڑا تعجب ہوگا حالانکہ عارف کی نگاہ مین قرآن سے انکار اس سے کہین زیادہ تعجب کا مقام ہو پس صاف کُھل گیا کہ یہ عجیب
قدرت وحکمت آلہیہ ہو اُسنے نہین چاہا کہ اس مخلوق کافر سے وہ ثمرہ پیدا ہو جو مخلوق مؤمن سے ہوتا ہو جیسے تھوہڑ سے انگور نہین ہوتے اور کھاری پانی سے
باران رحمت وآب شیرین کی کیفیت نہین ہوتی اور جیسے باوجود یکسان باران رحمت کے زمین شورہ سے کچھ بھی گُل بوٹے نہین اُگتے اور زمین پاکیزہ
شیرین کا لطف بے اندازہ ہو پس ایسا عظیم معجزہ قرآن سے یہی حال ہو اور صحیح مین آنحضرت صلعم سے ثابت ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ نہین کوئی پیغمبر مگر اسکو
اسکو دیا گیا ایسا معجزہ کہ ایمان لایا بشر اُسکے مثل پر اور جو مجھے دیا گیا وہ تو خالص وحی ہو جو اللہ تعالے نے مجھ پر وحی فرمایا پس مجھے امید ہو کہ قیامت
کے روز میرے تابعین سب سے زیادہ ہون۔ شیخ امام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ ہر نبی کا معجزہ ایسا تھا کہ جب تک وہ رہا لوگ دیکھکر
ایمان لائے پھر اسکی موت سے وہ معجزہ بھی جاتا رہا اور مجھے خالص وحی کا معجزہ یہ قرآن عطا ہوا جو ابدالآباد تک باقی ہو اسکے عجائب کبھی کم نہین ہوتے
اور متواتر قراءت سے کبھی پُرانا نہین ہوتا اور علماء کو کبھی اس سے سیری نہین ہوتی یہ فصل الخطاب ہو ہزل نہین اور جس کسی جابر نے اسکو متروک کرنا چاہا
اللہ تعہ اسکی پیٹھ توڑ دیگا اور جس کسی نے اسکے سواے دوسری چیز سے ہدایت ڈھونڈھی اُسکو اللہ تعہ گمراہ کر دیگا۔ شیخ حافظ رحہ نے بعد اسکے ابن ابی حاتم
کی تخریج سے ابوسعید رضہ سے سبب نزول آیات کا مشرکین کے وہ سوالات جو سابق مین ذکر ہوئے اور آیت مین مذکور ہین بیان کیا اور لکھا کہ ایسا ہی
ابن عباس وشعبی وقتادہ وثوری اور بہتون سے سبب نزول مروی ہو اور قتادہ رحہ نے کہا کہ اگر سوائے اس قرآن کے دوسرے قرآن سے
دنیا کیا گیا ہوتا تو تمھارے اس قرآن سے بھی کیا جاتا اور قولہ بل للہ الامر جمیعا یعنی اس مین سے جو چاہے کرے اور جو اسکی حکمت ومشیت مین
نہو اس سے تمہارا دعوے کہ ہم ضرور ایمان لاوینگے آیندہ حالت کا دعوے ہو جس سے تم آگاہ نہین ہو پس وہ نہین کریگا کذا قال ابن عباس
پھر اللہ تعالے نے اس قوم کفار کے ساتھ جو اس عظیم معجزہ سے ناشکری کرتے تھے یہ چاہا جو بیان فرمایا بقولہ۔ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ یعنے جو کافر ہوئے ہین اور اللہ تعالے کے رسول وقرآن سے ناشکری کرتے ہین اُنکے فعل پر اُن کو برابر
پہونچیگی قارعہ یعنی ایسی مصیبت جو اُنکو دھمکادے اور کوفتہ کرے اور ان کی بنیاد کو ہلادے کہ گر جاوے۔ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ
یا قارعہ اتریگی اُنکے دیار کے قریب۔ یعنی اُنکے گرد ونواح والون پر ایسی مصیبت آویگی تاکہ عبرت ونصیحت پاوین مانند قولہ تعہ ولقد اہلکنا ما
حولکم من القری وصرفنا الآیات لعلہم یرجعون۔ قتادہ رحہ نے حسن بصری رحہ سے روایت کی تحل قریبا یعنی القارعہ۔ اور یہی ظاہر سیاق ہو اور ابوداؤد
طیالسی نے اپنی اسناد کے ساتھ قتادہ کی روایت سعید بن جبیر سے اسنے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ تصیبہم بما صنعوا قارعۃ یعنے چھوٹے
چھوٹے لشکر بسرداری بعض اہل ایمان کے انپر جہاد کرینگے اور تحل قریبا من دارہم۔ یعنے اے محمد صلعم تو اتریگا ان کے دیار کے قریب۔ حَتّٰی
یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ یہانتک کہ اللہ تعہ کا وعدہ آجاوے یعنی فتح مکہ کا وعدہ وقت آجاوے۔ ایسا ہی عکرمہ وسعید ومجاہد سے مروی ہو اور عوفی نے
ابن عباس سے روایت کی کہ قارعہ یعنی آسمان سے عذاب نازل ہو اور تحل قریبا یعنی رسول اللہ صلعم مع لشکر کے انپر جہاد کے لیے اُترین ایسا ہی ایک
روایت مجاہد وقتادہ وغیرہ سے مروی ہو اور سب نے کہا کہ وعد اللہ یعنی فتح مکہ اور ابن عباس نے کہا کہ قارعہ یعنی نکبت۔ اور حسن بصری نے کہا کہ

وعد اللہ یعنی قیامت۔ مترجم کہتا ہو کہ حاصل کلام یہ ہو کہ آیت کریمہ مین حکم عام کافرون کے لیے ہو یا خاص انھین کو جو قرآن کے سوائے دیگر معجزات
کی ہٹ کرتے تھے پس بعض نے کہا کہ واقعی یہ حکم عموماً کافرون کے ساتھ ہو تو معنے یہ ہین کہ اہل کفر بوجہ اپنے کفر وبداعمالیون کے دنیاوی تن پروری
مین بھی ہمیشہ قلق واضطراب مین بسبب بلاے آسمانی کے گرفتار رہینگے یا نزول بلا انکے جوار مین ہوگا جس سے شرارت اُنکے اضطراب کا باعث ہون
پس دنیا مین انکو بے آرامی ہوگی اور آخرت سے منکر ہین اور وہان اُنکے لیے اس سے بدتر تکلیف ہو پس انھون نے دونون جہان برباد کر لیے۔ قال
البیضاوی رحہ اور بعض نے کہا کہ آیت درحق کفار مکہ ہے کہ جو انھون نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ کیا اُسکی سزا مین برابر مصیبت مین گرفتار رہینگے
چنانچہ آنحضرت صلعم برابر اُنپر یکے بعد دیگرے لشکر بھیجتے تھے جو اُنکے دیار وحوالی کو غارت کرتے اور ان کی مویشی گرفتار کر لیتے تھے وقال ایضاً وعلے
ہذا جائز ہے کہ قولہ تحل قریبا۔ بصیغہ خطاب ہوا ور مخاطب رسول اللہ صلعم ہین یعنی اے رسول تو انکے دیار سے قریب نزول کرے چنانچہ بسال حدیبیہ
مین آنحضرت صلعم مع لشکر کے انپر اُترے اور آخر اُنھون نے اضطراب کے ساتھ آپ سے صلح کر لی مترجم کہتا ہو کہ یہان اللہ تعالے نے مشرکون کے
معجزات طلب کرنے کے جواب مین انکو فہمائش کی اور قرآن مجید کے فضائل سے انکو متنبہ کیا کہ یہ مجموعہ معارف آلہیہ ہو اور ہوشیار کر دیا کہ جو معجزات
مانگتے ہین اس سے انکو کچھ نفع نہوگا جب تک کہ مشیت آلہی مین انکا ایمان نہو اور جنکے واسطے ایمان مقدر فرمایا ہو انکو ان معجزات کی حاجت نہین ہے و
لیکن بجاے ان معجزات کے انکو علوم غیب مین سے انکے دعوی کے برخلاف بطور معجزہ کے انکا انجام ظاہر کر دیا کہ اہل کفر کے حق مین بعوض ناشکری کے یہ ہوگا
کہ انکو قارعہ مضطرب کرنے والی برابر پہونچتی رہے یا اُنکے نواح مین حلول کرے اور مراد اس سے شک نہین ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ ان دونون باتون مین کبھی کوئی
اور کبھی کوئی ہوتی رہیگی چنانچہ آخر مین ہوئیکے واقعہ مین قریش کی شرکت سے عہد ٹوٹ گیا اور نہایت اضطراب کے ساتھ انھون نے آنحضرت صلعم سے
بکرر سہ کرر منت وسماجت سے صلح کی درخواست کی ولیکن نامنظور ہوئی پس سچ فرمایا اللہ تعہ نے انکا انجام کہ برابر قارعہ انکو پہونچیگی یا انکے قریب حلول کریگی
حتی کہ جو وعدہ اللہ تعہ نے مقدر فرمایا ہو وہ آجاوے یعنی مکہ فتح ہو جاوے اور کفر کی جڑ کٹ جاوے چنانچہ بسال حدیبیہ مین صلح کے بعد سورۃ انا فتحنا نازل ہوئی
حالانکہ اسوقت صلح اسطرح ہوئی تھی کہ جو شخص مشرکین کیطرف سے بھاگ کر بغرض ایمان کے مدینہ آوے اسکو آنحضرت صلعم جگہ نہ دین اور جو شخص اسلام سے
مرتد ہو کر مشرکون مین ملجاوے اسکو مشرکین واپس نہ دینگے چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب کو یہ شرط ناگوار گذری تھی ولیکن حق تعہ نے اسکے بعد سورۂ فتح
نازل فرمائی پس عجب قدرت آلہی کا ظہور ہوا کہ جب صلح کیوجہ سے مشرکین پر قارعہ کا حلول نہوا تو انکے دیار کے قریب حلول ہوا جسکے شرار مین قریش بھی
گرفتار ہوئے اور یہی فتح مکہ کا باعث ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ بیشک اللہ تعہ خلاف نہین کرتا میعاد کو۔ اسکے کلام مین دروغ ہونا محال ہو پس
جب قریش نے ایک قوم پر چڑھائی کی جو آنحضرت صلعم کے معاہدہ مین تھی اور قریش نے بدعہدی کی تو بحکم آلہی آنحضرت صلعم نے اپنے معاہدہ کی قوم کے ساتھ
عہد پورا کیا اور مکہ فتح ہو گیا اور لوگ ہر طرف سے گروہ گروہ آکر اسلام مین داخل ہوتے گئے اور کافرون کی ہٹ وسرکشی ختم ہو گئی اور جو حالت اللہ تعہ نے
مقدر فرمائی تھی اور جس سے اس آیت مین آگاہ فرما دیا تھا وہ سب پورا ہو گیا والحمد للہ علی ذلک۔ ف قرآن پاک مین علوم عجیبہ اور قیامت تک کے
واقعات ہین ولیکن اس قرآن پاک کے بطون مین اور قلب پر حجاب ہین پس حسن طاعت ومعرفت سے جسقدر تاریک حجاب مرتفع ہون اسیقدر بطون کا ظہور
ہوتا جاوے اسی واسطے علماء وحکماء اسکے علوم سے کبھی سیر نہین ہو سکتے ہین اور اسرار تقدیر وعلوم آلہیہ اسمین کس اعجاز کے ساتھ حضرت خلاق علیم جل شانہ نے
مجموعہ فرمائے ہین کہ علماء متحیر ہین اور بآواز بلند لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کہتے ہوئے اسکی حمد وثنا کرتے ہین کہ ایسی کی قدرت کاملہ ہو کسی مخلوق کی طاقت
نہین کہ اسمین سے ایک آیت کے مثل لاوے فسبحان اللہ وبحمدہ اللہم اجعلنی ممن جعلت القرآن ربیع قلوبہم وانت علی کل شیء قدیر۔ ف فی العرائس قولہ افلم ییئس الذین
آمنوا ان لو یشاء اللہ لہدے الناس جمیعا اس کلام پاک سے مومنین کو اخلاص بمراد آلہی تعالے عز وجل کے تنبیہ کی کہ حضرت رب تبارک وتعالے

جل شانہ کے دیدار سے معاون ارواح پر نظر کرکے پہچانیں کہ برگزیدہ کون ہیں اور مطرود کون ہیں پس جو مردود ہیں وہ حجاب میں ڈالے گئے ہیں اس خلقت میں وہ ایمان لانے پر مطیع نہونگے اور کسی کو استطاعت نہیں ولقد قال تعالے وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین پس تقدیر کا بھید کافرون کو ایمان لانے سے اندھا رکھتا ہے اور جمال الٰہی کے مطالعہ سے محروم۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بنابر تقدیر ہے کہ جو لکھے حکم کی تصحیح اور قبضۂ قدرت کی تقیید ہے اور حق سبحانہ تعالے عزوجل کے نزدیک قول میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔ پھر واقعہ تقدیر میں مہلت اور حق کی عزت اور جل شانہ کی قوت و اولیا و اعداء کا انجام بیان فرمایا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ

اور یقین جانو کہ ٹھٹھا کیا گیا تھا تجھ سے اگلے رسولوں سے سو ڈھیل دی میں نے انکو جو کافر ہوئے پھر میں نے انکو پکڑا سو کیا

كَانَ عِقَابِ ۝ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ

عذاب ہوا بھلا جو کوئی کہ وہ ہر ایک جان پر رقیب ہے جو اُسنے کمایا اور ان کافرون نے اللہ تعالے کے شریک بنائے ہیں

قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ

تو کہہ کہ انکے نام لو بھلا تم اسکو خبردار کرتے ہو جسکو وہ نہیں جانتا زمین میں یا یہ ظاہر میں باتین بناتے ہو نہیں بلکہ رچا دیا گیا

كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ لَهُمْ عَذَابٌ

کافرون پر انکا مکر اور وے روک دیے گئے راہ سے اور جسکو گمراہی دیدے اللہ تعالے تو پھر اسکا کوئی ہادی نہیں ان کافر مشرکون کے لیے

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ مَثَلُ الْجَنَّةِ

عذاب رکھا ہے دنیاوی زندگی میں اور یقین جانو کہ آخرت کا عذاب بڑا سخت ہے اور انکا کوئی بچانے والا نہیں عذاب الٰہی سے صفت اس جنت کی

الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ

جسکا متقی بندون کو وعدہ دیا گیا ہے جاری ہیں اسکے نیچے بہت نہرین اسکا میوہ ہمیشہ ہیں اور ہمیشہ اسکا سایہ یہ آخرت کا گھر ان بندون کا ہے جنھون نے

اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝

تقوی کیا اور کافرون کا عقبیٰ تو آگ پر ہے

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ اور بیشک ٹھٹھا کیا گیا بہت رسولوں سے جو تجھ سے پہلے گذرے یعنے اُن کی باتون کو یقین نہ کیا گیا اور اُن کو مضحکہ میں اُڑایا گیا اور اُن کی اطاعت نہ کی گئی پس جو کوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو غور سے نہ سُنے اور نہ مانے یا اُسکو حقیر جانے وہ مستہزی کا عذاب پاویگا۔ اور ہر رسل کی تنکیر واسطے کثرت کی ہے جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تقدیر کے بھید سے آگاہی اور تسلی فرمائی یعنے جیسے تیری رسالت سے یہ لوگ منکر ہوتے اور نہیں مانتے ہیں ویسے ہی سابق بہت انبیاء سے بھی استہزا ہو چکا ہے جس کا انجام کافرون کے حق میں دنیا و آخرت دونوں میں خراب ہوا مگر اس کا وقت مقدر ہے چنانچہ فرمایا۔ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا پس مدت تک ہم نے انکو مہلت دی جو منکر ہوئے اور جن کافرون پر دنیاوی عذاب آنے والا تھا انکو جس قدر انکار و استہزا میں زیادتی کرتے گئے اسی قدر زیادہ امن و عافیت دی۔ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ پھر اُن کو اچانک گرفتار کیا۔ جیسے دوسری آیت میں فرمایا وکاین من قریۃ املیت لہا وہی ظالمۃ الآیہ۔ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ پھر کیسے عذاب ہوا یعنے بڑے سخت عذاب میں

پڑ گئے صحیحین میں ہے کہ اللہ تعالے عزوجل ظالم کو مہلت میں چھوڑ دیتا ہے یہانتک کہ جب اُسکو پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا اور پڑھی یہ آیت وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وہی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید۔ اور واضح ہو کہ یہ کفر و استہزا اس طور پر ہوتا ہے کہ اللہ تعالے عزوجل اُنکی عقول کو مضمحل اور غلاف میں کر دیتا ہے اور خالی حواس رہ جاتے ہیں یہ لوگ جانتے ہیں کہ فہم فقط اسی قدر حواس پر ہے اور امر آخرت و غیب کا ادراک عقل سے تھا نہ حواس سے پس منکر ہو جاتے ہیں اور چونکہ افعال الٰہی اس خلقت میں اسطرح ظاہر ہیں کہ حواس اس سے منکر نہیں ہو سکتے ہیں تو اللہ تعالے کے قایل ہونے میں حواس پر مدار رکھتا ہے پس دنیاوی بادشاہ یعنے مخلوق پر خالق کا قیاس کرکے گمراہ ہوتے ہیں اور جو اسباب ظاہری ہیں انکو مؤثر اور شرکاء کو مانند وزیرون کے قرار دیتے ہیں اور حق تعالے عزوجل نے قرآن پاک میں پوری معرفت عطا فرمائی پس جو سمجھا وہ راہ پر ہے اور جس نے انکار کیا وہ گمراہ ہوا چنانچہ اس مقام پر فرمایا۔ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ بھلا کیا وہ پاک خالق جو ہر نفس کے کسب پر قائم ہے وہ تمہاری خیالی صورت کے مانند یا تمہارے بتون و شرکاء کے مانند ہے۔ یعنے اللہ تعالے عزوجل خالق اور ہر نفس پر حافظ و رقیب ہے جو مخلوق جو کچھ کرے اسکے علم و تقدیر سے ہے ایک ذرہ اُسپر پوشیدہ نہیں ہے کما قال تعالے وماتکون فی شان وماتتلو منہ من قرآن ولاتعملون من عمل الاکنا علیکم شہودا اذ تفیضون فیہ ومایعزب عن ربک من مثقال ذرۃ الآیہ۔ وقال تعالے ومامن دابۃ فی الارض الاعلے اللہ رزقہا ویعلم مستقرہا ومستودعہا الآیہ۔ قال تعالے سواء منکم من اسر القول ومن جہر بہ الآیہ۔ وقال تعالے وہو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر۔ وقال تعالے وماتسقط من ورقۃ الا یعلمہا۔ پس جو پاک خالق کہ اپنی تمام بے انتہا مخلوق جاندار و بے جان میں ہر ذرہ ذرہ سے ہر وقت رات و دن میں آگاہ اور کوئی ذرہ بغیر اُس کی قدرت کے جنبش نہیں کرتا اور کوئی چیز بغیر اُس کی مشیت کے کچھ حرکت نہیں کر سکتی ہے تو اپنے خالق عزوجل کو تم کیا خیال کرتے ہو کیا وہ تمہارے عقول میں آگیا کہ جس طرح تم اُس کو خیال کرو اسی طرح ہے یا وہ رب تبارک وتعالے تمہارے بتون یا شرکاء جیسے وغیرہ کی طرح ہے کہ نہ اُن کو نفع پہونچانے کی قدرت اور نہ ضرر دینے کی طاقت حتی کہ جو اُن کی عبادت کرتے ہیں ان عابدون جانورون سے اُن کو خبر بھی نہیں ہے اور حق تعالے عزوجل تمہارے ہر فعل سے آگاہ اور وہی درحقیقت تم کو رزق دیتا ہے اور کرورون مخلوقات بے انتہا میں سے کسی سے اس کو کچھ غرض نہیں مگر تم دیکھو کہ تم نے رب تبارک وتعالے کو چھوڑ کر کس جہنم جہالت میں اپنے آپ کو ڈالا۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ اور بنائے ہیں ان کافرون نے اللہ تعالے کے شریک۔ یعنے جو علم و قدرت و صفات پاک اس کی ذات کبیر متعال کے ہیں وہ تو کسی مخلوق وغیرہ میں اُس کے سوائے نہیں ہیں حتی کہ شیطان کو خود کچھ قدرت نہیں بلکہ جو کوئی قہر میں گرفتار ہو اُس پر شیطان مسلط کیا جاوے تو کسی صفت الٰہیہ کو کسی مخلوق میں تصور کرنا شرک تھا اور یہان تو ان کافرون نے ظلم کھلا بتون و آفتاب و مہادیو اور عیسے و چاند اور مردون اولیاء وغیرہ کی پرستش شروع کی اور جو کوئی مراد اُن کو حاصل ہوئی اس کو ان لوگون کی طرف سے سمجھی یا دنیاوی بادشاہ مخلوق پر قیاس کرکے ان لوگون کو حضرت کبیر متعال القیوم میں سفارشی سمجھے جو کہ منکر دوسرے کا کام کرا دیتا ہے حالانکہ سفارش و شفاعت ظہور رحمت الٰہیہ ہے لہذا باجازت الٰہی عزوجل ہوتی ہے اور قیامت میں حضرت رسول اللہ محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے یقینی ہے اور وہ مخصوص ان بندون کے لیے ہے جو شرک سے پاک ہوں پس اللہ تعالے مشرکون کی خجالت و اُن کی بے عقلی ظاہر فرماوے گا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کرامت و فضیلت و مومنون پر رحمت کریگا چنانچہ مشرکین خوار ہونگے جن کو بتون وغیرہ سے سفارش کا اعتقاد تھا اور انکو اللہ تعالے عزوجل کی صفات پاک میں شریک بتاتے تھے

جیسا کہ یہان فرمایا کہ ان کافرون نے اللہ تعالے کے شرکا بنائے ہین اور یہ نہایت سخت جہالت ہے اول تو اللہ تعالے عزوجل کو نہ پہچاننا دوم اپنے نفس کی خوشی پر کسی کو سفارشی اور کسی کو اپنے گناہون کا کفارہ بنانا حالانکہ بغیر حکم الٰہی کے یہ علم نہین ہوسکتا تو علم غیب کا دعوے اور اپنے گمان کی تابعداری اور کسی چیز کو جو چاہتا بنا دیتا حالانکہ بنانے والا وہی خالق تبارک و تعالے ہے ورنہ اگر کوئی ذرہ کو آفتاب بنا دے تو وہ بن نہ جاوے گا بلکہ بنانے والا احمق ہے۔ سوم جو صفت قدرت وغیرہ اللہ تعالے مین ہے وہ اللہ تعالے عزوجل کی مخلوقات مین سے کسی کے لیے ثابت کرنا حالانکہ ثابت نہوجائے گی مگر اعتقاد کرنے والا احمق ہے چہارم اللہ تعالے عزوجل ذرہ ذرہ مخلوق کا علیم خبیر ہے اور جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس سے انکار کرنا اور جہالت سے نہ جاننا پنجم مخلوق مین یہ اعتقاد کرنا کہ اس نے جو چاہا ہمارے لیے وہ ہوجائے گا مثلاً ہمارے گناہون کا کفارہ بننا چاہا تو وہ مختار ہے بن گیا اور بتون نے ہمارے اوپر مہربانی چاہی تو سفارش کرکے ہماری مراد پوری کردی اور بیٹا دینا چاہا دیدیا اور نوکری دینی چاہی دیدی حالانکہ یہ جہالت سخت ہے ششم خالق عزوجل کو غافل جاننا اور دوسرون کی آڑ سے اُس کا آگاہ ہونا خیال کیا اور یہ خیال دوڑایا کہ دوسرے آڑے آجاوین اور کفارہ ہوجاوین تو اللہ تعالے کا عذاب ہم کو نہ پہونچ سکیگا ہفتم آدمی تمام مخلوق مین اشرف ہے اُسکے لیے پتھر بلکہ چاند سورج کا نفع ہے اس نے اپنے آپ کو ان سب کے سامنے انکا بندہ بنایا اور حقیقی خالق عزوجل سے مُنھ موڑا یا شرک کرلیا اب ان باتون کو غور کرو کہ کس درجہ جہالت اور اپنے خالق عزوجل کی نافرمانی اور بالکل اُسکو نہ پہچاننا اور نہایت درجہ کی خواری اپنے اوپر خوشی سے قبول کرنا اور انتہا درجہ کی حماقت جانورون سے بدتر ہے پس اگر خالی ساتوین وجہ ہوتی تو ظاہر تھا کہ یہ جانورون سے بدتر اور بے انتہا احمق اور اپنے آپ کو خوار کرنے والے ہین جو کسی طرح جنت کے لائق نہین کیونکہ جنت نورانی عقول والے مکرم و معظم بندگان خالق عزوجل کے اکرام و منزلت کا مقام ہے اور ایسے احمق لوگون کی جگہ نہین جو حماقت سے مخلوق کو خالق جانین اور جو مخلوق کے بندے بنکر خوار ہون اور جو ایسے احمق کہ پتھرون کو اپنا معبود و قادر قوی خیال کرین اور اپنے آپ کو اُن کے قبضہ قدرت مین مقہور و انھین سے زندگی موت نفع و ضرر سمجھین لہذا حق سبحانہ تعالے شانہ نے فرمایا۔ قُلْ سَمُّوْهُمْ تو کہدے کہ تم اُن کے نام لو۔ اصلی نام لینے سے معلوم ہوگا کہ یا تو یہ مورتین پتھر ہین جن کی حالت انسان سے بھی بدتر ہے کہ آدمی اُنکی چوکھٹ و مونڈھے بناتا ہے اور یا آدمی وغیرہ کے نام ہین جو اللہ تعالے عزوجل کی مخلوقات مین سے ہین اُنکو کوئی ایسی صفت حاصل نہین جس سے خالق عزوجل کے ساتھ شریک کیا جاوے پس تم اپنی حماقت پر نادم ہوکر اُن کی نسبت شرک سے مُنھ موڑو اور اللہ تعہ کی توحید پر اقرار کروگے پس آیا تم نے نام لے کر اللہ تعالے کی توحید کا اقرار اور اُن کی عبودیت کا اعتقاد کیا۔ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ یا تم آگاہ کرتے ہو اللہ تعالے عزوجل کو ایسی بات سے جو وہ زمین مین نہین جانتا تھا۔ یعنے اللہ تعالے عزوجل تو عالم الغیب والشہادۃ ہے اُس کے علم سے ذرہ پوشیدہ نہین نہ رات مین نہ دن مین پس اسکا علم تو محیط ہے تو کیا تم ان شرکا کے وجود سے اس کو آگاہ کرتے ہو اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین اُس نے اُن کو پیدا نہ کیا ہوگا کیونکہ اُن مین خود اُس کے مقابلہ کی صفت ہے (نعوذ باللہ من ذلک) پس تم آگاہ کرتے ہو کہ زمین مین سوائے اُس کی مخلوق کے اُس کے شرکا موجود ہین اور یہ باطل ہے۔ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ یا ظاہری بات بناتے ہو یعنے کوئی بات جو اوپر مذکور ہوئی وہ تو نہین ہے پھر کیا خالی مُنھ سے اُنکو آل و قدرت والا اور تمھاری مرادین برلانے والا اور خدا سے تمھاری مراد پوری کرانے والا اور ساندا نکے کہتے ہو مگر دل مین ایسا اعتقاد نہین کرتے ہو

کیونکہ کوئی بات ہوجانے یعنے وجود مین آجانے کے واسطے تو فقط قدرت الٰہی کا انحصار ہے یعنے کوئی قول اور کوئی فعل ایک ذرہ برابر بھی کسی دوسرے کی خلق و ایجاد سے نہین ہوتا بلکہ خالق عزوجل کے پیدا کرنے سے ہوتا ہے اور ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالے عزوجل نے چاہا پس جو اس نے نہ چاہا وہ نہ ہوگا اور جو اس کا ارادہ و مشیت ہے اُس کو کوئی روک نہین سکتا اور جس گنہگار کو وہ گناہ مین سزا دینا چاہے دوسرا کوئی نہین جو اُس کے عوض مین کفارہ بنے تو معلوم ہوا کہ جن لوگون و بتون وغیرہ کی نسبت جو کچھ گفتگو ہے سب زبانی ہے اعتقاد مین سچ ماننے کے لائق نہین کیونکہ عقل اس کو تسلیم نہین کرسکتی پس کیا تم ظاہر مین باتین بناتے ہو جبکہ حقیقت مین کچھ نہین ہوسکتا۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگون نے اللہ تعالے عزوجل کے ساتھ صفات مین شریک بنائے ہین یعنے اپنے اعتقاد مین ان لوگون نے شرکا کی نسبت ایسے باطل اعتقادات کیے جن کو اپنی حماقت سے ان شرکا کی تعظیم و بزرگی و قبولیت و قدرت سمجھتے ہین اور ظاہر و باطن مین اللہ تعالے جل جلالہ کی صفت ان لوگون مین ثابت کرتے ہین حالانکہ اُن کے اعتقاد سے یہ تو ممکن نہین کہ خالق تعالے شانہ کی صفت کسی مخلوق مین ہوجاوے مگر ایسا اعتقاد کرنے والے مشرک و جاہل مردود ہوجاتے ہین پس اللہ تعالے عزوجل نے اپنے رسول صلعم کو حکم دیا کہ تو اُن سے کہدے کہ تم اُن شرکا کے نام لو یعنے سمجھے کہ یہ تو اللہ تعالے جل شانہ کی مخلوقات ہین پس کیا اب تم اس حماقت کے اعتقاد سے پھر کر اپنے رب کی طرف رجوع لائے یا نہین ابھی اُن کو شرکا بنائے جاؤگے تو کیا تم عالم الغیب والشہادۃ خلاق علیم کو جس پر کوئی ذرہ کسی حال مین پوشیدہ نہین ہے آگاہ کرتے ہو کہ زمین مین کوئی اُسکا شریک موجود ہے یعنے وہ نہ جانتا تھا تم بتلائے دیتے ہو یا تمھاری یہ غرض ہے کہ تم زبانی یہ لفظ بکتے ہو اُس کے معنے کا کچھ خیال نہین ہے کیونکہ معنے تو بالکل جہالت و سخت حماقت ہین۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ کلام پاک اس قدر مختصر مگر نہایت مرتبہ اعجاز پر واقع ہوا کہ اس نے عقل کو منور کیا اور کافرون مشرکون کی جڑ کاٹ دی۔ رازی و خطیب و جماعۂ علماء بیان نے بھی ایسی شہادت دی۔ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بلاغت و بیان سے بھی معجزہ ہے چنانچہ اول قولہ افمن ھو قائم علی کل نفس الخ مین اُن کو ملامت ہے کہ تم نے اللہ تعالے عزوجل کی شان مین دنیاوی بادشاہ یعنے مخلوق کا قیاس کیا حالانکہ خالق و مخلوق مین قیاس کی وجہ بالکل دائر نہین یہ سخت جہالت ہے۔ دوم جعلوا اللہ بجاے جعلوا لہ۔ کے تشنیع و تہدید ہے کہ اس پاک نام کا کوئی شریک نہین تو ذات و صفات کبیر متعالی مین یہ وہم بالکل باطل ہے۔ سوم قل سموہم۔ وجود شرکا بالدلیل باطل فرمایا اور کیسے مختصر طور پر کیونکہ نام سے مراد علم ہے یعنے مخصوص نام بتلاؤ کیونکہ موجود ہے تو نام مخصوص ہوگا اور جب ندارد تو وجود بھی ندارد اور یہ عموماً معروف ہے کہ اگر مثلاً وہان کوئی قاضی ہے تو اسکا نام بتلاؤ یعنی نہین ہے۔ چہارم ام تنبؤنہ بما لا یعلم۔ یہ کنایہ ہے وجود شرکا کی نفی سے یعنے جو پاک خالق علیم و خبیر کہ اسپر کوئی ذرہ پوشیدہ نہین ہے جب اُسکے علم مین کوئی شریک نہین تو قطعاً شریک کا وجود نہین ہے۔ پنجم ام بظاہر من القول۔ بطریق استدراج باطل کیا یعنی بغیر فکر و سمجھ کے زبان سے ایسی بات نکالتے ہو ذرا غور کرو تو صاف معلوم کرلو کہ اللہ تعہ جل شانہ کی جناب مین شرک ممکن ہی نہین ہے۔ ششم ان تمام اضرابات مین تدریج ہے ایسی لطیف وجہ سے کہ اس سے بڑھکر ممکن نہین ہے چنانچہ جو شخص علوم عقلیہ سے واقف ہے وہ یہان حسن استدلال مین متحیر ہے پس اس اختصار کے ساتھ ایسے بدیع اسلوب سے احتجاج نہایت صریح ہے کہ یہ بشر کا کلام نہین بلکہ اعجاز ہے انتہیٰ مترجم کہتا ہے کہ اگر ہر استدلال کے واسطے طویل توضیح سے مجھے سمجھانا نہ پڑتا تو بفضل تائید الٰہیہ مین ہر استدلال کو بسط سے بیان کردیتا کہ علوم عقلیہ اُس کے سامنے مکتب کے اطفال ہین ولیکن نور بصیرت کافی ہے واللہ تعالے عزوجل ہو الہادی

وہو العلیم الخبیر۔ الحاصل حق سبحانہ تعالے عز وجل نے ہر طرح کافرون کے دعوے شرکا کو رد کر دیا اور صاف ظاہر ہو گیا کہ نہ وے اُنکے نام جانتے ہین جو الوہیت کے ہون بلکہ مخلوق کو خالق بتاتے ہین اور نہ اللہ تعالے عز وجل علیم و خبیر کے علم مین ان کا وجود ہے تو ضرور باطل ہین اور رہا یہ کہ کافر لوگ ظاہری قول سے شرکا کہتے ہین اور واقعی کچھ وجود ان کی قدرت و تاثیر کا نہین ہو سکتا تو یہ جہالت ہوگی پھر اس سے بھی اضراب فرمایا بقولہ۔ بَلْ یعنے یہ بھی کچھ نہین بلکہ کافرون کی خلقت باطل کے لیے ہے اور وہ مقہور تحت قبضۂ قدرت خالق عز وجل ہین۔ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ مزین کر دیا گیا کافرون کے لیے اُن کا مکر یعنے جانورون سے زیادہ بدتر حماقت اُن کو عقل سے زیادہ مزین نظر آتی ہے اور یہ فعل حضرت خالق عز وجل کا ہے جس نے شیطان کو اُن پر مسلط فرمایا وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ۔ اور روکے گئے راہ سے اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بعض سلف سے نقل کیا کہ اُنھون نے زین وصد والصیغۃ معروف پڑھا یعنے خالق عز وجل نے معروف حکمت کے ساتھ مزین فرمایا اس طرح کہ شیطان کو اُنپر مسلط کر دیا اور اُن کے نفوس کے قبضہ مین اُن کو چھوڑا پس شیطان نے باطل کو مکر کے ساتھ اُن کے نفس پر مزین پیش کیا جس نے قبول کیا اور گمراہ ہوئے پس صراط مستقیم سے اُن کو مردود کیا۔ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ اور جس شخص کو اللہ تعالے عز وجل گمراہ فرماوے فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ تو اُس کا کوئی ہادی نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سابق آیت مین بیان فرمایا تھا کہ ان اللہ یضل من یشاء ویہدی الیہ من اناب۔ یعنے اللہ تعالے خالق عز وجل ہی ہر چیز و ہر فعل کا خالق ہے جیسا اس نے مخلوق کی ذات کو پیدا کیا ویسے ہی مخلوق کے افعال وصفات کو وہی پیدا کرتا ہے اور بقولہ اللہ یعلم ما تحمل کل انثےٰ۔ بیان فرما دیا تھا کہ جب مخلوق اپنی مان کے پیٹ مین تھا اور پیدا ابھی نہ ہوا تھا اس سے پہلے حضرت خالق عز وجل ہر مخلوق کے افعال کو جانتا تھا تو اُس کا علم قدیم ہے پس ان آیات مین اہل ایمان واہل عقل کو ایک عجیب دلیل معائنہ کرادی کہ دیکھو اسطرح اللہ تعالے عز وجل مخلوق کی ذات وافعال کا خالق ہے کہ جو کافر شرک کرتا ہے اُس کے پاس کوئی دلیل شرک کی نہین ہے حتے کہ تم تعجب کرتے ہو کہ اس طرح وحدانیت الٰہی ظاہر ہے پھر حضرت حق تعالے عز وجل کی مشیت وقدرت کو دیکھو کہ جس کافر کو شرک ونفاق وغیرہ سے گمراہ کیا وہ اپنے شرک ہی کو مزین ومقبول جانتا ہے پس اہل عقل وایمان ان آیات سے یقین وعلم زیادہ پاتے ومنور ہوتے ہین اسی واسطے قرآن پاک کی صفت مین فرمایا کہ شفاء ورحمۃ للمؤمنین۔ اور فرمایا کہ زادتہم ایمانا۔ اور فرمایا وہدے ورحمۃ لقوم یؤمنون۔ اے پروردگار پاک ہم کو اپنی بندگی وایمان پر رکھیو اور ہم تجھ سے کفر وشرک ونفاق سے پناہ مانگتے ہین یا ارحم الراحمین۔ واضح ہو کہ ہادٍ مین دو قرارت سبعیہ متواترہ ہین ایک ہاد بدون یاء اور یہی فصیح بکثرت مستعمل ہے اور دوم ہادی بیاء اور یہ بنابر اصل کے ہے پھر اللہ تعالے جل شانہ نے اہل ایمان کو آگاہ فرمایا کہ جیسے پیدا کرنے مین اُس کی مشیت وحکمت کاملہ ہے ویسے ہی بعض کو مومن اور بعض کو کافر کرنے مین اُس کی خوشی وحکمت ہے کیونکہ نعوذ باللہ تعالے وہ خالق عز وجل کسی مخلوق سے جاہل نہین ہے تو ہر مخلوق اُسی کے علم وقدرت مین مقہور ہے پس جیسے اُس کا علم وحکمت بالغہ کافرون ومومنون کی تقسیم مین ہے حتے کہ ایسے صاف واضح دلائل کے باوجود کافر اپنے کفر وشرک کو اچھا سمجھتا ہے اور راہ پر نہین آتا جس سے مومن متعجب ہو کر اپنے رب تبارک وتعالے کی عظمت وقدرت پر تسبیح پڑھتا ہے ویسے ہی خالق جل شانہ نے کافرون کا ٹھکانا وانجام دنیا وآخرت کا بیان فرمایا بقولہ۔ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ کافرون کے لیے عذاب ہے دنیاوی زندگی مین۔ واضح ہو کہ دنیاوی زندگی مین عجیب امتحان ہے کہ آدمی یہان حواس سے عذاب وثواب کا ادراک بخوبی نہین

کر سکتا۔ بلکہ جس بات سے جسم کو تکلیف ہو اُس کو عذاب سمجھتا ہے پس کافرون کے لیے دنیا مین عذاب دو طرح پر ہے اول یہ کہ قتل وقید ومرض وخانہ بربادی وغیرہ ایسی وجہ پر ہو جو حواس سے ظاہر ہے تو آیت کریمہ مین وقت نزول کے جو کافر عرب یا عجم وغیرہ مین موجود تھے اُن کے لیے یہی ظاہر عذاب بطور اخبار غیب کے بیان فرما دیا پس مشرکین عرب بت پرست ویہود اور نصارے سب اس عذاب مین مبتلا کیے گئے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ان مین ہوا اور انھون نے انکار وکفر کیا۔ دوم عذاب جو محسوس نہو جیسے قولہ تعالے انما یاکلون فی بطونہم نارا۔ اور قولہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا۔ الآیہ۔ یعنے اموال واولاد کو کافرون کے حق مین عذاب فرمایا کیونکہ اللہ تعالے سے انکار کفر وشرک کے ساتھ جو تصرف ہو سب عذاب ہے اگرچہ ظاہر مین تن پروری وآرام ہو بخلاف اسکے مومنون کو اگر فقر وفاقہ پہونچے تو عین ثواب ہے اور یہ بات سمجھدار ایمان وعقل والا خوب سمجھتا ہے ولیکن عام سمجھ کے لیے یون کہا جاتا ہے کہ آیت کریمہ مین اللہ تعالے عز وجل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کے کافرون ومشرکون کو آگاہ فرما دیا کہ تم کو دنیا مین بھی عذاب پہونچیگا ولیکن قولہ لہم عذاب۔ کو نکرہ کر کے فرمایا تو اُسکے یہ معنے کہ اُنکے لیے دنیا مین کسی قسم کا عذاب ہوگا خواہ قتل وقید وخانہ بربادی کا ہو یا مرض یا مال واولاد کی پریشانی وانکے جمع کرنے کی مصیبت اور پھر چھوڑ جانے کا قلق ہو کیونکہ دنیا درحقیقت دار محنت ہے نہ ملک راحت پس مشرکون کے لیے ہر حال مین کوئی نہ کوئی عذاب ہے وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ اور یقین کرو کہ بے شبہ عذاب آخرت بہت شاق ہے کیونکہ دنیا مین تو ظہور جسمانی ہے اور قوی وعقل وروح مخفی ہے اور وہان ظہور روحانی اسی واسطے دار آخرت حیوان یعنی جاندار ہے اور جہنم کے بیان مین اُسکے جاندار اوصاف مذکور ہوئے ہین وقال تعالے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علے الافئدۃ۔ یعنی وہ آگ اللہ تعالے عز وجل کی پیدا کی ہوئی دہکتی ہوئی جو دلون کو جھانک لیتی ہے۔ اور روح باقی ہے اُسکو فنا نہین ہے تو عذاب دنیا چند روزہ ہے اور خفیف ہے اور عذاب آخرت دائمی اور سخت ہے وہ آگ یہان کی آگ سے ستر گونہ زیادہ ہے وقال تعالے زدناہم عذابا فوق العذاب۔ یعنی عذاب پر عذاب بڑھتا جائیگا۔ آتشی سانپ وبچھو اور آتشی نہرین ہین۔ یہ بد انجام ان لوگون کا ہے جو اپنے رب تبارک وتعالے سے منکر یا اس کو نہین پہچانتے بلکہ اُس کے لیے جورو اور بیٹا بتلاتے اور شرک کرتے ہین۔ اور عقل کو خوار کرتے اور جسم وحواس کی خواہش نفسانی سے پرورش کرتے ہین پس وہی جسم ونفس امارہ اُن کو اس عذاب مین مبتلا کرے گا۔ وَمَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ۔ اور اللہ تعالے عز وجل کے عذاب سے انکا کوئی بچانے والا نہین ہے۔ چاہے وہ اپنی نافہمی سے دنیا پر قیاس کر کے بتون کو یا حضرت عیسے علیہ السلام کو بچانے والا سمجھین مگر جب عاقل سے بیان کرین تو وہ اُن کی حماقت پر تعجب کریگا کیونکہ کوئی بچانے والا تو ممکن ہی نہین ہو سکتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ یہ عذاب تو ان بیوقوفون کے لیے ہے اور جو لوگ عقل کے تابع ہوئے اور اللہ تعالے عز وجل کی فرمانبرداری کی اور اپنے رب تبارک وتعالے کی معرفت موافق تعلیم رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پائی اور اللہ تعالے عز وجل کے سب انبیاء ورسولون علیہم السلام پر ایمان لائے اور دار آخرت کو سچ مانا اور نیک اعمال کیے جیسا کہ اللہ تعالے جل شانہ نے سابق آیات مین بیان فرمایا ہے تو وے لائق انعام کے ہین ان کا ٹھکانا اور منزلت جنت ہے چنانچہ اس کا حال بیان فرمایا۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ۔ یعنے متقی بندے جنھون نے شرک سے اپنے آپ کو بچایا اُن کے لیے جس جنت کا وعدہ دیا گیا ہے اُس کی صفت یہ ہے تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ جاری ہین اُس کے قصر وعالیشان مکانات کے نیچے نہرین۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث

سے لکھا کہ اہل جنت جہان چاہینگے نہرو ہین پھر جائینگی اور جس جگہ چاہینگے جاری ہو جائے گی بتر جسم کہتا ہے کہ جو مشقت اسس مکدر دنیا کی خاک وکیچڑ و بیجان چیزون واونچے نیچے نالہ غارون وغیرہ مین ظاہر ہے وہان اس سے نجات وآرام ہے اور اللہ تعالے عز وجل نے باوجود کمال عزت وقدرت کے اس دنیا کو ایسا ہی خرابہ کھنڈل پیدا کر دیا جس سے عقلا سمجھ گئے کہ یہ جہان اکرام ومنزلت وآباد کرنے کو نہین ہے اور جو خالق جل شانہ کمال قدرت والا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے پس سوائے احمق آدمی کے جو اپنی خلقت بھول گیا اور اپنے خالق عز وجل سے منکر ہوا کوئی عاقل اس سے منکر نہین ہو سکتا۔ پس جنت مین نہرین ودریا ہین بعضے خالص شیرین پاک صاف پانی سے خوبصورت مثل موتی کے جسکا قیاس دنیاوی چیز پر بالکل نہین ہو سکتا اور بعضے سپید دودھ کے مانند جو ہر وقت نہایت لطیف پاکیزہ ہین اور بعضی نہرین شراب طہور کی اور بعضی پاکیزہ شہد کی اور وہان ہر قسم کے میوہ جات جو کچھ چاہین اور سوائے زیادتی کے کبھی کمی نہین ہے۔ اُكُلُهَا دَائِمٌ وَّظِلُّهَا ہمیشہ ہے اُس کے پھل اور اسکا سایہ۔ یعنے اس کے ثمرات کبھی منقطع نہین ہوتے کیونکہ ان کا وجود ان اسباب باران وبہار وآفتاب وماہتاب پر نہین ہے کیونکہ جنت مین آفتاب وچاند واندھیرا وغیرہ کچھ نہین بلکہ ظل ممدود ہے اسی وجہ سے اُس کے سایہ مین کمی بیشی نہین اور کبھی خزان نہین ہے اور ہمیشہ انواع اکرام سے نہایت دلچسپی وبہار بے خزان ہے۔ اس آیت مین فرقہ جہمیہ کے خیالات مردود ہوتے ہین جنکا قول ہے کہ جنت کی نعمتین فنا ہونگی۔ بعض علمار نے زعم کیا کہ اکلہا دائم سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت کی حرکات کبھی دائمی سکون کی جانب متبدل نہونگی بتر جسم کہتا ہے کہ یہ استنباط عجیب ہے اور مین کہتا ہون کہ ابو الہذیل معتزلی کا رد ہوا جو اس کا قائل ہے کہ آخر اہل جنت کو دائمی سکون ہوگا اور صواب یہ ہے کہ نعمہائے الٰہی مثل اُس کی قدرت کے غیر متناہی ہین تو ہمیشہ نعمتون مین ظہور مزید ہوگا اور اہل جنت کی فرحت بڑھتی جائے گی تِلْكَ عُقْبَى یہ آخرت کا گھر ہے الَّذِينَ اتَّقَوا۔ ان بندون کا جنھون نے شرک سے تقوے کیا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ اور کافرون کا آخرت کا گھر جنھون نے اللہ تعالے عز وجل سے انکار اور اسکے ساتھ شرک کیا ہے۔ النَّارُ دوزخ ہے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ آخرت کے فقط مقام دو ہین۔ ایک جنت وایک دوزخ اور مخلوق مین بھی دو قسمین ہین ایک اللہ تعالے عز وجل پر ایمان لانے والے جو اللہ تعالے جل شانہ کو انھین صفات وقدرت وکمال کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہین جو اس کی شان عالی متعالی ہے اور دوم وہ جو اللہ تعالے عز وجل پر اسطرح ایمان نہین لاتے ہین خواہ بالکل اسی سے منکر ہون جیسے دہریہ وغیرہ خواہ مشرک ہون جیسے بت پرست وآفتاب پرست ونجومی وغیرہ اور خواہ نام سے اللہ تعالے کا اقرار کرتے ہون مگر صفات ایسے گمان کرتے ہین جن سے اللہ تعالے پاک ہے جیسے جورو وبیٹا وغیرہ تو یہ سب کافرون مین داخل ہین کیونکہ نصرانی ویہودی اگرچہ نام کو اللہ تعالے عز وجل کا قائل ہے لیکن درحقیقت وہ اپنی خیالی تصویر کو مانتا ہے کیونکہ وہ اپنا معبود اور خالق اُسس کو مانتا ہے جس کا بیٹا حضرت عیسے علیہ السلام ہے یا جس کا بیٹا عزیر ہے اور خوب معلوم ہے کہ حضرت خالق عز وجل اللہ تعالے جل شانہ اس سے پاک ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ تعالے پر ایمان نہین لایا اور ایسے ہی نصرانی اس عیسے کا قائل ہوا جو اللہ تعالے کا بیٹا ہے یا یہودی اس عزیر کا جو اللہ تعالے کا بیٹا ہے حالانکہ حضرت عیسی وعزیر علیہما السلام جو رسول تھے وہ اللہ تعالے عز وجل کے بندے ومعزز پیغمبر تھے پس وہ عیسے وعزیر پیغمبرون کا بھی قائل نہین رہا پس معلوم ہو گیا کہ یہودی یا نصرانی درحقیقت نہ اللہ تعالے جل شانہ کا قائل ہے اور نہ عزیر وعیسے علیہما السلام کا قائل ہے اسی واسطے اللہ تعالے عز وجل نے اہل کتاب کی نسبت قرآن مجید مین

مصرح فرمایا۔ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ الے قولہ وہسم صاغرون الآیہ۔ ف فی العرائس قولہ افمن ہو قائم علے کل نفس الآیہ۔ اللہ تعالے عز وجل قیوم ہے پس قیام تمام جہان کا اسی کی پاک ذات سے ہے ولیکن سوائے انسان کے باقی مخلوقات امانت عظمی کی برداشت سے محروم ہین پس اُن کا کسب اُس کے سوا ہے اور انسان ایک ترکیب خاص اور صنعت الٰہیہ عجیب ہے اور اُس کے کسب مین قیوم تعالے شانہ نے امانت عظمی کا حصہ عطا فرمایا ہے پھر مترجم کہتا ہے کہ نفوس انسانی مین دو قسمین ہین ایک وہ جن کا اکتساب قہر ہے اور قیوم عز وجل ان نفوس کا قیوم اسطرح ہے کہ قہریات سے ان کا حصول ہے اور مراتب ظہور قہریات سے ہر ایک کا اکتساب متفاوت ہے اور شیخ رہ نے دوسری قسم کو بیان فرمایا کہ ہر نفس بقدر قوت کے ربوبیت کی عظمت اٹھاتا ہے پس بعض نفس پر قیوم تعالے شانہ اپنے فعل سے قائم ہے اور بعض پر بحسب کشف صفت قائم ہے اور بعض پر بحسب کشف سبحات الذات قائم ہے پس اگر نفس نے اُس کی عبودیت کسب کی تو افعال الٰہی تعالے کے نور سے اُس کو مشاہدہ ہے اور اگر اس کی محبت کسب کی تو انوار صفات سے مشاہدہ پایا اور اگر معرفت وتوحید کمائی تو سبحات الذات تعالے جل شانہ سے دیدار ہے اور اگر قسم اول یعنے نفس کاسبہ عبودیت نے تقصیر کی مثلاً اسطرح کہ اپنے حظوظ کیطرف التفات کیا تو اللہ تعالے اُس کو مجاہدہ کے عذاب مین گرفتار فرماتا اور اگر قسم دوم نے محبت مین تقصیر کی مثلاً اپنے ذوق وشوق مین طلب سے باز رہا تو اللہ تعالے لذت کو اس سے چھین کر حجاب وفتور مین چھوڑ دیتا ہے اور اگر قسم سوم نے قصور کیا تو اللہ تعالے اسکو دریائے نکرت مین غوطہ دیتا ہے اور اس کا قصور یہ ہوتا ہے کہ وہ گمان کر جاوے کہ مین عین حقیقت تک پہونچ گیا ہون ولیکن جاننا چاہیے کہ قسم سوم مین جو مواخذہ ہے وہ عقوبت نہین بلکہ معرفت بڑھانے کے لیے ہے کیونکہ حق سبحانہ تعالے اپنے بندہ عارف پر بہت مہربان ہے پس اللہ تعالے عز وجل ان نفوس کا قیوم اسطرح ہے کہ صراط مستقیم پر رکھتا ہے اور انکے انفاس کو ان کی طلب حق مین محفوظ فرماتا ہے۔ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالے جل شانہ ہی کے ساتھ اشیاء کا قیام ہے اور اسی کے ساتھ فنا ہے اور اسی کی تجلی سے نیک کی خوبی ہے اور اُسی کی بزرگی سے بد کی زشتی ہے۔ شیخ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحت کی کہ اس آیت کو پڑھ اور مت غافل ہو اُس پاک خالق قیوم سے جو تجھ سے غافل نہین ہوتا اور اسی کا مراقبہ رکھ اور ہوشیار رہ۔ شیخ نے کہا کہ جس نفس نے خالق قیوم محیط بکل شئی کو نہ پہچانا تو یہ اسی کے قہر سے ہے کہ کفر کو اُس کی نظر مین زینت دیدی کما قال تعالے بل زین للذین کفروا مکرہسم۔ اللہ تعالے عز وجل نے کافرون کی نظر مین اُن کے مکر کو مزین کیا اسطرح کہ ازل مین اپنے علم محیط کے ساتھ جو کچھ نظام حکمت سے چاہا وہی اُن کے حق مین مقدر فرمایا پس کوئی معجزہ اور کوئی آیت اگرچہ سورج کی طرح روشن ہو اُن کو نفع نہین دیتی بلکہ خالق جل شانہ سے مُنھ موڑ کر شرک کی طرف جھکتے ہین اور جو چیز بد سے بدتر ہے اسکو اچھا سمجھتے ہین حالانکہ یہی اُنکے مرگ ذلیل خوار کا مقام ہے یہی خیال واعتقاد جسکو بہت اچھا سمجھتے ہین نہایت قبیح اور اُنکی گردن مین زنجیر جہنم ہے اسی کی وجہ سے معرفت حق سبحانہ تعالے سے جاہل اور اُس کے حُسن مشاہدہ سے غافل ہین اور کیونکر مکر الٰہی سے انکو نجات ہوگی حالانکہ اپنے مکر کو معرفت وحسن عقیدت خیال کرتے ہین اور کیونکر جہنم کی زنجیر سے رہا ہون جسکو وہ جنت کا زیور سمجھے ہین یہ فقط تزیین الٰہی عز شانہ ہے جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جسکو وہ گمراہ کرے اُس کا کوئی ہادی نہین ہے ونعوذ باللہ من الضلال وسوء المآل مترجم کہتا ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بلیغ خطبہ سے نصیحت فرمائی ہے اور ہمارے زمانہ کے جاہل جو اسلام کا دعوے کرتے ہین ہوشیار ہون اور اپنی پسندیدگی سے ایسے حُسن

عقیدت پر نہ جاوین جس سے توحید و معرفت چھوڑ کر گمراہ بنجاوین۔ شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حدیث مین ہے کہ کافر کی پیدائش مومن کے گناہ سے ہے۔ واضح ہو کہ یہی جہالت ہے جو جہنم کے لائق ہے اور ہزار حیف کہ ہم سب جہالت وحماقت مین پڑے ہین اے رب ہمارے اپنے فضل عمیم سے ہم کو اہل عقل مین سے کردے۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ قولہ تعٰ مثل الجنة التي وعد المتقون الآیہ۔ چونکہ جنت کی مثال دنیاوی مکدر و غلیظ مادیات مین تو کیا بلکہ آئینۂ خیال مین بھی نہین ہے لہذا مثل الجنة سے مراد صفت جنت ہے یعنے یہ صفت ایسی عجیب و غریب ہے کہ گویا حواس اہل کو ایک تعجب کی چیز کے مانند بطور مثل کے سمجھین پس متقین کے ساکن یہی جنت ہین اور اس آیت کے اشارات مین سے ہے کہ جو کوئی سوائے حق تعالےٰ کے جملہ اشیاے دوجہان سے تقوے کرے اور سوائے رب تبارک وتعالےٰ کے کسی چیز کی طرف التفات نہ کرے تو وہ ایسی جنت پاوے کہ جنت اُس کی مخلوقات مین سے ادنی چیز ہے یعنے مشاہدہ جنت ذات کہ اس سے انہار صفات جاری ہین اور اسکے اثمار علوم و افعال ہین جو صفات و ذات کے پھل ہین اور حاشا کہ یہان وہم و قیاس کچھ بھی کارآمد ہو بلکہ بیان ہے کہ ماسواے اوتعالےٰ کے سب سے فنا ہوجاوے تو پاوے جو کچھ پاوے گروہ پاوے گا جو تمام مخلوقات سے متجرد و متفرد ہوجاوے اور اکلہا دائم وظلہا یعنے حصول دیدار بلا پردہ اور زندگانی سایہ تجلی مین بلا فترت ہوگی۔ یہ مقامات و منازل عالیہ ان بندون کے لیے ہین جو شرک و نفاق سے پاک اور مشتاق دیدار حضرت علیم خلاق جل شانہ ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اولیاء کے مدارج و مراتب عالی ہین اور حق تعالےٰ عز وجل نے فرمایا کہ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ چنانچہ حضرت ابن عباس و ابن مسعود اور بہت سے سلف رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اولیاء اللہ وہ ہین کہ جب انکو دیکھا جاوے تو اللہ تعالےٰ یاد آوے۔ اور امام حافظ بزار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حدثنا علي بن حرب الرازي حدثنا محمد بن سعيد بن سابق حدثنا يعقوب بن عبد الله الاشعري القمي عن جعفر بن ابي المغيرة عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال قال رجل يا رسول الله صلے الله عليه وسلم من اولياء الله قال الذين اذا رؤوا ذكر الله۔ یعنے اولیاء اللہ وہ لوگ ہین جب دیکھے جاوین تو اُن کی صورت دیکھکر اللہ تعالےٰ عز وجل یاد آوے۔ قال الامام البزار رحمۃ اللہ علیہ قد روی عن سعید مرسلا۔ یہ روایت سعید رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل بھی مروی ہے اور قال ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ حدثنا ابو ہشام الرفاعي حدثنا ابو فضيل حدثنا ابي عن عمارة بن القعقاع عن ابي زرعة بن عمرو بن جرير البجلي عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلے الله عليه وسلم ان من عباد الله عبادا يغبطهم الانبياء والشهداء قيل من هم يا رسول الله صلے الله عليه وسلم لعلنا نحبهم قال هم قوم تحابوا في الله من غير اموال ولا انساب وجوههم نور على منابر من نور لا يخافون اذا خاف الناس ولا يحزنون اذا حزن الناس ثم قرأ الا ان اولياء الله لاخوف عليهم ولاهم يحزنون۔ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل کے بندون مین سے بعضے ایسے بندے ہین کہ انپر انبیاء و شہداء رشک کرین گے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وے کون ہین شاید ہم اُنسے محبت کرین فرمایا کہ وے ایک قوم ہین کہ انھون نے باہم اللہ تعالےٰ عز وجل کی شان مین محبت کی انہین اموال و نسب کا لگاؤ نہ تھا اُن کے چہرے نور ہین وہ نور کے منبرون پر ہونگے جب لوگون کو خوف گھیرے ہوگا اس وقت اُن کو خوف نہوگا اور جب لوگ محزون ہون ان کو کچھ حزن نہوگا پھر یہ آیت پڑھی الا ان اولیاء اللہ الآیہ۔ اس حدیث کو ابو داؤد رحمہ نے بھی روایت کیا اور اسناد مین ابو زرعہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

قال الامام ابن کثیر [illegible]

زرعہ

زرعہ

سے مرفوع روایت کی اور امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ اسناد بھی جید ہے ولیکن ابو زرعہ و عمر بن الخطاب کے درمیان واسطہ کا راوی مذکور نہین ہے اور امام احمد کی اسناد سے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع یہی معنے روایت کیے اور لکھا کہ حدیث طویل ہے اور اسمین تفسیر موجود ہے کہ یہ لوگ متفرق قبائل سے ہونگے جنمین ناتے و رشتہ کا تعلق نہوگا بلکہ اللہ تعالےٰ عز وجل ہی کے واسطے محبت ہوگی اور واضح ہو کہ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ولی کی تفسیر خود اللہ تعالےٰ عز وجل نے فرمائی کہ وہ متقی ہوتا ہے پس جو شخص متقی ہو وہی ولی ہوگا اور اسکی شناخت اور اسکے مراتب عالیہ ان روایات مین مذکور ہین فافہم واللہ تعٰ اعلم باولیائہ اللہم اجعلنی ممن احبہم وانت ارحم الراحمین۔ پھر اللہ تعالےٰ نے جو کچھ آیات سابقہ مین طریق ہدایت و معرفت بیان فرمایا اسکی شہادت اگلے پیغمبرون کے حالات سے دیدی بقولہ

وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ

اور وہ لوگ | جنکو ہم نے دیدی کتاب (یعنی توریت و انجیل) خوش ہوتے ہین اس سے جو اتارا گیا تجھ پر | اور | احزاب مین سے

مَنْ يُنْكِرُ بَعْضَهُ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ إِلَيْهِ

بعض وہ ہین جو بعض بات کا انکار کرتا ہے | تو کہدے کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا کہ | عبادت کرون اللہ تعٰ کی | اور نہ شریک بناؤن اسکے ساتھ | اسی کی طرف

أَدْعُو وَإِلَيْهِ مَآبِ ۝

بلاتا ہون | اور اسی کی طرف مرجع ہے

وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ اور جن لوگون کو ہم نے کتاب دیدی یعنے علم توریت و انجیل دیا اور یہ وہی گروہ یہود و نصاریٰ کا تھا جس نے کتاب آسمانی سے عقل پائی اور باقیون کی یہ کیفیت تھی کہ کتاب انکو دی گئی مگر اس سے کچھ نفع نہ پایا جیسے اسلام مین قرآن مجید سب کے پاس ہوتا ہے ولیکن وہ دنیا کے واسطے عالم ہوتے ہین اور کچھ عقل نہین پاتے ہین پس جہان قرآن مجید مین الذین اوتوا الکتاب آیا ہے وہان عموماً یہود و نصاریٰ مراد ہین خواہ ان کو نفع ہوا ہو یا نہوا ہو اور بعض مقامات پر آتیناہم الکتاب۔ سے وہی مراد ہین جنکو کتاب دی گئی اسطرح کہ انھون نے اس سے ہدایت پائی جیسے اس مقام پر ہے۔ پس معنے یہ ہونگے کہ توریت و انجیل سے جنھون نے نفع پایا۔ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وے خوش ہوتے ہین قرآن پاک سے جو تجھ پر اُتارا گیا۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ یعنے اہل کتاب مین سے جو لوگ اسلام لائے مانند حضرت عبد اللہ بن سلام و اُن کے ساتھیون کے اور جو لوگ نصاریٰ مین سے ایمان لائے اور وے اسی آدمی تھے از انجملہ چالیس تو نجران مین سے اور آٹھ یمن کے اور بتیس حبشہ کے مع بادشاہ کے پس اُن کو قرآن پاک سے فرحت سی ہوتی ہے یا عام اہل کتاب مراد ہون کیونکہ جو بات اُن کی کتابون سے موافق ہوتی اُسی سے خوش ہوتے اور مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا ارجح قول اول ہے اور یہی شیخ مفسر رحمہ نے اختیار کیا کیونکہ اصل فرحت بسبب معرفت شان الٰہی و توحید کے ہے اور یہ فہم انھین کو حاصل تھی جنکو کتاب توریت و انجیل درحقیقت دی گئی تھی کیونکہ جنکو کتاب سے یہ فہم نصیب نہوئی انپر قرآن حجت ہے نہ انکے لیے حجت چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ القرآن حجة لك او عليك یعنے اگر قرآن سے ہدایت و نفع پایا تو قرآن پاک تیرے لیے حجت معرفت و منزلت ہے اور اگر دنیا کے لیے اسکو لیا تو یہ تیرے اوپر عذاب و خواری کی حجت ہے اور قولہ تعالےٰ وَمِنَ الْأَحْزَابِ

مَنْ یُّنْکِرُ بَعْضَہٗ کے معنے یہ ہین کہ احزاب مین سے بعض شخص وہ ہے جو قرآن پاک مین کچھ تھوڑی بات کا انکار کرتا ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت اور قرآن پاک کی وحی خالص ہونے کے واسطے عرب کو سمجھایا کہ ہم نے ابتدائے آدم سے اسی طرح رسول بھیجے اور کتابین نازل فرمائین چنانچہ اس وقت تمہارے روبرو یہود ونصاریٰ موجود ہین جنکو توریت وانجیل دی گئی مگر ان کی یہ حالت ہوئی کہ اس کو دنیا کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا و لیکن بعضے اُن مین سے منتفع ہوئے پس جنکو انتفاع ہوا وہ توحید پر قائم ہوتے ہین اور قرآن پاک کے نزول سے فرحت پاتے ہین اور جنکو انتفاع نہ ہوا بلکہ کتاب اپنے اوپر لادے ہین ان کی بھی یہ کیفیت ہے کہ رسالت اور وحی کے طریقہ سے کچھ انکار نہین کرتے بلکہ بعض بات کا انکار کرتے ہین۔ احزاب جمع حزب یعنی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جماعتین جنھون نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم و قرآن پاک سے کفر کیا اور دنیا کے لالچ مین آپ کی عداوت مین جماعتین جتھے قائم کیے جیسے کعب بن اشرف مع اپنے ساتھیون کے اور اُسید مع اپنی جماعت کے اور عاقب مع اپنے گروہ کے پس یہ لوگ پرانی تحریف پر قائم تھے اور اسلام کی صفت اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت کو کتاب مین محرف کرتے تاکہ دنیا حاصل کرین اور جب نصرانیون نے حضرت عیسے علیہ السلام کی نسبت بیٹا ہونے قول نکالا تو انھون نے انکے مقابلہ مین عزیر علیہ السلام کی نسبت یہی قول نکالا اور عموماً دونون فریق نے یہ اصل بنائی کہ عالم کا قول ماننا فرض ہے اور اس کو اختیار ہے کہ مثلاً روزہ جس شخص کو چاہے معاف کردے اور چاہے وقت بدل دے اور یہ سب شرک ہے لہذا توحید کا حکم دیا بقولہ۔ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَآ اُشْرِكَ بِہٖ تو کہدے کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی بندگی کرون اور اُس کے ساتھ کچھ شرک نہ کرون۔ پس ثابت کردیا کہ حکم فقط اللہ تعالےٰ عزوجل ہی کا ہے اور پیغمبر کو بھی تحریف وتبدیل کا اختیار نہین بلکہ حکم آلٰہی تعالےٰ بیان کردے اور بیٹا وجورو بنانا اور شریعت بنانا شرک ہے۔ اِلَیْہِ اَدْعُوْا اللہ تعالےٰ عزوجل ہی کی طرف مین بلاتا ہون نہ کسی غیر کی جانب۔ وَاِلَیْہِ مَاٰبِ اور اسی کی طرف مرجع ہے۔ ہر حکم وہر ثواب وعذاب کا مرجع اسی کے اختیار مین ہے۔ اسی قدر توحید کا اعتقاد ہے جسپر تمام انبیاء متفق ہین اور رہے اعمال وافعال عبادت تو وہ شرائع مین مختلف ہوتے آئے ہین اُن کی وجہ سے انکار نہین ہوسکتا چنانچہ توریت مین بعض چربی وشراب وغیرہ حرام تھی اور انجیل مین حلال ہوئی اور توریت مین جہاد فرض تھا چنانچہ حضرت موسےٰ ویوشع وسُلیمان و داؤد وغیرہم انبیاء علیہم السلام نے خوب خوب جہاد کیے جس سے انکار ممکن نہین ہے حالانکہ انجیل مین جہاد ممنوع ہوگیا پس یہ حکم اللہ تعالےٰ عزوجل کے اختیار مین ہے کہ اعمال شریعت جسطرح جس امت پر چاہے مقرر کرے اور توحید ومعرفت بالکل یکسان ہے اس مین اختلاف ممکن نہین ہے ف فی العرائس قولہ تعالےٰ قل انما امرت ان اعبد اللہ الآیہ۔ کمال استقامت ہے کہ ظہور انوار ربوبیت مین بدیدار حال عبودیت مستقیم رہے کیونکہ یہ ظہور درحقیقت مکر حقیقت ہے چنانچہ جس نے اپنے نفس مین عبودیت سے بجانب ربوبیت دیکھا وہ مشرک ہے کیونکہ دھوکے مین پڑگیا۔ شیخ ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ جو تیرے واسطے ہے اُس کو بالکل چھوڑ دے اور جو تجھ کو حکم دیا گیا اُس کو لازم پکڑ۔ شیخ ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عبودیت یہ ہے کہ حکم دہندہ کے مشاہدہ کے ساتھ حکم کی تعمیل کرے۔ شیخ ابن عطاء اور جنید رحمہما اللہ تعالےٰ نے کہا کہ کوئی شخص توحید کے درجات مین سے کسی درجہ پر نہین پہونچتا جب تک کہ ابتدائے حال مین حکم آلٰہی عزوجل کا پابند نہ ہو اور

یہ احکام فرض وواجبات وسنن ومستحبات کی بجاآوری ہے اور ہر حال مین فضل پر بھروسا کرے اور ادنےٰ درجات اجازت سے اعلےٰ درجات عزم پر ہمت کرے پس جب ابتدا مین اسطرح رہا تو آگے اللہ تعالےٰ اُسپر اپنا فضل کرتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اجازت سے عزم پر ہمت کرنے کی یہ مثال ہے کہ مثلاً موزے پر مسح کرنا رخصت واجازت ہے ولیکن پاؤن دھونا عزم واعلےٰ ہے پس لازم ہے کہ پاؤن دھووے کیونکہ یہ طہارت اتم واکمل ہے والاصل فیہ قولہ تعالےٰ وأمر قومک یاخذوا باحسنہا ساریکم دار الفاسقین۔ اب اللہ تعالےٰ عزوجل نے منکرین اہل کتاب ومشرکین کو سمجھایا بقولہ

وَکَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰہُ حُکْمًا عَرَبِیًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَھُمْ بَعْدَ مَا
اور یون ہی ہم نے اسکو نازل فرمایا حکم عربی اور اگر تو پیروی کرے اُنکی ہوائی باتون کی بعد ازانکہ

ع ۵ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا وَاقٍ ؑ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا
آچکا ہے تیرے پاس علم آلٰہی سے تو نہوگا تیرے لیے اللہ تعالےٰ سے کوئی ولی اور نہ بچانے والا اور بیشک ہم نے بھیجا ہے رسولون کو

مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَھُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّۃً ؕ وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ
تجھ سے پہلے اور کیے تھے اُنکے لیے جوڑے اور اولاد اور نہین ہوسکتا تھا کسی رسول کے لیے کہ

یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ ۝ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚۖ
لاوے کوئی آیت مگر اللہ تعالےٰ کی اجازت وحکم سے ہر مدت کے لیے تحریر ہے مٹا دیتا ہے اللہ تعالےٰ جو چاہے اور ثابت رکھتا ہے جو چاہے

وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ ۝
اور اسی کے پاس اُم الکتاب ہے

اوپر بیان فرمایا کہ اگلی کتابین اسی قرآن مجید کے موافق ہین توحید ومعرفت مین جو اصل ہے اور اہل عقل جنکو اگلی کتاب ملی ہے قرآن پاک کے نزول سے مسرور وخوش ہوتے ہین اور بعضے جہالت سے بسبب شریعت کے اختلاف کے کسی کسی بات کے منکر ہوجاتے ہین حالانکہ یہ افعال کا اختلاف ہر رسول کی رسالت مین پہلے بھی مطابق حکمت آلٰہی کے کسی قدر مختلف ہوا ہے ولیکن اصل توحید ورسالت ووحی مین وہی طریقہ سابق ہے چنانچہ فرمایا وَکَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰہُ حُکْمًا عَرَبِیًّا یعنے جیسے سابق احکام سریانی و عبرانی مین اُتارے تھے اسی طرح ہم نے اس حکم یعنے قرآن پاک کو عربی خالص اُتارا۔ پس اہل کتاب پر اسکا اتباع فرض ہے جبکہ انکو ہم نے اگلی کتاب بھی دیدی ہے اسی واسطے حدیث صحیح مین آیا کہ تین آدمیون کے لیے دونا ثواب ہے ایک اہل کتاب جو اگلی کتاب وپیغمبر پر ایمان لائے پھر سب کتابون کا سچا بتانے والا اور تحریف دور کرنے والا قرآن مجید اُترا اُسپر اور خاتم المرسلین پر ایمان لائے اور دوم مملوک جس نے اپنے آقا کی خدمت کی اور اللہ تعالےٰ کے احکام بجالایا اسکو دونا ثواب ہے اور سوم کسی مرد آزاد کے پاس لونڈی تھی اُس نے اُس کو اچھی طرح تعلیم دی پھر اللہ تعالےٰ عزوجل کے واسطے اُس کو آزاد کردیا پھر اُس سے نکاح کرلیا تو اس کے لیے دونا ثواب ہے۔ کما فی الصحاح۔ پس اس مین اہل کتاب کو فہمائش اور مشرکون کو ہدایت ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن پاک کا نزول کوئی نیا طریقہ نہین ہے چنانچہ یہود اور نصاریٰ کیسی خوشی کے ساتھ ایمان لاتے ہین مگر جو لوگ انمین سے دنیا کے لالچ سے اندھے وبہرے بنتے ہین وہ عداوت باندھتے ہین۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَھُمْ اور اگر اے محمد بالفرض تو انکی

نفسانی خواہشون کا پیرو ہوجاوے۔ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد ازانکہ تیرے پاس علم الٰہی آچکا ہے اور تو حق و باطل پہچان چکا ہے تو مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ تیرا کوئی متولی و بچانے والا اللہ تعالےٰ عز وجل کے عذاب سے نہین۔ اس کلام سے جاہل یہودیون اور اجہل مشرکون کا گمان توڑ دیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانو اور عداوت کرو تو باپ دادا کے طریقہ پر ہوجاوینگے۔ اور سب اہل عقل کو تعلیم ہو کہ جب ادنیٰ غور سے تمکو معلوم ہوگیا کہ دین توحید حق ہے تو اسکی مخالفت اگر بالفرض رسول کرتا تو کوئی اُسکا بچانے والا نہوتا تو تم کو بچانے والا کون ہوسکتا ہے۔ پس یہود کا زعم توڑ دیا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام و دیگر پیغمبران بنی اسرائیل علیہم السلام اپنے اللہ تعالےٰ کی رضامندی اور اسکی فرمانبرداری و محبت کرینگے اور اُس کے محبوب رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کرینگے اور تم فاسق لوگون کے وے بھی دشمن ہین اور تمام قدرت و طاقت اللہ تعالےٰ عز وجل ہی کو ہے اور نصارے کا گمان میٹ دیا کہ تم اپنے رب تبارک و تعالےٰ کی صفات پاک و توحید سے جاہل اور شرک مین گرفتار ہوا اور اُسکے محبوب رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم و اُسکے کلام پاک قرآن مجید سے منکر و دشمنی کرتے ہو تو رسول اللہ عیسےٰ علیہ السلام اپنے رب جل جلالہ واپنے بھائی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت مین تمہارا دشمن ہوگا اور جو خیالات باندھتے ہو محض جہل ہے تم نے نہ جانا کہ جو اللہ تعالےٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے مسئلہ۔ جو شخص جان بوجھکر خواہش باطل کی پیروی کرے اُسکو زیادہ عذاب ہے اسی واسطے حدیث مین اول جن لوگون سے جہنم بھڑکیگی تین فریق ہین ازانجملہ ایک عالم جس نے دنیا کے لیے علم سیکھا الحدیث۔ مسئلہ۔ علم وہ نعمت ہے جس سے رسول علیہ السلام پر منت رکھی گئی ہے۔ مسئلہ۔ جو کوئی اللہ تعالےٰ عز وجل کی فرمانبرداری چھوڑ کر ہوا و ہوس کے اعتقاد و افعال اختیار کرے اور زعم کرے کہ فلان بزرگ مجھکو بچالیوینگے جیسے نصرانی سمجھے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام یا رافضی سمجھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا کوئی سُنّی کسی پیر کو یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یا دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو تو یہ جہالت ہے بلکہ شرک و بد اعتقادی سے بچے اور ایسے اعمال پر نیت رکھے جس سے اللہ تعالےٰ عز وجل اپنے فضل سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یا دوسرے نیک بندون کی شفاعت اُسکو نصیب ہو۔ الحاصل سمجھا دیا کہ رسالت محمدی و نزول قرآن مجید و تعلیم توحید و اختلاف شریعت مثل سابق ہے اُس سے انکار کرکے جاہل مت بنو اور جان بوجھکر کفر و شرک کرکے عذاب الٰہی سے کسی طرح نہ بچوگے۔ اب اہل کتاب نے یہ الزام لگایا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک بیبیان بہت ہین چنانچہ تمام تعلیم توحید و معرفت صفات و علوم الٰہیہ و معجزات سب بھول گئے اور اس الزام پر جم گئے اور مشرکین عرب کہتے کہ رسول ہوتا تو فرشتہ ہوتا پس حق تعالےٰ نے سمجھایا کہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ اور بیشک ہم نے تجھ سے پہلے بہت رسول بھیجے ہین۔ سب کے سب آدمی تھے عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ کھاتے پیتے بازارون وغیرہ مین چلتے پھرتے تھے۔ کوئی فرشتہ نہ تھا اور اگر ہوتا تو آدمی کی شکل مین اسی لباس مین ہوتا اور ہر طرح کھانے پینے وغیرہ کے اعمال و مسائل اُن کو تعلیم دیتا اور استنجا کرنا و طہارت و تجارت وغیرہ سب قسم کے مسائل سکھلاتا لہٰذا قدرت الٰہیہ ہے کہ فرشتون کے لیے فرشتہ رسول کیا اور آدمیون مین اُنھین مین سے آدمی رسول بھیجے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا اور کردیے اُن کے لیے جوڑے یعنے مثل آدمیون کے اُن کے جوڑے عورتین کردین اور جیسے یہ مرد پاک تھے اسی طرح انکی عورتین بھی زنا و فواحش سے پاک بنائین۔ چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ایک بی بی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک بی بی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیبیان یا چھ تھین اور ابراہیم علیہ السلام کی دو اور داؤد و سلیمان کی

ننانوے اور زیادہ تھین۔ وَذُرِّيَّةً اور اولادین کردین چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بارہ اور اُن سے تمام بنو اسرائیل کرورون ہوئے۔ اور قولہ جعلنا لہم مین صریح دلیل ہے کہ یہ سب اللہ تعالےٰ عز وجل کے فعل پاک سے ہوا اور وہی بندون کے افعال کا خالق ہے جیسے اُس نے ان رسولون کو پیدا کیا ویسے ہی ان کو رسول کیا اور ویسے ہی انکے جوڑے کردیے اور ویسے ہی اُن کی اولادین پیدا کردین پس خالق نرالا وہی ہے کوئی مخلوق کسی چیز کی خالق نہین ہے پس فرشتہ نہین بھیجے کہ وے سب آدمیون سے الگ تھلگ نہ نکاح کرین اور نہ اولاد ہو اور نہ کھانے کی مشقت اور نہ نکاح کے احکام اور نہ اولاد کی پرورش حتے کہ کہنے والے کہتے کہ ہم کو یہ سب باتین مشکل بتاتے ہو اور خود کرنا پڑتی تو معلوم ہوتا اور آدمیون کے رسول مین سب امت کو یقین واثق ہے کہ ان شہوات و خواہشون مین درجہ اعتدال موافق حکم الٰہی بجالانے مین عجائب علوم و معارف حاصل ہوتے ہین۔ بالجملہ سلیمان علیہ السلام کے تین سو بیبیان اور سات سو چھوکریان تحت مین تھین پھر آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت مین چند پاک بیبیون سے کیون الزام لگا کر عقل سے جاہل بنتے ہو حالانکہ رات مین بیدار واللہ تعالےٰ عز وجل کی عبادت کرتے ہین کمال جوش اور دن مین روزہ دار رہنا اور نمازون کو نہایت خوبی سے قائم کرنا اور شریعت الٰہیہ جسکو نہایت شاق سمجھتے ہو اسپر قائم رہنا اور صدق و اخلاق حسنہ و تعلیم قرآن پاک اور مانند اس کے جو باتین اللہ تعالےٰ عز وجل کے محبوب اور نفس و شہوت انسانی پر شاق ہین سب پے تمام خوبی قائم تھے اور دنیاوی عیش و لذات سے بالکل کنارہ فرمایا تھا اور اموال و خزائن بے شمار سب تقسیم فرمادیتے تھے پھر کس درجہ حد سے بڑھی جہالت تم لوگون مین ہے کہ عقل سے بالکل اندھے ہوکر اپنے آپ کو جانورون سے بدتر خوار کرتے ہو اور نصرانیون سے تعجب ہے کہ تمام جہان کے فسق و فجور زنا و بدکاری وغیرہ کرین اور اپنے خیال سے عقیدہ بنالیا کہ عیسےٰ مسیح ہم لوگون کے لیے کفارہ ہوگیا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ سب کا خالق اور سب کے افعال کا خالق ہے جب اس کا غضب ہو تو کسی کے اختیار مین کوئی فعل نہین جو بچاوے۔ اور آخر یہی کیون نہ ہوا کہ وہ تم کو گناہ سے بچالیتا کہ کفارہ ہونے کی ضرورت نہوتی مگر یہ لوگ عقل سے بے بہرہ اور اللہ تعالےٰ کو بالکل نہین پہچانتے اور ہوا و ہوس کے پابند ہین مگر حواس بہت تیز دیے گیے ہین جیسے اکثر جانورون کو دیے جاتے ہین اسی واسطے غیر محسوسات سے بالکل انکار کرتے ہین اور حواس سے عجیب عجیب کام کرتے ہین اور عقلی دلائل و مضامین سے بالکل مبہوت ہوجاتے ہین الحاصل اللہ تعالےٰ عز وجل نے سمجھایا کہ ہم نے تجھ سے پہلے بہت رسول بھیجے وے فرشتہ نہ تھے بلکہ آدمی تھے اور اُن کے لیے ہمنے جورو ین و اولاد کردی تھین پس رسول کی جورو اور اولاد ہونے سے اُس کی رسالت مین فرق نہین آتا اور حق تو یہ ہے کہ اس سے کمال رسالت ہوتا ہے مگر بے عقل لوگ نہین سمجھتے ہین۔ حسن بصری رح نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تبتل سے منع فرمایا۔ رواہ ابن ماجہ والطبرانی وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ۔ تبتل کے معنے انقطاع پس بتول وہ مرد یا عورت جو سب سے الگ ہوجاوے اور جنگل وغیرہ مین تنہا بیٹھ رہے جیسے اگلے زمانہ مین راہب ہوتے تھے پس نکاح بیاہ وغیرہ سے منقطع ہوجاتے تھے اور یہ منع ہوا اور خصی و ہیجڑا ہونے کو بھی کبھی تبتّل کہتے ہین اور یہ کبیرہ گناہ ہے اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف میلان کو بھی تبتل کہتے ہین اور اس مین مضائقہ نہین بلکہ محبوب ہے جبکہ شریعت سنت پر قائم رہے اور عورت کو طلاق دینے مین جو لفظ بتلہ مستعمل ہے وہ بھی انقطاع کے معنے مین ہے اور واضح ہو کہ ہندوستان مین اگر

کوئی شخص عورت کو بتلہ کہے تو اس سے طلاق بدون نیت کے نہ ہوگی اگرچہ عرب کی زبان مین وہ معروف ہوگیا تھا اور قولہ تعالے تبتل الیہ تبتیلا۔ مین مراد اللہ تعالے عز وجل کی طرف رجوع اور ماسولے اس کے دنیا سے انقطاع ہے اور یہ مرغوب و محبوب ہے پس اسلام مین جو ترک دنیا کا لفظ بولتے ہین وہ بھی طریقہ سنت ہے کہ سب کام کرے مگر دل سے سولے اللہ تعالے عز وجل کے کسی سے تعلق نہو فافہم۔ سعد بن ہشام نے کہا کہ مین حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مین حاضر ہوا اور مین نے عرض کیا کہ مین چاہتا ہون کہ تبتل اختیار کرون فرمایا کہ ایسا مت کر کیا تو نے نہ سنا کہ اللہ تعالے عز وجل فرماتا ہے ولقد ارسلنا رسلا من قبلک۔ الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ۔ اور کثرت سے احادیث نکاح کی ترغیب اور تبتل سے ممانعت مین وارد ہوئی ہین۔ مسئلہ۔ علماے حنفیہ کے نزدیک جب آدمی کو جوش اشتیاق ہو تو اس پر نکاح کر لینا واجب ہو جاتا ہے اور جس کو مہر وغیرہ کی طاقت نہ ہو اُس کو روزے رکھنا چاہیے۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سات اولاد ہوئین تین لڑکے اور چار لڑکیان اس ترتیب سے کہ حضرت ام المومنین خدیجہ بنت خویلد اول بی بی سے اول قاسم پیدا ہوا جس سے آپ کی کنیت ابو القاسم ہے پھر زینب پیدا ہوئی پھر رقیہ پیدا ہوئی اور یہی دونون حضرت عثمان ذی النورین کے نکاح مین مری ہین پھر سیدۃ النساء فاطمہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح مین بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چھ مہینہ زندہ رہ کر مری ہین پھر ام کلثوم پیدا ہوئی پھر عبداللہ طیب پھر طاہر اور مصری ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم پیدا ہوئے اور سولے سیدۃ النساء کے سب نے آپ کی حیات مین انتقال فرمایا۔ پھر اللہ تعالے عز وجل نے اپنی قدرت کاملہ ومشیت پر ایمان لانے کی تعلیم فرمائی لقولہ۔ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ۔ یعنے کسی رسول کو یہ قدرت نہین کہ کوئی معجزہ لاوے الا اس صورت مین کہ اللہ تعالے عز وجل کا حکم ہو پس جب اُس نے چاہا اسی وقت رسول کے ہاتھون وہ معجزہ ظاہر ہوگیا اور یہ فضیلت رسول کو عطا ہوئی اور یہی حال اولیاء کی کرامت مین ہے کہ ان مین سے کوئی کچھ نہین کر سکتا حتی کہ خواہش بھی نہین کر سکتا مگر جب اللہ تعالے جل شانہ چاہتا ہے تو یہ بندے بھی دعا کرتے ہین اور اُن کے ہاتھون کرامت کا ظہور ہوتا ہے۔ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ یعنے ہر امر جسکو اللہ تعالے نے مقدر فرمایا ہے اسکے جاری ہونے کا وقت لکھا ہوا ہے یا ہر وقت جس مین کوئی بات ہونے والی ہے وہ مقدر وقت ہے۔ پس اس حکمت بالغہ سے انکو آگاہ کیا تاکہ عقل کی راہ پر آوین اور اپنے نفس کو پاک کر کے جنت کے لائق بناوین اور رسول سے توحید ومعرفت رب تبارک وتعالے حاصل کرین اور رسول اس لیے نہین ہے کہ اس سے کھیل کرین اور معجزات مانگین کہ یہ ہو جاوے اور وہ ہو جاوے کیونکہ انکے چاہنے پر نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالے عز وجل کی حکمت بالغہ مین ہر چیز مقدر ہے حتی کہ یہ دعوے کرنا بھی جہالت ہے کہ یہ معجزہ لاؤ تو ہم ایمان والے ہو جاوین کیونکہ اللہ تعالے جل شانہ نے مقدر نہین فرمایا تو ہرگز نہونگے اگرچہ کل آیات لاوے اور اگر ایمان مقدر ہے تو بلا معجزہ ہو جاوینگے اور اسی وقت ہون گے جو وقت لکھا گیا ہے اور یہ بھی سمجھا دیا کہ فی الحال جو تم کفر کر کے عذاب مانگتے ہو یہ بھی وقت مقدر پر ہوگا لیکن انتہائے وقت اسکا تمھاری موت ہے اور اسکو دور مت سمجھو اور ڈرو کہ اسوقت ایسے عذاب مین پڑو گے کہ سارے حواس کی تیزی اور علمون کا ایجاد کرنا سب خاک مین ملجاویگا اور اسوقت تم مہلت مین ہو اور غور سے دیکھو کہ تم کو سوائے معرفت وتوحید ونیک اخلاق کی کوئی بری بات نہین سکھلائی جاتی ہے پس خوبی کو چھوڑ کر ایسے عذاب مین پڑنا بالکل وحشت وحماقت ہے

اجل سے مراد موجود کا زمانہ یا خود موجود ہے یعنے زمانہ مقدر مکتوب ہے یا موجود مقدر ہے جس زمانہ مین ہوگا ظاہر ہوگا اس مین کمی بیشی نہ ہوگی اور کتاب ایک امر اسرار الٰہیہ مین سے ہے اور وہ لوح محفوظ سے تعبیر کی جاتی ہے اور اس قدر عقل مین آسکتا ہے کہ اس مین صفت کتابت وتحریر ہے اور اس سے زیادہ کتابت کی کیفیت وقیاس واٹکل نہین ہو سکتا کیونکہ جب آدمی کے اندر روح کی کیفیت مخفی ہے اور سمر یزم کی کیفیت خیال مین نہین سماتی ہے تو جہان خیال کبھی نہین پہونچا اس کی کیفیت اپنے حواس سے دریافت کرنا یا کوئی صورت سمجھ لینا جہالت ہے۔ يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ۔ الایۃ۔ یعنے اللہ تعالے عز وجل قادر مختار ہے اور مخلوق اگرچہ اپنی عقل سے اتنا جانتا ہے کہ اللہ تعالے عادل کریم رحیم وقاہر شدید العذاب ہے پس اُس کی پاک صفات مین کوئی عیب ممکن نہین ہے ولیکن کسی واقعہ کی نسبت یہ نہین کہہ سکتا ہے کہ اس مین کیا حکمت ہے کیونکہ اللہ تعالے عز وجل کا علم محیط وحکمت غیر متناہی اور کامل ہے اس کا ادراک بشر کی مجال سے باہر ہے اور چونکہ یہ آیت خاص اسرار صفات سے متعلق ہے اور بشر کسی حال مین اُس کی ماہیت نہین سمجھ سکتا البتہ جسقدر نفس پاک وروح کا انکشاف اور عقل کی تجلی ہو اسی قدر اسپر یقین واُس کے انوار صدق سے اطمینان ہوگا اسی واسطے علماے سلف صالحین کو اس کے سمجھانے مین دقت ہوئی اور مختلف اقوال اُن سے مروی ہین پس اول مترجم ایک بات بطور تمہید کے ذکر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ علم الٰہی سبحانہ تعالے قدیم وپاک ہے وہ کسی وقت کسی حال مین نعوذ باللہ جاہل نہ تھا اسی واسطے رافضی فرقہ کا گمان مردود ہے جو کہتے ہین کہ اللہ تعالے عز وجل کو بھی کوئی بات ظاہر ہوئی پھر دوسری بات ظاہر ہوئی تو دوسری کے موافق ہوا پھر تیسری وچوتھی حتے کہ بعضے لوگ ان مین سے زعم کرتے ہین کہ بعد کو نبوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے ظاہر ہوئی اور یہ سب کفر وجہالت ہے بلکہ حق صریح وعقل صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالے علیم حکیم قدیم ہے جو اس کا علم ہے سب صحیح اور وہ کبھی جاہل نہ تھا۔ اور جو اس نے مقدر فرمایا وہ حق ہے اور ہر ایک چیز کے لیے وقائع ہین پس کبھی کوئی آدمی یہودی یا نصرانی یا بت پرست ہوتا ہے اور اسی اعتقاد کے موافق کام کرتا ہے پھر اس کو معرفت توحید وراہ عقل نصیب ہوتی ہے پس جو افعال گناہ ومعصیت کے پہلے سرزد ہوئے تھے اللہ تعالے عز وجل انکو محو فرماتا ہے اور بجائے انکے نیکیان کر دیتا ہے اور یہ سب مقدر تھا اور اس سے ظاہر ہوا کہ درحقیقت اس شخص کے لیے سعادت مقدر تھی اور ظاہر مین شقاوت تھی پس شقاوت اللہ تعالے جل شانہ نے محو فرمائی اور سعادت لکھی اور یہ وقت مقرر پر ہوا اور اعمال کفر وجہالت کے اللہ تعالے عز وجل نے محو فرمائے اور بجائے ان کے نیک اعمال بدل دیے حالانکہ مثلا ایمان سے دس سال پہلے کسی مہینہ کے کسی روز کسی وقت مین اس نے حضرت عیسے علیہ السلام کو بیٹا کہنے مین مبالغہ کیا یا بت کو سجدہ کیا تھا یا اور کوئی فعل گناہ کا کیا تھا اور اب دس برس بعد اللہ تعالے عز وجل نے اپنے فضل ورحمت سے اس کی برائیان بدلکر نیکیان کر دین تو اسی وقت پر تبدیلی واقع ہوئی اور اس مین نہ مقدر کے خلاف اور نہ علم الٰہی کی تبدیل ہے اور نہ کوئی تغیر ہے۔ اب مین روایات کو لکھتا ہون حضرت مجاہد رحہ سے مروی ہے کہ نزول اس کا قریش کی تہدید کے لیے ہے کہ ہم جو چاہین کرین اور کہا کہ اللہ تعالے عز وجل ہر رمضان مین دوسرے رمضان تک جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے پس جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے بندون کے رزق ومصائب وانعامات اور مقسومات سے۔ اور شیخ ابن کثیر رحہ نے ذکر کیا کہ ضحاک بن مزاحم نے فرمایا کہ قولہ لکل اجل کتاب۔ یعنی لکل کتاب اجل اور مین کہتا ہون کہ لکل اجل کتاب سے بھی یہی معنے حاصل ہین اور توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالے عز وجل نے دنیا کے لیے زمانہ مقرر فرمایا

اور ہر زمانہ کے لیے ایک کتاب مقرر فرمائی پس وہ کتاب آسمان سے نازل فرمائی اور اُس کی مدت وہی ہے جو اللہ تعالے نے رکھی ہو پس جب دوسرا زمانہ آیا جو علم الٰہی مین دوسری کتاب کے لیے مقدر ہے تو پہلی کتاب مین سے جو چاہا وہ محو فرمایا اور جو چاہا ثابت رکھا یہان تک کہ جب قرآن پاک کا زمانہ آیا تو اگلے کتب توریت وانجیل کو منسوخ فرمایا اور قرآن مجید کو مستقل نازل فرمایا پس جو کچھ اہل کتاب واحزاب اُس کے نزول مین پاتے ہین وہی قیامت تک رہیگا اور اگلی کتابون سے جہان تک اُسکے موافق یا دین وہ ثابت رکھا گیا اور جہان اُن مین مخالف ہے وہ منسوخ ومحو کر دیا گیا۔ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت۔ اللہ تعالے جلشانہ جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ اور اس کے پاس ام الکتاب ہے جسمین اگلی کتابین سب موجود ہین اور قرآن پاک بھی موجود ہے وہان کچھ نسخ وتغیر وتبدیل نہین ہے اور اس مین ہر زمانہ کے لیے ایک کتاب ہے پس جسقدر زمانہ گذرے جہان تک محدود زمانہ کے لیے جو کتاب اللہ تعالے عزوجل نے ام الکتاب مین مقرر فرمائی تھی وہ اس زمانہ مین نازل اور ثابت رہی پھر ام الکتاب مین دوسرے محدود زمانہ کے لیے دوسری کتاب نازل ہوئی جیسے زمانہ حضرت موسے علیہ السلام سے زمانہ بعثت حضرت عیسے علیہ السلام تک توریت رہی پھر زمانہ حضرت عیسے علیہ السلام آیا تو توریت مین سے کچھ محو فرمایا اور کچھ ثابت رکھا اور انجیل مین جو احکام چاہے وہ ثابت فرمائے لہذا حضرت عیسے علیہ السلام سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک وہی رہا پھر زمانہ خاتم المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم آیا تو اگلی اُمتون کی نحوست وبد دیانتی سے اگلی کتابین جو انھون نے اپنی بداعمالیون سے تحریف کر دی تھین منسوخ فرمائین اور نہایت اعلے معارف وکمال تقوے کے علوم اس قرآن پاک مین نازل فرمائے۔ پس نسخ کے یہی معنے ہین کہ اللہ تعالے عزوجل نے ام الکتاب مین جو احکام یا کوئی حکم ایک زمانہ کے لیے محدود فرمایا وہ اس وقت تک رکھا پھر دوسرے زمانہ کے لیے دوسرا حکم جو ام الکتاب مین ہے نازل فرمایا چنانچہ توریت مین شراب حرام وبعض چربی واونٹ کا گوشت حرام تھا اور جس کپڑے پر نجاست جہان لگجاوے اُسکو کتر ڈالنا فرض تھا اور جہاد کافرون پر اس طرح فرض تھا کہ بعد فتح کے ان سب کو قتل کر ڈالو اگرچہ اطاعت کا اقرار کرین اور اموال غنیمت کو دفن کر دو اور مانند اس کے سنیچر کے روز کوئی کام نہ کرو خالی عبادت کرو پھر انجیل مین سب حلال ہوگئے اور جہاد منسوخ ہوا اور نمازون کی اوقات مین کمی ہوگئی صرف صبح وشام کے دو وقت رہے ولیکن ان امتون یعنے یہودیون ونصرانیون نے اپنی کتابون کو تحریف کر ڈالا اور ان مین عجیب عجیب تغیرات کیے پس یہ حالت نہایت بدتر ہوگئی کیونکہ گناہ کرنا اور کتاب پر نہ چلنا بڑا گناہ تھا اور یہ بے انتہا ہو گیا کہ کتاب ہی کو اپنی خواہش کے موافق تبدیل بدل کر لیا پس اصلی حکم ہی نہ رہا لہذا اللہ تعالے عزوجل نے بنو اسرائیل کو مغضوب علیہم والضالین کر دیا اور نبوت کا خاتمہ بنو اسمٰعیل مین عطا فرمائی اور تمام معارف الٰہیہ واحوال آخرت جس مین عقل بذات خود کچھ نہین جان سکتی بدون اس کے کہ اللہ تعالے جل شانہ آگاہ فرماوے انکو ایسے طور پر نازل فرمایا کہ ادنے سمجھ والے کو ذرا بھی شک نہین ہو سکتا کہ یہ شخص جسپر نازل فرمایا اللہ تعالے کا رسول ہے کیونکہ وہ محض اَن پڑھ اور اس کی قوم بالکل جاہل جس مین کبھی کوئی رسول نہین گذرا اور بنو اسرائیل کے اہل کتاب برابر تصدیق کرتے ہین کہ ہان یہی اگلی کتابون مین نازل ہوا ہے اور یہی معرفت وصفات الٰہی واحوال آخرت توریت وغیرہ مین بیان ہوئے ہین جنکی زبان عبرانی وسُریانی تھی پس مشرکین کا انکار عجب حماقت تھی اور اہل کتاب مین سے بعضے احزاب جملہ معارف وصفات واحوال آخرت مین تصدیق کرتے تھے

اور یہی اُن کی تصدیق کے لیے کافی تھا ولیکن دنیاوی لالچ سے صرف یہ بہانہ نکالا کہ اعمال ہاتھ پاؤن کے ادا کرنے والے نماز روزہ وغیرہ مین فرق ہے پس اللہ تعالے عزوجل نے سمجھایا کہ جو امور تم شرک کرتے ہو اُس سے بیزاری ہے اور ہر کتاب ایک معین زمانہ کے لیے تھی اللہ تعالے جل شانہ ہر زمانہ کے لیے جو چاہتا ہے احکام حلال وحرام سے محو فرماتا اور جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے اور ام الکتاب جس میں آخر زمانہ تک کے واسطے سب لکھا ہوا ہے وہ اسی کے پاس ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ معنے اظہر واوضح ہین اور شیخ ابن کثیر مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ابن عباس کی اقوے طرق یعنے علی بن ابی طلحہ سے روایت کی کہ ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ یمحو اللہ ما یشاء یعنے جو چاہتا ہے اپنے علم سے تبدیل فرما کر منسوخ فرماتا ہے۔ ویثبت۔ اور جو چاہتا ہے نہین تبدیل فرماتا ہے۔ وعندہ ام الکتاب۔ یعنی ناسخ ومنسوخ دونون اُسکے علم ام الکتاب مین ہین قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قولہ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت۔ بمانند قولہ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا الآیہ ہے یعنے مانند قول ضحاک کہ اللہ تعالے عزوجل نے جو کتاب آسمان سے اُتاری اسکی ایک مدت اللہ تعالے کے نزدیک مقرر تھی کہ یہ احکام عملی اس مدت تک جاری ہین پھر دوسری کتاب اُتاری اور اپنی مشیت وحکمت بالغہ سے اس زمانہ کے لیے جو احکام چاہے تبدیل فرمائے اور جو چاہے باقی رکھے یہان تک کہ کل کتابین سابقہ اس قرآن مجید سے منسوخ فرمائین اور ختم کر دیا کہ اب آیندہ قیامت ہی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر مطابق ومناسب سیاق وصریح کلام ہے اور اس سے مشرکین عرب وکفار اہل کتاب دونون کو تفہیم فرمائی کہ امر آخرت کی راہ مستقیم عقل پر مشکل ہے پس اپنے فضل سے انبیاء بھیجے اور یہ آدم سے لیکر شروع ہوا اور شرائع نازل فرمائے اور توحید وصفات مین سب انبیاء علیہم السلام کی ایک تعلیم تھی اسمین کچھ بھی فرق نہین ہے اور اعمال وشرائع ہر زمانہ کے لوگون کے مناسب کچھ مختلف فرمائے پس کوئی شخص تم مین سے احمق وجاہل نہ بنے اور یہ نہین سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالے عزوجل نے کبھی ایک امر کا حکم دیا پھر اسمین کچھ نقص کی وجہ سے دوسرا حکم دیا بلکہ اللہ تعالے خالق عزوجل ہر ایک چیز کے آغاز وانجام وماہیت کو بعلم قدیم جانتا ہے اور جو پہلا حکم تھا وہ حکمت کاملہ سے ایک زمانہ معین کے لیے تھا پھر دوسرا حکم دوسرے زمانہ کے لیے پہلے سے مقرر تھا اور وہ سب ام الکتاب مین مذکور ہین پس زمانہ توریت اسوقت ختم ہو گیا جب انجیل نازل فرمائی اور انجیل کا زمانہ اسوقت ختم ہو گیا جب قرآن مجید نازل فرمایا پس اعمال کے اختلاف کی وجہ سے قرآن پاک وخاتم المرسلین سے انکار کرنا محض جہل ونادانی ہے۔ اب مترجم کہتا ہے کہ یہ محو واثبات تو ایسے احکام مین ہے جو اعمال جوارح واعضائے جسم سے متعلق ہین اور یہ تمام انواع مکلفین کے لیے عام ہین اور رہا یہ بیان کہ خاص خاص افراد یا دیگر اقسام کے احکام مین بھی محو واثبات ہوتا ہے یا نہین تو یہ ایک قسم کا استنباط بطریق اشارہ ہے اور بعض علمائے سلف سے یہ اشارات کچھ مروی ہین لیکن غالباً راوی کو فہم مراد مین اشکال ہوا اور مقصود کو ادا کرنے مین تکلف ہوا اگرچہ مین چند اقوال جو شیخ ابن کثیر وغیرہ نے لکھے ہین ذکر کرتا ہون قال البیضاوی قولہ تعالے لکل اجل کتاب۔ ہر ایک وقت وزمانہ معین کے لیے ایک کتاب ہے بندون کے لیے احکام لکھے گئے جو بندون کی بہتری کی اقتضاء پر رہے۔ ایسا ہی معالم وسراج وکبیر وغیرہ مین ذکر کیا اور مترجم کہتا ہے کہ بمقتضائے اصلاح عباد کا لفظ جو بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا غالباً یہ کشاف کی تبعیت مین واقع ہوا اور مترجم کہتا ہے کہ اکابر علمائے حق وفقہائے ربانی کے کلمات کے موافق تحقیق مقام یہ ہے کہ ہر ایک اُمت کے لیے جو کتاب نازل فرمائی وہ مشیت کے موافق تھی اور یہ ضرور نہین ہے کہ ہر ایک سے منزلت ومرتبہ معرفت یکسان ہو اور اس سے یہی مراد ہے کہ اللہ تعالے عزوجل علیم وحکیم قادر مختار ہے پس اگر توریت کے

احکام مین بحکم قوله فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم کل ذی ظفر الآیہ تشدید فرمائی اور انجیل والون پر آسانی کی پس باکثر اہل توریت نافرمانی مین ناقص رہے اور اہل انجیل باوجو آسانی کے گمراہ ہوئے اور باوجود اس سب کے انتہاے عروج اور ثواب کم رکھا تو یہ مشیت واختیار مطلق اپنی مخلوقات پر ہے اور دلیل اسپر حدیث صحاح ہے جس مین یہ مضمون ہے کہ یہود ونصارے نے عصر تک کام کیا اور مزدوری کم پائی اور اہل توحید نے عصر سے غروب تک کام کیا اور مزدوری بہت پائی پس اول نے شکایت کی تو جواب پایا کہ تمھاری مزدوری مقرر مین کچھ ظلم کیا گیا تو کہنے لگے کہ نہین تو حکم ہوا کہ پھر مالک کو اختیار ہے کہ اُس نے عصر سے غروب تک والون کو جو چاہا دیا۔ پس جس امت پر جو احکام مقرر فرمائے وہ اس مشیت کے موافق تھے جو اس امت کی نوع بلکہ ہر ایک فرد کے انجام سے چاہا گیا جسے کہ مثلاً زید نے یہودیت ماننے سے انکار کیا تو صرف اس جوش خواہش سے جو اُس کے نفس مین دربارہ دلی اختلاط عورتون وچھوڑ گے گوشت وشراب کے تھے جس سے یہودیت پر قیام ممکن نہ تھا یا نصرانیت سے انکار بوجہ عدم اتباع سنت حضرت عیسے علیہ السلام کے یا مثلاً اسلام وتوحید سے نیچر اس وجہ سے انکار کرتے ہین کہ شراب کا شوق ودنیاوی زندگی مین ہوا وہوس کی آزادی وآرایش اُن کے نفوس مین ایسے جوش کے ساتھ ہے کہ ترک اسلام ان کو کچھ ناگوار نہین بلکہ نہایت مرغوب ہے اور چونکہ قدرت صنعت الٓہیہ اس جسم وروح وعقل مین عجیب ہے کہ جب تک جسم کی پرورش اپنی خواہش سے ہو روح وعقل پر تاریکی کا پردہ ہوتا جائیگا جسے کہ بحکم قوله ختم اللہ علے قلوبہم وعلے سمعہم الآیہ اور قوله صم بکم عمی الآیہ۔ اور قوله لہم قلوب لایفقہون بہا الآیہ۔ بالکل عقل واُسکے علوم سے بلید اور کند ذہن ہوکر حواس کے قوی وتیز ودستکار وصناع ہوجاتے ہین چنانچہ یہ کتابین معقولات سامنے موجود ہین جسطرح چاہو بڑے مشہور نیچر یا بڑے مشہور یورپی دانشمند کا امتحان کرلو اور اگر وے لوگ جسم کو موافق اتباع شریعت کے تروتازہ کرتے تو کچھ مضر نہوتا اور عقل سے بے بہرہ نہ ہوتے۔ اور اہل الیقین کے لیے اس واقعہ کی خبر بطور معجزہ کے احادیث مین حضرت مخبر صادق علیہ السلام نے اول سے دیدی تھی چنانچہ صحاح کی حدیث مین ہے کہ آخر زمانہ مین نصرانی روے زمین پر سب سے زیادہ ہونگے اور انکو مال واولاد اور کثرت مین سب پر غلبہ ہوگا۔ اور دوسری حدیث مین موجود ہے کہ اسوقت روے زمین کے بادشاہ گونگے بہرے ہونگے۔ یعنے حواس کے سواے عقل واُس کی نور سے بالکل غافل ہونگے اور اس کی تاویل اسطرح ظاہر ہوئی جیسے دیکھتے ہو کیونکہ بظاہر اُس زمانہ والون کو تردد ہوتا ہوگا کہ گونگے بہرے لوگ کیونکر سب پر غالب ہوسکتے ہین اب ظاہر ہوا کہ حواس کی تیزی سے آلات حرب وکلین وغیرہ پیدا ہوئین باوجودیکہ عقل کی یہ کیفیت ہے۔ اور حدیث صحیح مین آخر زمانہ کے حال مین مذکور ہے کہ لوگ اسوقت مین مال کو ہر طرح کھینچنے اور لے لینے مین حریص اور نفس کی خواہشون کی آرائش وپورا کرنے مین مطیع ہونگے اور ہر آدمی اپنی رائے پر نازان ہوگا یعنے اللہ تعالے عزوجل واُس کے رسولون کی نصیحت واخبار وآیات سے اور عقلاء وحکماے سابقین کے اقوال سے بے پروائی وانپر نکتہ چینی ہوگی اور اپنی رائے پر ناز ہوگا مترجم اپنے رب تبارک وتعالے عزوجل سے اپنے لیے ومومنون کے لیے ان فتنون سے پناہ مانگتا ہے۔ اور یہ مضامین درمیان مین جمل معترضہ واقع ہوئے پھر مین سلف کے اقوال جو اس آیت کے اشارات مین مین نقل کرتا ہون۔ سعید بن جبیر نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی حق تعالے اپنے علم غیب سے ایک سال کی تدبیر فرشتون کو رمضان سے رمضان تک دیتا ہے پس جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے اثبات کرتا ہے سواے شقاوت وسعادت وموت وحیات کے کہ انسے یک قلم فراغت ہوچکی ہے۔ مترجم

کہتا ہے کہ قوله تعالے اللہ یعلم ما تحمل کل انثی وما تغیض الارحام الآیہ کی تفسیر مین گزر چکا کہ پیٹ کے اندر روح پھونکتے وقت فرشتہ کو آگاہ فرمادیتا ہے۔ ایسا ہی قول مجاہد رح سے مروی ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ یہ باتین متغیر نہین ہوتی ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اکثر لوگون مین مشہور ہے کہ شعبان کی رات پندرہ تاریخ یعنے شب برات کو ہر بندہ کے سال بھر کے اعمال وارزاق وموت وحیات لکھی جاتی ہین اور امام ترمذی کی حدیث سے جس کی اسناد ضعیف ہے استشہاد کیا جاتا ہے اور اصح یہین رمضان کی شب قدر معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم وعلے ہذا ہر رمضان مین شب قدر ضرور ہوتی ہے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اور شاذ قول اُسکے خلاف ہے فافہم۔ اور منصور نے کہا کہ مین نے مجاہد رح سے دریافت کیا کہ اگر ہم مین سے کوئی دعا کرے کہ اے رب ہمارے اگر میرا نام تونے اہل سعادت مین لکھا تو ثبت فرماوے اور اگر تونے اہل شقاوت مین لکھا تو محو فرماکر اہل سعادت مین لکھدے تو فرمایا کہ ہان ایسی دعا اچھی ہے پھر مین ایک سال یا اس سے زیادہ کے بعد اُن سے ملا اور مین نے یہی مسئلہ اُنسے دریافت کیا تو آپ نے دو آیتین قوله تعالے انا انزلناہ فی لیلة مبارکة الآیتین پڑھین اور کہا کہ اللہ تعالے عزوجل شب قدر مین ایک سال کی تدبیر کا جو ہر ایک کے رزق یا مصیبت کے متعلق ہین حکم فرماتا ہے پس جو چاہتا ہے تقدیم وتاخیر کرتا ہے ولیکن سعادت وشقاوت تو وہ ثابت ہے اسمین تغیر نہین ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اول مرتبہ منصور نے اُنسے صرف دعا کرنا پوچھا تو آپ نے جائز فرمایا اور یہ صحیح ہے کیونکہ بندہ کو اپنے حال کی عاجزی واللہ تعالے عزوجل کی ہر طرح قدرت واُسکے غضب سے پناہ واُس کی رضا کی درخواست کرنا بہتر ہے پس بہت ثواب پاویگا انشاء اللہ تعالے اگرچہ مقدر الٓہی تعالے جو اُسکے حق مین ہے وہ نہ بدلے ولیکن قدرت الٓہی ہر طرح ثابت ہے اور دوسری مرتبہ شاید یہ پوچھا کہ کیا اس دعا سے سعادت وشقاوت بدل جاتی ہے تو اس سے انکار کیا اور کہا کہ اس مین تغیر نہین ہوتا ہے اور واضح ہو کہ یہ دعا بھی انابت بجناب باری تعالے ہے پس صدق الیقین وکمال ایمان سے اس دعا کا کرنے والا خود اہل سعادت سے ہوگا وقد قال تعالے ویہدی الیہ من اناب۔ اور جسکے حق مین شقاوت ہی وہ یہ دعا ہی نہین کریگا۔ اور اہل السنة کا اجماع ہے کہ آدمی خود مختار وموجد وخالق افعال نہین ہے پس ہوشیاری وعقل سے سمجھنا چاہیے اور صفات الٓہی عزوجل مین عقل کی مجال تنگ ہے فافہم۔ اعمش رحمة اللہ علیہ نے شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ بہت کثرت سے اسطرح دعا کرتے کہ اللہم ان کنت کتبتنا اشقیاء فامحہ واکتبنا سعداء وان کنت کتبتنا سعداء فاثبتنا فانک تمحو ما تشاء وتثبت وعندک ام الکتاب۔ یعنے اے رب ہمارے اگر تونے ہم کو اشقیاء لکھا ہی تو اے رب اُسکو محو فرماوے اور ہم بندون کو سعداء لکھدے اور اگر تونے ہم کو سعداء لکھا ہے تو اسکو برقرار وثابت رکھیو اے رب ہمارے تو جو چاہتا ہے محو فرماتا ہے اور جو چاہے ثابت فرماتا ہے اور تیری قدرت مین ام الکتاب ہے رواہ ابن جریر۔ اور ابو عثمان النہدی رح نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ معظمہ کا طواف کرتے اور روتے جاتے اور رو رو کر یہ کہتے جاتے اللہم ان کنت کتبت علے شقوة او ذنبا فامحہ فانک تمحو ما تشاء وتثبت وعندک ام الکتاب واجعلہ سعادة ومغفرة۔ اے رب میرے اگر تونے کوئی شقاوت یا کوئی گناہ مجھپر لکھا ہے تو اسکو محو فرمادے کہ تو جو چاہے محو فرماتا ہی اور جو چاہے ثابت رکھتا ہی اور تیری ہی قدرت مین ام الکتاب ہی پس اسکو سعادت اور مغفرت کردے۔ رواہ ابن جریر۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی دعا کرنا صحیح ہوا ہے۔ اور ابن جریر رح نے کہا کہ حدثنی حجاج حدثنا خصاف عن ابی حمزة عن ابراہیم ان کعبا قال لعمر بن الخطاب یا امیر المومنین لولا آیة فی کتاب لانباتک بما

ہو کائن الے یوم القیامۃ قال وما ہے قال قول اللہ تعالے یمحوا اللہ ما یشاء الآیہ ۔ یعنے کعب احبار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر کتاب الٰہی میں یہ آیت یعنے قولہ یمحوا اللہ ما یشاء الآیہ نہوتی تو میں آپ کو قیامت تک کے واقعات سے آگاہ کرتا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ ان اقوال کے معنے یہ ہیں کہ مقدرات میں سے اللہ تعالے عز وجل جو چاہتا ہے منسوخ فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے ۔ اور لکھا کہ اس قول کی تقویت کبھی اس حدیث سے لیجاتی ہے جو امام احمد وغیرہ نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی آدمی بسبب گناہ کے جو اُس کو پہونچ جاتا ہے رزق سے محروم رہتا ہے اور مقدر کو کوئی چیز نہیں پھیرتی سوائے دعاء کے اور عمر میں کوئی چیز نہیں بڑھاتی سوائے نیکوکاری کے ۔ رواہ النسائی وابن ماجہ ایضاً ۔ اور صحیح میں ثابت ہوا کہ صلۃ الرحم عمر کو بڑھاتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ دعاء و قضاء دونوں آسمان وزمین کے درمیان معتلج رہتی ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اصل مسئلہ تقدیر کا ہے اور میں نے بارہا حدیث کا حکم نقل کردیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کے اندر خوض کر کے کوئی امر اپنی عقل میں فیصلہ کر لینے سے سخت زجر کے ساتھ منع فرمایا اور میں نے اس پر عقلی دلیل بھی ذکر کی کہ تقدیر جب علم وحکمت الٰہیہ ہے اور وہ عین صفت جناب باری تعالے لاانتہاء بلکہ انتہاء ولا انتہاء دونوں سے بلند تر ہے تو مخلوق کی عقل مخلوق میں یہ کہاں تاب وطاقت ومجال ہے کہ صفات باری کو محیط ہو جاوے اور اسکی کُنہ دریافت کرے حالانکہ اگر کسی ہمجنس آدمی کے سامنے جو قصبہ کا رہنے والا ہو گھڑی کے پرزے علحدہ کر کے ڈال دیے جاویں تو وہ اُس کی ترکیب وترتیب سے جاہل ہوگا حالانکہ یہ اسی کے جنس کے آدمی نے بنائے ہیں اور بہت کثرت سے احادیث وآیات صحیحہ میں صریح بیان ہے کہ انجام مقدر میں تغیر نہیں ہے اور رہا یہ سوال کہ پھر یہاں جو احادیث آئی ہیں انکو کیونکر سمجھیں تو جواب یہ ہے کہ انہیں جو حکم تم کو دیا گیا کہ مثلاً گناہ نہ کرو اور اللہ تعالے عز وجل سے دعا بہت مانگو اور نیکی وصلۃ الرحم کرو انکو بجالاؤ اور دوم یہ کہ ان احادیث میں یہ بیان نہیں ہے کہ قضاء وقدر ٹل جانے کے لیے دعاء اس شخص سے صادر ہوگی یا نہیں کیونکہ جب وہی مقدر ہوگا تو دعاء کا وجود ہی نہوگا اور جب دعاء کا وجود ہوگا تو وہ آخری مقدر ہی نہ ہوگا جیسے قوم یونس پر دنیا میں عذاب الخزی کا وقوع مقدر نہ تھا اور گناہ سے رزق میں کمی درواقع مقدر تھی پس لامحالہ گناہ کا صدور ہوا اور بیان کا فائدہ فقط معرفت ہے اور وہ اعلے کمال ہے جس کی قدر بعد موت کے ظاہر ہوگی اگر اسوقت ظاہر نہوئی ۔ اور رہا بیان معرفت تو تو یہ ہے کہ مثلاً کوئی بُرائی پہونچنا مقدر ہے تو کثرت نماز وروزہ سے اس شخص کو ثواب ملیگا جنکہ اگر مصیبت پر صبر کیا تو ثواب اور زیادہ ہو جائیگا مگر کوئی ایسی بات نہیں ہوئی کہ بُرائی نہ پہونچے اور یہ صرف دعاء میں ہوتا ہے کہ الٰہی مجھ کو ہر فتنہ ومصیبت و بُرائی سے محفوظ فرما دے پس دعاء ایسی چیز ہے کہ اُسکا مقابلہ قدر سے ہوتا ہے اور دوسری عبادات چاہے انہیں کسی قدر ثواب مزید ہو مگر وے محض طاعات ہیں اُن میں قدر کا مقابلہ نہیں ہے ۔ اور مثلاً ایک شخص ہے کہ اُسکی موت دس برس کے بعد مقدر ہے تو درمیان میں کسی بیماری سے وہ نہ مریگا لیکن ممکن ہے کہ درمیان میں اسکو بیماریاں پہونچیں جن سے تکلیف اٹھاوے پس اگر مقدر ہے تو دعاء کرے گا کہ بیماری نہ پہونچے اور نہیں تو دعاء نہ کریگا باوجودیکہ طاعات بہت کرے ۔ اب میں کہتا ہوں کہ کعب احبار کی روایت اگر صحیح ہو تو مراد اخبار تا قیامت سے یہی ہے اور میں نے بعض اکابر سے سنا کہ بعض اولیاء اللہ تعالے عز وجل کا کشف بعض وقائع میں اسی وجہ سے غلط ہو جاتا ہے کہ درمیان میں جو محو واثبات واقع ہوا اسوقت نہ تھا تو عارف نے اسی وقت کا علم بیان کیا پس غلط ہو گیا

له [illegible] ۱۲ منہ

وقد قال تعالے کل یوم ہو فی شان ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو دعاء فرمائی اُس کو میں سابق میں بیان کر چکا کہ دعاء کے فضائل میں سے ہے کہ اگر ایسی دعاء ہو جو خلاف تقدیر ہے تو اللہ تعالے عز وجل اُسکے مثل اُسکو مقدر سے عطا فرماتا ہے اور اس مقام پر تعادل ہی عین مقصود ہے پس اگر جہنم میں ڈالا گیا اور مثل آتش ابراہیم کے جنت کا آرام پایا کیونکہ مقام جس آگ کا نہیں یا مثل تمام مخلوقات کے بحکم قولہ وان منکم الا واردہا الآیہ داخل ہوا اور تعادل ہو گیا تو بھی مراد حاصل ۔ علاوہ برین دعاء کے خاص رکن صدق یقین وانابت ہیں اور یہ اُسی کو حاصل ہوگا جو ہدایت پایا ہے لقولہ تعالے ان اللہ یضل من یشاء ویہدی الیہ من اناب پس اُسکے واسطے سعادت ہے بمنزلہ قولہ اہدنا الصراط المستقیم ۔ علاوہ ازین یہ آخری ۔۔۔ کا بیان نہیں ہے اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ وابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم سے جن سے ایسی دعاء مروی ہے یہ اشارہ پایا جاتا ہے مثلاً کہا کہ شقاوۃ اوذنبا ۔ یعنے بحرف نکرہ بیان کیا اور ممکن ہے کہ آدمی اپنی عمر کی اوقات میں مرتد ہو جائے یا دیگر اقسام کے شرک وکفر میں مبتلا ہو پھر آخر انجام میں سعادت مقدر پر آجاوے پس ان حضرت صحابہ وتابعین نے اس سے بھی پناہ مانگی کیونکہ اول تو اس سے تمام نیکیاں مٹ جاوین گی اور دوم جسقدر زمانہ ایسی حالت میں گذریگا وہ بالکل تباہ وبرباد ہوگا کہ کروروں سانس جو اُسکے واسطے نیکیاں ہوتیں الکان میں بلکہ کافر ومشرک کی یہ سانس اُسکے حق میں برائیاں ہیں پس کروروں بُرائیاں نامۂ اعمال میں درج ہوئیں علاوہ برین غلبہ عظمت و کبریاء الٰہی عز وجل سے بحکم قولہ وہم من خشیۃ ربہم مشفقون نیک بندے خائف ہوتے ہیں اور بیشک اللہ تعالے عز وجل پاک بے پرواہ ہے وقد قال تعالے ان اللہ لغنی عن العالمین پس انکو صرف خوف کا غلبہ نہ تھا بلکہ واقعی ظہور صفت استغناء وعظمت وکبریائی کا تھا اور یہ بے انتہاء خوف کا مقام ہے اور خود مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے جاتے تھے ۔ اور حدیث صحیح میں یہ مضمون صریح ہے کہ اگر تمام مخلوق جن وانس مثل شیطان کے ہو جاویں تو اللہ تعالے عز وجل کی ملک وبادشاہت میں سے ذرہ برابر کم نہ ہو اور اگر سب کے سب ایسے ہو جاویں جیسا اللہ تعالے کا ایک بندہ سب سے زیادہ متقی ہے تو اسکی بادشاہت میں کچھ بڑھ نہ جاوے پس جسکی شان عظمت وکبریائی کا یہ ادنے بیان ہے اور بیان کو طاقت کیا کیونکہ ایک ادنے مخلوق سے بیان مخلوق ہوا ہے تو وہ پاک خالق کی عظمت کیا بیان کر سکتا ہے پس اسکی عظمت وکبریائی بے قیاس بلکہ جیسا وہ پاک ہے اُسکے سامنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مثل بندہ جب اپنی یہ حالت پہچانے اور پھر کہے کہ میں نے تیری عظمت نہ پہچانی اور اپنی حقارت نہ جانی تو بھلا کون دوسرا ہے کہ اپنی نسبت کچھ خیال کر سکتا ہے ۔ علاوہ اس کے یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالے قادر مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے سب مخلوق اسی کی بنائی ہوئی ہے کوئی نہیں جو اُس سے سوال کرے تو سوائے گمراہ فرقوں کے کوئی عارف اہل السنۃ میں سے یہ اعتقاد نہیں کرتا کہ اللہ تعالے اب مجبور وپابند ہے نعوذ باللہ تعالے عز وجل پس کوئی ایسی بات نہیں جسپر اُسکو قدرت نہو اور اگر وہ چاہے تو ہزاروں شقی کو جنت دیدے اور ہزاروں جنتی کو دوزخ میں ڈالدے کیونکہ اُسکے سوا کوئی خالق نہیں اور اس کے سوائے کسی کی مخلوق نہیں ہے اور چاہے جس شخص کو موت دیدے اگرچہ اُسکی عمر باقی ہو اور چاہے جسکی حیات بڑھا دے اگرچہ زمانہ آگیا ہو ۔ ع ۔ اوست سلطان ہر چہ خواہد آن کند ۔ اور حدیث صحیح میں دو بادشاہوں کا قصہ آیا ہے دونوں سگے بھائی مگر ایک ظالم تبہ کار اور دوسرا عادل نیکوکردار تھا اور عادل کی عمر کا زمانہ قصیر ہوا مگر حق تعالے عز وجل نے ظالم کو موت دیدی اور یہ عادل زندہ رہا فافہم واللہ سبحانہ تعالے اعلم ۔ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ کلبی رح نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ بندہ کے سب اقوال لکھے جاتے

ہین یہان تک کہ جب جمعرات کا روز ہوتا ہے تو نامہ اعمال ہین سے ہر ایسی چیز جس ہین کچھ ثواب و عذاب نہین ہے طرح دیجاتی ہے
جیسے تونے سچ کہا کہ مین نے کھایا اور مین نے پیا اور مانند اس کے دیگر اقوال جو سچ ہون اور رہے وہ اقوال جن مین ثواب یا
عذاب ہے وہ ثابت رکھے جاتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس اشارہ سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ مباحات نامہ اعمال سے
مطروح ہونگے ولیکن اُس کو تفسیر آیت سے تعبیر نہ کرنا چاہیے پھر اگر یہ بات ثبوت قطعی کو پہونچے تو اعتقاد کیجاوے ورنہ یہی اعتقاد
ہے کہ ہر فعل و قول نامہ اعمال مین ثبت ہوتا ہے اور آیا اس مین سے کچھ طرح دیا جاتا ہے یا نہین تو اسکے لیے قطعی ثبوت چاہیے
اور واضح ہو کہ یہ قول بنا بر آنکہ مباحات مین ثواب نہین ہے اور یہی ظاہر حدیث ہے اور اسی واسطے کامل الایمان آدمی مباحات
سے احتراز کرتے ہین اور زیادہ تحقیق اس کی مترجم نے مقدمۂ فتاوی ہندیہ مین لکھی ہے واللہ تعالے اعلم۔ اور عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے
ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ اس سے بیان ہے ایسے آدمی کا کہ ایک زمانہ تک اُس نے طاعت آلہی پر عمل کرنے کے بعد
معصیات شروع کین پھر گمراہی پر مرگیا تو وہی محو فرمایا جاتا ہے اور دوسرا آدمی ایک زمانہ تک معصیات کرتا رہا اور آخر مین چونکہ
اُس کے لیے نیکی مقدر تھی تو اللہ تعالے عز وجل کی طاعت پر مرا پس وہ ثابت رکھا جاتا [illegible] کہتا ہے کہ اشارہ لطیف ہے
اور صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ جس نے زمانہ جاہلیت مین نیک کام کیے پھر اسلام لایا اور نیک کام کیے تو فضل آلہی سے
اگلی نیکیون پر بھی ثواب پاویگا اور جو اسلام نہ لایا اور جاہلیت مین بہت معصیات کر چکا ہے وہ اگلی پچھلی سب پر ماخوذ ہوگا۔ اور
حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو شخص اسلام لایا اُسکے اگلے گناہ چاہے جسقدر کبیرہ ہون معاف ہوجاتے ہین۔ سعید بن جبیر نے اس
آیت مین کہا کہ یہ بمنزلہ قولہ تعالے یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء واللہ علے کل شئ قدیر۔ یعنے جسکے لیے مغفرت فرمائی تو اُسکے گناہ کو
محو فرمادیا اور جس سے مواخذہ ہونا چاہا اُسکے نامۂ اعمال سیاہ رکھے اور اُسکو سب قدرت ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے
عز وجل بندہ مومن کو نزدیک فرماکر اُسکے گناہ ایک ایک اُسکو یاد دلاویگا حتے کہ وہ بہت مضطرب ہوگا پھر فرماویگا کہ مین آج
انکو تیرے لیے میٹ دونگا پس بجاے انکے ثواب پاویگا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس شخص کی موت آئی وہ
گیا و محو ہوا اور زندہ ثابت ہوا یہان تک کہ اُسکے مقدر موت کا وقت آوے۔ شیخ حافظ رحمہ نے کہا کہ ابن جریر نے اسی قول کو
اختیار کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی اشارہ ظاہر ہوتا ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ جو مومن مرتا ہے آسمان سے اُسکے رزق کا دروازہ بند
ہوتا ہے اور آسمان روتا ہے اور تمام حدیث انشاء اللہ تعالے تحت قولہ فما بکت علیہم السماء والارض الآیۃ آویگی۔ اور لکھا کہ قولہ وعندہ
ام الکتاب۔ کہا کہ یعنے حلال و حرام۔ اور قتادہ رح نے کہا کہ یعنے جملۃ الکتاب و اُسکی اصل۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ رب العالمین کے پاس
کتاب ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ حسن بصری رح قتادہ رح وغیرہ کی تفسیر حلال و حرام کی بطور اصل تفسیر کے ہے اور معنے یہ ہین کہ اہل کتاب
جو بعض احکام حلال و حرام مین بسبب مخالفت توریت کے یا نصرانی بسبب مخالفت انجیل کے قرآن پاک سے منکر ہوتے تھے
یا کفار قریش کہتے کہ کبھی ایک حکم آتا ہے کبھی دوسرا تو معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کہتا ہے پس یہ شبہہ دور کر دیا
کہ اگلی کتابون مین بھی یہ اختلاف موجود ہے اور انبیاء سابقین کے شرائع عملی ہمیشہ مختلف رہے اصل معرفت و توحید مین
سب کا اتفاق رہا اور اہل کتاب اس قرآن پاک کے نزول سے فرحت پاتے ہین کیونکہ محض اُمی شخص ایسے اعلے معارف و احکام
و صاف صاف حالات و واقعات انبیاء سابقین تلاوت فرماتا ہے تو قطعی یہ احکام و معارف از جانب رب تبارک و تعالے ہین پس

جب یقین ہو گیا کہ قرآن وحی آلہی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے صادق رسول ہین تو خالی اختلاف احکام کا بھید یہ ہے کہ ہر زمانہ
کے لیے ایک کتاب مخصوص تھی۔ لکل اجل کتاب۔ پس ایک کتاب و زمانہ سے دوسرے زمانہ کی کتاب مین اللہ تعالے
جو چاہتا محو اور جو چاہتا ثابت فرماتا ہے۔ بلکہ ایک ہی وقت مین ایک حکم کسی مدت معلوم کے لیے دیا گیا اور اُس کے گزرنے پر
دوسرا حکم مقدر دیا گیا یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت۔ اور جملہ کتابین اور جملہ احکام سب ام الکتاب مین مجموعہ ہین۔ وعندہ ام الکتاب
اور اللہ تعالے علیم حکیم تمام بندون و اُن کے ماہیات کا خالق اور اُن سے خوب آگاہ ہے اور اس کی حکمت سے آگاہی اُسی کو ہے
پس اُس نے ہر ایک حکم ہر زمانہ مین کمال حکمت و علم سے مقدر فرمایا ہے اور کوئی بات نئی نہین ہے کہ آج کچھ اور کل کچھ ہو بلکہ اُسکے
علم قدیم مین ہر ایک حکم ایک زمانہ معلوم معین تک کے لیے مقدر ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وقال سنید
بن داود حدثنی معتمر (ابن سلیمان رح) عن ابیہ عن یسار عن ابن عباس انہ سال کعبا الخ۔ یعنے ابن عباس رضہ نے کعب احبار رحہ سے پوچھا کہ ام الکتاب
کی تفسیر فرمایئے تو کعب احبار نے کہا کہ اللہ تعالے کے علم مین تھا جو وہ پیدا کرنے والا ہے اور جو کچھ اُسکی مخلوق عمل کرنے والی ہے پس اُس نے
اپنے اس علم کو فرمایا کہ تو کتاب ہو جا پس وہ کتاب ہو گیا۔ ابن جریج نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ ام الکتاب وہ ذکر ہے شیخ سیوطی رح
نے ذکر کیا کہ ابو الدرداء رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالے جب رات کی تین ساعات باقی رہتی ہین
نزول فرماتا ہے پس ساعت اولی مین ذکر کی حضوری ہے جسین سواے اسکے کوئی نہین دیکھ سکتا پس جو چاہتا ہے محو فرماتا ہے اور جو چاہتا
ہے ثابت فرماتا ہے الی آخر الحدیث۔ رواہ الطبرانی و ابن ابی حاتم وغیرہما۔ واضح ہو کہ روافض نے اس آیت کو پیش کیا کہ اس سے بدا کا مسئلہ
ثابت ہوتا ہے یعنے روافض کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالے کو کبھی ایک بات اچھی معلوم ہوئی وہ حکم ہوا پھر دوسری بات اچھی معلوم ہوئی تو پہلا
حکم محو اور دوسرا ثابت کیا اور جواب یہ ہے کہ یہ محض جہالت ہے کیونکہ علم تو اللہ تعالے کی صفت قدیمہ ازلیہ ہے اسمین تغیر و تبدیل بالکل محال ہے وہ تو
اپنی مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے جانتا تھا کہ او تعالے جل جلالہ کہ یہ قسم مخلوق پیدا کریگا اور ہر ہر فرد فلان فلان وقت اس اس طرح پیدا کرے گا
اور ہر فرد اپنی تمام عمر مین ایسے ایسے یہ کام کریگا پس نعوذ باللہ تعالے وہ کبھی جاہل نہ تھا بلکہ علیم حکیم ہے ہر مخلوق کی ماہیت سے وہی آگاہ اور وہی تو
اُسکا پیدا کرنے والا ہے پس بدا کا اعتقاد بالکل کفر ہے اور آیت مین جو محو اور اثبات ہے وہ موافق علم قدیم کے اور یہ بھی مقدر و معلوم آلہی تعالے ہے
عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال۔ ف فی العرائس قولہ و کذلک انزلناہ حکما عربیا۔ جیسے سابق کتابین سریانی و عبرانی وغیرہ مین بطریق
وحی و رسالت نازل ہوئین کہ توحید و معرفت یکسان تھی اور اعمال ہر امت پر بحسب مشیت و علم آلہی مختلف تھے جہانتک جس امت کو ثواب
کشف دینا چاہا پس اسیطرح یہ قرآن عظیم حکم عربی نازل فرمایا۔ اور شیخ نے اشارات مین لکھا کہ یہ حکم وہ ہے جو ہم نے ازل مین دیا یعنے قدیم
ہے کہ تو اے رسول عربی صلعم تمام خلق سے اشرف اور قرآن عربی تمام کتب سے اعلی ہے اور ہم نے تجھ کو استعداد دی کہ متصف بخلق عظیم ہوا یعنے
بقرآن عظیم قولہ ما زاغ البصر وما طغی۔ تو نے سواے دیدار قدم کے کسی طرف التفات نہ کیا پس یہ توحید عربی ہے ہم نے نازل فرمایا کہ تیری اُمت
تیرے خلق سے متصف ہو۔ بعض نے کہا کہ احکام عرب کے سخاء و شجاعت ہے حسین بن الفضل نے کہا کہ عرب قیافہ مین منفرد ہین پس
حکم قیافہ کی تصحیح ہوتی ہے قال المترجم یہ حکم شاید بر بناے شافعیت ہو ورنہ حنفیہ کے نزدیک شرعی احکام مین قیافہ کا اعتبار نہین
ولیکن اطمینان خاطر کے لیے موافق ظاہر کے ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ مدلجی قائف نے جب اسامہ رضہ وغیرہ کے خالی قدم دیکھکر کہا تھا کہ
ہذہ الاقدام بعضہا من بعض تو آنحضرت صلعم خوش ہوئے اور حضرت ام المومنین صدیقہ رضہ سے اُسکو بیان کیا پس یہان ظاہری حال بھی

نسب کا یہی تھا اور قائف نے بھی یہی کہا اور طعن کرنا خلاف ظاہر ہے اور شاید کہ آنحضرت صلعم اس بات پر خوش ہوئے ہون کہ آپکی امت مین ایسے لوگ ہین جنکو باطنی ادراک ایسا دیا گیا ہے پس معرفت آلٰہی مین انکو نافع ہوگا واللہ اعلم کیونکہ اصلی حالت خود آپ کو اعلیٰ انکشاف ومعرفت سے حاصل ہو سکتی تھی اور حبب لوگ آپ سے سوالات کرتے تو ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ حذیفہ حالانکہ لوگ طعن کرتے تھے اور بہتان لگاتے تھے پس انھون نے جاکر اپنی ماں سے بیان کیا انھون نے کہا کہ ارے تو کیسا لڑکا ہے اگر خدانخواستہ کوئی اور بات ہوتی تو مجھے فضیحت ہونا پڑتا کیونکہ زمانہ جاہلیت مین عورتون ومردون کی کیفیت مثل جانورون کے تھی پس انھون نے کہا کہ اے ماں اگر آنحضرت صلعم مجھے کسی حبشی غلام سے لاحق کرتے تو مین اُسکے ساتھ لاحق ہوجاتا۔ مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ کیا سچا یقین اور کسقدر اپنے نفس کی پیروی سے دور یہ لوگ تھے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ قولہ تعالیٰ ولقد ارسلنا رسلا من قبلک الآیہ۔ اس مین آنحضرت صلعم کی تمکین کا بیان ہے کہ معارف آلٰہیہ وکمال قرب مین اولاد وازواج مانع نہ تھے بلکہ معین تھے اور اگر بیبیان نہوتین تو یہ کشتی ہوا ے ازل مین اُڑ جاتی اور کوئی شخص ایمان سے مفلح نہوتا اور دیکھتا نہین کہ کیونکر یا حمیرا یعنی صدیقہ عائشہ رضہ کو مخاطب کیا اور اُسکی بات یہ تھی کہ حق تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے حبیب رسول صلعم کو مخلوقات کے درمیان باقی رکھے تاکہ مخلوق پر رحم فرماوے اور اُنکے گناہون سے درگذرے اور اُسکی برکت سے اُنکو عذاب نہ کرے لقولہ تعالیٰ ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم واضح ہو کہ اس آیت سے جاہلون ومشرکون کو آگاہ فرمایا کہ حب اللہ تعالیٰ عزوجل کسی بندے کو ولی وصدیق بناتا ہے تو بشری احکام بجالانے وازدواج واولاد اور عیش اُسکو کچھ مضر نہین ہوتا اگرچہ تمام دنیا اسکو دیدیجاوے۔ محمد بن الفضل رح نے کہا کہ اس مین مدح ہے کہ ہم نے انکو ازواج واولاد عطا فرمائین مگر یہ شغل اُنکو اداے رسالت وقیام بہ نصیحت واظہار شریعت سے مانع نہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ عزوجل کے ساتھ مشغول ہوا اُسکو کثرت عیال وتراکم اشغال کسی حال مین مضر نہین ہوتا پھر حق تعالیٰ عزوجل نے بیان فرمایا کہ انبیاء کے معجزات واولیاء کی کرامات انکی تاثیر واختیار سے خارج ہین اور اسمین مخلوق کا کچھ دخل نہین ہوتا بقولہ ماکان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ الآیہ۔ مریدون کے خیالات اس سے میٹ دیے کہ مجاہدہ وریاضت بغرض کشف وکرامت کیا کرین اور پھر بیان کردیا کہ یہ سب امور بوقت مقدر وبوجہ مقدر معلوم ہین بقولہ لکل اجل کتاب۔ اسمین اشارہ ہے کہ جو شخص ازل مین برگزیدہ ہو وہ اپنے مراتب ومقامات کو وقت سے پہلے نہین پاتا اور مقام اپنے وقت مقدر پر ملتا ہے پس استقامت چاہیے وقد قال تعالیٰ ولما بلغ اشدہ آتیناہ حکما وعلما الآیہ اور ہر کشف صفت کے لیے مراد آلٰہی کے موافق یہ صفت ہونا چاہیے کہ قلب سے محو صفات بشریت ہو اور اثبات صفات عبودیت ہو اور نور ربوبیت سے عرفان ہو۔ اور نیز اشارہ ہے کہ معرفت ربوبیت وظہور عبودیت اور ہر نعمت وہر بلیت کے لیے علم آلٰہی مین موافق حکم ازل کے ایک مقدر وقت ہے اور یہ بات اُسی وقت پر ہوتی ہے مترجم کہتا ہے کہ دیکھو شیخ رح نے اس معنے کو آیت کے اشارات مین داخل کیا اور یہ تائید صریح اس بیان کی ہے جو مترجم نے تفسیر مین ذکر کیا ہے والحمد للہ علیٰ ذلک حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے اشارہ مین کہا کہ دیدار کا ایک وقت ہے شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ ہر علم کے واسطے بیان ہے اور ہر زبان کی عبارت اور ہر عبارت کا طریقہ اور ہر طریقہ کا آدمی پس جو آدمی کہ ان احوال مین تمیز نہ رکھتا ہو اُسکو معارف وحقائق مین گفتگو نہ کرنا چاہیے اور واضح ہو کہ اشارہ کا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے ازلی دو صفات سے آگاہ فرمایا ہے اور وہ دونون صفت ارادہ اور علم ہے یعنے ہر ارادہ کے لیے قضاء وقدر نافذ کرنے مین ذات باری تعالیٰ مین علم ہے کہ امور ربوبیت مین سے جس امر کے وقوع کا ارادہ فرمایا وہ کس کیفیت سے واقع ہوگا پس کتاب تو علم ذات ہے ارادہ اسکے علم مین جو چاہتا ہے ثابت فرماتا

اور جو چاہتا ہے قضاء وقدر سے محو فرماتا ہے پس کتاب جیسی تھی ویسی باقی رہتی ہے اور ارادہ جیسا تھا ویسا باقی رہتا ہے اور بندون کے حق مین قضاء وقدر علم وارادہ متغیر ہوتے ہین کما قال تعالیٰ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت۔ اور واضح ہو کہ بندگان حق تعالیٰ کیلئے تنبیہ ہے کہ اپنے ارادات وعلم سے خارج ہون پس او تعالیٰ بارادہ قدیمہ نفس سے صفات بشریہ محو اور صفات روحانیہ ثابت فرماتا ہے اور اہل محبت سے معارضہ امتحان محو اور نور ایقان کی حقیقت مثبت فرماتا ہے اور اہل عرفان کے اسرار سے اوصاف عبودیت محو اور اوصاف ربوبیت ثبت فرماتا ہے۔ اشارہ ہے کہ لوح عقل سے افکار دور اور اذکار ثابت فرماتا ہے اور قلوب سے علم حادث دور اور علم عرفان ثابت فرماتا ہے اور مانند اسکے اشارات ہین کہ ایمان بآیات وخطرات کو محو اور انوار صفات واستقامت کو ثبت کرتا ہے اور اسرار مین حق قدم سے فناء کو بقاء پر غلبہ اور حق ابد سے بقاء کو فناء پر غلبہ بظہور نور ذات وانوار صفات سے مقام تحیر توحید ہے وقال تعالیٰ وعندہ ام الکتاب مقدورات کی ام الکتاب افعال وصفات مین اور صفات کی ذات مین اور سب کا مبدء ومرجع وہی ہے اور ذات وصفات محو واثبات سے پاک ہے واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بعض بندون کو حق تعالیٰ عزوجل نے اُنکے نفوس سے بذات پاک جذب و محو فرمایا تو انکی ذات کیا بلکہ ربوبیت سے بھی فناء ہوئے اور بعض کے قلوب پر مشاہد حق سبحانہ تعالیٰ عزوجل کا قیام ہے کہ سواے حق تعالیٰ جل شانہ کے کچھ نہ دیکھے اور بعض پر ظلمات شاہد کا تراکم ہے کہ ہمیشہ اپنے رب سے غائب ہین۔ ذوالنون رح سے مثل اُسکے خواص عباد کے حق مین اور متوسط درجہ والون کے حق مین آیا اور ایک تیسرا درجہ عوام کا بیان فرمایا جو قبضہ عبودیت مین تا ابد باقی ہین اور جو ہمیشہ غائب ہونے والے ہین وہ سواے مومنین کے ہین شیخ سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قضاء مبرم ام الکتاب ہے جسمین کمی وبیشی نہین اور اسباب مین محو واثبات ہے شیخ استاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مشیت کا تعلق صرف حدوث سے ہوتا ہے اور اسی حدوث کے اوصاف سے محو واثبات ہے اور کلام آلٰہی وعلم وارادہ جو اسکی صفات قدیمہ متعالیہ ہین انمین کچھ محو واثبات کو دخل نہین ہے بلکہ صفات فعل مین محو واثبات ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام لطیف ہے آیا نہین دیکھتے کہ ہر مخلوق مثل طفلی وشباب وجوانی وپیری وموت سے متغیر ہوتا ہے حالانکہ ہر حال مین تعلق بقا بصفت فعل آلٰہی ہے کیونکہ خود اسکو کسی حال مین بقا نہین ہے حالانکہ صفت کو کچھ تغیر نہین اور نہ ممکن ہے ایسے ہی محو واثبات مین کوئی اشکال نہین فافہم پھر باعجاز قرآنی زوال کفر وازدیاد اسلام سے آگاہ فرمایا۔

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ
اور یا تو ہم تجھے دکھلا دینگے بعضی بات جسکا ہم انکو وعدہ دیتے ہین یا ہم تجھے وفات دیدینگے پس تجھ پر تو یہی ہے کہ تو انکو حکم پہونچا دے

وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ
اور ہمین پر انکا حساب ہے کیا انھون نے نہ دیکھا کہ ہمارا حکم آتا ہے زمین پر اسکو ہم کم کرتے ہین اسکے اطراف سے اور اللہ

يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
حکم دیتا ہے کوئی توڑنے والا نہین اُسکے حکم کا اور وہ جلد حساب کرنے والا ہے اور ضرور مکر کیا تھا اُن لوگون نے جو ان سے پہلے گذرے

فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝
سو اللہ ہی کے لیے ہے مکر سب کا سب وہ جانتا ہے جو کماتا ہے ہر نفس اور عنقریب جانینگے کفار کس کے لیے ہے آخرت کا گھر

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ
اور کہتے ہین وہ جو کافر ہوے کہ تو نہین ہے بھیجا ہوا کہدے کہ کافی ہے اللہ شاہد ہونے کو میرے اور تمھارے درمیان

ع

وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝

اور وہ جسکے پاس ہو علم کتاب کا

اول مین کافرون کے حق مین وعدہ دیا کہ لہم عذاب فی الحیوۃ الدنیا۔ اور فرمایا ولایزال الذین کفروا تصیبہم بما صنعوا قارعۃ الآیہ پس یہان اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور کافرون کو تہدید فرمائی باین طور کہ ہر عذاب و آیات بتقدیر آلٰہی ہے اس نے جو خلق پیدا فرمائی اور جو کچھ اُنکے اعمال ہونگے سب وہ جانتا ہے۔ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ ما زائدہ ہے اور معنے یہ کہ اور اگر ہم نے تجھ کو دکھلادیا۔ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ بعض وہ واقعہ جو ہم کافرون کو وعید دیتے ہین تو تیرے روبرو ظاہر ہوجائیگا اور اہل الکفر خوار ہون گے۔ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم تجھے وفات دینگے قبل دکھلانے کے تو تجھپر کوئی بازپرس نہین۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ کیونکہ تجھپر تو یہی واجب تھا کہ تو ہماری توحید و احکام انکو پہونچادے پس تو نے پہونچادی۔ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور محاسبہ لینا انکا کہ جنھون نے نہ مانا و کفر کیا وہ ہمپر ہے اور حاصل یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیری کرامت و بزرگی و تیرا فرض منصب یہی ہے کہ تو انکو ہماری رسالت پہونچادے اور باقی تجھپر یہ نہین کہ جو کوئی ہمارے ساتھ شرک کرے اور نہ مانے اُسکو تو عذاب دیوے بلکہ یہ ہمین پر مخصوص ہے اور جیسا ہم نے حکم دیا وہ ضرور ہوگا اور اسکا وقت دنیا و آخرت مین علم آلٰہی مین مقدر و معلوم ہے پس جو کوئی عذاب ایسے وقت انپر ہوا کہ تو اسوقت زندہ ہے تو دیکھ لیگا اور جو اسکے بعد ہوا تو اپنے وقت مقدر پر ہوگا۔ واضح ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رحمت آلٰہی تھے حتے کہ ظاہری عذاب استیصال سے آپ کی برکت سے کفار بھی بچائے گیے اور یہ بھی واضح رہے کہ کفار عرب و قریش مین سے سواے چند بدبختون کے جو دنیا مین طرح طرح کے عذاب سے ہلاک کیے گیے باقیون کے حق مین ایمان و سعادت مقدر تھی پس بدبخت اشقیا جو عذاب مانگتے تھے وہ کیونکر نازل ہوتا جبکہ انہین بہت سے اہل سعادت موجود بلکہ اشقیا کے اصلاب مین نطفۂ اہل سعادت موجود تھے لہذا اللہ تعالے عزوجل نے معجزات عقلی و آیات سے سمجھایا اور فرمایا۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ۔ کیا وے نہین دیکھتے کہ ہم آتے ہین زمین پر یعنے ہمارا حکم جاری ہوتا ہے کافرون کی زمین پر اس طرح کہ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ہم اسکو کم کردیتے ہین اُسکے اطراف و جوانب سے۔ یعنی کسطرح ہم نے اوقات پر مقدر فرمایا ہے کہ آہستہ آہستہ کفر کی زمین فتح ہوکر حوزۂ مسلمین مین داخل ہوتی جاتی ہے۔ اس مین اول تو کافرون کی تھوری و مجبوری بیان فرمائی کہ ہم نے اسلام کے اقبال و ظہور توحید کا حکم دیدیا وہ کسی طرح نہین مٹ سکتا۔ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ اللہ تعالے عزوجل حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے۔ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ کوئی بھی ایسا نہین جو قصد کرکے اُسکے حکم کو پھیرے یا میٹ دے پس کافر لوگ نہین دیکھتے کہ برابر یہ حکم بڑھتا چلا جاتا ہے جسطرح حکم فرمایا ہے کہ کسی بت و شرک کی مجال نہین کہ اس مین کچھ کرسکے۔ دوم اس مین اہل ایمان کے صدق اور منافقون کے کذب کا امتحان تھا۔ سوم اہل آخرت اپنے تقوے و فناے دنیا سے آہستہ آہستہ کمل ہوکر داخل دار القرار و قرب مزید نعمت لازوال ہوتے جاتے تھے اور چہارم قریش کی اصلاب سے نطفہاے سعادت پیدا ہوتے جاتے اور پھر اہل الکفر خواری و ذلت و عذاب دنیاوی اُٹھاکر مارے جاتے تھے اور پنجم تمام زمین دوسرون کے فتوحات مین یکبارگی نہین دی کہ قریش کی ریاست بحکم الائمہ من قریش۔ باقی رکھنی مقدر تھی۔ اور ششم توحید و معارف جو اصل مقصود تھا اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کامل و کمل ہوتے جاتے اور عرب منکرین رفتہ رفتہ آدمیت و فکر حاصل کرتے جاتے تھے حتے کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ کا وقت آگیا پس یہان اسی قدر انکو عاجز کرنے والا حکم سنادیا کہ تمام زمین عرب پر بتون کو لیے ہوئے دشمنی پر آمادہ اور ہر طرح تخریب کے درپے ہو و لیکن دیکھو کہ اللہ تعالے عزوجل نے حکم دیدیا کہ

زمین کفر اطراف و جوانب سے گھٹتی جاوے اور حوزۂ اسلام مین داخل ہوتی جاوے پس برابر یہی ہوتا جاتا ہے تو کیا یہ کافر لوگ عبرت نہین پاتے کہ ہم نے سچ وعدہ دیا اپنے رسول و مومنون کو کہ اسلام ظاہر ہوگا ولو کرہ المشرکون اگرچہ مشرک لوگ بڑا مانا کرین۔ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا کہ یہ تفسیر ایک جماعت مفسرین سے مروی ہو اور بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول پر اکتفا کیا اور یہی واحدی و رازی وغیرہم نے اختیار کیا اور دیگر اقوال کو بطور اشارہ قرار دینا ممکن ہے پس اشارہ اس مین یہ ہے کہ زمین کو اشراف بندون اور نیکون سے خالی اور خراب فرماکر اپنے وقت پر قیامت سے تہ و بالا فرما دیگا چنانچہ ابن عباس رضہ نے کہا کہ ننقصہا من اطرافہا زمین کو اُسکے اطراف سے ناقص کرنا علما و فقہا و نیک بندون کی موت دینے سے ہے۔ مجاہد رح سے اسی کے مانند مروی ہے قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اطراف یعنے اشراف ہوا اور لغت عرب مین مرد کریم کو الطرف بولتے ہین جیسا کہ ابن الاعرابی نے نقل فرمایا ہے۔ اور قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ قول تفسیر ہونا بعید ہو کیونکہ آیت کریمہ سے تو یہ مقصود ہو کہ ہم کافرون کو انکے امر مین نقصان دکھلاتے جاتے ہین اور کچھ اُنکے بتون سے نہین ہوسکتا تاکہ انکو شرک کے باطل ہونے کا یقین ہو اور جان جاوین کہ فی الفور عذاب نہ آنا اور اسمین تاخیر ہونا کسی عاجزی کی وجہ سے نہین ہو۔ اور ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و شعبی و عطار و ایک جماعت سے مروی ہو کہ یعنے ہم زمین کو خراب و اُسکے لوگون کو ہلاک کرتے ہین پس خوف نہین کرتے کہ انکے ساتھ یہی کیا جاوے۔ اور یہ بمانند قولہ تعالے ولقد اہلکنا ما حولکم من القری الآیہ ہو اور یہی ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا لہذا قال ابن کثیر اور کہا کہ اول قول بہتر ہو یعنے مراد اس آیت سے مسلمین کا غالب ہونا مشرکین پر رفتہ رفتہ گانون گانون کرکے۔ اور دیگر معانی مانند علما کے موت دینے اور پیداوار کی کمی و برکات زائل کرنے وغیرہ کے تو آیت کی دلالت و اشارت ہے۔ اور مسلمین کا مشرکون پر غالب ہونا جس سے انہین کے سرغنہ ہلاک ہون اور ذمی لوگ ذلت مین رہین یہ بھی ایک قسم کا دنیاوی عذاب ہے ولہذا قال تعالے۔ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور اللہ تعالے عزوجل سریع الحساب ہے یعنے اے محمد صلعم تجھ پر رسالت پہونچانا فرض تھا اور انکا حساب ہمپر ہے اور ہم نے جو انکو بحالت کفر عذاب کا وعدہ دیا پورا کرینگے اور تاخیر تو کفار لوگ خیال کرتے ہین حالانکہ اللہ تعالے عزوجل سریع الحساب ہو اور یہ انکی نفوس کا ایک مکر ہے جسمین وہ بسبب قہر آلٰہی کے مبتلا اور اپنے نفوس کے مکر سے غافل ہین۔ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور البتہ مکر کیا تھا انسے پہلے والون نے یعنے رسولون کی رسالت سے انکار کیا اور عذاب آلٰہی پر خوف نہ لائے اور اپنے خیالات مین بتون وغیرہ کو سفارشی اور حق تعالے کو غافل جانا اور رسولون کو جھٹلایا اور انکو اپنے ارادون سے ایذا پہونچانی اور نکالنا چاہا جیسے نمرود نے حضرت ابراہیم ع سے اور فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام سے اور یہودیون نے حضرت عیسے علیہ السلام سے۔ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا یعنے اُنکے نفوس کے مکر کی کچھ تاثیر نہین ہے بلکہ انکے افعال مکر کا نتیجہ وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالے عزوجل چاہے اور حق تعالے عزوجل آخر کار اہل تقوے کو فتح و نصرت دیتا ہو اور کافرون کو ہلاک و عذاب مین گرفتار کرتا ہے پس کافرون نے کیا چاہا اور اسکا کیا نتیجہ نکلا اسی واسطے فرمایا کہ مکر سب کا سب اللہ تعالے عزوجل کے اختیار مین ہے یعنی تاثیر کسی فعل کی ہو اُسی کے قبضہ مین ہو تو انکے مکر کا بد انجام انھین پر ہوا حالانکہ انکو شعور نہوا اور مکر کے یہی معنے ہین کہ ایسے طریقہ سے بُرائی پہونچانا کہ خبر نہو پس اللہ تعالے نے بدفعل کافرون کو جو رسولون کی نیک نصیحت کا بدلا اُنکے ساتھ برائی چاہتے تھے اپنی تاثیر سے انھین کے حق مین کردیا کیونکہ وہ علیم خبیر ہے۔ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس جو کچھ کماتا ہے اسکو وہ جانتا ہے پس کافرون کے نفس نے نیکیون کی نیکی کے عوض اُن کے ساتھ بدی چاہی پس خالق علام الغیوب نے انکے فعل کا ایجاد کیا اور تاثیر یہ عطا فرمائی کہ کافر لوگ خود اپنے

مگر مین ہلاک ہوئے۔ اور واضح ہو کہ جس شخص نے رسول وکتاب الٰہی سے انکار کیا اُسکے نفس نے رسول صلعم سے مکر کیا خواہ رسول زندہ ہو یا نہ ہو اگر زندہ ہو اور اُسکے ساتھ جسمانی آزار دینا چاہا تو کافر جسمانی عذاب مین پڑا ورنہ اُنکی مہلت پاویگا کہ موت کا وقت مقدر آوے اور یہ عنقریب ہے وقال تعالے۔ وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ۔ اور قریب وقت مین کفار جان جاوینگے کہ عقبے کا گھر دائمی راحت بے قیاس کس کے لیے ہے۔ حدیث صحیح مین ہے کہ جب مشرکین نے بدر کے واقعہ مین عذاب اُٹھایا اور قلیب مین اُنکے مردے ڈالے گیے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکو خطاب کیا کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا ہم نے پایا اور تمکو جو عذاب کا وعید دیا تھا وہ تم نے پالیا۔ کما فی البخاری اور افسوس ہے کہ یہ اسوقت جانا جب کچھ نہین ہو سکتا اور وہ عذاب برابر باقی رہیگا نعوذ باللہ من عذاب القبر وعذاب الآخرۃ۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نصیحت وکتاب الٰہی کی تعلیم پر آدمی ذرا غور کرے تو یقین جانے کہ عین فائدہ کے سواے کچھ لگاؤ خود غرضی کا نہین ہے ولیکن محض انکار کرتے ہین اور یہ عذاب اُٹھاتے ہین۔ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا اور کہتے ہین وہ لوگ جنھون نے کفر کیا کہ تو بھیجا ہوا رسول نہین ہے حالانکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جس شان وحال وتعلیم توحید وعجائب آیات ودلائل صفات کے ساتھ مع معجزات وآیات بینات مبعوث ہوئے تھے اس مین کچھ بھی انکار کی مجال نہ تھی۔ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا کہدے کہ کافی ہے اللہ تعالے عزوجل شاہد۔ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمھارے درمیان وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ اور وہ شخص جس کے پاس علم الکتاب ہے۔ پس جو کوئی سابق کتب آسمانی مثل توریت وانجیل کا علم رکھتا ہے وہ صاف گواہی دیگا کہ بیشک اللہ تعالے کی توحید تمام پیغمبر لائے اور وہ یہی ہے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم تعلیم فرماتے ہین اور نزول وحی وظہور رسالت یون ہی ہوتا ہے جیسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا اور انکا ذکر مع حلیہ وصفت کے اگلی کتابون مین موجود ہے اور جندب رضی اللہ عنہ سے واقعہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ مین مروی ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آئے اور قوم کو رامت کہا کہ مین تم کو اللہ تعالے عزوجل کی قسم دلاتا ہون کہ تم جانتے ہو کہ میرے حق مین یہ آیت اُتری ومن عندہ علم الکتاب۔ بولے کہ ہان قسم ہے اللہ تعالے جل شانہ کی الی آخر القصہ۔ اور اس مین تامل کیا گیا کہ سورت مکیہ ہے اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ مین اسلام لائے ہین اور مترجم کہتا ہے کہ اسکے دو جواب ہو سکتے ہین اول آنکہ اللہ تعالے جل شانہ نے مشرکین مکہ کو راہ بتلائی کہ علماے توریت وانجیل سے نبوت سابقین اور صفات محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت لیے لو جبکہ تم کو انکار ہے کہ آدمی رسول نہین ہو سکتا اور انہین عبداللہ بن سلام اصل ہین۔ دوم یہ کہ یہ آیت مدنیہ ہے اور تیسرا جواب شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ولیکن مین اُنکی پوری تفسیر و آخر مین جواب نقل کرتا ہون۔ قال الحافظ۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حق مین نازل ہوئی۔ اور یہ قول غریب ہے کیونکہ آیت مکیہ واسلام عبداللہ اول قدوم مدینہ مین ہوا ہے۔ اور اظہر وہ ہے جو عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ یہ لوگ علماے یہود ونصارے مین سے ہین اقول لفظ من عندہ۔ باعتبار لفظ کے مفرد وضمیر مفرد ہے اور باعتبار معنے کے جمع ہے۔ اور قتادہ نے کہا کہ انھین مین سے عبداللہ بن سلام وسلمان فارسی وتمیم الداری ہین۔ سعید بن جبیر اس آیت کو حرف من سے پڑھتے اور عندہ کو مجرور یعنے اور اسی کے پاس سے ہے علم الکتاب۔ اقول اور اسکو زجاج نے اختیار کیا کیونکہ اللہ تعالے عزوجل نے اپنی شہادت پر اکتفا کیا اور بیان فرمایا کہ اللہ تعالے جلشانہ شاہد ہے کہ مین رسول ہون اور یہ علم الکتاب یعنی لوح محفوظ سے علم قرآن اسی کے پاس سے ہے یہی قراۃ مجاہد وحسن البصری کی ہے اور لکھا کہ صحیح مَنْ موصولہ کی قراۃ پر معنے یہ ہین کہ تمام علماے توریت وانجیل کو شامل ہے جنکے پاس پُرانی کتابون مین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت

اگلے انبیاء کی بشارات سے موجود تھی کما فی قولہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل الآیہ۔ وفی قولہ اولم یکن لہم آیۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل الآیہ۔ یعنی کفار عرب کے لیے یہ نشانی کافی نہوئی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو علماے بنی اسرائیل بیقین جانتے ہین۔ اور لکھا کہ حدیث الاحبار مین عبداللہ بن سلام سے روایت آئی ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ قبل ہجرت کے مکہ مین ایمان لا چکے تھے چنانچہ دلائل النبوۃ مین جو جلیل الشان کتاب ہے امام حافظ ابو نعیم اصبہانی نے فرمایا ہے کہ حدثنا سلیمان بن احمد الطبرانی حدثنا عبدان بن احمد حدثنا محمد بن مصفی حدثنا الولید بن مسلم عن محمد بن حمزہ بن یوسف بن عبداللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہ قال لاحبار الیہود انی اردت ان احدث بمسجد ابینا ابراہیم واسمٰعیل عیدا الے آخرہ یعنے محمد بن حمزہ نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا یوسف سے جو عبداللہ بن سلام کے بیٹے ہین روایت کی کہ عبداللہ بن سلام نے احبار یہود سے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ اپنے دادا حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی مسجد یعنی خانہ کعبہ کی مسجد الحرام مین عید کرون پس مدینہ سے روانہ ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ مین آئے دیکھا کہ لوگ حج سے واپس ہوئے ہین اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پایا کہ لوگ گھیرے ہوئے ہین پس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکو دیکھا تو فرمایا کہ تو عبداللہ بن سلام ہے کہا کہ مین نے عرض کیا کہ ہان پس فرمایا کہ میرے قریب ہو پس قسم دلائی کہ اے عبداللہ سچ کہہ کہ کیا تو مجھے توریت مین رسول اللہ نہین پاتا ہے مین نے عرض کیا کہ آپ ہمارے رب تبارک تعالے کی صفت فرمائیے تو کہنا چاہتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ سورۂ اخلاص پڑھ دے پس آپ نے قل ہو اللہ احد اللہ الصمد آخر تک پڑھی پس عبداللہ بن سلام نے کہا کہ مین شہادت ادا کرتا ہون کہ لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔ پھر عبداللہ بن سلام مدینہ واپس آئے اور لوگون سے اپنا اسلام مخفی رکھا پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کو ہجرت کر کے تشریف لائے تو اسوقت مین اپنے ایک خرما کے درخت پر چڑھا ہوا تھا پس خوشی مین کود پڑا تو میری ماں بولی کہ اگر موسے بن عمران ہوتا تو درخت پر سے تجھ سے نہ کودا جاتا مین نے کہا کہ ہان واللہ مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے مین موسے بن عمران سے زیادہ خوشی ہے۔ قال الحافظ ہذا غریب جدا۔ ف فی العرائس قولہ اولم یروا انا نأتی الارض الآیہ۔ ظاہری تفسیر اس آیت کی معروف ہے کہ بلاد کفر کو اسلام کے لیے فتح فرمایا اور اشارہ اس مین عجیب ہے کہ جب اللہ تعالے عزوجل اپنے جلال سے کسی عارف بندہ کی زیارت چاہتا ہے تو ذات وصفات سے اسکے لیے تجلی فرماتا ہے اور آثار اس تجلی کی عظمت وکبریا کی صفت سے زمین پر واقع ہوتے ہین پس اُسکی ہیبت وجلال سے زمین آپس مین سمٹ جاتی ہے یہان تک کہ رائی کے مثل ہو جاتی ہے اور یہ امر خلق سے پوشیدہ ہوتا ہے وقد قال تعالے واشرقت الارض بنور ربہا کاش اگر مشتاقین اسکو دیکھتے تو فرحت سے اڑ جاتے۔ اور اس مین اشارہ ہے کہ اولیاء سے موت کم کرتے ہین کیونکہ اولیاء واوتاد اطراف ارض مین ہوتے ہین جب کوئی مرا تو طرف مین نقص ہوا اور تو نہین دیکھتا کہ حدیث مین آیا ہے کہ آخر زمانہ مین صاحب توافق ہوگا مگر اطراف زمین مین اور ہر ایک کے لیے ہر روز ستر شہید کا ثواب ہوگا اور جب اللہ تعالے عزوجل چاہے کہ زمین خراب کرے تو اولیاء کو اپنے پاس جگہ دیگا تاکہ پیچھے سب زمین والے ہلاک ہون کیونکہ اُنکی دعاء وبرکت سے اہل زمین عافیت مین رہتے ہین اور یہ بسبب غیرت الٰہی تعالے عزوجل کے ہے جسکا کوئی دفعیہ نہین ہے واللہ یحکم لا معقب لحکمہ۔ محمد بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اہل ولایت کے جانے سے زمین خراب ہوگی پس متواتر اُنپر مصیبتین طاری ہون گی اور شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہین جو اللہ تعالے کے بندون کو نصیحت کرتے اور انکو اللہ تعالے عزوجل کی بندگی پر آمادہ کرتے ہین جب وے مرینگے تو لوگ بھی مردہ ہو جاوینگے۔ شیخ ابو بکر شاشی رح نے کہا کہ اللہ تعالے آخر زمانہ مین رزق بہت دیگا مگر برکت اُن سے

دور کردیگا۔ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ احکام الٰہی اسکی مخلوقات پر جاری ہین خواہ کوئی خوش ہو یا ناراض ہو نفع کے ہون یا ضرر کے ہون۔ جو اُس نے حکم دیدیا اُس کا کوئی توڑنے والا نہین ہے اور جسکو اُس نے گمراہ کیا اُس کا کوئی ہادی نہین ہے اور اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اہل اشارہ و اولیاء اس سے اہل معرفت کی موت سمجھتے ہین حتی کہ مسترشد آویگا اور کسی کو نہ پاویگا جو اسکو راہ بتلاوے قولہ تعالے فللہ المکر جمیعا۔ ہر ایک مکر اپنی حد تک منتہی بلا اثر ہے اور او تعالے ہر نفس کی تدبیر پر قائم ہے پس وہی ہونا جو وہ چاہے باقی سب ساقط ہے اور ہر قوم کا مکر ہے پس مریدین کے لیے اعمال طاعات کو مزین کیا جس سے انکو سرور ہے اور یہ مکر ہے اور محبین اپنی وجد مین سرور اور شکور ہین کہ آگے نہین بڑھتے اور عارفین کے ساتھ مکر یہ ہے کہ جو پایا اسپر قانع ہوئے اور گمان کیا کہ آگے نہین ہم واصل ہوگئے اور موحدین کا مکر یہ ہے کہ انکو دریاے بقا مین غرق کردیا اور ابدی مشاہدہ مین کبھی انپر فنا نہین جو بکثرت ہوا اور جو کوئی دریاے بکثرت مین غرق ہوا تو رجوع بقا سے یاس ہے اور سب اُس کے مکر مین ہین حیلہ جوئی کرتے ہین کہ اس سے نکل جاوین مگر بغیر اس کے مکر کے نہین نکل سکتے ہین۔ شیخ حسین رحمہ نے کہا کہ حق تعالے عز وجل کے مکر سے واضح تر کوئی مکر نہین ہے کیونکہ بندے وہم مین ڈالے گیے کہ ہم کو کسی حال مین اس کی طرف راہ ہے اور حدوث کو قدم کے ساتھ اقتران ہے حالانکہ حق تعالے عز وجل تمام مخلوق سے بائن ہے اور اسکی صفات بالکل پاک ہین اگر مخلوق نے یاد کیا تو اپنی ذات کے لیے اور اگر شکر کیا تو اپنی ذات کے لیے اور اگر اطاعت کی تو اپنی نجات کے لیے اس سے حق عز وجل پاک ہے کیونکہ وہ غنی قہار ہے۔ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حقیقی مکر وہ ہے جو حق تعالے عز وجل چاہتا ہے وہی ہوتا ہے قولہ تعہ قل کفی باللہ شہیدا بینی وبینکم الآیہ۔ اسمین ایک عجیب اشارہ ہے کہ اگر کوئی شاہد طلب کرتے ہو تو دیکھو کہ مین مظہر جمال الحق عز وجل ہون یس عین حقیقت سے نظر کرو تو جمال وجلال حق سبحانہ تعالے دیکھو اور نیز اسکے شاہد اولیاء و صدیقین ہین جنکو علم ذات وصفات مکشوف ہوا اور تصدیق اسکی اشارہ قولہ علیہ السلام من رآنی رأی الحق ومن عرفنی عرف الحق جس نے مجھے دیکھا حق دیکھا اور جس نے مجھے پہچانا حق پہچانا نیز کلام کتاب مین اشارات اور حروف متشابہ مین آیات ہین جس نے انکا علم پایا اُس نے وقائق اسرار ملکوت وجبروت کو پایا اور جس نے فہم خطاب کو پایا اور بلا واسطہ براہ کشف والہام پایا تو محقق ہوا اور رسول سفیر حق بخلق ہے اُس کی زبان عموم عجائب علوم الٰہیہ ہے اور زبان خصوص توحید و معرفت ہے اور خصوص الخصوص کی زبان صفات وغیب الغیب کا بیان ہے اور اولیاء اسکی آیت ہین وقال علیہ السلام ان فی امتی مکلمین محدثین وان عمر منہم۔ اور اس کی زبان عموم علم مقامات مین صدق و اخلاص و فرق الہام و وسواس و ریاضات و مجاہدات و علاجات بیان کرتی ہے۔ اور وہ زبان حق ہے کیونکہ حق کا تکلم اُسی سے ہے اور سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ علم الکتاب عزیز اور اُسپر عمل زیادہ عزیز ہے اخلاص عزیز اور اسپر عمل اعز ہے اور مشاہدہ عزیز اور اسپر موافقت اعز ہے اور انس عزیز اور آداب انس اعز ہین فافہم۔ مترجم کہتا ہے کہ کشف مین لکھا کہ اس سورہ رعد کا مدار یہ ہے کہ کتاب مجید حق ہے اور اسمین جو کچھ نصائح و مکارم اخلاق وعلوم صفات کا بیان ہے اُس سے آدمی کو دنیا و آخرت کی زندگی بھلائی کے ساتھ حاصل ہے اور سعید وہ ہے جس نے اُسی کو مضبوط پکڑا اور شقی وہ ہے جس نے اس سے اعراض کیا اور استقامت اصل ہے اور موت تک حد ہے اور دنیا ایک محل امتحان درمیان زندگانی بقا کے ہے جس نے یہان جہل کیا وہ مردہ عذاب مین گمراہ ہے اور جس نے یہان زندگی پائی وہ زندہ جاوید ہے۔ خفاجی رحمۃ اللہ تعالے نے کہا کہ الٰہی ہم کو بھی ایسا کردے کہ ہم تیری ہی کتاب سے تمسک کرین اور اسی کی ہدایت پر چلین کہ گمراہ نہون۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سورہ مین ہر مقام پر بے انتہا علوم خزانہ غیب سے عجائب زبان کی مینہ کو رہین اور جو کچھ بیان ہوا

وہ سمندر مین سے ایک قطرہ ہے اور اولیاء الٰہی دمفسرین صالحین کیونکر زبان سے ادا کرین جبکہ ہم عوام لوگ ظاہری علوم کے فہم سے عاری ہین

اللہم اجعلنا من عبادک المؤمنین وصلے اللہ تعہ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً

شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سورہ مکیہ ہے باستثناء قولہ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا دو آیت تک۔ اور اُس کی آیات کا شمار پچاس پر ایک یا دو چار یا پانچ زائد ہے۔ اور بیضاوی رحہ نے صرف اکاوّن ذکر فرمائی ہین اور مکیہ ہونا بیضاوی و سراج و ابن کثیر وغیرہ سب مین مذکور ہے اور یہی ابن عباس و زبیر و جابر بن زید و قتادہ و عکرمہ و حسن وغیرہم سے مروی ہے اور بعض نے بجاے دو آیت کے تین آیات کو مستثنے لکھا ہے جو مشرکین قتال کرنے والون کے حق مین ہین اور صحیح یہ ہے کہ یہ شمار آیات مین فرق ہے ورنہ الم تر الی الذین سے فان مصیرکم الی النار تک استثناء ہے اور ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ سورہ مکیہ ہے سوائے دو آیت کے جو مشرکین کے مقتولین بدر کے حق مین نازل ہوئین اور مین کہتا ہون کہ اس مین کچھ اختلاف نہین ہوا بلکہ وہی آیات ہین جو اول مستثنے ہوئین اور سراج مین کہا کہ باوّن آیات ہین اور کلمات آٹھ سو اکتیس ہین اور حروف تین ہزار چار سو چونتیس ہین۔ اور مترجم نے بارہا لکھدیا کہ آیات اگرچہ توقیفی ہین لیکن مقصود بالذات نہین کما تقدم فی اول البقرۃ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ تفہ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ

یہ کتاب ہم نے اُتاری تیری طرف تاکہ تو باہر لاوے لوگون کو گمراہیون سے طرف نور کے بحکم ان کے

رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

پروردگار کے اس راہ پر جو راہ ہے سب پر غالب قابو والے تعریف والے کی وہ اللہ ہے جسکا ہے وہ سب جو آسمانون مین ہے اور جو

فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ

زمین مین ہے اور بڑا عذاب پھٹکار کا منکرون کے لیے ہے سخت عذاب سے جو لوگ کہ دل سے چاہتے ہین

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ

زندگانی دنیا کو آخرت پر اور روکتے ہین اللہ تعالے کی راہ سے اور ڈھونڈھتے ہین اسکو ٹیڑھا

اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ ۢ بَعِيْدٍ ○

ایسے ہی لوگ پڑے ہین دور کی گمراہی مین

الٓرٰ سابق مین سورہ بقرہ وغیرہ مین ان حروف مقطعات متشابہات مین مفصل کلام ہوچکا اور یہان بھی شیخ مفسر سیوطی رحہ نے فرمایا کہ اس کی مراد سے اللہ تعالے عز وجل ہی واقف ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ مفسر کا مقصود یہ ہے کہ انجام کو جو ظہور ہوگا وہ

علم مین منحصر ہے جیسے قبر کا عذاب معلوم مگر تحقیق اس کی اس کافر پر ہے جو مر کر اس عذاب مین مبتلا ہوا اعوذ باللہ من عذاب القبر و عذاب النار پس جن علمار نے مانند شیخ ولی اللہ دہلوی اور متقدمین کے بیان کیا کہ علماء راسخین کو اسکا علم ہوتا ہے یہ صحیح ہے ولیکن حقیقت ما یؤل الیہ الامر فقط علم الٰہی مین ہے اور حاصل یہ ہے کہ اسکے معنے دو طرح ہین اول ما یؤول الیہ الامر پس بالاجماع سب کے نزدیک یہ متشابہ ہے اور دوم اسکا علم تو یہ علما راسخین کو حاصل ہوتا ہے اور دوسرون کے فہم مین نہین آسکتا ہے فافہم۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس جسم مین روح کے ساتھ تاریک پردون کے حسن صنعت وکمال قدرت سے پیدا کر دیا اور وے مردہ اندھے کیطرح ہین اور انپر رسول بھیجے اور کتاب نازل فرمائی جنھون نے راہ بتلائی پس جو اس راہ معرفت پر چلے اور کجی نہ اختیار کی ان سے تاریکیان دور ہو کر راہ کشادہ ہوئی اور آخرت نہایت عیش وراحت ونعمت مین گئے اور جنھون نے نہ مانا انھون نے اپنے حق مین اور زیادہ وبال اٹھایا اور عذاب شدید مین پڑے پس اب کلام الٰہی پر دل سے متوجہ ہو فرمایا۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ یہ قرآن پاک ایک عظیم الشان کتاب ہے جو ہم نے اے محمد تجھپر نازل فرمائی۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ تاکہ تو باہر لاوے لوگون کو مِنَ الظُّلُمٰتِ تاریکیون سے ہر طرح کی جہالت وطرح طرح کے کفر وشرک وبدعات سے۔ اِلَى النُّوْرِ طرف ایک راہ نور کے وہ صراط مستقیم ہے۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ باہر لانا ان کے رب کے اذن وحکم سے ہوگا حتے کہ جن لوگون کے بدنصیب مین نور نہین ہے وہ پروردگار کی طرف رجوع نہ لاوینگے۔ ہرچند کہ تو اُن کو سب طرح کوشش سے بلاوے۔ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ وہ راہ نور وصراط مستقیم یہ راہ رب عزیز کی ہے جو سب مخلوق پر قاہر وغالب ہے جسکی ہدایت کے بغیر کچھ نہین ہو سکتا۔ اَلْحَمِيْدِ وہ رب حمید ہے کہ ہر طرح اسی کی تعریف ہے جو وہ کرتا ہے اور جسطرح اُس نے مخلوق کو پیدا کیا سب اُسی کی تعریف ہے کوئی چیز اُسکے قبضۂ قدرت سے باہر نہین ہے۔ اسمین علوم وفوائد ہین اول آنکہ تمام مخلوقات تاریکیون کے پردہ مین ہے اور حق تعالیٰ عز وجل کا نور ظاہر ہے حتے کہ جب اسنے مخلوق سے یہ حجاب دور کیے تو وے نور کے پردے مین ہوتے مین اور وہ صراط مستقیم ہے اور بعضے کافر یہ گمان کرتے ہین کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ پردہ نور مین ہے اور یہ کفر وجہالت ہے کیونکہ نور وغیرہ کوئی مخلوق اُسکو نہین پردہ کر سکتی ہے بلکہ پردہ مخلوق پر ہے اور حدیث صحیح مین آیا کہ حجابہ النور الحدیث تو اُسکے یہی معنے ہین کہ مخلوق پر نور کے حجاب ہین اور یہ خالص مومنون پر ہے اور کافرون پر بکثرت تاریکی کے پردے ہین اور امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حدیث دیدار مین ذکر فرمایا کہ فیکشف الحجاب کے یہی معنے ہین کہ انکی نظرون سے حجاب دور فرما دیگا ورنہ حق سبحانہ تعالیٰ ظاہر ہے وقد قال تعالیٰ اللہ نور السموات والارض۔ اور طبرانی کی حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل کے ستر ہزار حجاب نور کے ہین۔ رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبیر مین کہا کہ النور فقط راہ مستقیم واحد ہے اور الظلمات باطل راہین ہین اور دلیل صریح ہے کہ سواے راہ مستقیم کے کفر کی راہین بہت کثرت سے ہین۔ اور بعض علمار نے اس عجیب صنعت الٰہیہ مین کہا کہ صراط مستقیم کی انتہا جنت مین ہے اور وہ محل نور ورضوان الٰہی ہے اور ظلمات کی راہین سب کی انتہا دوزخ مین ہے اور دنیا مین دونون کے آثار ہین پس راہ نور کے آثار مین سے صدق ویقین وایمان برب تعالیٰ عز وجل واتباع طریقۂ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی خوشی اور نیک چال چلن جسکو حق سبحانہ تعالیٰ عز وجل نے پسند فرمایا ہے اور جہنمیون کے آثار مین سے ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل ورسول صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار یا شک اور دنیا کی رغبت واپنی خواہش اور اپنی رائے کی پیروی اور آخرت سے بے رغبتی وبد اعمالیان نعوذ باللہ من ذلک اور آیۃ مین بیان ہے کہ قرآن مجید ہدایت اس راہ نور کی ہے جو کوئی قرآن مجید پر

لہ جس نور ونکا ان کا ایمان پر ہوگا ۱۲

عمل کرے یہ راہ پاوے جو صراط العزیز الحمید ہے اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ یعنے عزیز حمید جس کی عزت وقہاری کی عظمت اور حمید جسکی محبت ورحمت کے جوش سے راہ ایمان نور درمیان خوف وامید کے ہے یہ عزیز حمید وہی اللہ ہے کہ اسی کا ہی سب جو کچھ آسمانون مین ہے تمام مخلوقات سماوی سب اسی کے خلق وملک وعبید ہین۔ وَمَا فِي الْاَرْضِ اور یون ہی سب جو کچھ زمین مین ہے اسی کی مخلوق ومملوک وعبید ہین۔ ان مین جسطرح چاہے تصرف کرے کسی کو یہ مجال نہین کہ اُس سے سوال کرے وہی قادر مختار ہے اور صراط کو اپنی جانب اضافت فرمانے مین بقول بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ تنبیہ ہے کہ اس راہ سے مقصود ومطلوب وہی رب تبارک وتعالیٰ ہے جسکی عزت وعظمت سے بندہ ڈرتا ہے اور اُسکے وصف جمیل سے فضل کے ساتھ محبت مین رہے اور تنبیہ ہے کہ اس راہ کو وہی پاک پروردگار بندہ پر ظاہر فرماتا ہے اور عزیز کے وصف سے اشارہ ہے کہ جو بندہ اس راہ پر ہو اُسکو اللہ تعالیٰ عز وجل ذلیل نہین فرماتا اور حمید سے اشارہ ہے کہ جو بندہ اپنے رب تعالیٰ سے اس راہ کی درخواست کرے اُس کو وہ حمید مجید محروم نہین فرماتا۔ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ اور بربادی ہے اُن مخلوقات کی جنھون نے انکار کیا سخت عذاب کے ساتھ یعنے آدمی اور جن مین سے جنھون نے اس کتاب سے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور تاریکیون سے بجانب راہ نور کے نہ نکلے اُنکی سخت عذاب سے بربادی ہے۔ حدیث ترمذی مین ہے کہ ویل ایک وادی ہے جہنم مین جسکے غار کے اندر کافر ستر خریف تک چلا جاویگا۔ مترجم کہتا ہے ایک خریف کی تعداد بعض نے کہا کہ سو برس اور بعض نے کم وبیش والعلم عند اللہ تعالیٰ۔ اور سنن وفضائل القرآن کے آثار وبعض احادیث مین ہے کہ الویل کل الویل لمن اعرض عنہ۔ بربادی پوری خواری عذاب کی اُس شخص کے حق مین ہے جس نے قرآن پاک سے منھ موڑا اور یہان معنے اول ظاہر ہین۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ویل دراصل مصدر اور یہان مفعول مطلق کے مقام پر ہے جس سے نصب ہوتا ولیکن بلاغت سے اسکو رفع ہوا تاکہ ہمیشگی سمجھی جاوے یعنی جملہ اسمیہ کر دیا گیا تو سمجھا گیا کہ یہ ویل ان کافرون کے لیے دائمی ہے۔ سراج مین کہا کہ ویل اس مقام پر بمنزلہ بد دعا کرنے کے ہے جیسے مومنون کے حق مین سلام علیکم بما صبرتم الآیہ ف اول آنکہ قولہ صراط العزیز الحمید اللہ الذی۔ یہان قرأۃ اللہ مین نافع وابن عامر کی قرأۃ پیش کے ساتھ ہے یعنے اللہ ہو الخالق الذی الخ اور باقیون کی قرأت مین العزیز الحمید کا عطف بیان ہے کیونکہ اللہ بمنزلۂ علم کے ہے یعنے معبود برحق کا گویا خاص نام ہے کذا قال البیضاوی سراج مین کہا کہ محققین کی ایک جماعت کا یہی قول ہے اور ایک قوم کے نزدیک الہ یالہ سے مشتق ہے۔ رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہمارے نزدیک قول اول اصح ہے کیونکہ امت کا اجماع ہے کہ لا الٰہ الا اللہ سے توحید ہے تو معلوم ہو گیا کہ اللہ بمعنے معبود ومحمود نہین بلکہ بجاے علم کے ہے اور اللہ تعالیٰ عز وجل نے فرمایا ہل تعلم لہ سمیا یعنی کیا تو اُسکے نام کا کوئی اور جانتا ہے یعنے اللہ کسی اور کا نام نہین ہے۔ اعتراض ہوا کہ پھر دوسری قرأۃ کیونکر عمدہ ہوگی کیونکہ پہلے صفات پھر علم آیا۔ تو جواب یہ کہ اسمین خوبی وہی ہے جو تفسیر کے اشارہ مین بیان ہوئی۔ دوم فائدہ یہ کہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ بندون کے افعال پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے دلیل یہ کہ لہ ما فی السموات وما فی الارض سے اسی کا سب معلوم ہوا اور یہ حصر ہے کہ وہی مالک اور وہی حاکم اور وہی خالق ہے اور زمین کی جو چیزین ہین انمین بندون کے اعمال بھی ہین تو وہ بھی اُسی کے ہوئے اور معنے یہ کہ اُسی کے مقدور ہوئے تو اُسی کی قدرت سے پیدا ہوئے ورنہ لازم آویگا کہ اُسکی مقدور کو بندہ نے پیدا کیا اور یہ کفر ومحال ہے۔ واضح ہو کہ جو کوئی تاریکیون سے نور کی طرف آیا اُسکو اللہ تعالیٰ جل شانہ بحکم قولہ فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ۔ پاکیزہ زندگی سے زندہ رکھتا ہے یعنے برزق حلال واعمال صالحہ۔ کما روی عن ابن عباس وجماعۃ ولقناعت کذا روی عنہ رضی اللہ عنہ والحسن وجماعۃ۔ اور

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قد افلح من اسلم الحدیث یعنے بیشک فلاح پائی اُس نے جو اسلام لایا اور اسکو بقدر کفاف رزق دیا گیا اور جو دیا اُسپر اسکو قناعت عطا فرمائی. رواہ احمد ومسلم والترمذی وابن ماجہ اور اسی کے مانند فضالہ ابن عبید رضی اللہ عنہ سے ترمذی ونسائی نے روایت کی. اور واضح ہو کہ تاریکیون سے نور مین نکل آنا یہی ہدایت وایمان ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت اور قرآن مجید پر آپ کی تعلیم کے موافق عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور اصل اس مین یقین ہے جسکے ساتھ کچھ شک نہو اور ولی جو کمتر درجہ کا ہو یہی ہے جو ابتدائی پردۂ نور پر ہو اور انتہائی پردۂ نور قیامت مین رفع ہوگا واللہ تعہ اعلم اور کفار یا مشرکین ان تاریکیون سے باہر نہین ہوتے ولیکن بعضے قسم کے منافق ایسے تھے کہ کبھی اُنکو یقین آیا پھر مشکوک ہوگئے اور کہا کہ اللہ تعالے عز وجل ہی جانے کہ کیا معاملہ ہے تو انھین کا حال قیامت کا حدیث صحیح مین آیا کہ کبھی نور اُنکے آگے چمکیگا کہ صراط پر چلینگے پھر اندھیرا ہو جائیگا اور چونکہ وہ نور کی طرف نہ نکلا تو وہ کافر ہی رہا وہ ایمان سے خارج ہے اور ہزارون قسم کے کافر اُن کے ساتھ تاریکی جہنم مین گرینگے اور وہان عذاب شدید ہے اور یہ لوگ واویلاہ اور وامصیبتاہ کہینگے چنانچہ قولہ ویل للکفرین من عذاب شدید کی تفسیر مین بعض نے ویل کے بھی نالہ وا ویلاہ کے معنے بیان کیے. پھر اوتعالے نے اُن کی پہچان بیان فرمائی. بقولہٖ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ایسے لوگ ہین جو محبوب رکھتے ہین زندگانی دنیا کو آخرت پر یستحبون بمعنے یحبون ہے ولیکن استحباب کے معنے مین طلب محبت ہے پس اس مین لطیف اشارہ ہے کہ جیسے ایمان والا بندہ اپنے رب تبارک تعالے کے قرب جنت کی محبت پیدا ہونے کی جستجو و کوشش اسطرح کرتا ہے کہ کسی عارف وولی کی صحبت ڈھونڈھتا اور دنیا کی بُرائیان سُنتا ہے تاکہ اس سے دل پھر جاوے اور آخرت کی محبت آتی جاوے اسی طرح کافر لوگ اُسکے برعکس کرتے ہین اور ایسے ایسے سامان ڈھونڈھتے اور ایسے لوگون کی ملاقات و باتین سُننے مین کوشش کرتے ہین جو سوائے دنیاوی زینت و عیش خوار کے آخرت سے منکر و جاہل ہین. اور جس شخص کے دل مین نفاق ہوتا ہے اگرچہ بظاہر مسلمان ہو اُسکا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ جب دنیا اور آخرت کا کام جمع ہوا تو وہ دنیا کو مقدم کرتا ہے اور مقدم کرنے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً روزہ رکھنے کا حکم دیا تو وہ نعیم آخرت و رضائے حق عز وجل کو ترک کرتا ہے اور دنیا کی غذائین کھاتا اور روزہ نہین رکھتا ہے پس سب قسم کے کافرون کی بدخصلتون مین سے اول یہ کہ آخرت پر دنیا کو مقدم کرتے ہین حتی کہ بعضے آخرت سے بالکل منکر ہی ہوتے ہین اور بعضے اپنی رائے کے موافق کچھ سمجھ لیتے ہین جو باطل ہے اور بعضے شک مین ہوتے ہین تو آنکھون والا ان اندھون کی نسبت بالیقین یہ کہتا ہے کہ افسوس یہ مردود لوگ ہین کہ آخرت کو نہین لیتے ہین بلکہ دنیا پر شیفتہ و فریفتہ ہین. اور دوسری بدخصلت بیان فرمائی بقولہ. وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکتے ہین اللہ تعالے عز وجل کی راہ سے پس بعضے تو کفر و شرک کے خیالات و اپنی رائین عام طور پر بیان کرتے ہین جس سے عوام جو بدبخت ہے اُن کے ساتھ ہو جاتا ہے اور بعضے قارون کے مثل اور فرعون کی وضع بناکر لوگون کو دنیا کا بندہ بناتے ہین اور بعضے دوسرون سے اپنی پیروی لیتے ہین اور بہت ایسے ہین کہ جھوٹی راہ و باطل اعتقاد کی طرف بلاتے ہین بعدہ دنیاوی لالچ دیتے ہین جیسے نصرانی پادری وغیرہ اور بعضے کچھ شیطانی کرشمہ دکھلاکر عوام کو اپنے اعتقاد مین لاتے ہین اور کرامت والے پیر مشہور ہو کر خلق کو راہ راست و طریقہ شریعت و سنت سے روکتے خود گمراہ اور دوسرون کو گمراہ کرتے ہین. حدیث مین ہے کہ آخر زمانہ مین لوگ ہونگے کہ ایسی حدیثین و باتین لاوینگے جنکو تم نے سُنا اور نہ تمہارے باپ دادون نے سُنا یعنے یہ لوگ جھوٹے دجال گمراہ کرنے والے ہونگے. اور تیسری بدخصلت کافرون کی یہ ہے. وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور چاہینگے راہ کو ٹیڑھا یعنے راہ حق کو اپنی خواہشون وخراب مرادون اور غرضون کے موافق چاہینگے

یہ خصلت نہایت درجہ کی گمراہی و جڑ ہے. پس بعضے تو اپنی خوشی و خواہش نفس کے فریب مین اپنی رائے کے موافق بت پرستی اور ہزارون قسم کے شرک جیسے تیسری تاریخ کے چاند سے رنج پہونچتا ہے اور چھینک دینا کھوٹ ہے اور بلّی کا راستہ کاٹنا اور مانند انکے بکثرت باطل خیالات کو راہ بنانا چاہتے ہین اور بعضے تمام قدرت الٰہیہ و مخلوقات کی صنعت کو اپنے حواس مین محصور جانتے ہین اور انبیاء کے معجزات و شیطان کے وجود اور آسمان وغیرہ سے انکار کرتے ہین اور جسقدر اُنکے حواس مین آوے اور جو انکی رائے قائم ہو اسی کو راہ بناتے اور ٹیڑھی راہ کو چاہتے ہین کہ یہی راہ مستقیم ٹھہراوین اور بعضے حضرت عیسے علیہ السلام و حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان مین اپنے خیالات قائم کرکے راہ مستقیم کو ان خیالات پر مطابق یعنی بالکل کج و بیراہ چاہتے ہین اور بعضے اپنی خود غرضیون و دنیاوی خواہشون کے لیے شرک و بدعت و تقلید و غیر مقلدی و جدال و قتال و کفر و طعن و لعن کو راہ اسلام بناتے ہین. ایسی صورتین راہ حق کو ٹیڑھا خواہش کرنے مین داخل ہین اور خلاصہ اسکا یہ نکلا کہ نفس کے ظاہر فریب یا خفیہ مکر والے تاریک کا اتباع کرکے راہ مستقیم اُسی کو چاہتے ہین اور اگر اسلام پر ہوتے تو راہ الٰہی جو قرآن پاک کے موافق حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی اسکا اپنے نفس کو مطیع و تبع بناتے اور حدیث صحیح مین ہے لایؤمن احدکم حتے یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ. رواہ البخاری وغیرہ یعنے تم مین کوئی ایمان والا نہوگا یہان تک کہ اُسکی خواہش تابع ہو جاوے اُسکے جو مین لایا ہون پس مومن کی تو یہ پاکیزہ شان ہے کہ تمام تاریکیون کے ہر طرف ہجوم و تراکم سے جہان مثل اندھے کے وہ ہر طرف جہنم کے بکثرت غارون مین پھنسا تھا کہ ذرا اگر قدم بیراہ پڑا اور وہ جہنم مین گرا تو عین فضل و ہدایت الٰہی جل شانہ سے اُس نے حضرت ہادی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کلام سے ہوشیار ہو کر آپ کے پیچھے پیچھے سیدھی راہ سے وہ مقام نور مین آگیا جہان آفتاب ایک ذرہ ہے اور اب روز بروز بلکہ ہر وقت نیکی کے اعمال سے اسکو عروج ہوا اور نورانی حجاب مین سیر کرتا چلا جاتا ہے اور وہ اپنے نفس کو پہچان گیا کہ تاریکی مین کسطرح بندھا ہوا تھا جسکی خوشی وہین بلکہ زیادہ بدتر جگہ جانے کی تھی اور کچھ اسکو نہ سوجھتا تھا پس بالکل اُس نے اپنے نفس سے منھ موڑا اور مردانہ ہمت سے اُس نے نفس کو بلا حجت و بغیر اجازت گفتگو کے ایک آواز سے کہدیا کہ کتاب الٰہی تعہ و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مطیع رہے اور رہے کافر لوگ جنکی ہزارون قسمین ہین وے سب اُسکے برعکس ہین کہ انھون نے شیطان کو پیشوا بنایا اور بے تکلف کودتے و اُچھلتے ہر طرف جہنم مین گرتے ہین اور جسقدر نفس و شیطان کی پیروی اور قرآن پاک کا انکار زیادہ اسیقدر تاریکی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور نور سے نہایت دور پڑتے جاتے ہین چنانچہ حق تعہ عز وجل نے فرمایا. اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ یعنے ایسے لوگ کافر جنکی یہ خصلتین ہین بعید گمراہی مین ہین یعنے حق و نور سے بہت دور ہین. اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعضے کافر جنمین اصل اصول وغیرہ جمع نہون تو قریب اول طبقۂ دوزخ مین ہون ایسا ہی بعض مفسرین نے کہا ہے اور حق یہ ہے کہ کلام مین یہ دلالت نہین ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس آدمی مین یہ صفت ہو کہ حیات دنیا کا مستحب ہو یعنے نفس سے چاہے کہ مجھے تمام چیزون سے یہی زیادہ محبوب رہے اور راہ حق سے باز رہے اور باز رکھے اور اپنی خواہش کے موافق اُسکو ٹیڑھا چاہے جیسے اس زمانہ مین نیچر فرقہ دشمن اسلام ہے تو ایسا شخص حق سے بہت دور پڑا اس سے یہ امید مت کرو کہ ایسی حالت پر قائم ہو کر کبھی نور کی رونق و جھلکی پاویگا اور یہ قدرت قاہرہ الٰہیہ ہے. ف فی العرائس قولہ تعالے الٓرٰ. الف لام را. الف مین تین حرف آل ف پس اول اشارہ الفت الٰہی بقلوب اولیاء خود ہے اور لام ولایت ہے گویا وہ الیف برائے اولیاء خود ہے اور را اشارہ برحمت سابقہ ازلیہ ہے جس سے انکو برگزیدہ فرمایا پس آلر سے اشارہ فرمایا کہ مین نے ازلی رحمت سے اپنے اولیاء کو مختار فرماکر تجھے انھین کا سردار بنایا ہے انھین کو تیری محبت اور وہی کتاب سے مقصود ہین قولہ کتاب انزلناہ الیک. اس سے تیری فضیلت اور تجھپر فدا ہونے والے میرے اولیاء کی فضیلت ہے جو مقصود

ہین قولہ لتخرج الناس من الظلمات الی النور۔ یہ اخراج باذن ربہم ہے پس قلوب مین تر و تازگی و پیداوار فہم و عقل اسی اختیار کا ظہور ہے اول حدیث صحیح کی دعا مین ہے کہ اے رب قرآن کو میرے قلب کی ربیع فرماوے۔ اور امثال و نصوص و اشارات جابجا سابق مین مذکور ہوئے ہین قال الشیخ یعنے طبیعت کی تاریکیون سے تبعیت کے انوار مین لاوے اور حاصل یہ کہ سوائے نفس نفیس حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دیگر نفوس ایک خاص صنعت آلیہ سے برعکس میل کرتے ہین پس اتباع حق سے خلاف نفس و طبیعت ہوتا ہے اور وہی راہ نور ہے اسی واسطے جو لوگ نفس و طبیعت کی پیروی کرتے ہین وہ برعکس راہ چلتے ہین اور ہر دم دوری زیادہ ہوتی جاتی ہے نعوذ باللہ من الضلال اور لکھا کہ یہ اخراج بہت سی حالات کو شامل ہے مثلاً نفس کی پیروی سے اتباع کے نور مین لاوے اور گمان وہم کی پابندی سے نور یقین مین اور حالت مُردگی سے بحالت زندگی۔ اور تاریکہاے نفس امارہ سے بنور مشاہدہ اور تاریکی جد سے بنور مکاشفہ و ردید الاغیار سے بدیدار نور توحید لاوے۔ امام جعفر نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس نور کتاب سے مخصوص فرمایا اور تمام مخلوق کے واسطے عہد کر دیا کہ اگلی اُمتون کا بیان اور اس امت کی نجات ہے کہ ظلمات کفر و بدعت سے نکلکر راہ سنت پر آوین اور اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جہالت سے نور علم مین لاوے اور قولہ باذن ربہم۔ سے بیان فرما دیا کہ یہ فعل منوط باسباب نہین ہے بلکہ فقط قدرت و اختیار الٰہی عز و جل ہے و قولہ الی صراط العزیز الحمید۔ یہ راہ طریقہ عبودیت ہے کہ ہر ایک بندہ برگزیدہ کے لیے اسکی مقدار کے موافق ربوبیت کی معرفت کے لیے ازلی مشیت مین جاری ہوا پس اسمین بندہ کی مقدار ہے نہ قدر حق عز و جل کیونکہ اللہ تعالے پاک برتر ہے کہ حقایق قدم کو حوادث مخلوق مطالعہ کرے وہ عزیز ہے اور اپنے افعال و صفات مین محمود ہے اسی سے ابتدا ہے اور اُسی کی طرف مرجع ہر ماضی و مستقبل و حاضر کا ہے تمام ملک و ملکوت اُسی کے قبضہ و تصرف مین ہے قال تعہ اللہ الذی لہ ما فی السموات الآیہ۔ ولیا صادق الایمان کے واسطے اشارت ہے کہ سب آسمان و زمین میرا ہے جو کچھ چاہو مجھی سے طلب کرو نہ دوسرے سے اور جو مجھے چاہے وہ دوسری چیز طلب نہ کریگا واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تمام خلق عالم جو کچھ ہے اسی کا ہے جسنے خلق مین سے کچھ چاہا تو اپنی کرامت سے کثرت خلق کی جستجو مین ہے اور جسنے وحدہ لا الٰہ الا اللہ خالق عز و جل کو طلب کیا تو وہ تمام خلق اُسکے واسطے مسخر فرماتا ہے۔ پھر حق تعالے عز و جل نے کافرون کا حال بیان فرمایا یعنے رحمت اور قہر دو صفات پاک کا ظہور دو قسم مین ہے اول اولیاء مومنین طالب فنا و آخرت پس انکا حال بیان فرما دیا اور دوم اعدا مقہورین کافرین پس اُنکو بیان فرمایا بقولہ الذین یستحبون الحیوۃ الدنیا علی الآخرۃ۔ اسمین اشارات ہے کہ ریاکار مشرکین جو بظاہر لباس ایمان کے پردہ مین دنیا کی دولت و عزت و حرمت چاہتے ہین وہی خود گمراہ اور ایسے مرید ہونے والون کمبختون کو گمراہ کرتے ہین۔ اولئک فی ضلال بعید یعنی قہر کی تاریکی مین گرفتار ہین اس سے کبھی نہین نکل سکتے ہین اور شیخ ابو علی جوزجانی رحمہ اللہ تعہ نے کہا کہ جسنے دنیا کو محبوب کر لیا اسپر راہ آخرت مسدود اور وہ اسکی راہ سے محروم کیا جاتا ہے اور جس نے آخرت ہی طلب کی اور اُسی کو اپنا مقصود ٹھہرایا تو وہ اپنی نجات کی طلب سے محروم کیا جاتا ہے اور جب نے راہ نجات کو طلب کیا تو وہ فضل تک پہونچنے سے محروم کیا جاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ دقیق اشارہ نہایت قدر کے قابل ہے اللہم اہدنی والمغنی بہا وانت المطلوب انت ارحم الراحمین پھر چونکہ عرب والے رسول کو کوئی فرشتہ اور کتاب کو کوئی غیر معروف زبان اور رسول کے لیے دنیا بھر کا مال و عیش اور ہدایت و معجزات رسول کے اختیار مین جانتے تو فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ

اور نہین بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسکی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ انکے لیے بیان کرے پھر گمراہ کرتا ہے اللہ تعہ جس شخص کو چاہے اور

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ہدایت فرماتا ہے جسکو چاہے اور وہی سب قوت قدرت والا اور سب حکمت والا ہے

یعنی کتاب الٰہی اور وحی آسمانی رسول کی قوم کی زبان مین سنت الٰہی جاری رہی اور رسول فقط حکم بیان کرنے والا ہوتا ہے اور کسی مخلوق مین ہدایت پیدا کرنا یعنی تاریکیون سے نور کی طرف نکل آنا یا منکر ہو کر اور زیادہ تاریکیون کی طرف جانا اور کتاب جو نازل ہوئی اس سے فیض نہ پانا تو یہ ایجاد و پیدا کرنا صرف اللہ تعالے عز و جل کی قدرت مین ہے اور اسکی مشیت پر ہے اور یہ مشیت سراسر حکمت ہے جس سے مخلوق عالم نہین ہو سکتا چنانچہ فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ حرف من زائدہ تاکید نفی و استغراق کے لیے رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ بلغة قَوْمِهٖ یعنی ہم نے کسی زمانہ مین کوئی رسول نہین بھیجا مگر اُسکی قوم کی زبان مین۔ اس سے یہ ظاہر کر دیا کہ کبھی اللہ تعہ عز و جل نے آدمیون کے لیے کوئی جن یا فرشتہ رسول نہین کیا بلکہ ہمیشہ آدمی ہی رسول بھیجا اور یہ کہ رسول بھیجنا برابر ہمیشہ سے جاری ہے اور جو آدمی کہ رسول بنایا وہ احکام الٰہی کو اپنی قوم کی زبان مین لایا اگرچہ اللہ تعہ عز و جل کا کلام صفاتی حروف وغیرہ سے پاک ہی لیکن جو وحی و کلام نزولی کہ رسول لایا وہ اللہ تعالے ہی کا کلام نزولی ہے حتی کہ اس کا منکر کافر مردود ہے مسئلہ قرآن مجید کی نسبت اگر کوئی شخص کہے کہ یہ آدمی کا کلام ہے تو کیا حکم ہے جواب یہ کہ یہ شخص کافر ہے اور یہی حکم اس توریت کا جو حضرت موسے علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور انجیل کا ہے جو حضرت عیسے علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی لیکن جو ترجمہ و تحریف شدہ اسوقت یہودیون و نصرانیون کے پاس ہے۔ اسکا یہ حکم نہین ہے اول تو بلاشبہہ اسکی تحریف ظاہر ہوئی اور دوم اپنی رائے کے ساتھ اسکا ترجمہ کر کے قطعی محرف کر دیا۔ اب رہا یہ فائدہ کہ اسکی قوم کی زبان مین کیون بھیجا تو فرمایا لِيُبَيِّنَ لَهُمْ تاکہ قوم والون کے لیے صاف واضح بیان کرے یعنی قوم اس سے اچھی طرح نصیحت حاصل کرین۔ مترجم کہتا ہے کہ اکثر مفسرین کو اس مقام پر اشکال نظر آیا اسطرح کہ قرآن پاک جب زبان عرب ہے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت مین بلغت قریش ہے تو آپ کی بعثت فقط قریش یا عرب کے واسطے ہوئی حالانکہ بالیقین آپ تمام مخلوقات آدمی بلکہ جن کے لیے مبعوث تھے پس اول مین یہ ثابت کرتا ہون کہ آپ کی بعثت عام تھی پھر مفسرین کے جوابات اور تحقیق ذکر کرونگا انشاء اللہ تعالے۔ بیان اول یہ ہے کہ اللہ تعہ عز و جل نے فرمایا قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ اے لوگو میشک مین اللہ تعالے جل شانہ کا بھیجا ہوا ہون تمہاری طرف سب کی طرف پس جمیعاً سے قطعی تاکید کر کے یہ احتمال دور کر دیا کہ شاید الناس سے مراد فقط عرب ہون کیونکہ یہ معنی مجازی ہین اور تاکید سے حقیقی معنے لینا قطعی ہو جاتا ہے جیسا کہ بلاغت عرب مین بیان ہوا اور اس قاعدہ پر اجماع ہے۔ قولہ تعالے وما ارسلناک الا کافۃ للناس یعنے نہین بھیجا ہم نے تجھ کو مگر تمام سب لوگون کے واسطے۔ دیکھو اس مین کافۃ سے نہایت سخت تاکید فرمائی کہ کوئی فرد بشر اس سے نہین چھوٹا اور کلام کو بطریق حصر کے فرمایا کہ یون ہی تیری رسالت ہے اور کسی طرح احتمال نہین ہے اور آیات دیگر قطعیہ موجود ہین جن مین ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک تمام عالمین کے ذکر ہے کقولہ تعالے ان ہو الا ذکر للعالمین۔ اور مانند اسکے شواہد و آیات بہت ہین اور تحدی بقرآن جیسے آدمیون کے ساتھ ہے ویسے ہی جن کے ساتھ ہے لقولہ تعالے قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ اور کثرت سے جنون کو عدم ایمان پر ملامت فرمائی اور نصیبین کے جنون کا ایمان منصوص ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ بعثت الی الاسود والاحمر مین کالون و گورون سب کی طرف بھیجا گیا ہون۔ اور جابر رضی اللہ عنہ سے صحیحین مین روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزین عطا ہوئین جو اگلے کسی نبی کو نہین عطا ہوئی تھین ایک مہینہ کی راہ تک

مین رعب سے فتح دیا گیا اور تمام زمین میرے لیے مسجد اور طہارت کی چیز کر دی گئی اور غنائم جہاد میرے لیے حلال کر دیے گئے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ کیے گئے تھے اور مجھے شفاعت عطا کی گئی اور پہلے نبی فقط اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مین تمام لوگون کی طرف بھیجا گیا۔ مترجم کہتا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل بادشاہ روم کو اور بادشاہ فارس وغیرہ کو خط لکھا اور ہدایت فرمائی چنانچہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی صدق کے ساتھ ایمان لایا اور ہرقل نے تعظیم کے ساتھ کہلا بھیجا کہ حاضری سے معذور ہون اگر وہان ہوتا تو مین قدم دھو کر پیتا اور بادشاہ فارس نے خط چاک کر دیا اور قاصد کو جھڑکا چنانچہ جب قاصد نے آکر حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مجوس اسی طرح پارہ پارہ کیے جاوینگے جیسے میرے خط کو چاک کیا چنانچہ اسی زمانہ مین ملک مین فساد ہوا اور تمام پارہ پارہ ہوئے یہان تک کہ اہل اسلام نے ایک عرصہ کے بعد ملک پر جہاد کر کے فتح کیا اور لوگون کو راہ اسلام کی ہدایت فرمائی۔ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین وغیرہم اس بات پر متفق تھے ان مین کچھ بھی دوسرا قول نہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف رسول ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالے عز وجل نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو آسمان والون اور انبیا رسب پر فضیلت دی تو لوگون نے پوچھا پس فرمایا کہ آسمان والون کے حق مین کہا ہے ومن یقل منہم انی الٰہ من دونہ فذلک نجزیہ جہنم۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ پس آپ کے لیے پہلے سے برات لکھدی۔ پھر لوگون نے پوچھا کہ انبیا پر فضیلت بھی اپنی زبان سے بیان کر دیجیئے تو کہا کہ اللہ تعالے عز وجل فرماتا ہو وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ ہر ایک پیغمبر کو اُسی کی قوم پر مخصوص رکھا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس پس آپ کو تمام آدمیون وجنون کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ بالجملہ یہ امر قطعی اجماعی ہو کہ آپ کی بعثت عام ورحمت تمام ہو۔ پھر مفسرین کو جو اشکال نظر آیا کہ قرآن پاک بزبان عربی ہونے سے آپ کی بعثت خاص لازم آتی ہو اور انھون نے جوابات ذکر کیے وہ یہ ہین کہ قوم سے مراد وہ لوگ ہین جنکو اُس نے راہ حق کی دعوت کی اور یہی جواب کو رازی وسراج وغیرہ مین اختیار کیا اور بیضاوی نے لکھا کہ قولہ الا بلسان قومہ یعنی اپنی قوم کی زبان مین جنمین سے وہ خود تھا اور انمین مبعوث ہوا تھا لیبین لہم۔ جو حکم دیا گیا اسکو انسے صاف بیان کر دے تاکہ آسانی وجلدی سے اسکو سمجھ کر سیکھ لیوین پھر اسکو نقل وترجمہ کر کے دوسرون کو سمجھاوین کیونکہ قوم والے بہ نسبت غیرون کے رسول سے اولے واقرب ہین کہ پہلے انھین کو دعوت کرے اور پہلے انھین کو راہ راست پر لاوے اور رب تبارک وتعالے کی معرفت سکھلاوے اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بحکم قولہ وانذر عشیرتک الاقربین سب سے پہلے حکم ہوا کہ اپنے قرابتیون کو انذار فرماوے اور اگر ایسا منظور ہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو مختلف اُمتون وتمام عالمون کی طرف بھیجے گئے تھے اُن پر مختلف زبانون کی کتابین نازل کیجاوین کچھ مشکل نہ تھی بلکہ ایک طرح کے معجزہ سے یہ بہت سہل کام تھا ولیکن اس سے کلمات مین اختلاف ہوتا اور الفاظ ومعانیہا کے حاصل کرنے اور اصول وفروع سیکھنے وکمال ثواب کے لیے اجتہاد کی قوت مین نفس کو تعب ورنج دینے کا موقع ضائع ہو جاتا۔ مترجم کہتا ہے کہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالے نے کچھ اشکال ذکر نہین کیا۔ اور جمل حاشیہ جلالین مین کہا کہ اولے یہ ہو کہ قوم کے معنے یہ لیے جاوین کہ رسول جن لوگون کی طرف بھیجا گیا پس دیگر انبیا رعلیہم السلام کے حق مین یہ قوم اُسکی قرابتی ہونگی اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت تمام عرب وعجم ومخلوق ہوگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر قوم سے اسکی زبان مین خطاب کرتے اگرچہ یہ ثابت نہین ہوا کہ آپ نے ترکی زبان مین کلام کیا کیونکہ کبھی کسی ترکی سے بات کرنے کا اتفاق نہین ہوا اور اگر ہوتا تو آپ اُس سے ترکی مین کلام کرتے اس جواب کو غور سے سمجھ لینا چاہیے انتہے مترجما۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب بچند وجہ مخدوش ہے اول یہ کہ حضرت موسے علیہ السلام فرعون کی جانب

بھیجے گئے حالانکہ وہ اُنکی قرابت مین سے نہ تھا اور نہ اسکی زبان مین کتاب نازل ہوئی اور اگر کہا جاوے کہ فقط اسواسطے بھیجے گئے تھے کہ بحکم قولہ ان ارسل معنا بنی اسرائیل الآیہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ کر دے تو خلاف منصوص ہو کیونکہ صریح اسکو ہدایت کرنے کا حکم ہے اور ارسال بنی اسرائیل ایک ضمنی یا عطفی حکم تھا۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو خط لکھا وہ عربی مین تھا والکتاب کالخطاب خط کا حکم مثل کلام کرنے کے ہے۔ سوم یہ کہ اہل حبشہ سے کلام کیا گو مردی نہین کہ زبان حبش ہو۔ علاوہ برین علما رکا اجماع بلکہ تمام کفار یہود ونصارے کا اجماع ہے کہ آپ محض اُمّی تھے اور صریح دلیل وحی قرآن کی ہے کہ آپ نے تمام اخبار امم ماضیہ ووقائع انبیا وحی صریح سے بیان فرمائے وقال تعالے لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی وہذا لسان عربی مبین۔ پس آپ عجمی زبانون سے واقف نہ تھے اگرچہ شان نبوت وقدرت معجزات آلٰہیہ مین یہ کچھ بھی چیز نہین کہ آپ تمام جہان کی زبانون مین کلام کرتے جیسے اللہ تعالے عز وجل چاہتا تو تمام جہان کو راہ راست دیدیتا ولیکن ایسا نہین فرمایا ہے۔ اب مترجم کہتا ہے کہ صواب صریح وحق صحیح میرے نزدیک یہ ہو کہ یہان کوئی اشکال ہی وارد نہین ہوتا کیونکہ سیاق آیت کریمہ کا اصلی مقصود یہ ہے کہ رسول کو حق تعالے اسواسطے بھیجتا ہے کہ قوم کو صاف بیان سے سُنا دے پھر ہدایت دینا اور نہ دینا اُسکے قبضہ مین نہین بلکہ فقط اللہ تعالے کی مشیت مین ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عام بعثت اس طرح مقدر ہوئی تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی تعلیم سے کامل مکمل ہو کر خلق کو ہدایت فرماوین جیسے قوم موسے علیہ السلام مین بحکم قولہ ومن قوم موسے امۃ یہدون بالحق الآیہ اور ایسا ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا ہے اور انکی صفت مین تامرون بالمعروف الے آخر الآیہ فرمایا اور اسی واسطے جہاد مین انپر فرض تھا کہ جس قوم پر جاوین اُسکو راہ حق کی طرف بلاوین اور سننے وسمجھنے وہر طرح اطمینان کرنے کی طرف توجہ دلاوین اور بلاوین پھر اُنسے جزیہ طلب کرین پھر جب کسی طرح نہ مانین تو تلوار نکالین اور فتاوے فقہ مین تعلیل بیان کی کہ اس زمانہ مین یہ دعوت اسوجہ سے واجب نہ رہی کہ اسلام وتوحید سے سب لوگ خبردار ہو چکے ہین اور ظاہر ہے کہ بیان یہی ہو اور معجزہ خواہ قرآنی ہو یا اور کوئی ہو ہدایت کے لیے مشروط نہین بمعنے آنکہ ملازمت نہین ہے چنانچہ بکثرت کافرون نے امم ماضیہ وحال مین سے معجزات دیکھے اور انکو ہدایت نہ دی گئی اور کروڑون مخلوق نے رسول کو نہ دیکھا اور ایمان سے مشرف ہوئے اور بکثرت علما رعرب نہ تھے جنھون نے قرآن مجید کے معجزہ کو صریح پہچانا بلکہ کتابین تصنیف فرمائین اور مشرکین کی ماتحتی مین اسلام چھوڑ کر دنیا وجہنم نہ اختیار کی پس حاصل یہ ہو کہ آیت مین قصر از جانب لسان ہو یعنی ارسال مقصور بزبان قوم تھا اور دونون طرف سے قصر نہین ہو تاکہ قوم مقصور بزبان ارسال ہو جنے کہ جو زبان رسول کی ہو اسی زبان والے امت رسول ہون پس کچھ اشکال نہوا کہ زبان عربی ہو اور جنکے اوپر ایمان لانا فرض ہو وہ عرب وعجم وجن تمام اصناف خلق ہین جیسے حضرت موسے علیہ السلام کی رسالت مین ظاہر ہوا۔ البتہ آیت کریمہ سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ہر رسول اپنی قوم قرابتی کی زبان پر مبعوث ہوا تھا اور امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے مجاہد کے طریق سے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین بھیجا اللہ تعالے نے کسی نبی کو مگر اسکی قوم کی زبان کے ساتھ یعنی ہر نبی اپنی قوم ہی کی لغت پر مبعوث ہوا ہو اور اسی طرف بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا بقولہ الذی ہو منہم یعنے اس قوم کی زبان مین جن مین سے رسول کی نسبی قرابت ہو۔ اور یہ اسواسطے کہ اول انذار انھین کو فرض ہو جیسا کہ بیضاوی سے نقل ہوا اور اسی وجہ سے فقہ وحدیث مین جہاد کی تفریع ہے کہ عرب کا جہاد سب سے اول روم پھر فارس پھر آگے ہو قال تعالے قاتلوا الذین یلونکم من الکفار۔ یعنی ان کافرون پر جہاد شروع کرو جو تم سے متصل ہین ولہذا عرب وفتح مکہ سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے روم پر توجہ نہین فرمائی پس اب معنے کلام آلٰہی کے ظاہر ہو گئے کہ اللہ تعالے عز وجل نے کوئی رسول نہین بھیجا مگر اسی کی قوم قرابتی کی زبان وبول چال

کے ساتھ تاکہ وہ انسے صاف صاف حکم الٰہی بیان کردے فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ یعنے پھر انذار وبیان کے بعد اور حجت الٰہیہ قائم ہونے کے بعد جسکو اللہ تعالےٰ عز اسمہ چاہے گمراہ کرتا ہے یعنے ہدایت وسمجھ اور دل کی تاریکی نہیں کھولتا پس بحکم قولہ یہلک من ہلک عن بینۃ. جو ہلاک ہوا وہ واضح بیان وحجت کے انکار سے ہلاک ہوا۔ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے یعنے ہدایت اُس مین پیدا کرتا ہے وقولہ یحیی من حی عن بینۃ۔ کا مصداق کردیتا ہے پس رسول نے اپنا کام ابلاغ کا پورا کیا اور باقی اختیار حق عزوجل قائم ہے جسکو چاہا وہ حق وباطل سے تمیز کرکے راہ نور پر آیا اور جسکو چاہا مردود فرمایا نعوذ باللہ من الضلال فائدہ لطیفہ فراء رحنے کہا کہ زبان عربی مین جب ایک فعل کے بعد دوسرا فعل ذکر کیا گیا پس اگر سیاق یکسان نہو یعنے دوسرے کا شکل اول نہو تو دوسرے کو اعراب نصب بربنا راستیناف ہوگا یعنے دوسرے فعل سے جدید جملہ شروع ہوگا اور یہی ایک صورت متعین ہوگی مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ کہ اول پر دوم کا عطف روا نہین ہے کیونکہ معطوف بحکم معطوف علیہ ہوتا ہے اور فرض یہ کیا کہ نسق واحد نہین ہے اور یہی آیت کریمہ مین ہے کیونکہ ارسلنا ولیبین کے بعد فیضل دوسرا فعل ہے جو اول پر عطف نہین ہوسکتا کیونکہ رسول کا بھیجنا واسطے بیان کے ہے نہ واسطے گمراہ کرنے کے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسی واسطے ارسلنا بصیغہ تکلم ہے اور فیضل بصیغہ غائب چنانچہ ظاہری صنعت التفات از تکلم بغیبت کے ساتھ معنوی بلاغت اعجاز یہ کہ فعل اول عین رحمت ہے بدلیل قولہ تعالےٰ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور اسکو بشان متکلم بیان فرمایا اور دوم یعنے فقط فیضل۔ شان قہر ہے تو اسکو بصیغہ غائب کردیا اور اسم اللہ علم الذات فاعل مختار فرمایا اور یہ اسم اعظم جامع رحمت وغضب اور لطف وقہر ہے اور یہین سے بعضے اکابر نے کہا کہ آدمی دعا مین اوصاف الرحمن الرحیم الغفور الشکور ومانند انکے ذکر کرے صرف یا اللہ پر اکتفا نہ کرے کہ ذات باری تعالےٰ عزوجل پاک عالی متعالی بے پروا اور تمام مخلوقات سے متباین ہے زجاج رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اس مقام پر نصب فیضل بھی جائز ہے اور لیبین کا لام بمعنے انجام کار لیا جاوے یعنے ارسال رسول کا انجام بیان راہ نور اور راہ ظلمت ہے اسی لغت وزبان مین جو قوم سمجھتی ہے حتیٰ کہ انھون نے رسول کا بیان سمجھ لیا اور باوجود اسکے فضل وہادی وہی اللہ تعالےٰ سب مخلوق خالق ہے اور بیان کو ہدایت لازم نہین ہے لیکن جب ہادی عزوجل اسکو سبب کردے مترجم کہتا ہے کہ تفسیر لغت وبیان کے یہی معنے ہین اور اس سے ایک لطیف بات معلوم ہوئی کہ تفسیر وفہم مین بڑا فرق ہے چنانچہ ہو اللہ احد کی تفسیر لغت بالکل ظاہر ہے اسکے سمجھنے سے کوئی معذور نہین اور ترجمہ اسکا کہ وہ اللہ اکیلا۔ ہے بالکل ظاہر ولیکن کفار کی فہم مین نہ آیا یعنی معنے کہ حق تعالےٰ عزوجل جو خالق افعال ہے اُس نے کافر کی عقل پر یہ فعل فہم کا پیدا نہ کیا اور مومن سمجھ گیا کہ رب تبارک وتعالےٰ نے اسکے فہم کو اس کلمہ کے ساتھ پیدا فرمایا یہین سے ظاہر ہوگیا کہ فیضل کو یہدی پر مقدم کرنا اسی لیے ہے کہ رسول کا بیان ایسے آدمی کے واسطے ہوتا ہے جو گمراہ وکج فہم ہوگیا پس جب عالم قدیم سبحانہ تعالےٰ نے اس بہوت کو نہ چاہا تو اسکے حال پر باقی رکھا اور جسکے لیے چاہا اُسکے اندر فہم وہدایت پیدا کردی۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ اور وہی عزیز ہے یعنے ایسا غالب زبردست کہ ممکن نہین جو کوئی دوسرا اُسکے ملک مین تصرف کرسکے جو اس نے چاہا وہی ہوگا من یضلل اللہ فلا ہادی لہ جس مخلوق کی نسبت اس نے چاہا کہ تاریکی مین اندھا بھٹکے اسکو نور کی طرف لانے والا کوئی نہین۔ ومن یہدہ اللہ فلا مضل لہ اور جسکو اللہ تعالےٰ عز اسمہ نے راہ نور پر لانا چاہا اسکو بھٹکانے والی کوئی چیز نہین ہے پس وہی ہے عزیز۔ الْحَكِيْمُ بڑا حکمت والا پس یہ عین حکمت ہے جو وہ فرماتا ہے ولیکن مخلوق کی عقل ادنے مخلوق اسکو کیا مجال ہے کہ خالق عزوجل کی عجیب صنعت کو پہچانے پھر کافرون کی نادانی ہے جو اس مین ہاتھ پاؤن مارتے ہین کیونکہ آسمان چھولینا آسان اور یہان مجال کوشش محال ہے۔ ف فی العرائس قولہ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم۔ اس مین اشارہ ہے کہ اولیاء کے لیے علیحدہ علیحدہ اشارات واصطلاحات

بیان ہین کہ اہل محبت کو انکے فہم کے موافق بیان سے معرفت مین لاتے ہین اور اگر انسے ابتدا مین بزبان حقیقت کلام کرین تو وہ بالکل نہ سمجھین پس ہلاک ہوجاوین پھر حقائق جس مرید کا نصیب اچھا ہے اُسپر کشادہ ہوتے ہین اور بعض پر بسبب غیرت کے نہین کھلتے ہین تم کلامہ پھر بعثت وبیان اور بعد اقرار کے اخراج بنور اور عظمت وکبریاء الٰہی تعالےٰ کو آیندہ آیات مین بیان فرمایا

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ

اور بیشک ہم نے بھیجا تھا موسیٰ کو اپنی نشانیون کے ساتھ کہ نکال اپنی قوم کو تاریکیون سے طرف نور کے اور یاد دلا ان کو

بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

ایام اللہ تعالےٰ کے بیشک اسمین نشانیان ہین ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لیے

یہ طریقہ رسول بھیجنے کا اور معجزات کے ساتھ راہ ظلمات سے نور کی طرف لانے کا اور باوجود بیان کے اکثرون کا منکر ہونا اور تاریکیون مین سے باہر آنے سے انکار کرنا موافق مشیت الٰہی تعالےٰ کے واقع ہوا چنانچہ جامع واقعات عجیبہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مین غور کرنے کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالےٰ۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور بیشک ہم نے بھیجا جیسے تجھ کو افضل الرسل کرکے بھیجا ہے تجھ سے پہلے موسیٰ موسیٰ بن عمران کو اولو العزم رسل کرکے اور ساتھ ہارون کو بطور وزیر کے۔ بِاٰيٰتِنَآ اپنی آیات کے ساتھ یعنے توریت وانواع معجزات وواقعات کے ساتھ جن کا بیان اول مین مفصل ہوچکا ہے اور بیان ارسال یہ کہ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ باہر لا اپنی قوم کو یعنے طریقہ واداب واعتقادات وشب وروز کا برتاؤ اور قلب کی حفاظت ودنیا مین آسانی وپاکیزگی کے ساتھ بسر کرنے کے باوجود رجوع بآخرت سب ان کو بتلادے تاکہ اللہ تعالےٰ عزوجل کی طرف رجوع لاوین مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ تاریکی سے نور مین ف یعنے سب تاریک پردے حسب مشیت رفتہ رفتہ دور فرمادے اور نور کی طرف وے لوگ آجاوین۔ واضح ہو کہ حق تعالےٰ عزوجل نور وظلمت سب سے پاک ہے ولیکن مخلوقات سے جب سیاہ پردے دور ہوتے ہین تب نور کے پردے نظر آتے ہین اور یہ قبولیت وقرب حق تعالےٰ ہے جہان تک نور کے پردے اُٹھتے جاوین پھر او تعالےٰ نیک بندون سے نور کے پردے قیامت کو اُٹھادیگا وسبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ حاصل یہ کہ جیسے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو آیات کتاب کے ساتھ اپنی قوم کی زبان مین بھیجا کہ اس سے اول قریش پھر عرب پھر تمام مخلوقات عالم تاریکیون سے باہر آکر نور مین آوین ایسے ہی متواتر ثابت ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آیات توریت ومعجزات حسی کے ساتھ اسکی قوم کی زبان عبرانی مین بھیجا تھا کہ اپنی قوم کو ظلمات سے نکالکر نور کی طرف لا۔ ف حضرت موسے علیہ السلام جن لوگون کی طرف بھیجے گئے وہ قبطی قوم فرعون اور بنو اسرائیل تھے اور چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل مین سے تھے تو زبان اور توریت آپ کو عبرانی عطا ہوئی پس ظاہر ہوا کہ ہر رسول کو زبان اسکی قرابتی قوم کی ملی اگرچہ جن لوگون کی طرف بھیجا گیا وے مختلف اقوام ومختلف زبان ہون پس زبان رسول مخصوص بقوم قرابت ہے اور ارسال مخصوص بقوم قرابت نہین ہوتا چنانچہ ارسال حضرت موسیٰ علیہ السلام بجانب فرعون بھی تھا چنانچہ اوپر اسکی تحقیق بیان ہوچکی ہے فافہم۔ پھر چونکہ انسان پر غفلت آجاتی ہے لہذا حضرت موسے علیہ السلام کو یہ بھی حکم دیا کہ۔ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ اور یاد دلا انکو ایام الٰہی یعنے جن ایام مین حق تعالےٰ عزوجل نے وقتاً فوقتاً انپر متعدد انعام کیے اور طرح طرح کے معجزات قاہرات سے دشمنون کو زیر کیا جیسے عصاے موسے سے فرعون کا مغلوب ہونا اور ساحرون کا ایمان لانا اور طوفان وجراد وقمل وخون وسرطان وغیرہ سے فرعونیون کا مقہور ہونا اور آخر بحیرۂ قلزم مین عجیب قدرت وانعام

دکھلایا کہ انکو نجات دیکر فرعون کو غرق کر دیا پھر تظلیل غمام و انزال منّ و سلوےٰ وغیرہ سے انعامات فرمائے غرضکہ انکو انعامات سے بجانب محبت خالق عزّ و جلّ و تفکر پاک شان حق تعالیٰ عزّ و جلّ کی طرف نکالا اور حضرت مجاہد و قتادہ وغیرہم نے کہا کہ ایام اللہ یعنے ایام انعام الٰہی سبحانہ و ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایام اللہ یعنے اللہ تعالیٰ عزّ اسمہ کی نعمتین اور ابن کثیر رح نے کہا کہ مرفوع حدیث مین بھی یہ تفسیر آئی ہے کما رواہ ابن جریر وغیرہ اِنَّ فِي ذٰلِكَ بیشک اس معاملہ مین یعنے جو نیک بندون بنی اسرائیل کے ساتھ نجات و فضیلت دینے کا کیا اور بدکارون فرعونیون کے ساتھ ہلاک کرنے کا کیا ہے لَاٰيٰتٍ نشانیان ہین یا عبرت ہین لِّكُلِّ صَبَّارٍ ہر بندہ صبر کرنے والے کے لیے جو سختی و مصیبت مین ایمان توحید پر ثابت رہے جیسے بنو اسرائیل باوجود قتل اولاد اور تنگی رزق و طرح طرح کے مصائب کے صابر رہے۔ شَكُوْرٍ بندہ شکرگزار کے لیے جو راحت و نعمت مین حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے کہ مومن کا معاملہ سب کا سب عجیب عمدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزّ و جلّ اُس کے لیے جو کچھ جاری فرماتا ہے وہ اُسکے حق مین بہتر ہی ہو جاتا ہے اگر اسکو کوئی مضرت پہونچی اُس نے صبر کیا تو اُسکے لیے بہتر ہو گئی اور اُسکو بھلائی پہونچی اُس نے شکر کیا تو اسکے لیے بہتر ہو گئی قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بہت اچھا وہ بندہ ہے کہ جب مبتلا ہوا تو صبر کیا اور جب انعام پایا تو شکر کیا۔ شیخ ابن جریر وغیرہ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ وذکرہم بایام اللہ۔ تمام گذشتہ امتون سے تا زمان حضرت موسیٰ علیہ السلام جو وقائع گذرے تھے سب مراد ہین کیونکہ جب انکو کافرون کا ہلاک کرنا اور نیکون کا نجات دینا سنایا جاوے تو خوف و عبرت سخت ہو گی۔ اور صبار شکور کو خاص کرنا اسواسطے کہ اسی کو انتفاع ہو گا اور شاید کہ بندہ مومن کی ابتدائی دونون صفات کو ذکر فرمایا واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف فی العرائس قولہ وذکرہم بایام اللہ منجملہ اشارات کے شیخ نے ذکر کیا کہ اس سے ایام القدم اور ایام البقاء کا اشارہ ہے پس ایام القدم اولیت اولیہ ہے جو زمانہ و آثار سے پاک ہے وجود در وجود قبل وجود تھا اور ویسا ہی تھا جیسا کہ اب ہے پس خود بخود عاشق ہوا اور وجود مین جز وجود کچھ نہ تھا پس ایام قدم اسپر گذر گئے کہ بلا عشق ملہوف و بغیر محب معروف و بدون حیران سکران و عارف مکاشف و مونس مستانس تھا ؎ مضت فرص الوصال وما شعرنا ٭ الا العصا لایام الفراق ؎ مذکرتنا یا ماو دہر اصالحنا ٭ فبکیت محزونا فاجت حزنی۔ اور رہے ایام البقاء تو آخریت آخریہ بلا مرور حدوث و علت اکوان مین وہ بقاے سرمدی ہے وہ جمال احدی و وصال ابدی ہے کہ عشاق کے شہود و اہل شوق کے مطالعہ کا بقا ہے۔ گویا اشارہ ہے کہ انکو ایام قدم یاد دلاوے کہ دائمی وجود سے فرح و سرور پاوین نیز اشارہ ہے کہ انکو ایام قدم یاد دلاوے کہ حسرت مافات انکے جوش مین لاوے یعنے ایام وصال عالم ارواح بخطاب ازلی یاد کرین نیز انکو یاد دلاوے فرحت وصال اور خوف ہجران یعن کیونکہ ان دونون کی شان عظیم و خطر جسیم ہے پھر حق سبحانہ تعالیٰ عزّ اسمہ نے ایام قدم کے فراق کی قدر اُن بندون کے ساتھ مخصوص فرمائی جو صابر و شاکر ہین کہ فراق مین ہر مصیبت پر صبر کرتے ہین اور لطف فراق مین امید وصال باقی ہونے پر جان فدا کرکے شکر کرتے ہین بقولہ تعالیٰ ان فی ذلک لآیات لکل صبار شکور بعض مشائخ نے کہا کہ ایام اللہ وہ ایام ہین کہ جب اجسام مین حلول سے پہلے انکی ارواح صافی اور توحید مین فرحت کے ساتھ باقی تھین۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ شکر بندے کی عاجزی ہے کیونکہ ہر شکر بتوفیق و انعام الٰہی ہے تو ہر شکر کے لیے شکر ہے پس مین اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے شکر کو عاجزی سے ادا کرتا ہون اور بعض نے کہا کہ ہر فہم و طاعت و ایمان جس سے فضل و وصال و نعمت کمال کی امید ہے اور بندہ راہ مستقیم پر قائم ہے ہمیشہ اسکا شکر ختم نہین ہو سکتا مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح افلا اکون عبدا شکورا مین صریح اشارہ ہے کہ باوجود تمام گناہ اول و آخر بخشے جانے کے آپ استغفار کرتے اور فرماتے کہ بندہ شکرگزار نہ بنا ہون پس یہ معنے شکر کے ہین اور ہر حمد پر مزید نعمت ہوتی جاتی ہے اور یہ شکر قدیم ہے سوائے اسکے جسکو

اللہ تعالیٰ عزّ و جلّ معصوم فرماوے کہ وہ عاجزی بڑھاتا جاتا ہے اسلام پر ایمان و اسپر احسان و اسپر معرفت و اسپر توحید ہے اور کافرون کی سمجھ سے یہ سب بعید ہے واللہ ہو العزیز الحمید پھر استغنار و عظمت بیان فرمایا بقولہ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اور یاد دلا کہ جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ یاد کرو نعمتین اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر کہ تم کو چھٹکارا دیا فرعون والون سے

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ

کہ پیچھے پڑ گئے تھے تمکو دیتے سخت عذاب اور ذبح کر ڈالتے تھے تمہارے بیٹون کو اور چھوڑ رکھتے تھے تمہاری بیٹیون کو اور اسمین

ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۚ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ ع ٦

تمہارے رب کی طرف سے انعام عظیم ہے اور جب صاف حکم دیدیا تمہارے رب نے کہ جب تم شکر کروگے تو مین تمہین زیادہ دونگا اور

لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ

اگر تم کفر کروگے تو بیشک میرا سخت عذاب ہے اور کہا موسیٰ نے کہ اگر کفر کرو تم اور جو کوئی

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

زمین مین ہے سب کے سب تو اللہ تعالیٰ بیشک غنی بے پروا تعریف کیا گیا ہے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ یعنے اور جب حضرت موسے علیہ السلام نے اپنی اس قوم سے کہا جسکی طرف ارسال مقصود تھا اور وہ بنو اسرائیل تھے اور یہ اس وقت کہا کہ جب فرعون و قبطیون کے ہلاک ہو جانے کے بعد یہ لوگ خود سلطنت کے مالک کیے گئے تھے کہ۔ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ یاد کرو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ عزّ و جلّ کی نعمتین اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ جب تم کو آل فرعون یعنے قوم فرعون سے نجات دی جن کا یہ حال تھا کہ۔ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ تلاش کرتے و خواہش کرتے تمہارے لیے بُری طرح کا عذاب۔ چنانچہ ابتداے سورۂ بقرہ مین بیان ہو چکا کہ بالکل قتل کر دینا نہ چاہتے بلکہ طرح طرح کے بُرے کام لیتے و خوراک کم دیتے اور خاصکر بڑا عذاب یہ تھا جو بطریق عطف کے بیان فرمایا کہ۔ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ اور جو لڑکا تمہارے یہان پیدا ہوتا اسکو قتل کر ڈالتے۔ کیونکہ کاہنون نے فرعون سے کہدیا تھا کہ بنو اسرائیل مین ایک لڑکا ہوگا جو فرعون کی بادشاہت تباہ ہونے کا سبب ہوگا اور پیچھے کو فرعون نے خدائی دعوے کر لیا اور حضرت موسے علیہ السلام کی رسالت کے بعد بھی فرعون نے ان مین یہ قاعدہ جاری رکھا کہ لڑکے کو قتل کرتے۔ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ اور لڑکیون کو زندہ چھوڑتے بلکہ چاہتے کہ لڑکیان زندہ رہین۔ کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ انکو لونڈیان بنا کر خدمت لیتے اور شوہرون سے جدا رکھتے۔ باوجود اس کے بنو اسرائیل کو توفیق عطا ہوئی تھی کہ ایمان پر قائم تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ عزّ و جلّ نے انکو دنیا مین بھی تمام اسوقت کے اہل عالم پر فضیلت دی کہ کوئی انپر غالب نہ ہو سکتا تھا۔ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ اور اس معاملہ مین تمہارے رب کی طرف سے بلاے عظیم ہے۔ یعنے انعام عظیم ہے اور لغت مین بلا بمعنے انعام مستعمل ہے پس بنظر انجام کار بعض علماء نے انعام سے تفسیر فرمائی ہے یعنے نجات دینا اور اس عروج پر پہونچانا بڑا انعام ہے اور بعض نے بنظر ابتدائی حالت جسکا بیان ہوا بلا بمعنے ابتلا لیا یعنے اس مصیبت کے تم کو پہونچنے مین تمہارے رب کی طرف سے بڑا امتحان تھا مترجم کہتا ہے کہ بہر صورت اللہ تعالیٰ عزّ اسمہ کا فضل و انعام ظاہر تھا کہ فرعونیون کی

سختی میں انپر صبر و تسکین دی اور ثواب آخرت مہیا کر دیا اور بعد نجات کے سلطنت میں عدل و استقامت و شکر گزاری و طاعت تھی اور ایک مقام پر بنواسرائیل کے حق میں فرمایا۔ وبلوناهم بالحسنات والسیئات لعلهم یرجعون یعنی ہم نے انکو بھلائیون کے ساتھ اور برائیون کے ساتھ دونون طرح امتحان میں مبتلا کیا کہ وے رب تعالے کی طرف رجوع لاوین۔ اسی واسطے حضرت موسی علیہ السلام کا قول بیان فرمایا۔ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ اور جب اعلان دیدیا صاف صاف تمھارے رب تعالے نے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ یعنے قسم اگر تم شکر کروگے اے بنواسرائیل تو مین تمھارے لیے بڑھاونگا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اور اگر تم ناشکری کروگے۔ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ تو میرا عذاب سخت ہے اُسکے لیئے جو ناشکری کرے۔ انجام کار جو معاملہ بنواسرائیل میں واقع ہوا وہ یہ تھا کہ ایک مدت تک صلاحیت و پرہیزگاری پر رہے اُنکے علماء و فقراء و بادشاہ نیک نہاد صالح عادل رہے پھر یہ لوگ بگڑتے گئے اور شہوات و فتنہ پھیلتے گئے اور پہلا فتنہ ان میں عورتون سے پھیلا کہ زناکاری و فجور و نافرمانی و ترک نماز و بداعتقادی بڑھتی گئی اور اسوقت سخت عذاب میں کئی بار مبتلا ہوئے اور آخر میں ہمیشہ کے لیے خوار کر دیے گئے۔ ربیع بن انس رح نے فرمایا کہ حضرت موسے علیہ السلام نے انکو آگاہ کیا کہ اگر تم اپنے رب کا شکر مانوگے تو تمھارے لیے اپنا فضل بڑھاویگا اور رزق میں برکت و وسعت دیگا اور عالم پر تم کو غالب کریگا اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تمھارے نفس اس آیت میں تم کو دنیا کے مال و متاع پر نہ لے جاوین یعنے رب تبارک تعالے نے دنیاوی مال و متاع و عیش و راحت کی کسقدر قدر نہین کی کیونکہ دنیا اللہ تعالے عز و جل کے نزدیک اس سے کہین زیادہ حقیر ہے بلکہ یہ معنے ہین کہ اگر تم طاعت و حسن معرفت کا شکر کروگے تو مین زیادہ معرفت دونگا۔ شیخ ع الس نے کسی ایک مشائخ سے یہ معنے بیان کیے ہین اور یہ امر ظاہر ہے کہ دنیا کی وسعت و سلامتی مرد آخرت کو اسی وجہ سے زیادہ مرغوب ہے کہ وہ طاعت میں فارغ البال ہوتا ہے اور جس نے ایمان و معرفت کی قدر نہ جانی وہ دنیا کی قدر کرنے میں جاہل ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اگر میری نعمت کا شکر کروگے تو مین بڑھاونگا اور اگر کفر کروگے اسطرح کہ نعمت چھپاؤ اور انکار کرو تو عذاب دنیا اسطرح ہوگا کہ وہ تم سے چھین لیجاوے اور عذاب دیا جاوے اور لکھا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بندہ کبھی گناہ کے سبب سے جو اُس نے کیا یا رزق سے محروم ہو جاتا ہے وقال الامام احمد حدثنا اسود حدثنا عمارة بن زاذان الصیدلانی عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سائل گذرا آپ نے اسکے لیے ایک چھوہارے کا حکم دیا اُس نے حقارت سے نہ لیا پھر دوسرا آیا اسکے لیے آپ نے چھوہارے کا حکم دیا اُس نے عزت سے لیکر کہا کہ سبحان اللہ یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے پس آپ نے باندی کو فرمایا کہ ام سلمہ کے پاس جاکر چالیس درم جو انکے پاس ہین لاکر اُسکو دیدے۔ قال الحافظ تفرد به احمد وعمارة بن زاذان رجل وثقه ابن حبان واحمد ویعقوب بن عثمان وقال ابن معین صالح وقال ابوزرعة الرازی لاباس به۔ وقال ابوحاتم یکتب حدیثه ولایحتج به لیس بالمتین قال البخاری ربما یضطرب فی حدیثه۔ وروی عن احمد ایضا انه قال روی عنه احادیث منکرة وقال ابوداؤد لیس بذاک وضعفه الدارقطنی وقال ابن عدی لاباس به ممن یکتب حدیثه۔ اور تفسیر قول لئن كفرتم ان عذابي لشديد اے لئن كفرتم لاعذبنكم عذابا شديدا ان عذابي لشديد پس ادب سکھلایا کہ کفران و نافرمانی پر فوراً عذاب مت کرو چنانچہ یہ نہین فرمایا کہ اگر کفران کروگے تو تم کو عذاب کردونگا جیسے فرمانبرداری و شکر کی صورت مین اظہار فرمایا ہے بلکہ یون فرمایا کہ خوف کرو کہ میرا عذاب سخت ہے پھر حضرت موسے علیہ السلام نے تصریح کردی کہ یہ شکر یا عدم شکر تمھارے حق میں ہے اور اللہ تعالے عز و جل تمھاری طاعت و معصیت سے پاک ہے کما قال تعہ۔ وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اور کہا حضرت موسے علیہ السلام نے کہ اگر تم کفر کرو۔ بلکہ اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ

تم اور زمین پر جو رہتا ہے یعنی تم اور تمام عالم جَمِیْعًا یعنی سب کے سب ناشکرے و کافر ہوجاؤ تو تم اپنا ہی برا کروگے۔ اللہ تعالے تمھارے شکر و ناشکری سب سے پاک ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ اللہ تعالے عز و جل بے شبہ مستغنی و تعریف کیا گیا ہے اور صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تبارک و تعالے کا فرمان ہمکو سنایا اور اسمین ہے کہ اے میرے بندو اگر تمھارے اگلے و پچھلے و آدمی و جن سب کے سب تم میں سے سب سے متقی ایک مرد کے قلب پر ہو جاوین تو اس سے میری بادشاہت میں کچھ نہین بڑھیگا۔ اے میرے بندو اگر تمھارے اگلے و پچھلے و انسان و جن سب کے سب ایک وسیع میدان میں کھڑے ہون اور ہر ایک آدمی اپنی اپنی آرزوئین مانگے کہ مین ہر ایک کو اُسکی مرادین دیدون تو میرے خزانہ غیب میں اس سے کچھ کمی نہوگی مگر جیسے سمندر مین سوئی ڈبونے سے پانی میں کمی ہو یعنی کچھ بھی نہین الحدیث پس پاک ہے وہ غنی حمید اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالے نے تاریخ میں اور ضیاء نے مختارہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع کلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم روایت کیا کہ جو کوئی پانچ باتون کی توفیق دیا گیا وہ انکے مقابلہ مین پانچ نعمتون سے محروم نہوگا از انجملہ ایک یہ کہ جو کوئی شکر کی توفیق دیا گیا وہ زیادت سے محروم نہوگا اور حکیم ترمذی نے نوادر میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ جسکو شکر کی توفیق ہوئی وہ زیادتی سے محروم نہوگا۔ اور واضح ہو کہ مرد آخرت اول اپنے انعامات ایمان و احسان و معارف و طاعات کو مقدم کرکے شکر کرتا ہے پھر دنیاوی صحت و فراغت و جملہ نعمتون کا شکر کرتا ہے پس رب تبارک تعالے سب میں زیادتی فرماتا ہے ف فی العرائس قوله ان تکفروا انتم الآیہ۔ بیان فرمایا کہ ذوالجلال والاکرام پاک بے پرواہ شاکرون کے شکر و کافرون کے کفر دونون سے اور شیخ نے لکھا کہ اسمین اشارت ہے کہ جب کہ او سبحانہ تعہ مخلوقات سے مستغنی ہے تو پروا نہین کہ انکو بخشدے اور سب کو دریائے رحمت میں غرق کردے کہ محمود قبل وجود خلق کے بذات پاک ہے اور مخلوق اسکی حمد و شکر سے عاجز معلوم ہے شیخ ابوصالح رح نے کہا کہ غنی وہ ہے جو ہمیشہ تھا اور ہمیشہ ہے اور مخلوق سے اسکا غنا بڑھا نہین بلکہ مخلوق محتاج کو غنی کردیا اور وہ بذات پاک غنی حمید ہے شیخ واسطی رحمہ اللہ تعہ نے کہا کہ ایمان میں تاثیر قرب حق تعہ کی نہین اور نہ کفر میں تاثیر دور کرنے کی ولیکن جاری ہوچکا جو ہوچکا سعادت و شقاوت سے ازل میں پس ظاہری کفر و ایمان کی صورت ہے نہ حقیقت اور درحقیقت حقائق وہ ہر فرد کے احکام ہین جو زمانہ سے پہلے جاری ہوچکے۔ پھر حق سبحانہ تعالے نے مشہور متواتر علم کے موافق شاکر و کافر کے اعتبار کرنے کو فرمایا۔

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۵ وَالَّذِیْنَ

کیا تم کو نہین پہونچین خبرین اُن لوگون کی جو تم سے پہلے تھے قوم نوح کی اور عاد اور ثمود اور وے جو

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا

انکے پیچھے ہوے کوئی انکو جانتا نہین سواے اللہ کے لائے تھے انکے پاس ان کے رسول کھلی نشانیان پس پھیر لیے اُنھون نے

اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ

اپنے ہاتھ اپنے مونھون میں اور بولے کہ ہم منکر ہین اس چیز سے کہ تم بھیجے گئے ساتھ اُسکے اور بالضرور ہمکو تو شک مین

مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۵ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

ڈالنے والا شک ہے اس سے جسکی طرف تم ہم کو بلاتے ہو انکے رسولون نے انسے کہا کہ کیا اللہ تعالے مین تم کو شک ہے وہ پیدا کرنے والا آسمانون

وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

وزمین کا وہ تم کو بلاتا ہے تاکہ تمھارے گناہون کو بخشدے اور تم کو باقی رکھے مقرری میعاد تک

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ

بولے کہ تم نہیں ہو مگر بشر ہمارے مثل کہ چاہتے ہو کہ ہم کو روک دو ان چیزوں سے جنکو پوجتے رہے

اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

ہمارے باپ دادے پس لے آؤ کوئی کھلا غلبہ ہمارے پاس جوابدیا انکو انکے رسولون نے کہ بیشک نہیں ہیں ہم مگر بشر مثل تمھارے

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ

ولکن اللہ تعالے احسان کرتا ہی جسپر اپنے بندون مین سے چاہتا ہے اور ہم کو یہ کہان پہونچتا ہو کہ ہم تمھارے پاس لا دین کوئی سلطان

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ

مگر اللہ تعالے کے حکم سے اور اللہ تعالے ہی پر چاہیے کہ ایمان والے بھروسا کرین اور ہم کو کیا ہو کہ ہم توکل نہ کرین

عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ

اللہ تعالی پر اور حالیہ کہ اُس نے ہم کو ہماری راہ دکھلائی اور قسم اللہ تعالے کی کہ ہم صبر کرینگے اسپر جو تمنے ہم کو اذیت دی اور اللہ تعالی ہی پر چاہیے

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ ع ٢

کہ بھروسا کرین بھروسا کرنے والے

شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ حضرت موسی علیہ السلام نے جو کچھ اپنی قوم سے کہا تھا اسی کا تتمہ یہ کلام بھی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے قولہ وذکرہم بایام اللہ کی تفسیر انتقام اللہ اختیار کی تھی اور یہ بھی عرب کی بول چال مین مستعمل ہے پس جو حکم تھا کہ بنو اسرائیل کو ایام اللہ یاد دلادے یعنی اللہ تعالے عز وجل نے اگلی امتون قوم نوح وغیرہ پر دنیا کی صحت ونعمت وغیرہ کے اور رسولون کے بھیجنے کے احسان کیے مگر انھون نے اللہ تعالے کے رسولون کو جھٹلایا اور کفر کیا پس اللہ تعالے عز وجل نے جو عزیز منتقم ہے انکو کس طرح ہلاک کیا اور بنی اسرائیل کو یہ اخبار متواتر پہونچے پس انکو یاد دلانے سے عبرت ہوگی چنانچہ حضرت موسے علیہ السلام نے یہ قصص بیان کیے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس قول مین تامل ہی اور مجاہد وغیرہم سے ایام اللہ کی تفسیر انعام الٰہی مروی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہان سے اللہ تعالے عز اسمہ نے عرب کے لیے عبرت فرمائی ہی اور مؤید اسکا یہ ہے کہ کہا گیا کہ توریت مین عاد وثمود کا قصہ نہین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ توریت مین نہونا کچھ مضر نہین جبکہ رسول نے انکو آگاہ کیا اور وہ ایک امر انمین متواتر معروف تھا ولیکن اظہر یہی ہے کہ یہان سے کلام مستانف ہے پہلے عرب کو انکے سامنے موجود رسالت حضرت موسے علیہ السلام وان کا غائت مقصود کہ قوم کو ظلمات سے نور کی طرف لاوے بیان کیا جیسے قرآن مجید ورسالت خاتمہ حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصود ہی اور کفران نعمت مستوجب خسران ہونا اور اللہ تعالے عز وجل کا غنی حمید ہونا ظاہر فرماکر عرب کو انکے اوہام پر ملامت فرمائی بقولہ۔ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ کیا نہین پہونچی تمکو خبر ان لوگون کی جو تم سے پہلے تھے یعنے خوب ظاہر متواتر خبر تمکو معلوم ہی اور ان کا آغاز وانجام وانکا واقعہ عبرت ناک یاد کرو اور بیان کیا کہ اگلی قَوْمِ نُوْحٍ ایک قوم نوح تھی وَّعَادٍ اور دوسری عاد جن مین حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ وَّثَمُوْدَ اور تیسری ثمود قوم جنمین حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور یہ عرب ہی مین تھے اور اسوقت تک انکی بستیون کے نشان پائے جاتے تھے چنانچہ تبوک جاتے ہوئے قوم ثمود کی ویران بستی صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھی اور آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم نے انکو ارشاد فرمایا کہ اس قوم پر جانے مین دلیری مت کرو روتے ہوئے وہان جاؤ اللہ تعالے غنی حمید ہی اور جن لوگون نے قوم کے کنوین سے پانی بھر کر آٹا گوندھا اور ہانڈیان چڑھائی تھین جب پیچھے سے آپ مع اکابر صحابہ تشریف لائے تو ہانڈیون کی نسبت حکم دیا وہ لوٹ دی گئین اور آٹا جانورون نے کھایا اور لشکر کو حکم دیا چنانچہ روانہ ہوکر ایک کوس کے فاصلہ پر ایک کنوین پر اُترے اور فرمایا کہ یہ کنوان وہ ہے جس سے حضرت صالح وانکے ساتھی پانی پیتے تھے اور تالاب مین ناقہ کی راہ نالہ سے آمدنی اور دوسرے نالہ سے لوٹ جانے کی لوگون کو دکھلائی پس عرب ان آثار سے خوب آگاہ تھے اور واقعہ عاد اور ثمود انمین معروف متواتر تھا صرف جہالت یہ تھی کہ انکو وجہ ہلاکت وغیرہ سے علم نہ تھا اور یہ بسبب کمال جہالت اہل عرب کے تھا جو جانورون سے کسی طرح برتاؤ مین کم نہ تھے سوائے اسکے کہ سخاوت وشجاعت اور صدق وامانت انمین ذاتی جواہر بیش قیمت تھے۔ ابو مجلز سے روایت ہی کہ ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ مین انساب عرب خوب جانتا ہون فرمایا کہ تو نہین بتا سکتا اُسنے کہا کہ نہین بلکہ مین بتلا سکتا ہون فرمایا کہ بھلا عاد وثمود اور اصحاب الرس اور درمیان کی بہت پشتین جانتا ہے اُسنے کہا کہ مین ان سب کے انساب محفوظ رکھتا ہون پس آپ نے پڑھا قولہ تعالے۔ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اور وہ لوگ جو ان اقوام نوح وعاد وثمود کے بعد ہوئے جنکو کوئی نہین جانتا سوائے اللہ تعالے عز وجل کے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسکو پڑھا تو وہ شخص چپ ہوگیا۔ اور یہ بات بالکل یقینی ہی کہ کرورون آدمیون کے ہزارون جھنڈ کون محفوظ کرسکتا ہی سوائے اللہ تعالے عز اسمہ کے ولیکن اصول ومعروفین کا حال البتہ خاص خاص واقعات کا جو عام مشتہر ہون بطور متواتر پہونچتا ہی اسی واسطے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ علم نسب کا دعوے کرنے والے جھوٹے ہین عروہ بن الزبیر نے کہا کہ مین نے کسی کو نہ پایا جو معد بن عدنان کے اوپر نسب کے اجداد پہچانتا ہو یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اوپر قریب آٹھ پشت کے بعد جہانتک بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے اس سے اوپر نسب معروف نہین ہی اور ابن عباس نے کہا کہ عدنان سے اوپر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک تیس اجداد ہین کہ نسب انکا معروف نہین ہوتا۔ اگر کہا جاوے کہ پھر قوم نوح وعاد وثمود کی خبر سے کیونکر انکو عبرت دلائی تو جواب یہ ہی کہ عاد یا ثمود کے رؤسا اور ان کی نسبی قرابت نہ معلوم ہونے سے یہ نہین لازم آتا کہ عاد یا ثمود کا حال نہ معلوم ہو جیسے مثلاً کئی ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم معلوم ہین اور ہر ایک کے انساب کی تفصیل ہم کو ٹھیک نہین معلوم ہی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء وغیرہم بوجہ خبر متواتر کے قطعی معلوم مگر اولاد ہر ایک کی جو اسوقت تک ہوئی فقط علم الٰہی عز وجل مین ہین کوئی نہین جانتا ہی بالجملہ عاد وثمود کا واقعہ ایسا ہولناک تھا کہ برابر مثل طوفان نوح کے متواتر مشہور رہا اور بعد کے درمیانی قرون مین بھی شاید رسول آئے جنکا علم اللہ تعالے عز وجل کو ہی پس اللہ تعالے عز اسمہ نے ان سب کا عبرتناک حال اسطرح بیان فرمایا کہ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اُنکے پاس انکے رسول مع بینات کے آئے یا بینات لائے جس سے صاف صاف حق راہ نور اور باطل راہ ظلمات ظاہر کردی اور معجزات قاہرہ دکھلائے پس انھون نے رسالت صاف بیان کردی۔ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ پس ان قومون نے اپنے اپنے رسول کو جھٹلایا۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ جب کوئی شخص نہین مانتا اور جواب نہین دیتا تو کہتے ہین کہ ردیدہ فے فیہ۔ اپنے منھ پر ہاتھ رکھ لیا پس ضرب المثل ہوگیا اور معنے یہ کہ قوم ایمان نہ لائی اور رسول کی بات نہ مانی۔ اخفش نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ قتیبی نے اس محاورہ مین کلام کیا اور کہا کہ مراد یہ ہی کہ قوم نے دانتون سے اپنے ہاتھ دبائے اور یہ بسبب غیظ وغضب کے ہوا کیونکہ رسول نے شرک کو برا کہا اور اُن کے بتون کو باطل بتلایا اور انکے افعال کو مذموم وقبیح کہا اور یہ بمنزلہ قولہ تعالے عضوا علیکم الانامل من الغیظ۔ اور یہان بجائے انگلیون کے ہاتھ

فرمایا جسمین دلالت ہے کہ سخت غصہ مین ہاتھ چباتے تھے اور باطل خیالات واعتقادات پر ایسے جمے تھے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالےٰ نے یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بروایت ابوالاحوص وابوہبیرہ نقل کی اور کہاکہ اسی کو عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اختیار کیا اور لکھا کہ مجاہد ومحمد بن کعب وقتادہ نے کہاکہ معنے یہ ہین کہ قوم نے رسول کو جھٹلایا اور اپنے مُنھ سے اُن کے نصائح کو رد کردیا۔ ابن جریر نے کہاکہ فی افواہھم اس صورت مین بمعنے بافواہھم ہے اور اسپر شعر عرب سے شاہد نقل کردیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہاکہ اس قول کی تائید آخر آیت سے ظاہر ہے کہ خاتمہ کلام پر فرمایا۔ قالوا انا کفرنا بما ارسلتم بہ وانا لفی شک الآیہ پس گویا فردوا ایدیھم فی افواہھم کی یہ تفسیر ہے عوفی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب قوم نے اللہ تعالےٰ کا حکم وکلام سُنا تو اس سے مضحکہ و تعجب کیا اور اپنے ہاتھ اپنے مُنھون پر رکھ لیے اور جواب دیا۔ وَقَالُوۡۤا اِنَّا كَفَرۡنَا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ وَاِنَّا لَفِىۡ شَكٍّ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَنَاۤ اِلَيۡهِ مُرِيۡبٍ یعنے جو تم لائے ہم اُس کی تصدیق نہین کرتے کہ ہمین اس مین قوی شک ہے بعض نے کہاکہ قوم نے اپنے ہاتھ اپنے منھ پر رکھکر رسولون کو اشارہ کیا کہ خاموش رہو بعض نے کہاکہ اپنے ہاتھ رسولون کے منھ پر رکھے کہ مت کہو۔ مترجم کہتا ہے کہ قول اول یا دوم اقرب ہے۔ پھر اگر کہا جاوے کہ انھون نے اول کفر ظاہر کردیا پھر کہاکہ شک قوی ہے۔ تو جواب یہ کہ انکار کیا اور آخری مرتبہ یہ کہ قوی شک سے خالی نہین ہے اور مترجم کے نزدیک انکار وکفر تو انکو رسول کے ساتھ تھا اور شک اللہ تعالےٰ کے ساتھ تھا اور یہ خود مصرح ہے پھر پریشان جوابات بیکار ہین۔ آیت سے ظاہر ہے کہ ان اقوام مین ویسی ہی جہالت تھی جیسے اسوقت نیچر کے خیالات والے ہین جو اللہ تعالےٰ کے وجود سے منکر ہین اور عاقل اس مقام پر قطعی یقین کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی قدرت کا تماشا دیکھتا ہے کہ بیشک ہدایت اسی کی عجیب صنعت ہے کہ اسقدر ظاہر سے یہ لوگ منکر ہین۔ لہذا جواب مین رسولون نے بیان فرمایا۔ قَالَتۡ رُسُلُهُمۡ انکے رسولون نے کہا اَفِى اللّٰهِ شَكٌّ کیا تمکو اللہ تعالےٰ مین شک ہے نہایت تعجب وملامت سے فرمایا۔ اسی واسطے تو دیکھتا ہے کہ امام الموحدین ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا ہے کہ توحید پر ایمان نہ لانے مین کوئی معذور نہین ہوسکتا کیونکہ وہ نہایت واضح ہے پھر اسکے ساتھ دلالات محسوسات سے تعریف فرمائی بقولہ۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ عدم سے وجود مین لانے والا آسمانون وزمین کا۔ یعنے سب چیز محسوس کا جو ان دونون کے درمیان مین ہے پس اپنے خالق ذوالجلال سے انکار کیونکر کرتے ہو جس نے تم کو عدم سے پیدا کیا اور ہوش گوش مال واولاد دے تمپر احسان کیا۔ يَدۡعُوۡكُمۡ وہ تم کو بلاتا ہے اپنی راہ نور کی طرف لِيَـغۡفِرَ لَـكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ تاکہ بخشدے تمھارے ہی لیے تمھارے گناہون کو۔ یعنے ہم تم کو نہین بلاتے بلکہ ہماری رسالت سے وہی تم کو ایمان توحید کی طرف بلاتا ہے اور حرف من بقول ابوعبیدہ صلہ زائدہ ہے پس اگلی امتون کے واسطے بھی ایمان سے سب گناہ معاف ہوجاتے تھے جیسے امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے بقولہ تعالےٰ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ اور یہی اخفش رحمۃ اللہ تعالےٰ کا قول ہے سیبویہ وجمہور بصریین نے جملہ مثبت مین من زائدہ نہین جانا تو تبعیضیہ ہوا پس اس صورت مین یا تو بعض کے ذکر سے سب گناہ کی بخشش مراد ہو یعنے تم سے جو اسوقت تک شرک ہوا اسکو بخشدے تو باقی گناہ بدرجہ اولےٰ بخشے جاوینگے اور یا یہ ہو کہ تمام گناہون کی بخشش مخصوص اس امت سے ہو اور اگلون کے بعض معاف ہوتے ہون اور بعض نے کہاکہ من نہ زائدہ ہے نہ تبعیضیہ ہے بلکہ بدل کے معنے مین ہے یعنے تم کو بخشدے بعوض تمھارے گناہون کے یعنے عذاب کے عوض تمپر رحمت فرماوے پس سب گناہ معاف ہونا لازم ہوگا اور امت محمدیہ کے لیے صریح آیات واحادیث مین منصوص ہے کہ کافر نے چاہے کوئی گناہ کیے ہون اسلام سے معاف ہوجاتے ہین ولیکن قرضہ ادا کرے اور اگر وسعت نہ پائے تو امید ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت مین

اس سے بھی اسکو نجات دیوے جیساکہ احادیث مین دلیل موجود ہے بالجملہ رسولون نے قوم سے کہاکہ تم کو اللہ تعالےٰ مین شک کی گنجائش نہین اور ہمارے رسول ہونے مین بھی شک ست کرو ہم اپنی طرف سے نہین کہتے ہین بلکہ وہی ہماری زبان سے تم کو اپنی راہ کی طرف بلاتا ہے تاکہ گناہون کے عذاب کے بدل تمپر رحمت ومغفرت فرماوے۔ وَيُؤَخِّرَكُمۡ اور تاخیر دے تم کو بدون عذاب دنیاوی کے۔ اِلٰٓى اَجَلٍ ایک مدت تک مُّسَمًّى جو علم آلٰہی مین تمھارے نیک چال چلن کی صورت مین مقدر فرمائی ہے یعنی اگر نہ مانوگے تو اس مدت سے پہلے ہی تمپر دنیاوی عذاب کا خوف ہے پھر کبھی عذاب سے رہائی نہ پاؤگے۔ اس جواب پر قوم نے یہ شبہہ کیاکہ اللہ تعالےٰ اگر رسول بھیجتا تو ملائکہ وغیرہ کو بھیجتا اور اُسکے لیے سلطنت ودولت وعیش وآرام ہوتا اور سب پر اُسکو غلبہ وشوکت و سلطنت ہوتی چنانچہ انکا جواب یہ ہے۔ قَالُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا کہنے لگے کہ نہین ہو تم مگر آدمی ہمارے مثل۔ اور اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو ملائکہ بھیجتا۔ تم کو ہمپر کچھ فضیلت نہین بلکہ تم تو ہم سے زیادہ مفلس ہو جیسے قریش کہتے کہ اللہ تعالےٰ قرآن اتارتا تو مکہ یا مدینہ مین سے کسی بڑے رئیس مالدار سلطان پر اتارتا۔ اور یہ نہین دیکھا کہ رسول کو دنیا کی کچھ خواہش نہین ہے وہ مفت خلوص کے ساتھ نیک اخلاق و اعمال بتلاتا ہے بلکہ یہ وہم کیاکہ ہم جو طرح طرح کی بداعمالیون سے خوب روپیہ کماتے ہین اور بتون کی مہربانی سے خوش وخرم ہین اُس سے ہم کو روکین چنانچہ صاف کہاکہ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَصُدُّوۡنَا عَمَّا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا تم چاہتے ہو کہ ہم کو روکو۔ یعنے جن دیوتاؤن کے ہمارے باپ دادا معتقد تھے اور پوجا کرتے تھے اس سے ہمکو باز رکھو اور تم بزرگ بن بیٹھو ہم تمھاری بات کبھی نہ مانینگے۔ فَاۡتُوۡنَا بِسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ یعنے اگر تم سچے ہو تو ہمپر کوئی کھلی حجت وغلبہ ظاہر لاؤ۔ ہر ایک نے اپنی اپنی ہوسات کے موافق مانگا جیسے مثلاً قوم ثمود نے اونٹنی پہاڑ سے اور مانند اسکے حالانکہ انبیاء معجزات لائے تھے مگر عناد سے انپر التفات نہ کیا۔ اور اگر عقل ہوتی اور قسمت مین سعادت ہوتی تو انکی راہ سمجھکر عظیم قدر سے دیکھتے پھر عجب کہ اونٹنی وغیرہ جن معجزات پر ہٹ کی تھی اسپر بھی ایمان نہین لائے تب عذاب سے ہلاک کیے گئے کیونکہ حق تعالےٰ نے حکم کردیاکہ جو قوم اپنی ہٹ مانگے پھر دیے جانے پر ایمان نہ لاوے تو عذاب کیجاوے۔ بالجملہ رسولون کا جواب نقل فرمایا۔ قَالَتۡ لَهُمۡ رُسُلُهُمۡ انکے رسولون نے انکو جواب دیا کہ۔ اِنۡ نَّحۡنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ ہم نہین ہین مگر تمھارے مثل آدمی یعنی صورت وہیأت مین بلاشبہہ ہم بھی تمھاری طرح ہین اس سے ہم انکار نہین کرتے ہین۔ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ولیکن اللہ تعالےٰ عزاسمہ احسان کرتا ہے جسپر چاہتا ہے اپنے بندون مین سے۔ پس اُسکو اپنی قدرت سے جسطرح چاہتا ہے نبوت ورسالت دیدیتا ہے اس مین رسول کی عبادت وغیرہ کو کچھ دخل نہین بلکہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل واحسان ہے۔ اس کلام سے صریح معلوم ہوا کہ جن بیوقوفون نے زعم کیاکہ آدمی کی نیکوکاری وفرمانبرداری سے اسکو نبوت ملجاتی ہے محض کفر وحماقت ہے بلکہ نبوت ورسالت کا درجہ فقط اللہ تعالےٰ کا فضل و امتنان ورحمت واحسان ہے کیونکہ نبوت کا حکم قدیم تھا جسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیاکہ آپ کو نبوت کس وقت پر ہوئی آپ نے فرمایاکہ مین نبی تھا اسوقت کہ ہنوز آدم درمیان پانی ومٹی کے تھے پس ظاہر ہے کہ اسوقت اعمال وطاعات کہان تھین اور اہل السنہ رحمہم اللہ تعالےٰ کا اسپر اجماع ہے اور صریح آیات اسپر دلیل ہین حتےٰ کہ جو کوئی سمجھے کہ نبوت اپنی کوشش سے حاصل ہوسکتی ہے وہ کافر ہے۔ واضح ہو کہ جاہلون نے انبیاء کو صورت وشکل دیکھکر اپنے مثل خیال کیا حالانکہ یہان زمین وآسمان سے بھی زیادہ فرق ہے مولوی روم رحمۃ اللہ تعالےٰ نے خوب کہا ہے۔ ہمسری با انبیاء برداشتند۔ اولیاء را ہمچو خود پنداشتند۔ اور یہ ایک عجیب صنعت آلٰہیہ ہے جہان عارف وعاقل کی عقل حیران ہے اور چونہ کے پانی اور دودھ مین صورت چاہے یکسان ہو مگر بڑا فرق ہے اس سے کہین زیادہ فرق کفر وایمان مین

ہے اور وہ بغیر عقل وہدایت آلہی کے ظاہر نہین ہوتا لہذا انبیار علیہم السلام نے کافرون کو سمجھایا کہ ہان صورت مین ہم تم یکسان ہین ولیکن معنے کو بھی غور کرو اور وہ اللہ تعالے کی منت وفضل ہے جو اُسنے اپنے بندہ رسول پر فرمایا پھر معجزات کا جواب دیا کہ۔ وَمَا كَانَ لَنَآ اور ہمکو یہ نہین پہونچ سکتا کہ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ ہم تمہارے پاس کوئی سلطان یعنی معجزہ لاوین۔ یا جو آیات واحکام ومعجزات ہم لائے ہین یہ ہماری طرف سے نہین ہین۔ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر باجازت وحکم آلہی یعنی خالق قادر مختار وہی ہے جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے پس اس مین انکو صحیح معرفت و توحید سکھلائی کہ بندہ خالق ومختار نہین ہے بلکہ وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالے عزوجل چاہتا ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ اور فقط اللہ تعالے ہی پر۔ فَلْيَتَوَكَّلِ چاہیے کہ توکل کرین۔ الْمُؤْمِنُوْنَ وہ بندے جو ایمان لائے ہین۔ مومنون کو اس سے تعلیم توحید مقصود ہے اور خود انبیار علیہم السلام نے اپنی ذات کو بھی انھین مین داخل کیا چنانچہ فرمایا۔ وَمَا لَنَآ اور ہم کو کیا ہے کہ۔ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ بھروسا نہ کرین اللہ تعالے پر۔ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا حالانکہ اُس نے ہم کو ہماری راہ کی ہدایت کی۔ یعنے راہ مستقیم جس سے ہم اُس کی رضوان ورحمت کو پاوین پس جیسے اُس نے ہم کو اس راہ کی ہدایت فرمائی ویسے ہی ہم اسی پر بھروسا کرتے ہین کہ وہ ہم لوگون کو تمہارے فتنہ وفساد سے بچاوے گا کیونکہ تمہارا مکر خود تمہارے حق مین وبال ہوگا اور ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے لہذا فرمایا۔ وَلَنَصْبِرَنَّ اور قسم ہے کہ ہم ضرور صبر کرین گے۔ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا اس اذیت پر جو تم سے ہم کو پہونچتی ہے۔ جیسے جھوٹا بنانا اور عناد وہر طرح کی دشمنی اور ٹھٹھول وزبان وہاتھ سے ہر طرح کی تکلیف دہی وغیرہ پس تمہارے نفوس ان بداعمال کے کاسب ہین جن کا انجام قہر آلہی ہے اور مومنون کے حق مین یہ امتحان ہے جسپر صبر کرنے سے انکو رضوان ورحمت ہے پس مضبوط عزم بیان کیا کہ ہم تمہاری اذیت پر صبر کرینگے۔ وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالے ہی پر فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ چاہیے کہ بھروسا کرنے والے بھروسا کرین۔ پس معنے توکل کے یہ ہین کہ نتیجہ وانجام کی اللہ تعالے کی طرف سے دلجمعی ہونا۔ اور ظاہری بول چال مین یہ گفتگو روا ہے کہ تم نے ہم کو ایذا دی ولیکن یقین رہے کہ خالق اللہ تعالے ہے اور موذی کا نفس کاسب فعل ایذا وہی ہے بعض نے کہا کہ مومنون کے توکل سے یہ مراد کہ اپنے دل مین یقین لاوین اور دوسرے مقام پر متوکلین کے توکل سے یہ مراد کہ پھر کسی آزار وایذار پہونچنے سے توکل مین اضطراب نہو بلکہ خالق عزوجل پر بھروسا برقرار رکھین۔ ف فی العرائس قولہ تعالے فاطر السموات والارض الآیہ۔ علم آلہی محیط ہے کہ حوادث مخلوقات مین کوئی آنکھ نہین جو قدم کو دیکھ سکے پس اپنی قدرت سے نشانیان ہر طرح کی پیدا فرمائین تاکہ قدرت کے واسطے سے چشم مخلوق اسکو پردہ التباس سے دیکھے چنانچہ اس قدرت کی طرف ارشاد فرمایا بقولہ فاطر السموات الآیہ۔ پس انکو اپنی قدرت سے بصنعت عجیب پیدا کیا اور آثار عزت سے انکو چشم انسان مین اتنا بڑا عظیم کردیا اور جب ایمان باللہ عزوجل سے قلب کی آنکھ کھلی اور اُسنے دیکھا تو کہتا ہے ربنا ما خلقت ہذا باطلا بلکہ عجائب انوار قدرت اس سے ظاہر ہوتے ہین وقولہ یدعوکم لیغفر لکم تمہارے نفوس سے تمکو اپنے آثار قدرت دیکھنے کو بلاتا ہے پس بندہ مومن اپنے نفس کو مطیع کرتا ہے اور کافر اپنے آپ کو نفس کا مطیع رکھتا ہے پس دعوت حق تعالے عزوجل اُسنے قبول کی جس نے نفس کی پیروی چھوڑ کر قدرت کاملہ مین نظر کی اور قلب حاضر کے ساتھ یقین بڑھا اور حق عزوجل نے عارف کو درجات صفات سے ترقی دیکر مشاہدہ آیات قرب کو پہونچایا پس قولہ یدعوکم لیغفر لکم کے یہ معنے ہین ساتنی بات پر مغفرت فرمائی کہ ان آیات کے واسطے اسکو انھون نے دیکھا حالانکہ بنظر فکر دیکھو تو کون گناہ اس سے بڑھکر ہے کہ او سبحانہ ذوالعظمۃ والکبریا خلاق علیم کو کسی واسطے سے طلب کیا جاوے سبحان اللہ وبحمدہ تمام وجود اسکے وجود مین حیران ہے اور اسکی بخشش جو تمام وجود مین غائب ہے اور یہ تو بالاتر ہے کہ جو وجود مین پیدا کیا ہے پھر غور کرو کہ یہ اشارہ ہے کہ تمکو بلاتا ہے اس لیے کہ اسکو پہچانو اسطرح کہ اپنے نفوس کو پہچانو اور دیکھو وہ

سراسر گناہ ہے اور جب تم نے اپنے نفوس کو پہچانا تو تمہاری تقصیرات اُسکے فضل مغفرت سے بڑھکر طاعات ہو جاوینگی۔ شیخ نوری نے کہا کہ خلق کو بذات خود اپنی ذات کی طرف بلایا اور اپنے نامہاے پاک مین سے فاطر ذکر فرمایا کہ مفطورات ومخلوقات مین کسی چیز سے تعلق پیدا نہ کرین اور اشارہ فرمایا کہ فاطر آسمانون وزمین کا مین ہون ان مین کی چیز چاہو تو میرے پاس ہے اور اگر تم مجھے چاہو تو اُن کی طرف التفات مت کرو اور ان سے پھر کر میری طرف آؤ۔ بعض نے اس دعوت مین جس کا ثواب مغفرت عظیمہ ہے یون کہا کہ اللہ تعالے نے کسی کو اپنی طرف نہین بلایا اور نہ انبیار نے اُس کی طرف دعوت فرمائی اور جو کوئی بلایا گیا وہ اپنے حظ ونفع کے لیے بلایا گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ مقصود شیخ کا یہ ہے کہ ابتدائی دعوت گرفتاران نفس کے حظ نفس ہی کے لیے ہوتی ہے پھر جب کسی قدر اُن کی آنکھین روشن ہوئین تو انکے افعال مین اللہ تعالے کے واسطے خلوص ہوتا ہے کہ خود اُس کی درگاہ مین یعنی اپنی فنا گاہ کی تمنا مین حاضر ہوتے ہین واللہ تعالے اعلم۔ قال الشیخ وقولہ تعالے قالت لہم رسلہم ان نحن الآیہ۔ سواد شخصی وامر مخیل مین برابری صنعت عظیمہ الٰہیہ کی طرف سے واقع ہوئی ہے ولیکن او سبحانہ تعالے اپنی رسالت ونبوت وولایت کے لیے بندون مین سے جسکو چاہتا مختار کرتا ہے اور یہ اختیار وہی ہے جو ازل مین واقع ہوا اور اسی کا اب ظہور ہوتا ہے اور اسوقت کسی کا یہ وجود طاعت ومعصیت موجود نہ تھا پس اس نے اپنے علم قدیم سے جسکو چاہا خلعت کرامت وولایت ہبہ فرمایا ہے وہی استعداد معرفت رکھتے ہین اور وہی عبودیت قبول کرنے کے لائق ہین اور وہی دیدار مشاہدہ کے لیے مختار ہین اول تو تعریف تواضع ہے اور دوم خلعت حقائق ہے شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اپنے خواص بندون پر اس کثرت سے احسانات فرمائے ہین وہ شمار سے باہر ہین اور وہی انکی شکرگزاری سے عاجزانہ شاکر ہوتے ہین ازانجملہ چند یہ ہین کہ اول انکو توحید سے مشرف کیا پھر معرفت دی پھر ان مین رسول بھیجے پھر انکو اپنا بندہ نام رکھا پھر ہر سانس مین انکے اوپر ایک نعمت ہے پہچانین یا نہ پہچانین سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تلاوت قرآن مجید واسکی سمجھ بھی بندے پر ایک بڑا احسان ہے۔ استاد رحمہ اللہ تعالے نے خلاصہ تفسیر فرمائی کہ ہم تمہاری صورت کے آدمی ہین ولیکن ہم مین اس نے ناک کان دل دیا اور معرفت اور تمکو نہین دیا اور ہم کو اپنی رحمت کے واسطے خالص کیا اور تمکو قہر کے واسطے مردود کیا۔ قولہ تعالے ومالنا ان لا نتوکل علی اللہ الآیہ۔ اول آیت مین حق سبحانہ تعالے اپنے رسولون سے خبر دی کہ انھون نے اقرار کیا کہ ہم کو رب تبارک وتعالے کی مملکت مین تصرف کا اختیار نہین اور ہم کوئی معجزہ نہین لاسکتے ہین مگر جب ہی کہ وہی ہم مین تصرف فرماوے اور اس مین آگاہ فرمایا کہ انھون نے قوم کی ایذار وآزار کے تحمل سے بھی عاجزی کا اعتراف کیا اور اسی کی طرف رجوع لائے کہ اسی نے ہم کو معرفت نفس واُس کی ہستی کو راہ نور مین ظاہر کیا اور وہی ہادی اولیار وناصر اصفیار ومعین احبار ہے یہی ہمارا توکل ہے جو اُس نے پیدا کردیا اور تمہاری ایذار سے تحمل ایک ظہور قہریات ہے کیونکہ تم مظاہر قہر ہو پس ہم اسی کی طرف رجوع لاتے ہین کہ متحمل ہون پس ہمارا توکل نہ ہمارے ساتھ ہے بلکہ اُسی کے ساتھ ہے اور قولہ سبلنا مین نسبت سبیل ان کی جانب ہے حالانکہ صراط العزیز الحمید وہی راہ مستقیم واحد ہے اسمین اشارت ہے کہ ہر ایک کے نفس کا مرجع بقدر وسعت وہی ہے اقول شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالے عزوجل کی طرف راہین بعدد انفاس خلائق ہین اور سب بندہ مین صرف اسی نفس کی راہ کھل جاتی ہے جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے کو اختیار کیا۔ پس شیخ نے اسی معنے کو اشارہ قرار دیا ہے اور لکھا کہ جن لوگون نے ان راہون کو اختیار کیا تو اپنے رب تبارک وتعالے کو دراس راہ کے پایا اقول یہ مقام مشکل ہے اور واللہ اعلم معنے یہ ہین کہ راہین پردہ عبودیت ہین اور اللہ تعالے راہ وراہی دونون سے پاک ہے ولیکن کشف حجاب بندہ کی اسی راہ پر مخصوص ہے اور تو یہ سمجھ جانا کہ ایک رات دن کے فرائض وواجبات واذکار نا روح کے واسطے کسقدر دور دراز سفر طے کرنا ہوتا ہے اور یہی راہ وہی سافر ہے فافہم اسی واسطے شیخ نے لکھا کہ جب اس راہ پر چلے اور ہم نے صفات وذات کی معرفت پائی تو ہم اسی پر توکل کرتے ہین اور نہ اپنے نفس پر قائم ہے شیخ حسین

رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک توکل کیا ہے فرمایا کہ موارد قضاء الٰہی کی تحت میں بالکل خاموش ہو حاتم اصم رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اس کلام پاک کی تفسیر یہ ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ عز وجل پر کیونکر بھروسا نہ کریں کہ اس نے ہم کو اسلام وہدایت عطا فرمائی شیخ ابوالعباس ابن عطاء رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ تجربہ پر بھروسا کرنا مکر وفریب ہے اور عادت کے طور پر تصدیق ایک التباس ہے مترجم کہتا ہے کہ قولہ ولنصبرن علےٰ ما آذیتمونا میں اشارہ ہے کہ خالص بندگان حق عز وجل نے نفوس کفار جو قہریات کماتے ہیں اُن کے باقی رہنے پر بنیاد حضرت قہار عز وجل کے ساتھ انھوں نے توکل کر لیا تھا کاش اسی پر کفار اکتفا کرتے اور نہ چاہتے کہ مظاہر رحمت کو سمیٹ دیں ولیکن جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے کہ آخر کفار نے قدم بڑھایا یعنے کافر اگر مومنوں کو بھینا نچاہتے تو شاید بچ جاتے ولیکن ایذا کے بعد قتل پر آمادہ ہوئے تو خود مٹ گیے لقولہ تعالےٰ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا

اور کہا ان لوگون نے جنھون نے کفر کیا تھا اپنے رسولون سے کہ ہم ضرور تم کو نکال باہر کرینگے اپنے ملک سے یا تم پھر آؤ ہماری ملت مین

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ

پس رسولون کی طرف وحی فرمائی انکے رب نے کہ قسم ہم میٹ دینگے ظالمون کو اور ضرور ہم تمکو بسا دینگے اس ملک مین بعد ظالمون کے

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ

یہ فضل اسکے لیے ہو جسنے میری عزت سے خوف کیا اور وعدہ عذاب سے ڈرا اور انھون نے فیصلہ چاہا اور خوار ہوگیا ہر ظالم

عَنِيْدٍ ۝ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا

سرکش اسکے ورے جہنم ہو اور پیاس مین دیا جاتا ہے پیپ لہو لینے کچ لہو جسکو گھونٹ گھونٹ لیتا ہے اور نہین

يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ

لگتا کہ نگلے اور آتی ہو اسپر موت ہر ایک ٹھکانے سے اور نہین ہو وہ مرنے والا اور اسکے ورے

عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝

عذاب بہت سخت گران ہے

اس سورہ مین حق تعالےٰ نے اگلون رسولون کے ساتھ کافرون کا برتاؤ اپنے ملک سے نکالنے کا یا کافر ہولے کا مجمل بیان فرمایا جیسے مفصل دیگر آیات مین مانند قولہ لنخرجنک یا شعیب والذین آمنوا معک من قریتنا الآیہ۔ وقولہ اخرجوا آل لوط من قریتکم لہذا حق تعالےٰ نے قریش کے مشرکون سے آگاہ فرمایا وان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منہا واذا لایلبثون خلافک الا قلیلا۔ سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا الآیہ وقال تعالےٰ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک الآیہ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ کو خبر غیب سے آگاہ فرمادیا تھا کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جسطرح ان کی اقوام کافرہ نے کیا وہی تیرے ساتھ مشرکین قریش کرینگے یہ سنت اگلے انبیاء کی ہے اور بقولہ تعالےٰ تشابہت قلوبہم۔ سے مشرکین عرب کے دلون کی مشابہت اگلے کافرون سے ظاہر کردی تھی بالجملہ یہان بیان فرمایا کہ جب رسولون نے جو اپنی قوم کے لیے رحمت تھے غایت شفقت سے یہ عزم کر لیا کہ قوم کی ایذاء پر صبر کرین تو قوم بدبخت نے اسپر اکتفا نہ کیا کہ ایک تو انکو جھٹلایا اور خالص نصیحت کے عوض انکو لعن وطعن کیا اور انکی شفقت کے عوض انکو اذیت دی

بلکہ زیادہ جرأت کرکے انکو میٹ دینا چاہا۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یعنے قوم جو ازلی بدبخت جہنمی کافر تھی انھون نے۔ لِرُسُلِهِمْ اپنے اپنے رسول سے کہا کہ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ ہم بالضرور تم کو اپنی زمین سے نکال دین گے۔ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا یا تم ہماری ملت مین عود کرو۔ یعنے ہماری ملت پر اب ہو جاؤ کیونکہ رسول کبھی اُن کی ملت پر نہ تھا یا شاید قبل بعثت کی عمر کے کفار اس کو اپنی ملت پر سمجھتے ہونگے اسی وجہ سے قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صابی یعنے دین سے پھر جانے والا کہتے تھے اور شاید کہ یہ تہدید مومنون کو ہو اور پیشوائے مومنین کو اصل قرار دیا۔ بالجملہ قوم ملعون نے رسول کو کہا کہ یا تو ہماری ملت پر ہو جاؤ یا ہم تم کو نکال باہر کرین گے اب غور کرو کہ رسول اسی زمین کے واسطے مخصوص تھا کہ بفرض الٰہی تعالےٰ اداء رسالت کو بعبودیت ادا کرتا تھا۔ اور وہ اس قوم کے لیے عین رحمت تھا اور کافرون کی ملت عین قہر پس کافرون نے اپنے حق مین دونون طرح یہ چاہا کہ وے خالص قہر مین رہ جاوین اور یہی عین عذاب ہے حتے کہ اگر ایسا نہ کرتے تو دنیاوی عذاب سے بچتے اور دعوی یہ کیا کہ ہم باختیار خود ان دو باتون مین سے ایک کرینگے پس قہر نازل ہوا۔ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ پس وحی بھیجی رسولون کی طرف اُنکے رب نے یہ کہ۔ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ہم ہلاک کرین گے ظالمون یعنی کافرون کو۔ یہ جواب کافرون کا ہے کہ تمہارا کہنا باطل تھا بلکہ ہم اپنی زمین سے تم کو نکالینگے اور یہ نکالنا ظالمون کے حق مین بہت ہی خراب ہوا اور ظالم کا ظلم اس کی جان کے اوپر ہو گیا اور حضرت قادر مختار جل سلطانہ نے کافرون کا الٹا کیا کہ۔ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ اور ہم تم کو بسا دینگے کافرون کے نکال دینے کے بعد۔ بیشک زمین اُسیکی ہے بندے مخلوق اسی کے ہین وہ جو چاہے کرے۔ وقال تعالےٰ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصالحون۔ وقال تعالےٰ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انہم لہم المنصورون الآیہ۔ وقال تعالےٰ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی الآیہ۔ یہ سب آیات کفار قریش کو معجزات تھین حتے کہ انھون نے نرمانا اور رحمۃ عامہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالا اور آخر چند روز مین اللہ تعالےٰ نے قریش کو بالکل مغلوب کر دیا۔ ف دیگر انبیاء کو اُنکی قوم نکالنے نہ پائی اور ہلاک کی گئی اور کیا نکتہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قریش نکالنے پائے تو اس مین نکتہ یہ ہے کہ اور انبیاء فقط اسی قوم وزمین کے لیے مخصوص ہوتے تھے اور آنحضرت صلعم کی بعثت تمام جہان کے لیے عام تھی پس تمام جہان آپ کے قدم سے سایۂ رحمت مین تھا اور اگر قریش کے واسطے ازل مین رحمت مقدر نہوتی تو ہلاک ہو جاتے پس رسولون و مومنین کے لیے اللہ تعالےٰ عز وجل نے مفوض فرما دیا ہے کہ غالب رہین اسی واسطے حدیث مین آیا کہ میری امت مین سے ایک گروہ ہمیشہ غالب رہیگا یہان تک کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ آجاوے۔ پھر یہ نصرت دنیا مین کن بندون کے لیے ہوتی ہے تو حق تعالےٰ نے فرمایا۔ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ یہ فضل اس شخص کے لیے ہے جو ڈرا میرے مقام سے۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے مقام ہے چنانچہ فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ جس نے مقام رب سے خوف کیا اس کے لیے دو جنت ہین۔ اور مراد مقام سے حد الٰہی ہے یعنی جو حد اللہ تعالےٰ نے مقرر کر دی ہے وہین مقام کرے آگے نہ بڑھے پس جسنے خوف کیا اُس مقام کا وَخَافَ وَعِيْدِ اور ڈرا اس وعدۂ عذاب سے جو اس مقام سے تجاوز کرنے پر مقرر فرمایا ہے تو وہ دنیا و آخرت مین معزز و منصور ہے بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ ذلک لمن خاف الآیہ کلام معترض ہے جس سے اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرما دیا کہ دنیاوی نصرت وغلبہ ان مومنون کو ملیگا جنکے اعمال ظاہری وباطنی حدود شرع پر مستقیم ہون پھر واقعہ انبیاء بیان فرمایا۔ وَاسْتَفْتَحُوْا یعنے وحی الٰہی عز وجل بوعدۂ نصرت پہونچنے کے بعد رسولون نے کافرون کے درمیان فیصلہ چاہا کما فی قولہ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق۔ ظاہرا وحی پہونچنے کے بعد کچھ دنون تاخیر کی گئی اور کافرون نے نڈر ہوکر بے ادبیان کین آخر

رسول نے بجنال مومنین کے فتح کی دعا مانگی پس وعدہ پورا فرمایا۔ وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ اور خوار ہو گیا ہر سرکش عناد کرنے والا یعنی حق سے ایک طرف ہو کر چلنے والا اور وہ قوم کا فر تھی جنھون نے رسولون پر تکبر کیا تھا اور خیبت نا امیدی کی خواری اور ان کافرون کے حق مین یہ خیبت نہایت سخت تھی جسکی انتہا نہین چنانچہ دنیا مین جن چیزون کی وجہ سے نفس کی خواہش مین کفر کیا اس سبب سے محروم ہو کر بری طرح ہلاک کیے گئے اور اس سے بڑھکر یہ کہ۔ مِّن وَرَآئِهِ جَهَنَّمُ۔ اسکے ورے جہنم ہی۔ یعنے ہلاکت دنیاوی کے بعد ہی جہنم مین پڑا اور یہ جہنم عذاب قبر سے جس مین قیامت تک رہیگا متصل ہی پس رسول خالص ناصح امین کی بات نہ مانی اور اپنے نفس کی پیروی کی جسکا یہ انجام ہوا کہ نفس نے جن خواہشون کے لیے اسکو مہربان ناصح کا دشمن بنایا تھا وہ خواہشین برباد ہوئین اور بجاے انکے ہلاکت وخواری ہمیشہ کے لیے نصیب ہوئی یعنی اچانک عذاب دنیاوی یا موت سے وہ قبر کے آتش خانہ مین پڑا اور وہین سے عذاب جہنم نظر آتا ہی جسکے خوف سے دعائین مانگیگا کہ قیامت بہت دیر مین آوے مگر بیفائدہ پھر سامنے عذاب جہنم ہی۔ وَيُسْقَىٰ مِن مَّآءٍ صَدِيدٍ اور پلایا جائیگا کچ لہو سے یہ کافرون کی کھال وغیرہ سے بہکر جمع ہو گا محمد بن کعب رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ زانیہ عورت ومرد کی فرج سے کچ لہو بہیگا وہی پینے کو پاویگا جب پیاس سے بیتاب ہو گا۔ يَتَجَرَّعُهُ اسکو گھونٹ گھونٹ لیگا۔ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ اور لگتا نہین کہ حلق سے آسانی اُتار جاوے یعنی ناچار بسبب شدت پیاس کے اتاریگا ولیکن بڑی مشکل سے۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ مار صدید کافر کے منھ سے قریب کیا جاویگا پس اسکی بدبو اور حرارت سے مبتلا ویگا اور زیادہ نزدیک ہو گا تو اسکا چہرہ جھلس جائیگا اور سر کی کھال گر پڑیگی اور جب پی جائیگا تو اسکی آنتین کٹکر پیخانہ کی راہ نکل جاوینگی اور پڑھی یہ آیت وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوے الوجوہ بئس الشراب وساءت مرتفقا۔ رواہ احمد والنسائی والترمذی وابن ابی الدنیا وابو یعلی وابن مردویہ والبیہقی وابو نعیم فی الحلیہ وصححہ یہ سب ان خواہشون کا نتیجہ ہوا جنکے مزہ مین اپنے خالق تبارک تعالے سے کفر کیا تھا اور یہان کی زندگی وموت کو وہان پر قیاس کرنا جہالت ہے کیونکہ خالق جل شانہ نے وہان موت نہین رکھی چنانچہ فرمایا۔ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ اور آویگی اُسپر موت ہر جگہ سے۔ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ حالانکہ وہ مرنے والا نہین ہے یعنی آنتین کٹ کر گرنا اور کھال سڑ کر گر جانا اور ٹکڑے ٹکڑے ہونا ان سب حالتون مین شدت کی تکلیف ہو گی ولیکن بدستور کھال وآنتین ہو تی جاوینگی اور مکرر وہی عذاب ہو گا وہ ہرگز مریگا نہین بلکہ ایک سے ایک عذاب جس سے دنیا مین منکر تھا اُسپر طاری ہو گا چنانچہ فرمایا وَمِن وَرَآئِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ اور اس کے ورے عذاب سخت ہے یعنے ہر ایک عذاب منتہی نہین ہوا بلکہ دوبارہ درست ہو کر بھاری عذاب پاوے گا اور جس جسم کے لیے دنیا مین کفر کیا تھا اُسکے عوض یہ تکلیف اُٹھاویگا اور جو جسم دنیا مین صرف اللہ تعالے عز وجل کے احکام بجالانے پر پاک ہو جاتا اُس کو یہان اس آسانی سے پاک نہ کیا اور اس تکلیف کو شاق سمجھا آخر اپنے نفس کو اس عذاب مین مبتلا کیا۔ ف فی العرائس قولہ ذلک لمن خاف مقامی وخاف وعید۔ جب اہل کرامت بندون کے موافق حکم دیا تو ان پر یہ احسان رکھا پھر اُنسے شکر چاہا اسطرح کہ طاعت ومتابعت کرین اور عصیان سے باز رہین اور انکو اپنے قرب سے دور ہونے اور اپنے عظیم مقام سے خوف دلایا اسکا مقام عظیم یہ ہی جو اس نے فرمایا افمن ہو قائم علے کل نفس الآیہ یعنی ہر نفس وہر وجود کو محیط اور ہر ایک اسرار ونیات سے علیم وخبیر ہی جو کام کسی نفس سے ظاہر ہوا سب اسکے علم مین ہی اور ہر غافل کی غفلت اسکے علم مین ہی وہ متفاوت شان سے مریدین پر قائم ہی اور یہ تفاوت اہل ارادت کا تفاوت ہی ورنہ اسکا علم سب کو یکسان محیط ہی چنانچہ ابتدائی اہل ارادت پر اسکا مقام بر جبر وتہدید ہی اور اہل محبت پر بہیبت و

تعظیم اور اہل عرفان پر باجلال وحیا اور اہل توحید پر بغلبہ سطوات کبریا اور اہل انس وشوق وعشق پر بکشف مشاہدہ جمال وجلال ہے اور اس مقام پر مقام الٰہی سے خوف اور اسکی طرف سے لعنت وفراق کا ڈر صرف اہل انس کا منظر ہے کہ کشف مشاہدہ سے خالی ہین اور نہایت دقیق اشارہ یہان یہ ہی کہ مقام الٰہی القدم فی القدم اور لقار فی البقار ہے اور یہ مقام معدن الوہیت ومنبع سرمدیت ہے اور اس سے خوف وہیبت واجلال ہے اور یہ مقام ربوبیت فی الربوبیۃ ہے کیونکہ حادث تو اول سطوات عظمت مین متلاشی وپارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ واضح ہو کہ خالق عز وجل نے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق کے خیال مین کسی چیز کی کوئی عظمت نہین آسکتی جو اسکو اپنے خالق عز وجل کی ادا کرنی چاہیے جب غور کرے کہ ہم کو اُس نے پیدا کیا ہے اور یہی طریقہ ادب وتعظیم عبودیت ہے پس غور کرو کہ کتنا بڑا جرم عظیم ہے کہ ادب مین قصور ہو اور کتنا بڑا گناہ ہے کہ عبادت مین قصور ہو پھر کیسا بے انتہا گناہ کہ خالق عز وجل سے انکار ہو تو جتنے افعال منکر کے ہونگے سب بدکاری جبکہ اصل انکار سے بڑھکر کوئی بدکاری نہین اگرچہ بعض کافر کے فعل سے دوسری مخلوق کو راحت پہونچے لہٰذا حق تعالے نے

کافرون کے اعمال کا باطل ہونا بیان فرمایا

مَّثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ
مثل ان لوگون کے جنھون نے کفر کیا اپنے رب سے انکے اعمال جیسے راکھ کہ اسکو ہوا جھکورے سے اڑالیگئی ایسے روز
عَاصِفٍ ۖ لَّا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۝
کہ اندھڑ چل رہی تھی نہین قابو پاوینگے اپنے کمائے ہوئے مین سے کسی چیز پر یہ جو حال ہی یہی گمراہی بہت دور کی ہے

اکثر کفار مانند کفار قریش کے اپنی راے وعام رواج سے نیک کام ادا کر کے اہل توحید سے اپنے آپ کو افضل جانتے ہین حالانکہ جس نے خالق سے کفر کیا اُس کے اعمال اُس کے نفس کے پسندیدہ ہین اور ثواب انھین اعمال مین ہی جنکو خالق عز وجل نے پسند فرمایا ہے لہٰذا بطور مثل کے بیان فرمایا اور مثل عرب مین ایسی بات کو کہتے ہین جس مین کوئی غرابت وعجب ہو فقال تعالے۔ مَّثَلُ الَّذِينَ لے مثل اعمال الذین۔ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ جن لوگون نے اپنے رب سے کفر کیا۔ أَعْمَالُهُمْ انکے کامون کے مثل عجیب یہ ہے كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ جیسے راکھ کہ اسپر ہوا کا سخت جھونکا آیا۔ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ایسے دن مین کہ وہ دن گرم اندھڑ کا تھا پس ظاہر ہے کہ راکھ کا کہین نشان بھی نظر نہ آویگا۔ یون ہی کافرون نے جو کام کیے مانند صدقہ وصلہ رحم ووالدین کے خدمات قیدیون کا چھڑانا اور رہائی کرنا وغیرہ جو اللہ تعالے کے حکم پر بجالانے مین ثواب جمیل کے کام ہین یہ سب اللہ تعالے کے کفر وشرک کے ساتھ بیکار جاتے ہین جیسے اندھڑ کے دن ہوا کا جھونکا راکھ اڑا دے۔ لَّا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ جو کچھ کمایا تھا اس مین سے کسی چیز پر قابو نہ پاوینگے۔ یہ نہایت درجہ کا ٹوٹا ہے کہ ان اعمال کا بھی وجود نہ ہو گا حالانکہ اگر ہوتا تو اسوقت فائدہ تھا کہ جب قادر مطلق عز وجل کی قبولیت سے ثواب ملتا اسی واسطے فرمایا۔ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ یہی گمراہی بعید ہے۔ حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ جو مخلوق میرے ساتھ غیر کو شریک کرتی ہی تو مین سب شریکون سے پاک بے پرواہ ہون پس جس نے میرے ساتھ شرک کر کے کوئی کام کیا وہ اس کا ثواب اس کے پاس ڈھونڈھے جسکو شریک بنایا ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالے عز وجل کی ذات وصفات پر ٹھیک اسطرح ایمان لانا جسطرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا اور قرآن پاک مین آیا ہے توحید ہے اور دل سے اسکو یقین رکھے اور یہ ایک کلمہ لا الٰہ الا اللہ مین جمع ہی یعنی الوہیت سواے اللہ تعالے عز وجل کے کسی کو نہین ہی اور الوہیت مین سب صفات الٰہی تعالے

داخل ہین مثلاً وہی خالق رازق قادر مختار علیم وخبیر سمیع وبصیر ہے جو وہ چاہتا ہی وہی ہوتا ہے اور دنیا مین جو اسباب ہین ان مین جب وہی تاثیر فرماتا ہی تو فعل ہوتا ہی پس اگر کسی دوسرے کو پیدا کرنے والا جانے یا اسکی طرف سے رزق ملنا گمان کرے یا مانند اسکے تو وہ مشرک ہی اور کمتر یہ ہے کہ جو اس کا جی کہے وہ کرے اگرچہ اس مین اللہ تعالے کی نافرمانی نہ ہو تو جو لوگ اللہ تعالے سے منکر ہین حالانکہ اسی نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا تھا یا اسکے ساتھ شریک بناتے ہین وہ اپنا خدا دوسرا بناکر اسکے واسطے کام کرتے ہین تو ان کا یہ کام گمراہی بعید ہوا اور جیسے انکے بنانے سے وہ خدا نہ بنا اسی طرح اسکی شرکت سے یہ کام بھی ثواب کا کام نہوا بلکہ بیکار گیا۔ واضح ہو کہ بعض علماء نے کہا کہ مشرکون کے وہ اعمال جو نیک صورت مین ہین دنیا وآخرت مین برباد ہوتے ہین اور انکا کچھ ثواب نہین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ ہان ولیکن یہ بیان مجمل ہے اور تفصیل اسکی یہ ہی کہ کافرون ومشرکون کے اعمال کسی حال مین اعمال حسنہ نہین ہین یعنے ویسے اعمال نہین ہین جو اللہ تعالے کی رضا کے لیے ہوتے ہین اور یہ تو بسبب شرک وبدنیتی کے ظاہر ہے پس انکا ثواب کچھ نہین ہوتا اب رہا یہ کہ دونون جہان مین سے کسی جہان مین کچھ فائدہ ہوتا ہے یا نہین ہوتا تو جواب یہ ہی کہ اعمال دو طرح کے ہین ایک تو وہ جنکو وے لوگ اعمال عبادت خیال کرتے ہین جیسے بتون کے سامنے سجدہ کرنا اور رات بھر ان کا نام لینا اور حضرت عیسے علیہ السلام کی تسبیح وتعریف پڑھنا باعتقاد شرک اور مانند اسکے تو یہ اعمال بالکل برباد ہین جنکا کچھ فائدہ نہین ہی بلکہ اسکی شامت وعذاب مین دنیا بھی برباد ہوتی ہی اور دوسری قسم وہ اعمال ہین جنسے دوسری مخلوقات کو کچھ فائدہ پہونچتا ہے جیسے صدقات دینا اور قرابتیون کی خبرگیری کرنا اور شفاخانہ جاری کرنا اور مانند اسکے دیگر اعمال تو اس کا صحیح حکم بدلیل آیات واحادیث یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین اس کا فائدہ انکو پہونچ جاتا ہے اور فنا ہوکر آخرت مین اسکی نیت شرک کا وبال انپر باقی رہتا ہے۔ اور فتاوے مین ہے کہ اگر کسی ذمی نے اپنی قرابت پر وقف کیا تو باقی رکھا جاوے اور اگر بت کی زیارت وغیرہ کے واسطے وقف کیا تو باطل کرکے اُس کی قوم کے فقیرون پر وقف قرار دیا جاوے فافہم پھر کفار کو مقہور تحت قدرت اور فنا کے لیے مستعد یقین دلایا بقولہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ

آیا تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالے نے پیدا کیا آسمانون کو اور زمین کو حق کے ساتھ اگر چاہے تم کو لے جاوے اور لاوے مخلوق

جَدِیْدٍ ۙ وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ۞

نئی اور نہین ہی یہ بات اللہ تعالے پر کچھ عزت والی

اَلَمْ تَرَ کیا تو نہین دیکھتا۔ یہ خطاب بعض نے کہا کہ ہر ایک کافر کو ہے بقرینہ یذہبکم اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کرکے امت کو فہمائش ہے اور بعض محققین نے کہا کہ اصل مقصود کفار کو تہدید ہے ولیکن خوش اسلوبی سے دیکھنے والے رسول یعنی محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا اور اندھے کافرون کو اس کے نتیجہ سے ڈرایا یعنے تو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم بکمال نور نبوت دیکھتا ہے کہ۔ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بیشک اللہ تعالے عز وجل نے پیدا کیا آسمانون و زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ یعنے یہ نظر بندی وباطل نہین ہے جیسا کہ نیک بندون نے کہا کہ ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ بلکہ حق و صنعت کاملہ آلہیہ ہے جس سے اہل کفر اندھے واقف نہین ہین اور وہ دنیا کی زندگی لہو ولعب پر غرہ ہوکر آغاز وانجام سے بے فکر اور خالق عز وجل سے شرک کرتے ہین حالانکہ اس کے سوائے کوئی خالق نہین بھلا کسی نے کچھ پیدا کیا ایک پتی بھی نہین پھر قدرت

بالکل خالق عز وجل ہی کو ہی اور باقی سب اُسکے حکم وقیومی پر ہین جب چاہے فنا کردے۔ اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کردیوے اے کافرو۔ پس ڈرو اس سے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور اسی کی عبادت کرو اور دنیاوی زندگی پر غرہ مت ہو اور گناہ مت کرو کہ وہ جب چاہے تم کو مٹادے۔ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ اور لاوے نئی مخلوق جو اسکے ساتھ شرک نہ کرین اور اسی کی عبادت کرین کیونکہ جس نے بغیر کسی نمونہ کی ابتداء ہین ایسے بڑے بڑے اجسام عجیب صنعت کے ساتھ کہ وہان عقل حیران ہی کام نہین کرتی ہی پیدا کردیے تو دوبارہ پیدا کرنا اسپر کچھ مشکل نہین اور ایسے ہی دیگر مخلوق پیدا کرنا اُسپر بہت آسان ہی کما قال تعالے وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ اور یہ بات تو اللہ تعالے پر کچھ بھی مشکل نہین ہی پس ذرا غور کرو کہ رسول پاک دیکھتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالے کی خلقت ہی پھر تم مانو اور دنیاوی حیات کو جو جانتے ہو کہ فانی ہے ثواب طاعات مین صرف کرو کہ بعد موت کے زندگی جاودانی مین ایسے ارحم الراحمین رب تعالے کے لیے بے انتہا نعمتون مین رہو اور اگر خالق رب سبحانہ سے چند روزہ زندگانی مین کفر کیا تو جسکی قدرت مین یہ سب ہے اُس کا عذاب بہت سخت ہی اور جسکی سلطنت یہ ہی کہ تم اور تمہارے بزرگ جنکو شریک لاتے ہو سب اُسی نے پیدا کیے تو کسی کی مجال نہین کہ اُس کی رضا کے خلاف کسی سے اس کا عذاب روک لے پس دنیا مین جن سرکشون کی پیروی کرتے ہو اور انکے مطیع ہو جب وے خود ہی گرفتار ہونگے اور اپنے اوپر سے عذاب دور نہ کرسکین تو تم سے کیا دور کرینگے چنانچہ حضرت علیم خبیر سبحانہ تعالے نے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے جسکے سامنے گذشتہ وآئندہ تا ابد الآباد یکسان حاضر ہے مشرکون ولنکے سردارون کا حال آئندہ بیان فرماتا ہی ف وفی العرائس قولہ الم تر ان اللہ خلق السموات والارض الآیہ خلق کو بحق ارادہ قدیمہ ومشیت ازلیہ پیدا فرمایا اور یہ ارادت وعلم صفت قدیمہ ہی اور وہ حق ہی پس اظہار مخلوق بحق ہی پس اظہار حق حقیقت حقوق ربوبیت ہی جس سے اہل عبودیت کو معرفت دی اور کلام پاک مین اس سب کا اشارہ فرمایا اسطرح کہ اول اس صفت کی رویت دی پھر اس سے ذات پاک کی معرفت دی بقولہ الم تر ان اللہ یعنے دیدار صفت خلق سے خالق عز وجل کو پہچانو پھر ذات سے صفات کو عظمت کے ساتھ دیکھو پھر صفت کاملہ کے انوار افعال عظیمہ مشاہدہ کرو یعنی خلق السموات والارض بالحق۔ مترجم کہتا ہی کہ مخلوق آلہی مین فکر کرنے کا حکم جو حدیث مین ہے اس کا یہی طریقہ ہے کہ مخلوق سے صفت خلق دیکھو۔ شیخ نے کہا کہ فعل کا نور دیکھنا عقل کی آنکھون کے لیے ہی اور فعل جس صفت پاک سے ظہور ہے اسکا دیکھنا قلب کی آنکھون سے ہی پھر صفت سے نور ذات تک مشاہدہ ارواح کے لیے ہی اور انوار عین حقیقت نصیب اسرار ہے۔ شیخ سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تمام اشیاء کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اپنے علم سے زینت دی اور اپنی حکمت سے محکم فرمایا پس جو نیک بخت سعید بندہ کہ خلق سے خالق کی طرف دیکھتا ہی اسکو خلق مین عجائب ظاہر ہوتے ہین اور جب اللہ تعالے عز وجل نے اسکو منور فرمایا اور کمال توحید کے بعد اُس نے خالق عز وجل پاک سبحانہ تعالے سے خلق کو دیکھا تو اسکو آثار قدرت واحکام حکمت وبدائع صنعت ظاہر ہوتے ہین بعض مشائخ نے کہا کہ سموات کو زمین سے مرتفع پیدا کیا اور زمین کی رونق وآبادی کو آسمان کی برکتون سے رکھا کہ جو آسمانون سے زمین کو پہونچتا ہے زمین اس سے لہلہاتی ہے اور یہ تنبیہ ہے کہ جسم ونفوس کو پیدا کرکے قلوب کو اسپر سردار کیا اور جسم ونفس کی نجات وراحت برکات قلب پر رکھی پس جسکا قلب پاک ہوا اور مشاہدہ ویقین کے لائق ہوا تو اسکو زوائد و فوائد جملہ اوقات مین از جانب حق جل علا پہونچتے ہین اور بغیر آتش جہنم ولعنت دائمی کے وہ جسم ونفس پاک ہوکر دنیاوی لذات سے کہین زیادہ عیش وآرام آخرت مین مسرور ہوتا ہے پس جس عارف نے دنیا مین نفس کو اس کی خواہشون ولذات سے روکا اُسنے اپنی جان پر بہت شفقت کی اور یہ خالص رسول اللہ صلعم کی اتباع اور نفس کی طفلانہ مزاجی سے اختلاف کرنے مین ہے ورنہ دنیاوی مالدار وسردار خود اپنے نفس کی

خواہشون کے غلام ہین اور انکی پیروی کرنے والے خوار ہین قولہ تعالےٰ

وَبَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ

اور سامنے کھڑے ہونگے اللہ کے سارے پھر کہینگے کمزور بڑائی والون کو ہم تھے تمہارے پیچھے اب کچھ

اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ

بچاؤگے تم ہم سے مار اللہ کی وہ بولے اگر راہ پر لاتا ہم کو اللہ البتہ ہم تمکو راہ پر لاتے اب برابر ہے

عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ

ہمارے حق مین ہم بیقراری کرین یا صبر کرین ہم کو نہین خلاصی

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ اور ظاہر ہوئے اللہ تعالےٰ کی حضوری کے لیے۔ یہ واقعۂ روز قیامت کا بیان حق تعالےٰ علام الغیوب نے بندون کو ابھی سے ظاہر کر دیا اور ہم لوگون کے علم مین زمانہ ہوتا ہے اور ہم لوگ اپنے علم نظر مین ظاہر و پوشیدہ کی تفصیل کرتے ہین مگر علم الٰہی مقید بزمانہ نہین بلکہ زمانہ منجملہ مخلوقات کے ہے پس اُسکے علم مین سب موجود ہے کیونکہ وہ بے ابتدا ازل کو اور بے انتہا ابد کو محیط ہے لہذا یہان برزوا بصیغۂ ماضی بیان فرمانے مین دو باتون کی آگاہی عطا فرمائی اول یہ کہ علم الٰہی محیط ہے جو چیز ہماری بہ نسبت ابھی ہوئی نہین وہ علم الٰہی مین ہوئی موجود ہے پس اس کا علم سب گذشتہ و آیندہ کو محیط ہے اور جس شخص نے زعم کیا کہ جو امر کہ آیندہ کل کے روز واقع ہوگا وہ اپنی خصوصیت ابھی موجود نہین تو علم قبل وجود کے ہوا اور کل کا روز آنے و ہونے پر جو خصوصیت بڑھی وہ اسی وقت کا مخصوص علم ہے پس مستقبل واقعات کا مخصوص علم اپنے وقت پر ہوگا اور اس نے استشہاد کیا بقولہ تعالےٰ لیعلم اللہ المجاہدین منکم ویعلم الصابرین۔ و مانند اس کے تو اس شخص نے وہم کیا اور علم الٰہی کے ساتھ قیاس کو دخل دیا اور منشار فقط ایک باریک فریب نفس کا ہے کہ با وجود اس اقرار کے کہ علم الٰہی منجملہ صفات قدسیہ ہے جسکے ادراک کی بندہ کو مجال نہین ہے پھر بھی اُس کے نفس نے علم الٰہی مین آثار و لوازم لگائے کہ بخصوصیت وقت معینہ کا علم قبل از وقت کیونکر ہوگا حالانکہ علم الٰہی تعالےٰ محیط ہے اور معنے احاطہ کے قبل وجود کسی چیز کے کیا ہونگے پس ایسے اوہام سے پرہیز ضروری ہے اور جو اللہ تعالےٰ عز وجل نے فرمایا اُس کے سمجھنے کی اُسی سے دعا کرنی چاہیے اور جس کلام سے استشہاد لاتا ہے وہ اظہار مقدر ہے جیسے اس مقام پر دوسرے فائدہ کے ضمن مین بیان ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ دوم علم یہ کہ جب ہم نے علم الٰہی سبحانہ مین اس امر کا وجود جان لیا تو ہم کو قطعی معلوم ہوگیا کہ یہ قضا متغیر نہین ہے اور یہی معنے ہین جو مفسرین رحمہم اللہ کہتے ہین کہ فعل ماضی سے تعبیر کرنے مین اشعار ہے کہ یہ امر یقینی واقع ہونے والا ہے یعنی یبرزون نہین فرمایا بلکہ برزوا فرمایا تو ظاہر کیا کہ مثل ماضی کے اُس کو واقع شدہ سمجھو اور چونکہ تحقیقی وقوع علم الٰہی مین ہے لہذا اپنے نام پاک کے ساتھ اس برزوا کو مخصوص کیا اور فرمایا کہ برزوا للہ حالانکہ بروز بمعنے ظہور بعد پوشیدگی ہے اور اللہ تعالےٰ کے علم مین یہ لوگ کبھی پوشیدہ نہ تھے ولیکن ہم لوگون کی نسبت بروز فرمایا کیونکہ جو مردے خواہ قبر مین مدفون ہوئے یا جلائے گئے یا بہائے گئے ہماری نظرون سے پوشیدہ ہوئے تو ہم کو آگاہ فرمایا کہ تم خیال کرو اس کو کہ وے کفار نکلکر ظاہر ہوئے اور شیخ امام حافظ و محققین نے برزوا از براز لیا جو کھلا میدان ہے یعنے وسیع کھلے میدان مین اللہ تعالےٰ کے حضور مین آئے جَمِيْعًا سب کے سب یعنی سرغنہ بھی اور انکی پیروی کرنے والے بھی دونون فریق اپنے اپنے مدفن سے حساب کے لیے اللہ تعالےٰ کی حضوری مین آئے اور مالدار و رئیس سردارون کی پیروی عوام بدبختون نے یہ سمجھ کر اختیار کی تھی کہ جیسے یہ لوگ

دنیا مین سرفراز کیے گئے ہین اللہ تعالےٰ کے نزدیک بھی معزز ہین کیونکہ جہالت سے ان کو دنیا ملعون ہونے کا علم نہ تھا اور اس مین ہر قسم کے گمراہ داخل ہین حتی کہ یہودیون کے عالم اور نصرانیون کے راہب و پادری یہان تک کہ نام کے اور صورت کے مسلمان درویش جو شیاطین کی خوبصورت جھلکیون وغیرہ سے یہ سمجھے کہ ہم مقرب الٰہی ہوگئے حالانکہ وے بالکل شیطان کے پنجہ مین گرفتار ہوگئے اور اس کی شناخت یہ ہے کہ احکام شریعت و صوم و صلوٰۃ کے اتباع کی توفیق ان کو نہو گی پس عوام نے انکی پیروی کرکے اپنا دین و ایمان کھو دیا۔ بالجملہ جو لوگ گمراہی مین سرغنہ ہوئے اور جو گروہ ان گمراہون کے پیرو ہوئے دونون اللہ تعالےٰ کے لیے یعنے اس کی حضوری و حساب کے لیے حاضر ہوئے۔ اور واضح ہو کہ وہ وقت اور عالم بعث و حشر بھی عجیب ظہور قدرت الٰہیہ ہے کہ ہوسات جسمانی و کدورات سے بے علمی مثل دنیا کے نہو گی اور مفسرین علماء نے کہا کہ حالات وقت سے کافرون کو اپنے کفر و شرک پر سخت پشیمانی اور اپنی قطعی گمراہی ظاہر ہو جائیگی اور یہ بھی کہ لامحالہ ہم لوگ آج کے روز قہر الٰہی مین گرفتار ہونگے پس بدبخت اتباع اپنے اپنے متبوعین سے وسیلہ ڈھونڈھینگے۔ فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا پس کہینگے ضعفاء یعنے اتباع جو دنیا کو اصل سمجھ کر اپنے سردارون کے سامنے خوار و کمزور بنے تھے۔ لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا ان لوگون سے جنھون نے استکبار کیا تھا یعنے اپنے آپ کو کبیر سمجھتے تھے اور ضعفاء عقل و مال و منال کو اپنا کمزور حقیر مطیع بناکر خود اُنپر کبیر چاہتے تھے اور انکو راہ حق سے روک کر اپنا متبع بنایا تھا اور یہان تک تکبر بڑھا تھا کہ رسولون کو حقیر سمجھا اور کہا کہ ہماری راہ چلو ورنہ ہم تمکو نکالدینگے بلکہ یہانتک خبیث مغرور تھے کہ اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کی عبادت سے استکبار کیا پس آج یہ بدبخت جو نہایت حماقت سے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ کر ان سرکشون کے مطیع بنے تھے ان سے کہینگے۔ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا ہم تو تمہارے تابع تھے تم نے جو کہا اُس کو ہم نے مانا اور جس سے منع کیا اُس سے باز رہے حتے کہ تمہاری ہی پیروی مین ہم نے رسول سے انکار کیا اور اللہ تعالےٰ سے کفر کیا۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا پس کیا تم ہم سے روک دوگے۔ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ اللہ تعالےٰ عز وجل کے کسی عذاب سے۔ مِنْ شَيْءٍ کچھ تھوڑا بھی۔ ان جانورونکی اسوقت بھی لاعقل کیفیت ہوگی کہ ہوس کرینگے کہ دنیا کی کیفیت اُن کے سردارون کی متکبر انہ تھی ہم ان کے تابع تھے شاید یہان بھی بچاوین تو درخواست کرین گے کہ ہم نے سب طرح تمہاری پیروی و فرمانبرداری کی تھی تو آج تم کچھ ہماری مدد کروگے حتے کہ یہ آرزو کرینگے کہ اللہ تعالےٰ کے انواع عذاب و عقوبات مین سے کسی عذاب مین سے کچھ ہی ٹل جاوے اور وہان سرکش منکر خود عذاب مین گھبرا ہوا ہے نہ اس کو دنیا مین کچھ قدرت تھی تو اپنے واسطے بہتری حاصل کرتا بلکہ رسولون سے سرکشی کرنے مین سراسر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتا تھا تو آخرت مین بھی اُس کو کچھ عذاب نہین اس وقت ان کو جواب دیگا۔ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ اگر اللہ تعالےٰ عز وجل ہم کو ہدایت دیتا تو۔ لَهَدَيْنٰكُمْ ہم تم کو راہ راست پر لیچلتے۔ یعنے تم نے ہماری پیروی اس راہ مین کی جسپر ہم تھے اور ہم خود گمراہ تھے ولیکن ہم نے تمہارے ساتھ قصور نہین کیا اس لیے کہ اگر اللہ تعالےٰ ہم کو راہ راست کی ہدایت کرتا تو ہم تم کو راہ پر لیے چلتے۔ بعضے مفسرین نے کافرون کے سرغنہ و ان کے اتباع کی یہ گفتگو محشر مین قرار دی ہے اور یہ قول عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہے۔ اور اظہر وہ ہے جو شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ یہ گفتگو جہنم مین جانے کے بعد ہوگی جیسا کہ دوسری آیات مین مصرح ہے حیث قال تعالےٰ واذ یتحاجون فی النار فیقول الضعفاء للذین استکبروا انا کنا لکم تبعا فہل انتم مغنون عنا نصیبا من النار قال الذین استکبروا انا کل فیہا ان اللہ قد حکم بین العباد۔ و مانند قولہ تعالےٰ حتی اذا ادارکوا فیہا جمیعا قالت اخراہم لاولاہم الآیہ۔ اور جو جھگڑا باہم محشر مین کرینگے وہ یہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا بقولہ ولو تری اذ الظالمون موقوفون عند ربہم یرجع بعضہم الی بعض القول یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم لکنا مومنین الآیات۔ اور

ظاہر کلام بھی اس پر شاہد ہے کہ ضعفاء نے عذاب طاریہ کے کسی حصہ کو دفع کرنے کے واسطے ان سے سوال کیا اور ظاہر ایہ سوال بطور ملامت کے تھا کہ تم ہی لوگوں کی وجہ سے ہم اس عذاب میں مبتلا ہوئے اور اب تم سے کچھ نہیں نفع ملتا ہے پس وے جواب دینگے کہ ہم کو خود ہی ہدایت نہ تھی اور آخر ان کو اس طرح خاموش کرینگے کہ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ برابر ہے ہم پر اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا خواہ ہم جزع کریں یا صبر کریں۔ مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ہمارے لیے کسی طرح چھٹکارا نہیں ہے۔ پھر ان لوگوں کا مخاصمہ شیطان سے بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ

اور کہا شیطان نے جب حکم پورا کر دیا گیا کہ بیشک اللہ تعالےٰ نے تمکو وعدہ دیا تھا سچا وعدہ اور میں نے تمکو وعدہ دیا سو میں نے تمسے جھوٹ کہا

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ

اور نہ تھا مجھے تم پر کوئی غلبہ زبردستی کا ولیکن میں نے تم کو بلایا پس تم نے مان لیا میرا کہنا پس تم مجھے کچھ ملامت نہ کرو

وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ

اور ملامت کرو اپنے جیون کو میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا نہیں اور نہ تم میرے فریاد رس ہونے والے ہو میں نے انکار کیا تمہارے

اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ

شریک کرنے سے میرے ساتھ اس سے پہلے بیشک ظالموں کے لیے عذاب دردناک ہے اور داخل کیے جائینگے جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ

ایمان لائے اور کام کیے اچھے جنتوں میں جاری ہیں انکے نیچے نہریں درحالیکہ حکم ہوگا کہ ہمیشہ رہیں انمیں یہ انکے پروردگار کے حکم سے ہوگا

تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۝

انکا تحیہ ان جنتوں میں سلام ہوگا

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ یعنے یقینی یہ واقع ہوگا کہ جب مومنوں پر رحمت جنت کا اور کافروں پر عذاب جہنم کا حکم ہوگا۔ بقول شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جب کفار دوزخ میں داخل کردیے جاوینگے اور شیطان کو ملامت کرینگے یا اس سے فریاد چاہینگے تو وہ کہیگا کہ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ بیشک اللہ تعالےٰ نے تم سے وعدہ فرمایا وعدہ حق کہ حیات دنیا حقیر ہے اور بعد موت کے عذاب بدکاری اور ثواب نیکوکاری ہے اور اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کے ماننے والے فلاح جنت پاوینگے اور منکر و شرک کرنے والے جہنم میں جاوینگے جہاں عذاب سخت ہے پس اس نے سچ وعدہ دیا۔ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ اور میں نے تم کو وعدہ دیا سو میں نے اسمیں خلاف کیا یعنے میں نے باطل و جھوٹ وعدہ تم کو دیا تھا کہ حیات دنیاوی کے بعد کچھ حیات و حساب کتاب نہیں اور دنیا حاصل ہونے کے لیے شرک و کفر کیو۔ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ یعنے مجھے تم پر غلبہ حاصل نہ تھا اور نہ میں نے تم کو کوئی حجت و برہان شرک و کفر پر دی۔ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ ولیکن صرف میں نے تم کو بلایا بطریق وسوسا ور دنیاوی زینت کے بغیر کسی قہر و غلبہ و بغیر کسی صریح حجت و دلیل کے۔ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ پس تم نے میرا کہنا مان لیا اور اللہ تعالےٰ نے رسولوں کو بھیجا اور حجت و برہان دی اور ہر طرح کی آیات تم کو دکھلائیں مگر تم نے ان کا کہنا نہ مانا پس آخر تمہارا یہ انجام ہوا۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ پس تم مجھے

ملامت نہ کرو۔ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اور اپنے نفوس کو ملامت کرو۔ کیونکہ گناہ تمہارا ہے کہ تم نے حجت و برہان الٰہی کو چھوڑا اور خالی میرے وعدۂ باطل پر واہ ضلالت اختیار کی اور دشمن کو اتنی بات پر ملامت کرنا زیبا نہیں ہے۔ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ میں تمہارا فریادرس نہیں ہوں یعنے تم جس حال میں ہو اس سے میں تم کو نہیں چھڑا سکتا ہوں۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اور نہ تم میرے فریادرس ہو۔ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ میں اس سے انکار کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالےٰ کا شریک ہوں جیسا کہ تم مجھے دنیا میں بناتے تھے۔ یعنے مشرکین جنکو شریک بناتے ہیں سب قیامت میں اُلٹے ان کے دشمن ہوں گے اور ان کے شرک سے انکار کریں گے کما قال تعالےٰ ویوم القیامۃ یکفرون بشرککم ولاینبئک مثل خبیر۔ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بیشک کافروں لَهُمْ کے لیے عَذَابٌ اَلِيْمٌ عذاب دُکھ دینے والا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ظاہر سیاق یہ ہے کہ ابلیس کا یہ خطبہ کافروں سے ان سب کے ساتھ جہنم میں داخل ہونے کے بعد ہوگا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے ولیکن ابن ابی حاتم و ابن جریر نے جو حدیث روایت کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فیصلہ و حکم ہو جانے کے بعد قبل مومنوں کے جنت میں جانے اور کافروں کے دوزخ میں جانے کے واقع ہوگا (یہ حدیث معالم میں بھی موجود ہے) وہ یہ ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جب اللہ تعالےٰ اگلوں و پچھلوں کو جمع فرما کر انمیں فیصلہ کردیگا تو مومنین کہینگے کہ رب تبارک و تعالےٰ نے ہم میں فیصلہ فرمادیا اب کون ہماری شفاعت کرے کہینگے کہ آدم علیہ السلام کے پاس چلو پس نوح و ابراہیم و موسےٰ و عیسےٰ تک ہر ایک کا اپنی عاجزی و دوسرے کے پاس بھیجنا بیان فرمایا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام ان کو بتلاوینگے کہ تم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نبی اُمی کے پاس جاؤ (وہ محبوب الٰہی اور مقصود ایجاد ہے اللہ تعالےٰ نے اُنکے اگلے پچھلے سب گناہ دنیا ہی میں عفو فرمائے ہیں) میں تم کو اچھی راہ بتلاتا ہوں پس تمام اگلے و پچھلے مومنین سب میرے پاس آوینگے پس اللہ تعالےٰ مجھے اجازت فرماویگا کہ میں اسکے حضور میں کھڑا ہوں پس میری مجلس سے ایسی خوشبو اڑیگی کہ کبھی کسی نے نہیں سونگھی ہے کہ مقام محمود میں حاضر ہو کر قیام کرونگا پس رب تبارک و تعالےٰ میری شفاعت قبول فرماویگا اور میرے لیے ایک نور سے ناخن قدم تک لباس عطا فرماویگا۔ یہ دیکھکر کافرین کہینگے کہ ان لوگوں نے تو ایک شخص کو پایا جو اُنکے لیے جناب باری تعالےٰ میں شافع ہوا اب ہمارے لیے کوئی سفارشی ہو جاتا پس کہینگے کہ ہمارا کون ہے ولیکن ابلیس کی طرف امید لگاویں گے (کیونکہ اسوقت التباس نہوگا اور ہر ایک اپنی حالت سے اور اپنے پیشوا سے واقف ہوگا) پس اسکے پاس جاکر کہینگے کہ تم ہمارے پیشوا ہو مومنوں نے شفیع پاکر رحمت حاصل کی تم ہمارے واسطے اٹھو کیونکہ تمھیں نے ہمکو یہ راہ بتلائی تھی پس وہ اپنے مقام سے اٹھیگا اور اسکی مجلس سے ایسی بدبو اڑیگی کہ کبھی کسی ناک میں نہیں پہونچی پھر دوزخ کی لپیٹ بہت سخت ہو جائیگی تو شیطان انسے بیزاری کریگا جسطرح اللہ تعالےٰ نے فرمایا وقال الشیطان لما قضی الامر ان اللہ وعدکم الآیۃ۔ اور لکھا کہ اس حدیث کو عبداللہ بن المبارک نے بھی رشدین بن سعد کی اسناد سے عقبہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔ اور محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جب دوزخی کہینگے کہ ہم چاہے گھبرائیں اور چاہے صبر کریں ہمارا کوئی چھٹکارا نہیں ہے تو ابلیس انسے کہیگا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے تم سے سچ وعدہ فرمایا تھا آخر تک جو اس آیت میں ہے پس جب اسکی گفتگو سنکر کفار اپنے نفس سے دشمنی کرینگے کہ ہم نے اپنے جی کی خواہش سے کیوں اس دشمن کا کہا مانا پس اسی حال میں انکو ندا دیجائیگی لمقت اللہ اکبر من مقتکم انفسکم اذ تدعون الی الایمان فتکفرون۔ ف سابق میں یہ توضیح سمجھا دیا گیا ہے کہ آیات و احادیث میں جو واقعہ بیان ہوا وہ ہم کامل عقل ایمانی سے جانتے ہیں کہ ایسا واقع ہوگا ولیکن چونکہ ہماری عقلیں اسوقت پنجہ حواس میں ہیں لہذا امر آخرت و اسکی کیفیات پر تفصیل و ترتیب کے ساتھ قادر نہیں ہیں لہذا کبھی یہ وسواس شیطانی نہ آنے

پاوے کہ یہ ترتیب کیونکر ہے کیونکہ کوئی تناقض نہین نہ ایسی کوئی بات جو قدرت کاملہ آلہیہ سے بعید ہو بلکہ علیم خبیر عز وجل نے اُن واقعات سے ہم کو آگاہ فرمادیا والحمد للہ رب العالمین۔ اور یہان دقیق فوائد بیشمار ہین ازانجملہ جو ہماری سمجھ سے قریب ہین توفیق آلہی بیان ہوتے ہین اول آنکہ آیت مین دلیل ہے کہ عرصہ قیامت مین باوجود اشراق نور رب تبارک وتعالے کے کفار پر حجاب ہوگا اور وے واحد القہار کے سامنے حاضر ہونگے۔ اور اہل ایمان مین سے ایک سو چالیس ہزار فقط امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام بلا حساب داخل جنت ہونگے اور ایک جماعت بلا حجاب ہونگے۔ دوم منکر آلہی تکبر مین گرفتار ہوتا ہے اور عالم کو احتراز چاہیے کہ تکبر سے کوئی شمہ نہ آنے پاوے کیونکہ اس مقام مین شیطان کا دخل خاص اس وسواس سے عظیم ہے اور حدیث مین ہے جسنے آپ کو سید کہا تھا اس سے فرمایا کہ سید وہی اللہ تعالے ہے پھر اس نے کہا کہ آپ ہم مین سے بہتر و سردار ہین آپ نے فرمایا کہو یا تھوڑا کہو اور شیطان تمکو نہ بہکاوے۔ سوم عالم کو چاہیے کہ خلق کی ہدایت مین اسوقت قدم رکھے کہ خود ہدایت آلہی سے سرفراز ہو اور یہ اسوقت ہوگا کہ خالص طریقہ سنت سے تجاوز نہ کرے پھر اگر اسکو یہ مرتبہ نصیب نہو تو لوگون کو فقط شریعت و وعظ قرآنی سے سمجھاوے اور اپنی طرف سے خیالات نہ ملاوے جس سے انکے اعتقادات مین فتور ہو۔ چہارم عوام لوگ جو بغیر کوشش و توجہ کے اپنی جی کے بھلے معلوم ہونے سے پیروی کرتے ہین انکو چاہیے کہ صرف اللہ تعہ عز وجل کی توحید سیکھین اور حدیث سے اخلاص حاصل کرین ورنہ معذور نہونگے یعنے اپنی پرکھ سے کسی کو ولی سمجھنا ٹھیک نہین ہے بلکہ توحید سیکھین اور جو ولی ہوگا وہ اللہ تعالے عز اسمہ کی رحمت ہے اس سے خلق کو بھلائی بغیر جستجو کے پہونچیگی جسطرح مقدر ہے اور جو شخص کہ شریعت سنت پر قائم نہو وہ اگر ہوش مین ہے تو راہ شیطان پر ہے پنجم جو لوگ دنیا مین بزرگون کو اسطرح مانتے ہین کہ انکی محبت کا دعوے کرکے اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرتے ہین وے بزرگ قیامت کے روز خود انکے دشمن ہونگے جیسے کہ اللہ تعالے عز وجل نے آگاہ فرمایا اور بھلا اللہ تعالے عز اسمہ علیم خبیر سے بڑھکر تمہارا خیال ہوسکتا ہے حتے کہ حضرت عیسے علیہ السلام ان لوگون کے دشمن ہونگے جنھون نے انکے ساتھ شرک کیا ہے۔ اور یہ اصلی فریب شیطان کا ہے جس نے تمہارے دل مین ڈالا کہ بزرگون کی محبت سے دنیا و دین کا بھلا ہے پس تمہارے نفس نے یہان تک قبول کیا کہ انکی محبت انکی راہ چھوڑ کر انھین پر بھروسا کر لیا حالانکہ فقط اللہ تعالے عز وجل ہی پر بھروسا فرض تھا۔ ششم آنکہ وجود آخرت مین لوگ شیاطین سے ہمکلام ہونگے۔ جیسے ملائکہ سے اور جن چیزون کو یہان اعراض شمار کیا جاتا ہے وہ حقائق ہین اور فلاسفہ کا اعتراض کہ عرض کا جوہر ہونا اور انقلاب ماہیت لازم آتا ہے بالکل دفع ہے بدلیل آنکہ علم بالماہیۃ مین قیام جوہر فی الذہن لازم پس جو جواب وہان ہے وہی یہان ہے اور حل سوائے اسکے نہین کہ جوہر وجود خارجی مین قائم بذات ہے اور وجود ذہنی مین جائز ہے کہ قائم بذہن ہو تو بدرجہ اولے عالم صورت مین جو عرض ہے غیر مشعور وہ عالم آخرت مین جوہر ہو۔ اور اسی اصل پر بہت سے اوہام ملحدون کے دفع ہوجاتے ہین مثلا موافق اعمال کے عرصہ محشر مین کوئی گھٹنے تک کوئی کمر تک کوئی گلے تک پسینے مین ڈوبا ہوگا تو حق تعہ عز وجل کی تاثیر سے پانی مین وہان یہ خاصیت ہوگی کیونکہ عالم دوسرا ہے علاوہ اسکے خود دنیا مین بحر شور اور بحر شیرین آپسمین خلط نہین ہوتے حالانکہ دونون ملے ہوے ہین اور بحکم قولہ تعالے وبینہما برزخ لا یبغیان۔ دونون مین حکم آلہی کا ایک پردہ ہے کہ ایک دوسرے پر تجاوز نہین کرتے ہین ہفتم شیطان کو بذات خود کوئی اختیار نہین جیسے زید و عمرو کو کسی آدمی بکر و خالد کے قتل کر ڈالنے کا اختیار نہین کیونکہ موت مقدر اور قضاے آلہی نافذ ہے اور خالق اعمال و افعال کا بھی وہی خالق جل سلطانہ اعیان و جواہر کا ہے اور قاتل نفس نے قتل کو پایا اور یہی فعل قبیح اسنے کمایا ولیکن جبر نہین ہے کیونکہ آدمی اپنے اور پتھر مین فرق ظاہر مشاہدہ کرتا ہے اسیطرح شیطان تحت قدرت آلہیہ مقہور ہے خود اسکو سلطنت و غلبہ قہری حاصل نہین مگر جبھی کہ اللہ تعہ کی طرف سے کسی نفس کی گمراہی یا کسب معصیت مقدر ہو اور فرق یہ ہے کہ شیطان کی خلقت ہوا سے بھی زیادہ عجیب ہے اور جیسے ہوا ہر خالی مکان

مین سمائی رہتی ہے اس سے زیادہ شیطان ہر قلب مین جو یاد آلہی و ایمان سے خالی ہو سمایا رہتا ہے اور برخلاف ہوا کے وہ ایک قسم کی خلقت متشکل ہے اور جو ملحد کہ اسکے وجود سے انکار کرے اور یہ ہٹ کرے کہ اسکو محسوس دکھلایا جاوے تو اسکو اپنے قلب کا حس پیدا کرنا چاہیے اور فوراً اس کو محسوس ہوگا کہ اکثر اوقات اندرونی جوش سے وہ ایسا عمال کرنے پر آمادہ ہوگا بلکہ کر گذریگا کہ دوسرے وقت براہ عقل انکو محض ناکارہ و قبیح و معیوب جانیگا حالانکہ ان افعال مین نفس کو کچھ لذت نہ تھی پھر اگر وہ ان آنکھون سے محسوس دیکھنا چاہتا ہے تو گویا یہ کہتا ہے کہ مجھے مرکر عذاب قبر دکھلادو یا قیامت برپا کرکے جنت و دوزخ دکھلادو یا آسمان پر چڑھا کر مجھے دروازہ کھلوادو تو ایسی صورت مین ایسے احمق کی عقل پر نفرین کرو اور اسکے ایمان کی کم امید ہے اور عالم صنعت آلہیہ مین عجائب آثار و غرائب اسرار بہت ہین جو تھوڑے قلب کے حفاظت سے اللہ تعالے منکشف فرماتا ہے اور قلب کی حفاظت اسی قدر کہ سوائے توحید کے اس مین باطل کا دخل نہو اور شاہراہ نور بر طریق سنت کی پیروی کرے اسی واسطے تو دیکھتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے معجزات سے لوگون کو اس راہ مستقیم کیا پھر خود انکو دیدۂ بینا و قلب عاقل ملگیا ورنہ بہت مشکل ہے کہ اندھے مادرزاد کو رنگ برنگ پھولون اور غرائب اشیاء دلائل سے کیونکر کوئی مسلم کرا سکتا ہے اور عنین محض کو کیونکر کوئی تماس اعضاء سے عجیب لذت حاصل ہونا بدلائل تسلیم کرائے ف قولہ انتم بمصرخی۔ سوائے شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے باقیین نے بفتح یاء مع التشدید پڑھا اور شیخ حمزہ نے بکسر یاء مع التشدید پڑھا۔ کشاف و بیضاوی نے کہا کہ یہ بقاعدہ متروکہ ہے اور جماعہ علماء رحمہم اللہ تعالے نے کشاف و بیضاوی کا یہ قول مردود قرار دیا اور کہا کہ اگر یہ مراد ہے کہ نحویون مین یہ قاعدہ متروک ہے تو ہوا کرے ورنہ قراءۃ متواترہ ثابت ہے اور شیخ فراء رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ شاید قاری کا وہم ہوا ہو کیونکہ قاریون مین سے بعض کو وہم ہوا ہے تو یہ ائمہ علماء نے فراء رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بھی وہم قرار دیا اور شیخ ابوحیان النحوی رحمہ اللہ تعہ نے کہا یہ متواترہ قراءۃ ہے جسکو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے تنزیل رسول رب العالمین سے متواتر نقل کیا پھر یہ کیا اوہام ہین کہ اپنے گڑھے ہوئے قواعد پر اسکو خطاء قرار دیا جاوے حالانکہ جماعت ائمہ لغات نے اس لغت کو نقل کیا ولیکن یہ کہا کہ اسکا استعمال کم ہے اور اس سے کچھ قباحت نہین اور قطرب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بنو یربوع کی لغت ہے اور صریح بیان کیا کہ شیخ ابو عمرو بن العلاء سے جب پوچھا گیا تو انھون نے زبان عرب مین اسکو صحیح و ٹھیک بیان کیا اور شیخ قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جو ائمہ کوفہ سے ہین اس کو لغت عرب سے صحیح و صواب بیان کیا۔ ف۔ حدیث مین جو ابلیس کا اپنے اتباع کے لیے سفارش کو اٹھنا مذکور ہے وہ بقصد واقعی نہین بلکہ خوشی و تضحیک کے لیے ہے جیسے ذاتی عداوت کے دشمن سے التجا کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے اور اہل جہنم اول ہر طرح کی حرکات جو راہ صواب کی ہوتی کرینگے اور آخر اپنے پیشوا ابلیس کو ملامت کرکے اُسی سے خواستگار ہونگے۔ اور اس سے بھی مایوس ہوکر اپنی ذات پر ویل و ثبور کہکر زار زار چلائینگے۔ ف فی العرائس قولہ فلا تلوموني ولوموا انفسکم۔ حق تعالے نے کمال شرک ابلیس سے آگاہ فرمایا کہ مواخذہ کے مقام مین وہ اللہ تعالے عز وجل کو بھولا کہ سوائے اُس کی قدرت کے کسی کی قدرت نہین ہے جبھی اس نے کہا کہ فلا تلوموني ولوموا انفسکم۔ کیونکہ اپنے نفس سے نظر ساقط کرکے درمیان مین غیر کو دیکھنا شرک ہے اور اگر کوئی بندہ مقام تحقیق توحید مین ہوتا ہے تو وہ کسی کو ملامت نہین کرتا اور نہ اپنے نفس کو اور نہ درمیان مین سوائے حق تعالے عز وجل کے کسی کو دیکھتا ہے تو نہین دیکھا کہ شیخ محقق واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے اپنے نفس کو ملامت کی اس نے شرک کیا۔ اور مقام ملامت مقام مریدین ہے کہ اپنے نفوس کو خواہش نفسانی کی طرف کرنے سے اس کو ملامت کرتے ہین کہ وہ اپنے خالق عز وجل کی طاعت کی طرف رجوع نہین لاتا ہے اور یہ ملامت براہ ایمان ہے اور ارادت بجانب حق اسکو مقتضی ہے تاکہ نفس کو بجانب مجاہدہ و ریاضت رغبت ہو اور رب تبارک وتعہ کی عبادت مین جو اس سے تقصیر ہوگئی ہے اسپر اسکو ندامت حاصل ہو اور یہ ملامت براہ توحید و معرفت نہین ہے کیونکہ جس نے

قدم کو حدوث سے فرد واحد پہچانا وہ کسی دوسرے کو درمیان میں نہیں لاتا ہے کیونکہ مقام تفرید و توحید میں وسائط ساقط ہو جاتے ہیں اور رسوم مندرس ہو جاتے ہیں اور اسباب کی راہیں مٹ جاتی ہیں۔ شیخ محمد بن حامد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نفس خود ملامت کا محل ہے پس جس نے نفس کو ہمیشہ ملامت نکی اور کسی حال میں اُس سے راضی ہوا تو اُس نے اپنے نفس کو ہلاک کر ڈالا۔ پھر حق تعالےٰ نے کافروں کی محرومی وخواری اور انپر شیطان کی سرداری و عذاب دائمی میں گرفتاری بیان فرما کر اہل توحید وایمان کی منزلت و نعمت اور قرب جنت کو بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ۔ وَ اُدْخِلَ اور داخل کیے جاوینگے یعنے تعظیم واکرام کے ساتھ۔ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے یعنے اللہ تعالےٰ عزوجل کی توحید کی اور شرک سے بالکل توبہ کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت وارشاد کو یقین جانکر قبول کیا۔ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نیک کام کیے اور نیک کام وہی ہیں جو قرآن مجید کے اُتارنے سے اللہ تعالےٰ عزوجل نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اولاً تعلیم فرمائے اور آپ نے اولاً صحابہ رضی اللہ عنہم کو کامل مکمل کر دیا اور صحابہ الیسے تھے جنھوں نے تمام عالم میں پھیلایا پس جو طریقہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے اسپر چلے یعنی نیک کام کیے اور اپنے نفس وخواہش واپنی ناقص رائے کو دخل نہیں دیا۔ بالجملہ جو لوگ کہ اللہ تعالےٰ عزاسمہ کی توحید پر موافق تعلیم رسول اللہ صلعم کے ایمان لائے وسنت رسول اللہ صلعم کی پیروی کی خصوص ان اعمال کے بجالانے میں جنکے نہ کرنے سے دوزخ میں جاویگا یعنی فرائض وواجبات میں اور انکے ترک میں جنکے کرنے سے دوزخ میں جاویگا یعنی حرام ومکروہ تحریمی تو ایسے لوگوں کے پیشوا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہونگے انکو داخل کیا جائیگا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ جنتوں میں جنکے نیچے جاری ہیں نہریں ہمیشہ رہیں انمیں۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ انکے پروردگار کی اجازت سے یعنے داخل کرنا اللہ تعالےٰ کے فرمان ورحمت واکرام سے ہوگا درحالیکہ فرمان الٰہی اسطرح ہوگا کہ ہمیشہ انمیں رہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ نہ کبھی انکے کپڑے پرانے ہونگے اور نہ کبھی انکا شباب زائل ہوگا اور آیات میں صریح ہے کہ نہ انکو کبھی غم ہو اور جو کچھ خواہش کرینگے انکے واسطے وہاں موجود ہوگا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جسم وروح وعقل کی طہارت وپاکیزگی انمیں موجود ہے تو ظاہر ہے کہ وہ دنیاوی نجاسات خواہشوں کی خواہش نہ کرینگے سوا لذیذ وپاکیزہ چیزوں کے کیونکہ شراب وہاں طہور ہے اور ازواج وہاں حوریں اور پاک بیبیاں وہ کہ حوریں جنکی خدمت گزار ہیں اور میوہ جات وغذائیں وہ کہ جو دنیا میں کبھی خواب میں نظر نہ آمیں۔ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ان کا تحیہ جنت میں سلام ہوگا۔ یہ دو طرح سے کہ اول داخل ہونے میں حق تعالےٰ الملک السلام کی طرف سے انکو سلام پہونچیگا بقولہ تعالےٰ سلام قولا من رب رحیم۔ اور دوم یہ کہ احباب بلکہ باادب دوست وہاں رب تبارک وتعالےٰ کی طرف سے ملائکہ ہمیشہ سلام کو آوینگے۔ واضح ہو کہ جسطرح دوزخیوں کے لیے ہر دم عذاب پر عذاب بڑھایا جاویگا اور صفت قہر الٰہی کا جس کی انتہا نہیں ہے ظہور ہوگا اسی طرح مومنوں کے لیے صفت رحمت غیر متناہی کا ہر دم بڑھتا ہوا ظہور ہوگا والحمد للہ رب العٰلمین۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ تحیتہم فیہا سلام۔ السلام اللہ تعالےٰ کے الطف اسماء پاک میں سے ہے کیونکہ وہ محل تنزیہ ہے پس عارفین اہل جنت اسکو اسی نام پاک سے یاد کرینگے کیونکہ وے لوگ اسکو پاوینگے کہ انے حجاب سے انکو سلامتی عطا فرمائی ہے پس جب آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرینگے تو اسی نام پاک کی رعایت سے یعنی یہ مشاہدہ سلام ذوالجلال والاکرام ہے گویا وے دیدار مشاہدہ میں مسرور ہونگے پس ہر ایک اُسکے جمال وجلال کا اشارہ فرماوینگے اور جب اُس اسم پاک سے تحیت کرینگے تو اللہ تعالےٰ انکو احسن تحیت سے بخطاب وکلام سرفراز فرماویگا اور قولہ سلام قولا من رب رحیم سے پہلے بداہۃً عیاناً انپر سلام فرماویگا اور یہ تجدید اس عہد اول کی ہوگی جب اسکو اول وا سے دیکھا اور اسکا کلام پاک سُنا تھا۔ سبحان اللہ یہ سلام کس درجہ کا پاکیزہ ہے بعض مشائخ نے کہا کہ اہل جنت کے مراتب ہونگے پس اعلےٰ وہ ہیں کہ سلام انکو انکے رب عزوجل سے ہوگا اور بعض کے واسطے

ملائکہ لاوینگے بقولہ تعالےٰ والملائکۃ یدخلون علیہم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اور قولہ تعالےٰ یلقون فیہا تحیۃ وسلاما۔ وقولہ تعالےٰ دعواہم فیہا سبحانک اللہم وتحیتہم فیہا سلام وآخر دعواہم ان الحمد للہ رب العالمین۔ پھر حق تعالےٰ نے ایمان واسکے اعمال کا ثمرہ نیک اور کفر واسکے اعمال کا بطلان متعلق بقولہ تعالےٰ مثل الذین کفروا اعمالہم کرماد ن اشتدت بہ الریح الآیہ بیان فرمایا بقولہ۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ

تونے نہ دیکھا کہ کیسے بیان فرمائی اللہ تعالےٰ نے مثل کہ پاک کلمہ جیسے درخت پاکیزہ کہ اسکی جڑ ثابت ہے اور

فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

اسکی شاخیں آسمان میں ہیں دیتا ہے اپنا پھل ہر حین میں اپنے رب کے حکم سے اور بیان فرماتا ہے اللہ تعالےٰ مثلیں

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ

لوگوں کے لیے شاید وہ نصیحت حاصل کریں اور مثل اس کلمہ کی جو خبیث ہے جیسے درخت خبیث کہ اس کا جثہ

مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝

اکھڑا ہوا پڑا ہے زمین کے اوپر نہیں ہے اسکے لیے قرار

اَلَمْ تَرَ تو نے نہ دیکھا اے آدمی اپنے دل کی آنکھوں سے کہ تجھے یقین حاصل ہوتا اور محتمل ہے کہ خطاب انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہو اور مقصود یہ کہ تو دیکھ یا تو خوب سمجھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایمان وکفر کی کیسی مثال عجیب فرمائی ہے اور الم تر۔ سے عرب کی زبان میں لطافت کا اشارہ ہوتا ہے جیسے قولہ تعالےٰ الم ترالی ربک کیف مد الظل۔ یعنے بہ لطافت اپنے رب کی صنعت کی دیکھ کہ ظل کو کسطرح ممدود فرمایا ہے ویسے ہی اس مقام پر مثل کی لطافت دیکھنے وغور کرنے کی تنبیہ فرمائی اور مثل ایسے ہی قول میں مستعمل ہوتا ہے جسمیں کوئی لطافت ہو چنانچہ فرمایا۔ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کیسی لطیف بیان فرمائی اللہ تعالےٰ نے مثل۔ كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ کلمہ پاکیزہ مانند ہے درخت پاکیزہ کے یعنے جس کا پھل پاکیزہ لذیذ ہے۔ اَصْلُهَا ثَابِتٌ جڑ اس کی جمی ہوئی ہے زمین میں۔ اکھڑنے اور دور ہونے کے لائق نہیں ہے۔ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ یا تو یہ محاورہ مجازی حسن کلام میں سے ہے جیسے اُردو زبان میں ترجمہ شاہد ہے اور مفہوم اس کا بلندی وبہر ابھرا ہونا۔ اور یا فی جہۃ السماء یعنی آسمان کی طرف اس کی شاخیں بلند ہیں کیونکہ عربی زبان میں شجر اسی قسم نباتات کو کہتے ہیں جو ساقدار قائم ہو ورنہ حشیش بولتے ہیں اور یا سماء از سمو بمعنے علو ہے یعنے شاخیں اس کی بلندی میں ہیں اور گھاس کی نیویں اگرچہ اونچان کی طرف ہوتی ہیں لیکن شجر نہیں ہے اور وجہ اول الطف اور دوم اقوے اور سوم توجیہ ہے۔ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ دیتا ہے یا لاتا ہے اپنا پھل ہر حین میں یعنی وقت میں یا موسم میں بِاِذْنِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم یا ارادہ مشیت سے۔ یہ تو زبان کی تفسیر تھی اب معنوی تفسیر یہ ہے کہ علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ کلمہ طیبہ وہ شہادت لا الٰہ الا اللہ ہے یعنی علی الیقین اسکے معانی کا یعنے بندہ یقینی دل سے گواہی دے کہ کوئی معبود الٰہ نہیں مگر اللہ عزوجل۔ اور شجرہ طیبہ بندۂ مومن ہے کہ اس کلمہ طیبہ ایمانی سے اسکی جڑ مضبوط قائم ہے اور زمین اسکا دل ہے اور فرعہا فی السماء فرماتا ہے کہ اس کلمہ کی شاخیں اعمال حسنہ ہیں پس مومن کے اعمال کو آسمان پر لیجاتے ہیں۔ اقول یعنی بدلیل قولہ تعالےٰ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ اور بدلیل احادیث صحیحہ۔ شیخ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایسا ہی ضحاک وسعید بن جبیر وعکرمہ ومجاہد وبہتوں کا قول ہے کہ مومن کے قول وفعل طیب وصالح کو برابر ہر وقت دمیں میں صبح وشام آسمان کو لیجاتے

ہین یا قول ہکر حدیث صحیح گزر چکی کہ فرشتہ ستر ہزار نماز عصر کو اترتے ہین اور نماز فجر کے بعد جب آسمان کو اعمال لیجانا چاہتے ہین اسی وقت دوسرے ستر ہزار اُترتے ہین اور دونون نماز فجر مین مجتمع ہین پھر اول گروہ جاتے ہین اور دوم نماز عصر تک رہتے ہین پھر عصر کے وقت دوسرے ستر ہزار سوائے کل والون کے آتے ہین یعنی ہر روز جدید آتے ہین۔ اور مترجم کہتا ہو کہ ظاہر مین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے شجرہ طیبہ کے معنے بندہ مومن فرمائے حالانکہ مراد یہ ہے کہ شجرہ طیبہ کی مثال بندہ مومن ہی چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سدی نے بواسطہ مُرّہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کیا کہ شجرہ طیبہ وہ نخلہ یعنی درخت خرما ہی اور یہی قول شعبہ نے بواسطہ معاویہ بن قرہ کے حضرت انس رضہ سے روایت کیا اور حضرت انس نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گدر چھوہارون کی گود لائی گئی تو آپ نے پڑھا قولہ تعالے مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اور فرمایا کہ وہ درخت خرما ہی اور یہی صریح قول مسروق ومجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وضحاک وقتادہ وغیرہم کا ہی اور بخاری رحمہ اللہ تعالے نے نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے بتلاؤ کہ وہ کون درخت ہی جو مشابہ یا مانند مرد مومن کے ہی جسکے پتے کسی موسم جاڑے وگرمی مین گرائے نہین جاتے اور ہر حین مین اپنا پھل دیتا ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے دل مین آیا کہ وہ درخت خرما ہی مگر مین نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ کچھ بولتے نہین ہین تو مجھے اپنا بولنا خلاف ادب معلوم ہوا پس جب لوگون نے کچھ عرض نہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ درخت خرما ہی۔ پس جب ہم وہان سے اٹھے تو مین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابا میرے دل مین آیا تھا کہ وہ درخت خرما ہی فرمایا کہ پھر تجھے بولنے سے کس نے روکا تھا مین نے کہا کہ مین نے آپ لوگون کو خاموش دیکھکر بولنا خلاف ادب سمجھا فرمایا کہ اگر تو کہدیتا تو مجھے دنیا ومافیہا سے بہتر تھا۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے اسی حدیث کو مجاہد عن ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مختصر روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ درختون مین سے درخت ہی جسکی مثال مرد مسلمان سے ہے۔ میرے جی مین آیا کہ کہدون وہ نخلہ ہے پھر مین نے اپنی طرف دیکھا تو جماعت مین سے بہت صغیر پایا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نخلہ ہے۔ رواہ الشیخان ایضاً اور مالک رحمہ اللہ تعالے نے بھی اسکو عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اصحاب سے فرمایا کہ درختون مین سے درخت ہے کہ اُس کے پتے مطروح نہین کیے جاتے اسکی مثال مرد مومن سے ہی لوگون کے خیال جنگلی درختون مین پڑ گئے اور میرے دل مین آیا کہ وہ نخلہ ہی۔ رواہ الشیخان ایضاً سبحان اللہ کہ اُن بزرگون کے خیالات ہر چیز سے امر آخرت باقی کا انتفاع حاصل کرلینے مین ایسے سدید تھے اور مترجم کہتا ہو کہ ظاہر امر اد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ نہین تھی کہ قرآن مجید مین شجرہ طیبہ سے مخصوص درخت خرما مراد ہی بلکہ یہ درخت بھی اس شان ومثال مین مومن کے مشابہ ہو کہ اسکے فروع ضائع نہین کیے جاتے ہین۔ اور اسکی دلیل وہ ہی جو ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد سے قتادہ رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ جو لوگ صاحبان ثروت ہین وہی سب ثواب لے گئے تو فرمایا کہ بھلا مجھے بتلا دے کہ اگر کوئی شخص تمام دنیا کی متاع لیکر تلے اوپر لگادے تو کیا آسمان تک پہونچ جاویگی پس مین تجھے ایسا نیک کام تبلائے دیتا ہون کہ اسکی اصل یعنے جڑ تو زمین مین ہی اور شاخین آسمان مین ہین اُسنے عرض کیا کہ ہان یارسول اللہ فرمایا کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ لا آلہ الا اللہ واللہ اکبر اور دس مرتبہ سبحان اللہ اور دس مرتبہ الحمد للہ پڑھا کر پس اسکی اصل زمین مین اور فرع آسمان مین ہی۔ اقول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت صحاح مین اول جو تینتیس مرتبہ اور باقی دونون تینتیس ۳۳ مرتبہ ہین اور بعض روایت مین سب تینتیس مرتبہ ہین اور آخر مین جامع کلمہ توحید وتحمید وتمجید ہی۔ اور اسکے انوار وبرکات عجیب مجرب ہین۔ ولیکن لازم ہو کہ ایمان والا اسکے معانی کو اصل یقین کے ساتھ دل سے پڑھے حتی کہ کلمہ اول کے وقت دل سے وہ توحید رکہ سب عالم سوائے اللہ تعالے کی نظر سے غائب ہوکر

اور دوم کے وقت اسکی عجائب شان پاک وقدرت پر نظر ہو اور سوم پر اپنے اوپر وتمام مخلوق پر حسن احسان وہدایت ایمان وانواع انعام پر نظر ہو واللہ تعالے ہو الموفق۔ یہ کلام درمیان مین آگیا۔ غرضکہ اس روایت سے ان اعمال صالحہ سے مشابہ درخت کو تمثیل کے لیے متعین فرمایا اور درخت خرما ہر موسم مین پھل نہین دیتا ہی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قولہ کشجرۃ طیبۃ وہ ایک درخت جنت مین ہی یا بلکہ سب درخت جنت کے اُسی شان پر ہین ولیکن یہ فہم فقط اہل ایمان کیلیے ہے اور ضرور ہو کہ عوام کے لیے زمین کے درختون مین سے تفہیم کیجاوے۔ قال الامام الحافظ رحمۃ اللہ علیہ وقولہ توتی اکلہا کل حین باذن ربہا یعنی ہر صبح وشام کے جملہ اوقات مین پھل دیتا ہو اور بعض نے کہا کہ حین سے مراد ایک مہینہ ہی یعنے ہر مہینہ اور بعض نے دو ماہ اور بعض نے چھ ماہ یا سات ماہ اور بعض نے ہر سال کہا۔ اور مترجم کہتا ہو کہ ہر موسم معہود ہو سکتا ہی اور بعض نے توجیہ کی کہ خرما چونکہ سال مین ایک مرتبہ پھلتا ہے لہذا ہر سال مراد ہی اور شیخ امام حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سیاق کلام سے ظاہر یہ ہی کہ مومن کی مثال ایسے درخت سے ہی جو برابر پھولتا پھلتا ہو اس سے ہر وقت رات ودن اور ہر موسم جاڑے گرمی برسات مین پھل ملتا ہو جیسے مومن کے اعمال نیک برابر رات ودن وہر موسم مین پاکیزہ حاصل ہوتے اور آسمان کو جاتے ہین۔ اور مترجم کہتا ہو کہ شیخ کی مراد شاید یہ ہو کہ کلمہ طیبہ یا جسکے قلب مین کلمہ طیبہ راسخ ہی یعنی نفاق نہین ہو اس کلمہ کے حق پر جو فروع ہین وہ آسمان کو جاتے ہین اور اگر اسکی مثال کسی درخت سے دیجاوے تو ایسے درخت سے ہوگی جو مضبوط قائم اور ہری بھری شاخین بلند اور ہر دم میوہ دیتا ہو۔ مسئلہ۔ ایک نے قسم کھائی کہ تا حین تجھ سے کلام نہ کرونگا یا ایک نے عورت سے تا حین ایلاء کیا یا تا حین طلاق دی تو کیا حکم ہو اور یہ مسئلہ فتاوے ہندیہ کی کتاب الطلاق سے تلاش کرو۔ اور مقصود یہان اہل لغت کا بیان ہو نحاس رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حین کا لفظ تمام اہل لغت کے نزدیک سوائے شاذ اقوال کے بمعنے وقت آتا ہو اور قلیل وکثیر زمانہ پر واقع ہوتا ہی اور بعض مواضع مین حین سے اکثر مراد ہوتا ہی جیسے قولہ تعالے ہل اتی علے الانسان حین من الدہر۔ زجاج رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حین وقت خواہ دراز ہو یا کم ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ حین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول مین چھ مہینہ ہین الا آنکہ اسکی کچھ نیت ہو۔ سراج مین لایا کہ انسان کی مثال نخلہ سے اسوجہ سے ہو کہ نخلہ کا اگر سر کاٹ دو تو خشک ہو جاتا ہی اور دیگر اشجار ادھر اُدھر سے پھوٹتے ہین اور دیگر یہ کہ نخلہ نر مادہ لگانے سے پھلتا ہی اور کہا گیا کہ فضلہ خمیر آدم سے مخلوق ہوا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ ایمان کی مثال درخت سے اسوجہ دی گئی کہ درخت اسی وقت ہوتا ہو کہ ریشہ مضبوط اور جڑ قائم اور فرع بلند ہو یون ہی ایمان تین چیزون سے تمام ہوتا ہو تصدیق بالقلب اور قول بزبان اور عمل بجوارح۔ اور مترجم کہتا ہو کہ یہ توجیہ ضعیف ہے اور اصلی مقصود بیان کا یہ ہو کہ اگر ایک درخت ایسا ہو کہ جڑ اسکی مضبوط اور شاخین آسمان مین پھیلی ہون اور پاکیزہ لذیذ حلال میوہ ہر وقت دیتا ہو اور نظیر اُسکے وجود کی نخلہ ہو تو وہ مشابہ ہو مرد مومن کے ایمان کلمہ طیبہ سے جسکی بدولت مومن کے اعمال نہایت پاکیزہ خوشگوار آسمان کو جاتے ہین۔
وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ اور مثلین بیان فرماتا ہو اللہ تعالے لوگون کے لیے ایسے حسن کلام سے کہ ہر درجہ کا آدمی بخوبی سمجھتا ہو اگر غور کرے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وے لوگ نصیحت پکڑین۔ اپنے آغاز سے ہوشیار اور دنیاوی زندگی کو آخرت کے لیے غنیمت جانین اور آخرت پر یقین کرکے گمراہی کی تاریکیون اور نجاسات سے نکلکر پاکیزگی وطہارات مین ہمیشہ کے لیے راحت مین رہین۔ پھر اللہ تعالے نے اہل سعادت کا حال بیان کرنے کے بعد اہل شقاوت کا حال بیان کردیا اور اسلوب بیان کے بدل دینے مین یعنی یون نہ فرمایا کہ کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ خبیثۃ اشعار ہو کہ اسکے بیان مین اظہار خوبی کا اہتمام نہین ہو بلکہ بطور غیر مقصود انکا حال ظاہر فرمایا بقولہ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ اور کلمہ خبیثہ جو سوائے کلمہ توحید کے ہو یعنے دل مین توحید اصل کے سوائے جو کچھ اعتقاد ہو وہ کلمہ خبیثہ ہو اور جیسے کلمہ طیبہ کا اعتقاد رکھنے والا طیب وپاکیزہ ہوتا ہے اسی واسطے حدیث مین ظاہری احتلام وجماع سے جس نے اپنے کو نجس کہا تھا اسکو متنبہ کیا اور کہا کہ مومن نہین نجس ہوتا ہو اسیطرح اسکے مقابل مین کلمہ خبیثہ کا

اعتقاد رکھنے والا خبیث و نجس ہو اسی واسطے قولہ تعالیٰ انما المشرکین نجس الآیہ میں صریح فرمایا ہو اور منافقین بھی اسی میں داخل ہین کیونکہ ان مین کلمہ طیبہ نہین بلکہ وہ اسکو اکھاڑے ہوئے دور کرتے ہین اور جس نے بادشاہ عدل کو اپنے ملک مین نہ آنے دیا وہ ہنوز اندھا ہی اور اسمین ظلم بھرا ہوا ہے مگر اس سے وہ زیادہ بدتر ہی جس نے بادشاہ عدل کی خوبیان دیکھین اور اسکو نکالنے اور دور کرنے کے واسطے ساعی اور نجاست کو اپنے یہان مضبوط کرنے والا ہی پس اس سے دوسرے بھی محروم ہوتے ہین اسی واسطے منافق کو زیادہ عذاب ہی پس حاصل یہ کہ سوائے کلمہ طیبہ والون کے باقی جو لوگ ہین سب کلمہ خبیثہ والے ہین ان کے مثل كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ جیسے درخت خبیث یعنی شریان جسکو حنظل کہتے ہین اور وہ بغیر تنہ کے اور بغیر مضبوط جڑ کے ہوتا ہی اور اسکا پھل بد مزگی مین مشہور ہی اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ کی تفسیر مین ہی کہ امام حافظ ابو بکر البزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ شجرہ خبیثہ شریان ہی اور دوسری اسناد سے اسکو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے اسکو اپنی اسناد سے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور راوی نے کہا کہ مین نے اسکو ابو العالیہ سے جو کبار تابعین مین سے ہین ذکر کیا تو انھون نے کہا کہ ہان یون ہی سنتے آئے ہین اور اسکو ابن جریر و ابو یعلی نے بھی روایت کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ ظاہر یہان بھی عرب کے واسطے ایسے درخت کی نظیر بدرخت حنظل ہی اور مراد یہ ہی کہ کلمہ خبیثہ جسمین متمکن ہی یعنی کافر تو یہ ممکن بغیر زمین ہی کہ انکے قلوب بحکم قولہ تعالیٰ افئدتہم ہواء الآیہ یعنی انکے قلوب خالی ہین اور یہین سے ظاہر ہوا کہ حکمت آلہیہ عجیب ہی اور مثال عجیب ہی کہ کافرون مشرکون مین کلمہ خبیثہ ہی مگر اسکی یہ حالت ہی کہ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ اسکا جثہ اکھڑا ہوا ہی زمین کے اوپر سے یعنی زمین مین اسکو ثبات نہین ہی مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ اسکے لیے قرار نہین ہی پس ایسے ہی کافر اور اسکے کلمہ کا حال ہی کہ اسکے واسطے کوئی جڑ نہین اور نہ ثبات ہی اور نہ اُس سے کوئی نیکی حاصل ہوتی ہی اور نہ اسکا کوئی قول و عمل چڑھایا جاتا ہی اور اسمین فرع کا کچھ حال اسوجہ سے نہین فرمایا کہ کلمہ خبیثہ کی اصل ہی نہین ہی تو فرع کیونکر ہو اور یہان سے معلوم ہوا کہ عوام الناس جو اکثر گمان کرتے ہین کہ بعضے کافر بہت سی عبادات و طاعات بجا لاتے ہین تو یہ محض نادانی ہی اور حق یہ ہی کہ یہ فروع و اعمال سب بغیر اصل ہین اور ظاہر ہی کہ جب اصل باطل ہی تو جسقدر فروع ہون سب باطل ہین اور یہین سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان باہم فروع پر مخالفت نہ کرین بلکہ سب متفق ہو کر اصل ایمان کو دل مین قائم کرین اور شرک و فساد کی بنیاد کچھ باقی نہ رہے پھر اعمال نہین اپنی اپنی قسمت سے ملینگے اور ادنے عمل انکا نافع ہوگا اور جب تک کلمہ طیبہ لا آلہ الا اللہ کا اعتقاد دل مین راسخ نہین ہو اسوقت تک اعمال برباد ہین اور واضح رہے کہ اپنے نفس کے کہنے پر یہ غرہ نہو کہ ہمارے دل مین یہ اعتقاد راسخ ہی اسلیے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ من فاتتہ صلوٰۃ العصر فکانما وتر اہلہ ومالہ یعنی جسکی عصر کی نماز قضا ہو گئی گویا اسکے گھر بار آل و اولاد اور مال چھوٹ گیا۔ اور ظاہر ہی کہ سب نہین بلکہ ایک فرزند کے چھوٹنے سے آدمی کو جسقدر گریہ و زاری و بیقراری ہوتی ہی قیاس کرے کہ نماز عصر چھوٹنے سے اسکا کے ہزاروان حصہ ہوئی پس خوف کرو کہ آج ایمان ہاتھ سے گم نہو ورنہ کل کے روز قبر مین ہیبتناک سامنا ہی نعوذ باللہ من عذاب القبر و عذاب النار۔ اور جس نے لا آلہ الا اللہ کے معنے سمجھ لیے اُسنے تمام ایمان و علم دین حاصل کر لیا اسی واسطے حدیث صحیح مین ہی کہ من قال لا آلہ الا اللہ صادقا من قلبہ دخل الجنۃ رواہ البخاری وغیرہ یعنی جس نے لا آلہ الا اللہ سچائی کے ساتھ اپنے دل سے کہا وہ جنت مین داخل ہوا یہی اصل ہی کہ اسکے ساتھ شرک جمع نہین ہوتا ہی خالق و مالک و رازق و قادر مختار وہی اللہ جل جلالہ ہی وہی جو چاہتا ہی وہ ہوتا ہی کسی اور کی شرکت بالکل نہین ہی اور حواس کے موافق تدبیر کرنا و ہر طرح کی کوشش اسی کے پیدا کیے ہوئے حواس و جسم کو کام مین لگانا ہوتا ہی ولیکن اُسی پر توکل و بھروسا ہی اور جس نے دنیا مین تھوڑی سعی کی اور کمایا اور تمام وقت آخرت کے کام مین صرف کیا وہ کل کے روز اچھا رہا اور روت جانے کا گھر وہی ہی۔ خلاصہ بیان تفسیر کا یہ ہی کہ کلمہ طیبہ جسکے دل مین راسخ اور سچا اعتقاد لا آلہ الا اللہ کا دل مین ہی اس کے سب قول و عمل جو اعتقاد پر ہین مقبول اور آسمان کو فرشتہ لیجانے مین ہر دم رحمت جزیل و ثواب جمیل ملتا ہے گویا ایک پاکیزہ درخت ایسا ہے

کہ اس کی جڑ خوب مضبوط قائم ہی جیسے درخت خرما ہوتا ہی اور اس کی شاخین آسمان کو پھیلی ہوئی ہین ہر دم اور ہر وقت اپنے رب کے حکم سے پھل دیتا ہو لہذا مومن نے جب ایمان و یقین کے ساتھ زبان سے افضل الذکر لا آلہ الا اللہ کا وظیفہ کیا یا تسبیح و تہلیل و تحمید کا کلمہ پڑھا یا درود شریف پڑھا یا وعظ کہا یا قرآن مجید پڑھا یا مانند اسکے حتے کہ دو مسلمانون کے درمیان رنجش دور کرنے کو گفتگو کی یا وضو کیا یا نماز ادا کی یا نفل ادا کیے یا مسجد کی طرف چلا یا حج ادا کیا یا جہاد کیا حتے کہ اہل و عیال و اپنے لیے کمائی کی تو یہ سب اسکے فروع ہین جنکے پھل بقبولیت و توفیق پروردگار اسکو حاصل ہین اور رہا وہ کہ جو مومن نہین ہی تو اسکا اعتقاد شرک یا کفر یا نفاق جو کچھ ہو وہ خبیث ہی اور مثال اسکی خبیث درخت کے ساتھ ہی کہ نہ اسکی جڑ مستحکم ہی کیونکہ جڑ تو وہ مستحکم ہی جو بآیات بینات و حجت آلہیہ ہو اور کافر اگر اپنے دل مین ایک اعتقاد کو جازم کرلے تو اس سے کچھ فائدہ نہین ہی پس جب جڑ ہی ندارد ہی محض واہی تباہی خیالات کو اعتقاد بنایا ہی تو اسکی شاخین کہان سے آوینگی اور میوہ اسکا مثل درخت حنظل کے باطل ہوگا۔ واضح ہو کہ بعض مفسرین نے شجرہ خبیثہ کی تفسیر مین پیاز اور بعض نے کشوثا اور بعض نے کماۃ ذکر کیا ولیکن زبان عرب مین ان چیزون کو شجر نہین بولتے ہین اور بعض نے کہا کہ وہ ایک بون ہوتی ہی جو بغیر جڑ کے بڑے درختون پر پھیلتی ہی اور درخت کو خشک کر دیتی ہی اور مترجم کہتا ہی کہ وہ تو بالکل شجر کی اطلاق سے خارج ہی اور ظاہر ان بزرگون نے اجتثت من فوق الارض مالہا من قرار کی ظاہری تطبیق سے ایسا کہا ہو حالانکہ مراد اس کی جڑ کے ندارد یا اکھڑے ہوئے ہونے سے یہ نہین ہی کہ جڑ اسکی بالکل نہو معنی یہ ہین کہ کلمہ خبیثہ اگرچہ کافر کے دل مین خوب جما ہوا ہوتا ہی لیکن بے اصل ہی اس کی جڑ باطل ہی تو اسکے موافق جو اعمال و اقوال وہ کرتا اور کہتا ہی سب فروع و شاخین بھی بیکار ضائع ہین جیسے درخت خبیث کا حال ہی اور صحیح تفسیر اسکی حنظل ہی پھر واضح ہو کہ کلمہ طیبہ کی مثال درخت خرما سے ایک تفہیم کی راہ سے ہی اور یہ مراد نہین ہی کہ مومن کی تشبیہ خرما کے درخت سے ہر طرح سے ہی اور دوسری طرح سے منافق کی تشبیہ درخت صنوبر سے حدیث صحیح مین یون ہی کہ بندہ مومن ہمیشہ مصائب و بلیات کے جھونکے کھاتا ہی جیسے دھان کا درخت کہ ہوا و جھکوڑے سے لوٹ پڑتا ہی پھر کھڑا ہو جاتا ہی اسی طرح بندہ مومن بھی برابر مصائب سے مبتلا ہو کر گناہون سے پاک کیا جاتا ہی یہانتک کہ موت کے وقت پاکیزہ صاف اس دنیا سے جاتا ہی اور رہا منافق تو اسکی مثال درخت صنوبر ہی کہ بلیات کے جھونکے ہوا ؤن کے اسکو کچھ صدمہ نہین پہونچاتے ہین یہانتک کہ جب اللہ تعالیٰ ایکبار اس کو گرفتار کرتا ہی تو جڑ سے مثل درخت خرما کے اکھاڑ دیتا ہی۔ کما فی الصحاح۔ اور اسی بیان سے مفہوم ہوا کہ پیاز ہو یا حنظل اسکو درخت خبیث بنظر تمثیل فرمایا ہی اور خالق عز و جل اپنی مخلوقات کا علیم ہی اور یہ مراد نہین ہی کہ حکم اس درخت کا نجس ہی حتے کہ پیاز حرام و حنظل حرام ہو جاوے فافہم۔ ہان یہان یہ اشارہ ہی کہ جسقدر آدمی سے مخلوقات کو پاکیزہ نفع پہونچے وہ اچھا ہی اور حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ لوگون مین سے بہتر وہ ہی جو لوگون کو نفع پہونچاوے فافہم۔ ففی العرائس قولہ تعالیٰ الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ الآیہ اس کلام پاک کے اشارات لطیفہ مین سے بیان کلمہ قدیمہ ازلیہ ہی جس سے اپنے برگزیدہ بندون کو اپنی معرفت کے لیے مختار فرمایا تھا اور وہ کلمہ سب پاکیزہ سے پاکیزہ ہی اور یہ کلمہ قدیمہ درخت صفات ہی کہ اصل ثابت بقدم ہی اور فرع آسمان بقا مین ہی اور یہ درخت ایسے تغیرات و تبدلات سے جو حوادث مین قہریات سے ہوتے ہین محفوظ ہی اول بلکہ وہی اصل ہی وہان تغیر و تبدل کے کچھ معنے ہی نہین ہین تو محفوظ غیر محفوظ کا بھی کوئی موقع نہین ہی جبکہ اُسکے سوائے کچھ ممکن نہین ہی ولیکن اوہام باطلہ کے رفع کرنے اور ظنون کاذبہ کے دور کرنے کے طور پر مانند قولہ تعالیٰ لا تبدیل لکلمات اللہ اسکو بیان کر دیا۔ اور واضح ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ایمان والون کے مراتب عالیہ پاکیزہ کو بپاکیزگی و ثمرات پاکیزہ کا نتیجہ دہندہ بیان فرمایا اور ظاہر کفر و نفاق و شرک کے خوار ہونے اور محض بے نتیجہ و باطل ہونے کو اظہار فرمایا جس سے خوب یقین ہو گیا کہ کفر و اسکے اعتقاد پر اقوال و اعمال سب نابود اور باطل ہین کیونکہ محض بے اصل ہین اور بغیر جڑ کے درخت شاخ یا پھل کچھ نہین دیتا ہی پس بحکم قولہ مثل الذین کفروا اعمالہم کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف الآیہ یقین ہو گیا کہ اہل الکفر عرصۂ قیامت مین بالکل خوار ہونگے اور شیطان اُنکا پیشوا ہوگا۔ اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے اشارہ مین ایمان سے بالا تر مقام وحدت پاک کو

سمجھا یا کہ اسمین اشارہ ایسا ہے کہ جو شخص قلبی صفات سے ہدایت یافتہ مومن ہوا اور فائز بدرجۂ عرفان ہوا اور کسی طرح خیالات و تصورات و اوہام کو دخل نہ دے وہ قلب کے بلکہ روح کے ادراک سے صرف یہ سمجھ وہ بھی تمثالی طور پر سمجھے کہ اصل قدم پاک ہے لا آلہ الا اللہ درخت ہے اور صفات گویا شاخین ہین مگر سبحان اللہ کہ یہان درخت بیچارہ کیا چیز ہے جب کہ انسان نیست و نابود ہے ولیکن یہ یقین رکھو کہ فوراً درخت وغیرہ خیالات سے نظر پھیر دا اور صرف اتنا سمجھو کہ صفات پاک آسیہ ہر تغیر و تبدل سے پاک ایک ذات قدیم کی صفات ہین مانند توحید و تفرید و لقاء وغیرہ کے کہ اسنے عارفین محبین صدیقین و عاشقین کو ثمرات تجلیات ہر ایک مقام و وقت کے مخصوص بصفت پاک حاصل ہوتے ہین شیخ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کلمۂ طیبہ قول لا آلہ الا اللہ ہے جبکہ مقام حقیقت مین عین الیقین کے مرتبہ پر ہوا اور شجرۂ طیبہ وہ ہے جو اہل توحید کے اسرار کو طمع سے پاک کرتا ہے اور اللہ تعالے پر بھروسا دیتا ہے اور اسکے سواے ہر چیز سے منقطع کرتا ہے مترجم کہتا ہے کہ مین یہان حضرت مولانا السید امام الاولیاء کا کلام نقل کرتا ہون جو نقل حدیث صحیح کہ یا غلام احفظ اللہ یحفظک۔ اور تسمہ جوتی کا مانگے تو اللہ تعالے سے مانگ کے تو طیبہ ذکر کیا بقولہ رحمۃ اللہ کل آفۃ دخلت علی اہل البدایات لموقع نظرہم الے الخلق یعنی ابتدائی لوگون پر ہر ایک آفت جو وارد ہوتی ہے وہ اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ انکی نظر مخلوق پر پڑتی ہے الے آخر ما قال رضی اللہ عنہ۔ شیخ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ خزائن آلہی آسمان غیب مین مخفی ہین یعنی ہم لوگون پر حجاب ہے ورنہ خزائن غیب آلہی ظاہر و روشن ہین اور زمین مین اسکے خزائن قلوب اولیاء ہین اور اس اشارہ کو اسی آیت سے نکالا ہے اور کہا کہ پھر اللہ تعالے ایک ہواے نسیم صبا بھیجتا ہے جو اسکے قلب کو کفر و شرک و نفاق سے پاک کر دیتی ہے اقول الاصل فیہ قولہ علیہ السلام ان لربکم فی ایام دہرکم لنفحات الحدیث۔ اور کہا کہ پھر ایک ابر رحمت پیدا فرماتا ہے جسکی بارش سے درختان تر و تازہ بار آور پیدا ہوتے ہین جنکا ثمر اسکی محبت و رضاء و شکر و صفاء و اخلاص و طاعات ہین۔ قولہ تعالے ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ الآیہ۔ اسکے اشارات حکمت مین سے ہے کہ قہر قدیم نے جب زبان نفس امارہ سے جو درخت خبیث ہے کلام کیا تو زبان نفس امارہ کی گفتگو ہواجس نفسانیہ مین جن سے وساوس شیطانیہ کا ثمر پیدا ہوتا ہے اور یہی کلمات تمام اُن مختلف خواہشون کی جڑ ہین جنکا انجام تاریکی سخت و دوری از رحمت اور فتنۂ شہوات و اوہام و خیالات مین تباہی و سرگردانی ہوتا ہے اس درخت کو دست قہریات نے قعر طبیعت مین جمایا ہے اور آب ضلالات سے اسکو پانی دیا گیا ہے اور اسکی جڑین اصول نفاق ہین اور یہ جڑ ہی اس کی اصل الکفر اور شاخین خواہشہاے مختلفہ اور اسکے پتے بیہودہ باطل اوہام و ظنون ہین اور اسکے پھل شک و شرک و کسل و بخل و اترانا و نشاط دنیا و تخیلات و حیلہ بازی و کذب و فریب و بہتان و غیبت و چغلی و حرص و حسد و شہوت و بغض و غضب و جملہ بد خصلتین جو نفس و شیطان کی جانب منسوب ہین پھر ہر وقت و ہر دم اس سے یہی پھل حاصل ہوتے ہین اب دیکھنا چاہیے کہ محب صادق و بندہ موافق برابر قصد کرتا ہے کہ انکو جڑ سے قطع کر دے اور توحید کی راہ سے اور معرفت و محبت کی کلہاڑی سے انکو جڑ سے کھود ڈالے پس اگر یہ بندہ موید بتائید ربانی و مکرم بالطاف ازلیہ ہے تو اللہ تعالے اُسپر یہ کام آسان فرما دیتا ہے وہ اسکو جڑ سے کاٹ دیتا ہے اور کوئی ضرر نہین پہونچتا ہے اسلیے کہ یہ سب عارضی بغرض امتحان قلب ہین اور یہ قلب محل و منظر نور تجلی حق عز و جل ہے پس قلع و قطع آسان ہو جاتا ہے کیونکہ یہ درخت خبیث جما ہوا ثابت نہین ہوتا ہے بلکہ بحکم قولہ اجتثت من فوق الارض ہے بخلاف درخت ایمان کے کہ بحکم اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء وہ ثابت ہے۔ اقول یہ تحقیق صریح معقول لطیف ہے واللہ تعالے اعلم۔ محمد بن علی الترمذی نے کہا کہ شجرۂ خبیثہ زبان ہے جب تک مومن اسکو نہ روکے اس سے کلمات خبیثہ پیدا ہونگے۔ اقول زبان بھی شجرۂ خبیثۂ نفس کی پیروی مین ثمرات بیہودہ کلمات دیتی ہے ورنہ ذکر آلہی حسن ہے فافہم بعض نے کہا کہ شجرۂ خبیثہ نفاق ہے اور اسکو کہین قرار نہین یہانتک کہ منافق کو نار مین لیجاتا ہے۔ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ غیبت و بہتان ہے دونون سے کذب و فجور کا دروازہ کھل جاتا ہے جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شجرۂ خبیثہ شہوات ہین و زمین اسکی نفوس ہین اور پانی اُسکا امید ہے اور پتے اسکے کسل ہے اور پھل اسکے معاصی ہین اور انجام اسکا آگ ہے۔ ف شجرۂ خبیثہ کی صفت بقولہ اجتثت من فوق الارض مالہا من قرار بیان فرمائی حالانکہ درخت اسی کو کہتے ہین جسکی جڑ زمین مین قائم اور اسپر پتی

اور پھر شاخین و پتے ہون جواب دیا گیا کہ شجرۂ طیبہ کے مقابلہ مین اس گھاس کو درخت فرمایا ورنہ صفت مذکورہ کے موافق یہ نجم ہے جو بغیر ساق ہوتی ہے اور حضرت ابن عباس و ایک جماعت علماء تابعین سے مروی ہے کہ کلمۂ خبیثہ وہ شرک ہے اور درخت خبیث کافر ہے یعنی شرک کی کوئی اصل نہین جسکو کافر اپنا مستند کر سکے ورنہ کوئی دلیل و برہان ہے اور اس جڑ سے جو اعمال پیدا ہوتے ہین سب خراب ہین کیونکہ ہر عمل کے لیے نیت لازم ہے لہذا آیات و احادیث مین صحیح ہوا کہ شرک کے ساتھ کوئی عمل مقبول نہین ہوتا۔ پھر اللہ تعالے نے کلمہ طیبہ والون پر اپنا انعام و فضل و احسان ظاہر فرمایا بقولہ تعالے

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ

ثابت رکھتا ہے اللہ تعالے ان بندون کو جو ایمان لائے ہین قول ثابت کے ساتھ دنیا کی زندگی مین اور آخرت مین اور گمراہی دیتا ہے اللہ تعہ

ع ٦ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ

ظالمون کو اور کرتا ہے اللہ تعہ جو کچھ وہ چاہتا ہے

تثبیت۔ ثابت و قائم کر دینا اسطرح کہ کچھ لغزش و تردد نہو۔ قول ثابت وہی کلمہ طیبہ کہ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء ہے۔ فی الحیوۃ الدنیا یعنی زندگی دنیاوی۔ فی الآخرۃ بعض نے کہا کہ قیامت اور بعض نے کہا کہ قبر اور یہی اصح و ارجح ہے۔ قولہ تعالے۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ اللہ تعالے جو قادر مختار فاعل حقیقی ہے ثابت و برقرار رکھتا ہے۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اُن بندون کو جو ایمان لائے یعنے کلمہ طیبہ انکے دل مین جم گیا۔ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ متعلق بآمنوا یعنے قول ثابت پر ایمان لائے اور وہ کلمہ طیبہ ہے پس جسطرح وے کلمہ طیبہ ثابتہ پر ایمان لائے ہین انکا رب رحیم انکو ثابت قدم رکھتا ہے اور محتمل ہے کہ یثبت کے متعلق ہو یعنے تثبیت بقول ثابت فرماتا ہے یعنی ایمان والے بانعام و فضل آلہی ثابت قدم رہتے ہین۔ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا زندگانی دنیاوی مین جب فتنہ و مصائب سے امتحانات پیش آتے ہین جیسے اصحاب اُخدود کو کافرون نے آگ مین ڈالا اور جیسے حضرت سیدنا بلال مولاے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا و تکلیف سخت دی گئی مگر ایمان پر ثابت قدم رہے تو اللہ تعالے جل شانہ کا شکر ہے کہ وہی ثابت قدم فرماتا ہے دنیاوی امتحانات و سختیون مین۔ وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت مین بھی۔ بعض نے کہا کہ قیامت کے حساب و سوال جواب مین ولیکن یہ قول ضعیف ہے اس لیے کہ حدیث صحیح مین آیا کہ قیامت مین جس شخص سے حساب مین مواخذہ کیا جائیگا وہ ہلاک ہو جائیگا اللہم انی اعوذ بک من سوء الحساب۔ اور بعض نے کہا کہ یعنے قبر کے سوال منکر و نکیر مین۔ اور یہی اصح ہے اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قولہ فی الآخرۃ کہا کہ فی القبر۔ اور ابن مردویہ نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قبر مین ہے۔ اور امام بزار رحمہ اللہ تعالے نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ امت اپنی قبرون مین امتحان کیجاویگی تو میرا کیا حال ہوگا کہ مین بہت کمزور عورت ہون تو آپ نے پڑھا قولہ تعالے یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ۔ اور ابو داؤد نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہان ٹھہر جاتے اور کہتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اسکے لیے تثبیت مانگو کہ اُس سے اس وقت سوال کیا جائیگا۔ غرضکہ در بارہ سوال قبر و ثواب و عذاب قبر کے بہت سی احادیث وارد ہوئی ہین حتے کہ جو کوئی ثواب و عذاب قبر پر ایمان نہ لاوے وہ کافر ہے اور واضح ہو کہ منکر و نکیر درحقیقت ملائکہ ہین لیکن انکی صورتین بہت ہیبتناک ہوتی ہین اور یہ فقط امتحان تثبیت ہے کیونکہ جو چیز دل مین جمی ہوئی ہے وہ کسی حال مین خارج نہین ہوتی ہے اور اسی ہیبتناک منظر کی وجہ سے حضرت ام المومنین نے کہا کہ مین ایک کمزور عورت ہون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تسکین دی کہ جو کوئی دنیا مین ایمان پر ثابت ہوتا ہے اُسکو اللہ تعہ دنیا کی سخت آزمایش اور قبر کے ہیبتناک منظر مین ثابت قدم رکھتا ہے اسمین طاقتور و کمزور اور مرد و عورت کا کچھ کام نہین ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ جب مومن سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ شہادت دیتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پس یہی فرمایا یثبت اللہ الذین آمنوا الآیہ۔ امام مسلم و بقیہ جماعت ائمہ نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور اسی کو امام احمد نے بسط کے ساتھ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرد انصاری کے جنازہ کے ساتھ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت میں چلے جب قبر تک پہونچے تو ہنوز لحد تیار نہوئی تھی پس آپ بیٹھ گئے اور ہم سب آپ کے گرد خاموش بیٹھ گئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس سے زمین میں کریدتے تھے پس آپ نے سر مبارک اٹھاکر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگو دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ پھر کہا کہ بندہ مومن جب دنیا سے انقطاع و آخرت کے سامنے جانے کو ہوتا ہے تو آسمان سے کچھ فرشتے اُترتے ہیں جنکے چہرہ مثل سورج کے روشن ہوتے ہیں اُنکے ساتھ جنت کے لباس سے کفن اور خوشبوے حنوط ہوتی ہے پس اُترکر اُسکی نظر کے دورے پر بیٹھتے ہیں پھر ملک الموت آکر اُسکے سرہانے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی مغفرت و رضوان کی طرف چل پس جیسے سقار کے دہانہ سے قطرۂ آب رواں ہوکر نکل آتا ہے وہ روح رواں ہوکر باہر آجاتی ہے پس ملک الموت اسکو لے لیتا ہے گردے پلک مارنے تک اسکو ملک الموت کے پاس نہیں چھوڑتے بلکہ لے کر اسی کفن و حنوط سے آراستہ معطر کرکے لے چلتے ہیں اُس سے نہایت اعلیٰ خوشبو نکلتی ہے جو روے زمین پر ہوسکتی ہے پس اسکو آسمان کی طرف چڑھا لیجاتے ہیں راہ میں جس گروہ ملائکہ پر گزر ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسی خوشبودار روح ہے کہتے ہیں کہ یہ فلان بن فلان ہے اسکے دنیا کے ناموں میں سے سب سے اچھا نام لیتے ہیں یہانتک کہ آسمان دنیا تک پہونچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں پس دروازہ کھولدیا جاتا ہے اور مبارکباد کے بعد اس آسمان کے مقربین مشایعت کرتے ہیں یہانتک کہ دوسرے آسمان تک پہونچتے ہیں اسی طرح ساتوین آسمان پر اللہ تعالےٰ جل شانہ کا حکم ہوتا ہے کہ میرے بندہ کا نوشتہ علیین میں لکھو اور اسکو زمین پر واپس کراؤ کیونکہ مین نے انکو اُسی سے پیدا کیا اور اسی میں اعادہ کرونگا اور اسی سے دوبارہ نکالونگا۔ فرمایا کہ پھر اسکی روح اس کے جسم میں دوہرائی جاتی ہے تب اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسکو بٹھلاکر اس سے کہتے ہیں کہ کون تیرا پروردگار ہے وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر اس سے کہتے ہیں کہ تیرا کیا دین ہے کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے کہتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا وہ کہتا ہے کہ وہ رسول اللہ ہے کہتے ہیں کہ تیرا علم کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مین نے کتاب الٰہی پڑھی پس اسپر ایمان لایا اور تصدیق کی پس آسمان سے ایک پکارنے والا ندا دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا پس اسکے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس دو اور جنت کی طرف دروازہ کھولدو۔ فرمایا کہ پس جنت کی راحت و خوشبو اسکو آتی رہتی ہے اور اسکی منتہاے نظر تک اسکے لیے قبر میں فراخی دیجاتی ہے اور اسکے پاس ایک شخص خوبصورت خوش پوشاک خوشبو معطر آتا ہے اور کہتا ہے کہ بشارت تجھے ایسی خبر سے جو تجھے مسرور کرے یہ وہی تیرا دن ہے جسکا تجھے وعدہ دیا جاتا تھا اس سے پوچھیگا کہ تو کون ہے کہ تیرے چہرہ سے خوشی کی بشارت آتی ہے وہ کہیگا کہ مین آپ کا عمل صالح ہون تب کہتا ہے کہ اے رب قیامت قائم فرمادے کہ مین اپنے اہل و عیال کی طرف واپس جاؤن۔ اور فرمایا کہ بندہ کافر جب دنیا سے منقطع اور آخرت کی طرف جانے کو ہوتا ہے تو آسمان سے ہیبتناک ملائکہ اُترتے ہیں جنکے چہرہ سیاہ ہوتے ہیں اور انکے ساتھ موٹے کمل ہوتے ہیں اسکی منتہاے نظر پر بیٹھتے ہیں پھر ملک الموت آکر اُسکے سرہانے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے نفس خبیثہ نکل بجانب خشم و غضب الٰہی کے پس نفس مذکور ڈرکر بدن میں چھپتی ہے پس ملک الموت اسکو کھینچتا ہے ایسی سختی سے جیسے بھیگی اُون میں سے گرم سیخچہ کھینچا جاوے پس اسکو ماخوذ کرلیتا ہے پھر وہ ملائکہ ایک دم اسکے پاس نہیں چھوڑتے بلکہ لیکر اُسی ٹاٹ کمل میں کرکے گرفتار کرتے ہیں اور اس سے نہایت سخت مردار بدبو جو روے زمین پر پائی جاوے نکلتی ہے پس اسکو اوپر لیجاتے ہیں اور ملائکہ کے گروہ میں سے جس گروہ پر گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ کون روح خبیثہ ہے کہتے ہیں کہ فلان بن فلان دنیا میں جن ناموں سے بلایا جاتا انمیں سے سب سے قبیح نام لیتے ہیں یہانتک کہ اسکو آسمان دنیا تک لیجاتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں مگر کھولا نہیں جاتا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط پس اللہ تعالیٰ عز و جل فرماتا ہے کہ لکھو اسکا نوشتہ سجین میں سب سے نیچے طبقۂ زمین میں پس اس کی روح بُری طرح سے طرح پھینکدی جاتی ہے پھر پڑھی یہ آیت ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء

فتخطفہ الطیر او تہوی بہ الریح فی مکان سحیق۔ پھر اسکی روح اسکے جسم میں اعادہ کیجاتی ہے اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسکو بٹھلاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ مجھے نہیں معلوم پھر کہتے ہیں کہ تیرا کیا دین ہے کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ مجھے نہیں معلوم۔ پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے جو تم میں مبعوث ہوا کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ مجھے ادراک نہیں ہے پس آسمان سے پکارنیوالا پکارتا ہے کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا پس اسکے لیے آگ سے فرش کردو اور دوزخ کی طرف دروازہ کھولدو پس اسکو دوزخ کی حرارت و سموم آتی ہے اور اسکی قبر میں اسپر تنگی کیجاتی ہے یہانتک کہ اسکی پسلیان ایک دوسری طرف سے نکل آتی ہیں اور اسکے پاس ایک بدصورت آدمی آتا ہے جس سے بدبو نکلتی ہے وہ کہتا ہے کہ بشارت ہو تجھکو ایسی چیز سے جو تجھکو غمگین کرے یہ تیرا وہ دن ہے جس سے تجھکو ڈرایا جاتا تھا۔ اس سے کہیگا کہ کون ہے کہ تیری صورت سے میری حق میں نشان بدی ظاہر ہوتی ہے۔ کہیگا کہ مین تیرا خبیث کلمہ و عمل ہون تب دعا مانگنے لگیگا کہ اے رب میرے قیامت نہ قائم کیجیو۔ و قدر واہ اصحاب الصحاح والسنن اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت میں بعض علوم زیادہ ہیں از انجملہ یہ کہ مومن کی روح نکلنے پر تمام فرشتے درمیان آسمان و زمین کے اور تمام فرشتے آسمان کے اسپر صلوٰۃ پڑھتے ہیں اور تمام دروازے آسمان کے کھلتے ہیں اور ہر دروازہ والا دعا مانگتا ہے کہ اسکا گذر اس دروازہ سے ہو۔ از انجملہ یہ کہ کافر پر بعد سوال منکر و نکیر کے ایک فرشتہ اس صفت کے ساتھ کہ نہ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے اور اسکے ہاتھ میں ایک گُرز ہے اسپر مسلط کیا جاتا ہے گُرز آتشی ایسا ہے کہ اگر پہاڑ پر مارے تو راکھ ہوجاوے پس وہ اس کافر کو ایک ضرب مارتا ہے کہ وہ راکھ ہوجاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ عز و جل اسکو جیسا تھا ویسا کردیتا ہے کہ وہ دوسری ضرب مارتا ہے اور وہ اس ضرب سے ناگوار چیخ سے چلاتا ہے جسکو سوائے جن و انس کے ہر چیز سنتی ہے۔ اقول جن و انس کا نہ سننا محل امتحان الٰہی ہے اور شاید کہ ضرب کا عذاب مخصوص انکا فر موذی ظالم مرتبہ کا ہو اور عموماً کفار اسی فرش دوزخی و حرارت و سموم میں مبتلا کیے جاتے ہون اور شاید کہ یہ اسی عذاب میں مبتلا ہون اور فرشتہ اندھا گونگا بہرا جو عذاب کرنے کو مسلط ہوتا ہے وہ اسکی خلقت میں عیب نہین ہے بلکہ وہ ایک پاکیزہ مخلوق ہے مگر جسوقت تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے اسکو قوت بینائی و شنوائی و گویائی بالکل عطا ہی نہین ہوئی تاکہ اس تکلیف دینے والے منظر کو نہ دیکھے۔ اور اکثر دیکھا گیا کہ بعض جدید قبور کے پاس سے جانور وحشت کرتے اور بھڑکتے ہین اور ممکن ہے کہ شاید کہ بعد چند روز کے وہ آواز منقطع ہوجاتی ہو۔ واضح ہو کہ بعض ایسے لوگون نے جنکے قلوب پر شیطان حاوی ہوکر انکو شک و نفاق میں ڈالتا تھا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ قبر کا عذاب کیونکر ہوگا تو دیر تک سر جھکائے رہے پھر سر اٹھاکر فرمایا کہ عذاب ہونا یقینی معلوم ہے اور اسکی کیفیت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اسپر ایمان لانا واجب ہے پھر حکم دیا کہ وہ نکالدیا گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عجائب قدرت و غرائب صنعت اس آسمان و زمین کے درمیان بے انتہا ہے اور اگر ایمان بالغیب نہوتا تو بطریق کشف عیان کہا جاتا ولیکن اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے راہ نور کی ہدایت فرماتا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ میں لوگ پیدا ہونے والے نظر آتے ہیں کہ سوائے زندگانی دنیا اور محسوسات حواس کے سب چیزون سے انکار کرین اور یہ لوگ کافر ہیں اور جو انکا مشابہ ہو وہ کافر ہے اگرچہ صورت و نام مسلمانون کا رکھیں اور بہت سے عوام غریب جنکو رذیل قوم کہکر تحقیر کرین وے ان امور پر سچا اعتقاد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انمیں برکت دے اور انھیں مومنون کے ساتھ میرا حشر فرماوے اور مقدم اہون و پیچرون کے فتنہ و جملہ فتن سے سوائے اولاد و مال کے مجھکو و مومنون کو بچاوے ان ربی علیٰ کل شیٔ قدیر۔ پھر مین بقیہ فوائد حدیث شریف کی طرف رجوع کرتا ہون کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی بعض روایات میں ہے کہ یہ امت قبور میں امتحان کیجاوے گی اور مومن کے صحیح جواب کے بعد فرشتہ کہیگا کہ یہ دیکھ اپنا ٹھکانا جہنم کا جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تیرے لیے اس نعمت جنت سے بدلدیا اور مومن دونون کو دیکھکر کہیگا کہ مجھے مہلت دو کہ مین اپنے لوگون کو بشارت دیدون کہا جائیگا کہ آرام کیجیے اور منافق و کافر کے ناپاک جواب کے بعد کہا جائیگا کہ تیرا برا ہو ہمیشہ نادان رہے یہ دیکھ تیرا ٹھکانا جنت کا تھا اسکے عوض تو نے یہ ٹھکانا جہنم کا اختیار کیا پھر جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ ہر آدمی اپنی قبر میں اُس حال پر مبعوث ہوگا جسپر مرا ہے مومن اپنے ایمان پر اور منافق اپنے نفاق پر قال الامام الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اسنادہ صحیح علیٰ شرط مسلم ولم یخرجاہ۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی جسکے آخر میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ جبکہ سر پر فرشتہ ہیبتناک گرز آہنی لیکر کھڑا ہوگا تو کوئی حواس قائم نہیں رکھ سکتا بلکہ ہول سما جاویگا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد مین کچھ مضائقہ نہیں ہے وفیہ عباد بن راشد التمیمی وقد روی لہ البخاری مقرونا ولکن ضعفہ بعضہم مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہ کہ اس ہولناک مقام پر صادق الیقین وصحیح الایمان اپنے نور پر ہوگا اور دنیاوی حواس وجسمانی تغیرات کا اثر نہوگا تو وہ بنور الٰہی اپنے سچے حال پر ثابت ہوگا اور یہ فضل الٰہی ہے اللہم ثبتنا وانت ارحم الراحمین اور دیگر روایات امام احمد ومسلم وغیرہ مین ہے کہ روح مومن کو بشارات وخوشخبریان دیتے ہوئے آسمان کو لیجاتے ہین اور حکم الٰہی عز وجل ہوتا ہے کہ اسکو لیجاؤ آخر مدت تک کے لیے اور کافر کی روح بدبودار کو غضبناک خبرین دیتے ہین اور حکم ہوتا ہے کہ آخر مدت کے لیے لیجاؤ۔ اور ابن حبان کی صحیح مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت مین ہے کہ مومن کو جب آسمان سے مومنون کے پاس لاتے مین تو وے بہت خوش ہوتے ہین اور پوچھتے ہین کہ فلان کیا ہوا کہتا ہے وہ مر گیا کہتے ہین کہ وہ اپنی مان جہنم کی گود مین گیا اور کافر کو بدبوداری کے ساتھ زمین کے دروازہ پر ڈالتے ہین اور خازنان زمین کہتے ہین کہ ہم نے ایسی بدبودار چیز نہین دیکھی پس اسکو سب سے نیچے زمین مین ڈالتے ہین اور واضح ہو کہ قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے عبد اللہ بن عمرو سے ایک اثر روایت کیا ہے کہ مومنون کی ارواح کو جابیہ مین جمع کرتے ہین اور کافرون کی ارواح برہوت مین جو ایک شورہ ریگستان حضر موت مین ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ اسرار ایسے کہ ہر فہم کی رسائی وہان تک ہوتی ہے اور اصلی معانی پر یہ حق ہین۔ اور ابن جریر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی جسمین ہے کہ مومن کے داہنے بائین سب طرف سے صلوٰۃ وصوم وزکوٰۃ ونیکیان وعبادات اچھی صورتون مین گھیرتی ہین اور اسکو نظر آتا ہے کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہے پس منکر ونکیر سوال چاہتے ہین وہ کہتا ہے کہ اچھا ذرا ٹھہر جاؤ مین نماز پڑھ لون کہتے ہین کہ اچھا پڑھنا ذرا ہم سے تبلادو کہ یہ کون شخص تم مین مبعوث ہوا تھا کہتا ہے کہ کیا تم محمد کو پوچھتے ہو کہتے ہین کہ ہان تو کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب یقینی گواہی دیتا ہے اور اسکے لیے دروازہ جنت کا کھولدیا جاتا ہے جسکو دیکھکر نہایت خوش وسرور ہوتا ہے پھر اسکے نسمہ کو پاکیزہ نسمہ مین کرتے ہین اور وہ سبز پرند ہے کہ جنت کے درختون مین معلق ہوتا ہے اور اسکا جسم جہان کی خاک سے بنا تھا عود کر دیا جاتا ہے اور یہی ہے قول اللہ عز وجل یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ وقد رواہ ابن حبان فی صحیحہ اور بزار رحمہ اللہ تعالےٰ کی حدیث مین ہے کہ مومن بروقت موت کے ایسی چیزین معائنہ کرتا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح نکلے یعنی اسکی روح پس اللہ تعالےٰ اسکی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور اسمین مذکور ہے کہ ارواح مومنین اس سے اپنے جان پہچان والون کو پوچھتے ہین اگر کہتا ہے کہ فلان کو مین نے زمین پر چھوڑا تو انکو اچھا معلوم ہوتا ہے اور اگر کہتا ہے کہ فلان مر گیا تو کہتے ہین کہ اسکو ہمارے یہان نہین لائے اور کافر بروقت موت معائنہ عذاب وغضب سے چاہتا ہے کہ اسکی روح نہ نکلے اور اللہ تعالےٰ اسکے لقاء کو مکروہ جانتا ہے اور جہنم کا دروازہ اسکے لیے کھولا جاتا ہے اور اسکو ضرب ماری جاتی ہے جس سے چیختا ہے کہ سوائے جن وانس کے سب اسکو سنتے ہین پھر اسکو کہا جاتا ہے کہ منہوش کی طرح سو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منہوش اسکو کہتے ہین جس کو درندون وسانپ وبچھو وغیرہ نے کاٹا اور اسکی قبر مین تنگی کر دیجاتی ہے۔ اور امام احمد رضی اللہ عنہ نے اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی اسمین مذکور ہے کہ مومن کو سب طرف سے اسکے نیک اعمال گھیرے ہوئے ہوتے ہین کہ فرشتہ کو راہ نہین دیتے اور کہا کہ کافر کے درمیان کچھ روک نہین ہوتی اور کہا کہ فرشتہ عذاب جسکی خلقت مین بینائی وشنوائی نہین ہے مارتا ہے جبقدر اللہ تعالےٰ چاہے یہ فرشتہ دیکھتا سنتا نہین کہ اسپر ترس کھاوے۔ کذا فی تفسیر الحافظ رحمہ اللہ تعالےٰ اور اس روایت مین لفظ دابہ واقع ہوا ہے حیث قال ویسلط علیہ دابۃ فی قبرہ معہا سوط ثمرتہ جمرۃ مثل عرق البعیر تضربہ ما شاء اللہ صماء لا تسمع صوتہ فترحمہ یعنی ایک جانور اسپر مسلط کیا جاتا ہے جسکے ساتھ کوڑا ہوتا ہے اسکا سرا انگارا ہوتا ہے مثل کھرے اونٹ کے یعنے گرز کی شکل کا آتشی ہوتا ہے اسکو مارتا ہے جبقدر اللہ تعالےٰ چاہے بالکل بہرا ہوتا ہے کہ اسکی چیخ نہین سنتا کہ اسپر ترس کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ از قسم ملائکہ ہے اور اول سورہ بقرہ مین گذرا کہ ملائکہ نام جن مخلوقات کا ہے ان مین اقسام ہین اور ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ یہ ضرب وچیخ کا عذاب مختلف

طور پر اقسام کفار کے ساتھ واقع ہوتا ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس مقام پر بعض اس مقصد سے متعلق ایسی احادیث ایراد فرمائین جو مجھے بہت خوش آئین اور بنظر افادہ عام مومنین جو آخرت مین نجات کے امیدوار اور عذاب قبر وآخرت سے خوفناک ہین تبرکاً ان کو ترجمہ کرتا ہون مع اسانید کے تاکہ بعض اہل غفلت کو مجال تکلم بے معنی نہو فقال الحافظ وقال ابو عبد اللہ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول حدثنا ابی حدثنا عبد اللہ بن نافع عن ابن ابی فدیک عن عبد الرحمن بن عبد اللہ عن سعید بن المسیب عن عبد الرحمن بن سمرۃ رضہ قال خرج علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث یعنی ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگون کے پاس باہر تشریف لائے اور ہم مدینہ کی مسجد مین جمع تھے پس فرمایا کہ مین نے رات بھلی بات دیکھی مین نے دیکھا کہ میری امت مین سے ایک مرد پر عذاب قبر پھیلایا گیا پس آگیا اسکے پاس اسکا وضو اور اس حالت سخت سے اسکو چھڑا لیا اور اپنی امت کا ایک مرد دیکھا جسکو شیاطین نے گھیر لیا تھا پس اسکا ذکر الٰہی آگیا اور اسکو شیاطین مین سے جدا کر لیا اور اپنی امت کا ایک مرد دیکھا جسکو ملائکہ عذاب نے گھیر لیا تھا پس اسکی نماز نے آکر اسکو ملائکہ عذاب کے ہاتھون سے چھڑا لیا اور مین نے اپنی امت کا ایک مرد دیکھا کہ پیاس سے زبان نکالے تھا جب کسی حوض پر آتا اس سے روکا جاتا پس اسکا روزہ آیا اور اسکو پانی پلایا اور سیراب کر دیا اور اپنی امت کا ایک مرد دیکھا اور انبیا حلقہ حلقہ بیٹھے ہوئے تھے جب وہ کسی حلقہ کے نزدیک ہوتا تو اسکو ہانک دیتے پس جنابت سے اسکا غسل کرنا آیا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو میرے پہلو مین بٹھلا دیا اور مین نے اپنی امت کا ایک مرد دیکھا اسکے سامنے اندھیرا اسکے پیچھے اندھیرا اسکے داہنے اندھیرا بائین اندھیرا اوپر اندھیرا نیچے اندھیرا وہ اسمین متحیر تھا پس اسکا حج وعمرہ آیا اور دونون نے اسکو اندھیرے سے نکالکر نور مین داخل کر دیا اور ایک مرد اپنی امت کا دیکھا کہ مومنون سے باتین کرتا وے اس سے نہین بولتے تھے پس اسکا صلہ رحم آیا اور کہا کہ اے گروہ مومنو اس سے باتین کرو پس انھون نے اس سے باتین شروع کر دین اور مین نے اپنی امت کا ایک مرد دیکھا جو اپنے چہرہ پر سے اپنے ہاتھون کو آڑ کرکے آگ کی لپٹ اور چنگاریان روکتا تھا پس اسکا صدقہ آگیا اور اسکے چہرہ کا پردہ اور سر پر سایہ ہوگیا اور اپنی امت کا ایک مرد دیکھا جسکو زبانیہ نے ہر طرف سے گھیر لیا تھا پس اسکا یہ کام کہ نیک باتون کا حکم کرتا اور برائیون سے منع کرتا تھا آئے اور دونون نے اسکو زبانیہ کے ہاتھون سے چھڑا کر اسکو ملائکہ رحمت کے ساتھ داخل کر دیا اور مین نے اپنی امت کا ایک مرد دیکھا جو گھٹنون کے بل پڑا ہے اسکے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان پردہ ہے پس اسکا نیک خلق آیا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر حضور الٰہی جل شانہ مین پیش کر دیا اور اپنی امت کا ایک مرد دیکھا جسکا صحیفہ اسکے بائین طرف سے ہاتھ مین آنے کو تھا پس اسکا خوف اللہ تعالےٰ سے آگیا اور اسکے داہنے طرف کر دیا اور اپنی امت کا ایک مرد مین نے جہنم کے کنارہ کھڑا دیکھا پس اسکا وجل الٰہی یعنے امید کے ساتھ خوف الٰہی آیا اور اسکو اس مخمصہ سے نکال لیا اور وہ روانہ ہوگیا اور مین نے ایک مرد اپنی امت کا دیکھا جو جہنم مین کہ اسکے آنسو آئے جو وہ بخوف الٰہی دنیا مین رویا تھا پس اسکو آگ سے نکال لیا اور مین نے اپنی امت کا ایک مرد دیکھا پل صراط پر کہ کبھی گھٹنون چلتا ہے اور کبھی چوتڑون گھسلتا ہے پس آیا اسکا درود جو اسنے مجھپر بھیجا تھا پس اسکو کھڑا کر دیا اور وہ صراط پر روانہ ہوگیا اور مین نے ایک مرد اپنی امت کا دیکھا کہ وہ جنت کے دروازہ تک پہونچا کہ دروازہ بند کر دیا گیا پس آگئی اسکی گواہی جو اسنے یقین کے ساتھ ادا کی تھی کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پس اسکے لیے جنت کے دروازے کھول دیے اور اسکو جنت مین داخل کر دیا یہانتک ترجمہ ختم ہوا اور امام قرطبی نے اسکو کتاب تذکرہ مین ذکر کرکے کہا کہ یہ حدیث بہت بزرگ ہے اسمین کچھ خاصہ اعمال ذکر فرمائے ہین جو خاص ہولناک حالات سے نجات دیتے ہین پھر امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ امام حافظ ابو یعلی موصلی نے اس باب مین ایک حدیث غریب مطول روایت کی فقال حدثنا ابو عبد الرحمن احمد بن ابراہیم الکرخی ثنا محمد بن بکر البرسانی ابو عثمان حدثنا ابو عاصم الحبطی وکان من خیار اہل البصرۃ وکان من اصحاب حزم وسلام بن ابی مطیع حدثنا بکر بن خنیس عن ضرار بن عمرو عن یزید الرقاشی عن انس بن مالک رضہ عن تمیم الداری رضہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ عز وجل الحدیث بطولہ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ملک الموت سے کہ تو میرے دوست کے پاس جا کر اسکو میرے پاس لا کہ مین نے اسکو تکلیف وبیماریون وراحت وآرام مین ڈالکر آزمایا پس اسکو پایا کہ جس سے محبت رکھتا ہے

اسکو میرے پاس لاکہ مین اسکو آرام دونگا پس ملک الموت چلتا ہے اسکے ساتھ پانچ سو فرشتے ہوتے ہین جو کفن اور خوشبو جنت کے لیے ہوتے ہین اور اُن کے ساتھ ضبائر الریحان ہوتے ہین اور ریحانہ جڑسے ایک ہوتی ہے اور سرے پر بیس رنگ اور ہر رنگ سے نئی طرح کی خوشبو نکلتی ہے اور انکے ساتھ حریر سفید جسمین مشک اذفر ہوتا ہے پس ملک الموت اسکے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور ملائکہ گھیر لیتے ہین اور ہر فرشتہ کے پاس جو کچھ ہوتا ہے اسکے ایک ایک عضو پر رکھتے ہین اور یہ حریر سفید و مشک اذفر اسکی ٹھوڑی کے نیچے بچھاتے ہین اور اسکے لیے جنت کی طرف دروازہ کھولدیا جاتا ہے پس اسوقت اسکا نفس تعلل مین ہوتا ہے جنت کی طرف نگاہ ڈالتا ہے کبھی اسمین اپنی ازواج کو دیکھتا ہے اور کبھی اُسکے لباس کو اور کبھی پھلون کو جیسے بچہ کو جب روتا ہے تو اسکے لوگ بہلاتے ہین اور بیان فرمایا کہ اُسکے ازواج ایسے وقت مین خوشی سے پھولے نہین سماتے ہین آراستہ و پیراستہ۔ اور روح اسوقت ظہور کرتی ہے راوی حدیث برسانی رحمہ اللہ تعہ نے کہا کہ یعنی چاہتی ہے کہ جسم کے لوتھڑے سے اپنی محبوب چیز کی طرف نکل جاوے اور ملک الموت کہتا ہے کہ باہر آو اے نفس پاکیزہ بجانب سدر مخضود و طلح منضود و ظل ممدود و ماء مسکوب۔ اور فرمایا کہ ملک الموت اُسکے ساتھ اس سے زیادہ پیار و شفقت کرتا ہے جو مان اپنے بچہ سے کرتی ہے وہ جانتا ہے کہ یہ روح اسکے پروردگار کو محبوب ہے پس وہ اپنی مہربانی سے اسکے ساتھ محبت چاہتا ہے کہ پروردگار کی رضا اسی مین ہے پس اسکی روح جسم مین سے آسان صاف نکل آتی ہے جیسے خمیر کے آٹے مین سے بال نکل آتا ہے اور حق عز و جل نے فرمایا ہے کہ فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنۃ نعیم۔ کہا کہ ارواح از جانب ملک الموت وریحان وقت ملاقات اور جنت نعیم مقابلہ پس جب ملک الموت نے روح کو قبض کیا تو روح اپنے جسم سے کہتی ہے کہ اللہ تعہ تجھکو میری طرف سے جزائے خیر دیوے کہ تو میرے ساتھ اللہ تعہ کی طاعت مین جلدی کرتا تھا اور گناہ کرنے مین سست تھا پس تو نے بھی نجات پائی اور مجھے بھی چھڑایا اور جسم بھی روح سے ایسا ہی کہتا ہے اور کہا کہ اسپر وہ پارہ زمین روتا ہے جسپر وہ طاعت کرتا تھا اور آسمان کا ہر دروازہ جس سے اسکے اعمال چڑھائے جاتے تھے اور جس سے اسکا رزق اترتا تھا یہ چالیس روز تک روتے ہین پس جب ملک الموت نے اسکی روح قبض کی تو پانچ سو ملائکہ کھڑے ہوتے ہین اسکے جسم کے پاس پس آدمی مین سے کوئی اسکو کروٹ نہین لوٹاتا مگر ملائکہ فرشتے انسے پہلے اسکو کروٹ دلاتے ہین اور اسکو نہلاتے اور کفن پہناتے ہین آدمیون کے کفن سے پہلے اور خوشبو لگاتے ہین آدمیون کی خوشبو سے پہلے اور اسکے دروازے سے قبر تک ملائکہ کی دو صفین کھڑی ہوتی ہین کہ استغفار سے اسکا استقبال کرتے ہین پس یہ حال دیکھکر ابلیس ایسا سخت چلاتا ہے کہ اسکے صدمہ سے خود اسکی ہڈیان ٹوٹ جاتی ہین اور اپنے گروہ سے کہتا ہے کہ خرابی تمپر کہ یہ بندہ کیسے تم سے چھوٹ گیا کہتے ہین کہ یہ بندہ معصوم تھا یعنی اللہ تعہ نے اُسکو نگاہ رکھا تھا پس جب ملک الموت اسکی روح لیکر چڑھتا ہے تو ستر ہزار فرشتہ کے ساتھ جبرئیل اسکا استقبال کرتے ہین ہر ایک اسکے لیے اسکے رب کی طرف سے دوسرے کی بشارت کے علاوہ بشارت لاتا ہے پس جب ملک الموت نے اسکی روح کو عرش تک پہونچایا تو روح اپنے رب کے لیے سجدہ کرتی ہے اللہ تعہ ملک الموت سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کی روح لیجا کر سدر مخضود و طلح منضود و ظل ممدود و ماء مسکوب مین رکھ پس جب وہ اپنی قبر مین رکھا جاتا ہے تو نماز آکر اسکے داہنی ہوتی ہے اور روزہ آکر اسکے بائین ہوتا ہے اور قرآن آکر اسکے سرہانے ہوتا ہے اور نماز کے لیے اسکا جانا آکر اسکے پیرون کے پاس ہوتا ہے۔ اور صبر آکر اسکی جانب قبر مین ہوتا ہے پھر اللہ تعہ ایک عنق عذاب کو اٹھاتا ہے وہ اسکے داہنی جانب سے آتا ہے پس نماز کہتی ہے کہ دور رہ کہ واللہ وہ برابر اپنی عمر مین دین پر تھا اور ابھی اس نے راحت پائی ہے جب قبر مین رکھا گیا ہے پھر اسکی بائین طرف سے تو روزہ اسکو ایسا ہی جواب دیتا ہے پھر سرہانے کی طرف سے قرآن و ذکر اور قدمون کی طرف سے نماز کی طرف جانا ایسا ہی جواب دیتا ہے پس کسی طرف سے عذاب نہین آتا مگر آنکہ پاتا ہے کہ ولی اللہ نے اسکی راہ لیلی پس عذاب دور ہو جاتا ہے پھر صبر ان اعمال سے کہتا ہے کہ مین یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہارے پاس کیا ہے اگر تم عاجز ہوتے تو مین اسکا ساتھی اور عذاب کا مقابل ہو جاتا اور جب تم نے دور کر دیا تو اب پل صراط اور میزان پر اسکا یار ہونگا ابھی ذخیرہ ہون اور کہا کہ دو فرشتہ بھی مبعوث ہونگے دونون کی نظر مثل برق خاطف کے انکی آوازین مثل رعد کے اور دانت مثل صیاصی اور سانس مثل لپٹ آگ کے اپنی لنبے بالون مین قدم رکھتے ہوئے اور دونون مونڈھون کے بیچ مین اتنا اتنا فاصلہ ہوگا (یعنی کئی روز راہ کے برابر دوری) اور دونون سے

رافت و رحمت نکال لی گئی انکو منکر و نکیر کہا جاتا ہے ہر ایک کے ہاتھ مین گرز ہوگا اگر اسکو اٹھانے کو یہ دونون قبیلہ ربیعہ و مضر کے لاکھون جمع ہون تو اسکو تھوڑا نہ سمجھین۔ دونون اس سے کہینگے کہ بیٹھ پس وہ برابر چار زانو بیٹھ جائیگا اور اُسکے کفن اُسکے کمر پر گر پڑینگے اس سے کہینگے کہ کون تیرا رب اور کیا تیرا دین اور کون تیرا نبی ہے اسدم صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ایسی حالت مین کسکو بات بولنے کی مجال ہوگی اور آپ فرشتون کی یہ صفت بیان کرتے ہین پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ۔ پس کہیگا کہ میرا رب اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے اور میرا دین اسلام ہے وہی جو ملائکہ نے پایا ہے اور میرا نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہین پس اس سے کہینگے کہ تو نے سچ فرمایا پس قبر کو دھکا دینگے پس اسکے سامنے چالیس گز وسیع کر دینگے اور ایسے ہی داہنے و بائین و سرہانے و پائنتی سے چالیس چالیس گز وسعت دینگے پس دو سو گز وسعت ہوگی پھر اس سے کہینگے کہ اوپر دیکھ تو ایک دروازہ جنت کی طرف کھلا ہوا ہوگا پس کہینگے کہ اے ولی اللہ یہ تیرا مقام ہے کہ تو نے اللہ تعہ کی اطاعت کی پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس پاک ذات کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اس حالت مین وہ ایک فرحت اپنے قلب مین پاویگا کہ وہ کبھی اس سے دور نہ ہوگی پھر اس سے کہینگے کہ اپنے نیچے دیکھ تو ایک دروازہ کھلا ہوا دوزخ کی طرف ہوگا کہینگے کہ ولی اللہ تو نے اس سے نجات پائی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے بھی ایک فرحت اسکے قلب کو پہونچیگی جو کبھی دور نہ ہوگی۔ راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اسکے لیے ستر دروازے کھولدیے جاوینگے کہ جنت سے اسکی خوشبو و ٹھنڈک آتی رہیگی یہانتک کہ اللہ تعہ عز و جل اٹھادے اور شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعہ نے لکھا کہ اسی اسناد سے جو اوپر مذکور ہوئی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعہ ملک الموت سے فرماتا ہے کہ تو میرے دشمن پاس جاکر اسکو میرے پاس لاکہ مین نے اسکو رزق وسیع دیا اور اپنی نعمت اُس پر آسان کر دی پس اس نے سوائے مجھ سے نافرمانی کے سب طرح انکار کیا تو اسکو میرے پاس لاکہ مین اس سے انتقام لون پس ملک الموت اسکے پاس ایک مکروہ صورت مین جو کسی آدمی نے دیکھی ہو جاویگا اسکے بارہ آنکھین اور اسکے ساتھ آتشی سفود بہت خاردار اور پانچ سو ملائکہ ہونگے لیے ہوئے نحاس اور آتشی انگارے اور کوڑے آتشی مگر کوڑون کی طرح نرم اور آگ جوشندہ پس ملک الموت اُسکو اس سفود سے اس زور سے ماریگا کہ سب کانٹے جڑ سمیت اسکی رگ و پے و ناخون و بالون کی جڑون مین دھنس جاوینگے پھر اُسکو زور سے مروڑ دیگا پس اسکی روح اسکے قدم کے ناخون سے نکلیگی پھر اسکو دونون گھٹنون مین لگا دیگا پھر اس حال مین دشمن خدا سخت بیہوشی سے بیہوش ہوگا پس ملک الموت اس سے یہ عذاب اٹھائیگا اور ساتھ ہی ملائکہ اسکے چہرہ اور چوتڑون پر کوڑے مارینگے پھر ملک الموت اسکو نچوڑیگا نچوڑ شدید سے پس اسکی ایڑی سے روح نکالیگا پھر اسکو لگا دیگا اسکے دونون گھٹنون مین پھر اسکی کمر مین اور دشمن خدا ایسی حالت مین شدید بیہوشی سے بیہوش ہو جائیگا پس ملک الموت اس سے یہ عذاب اٹھالیگا اور ملائکہ ان کوڑون سے اسکے چہرہ یعنی سامنے و پشت پر مارینگے راوی نے کہا کہ فرمایا کہ پھر یون ہی سینہ تک پھر حلق تک واقع ہوگا پھر ملائکہ یہ تانبا و انگارے اسکی ٹھوڑی کے نیچے بچھا دینگے اور ملک الموت فرمادیگا کہ نکل اے روح لعین ملعونہ بجانب سموم و حمیم و ظل من یحموم لا بارد و لا کریم پھر جب ملک الموت نے روح کو قبض کر لیا تو روح جسم سے کہیگی خدا تجھ کو بری سزا دیوے کہ تو میرے ساتھ اللہ تعہ کی نافرمانی مین تیز اور اللہ تعہ کی طاعت مین سست تھا تو بھی ڈوبا اور مجھے بھی برباد کیا اور اسکا جسم بھی روح سے یون ہی کہیگا اور زمین کے وہ ٹکڑے جنپر اللہ تعہ کی نافرمانی کرتا تھا اسکو لعنت کرینگے اور ابلیس کے لشکر ابلیس کی طرف بشارت دینے جاوینگے کہ آدم کی اولاد مین سے ہم نے ایک کو جہنم مین گرایا پھر جب وہ اپنی مدفن مین رکھا جاتا ہے تو اسکی قبر اسپر تنگ کر دیجاتی ہے یہانتک کہ اسکی پسلیان داہنی بائین سے اور بائین داہنی سے نکل آتی ہین اور اللہ تعہ اسکی طرف عذاب بھیجتا ہے سیاہ سانپ مثل اونٹ دراز کے کہ اسکے دونون کان اور قدم کے انگوٹھے پکڑتے ہین اور کاٹتے ہین یہانتک کہ کمر تک پہونچتے ہین یہان دونون لجاتے ہین اور اللہ تعالے دو فرشتے مبعوث فرماتا ہے انکی نظر مثل برق خاطف کے اور آوازین مثل رعد غران کے اور دانت مثل صیاصی کے اور سانس مثل لپٹ آگ کے ہوگی دونون اپنے بالون کو روندتے چلینگے ہر ایک کے دونون کندھے کے درمیان اتنی اتنی دوری ہوگی

انسے رافت ورحمت نکال لیگئی ہوگی انکو منکر کہتے ہیں ہر ایک کے ہاتھ میں گرز آتشی ہوگا اگر ربیعہ ومضر اسپر مجتمع ہوں تو اسکو ہلکا نہ جانینگے پس اُس سے کہینگے کہ مٹھ پس چار زانو بیٹھ جائیگا اور اُسکے کفن اسکی کمر تک سرک گرینگے پس اس سے کہینگے کہ کون تیرا رب اور کیا تیرا دین اور کون تیرا نبی ہے یہ کہیگا کہ میں تو نہیں جانتا کہینگے بدبخت ایسا ہی بے ایمان جاہل رہ پس اسکو ایک ضرب مارینگے کہ چنگاریاں اسکی قبر میں اڑینگی پھر ویسا ہی ہوجائیگا اس سے کہینگے کہ اوپر دیکھ تو دروازہ جنت کی طرف کھلا ہوا ہوگا کہینگے کہ اگر تو اللہ تعالے کا مطیع ہوتا تو یہ تیرا ٹھکانا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس پاک پروردگار کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اس حالت میں اسکے دل پر ایک حسرت طاری ہوگی کہ کبھی یہ غم اُس سے دور نہوگا اور پھر اس سے کہینگے کہ نیچے دیکھ تو ایک دروازہ جہنم کی طرف کھلا ہوا ہوگا کہینگے کہ او دشمن خدا تیرا ٹھکانا یہ ہے جبکہ تو نے اللہ تعالے کی نافرمانی کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اس حالت پر اسکے دل میں ایک حسرت وغم چھا جائیگا کہ کبھی دور نہوگا۔ راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جہنم کی طرف ستر دروازے کھولدیے جاوینگے کہ اسکی حرارت ولون اسپر آتی رہیگی یہانتک کہ اللہ تعالے اس کو مبعوث فرماوے۔ شیخ امام حافظ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہذا حدیث غریب جدا وسیاق عجیب ویزید الرقاشی روایۃ عن انس لہ غرائب المنکرات وہو ضعیف الروایۃ عند الائمۃ واللہ اعلم۔ اور کہا کہ حافظ ابوبکر بن مردویہ نے بھی کئی طرق سے بطریق ضحاک عن ابن عباس مرفوعاً تحت قولہ ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیہم الآیہ۔ ایک مطول حدیث غریب روایت کی ہے! ورقوی روایت صحاح وسنن میں موجود ہے! اور ابو داؤد نے بھی حضرت عثمان رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تھے تو فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اللہ تعالے سے اسکے لیے ثابت قدم رہنے کی درخواست کرو کہ اس سے ابھی سوال کیا جائیگا۔ قال الحافظ تفرد بہ ابو داؤد اقول اراد بذلک التفرد بالاسناد لا التفرد بالحدیث فانہ صحیح عند غیرہ من الائمۃ الحاصل اس مقام کی تفسیر یہی ہے جو آیات واحادیث سے ثابت ہوئی کہ نیک بندوں کو اللہ تعالے دنیا میں ثابت قدم فرماتا ہے حتے کہ ہر طرح کی محنت ومشقت اور تکلیف وراحت میں ایمان توحید پر ثابت قدم رکھتا ہے اور برابر وے بندے طاعت پر جمے رہتے ہیں اور جب مرتے ہیں تو سوال قبر منکر ونکیر کی حالت میں بھی انکو ثابت قدم فرماتا ہے کیونکہ جس حال پر مرے تھے اس سے تغیر نہیں ہوتا اسی واسطے کافر ومنافق وہاں مومن کے حال پر نہیں ہوسکتا چنانچہ فرمایا۔ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ قولہ۔ اور گمراہ کرتا ہے اللہ تعالے ظالموں کو یعنے جنھوں نے شرک وشک کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا یعنی کافر مشرک ومنافق۔ پس یہ لوگ اپنی حجت سے جو کلمہ توحید وقول ثابت ہے بھٹکے ہوتے ہیں اسکو زبان سے نہیں ادا کرسکتے جیسے دنیا میں اس سے منہ موڑے تھے اور بعض نے کہا کہ ظالم سے ہر وہ شخص مراد ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم کیا خواہ اعتقاد باطل ہو یا کبیرہ گناہ ہوں اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ معتزلہ کا قول ہو ورنہ اہل سنت اسکے قائل نہیں ہیں۔ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ۔ اور اللہ تعالے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر مخلوق کا دانا ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اسپر کچھ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ مومنوں کو کیوں ثابت قدم رکھا اور ظالموں کو کیوں بھٹکایا اس سے کچھ سوال ممکن نہیں ہے کیونکہ وہی خالق ہے اور وہی خوب جانتا ہے۔ اسی واسطے بجائے ضمیر کے اسم پاک اللہ فرمایا کہ ہیبت سے جگر لرز جاویں ف قال فی العرائس پھر اللہ تعالے نے اہل توحید پر اپنا احسان بیان فرمایا کہ ان کی توحید کو ثابت دائمی معرفت کو محقق فرماتا ہے دنیا میں اور آخرت میں بقولہ یثبت اللہ الذین آمنوا الآیہ۔ وازل میں اپنی توحید سے اہل معرفت کو ہدایت عطا فرمائی تھی پس چونکہ اسمیں تغیر بالکل نہیں ہے دنیا میں اور جانب ابد میں انکو ہر حال میں ثابت فرمایا اور بشریت کے عوارض سے وشہوات کے غلبہ سے انکو کچھ ضرر نہیں ہوا کیونکہ قول حق قائم بذات وصفات ہے اور اسمیں تغیر محال تو یہ لوگ سایہ عنایت میں مصون ہوئے خواہ مقام دنیا ہو یا آخرت ہو کسی زمان ومکان وامتحان سے اسمیں تغیر نہوگا۔ واضح ہو کہ مومن عارف کے لیے شبا یہ ہے کہ اسکو اپنی مراد کے راستہ پر مستقیم فرماتا ہے اسطرح کہ سبحات جمال وجلال اسکے دل پر ہجوم کرتے ہیں جس سے کشف مزید ہوتا ہے اور اسمیں لطیف اشارہ ہے کہ ظہور ربوبیت عارف پر

ہر وقت ہر اطور سے ہوتا ہے حتے کہ جب اس نے زعم کیا کہ میں عارف ہوں تو اسکو بحر نکرت میں ڈالدیتا ہے اور وہ متحیر ہوکر اس درجہ پر پہونچ جاتا ہے کہ عنقریب بحر قہر میں ڈوب جاوے تو شفقت خاصہ اسکو بصد رحمت ایک جمال کی تجلی سے طبعی کدورت وبشری نجاست سے موقع امتحان سے نکال لیتی ہے اور یہی حال ہر موقف امتحان کا ہے خواہ قبر ہو یا قیامت ہو یہانتک کہ جب متصف بصفات حق ہوجاتا ہے تو خطر امتحان سے نجات پاتا ہے اور یہ خالص بندوں کو دنیا ہی میں حاصل ہوجاتا ہے شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بمقدار مواجید معرفت کے خوف ہوتا ہے اور کسی سے خوف نہ دور کیا جاتا ہے اور نہ وہ خوف سے چھوٹتا ہے مگر وہی کہ بقولہ تعالے لایخاف عقباہا اپنے زعم میں امن کے ساتھ ہو بیٹھتا ہے اور یہ بھی کہا کہ ایمان دو ہیں ایک تو ایمان درحقیقت ہے اور وہ روح کی روشنی ہے اور دوم ایمان محبت بسایہ روح ہے اور یہیں سے تجھے معلوم ہوگا کہ ائمہ علما میں سے جس شخص نے انا مومن انشاء اللہ کہنا جائز قرار دیا ہے وہ اسی وجہ سے ہے نہ بوجہ شک کے۔ مترجم کہتا ہے کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر زید سے پوچھا جاوے کہ تو مومن ہے اور اس نے کہا کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ تعالے تو علماء حنفیہ رحمہم اللہ عنہ نے کہا کہ یہ مومن نہیں ہے کیونکہ اس نے انشاء اللہ ملا دیا اور اس کے ملانے سے تحقیق نہیں ہوتی چنانچہ اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے انشاء اللہ تعالے تو طلاق نہوگی یا قسم کھائی بانشاء اللہ تعالے تو قسم نہوگی اسی طرح ایمان بھی لہذا اور علماء شافعیہ نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ جواب صحیح ہے۔ یہ اختلاف مشہور ہے اور دونوں طرف کے محققین نے فرمایا کہ یہ ناحق کی طول گفتگو ہے حقیقت میں کچھ اختلاف نہیں ہے اسواسطے کہ اگر واقعی اس نے شک کے طور پر کہا تو وہ منافق ہے ایمان نہیں ہے اور اگر اس نے یہ مراد لی کہ مجھے جہانتک اپنا اعتقاد معلوم ہے میں مومن ہوں ولیکن ایمان ایک نور ہے کہ سینہ میں داخل ہوتا ہے کما فی قولہ علیہ السلام الایمان اذا دخل انفسح لہ الصدر او کما قال والحدیث قد مر تحت قولہ فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام الآیہ ور آدمی کبھی اسکو نہیں پہچانتا جیسے قولہ تعالے قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم یعنی اعراب نے نہ پہچانا ولیکن اللہ تعالے عالم الغیب نے انکو بتلادیا پس اس شخص نے ادب کے ساتھ کہا کہ اللہ تعالے سے مجھے امید ہے کہ حقیقی نور بھی مجھ میں ہے یا خاتمہ میرا ایمان پر ہے تو یہ امر صحیح ہے اور علماء حنفیہ بلکہ کوئی شخص اس سے منکر نہیں ہے اب مترجم کہتا ہے کہ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے تحقیق بیان کردی کہ ایمان دو ہیں ایک تو محبت کا ایمان بسایہ روح اور اسکو ہر شخص پہچانتا ہے اور ہر شخص جو ایمان لایا ہو بغیر انشاء اللہ تعالے کے کہے کہ میں مومن ہوں حتے کہ اگر اسمیں بھی شک ہو تو وہ درحقیقت منافق ہے اور شاید اسی قدر بلعم باعور کو ملا تھا کہ آخر وہ کرامت سے کفر پر مرا اور دوم ایمان حقیقی نور روح ہے اور وہ حضرت خلاق علیم ذوالجلال والاکرام کے علم غیب میں ہے وہی جانتا ہے کہ کس کے پردہ دل میں ایمان داخل ہوا تو انشاء اللہ تعالے اسکے علم پاک پر تسلیم وتفویض وآرزو ہے اور اسکی رحمت پر آسرا ہے یہ شک نہیں ہے پس نفاق بھی نہیں ہے فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب اور مترجم کہتا ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالے سے تعلیقاً جو روایت ہے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی ذات پر نفاق کا خوف کرتے تھے۔ تو اسکے یہی معنے ہیں کہ انکو خوف تھا کہ ایسا نہو کہ حقیقی ایمان نہیں نہو۔ اللہ اللہ مترجم کو اپنی ذات پر صد ہزار بار یہ خوف ہے الٰہی مجھکو اپنے فضل سے ایمان پر وفات دیجیو۔ آمین یا ارحم الراحمین۔ پھر واسطی رح نے کہا کہ بندہ کیونکر امن میں نہو جاوے کہ وہ پاک ارحم الراحمین اپنے وعدہ میں خلاف نہیں فرماتا ہے پھر اللہ تعالے نے ظالموں کو بیان کیا کہ اپنی مشیت وارادہ ازلی سے انکو گمراہ فرماتا ہے بقولہ ویضل اللہ الظلمین ویفعل اللہ ما یشاء بل عنایت تو معرفت کے لیے مقرب کیا اور اہل ضلالت کو لطف سے دور کردیا جو چاہا حکم فرمایا کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں اور وہ حکیم وعلیم قادر قیوم خالق مختار ہے اسکا حکم بدل نہیں سکتا اور تمام خلق اسکے قبضۂ قدرت کے نیچے مقہور ومجبور ہے کسی کو اپنی ذات کے لیے ایک ذرہ پر بھی اختیار نہیں ہے۔ دیکھو اسپر دہ پیش آتا ہے جسکو برا جانتے ہیں تو اختیار اُسی کو ہے جسنے مخلوق واسکے افعال کو پیدا فرمایا ہے پس اسنے اپنے ارادہ ومشیت پر ایجاد کیا اور کسی کو اسکے توڑنے کی مجال نہوئی پس جملہ افعال درحقیقت اسی کے افعال ہیں اور اسکے فعل کی کوئی علت نہیں اور نہ اسکی صنعت کے لیے کوئی غایت حالانکہ یہ تمام خلقت ایک صنعت محکم ہے جسکے عجائبات

عین حکمت ہین شیخ شبلی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جن بندون کو اللہ تعالےٰ عزوجل تثبت کی کرامت عطا فرماتا ہی انکو کمال معرفت وکشف وصدق مقال وتوکل واخلاص ویقین دیتا ہی اور مقامات ولایت مین سے جو بے انتہا ہین بقدر وسعت اُسپر کشف فرماتا ہی حضرت صادق رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جنکو حیات دنیاوی مین ایمان پر ثابت رکھا ہی انکو آخرت مین منکر ونکیر کے جواب پر ثابت قدم فرمایا مترجم کہتا ہی کہ حکمت یہی ہی کہ جس حالت پر دنیا سے اسنے انتقال کیا اسمین کسی ہیبتناک منظر وغیرہ سے تغیر نہین ہو سکتا اور نہ کسی خیال کی وجہ سے وہ اچھی حالت پر عود کر سکتا ہی اسی وجہ سے حدیث مین ہی کہ ہر ایک اس حالت پر مبعوث ہو گا جس پر وہ دنیا سے انتقال کر گیا ہی چونکہ یہ علوم آلٰہیہ اُخرویہ عقل بشری سے بالاتر ہین وارسال رسل سے حق تعالیٰ عزوجل نے اعلام فرمایا لہذا کافرون کی مذمت فرمائی بقولہ تعالےٰ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۙ جَهَنَّمَ
تونے نہ دیکھا ان لوگون کو جنھون نے بدل ڈالا اللہ کی نعمت کو کفر سے اور جھونکا اپنی قوم کو دار البوار جہنم مین

يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ
جہان وہ جا دینگے اور برا ٹھکانا ہی اور بنائے انھون نے اللہ کے شریک تاکہ بہکادین اسکی راہ سے تو کہدے کہ کچھ نفع اُٹھالو انجام کو

مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۝ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا
تمھیں [illegible] جانا ہے کہدے میرے بندون سے جو ایمان لائے ٹھیک سدھارے رہین نماز کو اور خرچ کرد اسمین سے جو ہمنے تمکو روزی کیا چھپے

وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝
اور کھلے پہلے اس سے کہ آوے وہ دن کہ نہ بیع ہی اسمین اور نہ دوستی

اَلَمْ تَرَ بمعنے الم تعلم کیا تو نے نہین دیکھا یعنی کیا تو نے نہ جانا جیسے قوله الم تر کیف فعل الخ اور الم تر الی الذین خرجوا یعنے یہ دیکھنا دل کا ہی جو جاننا ہوتا ہی اور بوار بمعنے ہلاک از بار یبور بورا جیسے قوله تعالےٰ قوما بورا یعنے ہالکین کذا قال البخاری رحمہ اللہ اور احلوا ماخوذ از حلول پس احلال وارد کرنا اور جہنم دار البوار کی تفسیر ہی اور یصلونها از صلی یصلی اور سابق مین توضیح ہو چکی بمصیر محل صیرورت یعنی مرجع ومؤئل جہان انجام مین جانا ہو۔ لیضلوا مین متواترہ دو قرات ہین ایک بضم الیار اور یہی ہمارے یہان معروف ہی پس اضلال لوگون کو کیا یا یہ کہ اپنی جانون کو گمراہی مین ڈالا اور دوسری بفتح الیار تو ضلال خود ان کی جانون کا ہی اور لام عاقبت کا ہی یعنے انجام اسکا یہ ہوا۔ واضح ہو کہ یہ آیت کریمہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یا ہر ایسے شخص کو جو لائق خطاب کے ہو اور نفع اسکا تعجب دلانا اور استفہام اقراری ہی پس معنے قوله تعالےٰ اَلَمْ تَرَ کیا تو نے جانا یعنے تعجب سے دیکھ۔ اِلَى الَّذِيْنَ۔ ان لوگون کو جنھون نے۔ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ۔ بدل ڈالا اللہ تعالےٰ کی نعمت یعنی رسول کے ساتھ قرآن پاک کی ہدایت کو كُفْرًا کفر سے پس نعمت کا کفران کیا اور نہ مانا بلکہ بجائے اعزاز کے ساتھ لینے اور شکر کرنے کے قرآن سے انکار کیا اور رسول کے ساتھ لڑے تاکہ قتل کرین۔ بخاری رحمہ اللہ تعالےٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم کفار اہل کہ یہ لوگ مکہ والون مین سے کافر لوگ ہین ایسا ہی نسائی رحمہ اللہ تعالےٰ نے بھی روایت کیا اور عوفی رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ لوگ جبلہ بن ایہم غسانی واُسکے اتباع عرب ہین کہ بھاگ کر روم مین چلے گئے اور نصرانی ہو گئے بعض نے اسپر اعتراض کیا کہ جبلہ مردود اور اسکی قوم تو خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مین مسلمان پھر مرتد ہو کر روم مین لگ گئے تھے اور مترجم کہتا ہی کہ قرآن پاک نازل ہونے کے وقت اسکا کفر کافی ہی کہ علم آلٰہی مین وہ بھی ایسے لوگون مین تھا البتہ اس سے زیادہ لائق توجہ کفار قریش ہین اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مشہور صحیح روایت وہی قول اول ہی جو بخاری رحمہ اللہ تعالےٰ نے روایت کیا اگرچہ آیت کے معنے

عام ہین اور سب کفار کو شامل ہین جنھون نے قرآن ورسول صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور نعمت کے بدلے عذاب وکفر اختیار کیا مترجم کہتا ہی کہ معنے قرآن درحقیقت تمام وقت وزمانہ کے واسطے عام ہین الا بعض مستثنیات خاص ولیکن جو وقت نزول ہی اگر اسوقت مصداق موجود تھا تو اسکو بیان کر دیا جاتا ہی اور اکثر آیات ایسی بھی ہین کہ وقت نزول کے تاویل موجود نہ تھی اور آئندہ اسکی تاویل ظاہر ہوئی یا ہو گی اور علمائے ربانی ہر زمانہ مین قرآن پاک کے معانی عجیب اعجاز کے ساتھ اس زمانہ کے واقعات پر منطبق پاتے ہین حالانکہ وقت نزول کے انکا وجود بلکہ شاید گمان بھی عموماً نہو گا پس معلوم ہوا کہ بحسب المعنی تو جبلہ بن ایہم وغیرہ جملہ کفار اسمین شامل ہین اور باعتبار موقع نزول کے اول اس مذمت کے لائق کفار مکہ ہین امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اول قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مانند حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی۔ وہی قول جمہور مفسرین علمائے سلف کا ہی۔ اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالےٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جنھون نے نعمت کو کفر سے بدلا یہ اپنی قوم کو دار البوار مین اُتارا وہ کفار قریش بروز بدر ہین اور دوسری روایت مین فرمایا کہ قریش کے منافق ہین مراد منافق سے یہان مجادل یعنی قتال کرنے والے ہین خواہ بروز بدر لڑے یا بروز اُحد لڑے ہون اور تیسری روایت مین ہی کہ آپ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیا کوئی نہین ہی جو مجھ سے قرآن کا علم دریافت کرے اور مین تو قسم ہی اللہ تعالےٰ کی کہ اگر کسی کو جان جاؤن کہ وہ مجھ سے زیادہ اسکو جانتا ہی اور وہ دریائی سمندرون کے پار والے ملک مین ہی تو مین اسکے پاس حاضر ہون پس عبد اللہ بن الکوار نے کھڑے ہو کر قوله تعالےٰ الم تر الی الذین بدلوا نعمة اللہ کفرا الآیہ کو دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ مشرکین قریش ہین کہ انکے پاس اللہ تعالےٰ کی نعمت ایمان آیا تھا اسکو انھون نے کفر سے بدل لیا اور اپنی قوم کو ہلاک وبربادی کے گھر یعنے جہنم مین ڈالا اسدی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ مسلم مستوفی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ الذین بدلوا نعمة اللہ کفرا الآیہ قریش سے سب سے بڑھکر نافرمان دو گروہ بنو المغیرہ وبنو امیہ ہین پس بنو مغیرہ نے تو بدر کے روز اپنی قوم کو دار البوار جہنم مین اُتارا اور بنو امیہ نے اُحد کے روز داخل کیا اور بدر کے روز ابو جہل تھا اور اُحد کے روز ابو سفیان تھا اور ابن ابی حاتم نے بسند جید عن ابی اسحٰق عن عمرو بن مُرّہ رح روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قوله واحلوا قومهم دار البوار الآیہ پڑھی اور فرمایا کہ یہ قریش کے دو زیادہ فاجر گروہ ہین بنو مغیرہ وبنو اُمیہ پس بنو مغیرہ تو بدر کے روز ہلاک کیے گئے اور رہے بنو اُمیہ تو انکو ایک ہی وقت تک زندگانی دی گئی ہی وقد روی نحوہ من غیر وجہ عنہ رضی اللہ عنہ۔ اور ایک روایت مین ہی کہ یہ قریش کے فاجر ہین کہ مین بدر کے روز انکے ہلاک کرنے کو کافی ہو گیا اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے سفیان الثوری کی اسناد سے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ذکر کی کہ یہ قریش کے دو افجر گروہ ہین ایک بنو مغیرہ اور دوم بنو اُمیہ پس بنو مغیرہ کو تو مین بدر کے روز کافی ہوا اور رہے بنو اُمیہ وہ چندے روز زندگانی دیے گئے۔ قال المترجم وفی اسنادہ علی بن زید یعنے ابن جدعان وهو ضعیف فقال الامام وکذا رواہ حمزة الزیات عن عمرو بن مرة قال قال ابن عباس لعمر بن الخطاب یا امیر المومنین ہذہ الآیہ الم تر الی آخرہ۔ یعنے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس آیت کی تفسیر ارشاد فرمایئے تو فرمایا کہ یہ قریش کے دو افجر گروہ ہین ایک میرے ماموں اور دوسرے تیرے چچا پس میرے ماموں کو اللہ تعالےٰ نے بدر کے روز جڑ سے کاٹ دیا اور رہے تیرے چچا انکو اللہ تعالےٰ نے انکی زندگی تک مہلت دی ہی۔ ف اس روایت کے فوائد مین سے ایک یہ ہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضہ دونون سے بالکل موافق روایت ہی اور دوم یہ کہ دونون نے فرمایا کہ بدر کے روز ہم انکے نابود کرنے کو کافی ہوئے حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قتال معروف ہی اور سوم مترجم کہتا ہی کہ یہ حدیث صحیح یاد کرو کہ اشتد غضب اللہ علی من قتل نبیا او قتلہ نبی یعنی اللہ تعالےٰ کا سخت غضب اسپر ہوتا ہی جس نے کسی نبی کو قتل کیا ہو یا نبی نے اسکو قتل کیا ہو اور تو جانتا ہی کہ اُمیہ بن خلف فاجر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے حربہ سے خفیف چرکہ دیا تھا کہ اس کی اذیت صحاح مین روایت ہی اور سردار امام اول کا قتل کرنا کسی کو معروف نہین مگر شاذ پس یہان اسرار ہین کہ غور نظر سے سمجھنا چاہیے۔ پھر مترجم تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ مراد الذین بدلوا نعمة اللہ واحلوا قومهم دار البوار سے مراد قریش کے دونون فاجر گروہ ہین اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا

کہ مجاہد و سعید و ابن جبیر و قتادہ و ضحاک و ابن زید وغیرہم نے کہا کہ یہ لوگ کفار قریش ہیں جو بدر کے روز قتل ہوئے۔ اور ایسا ہی امام مالک نے بروایت نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی اور یہ اسناد جید ہی پھر واضح ہو کہ نزول آیت کے وقت اسکے مصداق یہ دونون گروہ قریش کے تھے اور معنے آیت مین تمام کفار قیامت تک کے شامل ہین جنھون قرآن مجید سے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا۔ وَّاَحَلُّوۡا قَوۡمَهُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ۔ اور ڈالا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر۔ جَهَنَّمَ جہنم مین یعنی یہ لوگ بسبب انکی ریاست کے انکے ساتھ ہوئے اور جہنم مین گئے۔ واضح ہو کہ بنو مغیرہ و بنو امیہ کے سردارون نے اپنی ایسی قوم کو ہلاکت مین ڈالا جو اُن کے رشتہ دار نسبی تھے اور پیروی بھی کرتے تھے اور قیامت تک جو کفار اپنی قوم کو ہلاک کرینگے ضرور نہین کہ ان کی نسبی قوم ہو بلکہ پیروی کرنے والی قوم ہین جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل بادشاہ روم کو لکھا تھا کہ۔ فعلیك اثم الاریسیین تجھ پر اریسین کا بھی گناہ ہوگا اور اگر کہا جاوے کہ کلام بصیغۂ ماضی ہی جو گذشتہ پر دلالت کرتا ہی تو تم قیامت تک والون کو کیونکر شامل کہتے ہو تو جواب یہ ہے کہ علم الٰہی عزوجل محیط ہی وہان مستقبل و ماضی سب برابر ہین اور ممکن ہی کہ باعتبار قطعی وقوع کے بصیغۂ ماضی تعبیر ہو حالانکہ جہنم مین داخل کرنا بطریق مجاز اور فی الحال عذاب برزخ مین ہین مگر انکو جہنم مین داخل قرار دیا بطور مجاز کے بدلیل قولہ تعالے۔ يَصۡلَوۡنَهَا۔ اس مین داخل ہونگے یعنی ایسے کافرون و منکرون کا جہنم مین داخل ہونا قطعی حکم ہی۔ وَبِئۡسَ الۡقَرَارُ۔ اور بہت بُرا ٹھکانا ہی جہنم۔ تنبیہ۔ آیت کریمہ کے اشارات مین سے ایک یہ کہ رسولون کا بھیجنا اللہ تعالے کی طرف سے بڑی نعمت ہی کیونکہ عقل بشری عالم آخرت کی راہ جاننے پر مستقل نہین ہی حالانکہ کسی کو اس سے چارہ نہین اور اپنے خالق عزوجل کی طاعت جسطرح کہ اسکی رضا حاصل ہو ہر مخلوق پر فرض محکم ہی پس رسول و وحی نہایت ہی اعلے نعمت ہی اور دوم یہ کہ جاہل لوگ جسکی پیروی کرتے ہین جہان وہ جاوے یہ بھی جاوینگے پس جو لوگ کہ راہِ حق مین کسی عالم ربانی حقانی کی پیروی کرین انکو بشارت ہی کہ وے بھی جنت مین جاوینگے اور اگر اپنی چاہ اور خوشنودی کے موافق ایسے شخص کو عالم بزرگ سردار خیال کر لیا جو حقیقت مین خلاف راہ حق تعالے کے مسائل و اعتقاد بتلاتا ہی تو یہ لوگ معذور نہونگے بلکہ اسکے ساتھ جہنم و عذاب مین گرفتار ہونگے لہذا واجب ہی کہ لوگ جہانتک کوشش ممکن ہی اسی بات پر منحصر کرین کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جس حال و اعتقاد پر تھے اسی پر اکتفا کرین مثلاً وہ لوگ اول مین تو قبور کی زیارت سے منع کر دیے گئے تھے پھر انکو اجازت دی کہ زیارت کرو کہ اس سے آخرت و انجام یاد آتا ہی و میت کو دعا سے فائدہ ہوتا ہی پس اس سے زیادہ یہ امر کہ قبر سے مدد مانگنا و چادر چڑھانا اور مانند اسکے جو امور ہین انمین عالمانہ بحث کہ جائز ہی یا نہین جائز ہی کچھ نہ کرین کیونکہ حضرت سرورِ عالم سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم نے امت مرحومہ کے منافع حتے کہ پیخانہ پیشاب کے طریقہ سب تعلیم فرما دیے اپنی امت کا بڑا بھاری خیال رکھتے تھے تو اگر اسمین کچھ نفع مضمر ہوتا تو آپ تعلیم فرما دیتے لہذا تم وسواس چھوڑو اور شرع شریف و سنت پاک پر ثابت قدم رہو اور اولیاء اللہ کے طریقہ پر چلو اور انکی جانب تعظیم و تکریم کا خیال رکھو۔ خلاصہ یہ کہ جب اس زمانہ مین نہایت ہی کثرت سے طرح طرح کے اقوال و اختلاف پیدا ہو گئے ہین تو جاہل آدمی کے لیے نجات کا یہ طریقہ بہت آسان ہی کہ وہ تمام مختلف مسائل مین کسی بُرے بھلے سے بحث نہ کرے بلکہ صاف سیدھا راستہ وہ اختیار کرے جسپر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم گئے ہین تاکہ بے کھٹکے نجات پاوے۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالے نے کافرون کا انجام جہنم بیان فرما کر انکے خیالی مسائل جن سے گمراہ بنے تھے ظاہر فرمائے بقولہ۔ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا۔ اور بنائے انھون نے اللہ تعالے کے لیے ہمسر یعنی اللہ تعالے کی ربوبیت مین اپنے بزرگون کے نام کے بت رکھے اور اعتقاد کیا کہ جس بزرگ کے نام کا یہ نشان ہی اُسکی قربانی کرنے کیلیے یا چڑھاوا چڑھانے سے وہ ہم سے خوش ہونگے اور ہماری مراد بر آویگی چنانچہ یہ سب انکے اعتقاد جو انکے اگلے لوگون کے ساتھ تھے سابق بعض آیات مین مصرح بیان فرمائے ہین۔ اور یہ مت سمجھو کہ وے لوگ لات و منات و عزی و ود و سواع وغیرہ کو اللہ تعالے کا ہمسر کہتے تھے نہین نہین بلکہ کہتے تھے کہ یہ لوگ اللہ تعالے کے بندے مخلوق ہین مگر ایسے مقرب ہین کہ ہمارے لیے اللہ تعالے

سے سفارش و دعا کرکے ہماری مراد بر لاوینگے پس جب انکے لیے یہ قدرت سمجھی تو شرک ہو گیا اور جو شان خالص اللہ تعالے ہی کے لیے ہی وہ دوسرون مین اعتقاد کرنے سے شرک ہو گیا لہذا جو کوئی اپنی جہالت سے اللہ تعالے کی صفات پاک مین سے کوئی صفت کسی دوسرے مین سمجھے وہ مشرک ہوا اور اُس نے ہمسر بنایا جیسے یہان کافران قریش کی نسبت فرمایا کہ انھون نے اللہ تعالے کے لیے شریک و ہمسر بنائے تھے۔ لِيُضِلُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِهٖ۔ اس انجام کے لیے کہ بھٹکین اُس کی راہ سے یعنی ایسے اعتقاد کا اُنکے حق مین یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالے کی راہ سے گمراہ ہوئے۔ اور بنا بر قراءۃ لیضلوا بضم الیاء یہ معنے کہ گمراہ کرین لوگون کو اللہ تعالے کی راہ سے یعنی جاہلون کو پیروی کرنے والون کو یہ مسئلہ بتلایا کہ یہ بزرگ لوگ اللہ تعالے کے مقرب ہین ان سے تقرب ڈھونڈھو تو تمہاری نجات ہو اور جو کوئی اُنسے پھرا وہ بزرگون کا منکر اور اسکا کہین ٹھکانا نہین ہی حتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی اور قتال کرنے مین سرگرم ہوئے اور بدر کے روز ہلاک ہوئے اور اپنی قوم بدبخت کو بھی جہنم مین ڈالا اور قرآن پاک جو اللہ تعالے کی توحید سکھلاتا ہی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو شرک کو مٹاتے تھے کفر کیا اور ہر چند آپ نے سمجھایا کہ اللہ تعالے کے ساتھ شرک نہ کرو کچھ نہ مانا اور بہتیرے انمین سے ہلاکت سے بچے اور کچھ مدت تک زندہ رہے پس اللہ تعالے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تہدید فرماوے۔ قُلۡ۔ تو کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ تَمَتَّعُوۡا۔ چند روز تک دنیا مین تمتع اُٹھاؤ۔ اسکو بصیغۂ امر بیان فرمایا گویا اسی طور سے حکم الٰہی سبحانہ تعالے مقدر ہوا ہی کہ نعمت الٰہی سے کفر کرین و جو کچھ جی چاہے وہ اعتقاد کرین و اپنی خواہشون کو پورا کرین۔ فَاِنَّ مَصِيۡرَكُمۡ اِلَى النَّارِ۔ پس آخر تمہارا مرجع دوزخ ہی کیونکہ حدیث صحیح مین ہی کہ دوزخ گھری ہوئی ہی خواہش کی مرغوب چیزون سے پس جو کوئی نفس کی پیروی کر جاوے وہ پار ہو کر جہنم مین جاویگا پس جبکہ انکا مرجع و انجام جہنم تھا تو لامحالہ اسکے سامان و اسباب ضرور ہونگے پس بیان فرما دیا کہ اپنی رائے و فاسد عقیدہ سے شرک کرو اور خواہشون پر زندگی بسر کرو۔ اسمین نہایت خوفناک تہدید ہی۔ اور یہین سے اکابر اولیاء نے کہا ہی کہ نفس کی خواہشون سے پرہیز کرو کیونکہ یہ شہوات و خواہشین جہنم کے گرد ہین جو کوئی انکو طے کر جاوے وہ لامحالہ جہنم مین گریگا پھر حق تعالے عزوجل نے ان بندون کو نصیحت فرمائی جو اپنے نفس کی خواہشون کو چھوڑ کر نصیحت قبول کرتے ہین اور اپنی رائے کو چھوڑ کر فرمان الٰہی و حکم حضرت رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے ہین بقولہ تعالے۔ قُلۡ لِّعِبَادِىَ۔ تو کہدے میرے بندون سے۔ اگر کہا جاوے کہ سب ہی اللہ تعالے کے بندے ہین تو جواب یہ ہی کہ اگر تمہاری یہ غرض ہی کہ سب ہی اسکی مخلوق ہین تو کچھ شک نہین ہی کہ سوائے اُسکے کوئی خالق ہو نہین سکتا اور سب ہی اسکی مخلوقات ہین ولیکن اللہ تعالے نے اپنی مشیت کاملہ سے مخلوقات مین تفصیل کر دی اسطرح پر کہ جو کوئی اپنی خواہش کی پیروی کرے اُس نے اُسکو اپنا معبود بنایا کما قال تعالے افرأیت من اتخذ الٰهه هواه۔ بھلا تو نے اسکو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ہی۔ حدیث مین ہی تعس عبد الدینار و عبد الدرہم ہلاک ہوا اشرفی کا بندہ اور روپیہ کا بندہ۔ اور اسی طرح کفار فاجر کو شیطان کے ساتھ مردود کر دیا اور کمال تکریم سے مومنون کو اپنا بندہ قرار دیا بقولہ ان عبادی لیس لك علیهم سلطان یعنی جو میرے بندے ہین انپر تجھے کچھ قابو نہوگا۔ اور اسی معنی مین اس مقام پر فرمایا کہ تو میرے بندون سے فرما دے اور انکی صفت بیان فرمائی۔ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے ہین پس اس کرامت سے سرفرازی فقط ان بندون کو ہی جو یقین جانتے اور خالص اعتقاد رکھتے ہین کہ اللہ تعالے وہی وحدہ لاشریک ہی جو پاک صفات اسکی ہین انمین کسی کی کچھ بھی شرکت نہین ہی۔ اگر کہا جاوے کہ یہ مقام بہت مشکل ہی کہ جاہل وہی مان لیگا جسکو ایسے شخص نے بتلایا جسکو وہ عالم جانتا ہی تو مترجم کہتا ہی کہ پہلے معلوم کرو کہ بالاجماع تقلید اعتقاد و ایمان مین جائز نہین ہے بلکہ ایمان تو جبھی ہوگا کہ خود اپنے رب تبارک و تعالے پر ایمان لاوے پس جب وہ مثلاً جان گیا کہ خالق فقط اللہ تعالے ہے اور جب وہی چاہتا ہے تو ایک مالدار کے ہاتھ مین یہ فعل پیدا کرتا ہی کہ فقیر کو کچھ دیدے یعنے افعال کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہی اب اگر کسی شخص کی نسبت اس کو عالم ہونے کا گمان ہے اُس نے بتلایا کہ شیخ سدّو کا بکرا کرنا اور بیٹا ہونے کی منت مانگنا جائز ہی تو اُسکو صریح معلوم ہوگا کہ یہ تو اللہ تعالے کی پاک صفت کے جو مجھے اعتقاد ہی

بالکل مخالف ہوگیا تو یہ شرک ہے لہٰذا ممکن نہیں ہے کہ شرک واضح وہ نہ پہچانے پس قولہ تعالےٰ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا یعنی اہل کتاب یہود اور نصاریٰ نے اپنے عالموں اور درویشون کو اپنے رب بنا لیے ہین۔ اس سے وہ محفوظ رہیگا کیونکہ یہ اسکا اعتقاد نہ رہا کہ جو کوئی عالم جو کچھ کہے وہی میرا اعتقاد و عمل ہے پس کافرون سے اسمین صاف فرق ہوگیا جنکی یہ حالت تھی کہ جعلوا للّٰہ اندادا کیونکہ اسنے شرک نہ کیا پس مومن ہوا اور یہ کرامت پائی کہ تدبیر ع بندون سے جو مومن ہین فرمادے کہ۔ یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ ٹھیک سُدھارین نماز کو۔ بیشک نماز ایک بڑا رکن عبودیت ہے اور شیخ معین الدین چشتی قدس سرہ نے بعض اکابر سے نقل فرمایا کہ وہ بہت نحیف و زار ہو رہے تھے اور نہایت خوف سے تیس برس سے روتے تھے حضرت شیخ نے پوچھا تو بیان فرمایا کہ مین اسی خوف سے روتا ہون کہ کسی وقت کی نماز مجھ سے ٹھیک ادا ہوئی کہ نہین۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ جس نے نماز کو کھویا وہ دوسری عبادات کو اور زیادہ ضائع کریگا۔ اور مشکوٰۃ مین ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی عبادت کے ترک کرنے کو کفر نہین جانتے تھے سوائے نماز کے پس جو کوئی اسکو عمداً ترک کرے اسپر خوف کفر کا ہے اور ٹھیک قائم کرنا یہ ہے کہ اسکے ارکان سب اچھی طرح اللہ تعالےٰ کی حضوری مین ادا کرے۔ اور روایت صحیح ہے کہ سب سے پہلے نماز کی پرسش ہوگی اور نماز ستون دین ہے اور فرق اسلام و کفر کے درمیان نماز ہے اور اکابر اولیاء رحمہم اللہ تعالےٰ نے تصریح کی کہ تقرب الٰہی اسی نماز مین ہے اور فضائل اسکے بیشمار ہین اور اللہ تعالےٰ نے تحیات نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو جو خرچ طیبات مالی ہے مقرون فرمایا چنانچہ یہان فرمایا۔ وَيُنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ۔ اور خرچ کرین اس چیز سے جو ہم نے انکو روزی کیا۔ ظاہر آیت عام ہے تمام صدقات کو خواہ واجب ہون جیسے زکوٰۃ یا نفل ہون۔ اور یہی قول اولےٰ ہے اور بعض نے کہا کہ مراد زکوٰۃ ہے کیونکہ مروی ہے کہ زکوٰۃ نے اپنے پہلے صدقات کو منسوخ کر دیا ولیکن یہ حجت موجہ نہین اس سے یہ معلوم ہوا کہ دیگر صدقات جو زکوٰۃ سے پہلے واجب تھے مثلاً حکم تھا کہ روزانہ خرچ سے زائد صدقہ کر دین تو انکا وجوب نہین رہا مگر بطور نفل انمین خرچ کرنے سے ثواب جمیل باقی ہے اور یہان کلام وجوب مین نہین ہے بلکہ خرچ مین ہے۔ ہان یہان یہ سوال ہوتا ہے کہ قولہ ینفقوا بصیغہ خبر بمعنے امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہے پس صرف زکوٰۃ مفروضہ پر ہوگا اور اگر عموم لیا جاوے تو بطریق عموم مجاز یہ معنی لینا چاہیے کہ خرچ کرو مال کو ہر رزق مین سے ہر ایک کو اسکے طریقہ پر یعنی زکوٰۃ کو بطور وجوب کے اور نوافل صدقات کو بطریق نفل کے سِرًّا وَّعَلَانِيَةً۔ پوشیدہ و ظاہر پس بعض نے کہا کہ پوشیدہ صدقہ نفل ہے اور علانیہ صدقہ فرض ہے اور اولےٰ یہ ہے کہ ہر ایک پوشیدہ و ظاہر ہوتا ہے ولیکن علمائے حنفیہ کے نزدیک زکوٰۃ علانیہ بہتر ہے تاکہ لوگون کو نصیحت ہو اور واضح ہو کہ خفیہ دینے کا جواز صرف زکوٰۃ نقد مین ہے اور عشر کو سلطان کو ادا کرنا چاہیے ولیکن اصح یہ ہے کہ زکوٰۃ السوائم بھی خفیہ دینے سے عند اللہ ادا ہو جائیگی اور علماء رحمہم اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جو شخص اپنی ذات پر ریاء کا خوف کرے وہ پوشیدہ ادا کرے اور جو کوئی یقین پر مضبوط اور مستقیم ہوا اسکو علانیہ دینا بہتر ہے کہ ایک صدقہ کا اور دوسرا لوگون کی ہدایت کا دو ثواب حاصل ہون اور بعضے علماء نے کہا کہ خفیہ مین بھی دوسرا ثواب یہ ہے کہ فقیر علانیہ زیردست نہین ہوا اور حدیث صحیح مین ایسے صدقہ دینے کی کہ بائین ہاتھ کو دائین ہاتھ کی خبر نہ ہو بہت فضیلت وارد ہے لہٰذا محققین نے کہا کہ ہر ایک مذموم ریاء وغیرہ کا لحاظ کرکے نیت کو خالص کرنے کے بعد خفیہ و علانیہ برابر ہین اور یہ امر محقق ہے کہ اخلاص کے ساتھ خفیہ یا علانیہ خرچ کرو۔ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ۔ پہلے اس سے کہ وہ دن آوے۔ لَّا بَيۡعٌ فِيۡهِ وَلَا خِلٰلٌ۔ اسمین نہ بیع ہے اور نہ خلت ہے۔ علماء نے کہا کہ مراد اس سے روز قیامت ہے کہ وہان بیع نہ ہوگی۔ ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا یعنے فدیہ نہوگا اور اسکو بیع اس وجہ سے کہا کہ آدمی کا نفس جو گرفتار عذاب تھا اُس کو فدیہ دیکر عذاب سے رہا کرے پس دنیا مین یہ نافع ہوگا جبکہ ایمان ہوا اور آخرت مین کچھ فدیہ قبول نہوگا حالانکہ وہان فدیہ ہی اُس کے پاس نہوگا اور خلال مصدر بمعنے مخاللت ہے یعنے باہم دلی دوستی۔ واحدی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہ تمام اہل اللغۃ کا قول ہے اور ابو علی فارسی رحمہ نے کہا کہ خلال جمع خلت مانند قلال جمع قلہ و برام جمع برمہ۔ حاصل آنکہ قیامت کے روز نہ بیع کا وجود ہوگا کہ گناہگار قصوروار کچھ فدیہ دیکر اپنے

له اس سے معلوم ہوا کہ [illegible] ۱۲

نفس کو عذاب سے رہا کرے اور نہ وہان جسمانی خواہشون سے جو دلی دوستی باہم ہوتی ہے اسکا وجود ہوگا کہ ایک دوست سے دوسرے دوست کو امید ہو۔ وقال تعالےٰ لا خلۃ ولا شفاعۃ مترجم کہتا ہے کہ کلام کی بلاغت مطالعہ کرو کہ مقصود یہ ہے کہ ایمان والے نماز قائم کرین اور صدقات خالص نیت سے ادا کرین قبل اسکے کہ ان اعمال کا وقت باقی نہ رہے اور وہ وقت ابھی موجود ہے یہانتک کہ وہ دن آجاوے کہ جسمین بیع و خلال کچھ نہین ہے لیکن غور کرو تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وقت تو آدمی کے مرتے ہی جاتا رہتا ہے قیامت کا انتظار ضرور نہین ہے لہٰذا حدیث صحیح مین ہے کہ جو مرا اس کی قیامت قائم ہوگئی پس اسمین اشارت ہے کہ قبل قیامت کے آدمی کو اسکے لوگون کی ملاقات و دعا سے بھی انتفاع پہونچتا رہتا ہے اور آخری حد قیامت ہے اور نصیحت ہوگئی کہ اسلام سے گناہ سابق سب معاف ہو جاتے ہین اور دوزخ مین ہمیشہ مردود نہ رہیگا لیکن اعمال کے قصور پر مواخذہ ہوگا اور جب اسلام کے ساتھ مواخذہ موجود ہے تو کافر لوگ ہوش مین آوین کہ جہان بیع و خلت کچھ نہین ہے وہان انکا ٹھکانا سوائے جہنم کے کہین نہوگا اب معلوم ہوگیا کہ قولہ لم کی صفت مین قولہ لا بیع فیہ ولا خلال حاصل مین بعض عارفانہ مدارک کی تعلیم اور عموماً کفار کو نصیحت ہے کہ وہان فدیہ نہین اور خلت ندارد ہے پھر قولہ من قبل الخ کا تعلق بعض نے کہا کہ انفاق مال کے ساتھ ہے بقرینہ بیع کے یعنے مال اس زندگی مین خرچ کرو اور نفس کو عذاب سے بچاؤ کہ قیامت مین نہ مال نہ بیع نہ فدیہ۔ اور بعض نے کہا کہ اقامت نماز و انفاق دونون کے ساتھ اولےٰ ہے اور مقصود یہ ہے کہ بیع کے شغل اور دوستی کے رسوم مین اوقات و عہود ضائع مت کرو بلکہ نماز و طاعات کو مقدم رکھو اور بیع وغیرہ فانیات ہین کہ وہان انکا وجود نہین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ مومنون مین وہان باہم دوستی ہونا بہت کثرت سے نصوص صریحہ نے ثابت فرمایا ہے اور یہان وہم ہوتا ہے کہ نہوگی تو جواب یہ ہے کہ صاف تقریر کر دی گئی کہ یہ بیع و خلت بمقتضائے قوائے جسمانی ہے اور اصل اسکی شہوت نفس ہے اور جو شخص دنیا مین تبہ کار فاسق رہا وہ اسی حال پر موت کے بعد رہیگا گویا پتھر ہو کہ اسمین تغیر نہین ہے اسیوجہ سے سوال منکر و نکیر کی حالت مین اگرچہ اسکو بے ایمانی ظاہر ہو جاوے کچھ تبدیل نہین کر سکتا ہے اور چونکہ اصل اسکی ایک فانی چیز کے ساتھ ہے تو مرتے ہی فنا ہو گئی جیسے عشق شہوت کا حال ہے کہ بڑھاپے مین یا یکایک معشوق کے بدصورت ہو جانے سے زائل ہو جاتا ہے تو اس دوستی کا کچھ بھی اثر وہان نہوگا بخلاف مومنین کے کہ وہان محل خلت الحب فی اللہ و اللہ تھی اور نورانی قلوب سلیم باقی ہین تو انکی خلت بھی باقی ہے مگر یہ ایسے لوگ ہین کہ انھون نے فدیہ بیع کی مجال نہین رکھی بلکہ موافق حکم کے کمال محبت سے نماز قائم کی اور انفاق کیا اور پھر بھی شرمندہ رہے کہ کچھ نہین کیا بلکہ جو کچھ ہوا وہ رب ذوالجلال کے فضل و رحمت سے ہوا اسی واسطے حق تعالےٰ نے فرمایا۔ الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا المتقین یعنی باہم گاڑھے دوست اس روز ایک دوسرے کے ساتھ دشمن ہونگے سوائے متقین کے کیونکہ خلت تقوےٰ امر باقی کے ساتھ دائمی ہے اور خلت کفار و فساق ایک امر فانی سے متعلق فانی ہے اور اسی سے تجھکو ثابت ہوگا کہ آخری کلام کا مفاد اہل ایمان کے لیے نصیحت و ازدیاد نور ہے اور کافرون کے لیے تہدید و تنبیہ کا ظہور ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ الم تر الے الذین بدلوا نعمۃ اللّٰہ الآیہ اسمین اشارت ہے کہ نعمت الٰہیہ عقل و علم و استعداد ان سب کو بھی انھون نے تبدیل کیا چنانچہ عقل کے بجائے غباوت اور بجائے علم کے جہل اور بجائے استعداد حصول نور ایمان کے تاریکی اندھادھند شرک و کفر کو رکھا اور جانورون مین محل عقل و علم خلقی نہونے سے یہ لوگ اپنے نفس و شیطان کی پیروی مین جانورون سے بلکہ خوک و سگ سے بھی بدتر حالت مین ہوئے حتیٰ کہ جاہلانہ درجہ سے ساقط ہوکر پتھرون و کنکرون و درختون کے بندے بنگئے چونکہ انمین فاسد استعداد شرک و کفر سے نوبت سے زیادہ بدتر حالت تھی تو پتھرون وغیرہ مین استعداد اپنی سے اعتدر بالا تر دیکھتے تھے کہ انکے سامنے سر جھکانے اور بندگی کرنے مین انکو کچھ بھی تکلف نتھا شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعہ نے فرمایا کہ جہل وہ ہے جسنے نعمت الٰہی سے طرح طرح کے گناہون کا کام لیا پھر اللہ تعہ نے کافرون کو متنبہ فرمایا کہ تم مین تمام مخلوقات سے زیادہ اعلےٰ استعداد ظہور قدرت ہے جس سے ایسا عالی معرفت تمہارا حصہ تھا غور کرو اور ڈھونڈھو فقال اللہ تعالےٰ عز و جل

اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ

اللہ وہ ہے جسنے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو اور اُتارا آسمان سے پانی پھر اُگایا اس سے

الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

پھلون مین سے　تمھارے رزق کے لیے　اور تابعدار کر دیا تمھارے لئے کشتی کو کہ روان ہو　سمندر مین　اسکے حکم سے　اور تابعدار کر دیا

الْاَنْهٰرَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝

تمھارے لیے دریاؤن کو　اور مطیع کر دیا تمھارے لیے سورج کو　اور چاند کو　ایک عادت پر چلتے مین　اور مسخر کر دیا تمھارے لیے رات　اور　دن کو

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ　ع ۱۵

اور دیا تم کو　ہر ایک اس چیز سے　جو تم نے　مانگی　اور اگر تم شمار کرو　اللہ تعالے کی نعمتین　تو انکو گھیر نہ سکوگے　بیشک آدمی تو بڑا

لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝

ظالم　ناشکرا ہے

اللہ تعالے بندون پر اپنی نعمتین اظہار فرماتا ہے اور چونکہ بحکم حدیث صحیح کے آدمی اسکی طرف جھکتا ہے جو اسکے ساتھ احسان کرے تو اس راہ سے انکو اپنی جانب بلاتا ہے اگرچہ اولیاء اللہ کہتے ہین کہ معرفت کے بعد آدمی بہت شرمندہ ہوجاتا ہے کہ اس نے اللہ تعالے کی نعمتون کی وجہ سے اللہ تعالے سے محبت کی پھر اسکو پایا حالانکہ یہ حیاء و شرم کی بات ہے بلکہ اللہ تعالے حق عز و جل کے واسطے ہر ایک چیز سے التفات کرنا چاہیے تھا اسی واسطے حدیث مین ہے کہ جس نے اللہ تعالے ہی کے لیے دوسرے سے محبت کی اور اللہ تعالے ہی کے واسطے دوسرے سے عداوت کی اور اسی کے لیے دیا اور اسی کے واسطے نہ دیا تو اُس نے اپنا ایمان پورا کر لیا پس نعمت بتلا کر نعمت دینے والے کی طرف بلایا ایسے جاہلون کے لیے یہ طریقہ مقرر کیا گیا جو انھین محسوسات و فانی چیزون پر مرتے ہین اور جب ان چیزون سے بہت محبت کرتے ہین تو جب سمجھ جاوین کہ انکا دینے والا کون ہے تو ضرور اس سے محبت کرنے لگینگے اور جب اس کی طرف دل لگاوین تو آخر اسکو پہچان جاوین گے اور اسوقت انکو معلوم ہوگا کہ ہم کس جہالت مین پڑے تھے لہذا فرمایا۔ اَللّٰہُ وہ پاک ہے کہ تم سب اسکی مخلوق ہو وہی ہم سب کا خالق مالک ہے تم سب فانی ہو وہی باقی دائمی ہے جس نے اس کی رضا کے ساتھ زندگی پائی وہ بھی ہمیشہ باقی ہے اور ابتداء یا انتہاء یا زندگی یا موت یا راحت یا عذاب جو کچھ بات تم خیال کرو سب اسی کی پیدا کی ہوئی چیزین ہین اسکی ذات کوئی خیالی بات کوئی نقص عیب ہو سب سے وہ پاک ہے ابتدا انتہا کوئی اس کی ذات سے متعلق نہین کیونکہ عقل انسانی مخلوق ہے اور جو کچھ اسمین خیال پیدا ہو وہ ادنے مخلوق پس حضرت خالق عز و جل کی شان مین ابتدا یا انتہا ایجاد ہام تمھاری عقل و قیاس مین پیدا ہون وہ یقینی مخلوقات ہین جن سے خالق عز و جل پاک ہے پس لازم و فرض ہے کہ تم اسکی معرفت اسی کی وحی فرمانے سے پاؤ اور خالق عز و جل سے منکر ہونا گناہ عظیم ہے جسکی سزا بہت سخت ہے پس اس نے دوسرا افضل عظیم فرمایا کہ رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر وحی نازل فرمائی اور اپنی معرفت بتلائی کہ اللہ۔ اَلَّذِیْ اللہ وہ پاک ہے جس نے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ پیدا کیا آسمانون و زمین کو۔ آسمان تمھارے دیار کی چھت بنائی اور چھت سے ارزاق و آثار بقدرت عجیبہ ظاہر فرمائے۔ اور زمین تمھارے لیے فرش کر دی اور اس مین سے طرح طرح کے عجائب تمھارے لیے پیدا کیے وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اُتارا آسمان سے پانی۔ واضح ہو کہ عجائب قدرت مین سے ایک یہ ہے کہ اسی سقف محفوظ آسمان سے پانی اُتارا۔ یہان دو مقام ہین اول یہ کہ جو لوگ علم طبعیات سے بحث کرتے ہین وے پانی کی پیدائش اسطرح بیان کرتے ہین کہ ہر جسم تر سے ابخرات ہمیشہ اڑا کرتے اور جاڑون مین بسبب سردی کے دھوئین کی طرح محسوس ہوتے ہین اور اوپر چڑھکر جمع ہو کر بسبب زیادہ سردی کے اولا پالا مینہ ہوجاتے ہین اور بعضے مقامات پر بادل زمین کے قریب اڑکر مکانون مین کپڑے وغیرہ بھگو دیتے ہین پس ان لوگون کو سمجھانا چاہیے کہ کلام حق مین جو وارد ہے کہ آسمان سے پانی اُتارا اسکے کیا معنے ہین واضح ہو کہ اللہ تعالے نے دوسرے مقام پر فرمایا بقولہ عز و جل

الم تر ان اللہ یزجی سحابا ثم یولف بینہ ثم یجعلہ رکاما فتری الودق یخرج من خلالہ وینزل من السماء من جبال فیہا من برد فیصیب بہ من یشاء ویصرفہ عمن یشاء یکاد سنا برقہ یذہب بالابصار یقلب اللہ اللیل والنہار ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار یعنے اللہ تعالے سحاب کو اٹھا کر اس مین میل کر کے تہ بتہ کر دیتا ہے اسکے درمیان مین سے ودق نکلتی ہے الے آخرہ پس بعض مفسرین متکلمین نے کہا کہ ممکن ہے کہ سحاب کا ظہور ان ابخرات سے ہو جو اجسام تر سے پیدا ہوتے ہین اور اس کی بحث پوری بیان کر دی اور مترجم کہتا ہے کہ کلام الٰہی عز و جل کی تفسیر مین رعایت خیالات عوام کے جسطرح لائق ہے اسی طرح یہان آہستہ تقریر سے عالم خلق و امر یعنے عجائب صنعت الٰہیہ سے بھی بحث چاہیے ہے کیونکہ عوام کی نظر عالم اسباب پر زیادہ ہوتی ہے پس مین کہتا ہون کہ یہ آیت کریمہ کامل معجزہ و صدق نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ جن لوگون نے اپنی تمام عمر کو اسباب مین غور و فکر کرنے اور تمام حواس و عقلی قوت کو اسمین صرف کرنے مین ضائع کیا انکو اسپر بڑا فخر تھا کہ تمام روے زمین کے لوگ جاہل اور ہم طبعیات کے عالم علیم ہین اور تمام دنیا سے زیادہ عرب کو جاہل جانتے تھے جنھین لکھنا پڑھنا گویا اعجوبہ چیز تھی پھر دیکھو کہ کسطرح پوری تحقیقات کو آیت بلکہ آدھی آیت مین ختم فرما دیا کہ بڑا حکیم فلسفی منھ دیکھتا ہے پھر فلسفی پر وارد ہوتا تھا کہ ہوا ہمیشہ عادت کے موافق ایک رُخ پر جاتی ہے تو اجتماع ابخرات ضرور نہایت مناسب ایک رخ پر ہونا چاہیے اور سردی و گرمی کے تغیر کے سبب سے مینہ ہوجانے مین بھی تغیر چاہیے حالانکہ اکثر مسبب اپنے سبب کے خلاف ہے اور بڑا سخت اعتراض یہ ہے کہ اجتماع ابخرات سے جو پانی برستا ہے اپنی اپنی خاصیت مین ایک نوع پر ہے پس برسات کے دو موسم لازم تھے ایک بعد جاڑے کے اور ایک بعد گرمی کے بلکہ کوئی وجہ نہ تھی کہ اجتماع ابخرات سے مینہ بطور ایک موسم کے پیدا ہوتا اور محض بلا دلیل ہے کہ ایام برسات سے پہلے جو حالت اجتماع کی موجود ہوتی ہے اس کو ماہ بارش مثلاً ساون سے کوئی نسبت نہین ہے کہ ایک بے شعور چیز جسکو فلسفی کہتا ہے اس موسم مین اس شعور پر ہوجاوے کہ وہ ماہ بارش ہے یا کسی حال مین قحط پر ہوجاوے کہ ایک قطرہ نہین برستا اور نیز کوئی وجہ نہین ہے کہ یہی ابخرات کا پانی خلاف ہر موسم بلکہ موسم سے دو ہفتہ پہلے کچھ بھی مفید نہین ہوتا بخلاف موسم کے یکایک قوائے نامیہ نباتات جوش کے ساتھ اُبلتے ہین اور وہ پانی انکے لیے حیات ہوجاتا ہے۔ غرضکہ دلیل اس مقام پر قطعی ہونی چاہیے اور فلسفی جو دلائل لاتا ہے وہ گمان ہین اور جو وجوہ پیش کیے گئے انمین مختلف آثار سیارات کا اجتماع اور مختلف اسباب ارضی یا کرہ مارض و آفتاب کے دورہ مین مقابلہ سے موسمی اثر کا اختلاف وغیرہ سب تخمینہ ہے کوئی دلیل میسر نہین آئی اور اگر آخری سوال اس ترتیب مین واقع ہو کہ یہ کیون ہوتا ہے اور اگر اسوجہ سے ہو تو اسوجہ کا وجود کیون آخر سلسلہ پر فلسفی کو اقرار سکوت کرنا ہوگا اور یہین سے ظاہر ہوا کہ حق عز و جل نے صحیح فرمایا ہے کہ آدمیون مین سے بہت زیادہ حصہ وہ ہین جو گمان و تخمینہ کی پیروی کرتے ہین۔ اب تحقیق حق یہ ہے کہ اللہ تعالے عز و جل نے عالم اسباب مین پیدا کرنا ہر جاندار و بیجان حتے کہ افعال کا فقط اپنی قدرت مین رکھا ہے اور کمتر ایسا ہوتا ہے کہ جو اسباب مقرر فرمائے ہین انسے تجاوز کیا جاوے بلکہ ہر ایک چاند و سورج اس قدرت کاملہ کی قوت سے برابر اپنی رفتار پر ہین پس جس نے یہ کہا کہ اسباب درمیانی بذات خود موثر ہین وہ گمراہ نادان ہے اور جس نے یہ زعم کیا کہ اسباب سے کوئی اثر نہین اور نہ انکا علم کچھ مفید ہے واسطے کسی چیز کے جاننے کے تو یہ بھی سفسطہ ہے حتی کہ ہر ایک طاعت و عبادت و ترقی اسلام کے وسائل بدرجہ کامل محمود ہین اور اس سے تقدیر سے منافات نہین ہے اور نہ کلام اولیاء سے جو کہتے ہین کہ اسباب پر نظر کرنا شرک ہے کیونکہ انکی مراد یہ ہے کہ اسباب کو موثر خیال کرنا شرک ہے اور یہ صحیح ہے کیونکہ اصلی قدرت اسباب مین نہین ہے و لیکن جب کبھی چاند کے گرد ہالہ دیکھکر گمان کیا جاوے کہ ہوا مین برودت ہے اور پانی برسنے کی علامت ہے تو بارہا یہ امر صحیح ہوگا لیکن ضروری ہے کہ اسکو ظن قیاس تخمینہ وغیرہ کہا جاوے جب یہ معلوم ہوا تو مین کہتا ہون کہ ابخرات و ہوا و سردی زمہریری سب اسباب ہین اور ان اسباب کا پیدا ہونا پھر انسے سحاب اور بجلی اور بارش کا ہونا اور تمام اسباب کا ایک خاص فصل چار ماہ کے لیے مہیا ہو کر رات دن برستا اور اس پانی مین ایک خاص قوت کہ زمین کے قوائے نامیہ کو زندگی ہو اور زمین کے لیے بعد تھوڑے دنون تک تپ لینے کے اس سے جوش جدید و نمو ہونا یہ سب امور اس قدرت حقیقی کا ظہور ہین اور جب

کبھی اسکی مشیت اُسکے خلاف ہوتی ہی کچھ نہین ہو سکتا اب غور سے دیکھو کہ اللہ تعالےٰ نے قولہ الم تران اللہ یزجی سحابا الآیہ مین اسباب کو ذکر فرمایا اور نسبت پیدا کرنے کی اپنے ہی ساتھ مخصوص فرمائی اور قولہ انزل من السماء ماء مین بھی اپنی ہی طرف نسبت فرمانا اسی مانند وجوہ سے ہی جو اوپر مذکور ہوئین اسی واسطے حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان سے پانی برسایا تو دو فریق ہوئے ایک گروہ بندون کا کہنے لگا کہ فلان ستارہ اور تحویل سے ہم پر پانی برسا تو یہ اللہ تعالےٰ سے کافر اور ستارہ کا مومن ہی اور دوسرا گروہ بولا کہ ہم نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے پانی پایا تو یہ اللہ تعالےٰ کا مومن اور ستارون سے منکر ہی یعنے اللہ تعالےٰ نے اسباب پیدا فرمائے ہین اور ان اسباب کا جاننا مذموم نہین ہی بلکہ بقول امام غزالی علیہ الرحمہ کے مرد عاقل کو انکے جاننے سے اللہ تعالےٰ کی معرفت مین اچھا قدم راسخ حاصل ہوتا ہی ولیکن جو کوئی انھین اسباب تک جا کر ٹھہر گیا وہ نادان خام رہا کہ اصل سے اسکو ہنوز وقوف نہین ہی اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ راہ مستقیم اس درمیان مین قدیم عقل کے ساتھ ہی اور دونون طرف افراط و تفریط ہی۔ اب مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ قولہ تعالےٰ انزل من السماء ماء اُتارا آسمان سے مینھ۔ سماء کے اگر معنے سحاب لو تو صحیح ہی اور مراد یہ کہ سحاب سے اس نے مینھ برسایا کیونکہ تجھے معلوم ہو گیا کہ اس کی قدرت ہر دم ہر لحظہ ایسی محیط ہی کہ جیسے قوت باصرہ آنکھ کی ہر نظر کے لیے اصل ہی پس اصلی پیدائش ابتدا سے سحاب تک اسی نے فرمائی پھر سحاب سے تمھارا مقصود پیدا کر دیا اور اگر سماء بمعنے آسمان لیا جاوے تو بھی صحیح ہی کہ آسمان سے مینھ اتارا کیونکہ ہم بیان کر چلے کہ اصلی علت اس کی قدرت ہی جس سے مینھ کا پانی دریا نون سے جدا الگ ہی یعنی مینھ دائمی مینھ سے جدا ہوتا ہی اور یہ قوت اسی کی طرف سے پیدا ہوئی ہے اور اس نے فرمایا ہی کہ یدبر الامر من السماء الی الارض۔ تدبیر فرماتا ہی امر کی آسمان سے طرف زمین کے یعنے یہ حکم معلوم کہ اسکو تکوین کا امر آسمان سے ہی اور اسمین گفتگو کو مجال ختم ہو جاتی ہی جیسے کوئی کہے کہ سورج دو کیون نہوئے یا چاند دو کیون نہوئے یا ہر زمین پر ہر طرح کا میوہ کیون نہوا یا قطعات یکسان کیون نہوئے غرضکہ جہان عالم اسباب کے درجہ بدرجہ ترقی ہو کر گزرتے گزرتے انتہا اسکی ذات و صفات کی طرف آجاتی ہی وہان اختتام ہو جاتا ہی ورنہ دنیا مین کوئی فرد نہین جو کسی مذہب و اعتقاد پر ان سوالات کا جواب دیوے پس باعتبار اصلی علت تکوین کے جو کہ امر الٰہی ہی جس سے اس مینھ مین قوت خاصہ آتی ہی وہ آسمان سے بجانب زمین ہی پس آسمان سے اس نے پانی اُتارا۔ فاخرج بہ۔ پس نکالا اُگایا اس پانی کے ساتھ من الثمرات پھلون مین سے۔ اگر من بیانیہ ہی تو معنے یہ کہ طرح طرح کے پھل و اقسام اقسام کے میوے و ترکاریان پیدا کین۔ اگر کہا جاوے کہ بحکم وجعلنا من الماء کل شیء حي۔ ہم نے پانی سے ہر ایک چیز کو زندہ بنایا ہی سب ہی چیزین اس سے پیدا ہوئی ہین تو ثمرات کی خصوصیت کیا ہی تو جواب یہ کہ یہان آدمیون پر احسان مقصود ہی بقولہ تعالےٰ رزقا لکم۔ یعنے تمھارے رزق کے لیے۔ اور لام یہان خصوصیت کا نہین بلکہ نفع کے معنے مین یعنے تمھاری منفعت کے لیے ثمرات کے انواع و اقسام پیدا کیے۔ اس سے بہت سے مسائل و فوائد حاصل ہوتے ہین اول یہ کہ کاشتکاری کے فنون و آلات اور زمین کے لیے تردداتِ ضمناً مباح ہین کیونکہ بغیر انکے پیداوار نہین ہوتی ہی اور جو چیز کہ بغیر دوسرے کے حاصل نہو وہ بھی ضمن مین ثابت ہو جاتی ہی حتے کہ اگر اصل واجب ہو تو واجب اور مباح ہو تو مباح ہوتی ہی۔ دوم یہ کہ ثمرات سے انتفاع حاصل کرنا مباح ہی وقد قال تعالیٰ کلوا من الطیبات واعملوا صالحا اور کلوا من طیبات ما رزقنکم۔ اور اعمال صالحہ کے افراد تو بے شمار ہین ولیکن انواع اسکے چار ہین ایک جمہوری سلطنت کا عدل و انصاف و کافرون ظالمون کا دفع کرنا و اسکے اسباب حتی کہ تمام مسلمانون مین سے ہر فرد پر اسمین کوشش کرنا اعمال صالحہ مین سے ہی دوم ہر شہر و محلہ اور ہر قوم و جوار کے حقوق اور اسمین مشترک عدل و تعلیم و رعایات حقوق و اصلاحات ہین اور سوم تدبیر منزل حتے کہ اپنے اہل و عیال و خدام کے ساتھ نیک برتاؤ چنانچہ فرمایا خیارکم خیارکم لاہلہ بہت نیک تم مین سے وہ ہین جو اپنے لوگون کے لیے بہتر ہون۔ اور چہارم تدبیر شخصی اور یہ سب پر مقدم ہی یعنے اپنی ذات کو علم و عمل سے درست کرے فرائض و واجبات حقوق الٰہیہ سے اور تمام حقوق اہل و عیال و محلہ و قوم و سلطان و تمام مسلمانون اور حقوق تمام مخلوقات حتے کہ جو لوگ مسلمان نہون انکی بہتری کہ عدل و ظلم سے سکین و عذاب سے بچین جیسے کوئی اپنی اولاد کو

نہین چاہتا کہ جہنم مین جلے اور حتی کہ جانورون سے کہ کوئی ایذا نہ پاوین یہ سب اعمال صالحہ و حقوق ہین اور یہ شکر یہ ہین ثمرات کے اباحت و انتفاع کا۔ وسخر لکم الفلک لتجري في البحر۔ اور مطیع ارادہ کر دیا تمھارے لیے کشتی کو تاکہ روان ہو سمندر مین یعنی جن اسباب سے تمھاری خواہش جہاز چلنے مین پوری ہوتی وہ اسباب تم کو دیے اور جہاز ایسی شکل سے کر دیا کہ جسطرح تم چاہو تمھاری خواہش کے موافق روان ہو۔ اس سے پھلون و اناج وغیرہ کی تجارات اور جہاز چلانا اور اس کی ترتیبین وغیرہ مباح اور موجب ثواب عظیم ہوئین کیونکہ بندگان خدا کے آرام و آسایش کے لیے جو مباح ذریعہ ہو حتی کہ اسی ذیل مین توپ و بندوق وغیرہ اسباب حرب و حفاظت بھی ہین انمین ثواب و صلاح ہی اور علم طب وغیرہ اسی مین شامل ہی بلکہ بعض صورتون مین عالمون کے لیے سوائے فرض و واجب کے یہ کام دیگر عبادات پر افضل ہی۔ اگر کہا جاوے کہ جب محیط قدرت تو یہ ہر شخص و ہر چیز کے ساتھ ہی تو یہان کشتی جاری ہونا ہماری تسخیر مین کر دیا جواب یہ کہ ہماری تسخیر مین اسی طرح کر دیا کہ آخری احاطہ کہ جس سے وجود فعل ہوتا ہی اپنی ہی قدرت مین رکھا بقولہ تعالےٰ۔ بامرہ اپنے حکم سے یعنی جریان کشتی اپنے حکم پر رکھی اور معلوم ہو چکا کہ یہ امر وہی آسمانی ہی جس سے وجود فعل ہوتا ہی وسخر لکم الانھر اور مسخر کر دیے تمھارے لیے دریا۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اس سے مراد یہ کہ ہر طرح کے فوائد حاصل کرنے کے لیے۔ اقول یہ اسوقت ہی کہ بحر و انہار باہم ایک دوسرے پر بولے جاتے ہین تو اول خصوصیت کشتی کی پھر عموماً ہر فائدہ کے لیے تسخیر بیان فرمائی اور ظاہر انہار دریا ہین کہ انسے جہاز یا کشتی دخانی وغیرہ اور نہرین کاٹنا اور پانی سینچنا وغیرہ فوائد حاصل ہوتے ہین۔ وسخر لکم الشمس والقمر دائبین اور مسخر کر دیا تمھارے لیے سورج اور چاند کو در حالیکہ دونون ایک طریقہ پر برابر چلتے ہین اور ہزار دن فوائد جو دونون سے حاصل ہوتے ہین ذرا غور سے معلوم ہوتے جاتے ہین از انجملہ پھلون کا پختہ ہونا دونون کے اثر سے ہی اور موسم کا ظہور فقط سورج سے اور حساب کا تعلق قمر سے ہی۔ قال المترجم اس زمانہ مین لوگ اعتراض کرتے ہین کہ اس زمانہ مین تحقیق کیا گیا کہ آسمان تو دوربین سے نظر ہی نہین آتا اس کا تو وجود ہی نہین ہی اور سورج اپنے مقام پر ساکن ہی اور زمین آفتاب کے گرد متحرک ہی پس اسکا اپنے محور پر دورہ تو رات و دن ہی اور اس مین زیادتی و کمی آفتاب کے محاذات بیضاوی دورکی وجہ سے ہی اور اسکا اپنے بیضاوی محور پر دورہ وہی شمسی مہینہ و خاتمہ سال ہی اور جسقدر لوگ اسوقت انگریزی یا نیچیر تعلیم یافتہ ہین سب اسی کے معتقد اور قرآن مجید کو خلاف حق سمجھتے ہین حالانکہ معقولیات کا تو اسی قدر تھا کہ عام لوگ جسطرح چاہین یقین کرین کہ یہ سب یقینیات جس نے دین اور جس نے پیدا کین اسپر ایمان فرض ہی اور اس سے کفر ایک سخت بدتر گناہ ہی اور مقصود یہان تحقیق فلسفی نہین تاہم مین ان لوگون کی نادانی پر افسوس کرتا ہون اور ثابت کرتا ہون کہ حق وہی ہی جس سے یہ لوگ انکار کرتے ہین چونکہ سوال مین آسمان کا ذکر آگیا اور یہان اسکے ثابت کرنے کی ضرورت نہین ہی لہذا مین اس طول دلیل کو ترک کرتا ہون صرف اسقدر کہے دیتا ہون کہ تمھاری یہ دلیل کہ دوربین سے نظر نہین آتا اسوجہ سے نہین ہی اسوقت یقین کے قابل ہو کہ قوائے روحانی و قوت باصرہ وغیرہ کل چیزین دوربین سے حتی کہ ہوا بھی نظر آتی ہو لہذا انکو نظر نہ آنے سے کیونکر یہ یقین ہو جاوے کہ نہین ہی اور جیسے ہمالیہ کی چوٹی کا برف نظر نہ آنے سے یہ لازم نہین کہ اسکا وجود ہی نہین ہی اور دوم یہ کہ عکس نیلگون دریا وغیرہ ہر جگہ پانی مین نظر آتا ہی یہ آسمان نہین تو کس چیز کا عکس ہی ثابت کرو پھر ہم دلیل سے آسمان کا وجود ثابت کرینگے۔ اب رہا جواب یہان اس امر کا دیا جاتا ہی کہ تم کہتے ہو کہ زمین گرد آفتاب کے متحرک ہی مین کہتا ہون کہ اس صورت مین آفتاب کو یا مرکز ہی اس دائرہ کا جسپر زمین اسکے گرد متحرک ہی اور آفتاب زمین کی بہ نسبت بہت بڑا ہی حتی کہ وہ مثلاً تو زمین ایک متر ہی اور نصف قطر اس دائرہ کا وہ ہوگا جسقدر آفتاب سے زمین دور ہی اور وہ نو کرور پچاس لاکھ میل یا جیسا کچھ لکھا گیا اور پورا قطر دائرہ کا دو چند ہوا یعنے انیس کرور اور قطر اور دائرہ مین تقریباً سات و بائیس کی نسبت ہی تو محیط اس سے سہ چند زائد ہوا یعنے ستاون کرور میل اور زمین کا محیط ظاہر ہی کہ بہت کم ہی صرف چار ہزار میل کے قریب ہی اور تم ہو صرف تین سو ساٹھ دن مین دورہ پورا بتلاتے ہو حالانکہ اسقدر دنون مین صرف چودہ لاکھ سے کچھ زائد میل طے ہونے مین جو

ایک کو رکھی نہوا اس سے صاف ظاہر ہوا کہ یہ محض غلط اور مجھے سخت تعجب ہے کہ ایسے بدیہی غلط امر پر اسقدر اصرار کس عقل کا مقتضا ہے اور کس تحقیق کی وجہ سے یہ دعویٰ ہے فاعتبروا یا اولی الابصار اب میں کہتا ہوں کہ اے لوگو ذرا غور سے سمجھ سے باتیں کرو کیا تمھاری دنیا تمکو اسی طور سے حاصل ہو سکتی ہے کہ تم حق و تحقیق باتوں سے منکر ہو جاؤ نہیں نہیں گناہ ایک چیز ہے اور انکار و کفر نہایت بدتر ہے پس حق یہی ہے کہ آفتاب متحرک ہے اپنے محور پر اور زمین ساکن ہے اور اسمیں کچھ شک نہیں ہے اور دلائل عقلیہ سے ثابت ہے کہ آفتاب کا تحرک اپنے آسمان کے تحرک کے ساتھ ہے اور ہم کسی مقام پر انشاء اللہ تعالیٰ عقلاً وجود آسمان کے دلائل ذکر کرینگے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اسی قدر حکم دیا کہ اس نے تمھارے نفع کے لیے آفتاب و چاند کو اپنے حکم سے ایک معمولی رفتار پر کر دیا ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کرتے ہیں۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔ اور تمھارے لیے رات اور دن کو مسخر کر دیا یعنے اس نے اپنے حکم سے رات و دن کو ایک ایسی پیدائش پر قائم فرمایا کہ تمکو انسے نہایت عظیم نفع اپنی جسمانی حیات میں حاصل ہے وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ۔ اور دیا تم کو ہر اس چیز سے جو تم نے اس سے مانگی۔ اور علماء نے کہا یعنے جو نہیں مانگی وہ دیں اور جو مانگیں وہ عطا کیں۔ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا۔ اور اگر تم شمار کرو نعمتیں اللہ کی تو ہرگز انکو نہ گھیر سکوگے۔ کیونکہ ہر ایک انسان کے اوپر کمال نعمت اول اسکی پیدائش ہے کہ محض عدم سے اس کو اپنے فضل سے پیدا کیا اور ابتدائے خلقت رحم مادر ہے وہاں رزق و قیام دیا پھر تاریکی اور بند ہوا کی قبر سے جسمیں تپش و گرمی تھی وضع حمل کے ساتھ نکالا اور اعضاء مستقیم و حواس و قوے معتدل و عیوب سے پاک بنائے اور ہر ایک مسام و رگ و پٹھے و جوڑ جوڑ میں ہزاروں حکمتیں اور منافع ہیں جنکا شمار عوام کی سمجھ سے باہر ہے اور مابعد کے حفظ و رعایت و رزق و علم و عنایت جہانتک آدمی غور کرے کبھی شمار میں نہیں لا سکتا ہے اور انھیں انعامات کے اندر جو باریک حکمتیں و عجائب قدرت و غرائب اسرار الٰہی ہیں ہر ایک کو قطعی و مدہ یقین دیتے ہیں جو اعتقاد صفات الٰہیہ تعالت و تقدست کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر تمام انبیاء و مومنین صالحین تا زمانہ حضرت خاتم المرسلین و آپ کی تصریحات سے تا قیامت مسلمین جانتے اور اپنے رب خالق عز و جل کو پہچانتے ہیں۔ (م) حاصل آیت یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر فرمائی ہیں مجمل شمار کرنا چاہو تو کسی وجہ اور کسی حال سے شمار نہ کر سکوگے پھر تفصیل کا کیا ذکر ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنے ایک عضو یا ایک حواس کی پیدائش میں جو منافع ہیں شمار کرے اور تمام عمر بلکہ بالفرض تمام زمانہ شمار کرے تو ہرگز اسپر قدرت نہ پاویگا پھر تمام نعمتوں کا کیا ذکر ہے اور جب یہ بات ہے تو ہر نعمت کا شکر درحقیقت ادا کرنے کی کون راہ ہے ہاں اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ رب العالمین سے شکر قبول فرمایا اور جیسے حدیث میں ہے کہ الحمد للہ حمداً یوافی نعمہ ویکافی مزیدہ چنانچہ فقہاء نے کہا کہ یہ تمام نعمتوں کا شکر ہے لیکن یہ قبولیت بھی نعمت عظیم ہے اسکا شکر کس زبان سے ادا ہو لہذا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ شکر اسی اللہ تعالیٰ کا جس نے شکر کی توفیق دی اور اس توفیق کی نعمت کا شکر مزید ہے اور ہر مزید نعمت کے لیے شکر ہے پس ہر نعمت و شکر اسی کا انعام ہے سلیمان التیمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنی شان کے لائق انعام کیا اور ان کی ہستی کے اندازہ پر انسے شکر قبول فرمایا۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے جانا کہ نعمت خالی اسکے کھانے پینے وغیرہ میں ہے وہ نہایت قلیل علم ہوا اور اسکا عذاب اسکے روبرو ہے۔ ابوایوب قرشی نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے التجا کی کہ اے رب اپنی ادنےٰ نعمت مجھے بتلا دے فرمایا کہ دم لو اور سانس روک لے فرمایا کہ یہ ادنےٰ نعمت ہے (دل) روایت ہے کہ قیامت کو آدمی کے تین نامۂ اعمال ہونگے ایک میں اعمال صالحہ دوم میں گناہ اور سوم میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پس فرماویگا کہ اس ادنےٰ نعمت کو حساب کر دیں اس نعمت سے فرماویگا کہ اپنی قیمت اسکے اعمال صالحہ سے لے پس وہ شخص سچے اندازہ پر اپنا پورا نامۂ اعمال صالحہ برابر کریگا وہ بھی ناقص رہیگا تو ہٹ کر وہ بندہ روتا ہوا عرض کریگا کہ قسم ہے تیری عزت کی کہ یہ نعمت کہتی ہے کہ میں نے اپنا ثمن نہیں پایا اور اب گناہ ہیں اور باقی نعمتیں سب ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ اسپر رحم فرماویگا تو حکم ہوگا کہ اے بندہ میں نے تجھے تیری نیکیاں کئی گونہ کر دیں اور تیرے گناہوں سے درگذر فرمائی اور اپنی نعمتیں تجھے بخشدیں۔ اور اثر میں آیا ہے کہ داؤد علےٰ نبینا و علیہ السلام نے کہا کہ اے رب میرے کیونکر میں تیرا

شکر ادا کروں کہ میرا شکر کرنا بھی تو تیری ایک عظیم نعمت مجھپر ہے پس ارشاد ہوا کہ اب اے داؤد تو شاکر ہوا جب تو نے ادائے شکر سے اپنے کو عاجز و قصور وار جانا (ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ) إِنَّ الْإِنسَانَ۔ بیشک آدمی۔ لَظَلُومٌ۔ بڑا ظالم۔ كَفَّارٌ۔ بڑا ناشکرا ہے۔ ظالم تو اس لیے کہ اول تو نعمت دینے والے کو پہچانتا نہیں اور دوسرے غافل اور تیسرے منعم حقیقی کو چھوڑ کر غیر کی طرف سے نعمت خیال کرتا ہے بلکہ اسی کا شکر گزار بنتا ہے اور چاہیے تھا کہ خالص اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت دیکھتا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے درمیانی کسی آدمی کے واسطے اسپر نعمت کی تو آدمی کا بھی شکریہ ادا کرتا کیونکہ حدیث میں ہے کہ لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس۔ جو آدمیوں کا شکر گزار نہو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار نہوگا۔ زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہاں آدمی سے خصوص کافر مراد ہے اور بعض نے کہا کہ خاص کر ابوجہل مراد ہے اور صحیح یہ ہے کہ کل آدمی مراد ہیں جو اسطرح اپنی جانوں پر وبال لاویں اور ظلم کریں۔ کفار اس لیے کہ ہر نعمت کا شکر در کنار اس سے انکار بلکہ دشمنی کرتے ہیں چنانچہ نہایت بڑی اور کمال درجہ کی نعمت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں دیکھو کسطرح اس نعمت کی قدر کرتے ہو۔ اور کفران نعمت ہی کفر کہلاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کرتے کہ اللھم اغفرلی ظلمی وکفری یا الٰہی مجھے میرا ظلم کرنا اپنی جان پر اور کفر کرنا بخشدے۔ کسی نے کہا کہ یا حضرت ظلم تو ظلم پھر یہ کفر کیا ہے فرمایا کہ ان الانسان لظلوم کفار یعنے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑا ظالم و بڑا کافر فرمایا ہے لہذا میں ظلم و کفر دونوں سے مغفرت چاہتا ہوں (دل) اللھم اغفرلی۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفراً۔ نعمۃ الٰہی یہاں عقل و علم و استعداد و جمال صورت اور ہیئت ہے پس کافروں نے عقل کو عبادت سے اور علم کو جہالت سے اور ایمان قبول کرنے کی استعداد کو شرک اور نفس شیطان کی طرف سے شک قبول کرنے سے اور جمال صورت کو گناہوں کی بدصورتی سے بدل ڈالا مترجم کہتا ہے کہ اہل الحق کے ۱۳۵۱ نزدیک فطری صورت انسان کی آدمی کی ہوتی ہے اور بوجہ معاصی کے قبیح ہو جاتی ہے چنانچہ حرامخوار و سودخوار و شہوت پرست بے ایمان کی صورت سور کے مانند اور شریر موذی میں سے بعض کی بندر کی اور بعض کی بھیڑیے کی اور اسی طریقہ سے بدلتی ہے اور حدیث میں مسخ کو اسی پر محمول کیا گیا و احیاء العلوم میں زیادہ تفصیل ہے شیخ نے کہا کہ کاش اس نعمت کے ساتھ عنایت ازلیہ بھی مساعد ہوتی وہ تبدیل سے حافظ ہوتی ہے اگرچہ ہزار بار کفر و معاصی کے سمندروں میں ڈوب جاوے۔ شیخ ابوعثمان رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ جاہل وہ ہے جس نے نعمتہائے الٰہیہ کو اسکی نافرمانیوں میں صرف کیا اور کبھی اسکی طاعت سے کام نہ لیا اور اسکا شکریہ ادا نہ کیا کیونکہ انکا شکر یہی ہے کہ نعمتوں کو طاعات الٰہی میں صرف کرے قولہ اللہ الذی خلق السموات والارض ارواح کے سماؤں و قلوب کی زمینوں کو پیدا کر کے آسمانوں کو انوار جبروت سے اور زمین کو انوار ملکوت سے آراستہ کیا۔ ان آسمانوں کی بلندی انوار ذات سے ہے اور ان زمینوں کا پھیلاؤ انوار صفات سے ہے قال المترجم اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کے مختلف دلوں کو باوجودیکہ ایک ہی جسم سے متعلق ہوتے ہیں مختلف قطعات زمین سے تشبیہ دی ہے ایک ہی تختہ ہے مگر کوئی زمین کا قطعہ شور ہے کوئی شیریں ہے کوئی اور طرح کا ہے کسی میں میوہ ہوتا ہے کہ دوسرے میں نہیں ہوتا غرضکہ زمین کی تشبیہ دلوں سے قرآن و حدیث میں صاف ظاہر ہے خصوص قولہ تعالیٰ والبلد الطیب یخرج نباتہ الآیہ قولہ وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قیومیت کی آسمانوں سے ارواح کی آسمانوں پر انوار تجلی کی امطار نازل فرمائے اور آسمانہائے ارواح سے زمین قلوب پر معرفت و توحید کی بارش فرمائی پس اس زمین عجیب سے وہ درخت پھلدار اگے جنکا میوہ محبت و شوق والفت و عشق و ادب ہے تاکہ بشر کو جسکا نام نفس مطمئنہ و عقل و سر باطن ہے غذا دیجاوے قولہ وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ۔ ارواح کے لیے مسخر کر دیا کہ قلوب کی کشتی میں سوار ہو کر بحر معرفت میں ازلیت و ابدیت کی سیر کرے اور نسیم شمال جسکا نام وجد ہے اس سے موافق ہو کہ بحر ذات و صفات سے اسرار و انوار حاصل کرے پس حق عز و جل تائید فرماتا ہے کہ اسی سے اسکی طرف وصول ہو قولہ وسخر لکم الانہار عقول کے واسطے مسخر کر دیا کہ افکار و اذکار کے انہار میں ملک ناپیدا کنار کی سیاحی سے انوار و اسرار حاصل کرے اور حق تعالیٰ نے سرزمین قلوب میں چشمہائے معرفت و محبت جاری فرمائے ہیں اور حکمت و شوق و صدق و اخلاص کی

تازگی سے عجائب شگفتگی ہے قولہ وسخر لکم الشمس والقمر دائبین۔ نور ایمان و نور معرفت و نور یقین و نور توحید اور نور محبت و شوق اور نور ہدایت و توفیق ایسے
آفتاب و ماہتاب ہیں جنکا شکر واجب اور انکی اصل وہ شروق مشاہدہ ذات وصفات ہے جو مشارق ارواح و عقول و قلوب سے نکلنے میں کبھی انکو غروب
نہیں ہے جنکی روشنی میں معارف و اسرار نظر آتے ہیں قولہ وسخر لکم اللیل والنہار نفس کا اندھیرا محل امتحان ہے اور قلب کی روشنی مقام عرفان ہے اور شب قہر پردہ
ہیبت ہے اور روز لطف ظہور معرفت ہے شب عتاب پردہ حجاب ہے اور کشف نقاب بصر و رآب ہے پس ارواح و قلوب و عقول و نفوس و اشباح جو رہنے والے
ہیں انکو اسرار فہم و علم و حکم و فطانت و حقیقت و معرفت و محبت و صدق و اخلاص و توکل و رضا سے تربیت فرمایا کہ کبھی اطمینان شب محل خلوت
میں کشف جلال صفات سے اور کبھی تجلیات ذات کی چکاچوندوں میں غرضکہ کامل کرم و کمال حکمت سے تاکہ اپنی نعمت تمام فرماوے اور ولایت و
کرامت کا درجہ بے نہایت و غایت عطا فرماوے اسی واسطے فرمایا قولہ واتاکم من کل ما سألتموہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا پس کشف ازل میں جو کچھ
تم نے جمال باکمال وکشف وصال سے مانگا وہ دیا حالانکہ اسکی کوئی نہایت نہیں ہے تو عدد زمان و مکان سے اسکا حساب ہو یہ کیا امکان ہے پھر وہ شخص
نہایت نافرمان و خارج از دائرہ انسان ہے جو بجائے نعمت کے کفران کرے لہذا فرمایا قولہ ان الانسان لظلوم کفار محل توحید میں اسکو بحر دائم میں غرق کیا
جب نکلا تو خودی کا مدعی ہے بڑا ظالم جاہل ناشکرا ہے کہ قدم سے حدوث کو نسبت دیتا ہے مگر قدم کو نہ پایا تو ظالم ہے جہل سے یہ کر بیٹا یا ورنہ کیا امکان اور کیا اسکی
ہستی و نشان پھر اس سے بڑھ کر کون ظلم ہوگا کہ محل عبودیت میں دعوے ربوبیت کرتا ہے پھر سراب حیرت میں العطش سے اسکا وصف کیا کہ ادراک کنہ متعالی
میں ہل من مزید کا دم مارتا ہے جو پایا وہ بھول گیا اور جہل طاری ہوا کہ مخلوقیت کہاں اور مطالعہ ازلیت کہاں وہ پاک منزہ ہے مگر وہ جاہل کبھی کمال
استغراق سے کبھی دعوی انانیت و خودی پیدا کرکے ظالم بنتا ہے اور کبھی اپنی ہستی بھول کر جہات سوائے پاک عز و جل کے ہمہ ادراک سے متعالی ہے اسکے تنزیہ کے
انکار سے کافر بنتا ہے پس اہل الحق کا کفران انتہائے شوق سے ربوبیت کے ادراک میں العطش کی پکار ہے اور اصل کل الاصل کے خوض میں علو ہمت ہے تو نہیں
دیکھتا کہ استغراق حضرت موسے علیہ السلام اس طلب کا کیونکر باعث ہوا کہ کل کو بکل اور آخر کو باول و اول کو بآخر و ذات کو بذات اور صفات کو بصفات
طلب کیا اور یہ انسان کیونکر انسان ہے کہ وہ اٹھایا جو حد شان سے اٹھایا نہ گیا کیا تو نہیں پڑھتا ہے کہ حق عز و جل نے فرمایا انا عرضنا الامانۃ علی السموات
والارض والجبال الآیہ پس درحقیقت تحمل عظیم بذات موہومہ بذات خودی پس یہ ظلم و جہل ہے کہ اس نے جرأت کرکے خود اٹھایا جس سے آسمان و زمین نے
عجز سے سر جھکایا اسی سبب سے سب اسکے سامنے پست ہیں ؎ پرتو روئے تراد رخلوتم دید آفتاب ٭ می رود چون سایہ ہر دم بر لب بامم ہنوز جب ہی
اسکے حق میں ظلوم و جہول فرمایا اور سب ہی اسکے لیے مسخر و مجہول فرمایا واللہ المستعان۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسخر فرمایا تیرے لیے آسمانوں کو
کہ پانی برساتے ہیں اور قطعات زمین کو کہ میوے اور اناج اگاتے ہیں اور سمندر کہ اسمیں تاجر لوگ کشتیاں چلاتے ہیں اور تیرے لیے سورج و چاند کو مسخر کر دیا
کہ ہر روز و موقع موقع سے تیرے گرد پھرتے ہیں تیرے لیے میوے و اناج کی فصول پختہ کرتے ہیں اسی نے مومن کے دل کو اپنی محبت و معرفت کے لیے مسخر کیا
اور بندوں سے اپنا حصہ انھیں قلوب کو مقرر کیا یہی موضع نظر و محل امانت ہے یہی مرکز اسرار و مصدر معرفت ہے شیخ یحیی بن معاذ رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ
اللہ تعالیٰ نے تجھے بے مانگے سب سے بڑی چیز جو اسکے خزانہ عام و خاص میں ہے دیدی وہ توحید ہے تو پھر جو اس سے کم درجہ ہے وہ کب تجھ سے دریغ فرماویگا
یعنے ثواب جنت و محل عافیت تو پھر تجھے لازم ہے کہ جب درخواست کرے تو اس سے اسی کو مانگے جب رغبت کرے تو اسی میں قربان ہو جب رجوع
کرے تو اسی کی طرف پھرے کیونکہ سب مخلوقات تو اسی کی ہے پس جو کوئی اسکے سوائے دوسری چیز میں مشغول ہوا تو راہ حقیقت اسپر مسدود ہے اور
جو اسمیں مشغول ہو کر اسکے سوائے سب سے باز رہا تو سب کچھ اسی کی طرف پھیر لاتا ہے اور بندہ اسی کی طرف ہے تو جہاں وہ چاہے وہاں سب ہے یہ
ایک مقام عارفین کے مقامات میں سے ہے بعض مشائخ نے کہا کہ ایک ہی نعمت کا احاطہ محال ہے تو پے در پے نعمتوں کا شمار کرنا بھلا کیا مجال ہے بعض نے

کہا کہ بڑی نعمت انسان کی درستی خلقت و الہام معرفت و ذکر ہے اسکے شکر پر کوئی قائم نہیں ہو سکتا۔ بعض نے کہا کہ آدمی خود بڑا ظالم اسوجہ سے
ہے کہ گمان کرتا ہے کہ میرا شکر اسکی نعمتوں کا مقابل ہے اور بڑا ناشکر یوں ہے کہ ابتدا و انتہا کا فضل اپنے اوپر نہیں دیکھتا ہے سہل رحمۃ اللہ تعالے
نے کہا کہ سب سے بڑی نعمت ایک ہے پھر شمار کون کر سکے کہ حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کو تیرا سردار پیغمبر کیا۔ ابن عطا رحمۃ اللہ تعالے نے کہا
کہ ان نعمتوں میں بڑی نعمت یہ ہے کہ نعمتوں کو دیکھے اور جانے کہ مجھ سے اسکے ادائے شکر میں بالکل قصور ہے اور بھی کہا کہ نعمت تو ازلی ہے پس شکر بھی ازلی
ہونا چاہیے حالانکہ تو خود حادث ہے پھر شکر بالکل ندارد اور سراسر تقصیر ہے پس اسی تقصیر کو یقین کرنا کچھ شکر ہو جاوے۔ واضح ہو کہ تیرے پاس نفس و
روح و قلب ہے پس شکر نفس تو طاعت ہے اور شکر روح اسکا خوف اور شکر قلب یقین ہے پھر نعمت روح حکمت ہے اور نعمت محبت کی ذکر ہے اور معرفت کی
الفت ہے اور نفس تو دریائے طاعت میں پر نعمت ہے اور قلب و معرفت دریائے قرب و منزلت میں عیش کرتے ہیں اور بھی ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے
کہا کہ تیرے لیے شب و روز کو مسخر کیا تو ان دونوں کو تیرے لیے عبادت کا ظرف بنا دیا اور شمس و قمر کو مسخر کیا کہ تجھے اوقات عبادات بتلاتے ہیں تیرے
قلب کو اپنی معرفت و محبت کے واسطے مسخر کیا پس یہی محل نظر الحق عز و جل ہے شیخ حسین رحمہ نے کہا کہ نعمتہائے الٰہیہ کا احصار کون کرے جو احصار میں
نہ آوے وہ بے انتہا ہے تو اسکا شکر یہ بھلا محدود وقت کے اندر معدود شکر سے کون کر سکتا ہے جبکہ بے انتہا کے ساتھ محدود چیز کی کوئی نسبت بھی نہیں
ہو سکتی ہے کیونکہ جو سب سے بڑی گنتی تم خیال کرو اتنا حصہ بھی نہیں کیونکہ وہ تو محدود ہے پھر اللہ تعالے عالم الغیب نے جو تم نے شکر چاہا ہے یہ مراد ہے کہ جہالت
چھوڑ کر غور کرکے یقینی اقرار کرو کہ الٰہی ہم بالکل قصور وار ہیں شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ قلوب کے آسمانوں کو چراغ عقل سے روشنائی دی اور
آفتاب توحید کا مطلع بنایا جس سے بندہ نے عرفان پایا اور زمین قلوب میں خوف و امید کو جاری فرمایا دونوں کے بیچ میں برزخ کا پردہ ڈالا کہ کوئی دوسرے
کو مٹا نہیں سکتا حالانکہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں پھر تجھے کشتی توفیق و عصمت میں بٹھایا اور حفظ و رعایت سے سرفراز کیا اسیطرح راتیں تو مریدین
کی طلب کے لیے ہیں اور محبین کے انس و خلوت کے لیے اور توبہ کرنے والوں کے مطلب میں اور دن تو عارفین کے لیے خلوت ہیں کہ انکو نور یقین سے کوئی ظلمت
مانع نہیں ہے واللہ سبحانہ تعالے اعلم۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ فرمایا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو کچھ دعا
نہ مانگی کیونکہ محل امتحان تھا مقام غلت میں عدم الیقان کا مظان تھا اور اس مقام پر دعا مانگی کیونکہ محل امتنان تھا اور اس دعا پر کسقدر نعمتیں قریش
و عرب کو عطا فرمائیں اور دعا میں سب سے بڑی نعمت یہ تھی کہ جو میری اولاد ہو اسکو بت پرستی سے بچائیو جو نہ بچا وہ ناخلف ہے اور آلہی ان میں ایک
خاتم المرسلین پیغمبر پیدا فرمائیو یہ بڑی عظیم نعمت ہے شکر کرو ان نعمتوں کا قال تعالے

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝
اور جب کہا ابراہیم نے اے رب کر دے اس کہ کو محل امن اور دور رکھ مجھے اور میرے بیٹوں کو اس سے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ
اے رب ان بتوں نے گمراہ کیا بہت لوگوں کو سو جو میرے تابع ہو وہ مجھ سے ہے اور جسنے میری نافرمانی کی

فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ
تو بیشک غفور رحیم ہے اے رب میں نے بسائی اپنی بعض اولاد ایسے وادی میں جو کھیتی کے قابل نہیں ہے تیرے

بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَ
گھر پاس جو بزرگ کیا گیا ہے اے رب تاکہ یہ لوگ قائم کریں نماز سو تو کر دے دل بعض لوگوں کے کہ جھکیں انکی طرف اور

اَرْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَ
انکو رزق دے پھلوں سے امید ہو کہ یہ لوگ شکر کرین اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاوین اور جو کھولین اور
مَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى
اور اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہین ہو زمین مین اور نہ آسمان مین سب شکر اللہ تعالے کو جسنے بخشا ہو مجھے
الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ
بڑھاپے مین اسمٰعیل واسحٰق کو بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے اے میرے رب مجھے کر دے نماز ٹھیک ادا کرنے والا اور میری
ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝ ع ۱۸
اولاد مین سے کر دے اے رب اور دعا قبول کر لے ہماری اے رب بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور مومنون کو جس دن قایم ہو حساب

ان آیات مین اللہ تعالے نے عرب کے مشرکون پر علم غیب سے ظاہر کر دیا کہ تم لوگ خانہ کعبہ کے اہل نہین رہے کیونکہ جب وہ وضع کیا گیا تو اللہ تعالے وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کے واسطے تھا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب بنایا تو اس نے ہر ایسے شخص سے جو شرک کرے بیزاری کی اور اسکو اپنا نہین کیا پس فرمایا۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ اور بیان کر جب کہا ابراہیم نے یعنے ابراہیم نے دعا کی اور یہ دعا اسوقت کی جب خانہ کعبہ کو اپنے فرزند اسمٰعیل کی شرکت و مدد سے بنایا تھا درحالیکہ طوفان نوح کے وقت سے اسکی عمارت نہ تھی لیکن خانہ کعبہ کا وجود تو بہت اول سے بلکہ اول بیت ہو لقولہ تعالے ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا الآیہ وآسکی تفسیر مین بیان ہو چکا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بحکم الٰہی اپنے فرزند اسمٰعیل کو مع انکی ماں کے یہان لائے اور چھوڑ گئے ہین اسوقت نشان تھا اور عمارت نہ تھی اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اسوقت بھی یہ دعا کی تھی کہ۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا اے رب تو کر دے اس شہر کو مقام امن یا محفوظ مقام کہ اسپر کسی ستمگر کو یہ قدرت نہین کہ اسکو ڈھاوے اور قیامت تک ایساہی رہیگا پھر یہی دعا بعد بنانے کے بھی اس مقام پر فرمائی پس جو کوئی خانہ کعبہ مین داخل ہو جاوے وہ بھی بوجہ حرمت خانہ کعبہ کے امن ہو ولیکن قدرتی حفظ اس بلد مکرم کو ہو کہ ابرہہ وغیرہ کو ہلاک کر دیا جس نے ڈھانا چاہا اور جو شخص وہان پناہ پکڑے اسکے لیے حکمی حفاظت ہو حتے کہ جو کوئی اس حکم کو نہ مانے وہ عذاب شدید کا مستحق ہوا اور اس دعا مین اشارہ کیا کہ اس بیت کے رب کی عبادت کرین اور بتون کی عبادت نہ کرین لہذا کہا۔ وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اور دور رکھیو مجھکو اور میرے بیٹون کو اس سے کہ ہم لوگ بتون کو پوجین پس پہلے تو حفاظت شہر کی دعا کی تو بحمد اللہ تعالے وہ ہر حال مین خراب و ویران ہونے یا ویران کیے جانے سے محفوظ رہا پھر چاہیے کہ اپنی اولاد کو دعا مین شامل کرے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شامل کیا اور معلوم ہوا کہ اللہ تعالے تمام اپنی مخلوق پر قاہر قادر ہو پس دعا کی کہ اپنے لطف سے مجھے اور بیٹون کو بتون کی عبادت سے دور رکھیو مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ دعا قبول ہوئی کہ بعد اسکے انکی اولاد مین سے کسی نے بت نہین پوجا بعض نے کہا کہ بیٹے وے مراد ہین جو خاص انکی پشت سے آٹھ تھے اور ظاہر یہ ہو کہ صرف اسمٰعیل واسحٰق تھے اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ تمام بیٹے پوتون پر پوتون کے لیے دعا کی ولیکن مقصود وے ہین جو انکی ملت توحید پر مومن ہوئے کیونکہ انھین کو اپنا فرمایا ہو اور باقی اگرچہ اولاد ونسل ہین مگر فرزند دعوت نہین ہین لہذا اگر قریش نے بت پوجے تو انکے فرزند نسل مین سے بعض نے بت پوجے جنکو انھون نے اپنا نہین کہا پھر قریش کی اولاد مین سے جو مسلمان موحد ہوئے وہ انکے فرزند دعوت ہوئے پس خلاصہ یہ ہو کہ بیٹون سے مراد وہ بیٹے جو انکے رہے ورنہ کافر بت پرست تو جہنم کا بیٹا ہو جاتا ہو جیسے نوح علیہ السلام کے بیٹے کو اللہ تعالے نے فرمایا یا نوح انہ لیس من اہلک اے نوح وہ ہرگز تیرا بیٹا نہین ہو حالانکہ نسل کی راہ سے ضرور انکا بیٹا تھا اور انکی جورو فاجرہ بدکار نہ تھی او نظیر اسکی یہ ہو کہ تمام آدمی اللہ تعالے کے مخلوق بندے ہین مگر اللہ تعالے نے انھین سے اپنی عبادت وتوحید

کرنے والون کو اپنا بندہ کہا بقولہ تعالے ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنی شیطان کو کہا کہ جو میرے بندے ہین انپر تجھے کچھ قابو نہین ہو پس ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی کہ انکے بیٹے جو کہ نسل ودین دونون طرح انکے بیٹے رہے انکو اللہ تعالے نے بت پرستی سے بچایا جیسے خود انکو بچایا اور خود پیغمبر تھے معصوم مگر اللہ تعالے کی عظمت وکبریائی کے آگے خوف سے دعا کی کہ مجھے بھی بت پرستی سے بچائیو۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ اے رب ان بتون نے گمراہ کیا بہتون کو آدمیون سے۔ بت پتھر کے بیجان ہین مگر اللہ تعالے کی شان ہو کہ بہت آدمی جاندار ہوش وحواس والے ایسے احمق کر دیے گئے کہ اپنے آپ کو ان بتون کا بندہ بتاتے ہین جب انکے معبود کی یہ حالت ہو کہ بیجان محض جو چاہے توڑ کے پھینکدے یا بے حرمتی کرے تو قیاس کرو کہ ایسے معبود کے بندے کس درجہ بدتر درجہ پر ہونگے جب پتھر سے کوئلہ بنایا جاوے تو یہ لوگ شاید کوئلہ کے بھی لائق نہون پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب باری تعالے مین تضرع کیا کہ ایسے فتنہ سے بچائیو چونکہ بت ان لوگون کی گمراہی کا ظاہری سبب وفتنہ تھے تو کہا کہ انھین نے گمراہ کیا جیسے قولہ تعالے غرتہم الحیوۃ الدنیا یعنے زندگانی دنیاوی نے انکو فریب دیا۔ وقولہ غرتہم الامانی یعنے بنائی امیدون نے انکو دھوکا دیا۔ اسی قسم سے مجازاً یہان فرمایا کیونکہ حقیقی معنے تو کوئی نہین سمجھ سکتا پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالے کی مشیت ہو کہ بہت سے بت پرست ہونگے تو کہا فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ سو جس نے میری پیروی کی یعنی مسلمان موحد ہوا تو وہ مجھ سے ہو یعنے میرے دین والون سے ہو یا وہ حقیقت مین میرا بیٹا ونسل ہو کیونکہ جو کافر ہوا وہ مردود وزخی ہوا تو اسکا عدم وجود برابر ہو البتہ دنیا مین نسل ہو مگر اس سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ اصل زندگی آخرت کی ہو اور روایت ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے فرزندون کی سپید روصورت دیکھکر ہنستے اور سیاہ روصورت کافرون کی دیکھکر روتے ہین یعنے اسی وجہ سے کہ ان سے کچھ فائدہ نہین وہ ہمیشہ جہنم کے ہین اور حضرت خلیل علیہ السلام نے کہا۔ وَمَنْ عَصَانِيْ اور جس نے میری نافرمانی کی یعنے دین توحید سے پھر گیا۔ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو مجھ سے نہ رہا اور تو بے شک بڑا بخشنے والا مہربان ہو چاہے انکو بخشدے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہو کہ اللہ تعالے کو اپنی مخلوق کا اختیار ہے چاہے کافرون کو بخشدے لیکن اس نے فرما دیا ہو کہ مین مشرک وکافر ومنافق کو نہ بخشونگا تو ہم جانتے ہین کہ وہ نہین بخشیگا مگر اسکی قدرت واسکا اختیار دریاہی ہو۔ حضرت خلیل علیہ السلام بڑے رحم دل تھے کافرون کی نسبت کچھ نہین کہا صرف اللہ تعالے کی تعریف کر دی کہ تو بڑا غفور رحیم ہو بیشک آدمی کے بدن پر بال ورونگٹے لاکھون ہین جب کوئی بال توڑو تو دکھ ہوتا ہو چاہے وہ کیساہی بال ہو اسی واسطے یہ مسئلہ ہو کہ جو کوئی شخص کسی کافر سے اسکے کفر پر خوش ہو تو یہ بھی کافر ہو۔ پھر حضرت خلیل علیہ السلام نے کہا۔ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ اے ہمارے رب یعنے تو ہم سب کا رب ہو بیشک مین نے بسایا ہو اپنی بعضی اولاد کو یعنے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اسکی ماں ہاجرہ کے ساتھ۔ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ ایسے وادی مین جو زراعت والا نہین ہو یعنے مکہ مین جہان زمین قابل زراعت کے نہین ہو۔ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ تیرے بزرگ بیت کے پاس جو بزرگی کے واسطے اللہ تعالے کے نام پاک کی طرف منسوب کر کے بیت اللہ کہلاتا ہو پس مراد یہ کہ مین نے انکو یہان زراعت وغیرہ کے لیے نہین بسایا ہو بلکہ۔ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اے رب ہمارے مین نے انکو اسواسطے بسایا ہو کہ تیری نماز کو ٹھیک ادا کرین۔ خانہ کعبہ کو بیت عتیق اسواسطے کہتے ہین کہ سب سے پرانا گھر عبادتخانہ ہو یا طوفان سے آزاد رہا و بیت محرم اسلیے کہ سرکشون پر حرام ہو یا کہ حدیث مین آیا کہ وہان ظلم وتعدی حرام ہو کا جانور نہ چھیڑا جاوے کانٹا نہ کاٹا جاوے درخت نہ نوچا جاوے۔ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ سو تو کر دے دل تھوڑے آدمیون کے جو انکی طرف جھکین۔ ابن عباس ومجاہد وسعید بن جبیر وغیرہ نے کہا کہ اگر تھوڑے آدمیون کو نہ کہتے تو فارس وروم ویہود ونصارے وتمام مشرق ومغرب کے لوگ انکی طرف جھکتے ولیکن تھوڑے کہے تو مسلمان ہمین خاص کر دیے گئے۔ (ابن کثیر) قال السیوطی رواہ البیہقی بسند حسن یعنے تھوڑون سے مسلمان مراد ہین۔ مسئلہ جو کوئی خالص نیت سے حج کو جاوے وہ سچا مسلمان ہو۔ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ اور رزق دے انکو اقسام پھلون سے۔ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔

امید ہو کہ وے تیری نعمتون کا شکر کرین. قال تعالے یجبی الیہ ثمرات کل شئ اس مقام پر لائے جاتے ہین پھل ہر قسم کے یعنی بطور پیداوار کے و بطور تجارت کے اور محمد بن مسلم رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے شام کے گانون سے ایک گانون منتقل کرکے طائف کردیا. ف واقدی و ابن عساکر نے عامر بن سعدی سے اس نے اپنے باپ سے روایت فرمائی کہ ابراہیم علیہ السلام کی بی بی سارہ سے مدت تک کوئی اولاد نہوئی تو یہ دیکھکر انھون نے ہاجر اپنی قبطیہ باندی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کردی اس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تب تو سارہ رضی اللہ عنہا کے دل مین رشک پیدا ہوا ایک روز غصہ مین قسم کھائی کہ تیرے اطراف جسم سے تین عضو سے خون بہاؤنگی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی قسم پوری کرو عرض کیا کہ کیسے پوری کرون فرمایا کہ اسکے دونون کانون مین سوراخ کردو اور ختنہ کردو یہی کیا پھر ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کانون مین بالی ڈالین جس سے زیادہ خوبصورتی ہو گئی تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اور بھی غصہ آیا پس اللہ تعہ نے سارہ رض کی خاطر گوارا کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہاجرہ و اسکے بیٹے کو عرب کے فاران وادی مین بساوے جب لائے تو مکہ کو بالکل وادی بے آب و گیاہ دیکھکر ثابت قدمی سے یہان چھوڑ چلے مگر ہر روز شام سے براق پر سوار ہوکر دیکھ جاتے تھے کیونکہ دل مین جوش محبت پنہان تھا. دل المترجم کہتا ہو کہ یہ روایت محل تامل ہی ظاہرا یہودیون سے لی گئی ہو کیونکہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام وہی ہین جنکو سوائے حق تعالے کے کسی سے خلت نہ تھی اور شاید مراد محبت طبعی ہو جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض ازواج و اولاد سے تھی ولیکن صحاح کی حدیث مین ہو کہ جب ہاجرہ کو مع اسمٰعیل کے کہ اسوقت دودھ پیتے تھے اس جنگل مین چھوڑ چلے تو حضرت ہاجرہ نے کہا کہ تم مجھے چھوڑ کر کہان جاتے ہو کیا تم اپنی رائے سے مجھے چھوڑتے ہو تو مین قبول نہین کرتی اور اگر اللہ تعہ کے حکم سے چھوڑتے ہو یعنے اس نے تمکو حکم دیا ہو کہ مجھے یہان ریگستان مین چھوڑ جاؤ تو مجھے قبول ہو آنحضرت علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعہ کے حکم سے ہو تو کہا کہ جاؤ مین نے اللہ تعہ پر بھروسا کیا وہ مجھے ضائع نہین فرماویگا پھر جب تک مشک مین پانی رہا تو پیا اور جب بالکل نہ رہا اور پیاس سے بیتابی ہوئی اور اسمٰعیل علیہ السلام نے سختی مین گردن ڈالنی شروع کی تو ہاجرہ اٹھکر مضطرب وار کوہ صفا پر چڑھین وہان سے کوئی نظر نہ آیا اترکر وادی مین روان ہوئین اور بار بار بچہ کو دیکھتی تھین کہ کس حال مین ہو روان ہوکر کوہ مروہ پر چڑھین کوئی نہ دیکھا اسی طرح سات بار مضطرب دوڑین کہ رحمت الٰہیہ نے جوش کیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جہان پانون رگڑتے تھے اُس سے چشمہ جاری ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پر سے نکال دیا حضرت ہاجرہ نے اسکو حوض کرکے پانی کو روانی سے روکا. آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ہاجر رحم کرے اگر چھوڑتی تو چشمہ روان ہوجاتا (صحیح) اقول یہی چشمہ زمزم ہو جو شیرینی و لطافت مین ایسے ریگستان مین عجائبات سے ہو اور واضح ہو کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس انکا آنا اسطرح ہوا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وطن چھوڑنے کا حکم ہوا تو چلتے چلتے مصر پہونچے وہان مشہور ہوا کہ ایک مسافر کے پاس بڑی خوبصورت عورت ہو وہان کا ظالم بادشاہ کافر آمادہ ہوا اور انکے پاس آدمی بھیجا انھون نے کہا کہ اے سارہ اگر مین کہتا ہون کہ مین تیرا شوہر ہون تو یہ لوگ مجھے مار ڈالینگے اور میرے تیرے سوا اس ملک مین کوئی مسلمان نہین پس کہا کہ یہ میری بہن ہو یعنے ایمان والے باہم دینی بھائی بہن ہین پس بادشاہ ظالم نے سارہ کو زبردستی پکڑوایا آنحضرت علیہ السلام اپنے رب کی حضور مین نماز مین کھڑے ہوئے وہان اس ظالم نے جب حضرت پاک بی بی سارہ کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو یکایک جیسے سختی سے کسی نے اسکا گلا گھونٹ دیا اور ہاتھ پانون شل ہوگئے اس نے گھبراکر اشارہ کیا کہ میرے لیے دعا کرو اور جاؤ پس اچھا ہوگیا مگر دوبارہ اس نے ہاتھ بڑھانا چاہا تو اول مرتبہ سے بھی زیادہ بدحال ہوگیا اور جان کندنی کی سختی کا مزہ چکھنے کو تھا کہ اس نے مصمم عہد کیا پس حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا سے اچھا ہوا تو اس نے اپنے لوگون سے کہا کہ یہ عورت آدمی نہین بلکہ جنیہ ہو اسکو ہاجرہ بھی دیدو اور زاد راہ دیدو اور حکم دو کہ اپنے بھائی سمیت اس ملک سے چلی جاوے پس آنحضرت علیہ السلام پاس پہونچین اور بیان کیا کہ اللہ تعہ نے کافر کا مکر دفع کردیا اور یہ ہاجرہ مجھے ملی (صحیح بخاری) روایت ہو کہ ہاجرہ کو بھی اسطرح اس نے ظلم سے گرفتار کیا تھا لیکن ہمیشہ انکے سامنے وہ نامرد ہوتا تھا اسی وجہ سے انسے بھی متوحش ہوکر حوالہ

کردیا تھا مگر اس روایت کی تحقیق ہونا چاہیے. اگر یہ وہم ہو کہ ہاجر اس صورت مین غصب کی ہوئین تھین تو سارہ کو بھی ملک حاصل نہوگی تو جواب یہ ہو کہ جب ایک شخص کا دست قہر مسلط ہوجاوے اور حال معلوم نہو بلکہ احکام جاری ہون تو حکم ثابت ہوتا ہو جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ قبل زمانہ اسلام کے اسی طرح عرب مین پکڑے گئے اور کئی بار فروخت ہوئے لہذا آنحضرت علیہ السلام نے انکو بطور بیع خرید کر آزاد کیا اور یہ بیان فقہ مین مفصل مذکور ہو ف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کافر ذریات کے لیے کہا کہ فانک غفور رحیم. حالانکہ کافر کے واسطے مغفرت نہین ہو تو جواب کا اشارہ ایک تو اول ہوا اور دوم یہ کہ قبل علم کے تھا ولیکن شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے صحیح فرمایا کہ یہان صرف اسقدر ہو کہ انکا حال باری تعالے کی مشیت پر چھوڑا ہو یہ نہین کہا کہ تو بخشدے مانند قول حضرت عیسی علیہ السلام کے ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ یعنے تجھکو سب قدرت ہو قال الحافظ قال عبد اللہ بن وہب حدثنا عمرو بن الحرث ان بکر بن سوادۃ حدثہ عن عبد الرحمن بن جبیر عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تلا قول ابراہیم الحدیث یعنے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھا قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رب انہن اضللن کثیرا من الناس الآیہ تک اور قول حضرت عیسے علیہ السلام کا ان تعذبہم فانہم عبادک الآیہ تک پھر روئے اور فرمایا اللہم امتی اللہم امتی پس اللہ تعہ نے جبرئیل کو بھیجا کہ محمد سے پوچھ کہ کیون روتا ہو حالانکہ رب تبارک و تعہ داناتر ہو پس جبرئیل نے آکر آنحضرت علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے کہا کہ مین نے یہ عرض کیا ہو پس جبرئیل سے اللہ تعہ نے کہا کہ جا کر محمد سے بشارت دیدے کہ ہم عنقریب تجھکو تیری امت کے معاملہ مین خوش کرینگے اور کچھ ملال نہ دینگے ہکذا ذکرہ الحافظ اور بعض روایات مین اسقدر زیادہ ہو کہ اسکے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ مین اپنے رب کے فضل پر بھروسا کرکے راضی نہونگا جب تک میری امت کا کوئی آدمی دوزخ مین جاوے یعنے سب کو اللہ تعہ دوزخ سے نجات دے تب راضی ہونگا مترجم کہتا ہو کہ الٰہی ہم سب کو امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر موت دیجیو اور تو ہر بات پر قادر ہو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا. رَبَّنَا اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ. اے رب ہمارے تو جانتا ہے جو ہم دل مین رکھین اور جو ہم زبان سے ظاہر کرین یعنے مقصود دربندون کا تو جانتا ہو چاہے سب انکی زبان سے ادا ہوسکے یا نہو سکے حدیث مین ہو کہ اعمال تو نیتون پر ہین. معلوم ہوا کہ دل مین جو مقصود اور جیسی کیفیت دعا مین ہو اسکا اعتبار ہو ظاہری الفاظ کا اعتبار نہین ہو ولیکن جان بوجھ کر ظاہر مین بیہودہ لفظ نہ کہے. اللہ تعالے جل شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق فرمائی بقولہ. وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ. اور کچھ بھی نہین پوشیدہ ہو اللہ تعالے پر نہ زمین مین اور نہ آسمان مین یعنے اللہ تعالے کی مخلوقات مین کہین ہو سب اسپر ظاہر ہے. گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سب نیت کی التجا کی کہ انمین ایک پیغمبر پیدا فرمایو چونکہ وہ پیغمبر عظیم الشان رفیع المکان خاتم المرسلین حبیب رب العالمین تھا تو حضرت ابراہیم ع نے اللہ تعالے سے حیا کرکے صریح یہ نہ کہا کہ وہ سرور عالم میری ذریت مین سے ہو حالانکہ اللہ تعالے نے یہ فخر حضرت ابراہیم علیہما الصلوۃ والسلام کے واسطے مقدر فرمایا تھا چنانچہ بعض مقام پر کسی قدر اسکو ظاہر بھی فرمایا ہو پس اللہ تعالے نے تصدیق فرمائی کہ وہ سب التجا کو جانتا ہو کچھ بھی اسپر پوشیدہ نہین ہو. پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بڑی نعمت کے لیے پہلی نعمتون کا شکریہ مقدم کیا اور کہا. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ مین سب تعریف و شکر کرتا ہون اپنے اللہ تعالے کا جس نے مجھے بڑھاپے مین بخشا اسمٰعیل اور اسحق کو. بعض علما کو جنمین کرخی رحمہ اللہ تعالے بھی ہین یہ وہم ہوا کہ پہلی دعا ر کے شمول مین یہ دعا نہ تھی کیونکہ ننانوے ۹۹ برس کے سن مین اسمٰعیل پیدا ہوئے وہ ہنوز دودھ پیتے تھے کہ انکی ماں سمیت بحکم الٰہی یہان لاکر چھوڑا اور دعا کی انکی پیدائش سے تیرہ ۱۳ برس بعد اسحاق پیدا ہوئے ہین تو اسحاق اسوقت موجود نہ تھے اور جواب یہ ہو کہ یہ دعا اسوقت ہو کہ اسمٰعیل کے ساتھ خانہ کعبہ بنایا تھا اگرچہ چھوڑتے وقت بھی ایسی ہی دعا کی تھی اور یہ تحقیق شیخ ابن کثیر رح نے سورہ بقرہ مین لکھی ہو پس یہ شکر اپنے وقت پر اول دعا ر کے ساتھ

شامل ہی۔ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ بیشک میرا رب خوب دعا کو سننے والا ہی یعنے بندون کی دعائین خوب سنتا و خوب قبول فرماتا ہے پس اور زیادہ دعا بڑھائی اور کہا۔ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ اے رب کر دے مجھکو مقیم الصلوۃ یعنے نماز کو ٹھیک ارکان و آداب سے محافظت اوقات کے ساتھ ادا کرنے والا پس نماز اعلے عمل ہی جسکی دعا ایسے متبرک مقام مین مانگی باوجودیکہ خود خلیل اللہ تھے پس وہ بڑی چیز ہی کہ دعا مانگی اپنے لیے اور کہا۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ اور بعض میری ذریات کو پس اگر بعض سے اہل اسلام مراد ہین تو بعض مقیم نماز اور بعض متساہل نماز ہونگے یہ تو ظاہر ہی اور اگر جملہ ذریات نسبی مراد ہین تو معنے یہ کہ بعض بالکل نماز والے نہونگے اور بعض ہونگے اگرچہ نماز کو بالکل عمدہ نہ پڑھین پس انہین عمدہ پڑھنے والے بھی ہونگے پھر تضرع و ابتہال کیا کہ۔ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ۔ اے رب ہمارے اور میری دعا قبول کرلے پھر عام دعا فرمائی اگرچہ اللہ تعالے کی مغفرت سے دور نہین مگر بعض انہین سے حسب مشیت سابقہ قابل قبول نہ تھی اور شاید کہ بعض مشرکون کی مغفرت انھون نے اجتہاد سے سمجھی ہو جیسا کہ بعض کا زعم ہی حالانکہ یہ ٹھیک نہین ہی مگر یہ کہ انپر کوئی حکم اتارا نہ گیا ہو یا مراد نہو چنانچہ کہا۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ اے رب ہمارے مجھے بخشدے اور میرے والدین کو بعض نے کہا کہ جب تک آنحضرت علیہ السلام کو یہ معلوم نہوا تھا کہ انکے والدین موافق علم الٰہی کے دشمنان حق مین سے کافر ہین اسی زمانہ مین دعا کی تھی اور بعض نے کہا کہ والدہ مسلمان تھین اور بعض نے والدین سے آدمؑ و حواؑ مراد لیے ہین اور بعض محققین نے فرمایا کہ یہ مراد ہے کہ انکو ایسا کر دے کہ تیری مغفرت کے لائق ہون اور یہ اسطرح ہی کہ وے مسلمان ہوجاوین اور واضح ہو کہ اللہ تعالے نے دوسرے مقام پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لیے دعاے مغفرت کرنا ذکر فرمایا ہی ولیکن وہ قبل اسکے تھا کہ انکے باپ کا ازلی کافر ہونا معلوم ہو کیونکہ اللہ تعہ نے فرمایا وما کان استغفار ابراہیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدہا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرا منہ۔ یعنے نہ تھا استغفار کرنا ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے مگر ایک موعدے سے جو وعدہ دیا تھا اسکو پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کھلا کہ وہ دشمن ہی اللہ کا تو باپ سے بالکل بیزاری کی پس یہ صریح ہی کہ جب کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے واسطے مغفرت مانگی ہو خواہ باپ کی زندگی مین خواہ مرنے کے بعد وہ اسی وجہ سے تھا کہ اللہ تعہ نے انکو یہ ظاہر نہین ہونے دیا کہ وہ ازلی کافر ہی اور نیز ایک وعدہ کا پورا کرنا تھا جو باپ سے کردیا تھا یعنے ایک مقام پر قرآن پاک مین مذکور ہی کہ ابراہیم نے اپنے باپ کو بُت پرستی چھوڑنے اور توحید کرنے کی نصیحت کی تو آزر نے اُسے کہا کہ مجھے چھوڑ دے بہت مدت تک یا بالکل مجھ سے قطع تعلق کر مگر ابراہیم علیہ السلام نے حقوق پدری کے ادا کرنے کے لیے پھر شفقت سے کہا کہ میرا رب مجھپر بڑا مہربان ہی مین تیرے لیے استغفار کرونگا اور شاید یہ اسوقت ہوا ہو کہ جب نمرود کی آگ سے صحیح سالم رہے اور اُسنے انکو نکلوایا تو انھون نے اپنے باپ سے اپنا ساتھ دینے کو کہا ہو مگر اس نے نہ مانا اور انسے کہا کہ واہجرنی ملیا جیسا کہ قرآن پاک مین فرمایا ہی پھر اس وعدہ کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام پردیس ہین ملک شام مین یا جہان رہے اسکے لیے استغفار کیا۔ اور تمام لوگون و باپ مان وغیرہ کی محبت ترک کرنے سے اللہ تعالے نے انکو خلیل اللہ کا مرتبہ دیا پس جب اللہ تعالے نے انکو آگاہ فرمایا کہ تیرا باپ عدو اللہ مرا ہی تو پھر اس سے بیزار ہو کر استغفار نہین کیا اور یہ تقریر جو مترجم نے بیان کی بالکل واضح و صاف ہی اور عوام اہل تفسیر کے تکلفات کی کچھ ضرورت نہین ہی پھر یہان ایک وہم بعضے لوگون کو اور واقع ہوا وہ یہ ہی کہ حدیث مین آیا ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت مین اپنے باپ آزر کو دیکھینگے کہ منہ کالا اور تمام صورت بدشکل جیسے کافرون کی ہوگی ہُگی بھی ہی پس وہ کہیگا کہ اے ابراہیم آج مین فرمانبرداری سے کچھ بھی منحرف نہین ہون تو آنحضرت اپنے رب کی حضور مین دعا کرینگے کہ اے رب تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تجھے روز حساب کے شرم و خواری نہ دونگا اور یہ بڑی خواری ہی کہ میرا باپ اس بعد عظیم کے درد والا ایسا خوار ہی حکم ہوگا کہ اے ابراہیم ادھر نیچے کو دیکھ پس حضرت اُدھر کو دیکھینگے تو انکے درے ایک ساہی نجاست مین لتھڑی ہوئی نظر آویگی اس سے پناہ مانگینگے کہ الٰہی اسکو مجھ سے دور کردے پس ملائکہ عذاب اسکو ٹانگین پکڑ کے جہنم مین پھینکدینگے وہان نظر آویگا کہ وہی آزر تھا اس سے

ظاہر ہوا کہ وے قیامت مین بھی استغفار کرینگے مترجم کہتا ہی کہ یہ بالکل وہم ہی اس سے کچھ ظاہر نہین ہوتا سواے اتنی بات کے کہ جب حساب ختم اور لوگ اپنے اپنے ٹھکانے لگائے جاوینگے اور مومنون پر اللہ تعالے کی تمام رحمت کا وقت ہوگا ہر ایک شفاعت کریگا اور رب تبارک و تعالے اُن کی دعائین و سفارشین قبول فرماویگا تو آزر اسوقت اس امید سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتجی ہوگا اور کمال رحمت کے وقت آنحضرت علیہ السلام صرف یہ موقع پاوینگے کہ وعدہ الٰہیہ سبحانہ و تعالے کو عرض کرین اور اس سے ایک غرض نکالین یعنے تو نے عدم خزی کا وعدہ دیا اور یہ بھی ایک خزی ہی تا کہ شاید مشیت الٰہی مین جو ہر طرح قادر مختار ہی جل شانہ و عز برہانہ کوئی بات ہو اور کوئی استغفار نہین کرینگے پس اللہ تعالے انپر آزر کی وہ صورت جسپر وہ شامت اعمال سے مسخ ہو گیا تھا یعنے نجس ساہی لتھڑی ہوئی ظاہر کر دیگا جو جنت کے لائق نہین اور نہ اس سے ایسا اعلے درجہ کا پیغمبر خلیل اللہ اپنا تعلق رکھنا شایان سمجھ سکتا ہی چنانچہ اس سے پناہ مانگینگے اور قبول ہو کر پناہ دیدیجاویگی کہ اسکو ملائکہ جہنم مین پھینکدینگے اس سے یہ فائدہ سمجھ مین آگیا کہ آدمی کی صورت گناہون اور کفر و بد اعتقادات سے خراب جانورون کی ہوجاتی ہی اور یہ بات صریح دلائل سے بھی ثابت کیجاتی ہی۔ حاصل مقام یہ ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسوقت تک یہ علم نہ تھا کہ انکا باپ حالت کفر و گمراہی پر وطن مین مرگیا ہی پس دعا مین کہا کہ اے رب بخشدے مجھے اور میرے والدین کو۔ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنون کو۔ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ جس دن قائم ہووے حساب مومنین سے شاید آنحضرت علیہ السلام کی مراد اپنی ذریات مین سے مومن ہون یا تمام مومنین خواہ ذریت ہون یا نہون اور اسمین بڑی بشارت ہی اللہ تعہ اپنے فضل سے ایمان عطا فرماوے اور ایمان پر خاتمہ بخیر کر دے تو اسمین شک نہین کہ اللہ تعالے نے اپنے خلیل علے نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی دعا قبول فرمائی ہی الٰہی مترجم و تمام مسلمانون کا خاتمہ ایمان پر بخیر کر دے آمین یا ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ تعالے واذ قال ابراہیم رب اجعل ہذا البلد آمنا حقیقت تفسیر تو ظاہر ہی یعنے جو مذکور ہوئی اور اشارت سے یہ بھی واضح ہوا کہ بلد قلب اور وہ بلد بدن ہی عقل بلد قلب اور روح بلد عقل اور سر بلد روح ہی اور معرفت و محبت بلد سر ہی اور وہان مشاہدہ معروف بلد معرفت و محبت ہی اور رہنے والے یہان کے انوار افعال و تجلیات صفات مین ازلی و ابدی ہین نفس بلد شہوات اور رہنے والے لشکر قہریات پس یہان کے بلاد مین جنود قہر سے جنکا مسکن نفس امارہ ہی پناہ مانگے کہ اپنے لطف کے ساتھ روح و قلب کو اپنے قہر سے نفس و اسکی ہواجس و شہوات سے پناہ دیدے چنانچہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا اعوذ بک منک یعنے تجھ سے تیرے ہی ساتھ پناہ چاہتا ہون قولہ واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام بتون سے پناہ تو ظاہر ہی اور جیسے بت ظاہری معبود بنائے جاتے ہین ویسے ہواجس نفس کے بت باطنی ہین وقال تعالے افرایت من اتخذ الہہ ہواہ۔ یعنے اسکو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہی پس ضرور ایسے بتون سے پناہ مانگنا چاہیے کیونکہ جس نے ظاہری بت چھوڑے مگر ہواے نفس کو بت بنالیا تو وہ بھی مشرک ہی ایسے ہی سواے اللہ تعالے کے غیر پر نظر رکھنا یہ بھی شرک خفی ہی اور مراتب معرفت مین جو کوئی چیز کسی کو معرفت حق سے مانع ہو وہ اسکا بت ہی اور عارف تو جو چیز اپنے رب کی طرف سے ایسی مشاہدہ کرے جسمین حق عز و جل کا مشاہدہ نہو وہ اسکے واسطے بت ہی۔ قولہ رب انہن اضللن کثیرا من الناس اس سے یہ بھی ظاہر ہی کہ کثرت سے لوگ شرک خفی کی باتون سے گمراہ ہوئے ہین اقول سابق مین تفسیر قولہ وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون مین گزرا ہی کہ حدیث مین آیا کہ شرک میری اُمت مین کوہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی کی چال کی نظر نہ آنے سے زیادہ مخفی ہی الٰہی مترجم کا شرک خفی و جلی اُسکی تمام عمر دنیا کا بخشدے الٰہی وہ اندھا ہی اسکو آنکھین دیدے اور ثابت قدم ہدایت پر رکھ یہان تک کہ ایمان پر اسکا خاتمہ بخیر کر دے آمین یا مجیب الداعین شیخ نے کہا یعنے سواے اللہ تعہ کے غیر پر نظر اور ان شہوات کی پیروی نے بہتون کو قہریات مین ڈالا غفلت و ہلاکت مین مر گئے پھر آنحضرتؑ نے اپنے نفس کو بطور اظہار نعمت کے امامت سے سرفراز بیان کیا یعنی قولہ فمن تبعنی فانہ منی اتباع چاہیے طریقہ مجاہدہ و ریاضت و محبت و خلت مین پس تیرے حضور مین اپنی جان قربان کرے وہ مجھ سے ہی یعنے میری

طینت سے اسکا قلب میرے قلب سے اور اسکی روح میری روح سے اور اسکا سر میرے سر سے ہے اسکا مشرب محبت و معرفت و خلت میں وہی گھاٹ ہے جو میرا مشرب ہے
قولہ ومن عصانی فانک غفور رحیم تیرے عصیان سے جو حجاب میں پڑے وہ مجھ سے نہیں ہیں لیکن تو غفور رحیم ہے کہ انکے عصیان کو معاف کر دے کہ وے تیرے طالب ہیں
اور کمزوری میں ٹھوکریں کھاتے چلتے ہیں بس کلام میں اشارت ہے کہ گنہگاروں کا گناہ اور ناشکری اسکے بحر رحمت میں غرق ہے اسکو کچھ پروا نہیں کہ چاہے انکو اپنی جناب
میں داخل کرے اور پھر اہل طاعت کے لیے رضوان من اللہ اکبر جسکی تفسیر نہیں ہو سکتی ہے باقی ہے۔ یہاں ایک نکتہ ہے کہ حضرت نے مقام تضرع و عاجزی میں
فرمایا کہ جو میری نافرمانی کرے اور یہ نہ کہا کہ جو تیری نافرمانی کرے۔ ایک تو اپنی طرف انکی نافرمانی کا نسبت کرنا مقتضائے خلت ہے اور دوم یہ کہ مقام خلت
سے محبت اس مودت کے شوق سے عشق پیدا ہوتا ہے اور عشق مقام عین الجمع و جمع الجمع ہے پس جسنے میری نافرمانی کی تیری کی اور جس نے میری اطاعت کی
اُس نے تیری اطاعت کی۔ علاوہ ازیں اول من تبعنی کہا اسکی موافقت سے من عصانی فرمایا گویا اشارہ ہے کہ طاعت و عصیان کا مرجع درحقیقت خود
مخلوق ہے اور وہ بیشک سب سے پاک منزہ ہے پس وے میری جنس سے اور میں انکی جنس سے ہوں ان کے افعال و صفات میرے لائق ہیں بلکہ جو شخص کسی درجہ
عرفان پر سرفراز ہوا ہو وہ سمجھے کہ مخلوق کا اپنے خالق کی نافرمانی کرنا بالکل ناممکن ہے انکے جسقدر افعال و حرکات ہیں سب تحت قدرت قاہر جل و علا مقہور
ہیں وہی ارادت و مشیت قدیم و ازلی ہے وہ فی الحقیقت عین الطاعت ہے اگرچہ بسبب تکلیف الشرع انکی صورت اتباع ملت حنیفیہ حضرت خلیل ع ہو شیخ عبد العزیز
مکی نے کہا کہ ابراہیم نے دعا میں اپنے رب عز و جل کی تعظیم کو ادب سے ملحوظ رکھا پس نہ کہا کہ تیرا عصیان کیا کیونکہ کسی کو مجال نہیں کہ اسکا عصیان کر سکے اور کوئی ایسا
نہیں ہے کہ جو عبادت اسکی بارگاہ قدیم کے لائق ہو ادا کر سکے کیونکہ قدیم کے لائق قدم ہے اور حادث خود حادث تو اسکے افعال بدتر حادث ہیں پس درحقیقت تمام
مخلوق اسکی طاعت و عصیان سب سے عاجز ہے اللہ اللہ کہا میں اس طاعت و عصیان کا ذکر کرتا ہوں جن سے بارگاہ عظمت و کبریائے قدم پاک ہے اب
تو جو طاعت و معصیت ہے سب تیرے سوائے تیرے کرم و معظم بندے کی طرف رجوع ہے سبحان اللہ و بحمدہ و ہو الغنی عن العالمین۔ قلب مامون ہو فراق و
حجاب سے یہ خواہش ابن عطا رح ہے اور جعفر بن محمد نے کہا کہ قلوب عارفین مامون اسرار الدین ہیں۔ ساری رح نے کہا کہ اصنام اہوا ہیں جعفر رح
نے کہا کہ خلت و نبوت کو دیکھنا یا ولایت وغیرہ پر نظر یہی عبادت اصنام ہے جنید رح نے کہا کہ اللہ تعالے کی طرف وسیلہ سوائے اپنی محتاجی کے دوسرا
قرار دینا بت پرستی ہے قال المترجم جو کوئی اپنے اوپر عزہ ہو کہ لائق بارگاہ نبوت خاتم المرسلین ہے وہ منافق ہے اور جو عاجزی سے وہیں جاوے اور اپنے کو
لائق نہ دیکھے اللہ تعالے رحمت فرماوے اسی واسطے شیخ جنید رح نے کہا جو کہا سمجھو بعض نے اس سے منع نکالا کہ سوائے حق تعالے کے حق عز و جل کیطرف
دوسری چیز سے تقرب چاہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت خلیل ع نے کمال ادب سے اہل عصیان پر کوئی حکم نہ لگایا جیسے اہل طاعت پر یہی کہا کہ مجھ سے ہیں
اور میں تیری بارگاہ میں جب قابل ہوں تو جانے ایسے ہی اہل عصیان تو نافرمان ہوئے مگر تیری شان غفور رحیم ہے تو جانے اور تیرے بندے مجھے کچھ قابو
نہیں ہے حضرت علی بن موسی الرضا عن ابیہ عن الامام جعفر صادق ع نے کہا کہ خلت میں بت خطرات ہیں یعنے حضرت یوسف ع کے قصہ سے آگاہ ہو اور بھی
فرمایا کہ ابراہیم تو بڑھاپے میں بت پرستی سے بفضل آلہی خلیل ہونے کے بعد محفوظ تھے جبکہ بچپن میں انکو توڑ ڈالا تھا مگر جانتے تھے کہ ہوائے نفس آدمی کا بت
ہے اس سے پناہ مانگی اور فرمایا کہ حضرت خلیل ع نے تو نافرمانی والوں کی نسبت اشارہ سے کہا کہ انک غفور رحیم اور تم ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ و علی ابیہ
خلیل ع کے لطف و کرم و سوال صریح کو دیکھو جب اپنی قوم قریش کی حرکات ناملائم روز احد کے بعد فرمایا اللہم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون۔ یعنے اے رب میری
قوم کو بخشدے کہ وے جانتے نہیں ہیں مترجم کہتا ہے کہ ظاہر اجشدینا اس خطا کا مراد ہے جو آنحضرت صلعم کے دندان مبارک شہید ہونے میں واقع ہوئی فافہم
بما فیہ من الاشارۃ و تامل۔ قولہ ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم۔ اللہ تعالے جلشانہ نے اپنے خلیل کو بڑی بڑی بلاؤں میں مبتلا
کرکے امتحان فرمایا تا کہ تمام دنیا کی مخلوقات سے بلکہ اپنے نفس سے جدا ہو کر خالص ہوں اور کوئی چیز محدثات میں سے اسکے واسطے حجاب نہ رہے اور بڑھاپے

میں ایک لڑکا دیا بہت پیارا ہنوز اُسنے دودھ نہ چھوڑا تھا کہ حکم دیا کہ اسکو لیجا کر وادی حرم میں بغیر آب و دانہ کے چھوڑ آوے تا کہ خلیل ع کا توکل و اعتماد
اپنے رب تبارک و تعالی پر صاف ہو جاوے پس اپنے رب تبارک و تعالے کو رب کے نام پاک سے دعا میں پکارا کہ تربیت کامل کا ظہور ہوا اور باقی ہے
کہ کمال لطف سے اہل و عیال کی تربیت بدرجہ کمال پہونچائی جاوے اور وادی غیر مزروع سے کلی اعتماد اللہ تعالے پر تھا کہ نباتات و پانی کسی پر
اعتماد نہ کیا اور بیت محرم جہاں بارگاہ کبریائی کی حضوری کے سوائے سب حرام ہے کسی سے انس نہ ہوا نہیں اور یہاں کی تربیت یہ ہے کہ حقیقت توکل و رضا و
تسلیم کے ساتھ تربیت ہو یوں ہی سوائے عز و جل کے کسی بندے کو املاک و زر و سیم پر اعتماد نہونا چاہیے و کمال تربیت وصول بدرجہ مناجات رب تبارک و تعالی ہے لقولہ ربنا
لیقیموا الصلوۃ اور بعد استقامت کے ائمہ ہادی مہدی ہوں کہ لوگ اُنسے رجوع لاویں۔ قولہ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیہم ارادت و محبت واقع ارشاں سنت کریں
قولہ وارزقہم من الثمرات لعلہم یشکرون ثمرات ظاہری اعضا و جوارح کے جو دنیا کے عاجل میں کام آویں معروف ہیں وہی نتیجہ دیتے ہیں ثمرات اصل کا کہ طاعات و
مقامات و درجات ہیں اور وہاں شہود انوار صفات و توحید ہے اور نیز ثمرات میں وہ اولاد ہیں جو انبیا و اولیا و صدیقین و شہدا ہوں اور اس دعا میں اشارت
بحضرت خاتم المرسلین ع فرمائی و قد قال ربنا وابعث فیہم رسولا الآیہ اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ثمرہ دعاے پدر بزرگوار خلیل اللہ ع قرار دیا
پس کون پھل بہتر ہوگا اصفی الاصفیاء و اتقی الاتقیاء و افضل الانبیاء و سید المرسلین محمد صلے اللہ علیہ و آلہ و صحبہ الصدیق و الشہداء و الصالحین اجمعین سے اور کسر از
پدر بہتر دونوں آفتاب رسالت والحمد للہ رب العالمین اور قولہ لعلہم یشکرون سے اشارہ ہے کہ نعمت آلہیہ سے شاکروں کا شکر جوش کرتا ہے بنظر رضامندی آلہی و تائید
اہل احتیاج۔ ابن عطا رح نے کہا کہ ایسے وادی میں بسایا جہاں اپنا یا انکا تعلق سوائے حق عز و جل کے کسی کے ساتھ باقی نہ تھا بعض نے کہا کہ ایسے وادی میں
بسایا جہاں عالم اسباب و رسومات سے نکلکر بارگاہ حضوری کا سامنا ہے بعض نے کہا کہ بیت المحرم کے پاس جہاں عالم اسباب کی کوئی چیز انکو تیری حضوری
سے مانع نہیں ہے بعض نے کہا کہ ایسے مقام پر بسانے سے انکو تعلیم فرمایا کہ اللہ تعالے پر توکل کریں اور اسباب پر نظر چھوڑیں۔ امام جعفر رح نے کہا کہ
قلوب العباد اپنے رب کے حکم میں ہیں بعض کو اپنی طرف رجوع کیا اور وہ طرف سے پاک ہے تو بیت الحرام کیطرف ان رہنے والوں کیطرف رجوع کرینگے
یعنے مومنین۔ ابن عطا رح نے کہا کہ جس نے خلق سے بالکلیہ انقطاع کیا تو اللہ تعالے اسکی طرف خلق کے مُنھ موڑ دیتا ہے اور سب سینہ اسکی محبت سے بھرتے ہیں
اور قلوب اسکی الفت سے تازہ ہوتے ہیں چنانچہ دعاے خلیل ع فاجعل افئدۃ من الناس الآیہ میں دیکھو۔ بعض نے کہا رزق ثمرات سے عمدہ رزق
یہ ہے کہ مخالفت چھوڑ کر موافقت اختیار کریں۔ واسطی رح نے کہا کہ ثمرات قلوب میں حکمت ہے جس سے احسان آلہی نظر آوے تو شکر لازمی سے عاجز ہونا چاہیے
پس شکر گزاری کی امید اسی واسطے فرمائی کہ ہر ایک کو یہ دانائی حاصل نہیں ہوتی کہ شکر آلہی ادا ہونے سے عاجزی کا اقرار کرنا لازم ہے اقول قولہ تعالے ان
تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا۔ کے ساتھ ان آیات کا تعلق بھی ظاہر ہو گیا اور شیخ واسطی رح نے یہ بھی فرمایا کہ ثمر حکمت سے امراض قلوب زائل ہو جاتے ہیں
جیسے ثمر اشجار سے امراض بدنی زائل ہوتے ہیں۔ پھر دعاے مذکور میں اظہار ما فی الضمیر تھا حالانکہ ایسے عالم الغیب کے حضور میں جو ذرہ ذرہ جانتا دیکھتا ہے
پس حضور آلہی میں اسکا اقرار کیا کہ یہ تیری رضا کے موافق عرض ہے ورنہ تو سب جانتا ہے بقولہ ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن وما یخفی علی اللہ من شیٔ فی
الارض ولا فی السماء۔ اسمیں شامل ہے تضرع باطنی اور اظہار ظاہری موافقت شریعت کے اور اسرار باطنی و اظہار عبادات اور اسرار علم مجہول و
اظہار صورت علم معروف اور اسرار شوق و اظہار اشک وجد و ذوق اور اسرار غیب الغیب و اظہار الہام وغیرہ اور اسرار حقیقت وقوع بحکمت آلہیہ
بروجہ خوب و پسندیدہ و اظہار بعض مکروہات نفس جسمیں شائبہ شکوی و منازعت القدر ہے حضرت خواص رح نے کہا کہ اخفاے محبت و اظہار شکر یہ اور اسی کے
قریب شیخ حسین رح کا قول ہے اور ابن عطا رح نے اخفاے احوال و اظہار آداب کو بھی شامل کیا اقول انعامات غیر متناہیہ پھر ناشکری و انکار الوہیت حق تعالے
و انکار ماسوائے دنیا کے آخرت وغیرہ کا باوجود عظائم دلائل و بینات کے حالانکہ وہ قادر علیم ہے ولقد قال تعالے

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۵ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۵

اور ہرگز مت خیال کر اللہ کو غافل ان کامون سے جو ظالم کرتے ہین انکو تو وہ تاخیر دیتا ہے ایسے دن کے لیے جسمین پتھرا وینگی آنکھین

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۵ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ

اوپر کو ٹکٹکی باندھے سر اونچے پڑے ہوے انکی طرف انکی پلک پھر نہ لوٹیگی اور انکے دل اڑے ہوے خالی ہونگے اور ڈر سنادے لوگون کو جس دن

يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ

آویگا انپر عذاب سو کہینگے وہ لوگ جنھون نے اپنے اوپر ظلم کیا کہ اے ہمارے رب ہمکو بہت نزدیک مدت کی تاخیر دیدے کہ ہم تیری دعوت قبول کرلین اور تیرے

الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۵ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ

رسولون کی اتباع کرلین بھلا کیا نہ تھے تم کہ قسم کھاتے تھے اس سے پہلے کہ تم کو کبھی نہین کچھ زوال ہوگا حالانکہ تم بسے تھے گھر دون مین ایسے لوگون کے

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۵ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ

جنھون نے ظلم کیا اور تمپر کھل گیا تھا کہ ہم نے اُنکے ساتھ کیا کردیا اور تمھارے لیے مثالین بنا دین اور بیشک انھون نے اپنا مکر کیا

وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۵

اور اللہ کے یہان تھا انکا مکر اور انکا مکر ایسا تھا جس سے پہاڑ اپنی جگہہ سے دور ہو جاوین

یہ خطاب اپنے پیارے رسول صلعم کو کیا اور وہ تو ازل سے اسرار وعلوم کے واسطے سب خلق سے زیادہ برگزیدہ تھا مگر حُسن خطاب یہ ہے کہ جنکے حق مین سعادت ازلی جاری ہوئی ہے سنکر ہوشیار ہو جاوین اور ہیبت کلام حق تعہ سے انکے رونگٹے کھڑے ہون اور قریب ہے کہ دل پھٹ جاوین پس فرمایا۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اور کبھی مت خیال کیجیو کہ ظالم وکافر بندے جو کچھ کرتے ہین اس سے اللہ تعہ غافل ہے اور وجہ گمان کی ایک امتحانی پردہ ہے کہ آدمی کو دنیا واسکی نعمتون کے سوائے آخرت کی کوئی چیز ظاہر نہین فرمائی جسکے سامنے اس تمام دنیا کو آدمی نجس وخوار دیکھتا بلکہ کمال قدرت یہ کہ نیکون وخالص بندون کے ساتھ بھی اسکی ضرورت لاحق فرمائی پس جب یہ دنیاے حقیر ان کافرون کو اسطرح وسعت سے دیدی تو منافق وبے ایمان لوگ تو سمجھنے لگے کہ یہ لوگ جنکو کافر کہا جاتا ہے بُرے ہوتے تو یہ نعمتین کیون پاتے بلکہ تمام طریقہ وثروت وحکومت کی عقلین انمین ہین پس خود بھی کافر ہوئے اور جنکو نور کا حصہ ملا ہے وے تمام دنیا اور اسکے حاصل کرنے کی عقل جو درحقیقت حواس بہائم ہین سب کو خوار سمجھتے ہین مگر انپر شیطان یہ وسوسہ دلاتا ہے کہ پھر کیا اللہ تعہ انکے ساتھ برتاؤ فرماتا ہے جیسے آدمی کسی دوسرے کی بدگوئی وبدکاری سے واقف نہو اسی واسطے تاکید سے فرمادیا کہ اسی نے اپنی خوشی واختیار سے سب مخلوق کو پیدا کیا پس ایمان والو تم شکر کرو ہے کہ تمکو وہ نور ایمان دیا جس سے تمکو اپنا مالک نظر آتا ہے اور ان کافرون نے یہی دار فانی وخوار اختیار کیا تو انکو یہ نجس مردار لینے دو اور ہرگز خیال نہ کرو کہ اللہ تعالے انسے غافل ہے جو انکو مہلت دی اور چھوڑ رکھا ہے۔ وَاِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ اور انکو تو اسنے ایکدن آنے والے کے لیے تاخیر دی ہے جسمین آنکھین پتھرا وینگی ٹکٹکی باندھے۔ یعنے قبرون سے اٹھکر عذاب کی شدت وہولناک معاملت دیکھکر آنکھین اسی طرف ٹکٹکی لگاکر ایسے ہو جاوینگی جیسے پتھرا گئی ہین کھلی کی کھلی رہ جاوینگی مُهْطِعِيْنَ پکارنے والے کی طرف جاری کرتے ہوئے نظر اٹھائے ہوئے کقولہ تعالے مهطعین الی الداع اور کہا گیا کہ اسرافیل صور قیامت پھونکینگے اور جبرئیل پکارینگے اسوقت دہشت وحیرت وخوف سے کافرون کی آنکھین پتھرا وینگی جلدی سے نظر اٹھائے دوڑے جاوینگے مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ اپنے سر اٹھائے ہوئے اور بعض نے کہا کہ ذلت وخواری کی صورت بنائے ہوئے مگر پہلی تفسیر حضرت ابن عباسؓ ومجاہدؒ وغیرہم نے بیان کی ہے لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ انکی طرف انکی نظر پھر نہ لوٹے گی یعنے شدت خوف ودہشت سے

ایسی ٹکٹکی ہوگی کہ پلک نہ جھپکیگی برابر نظر اسی طرف لگی رہیگی۔ الٰہی ہم تیری پاک درگاہ مین کفر وظلم سے پناہ مانگتے ہین اور عذاب قبر وقیامت سے نجات مانگتے ہین ہمکو کافرون وظالمون مین شامل نہ فرمائیو آمین۔ کافرون پر یہ بڑا سخت وقت ہوگا اسی واسطے فرمایا۔ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ اور انکے دل اُڑے ہوئے خالی ہونگے یعنے گویا انکے سینون مین دل ہی نہین ہے بلکہ کلیجے منھ کو آجاوینگے جیسا کہ فرمایا القلوب لدی الحناجر کاظمین۔ انکے دل گھٹے ہوئے منھ کو آجاوینگے پس خالی ہونے کے معنے حضرت قتادہ ودیگر علماء نے یہی بیان کیے کہ اپنے ٹھکانے نہونگے تو دلون کی جگہین خالی ہونگی بعض نے کہا کہ ہوا یعنی برباد ہونگے کیونکہ ہر چیز سوائے نام اللہ تعہ کے اس دن برباد ہوگی اور کافرون کے دلون مین نام اللہ نہین ہے وہ سب برباد ہونگے پس معلوم ہوا کہ کافر مخلوق نے اس دنیاے فانیہ کو لیا تو آخرت کے دن عذاب وخرابی کے لیے یہی مخلوق ہے جسکو آج ہر چند سمجھایئے اور کہیے کہ اگلون پچھلون کا آغاز وانجام دیکھکر سمجھو اس دنیا کی ناپائداری دیکھو اور خالق عزوجل کی قدرت ظاہرہ جسپر ہزارہا دلائل ہین دیکھکر یقین لاؤ مگر نہین مانتے ہین۔ آنحضرت صلعم کو حکم دیا۔ وَاَنْذِرِ النَّاسَ اور ڈرسناوے لوگون کو یعنے کافرون کو کہ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ جس دن انپر عذاب آویگا اور وہ دن قیامت ہے حالانکہ عذاب انپر انکی روح نکلنے کے وقت سے شروع ہو جاویگا فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا تب کہینگے کافر لوگ جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا کیونکہ کافرون کی بدکاری وظلم کا وبال درحقیقت انھین پر ہے رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اے رب ہمارے ہمکو مہلت دیدے۔ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ تھوڑی دیر کے لیے کیونکہ اسدن تو رب کو پہچان جاوینگے اور جو رسولون نے کہا تھا سب معائنہ ہو جاویگا تو رب کا اقرار کرکے تھوڑی سی دیر کی مہلت مانگینگے کہ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ تیری دعوت قبول کرین یعنی رسولون کی زبانی جو تو نے ہمکو اپنی طاعت کے واسطے بلایا تو ہم بہت جلدی عمل کرین۔ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اور ہم رسولون کی پیروی کرلین جیسے قولہ تعہ حتی اذا جاء احدہم الموت قال رب ارجعون الآیہ یعنی جب انمین کسی کی موت پہونچی تو بولا کہ اے رب ہمارے ہمکو پھیر دے آخر آیت تک مسئلہ معلوم ہوا کہ بعد موت کے بھی علم ہوتا ہے یہی شیخ اکبر ابن العربیؒ واکثر علماء کا بلکہ جمہور کا قول ہے سوائے شیخ علاء الدولہ سمنانی کے اور مترجم کہتا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ آدمی جس حال پر مرا اسی قدر اسمین ثابت رہا مگر یہ مراد ہے کہ اسکے اندر یہ علم قائم ہوگا جیسے لوح پر نقوش مرتسم ہوتے ہین تو نہین ہوسکتا کیونکہ قبر مین کافر باوجود سب دیکھنے وجاننے کے وہی جائزہ دیویگا جسپر وہ مرا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ اسکو معائنہ سے سب حق بات ظاہر ہو جاویگی تو ٹھیک ہے مگر اسکو کچھ نفع نہوگا اس سے معلوم ہوگیا کہ یہان ایمان لانا البتہ نفع دیتا ہے کہ گویا وہ نور اسکی روح کے ساتھ نقش وزیور ہے اور موت کے وقت معائنہ سے دیکھنا اسکو کچھ فائدہ نہ دیگا پس ایمان وہی ہے جو غیب پر ہو لقولہ تعہ یؤمنون بالغیب۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے خالی جان لیا مگر روح وقلب مین اسکو قبول نہ کیا و داخل نہوا تو کچھ فائدہ نہین جیسے بہت سے کافر یہودی وغیرہ آنحضرت صلعم کو سچا پیغمبر جانتے تھے لقولہ یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم۔ مگر دنیاوی ہوس وغیرہ سے قبول نہ کرتے تھے انکو فائدہ نہوا اور قولہ لما یدخل الایمان فی قلوبکم یعنے ہنوز تمھارے دل مین ایمان داخل نہین ہوا ہے صریح ہے کہ دنیا مین خالص رسول اللہ صلعم کی ہدایت پر اللہ تعہ کا ایمان لاوے اور دل سے تصدیق وقبول کرے تو نفع ہو ورنہ آخرت مین تو خود ظاہر ہو جاوے گا اسوقت اسکو کچھ نفع نہین ہے اسی واسطے اللہ تعالے نے آیت کریمہ مین بیان فرمایا۔ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ اور کیا تم نہین قسم کھاتے رہے اس سے پہلے کہ تمکو زوال نہین ہے یعنی اس حالت سے پہلے تم بڑے سخت یقین سے قسم کھاتے تھے کہ جو حال تمھارا موجودہ ہے اس سے تمکو زوال نہین ہے نہ کوئی آخرت ہے اور نہ کچھ ثواب وعذاب ہے پس وہی یقین جو حقیقت حال سے برعکس تم مین تھا قائم رہیگا دوبارہ لوٹایا نہین جاتا ہے اور حضرت مجاہدؒ نے کہا کہ زوال نہین یعنے اس دنیا سے انتقال آخرت کو نہین ہے کیونکہ آخرت پر یقین ہی نہ تھا جبکہ اللہ تعہ نے فرمایا واقسموا باللہ جہد ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت الآیہ یعنی قسم کھائی ان کافرون نے بڑی شد ومد کی قسمون سے کہ جو مرے اسکو اللہ تعالے دوبارہ زندہ نہین کرتا ہے آخر آیت تک۔ پھر اللہ تعالے نے ان جاہلون کی جہالت بیان فرمائی۔ وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اور بسے تم بستیون مین ان لوگون کی جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا یعنی یہ بستیان جنمین تم رہتے ہو آخر ان مین کون لوگ تھے اور کہان گئے اور اس دار فانی کو چھوڑ گئے تم انکی جگہ آئے ہو تمھارا بھی یہی انجام ہے مگر

بخت جہالت سے تم جانتے ہو کہ وے سب خاک ہو گئے اور تمکو نہین معلوم کہ انکا انجام کیا ہوا ہی۔ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ اور تمکو کھل گیا کہ ہمنے انکے ساتھ کیسے برتاؤ کیا یعنے بالیقین تم سب کو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ عاد وثمود کی بستیان ہین جنکو اللہ تعہ نے بسبب نافرمانی پیغمبرون کے ہلاک کر ڈالا کہ انکا وجود ونسل منقطع ہی سوائے مطیعین کے وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ۔ اور تمھارے لیے ضرب المثل کر دیا یعنی پھر بھی تمکو ہوش نہین اور کچھ عبرت ونظر وعلم نہین حاصل کرتے ہو ف آیت مین دلیل ہی کہ جو خبر متواتر پہونچے اور صدق کی دلیل اسکے ساتھ ہو تو اس سے ظہور ہو جاتا ہی پس آنحضرت صلعم کے معجزات وقرآن کی بلاغت معجز کا تمام عرب کا تسلیم کرنا اور یہودیون ونصرانیون کا آنحضرت صلعم کی بشارت توریت وانجیل مین موجود ہونے کا اقرار سب متواتر ہے اور تمام کافرون پر یہی حجت قطعی ہی یاد رکھنا چاہیے۔ الحاصل کفار قریش وتمام کافرون کو قیامت تک متنبہ کیا کہ اگلی قومین کسطرح ہلاک ہوئین تم عبرت پکڑو اور اپنے بد افعال وشرک اور دنیاوی چیزون پرست غفلت کرو کہ انھون نے بھی یہی کہا تھا۔ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ اور بیشک ان لوگون نے مکر کیا تھا یعنے انھون نے امر حق کے رد کرنے اور شرک وکفر کے غالب کرنے مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا بلکہ ظاہر وباطن اسپر اڑے رہے بعض نے کہا کہ یہ کفار قریش کا بیان ہی کہ اُنھون نے مکر کیا لیکن حکم عام ہونا چاہیے پس ارشاد ہی کہ ہر زمانہ مین جو گروہ عظیم انسانون کا مشرک وکافر ہوتا ہی وہ اپنا اعتماد ایسے امور پر کرتا ہی جو ظاہر مین لوگون کو مانند مکر کے پھنساتے ہین اور جسکو ذرا بھی نور عقل ہی جب وہ دیکھتا ہی تو اسکو محض اوہام وخیالات سمجھتا ہی اور برخلاف اسکے اہل الکفر کا وطیرہ ہی کہ اوہام وظنون پر اپنی بنیاد رکھتے ہین اور سمجھتے ہین کہ یہ مضبوط ہی اور باقی امور جو اہل الحق کہتے ہین وہ سب اوہام ہین مگر جب مرگ نے انکو ذبح کیا تو سارا مکر برباد ہوا اور انکو نظر آیا کہ تقدیر الٰہی اُنکے ساتھ اسطرح جاری ہوئی تھی کہ ایسے طریقہ سے انکو یہ غضبناک نتیجہ نظر آیا گویا کسی نے مکر سے انکو اس ورطہ مین ڈالدیا لہذا فرمایا۔ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ اور انکا مکر اللہ تعالے کے یہان ہی یعنی کوئی فعل انسے سرزد نہین ہوتا سوائے اسکے جو اللہ تعالے نے مقدر فرمایا ہی پس علم الٰہی اس کو محیط ہی تو نتیجہ وہی ہو گا جو اللہ تعہ چاہے۔ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ اگرچہ تھا انکا مکر کہ زائل ہو جاتے اس سے پہاڑ۔ یعنے ان کا مکر جو بالکل شرک تھا کہ مثلاً اللہ تعہ کے واسطے جورو وبیٹا بتلاتے تھے یہ ایسا سخت کلمہ تھا کہ اس سے پہاڑ پھٹ جاوین کقولہ تعالے تخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمن ولدا۔ یعنے اللہ تعہ کے لیے بیٹا کہنے سے قریب ہی کہ پہاڑ گر پڑین۔ اسلیے کہ تمام مخلوقات آسمان وزمین اپنے رب تبارک وتعہ کی عظمت وپاکی پر شاہد ہی اور آدمی اگر اپنے ماں باپ کے حق مین ایسی گالی سُنے جو آدمی بعضے کرتے بھی ہین تو غیظ کے سبب سے اسکا دل پھٹ جاتا ہی کہان کہ حضرت سبحانہ تعہ ذو العظمۃ والکبریاء کی شان مین ایسی بات کہ بالکل اُنکی شان سے لگاؤ نہین رکھتی ہی اور نہایت قبیح ہی کون سُن سکتا ہی یہ تفسیر علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی ہی اور ایسا ہی ضحاک وقتادہ نے تفسیر بیان کی ہی اور حسن بصری رحہ نے کہا کہ ان کان بمعنی ماکان ہی یعنی انکا مکر کچھ نہ تھا کہ اس سے جبال کو زوال ہو۔ اسکی توجیہ ابن جریر رحہ نے یہ بیان کی کہ محاورہ مین بولا کرتے ہین کہ اتنا کیون سر اُٹھاتے ہو کیا پہاڑ ہٹا سکوگے جیسے آیت سورہ بنی اسرائیل مین نظیر آئی ہی اور ابن جریج رحہ نے مجاہد رحہ سے یہ معنے روایت کیے کہ اگر انکے مکر ہوتے تو پہاڑ زائل ہو جاتے یعنے خود ان کافرون کو کچھ قدرت نہ تھی وہ سب قہر الٰہی کے تحت قدرت مین مقہور تھے انکے ساتھ وہ معاملہ ہوا کہ اپنے نزدیک انھون نے کچھ کیا اور سمجھا تھا اور نتیجہ کچھ ہوا جیسے مکر کا نتیجہ نکلتا ہی۔ اور حضرت علی وعمر وابن مسعود وابی بن کعب رضہ نے وان کاد مکرہم پڑھا یعنی انکا مکر ایسا تھا کہ قریب تھا کہ اس سے پہاڑ گر جاوین۔ اور اس مقام پر بعض کفار کا قصہ مروی ہی کہ اپنے جہالت سے یا بطریق مکر کے یہ فریب کیا کہ آسمان کے حالات دریافت کرے اور لوگون سے کہے کہ وہان کچھ نہین ہی تاکہ ہر ایک اس مکر سے کافر ہو جاوے اور فرعون کا یہ قصہ تو ظاہر ہی کہ ہامان سے کہا کہ ایسا بلند منار بناوے کہ اسباب سموات پر مطلع ہو کر موسیٰ کے رب کو دیکھون اور دوسرا قصہ نمرود وغیرہ کا کہ بذریعہ نسر طائر کے اُڑا اور آخر مایوس ہو کر گرا بعض لوگون نے اس قصہ کو بعید اسوجہ سے جانا کہ اسمین جان کا خطرہ ہی اور تکذیب پیغمبر کے لیے اسقدر خطرہ برداشت کرنا مشکل تھا اور مین کہتا ہون کہ روایات تمام واقعات وتفصیل کے ساتھ نہین ہین اور جو شخص عقل سلیم رکھتا ہی وہ جانتا ہی کہ اکثر اوقات بات صحیح ہوتی ہی مگر آدمی اسکو محمول نہین کر سکتا تو اسکو بعید معلوم ہوتی ہی

پس مین کہتا ہون کہ بخت نصر یا نمرود کے ایام مین دنیاوی آبادی واسکی لذات مین خوض وملک ولشکر کی کثرت وتجارت وزراعت وصنعت وحرفت اور فنون ریاضی وطبیعی وغیرہ کا بہت زور تھا اسی زمانہ مین حضرت خلیل ہو یا بخت نصر کے لیے بدون پیغمبر کے بھی کہہ سکتے ہین کہ توحید حق کا اعلام دیا گیا مگر جب دنیا کی ثروت وحکومت وخیالات کی یہ حالت تھی تو پیغمبر صلعم کا بیان بالکل مضحکہ کر ڈالا گیا اور سرگرم اسپر یقین نہوا لیکن ریاضی کی تحقیقات کے لیے رصدگاہ بلند اور آسمان کیطرف چڑھنے کے لیے جیسے اس زمانہ مین اہل فرنگ غبارون پر خطرات برداشت کرتے ہین قصد کیا اور آسمانی تحقیقات کی غرض سے بادشاہی دعوی یہ ہوا کہ اگر واقعی آبادی ہی تو کیا صورت وکیا ذریعہ ہی اور فرعون کے منارہ سے بھی جہان وہ قصد تھا کہ خالق موسیٰ کو دیکھون کیونکہ معجزات پیغمبری نے ان احمقون کو بیشک متحیر کر دیا تھا پس حضرت باری تعہ کی شان مین محسوس کا گمان کیا اور بھی وہان رصدگاہ عظیم کا قصد تھا حالانکہ اس نے کمال ٹھوس موٹے دماغ سے حضرت موسیٰ کے بیان سے رب تبارک وتعہ کو بالکل نہ پہچانا بلکہ جیسے آجکل مشاہدہ ہی صرف حسی باتون پر مدار رکھا یون ہی نمرود وبخت نصر کا حال تھا چنانچہ شیخ ابن کثیر رحہ نے ذکر کیا کہ وقد روی شعبۃ رحہ عن ابی اسحٰق عن عبد الرحمن بن رباب عن علی کرم اللہ وجہہ یعنی اس اسناد سے حضرت علی سے روایت ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے حضرت ابراہیم ؑ سے رب تبارک وتعہ کی جناب مین حجت کی تھی اُسنے دو بچہ نسر طائر کے پالے جب بڑے ہو گئے تو ایک تابوت مین انکو مضبوط باندھا اور بھوکا رکھا پھر ایک نیزہ دراز پر گوشت رکھکر تابوت سے باندھا اور وہ مع ایک شخص کے تابوت مین بیٹھا تھا پس گوشت کیطرف طائر اڑے اور بلند ہوئے یہانتک کہ پہاڑون سے اونچے ہوئے حتی کہ اُسکے ساتھی نے کہا کہ تمام زمین ایک مکھی نظر آتی ہی پھر نیزہ کا سر نیچا کر دیا تو طائر اسطرف جھکے حتی کہ زمین پر اُتر آیا اور حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ قولہ تعہ وان کان مکرہم لتزول منہ الجبال۔ ایسے معاملہ مین ہی اور یون ہی سفیان الثوری واسرائیل نے بذریعہ ابو اسحٰق کے آنحضرت کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا اور عکرمہ سے بھی مذکور ہی کہ سیاق درباره نمرود مردود ہی کہ اس حیلہ ومکر سے اپنے اسباب السموات پر اطلاع چاہی تھی اور مجاہد رحہ سے ایسا ہی قصہ بخت نصر کے بارہ مین مروی ہی۔ واضح ہو کہ تخت کُھلا ہوا اسوجہ سے نہ تھا کہ زمہریری سردی سے بچاؤ لازم تھا اور اہل یورپ تو بذریعہ گیاس کرتے ہین اُنسے اُسی تابوت مین کسی دوسرے بچاؤ نکالا ہو گا خصوص جبکہ مصر وغیرہ کے ملک مین ہزار ہا برس پیشتر کی لاشین اسوقت تک ایسا عمدہ مصالحہ دی ہوئی ہین جو اس زمانہ مین کسی کو معلوم نہین ہی اور تاویل وتفسیر آیت اس قصہ پر موقوف نہین ہی بلکہ یہ قصہ اگر اسناد صحیح ہو تو اس کی دلیل ہی کہ باوجودیکہ دنیاوی امور وثروت وحکومت مین اسقدر ہوشیاری تھی پھر عقلی امور مین اور معرفت حق تعہ مین ایسے سخت جاہل تھے کہ بذریعہ غبارہ وغیرہ کے سماوی قبضہ وفتوحات اور رب تبارک وتعہ کی ملاقات چاہتے تھے اور یہ کمال جہل وحماقت ہی شیخ ابن جریر رحہ نے کہا کہ مختار قراءۃ بکسر اللام یعنے لتزول کا لام مکسورہ ہی اور ان یہان مشددہ سے مخففہ ہی لے دانہ کان اور لام کا زیادہ کرنا برائے فرق ان نافیہ وان مخففہ ہی اور پہاڑ ٹل جانا یا انکے مکر کی بڑائی اور برائی یعنی شدت قبح باطنی وظاہری کی تمثیل ہی پھر اگر بیان قبح قریش ہی تو زجاج رحہ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ انکے مکر اگرچہ اسقدر شدید وقبیح ہون کچھ چیز نہین کہ اللہ تعہ اپنے رسول کو فتح دیگا اور بعض نے کہا کہ آیات الٰہیہ وشرائع دین کو رسوخ مین پہاڑ سے مشابہ فرمایا کہ جو انکے مکرون سے زائل نہونگے پس ان نافیہ ہی اور آیت مابعد اس سے مناسب ہی ف فی العرائس قولہ ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون واضح ہو کہ ظلم قبیح کفر وشرک ہی اور وہ تفسیر ظاہر ہی اور بعضے لوگ ایمان ومغفرت کے لائق بھی باعتبار کمال تقوی نہونے کے ظالم ہوتے ہین چنانچہ قولہ فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ الآیہ کی تفسیر مین صحیح ہوا کہ کل منہم علی خیر یعنی یہ سب بہتری پر ہین پس ظلم کا یہان وہ مرتبہ نہین ہی جو کفر وشرک کا ظلم ہوتا ہی بلکہ جیسے انسان کو حمل امانت پر ظالم وجاہل فرمایا ہی پس ایسے ظالم کے حق مین اللہ تعہ کیطرف سے تاکید ہی کہ ادب وحسن مراقبہ وتعظیم مین کوشش رکھے اور دعوے انانیت مین مستغرق نہ جیسا کہ بعض مجذوبون کو واقع ہوا اور مخصوص ابصار انکے حق مین یہ ہی کہ ظہور اکبریہ وسطوات عظمت مین ایسے مستغرق ہونگے کہ انکی نظرین بالکل خودی سے فانی ہو جاوینگی کسی طرف التفات کی قدرت نہوگی اور ہواء القلوب انکا خالی ہونا جمیع تصورات وادراکات سے بلکہ عقول وارواح سے بھی کہ عزت وجلال قدم سے انکو کچھ ادراک نہوگا۔ کہا گیا کہ شہود بندہ محل حضور ہی اور شہود الحق عزوجل حالہ عظمت و

کمال ہے۔ احمد بن خضرویہ رحمہ نے کہا کہ اگر مجھے شفاعت دیجاوے تو پہلے اپنے ظالم سے شروع کرون جس سے مجھے اللہ تعالیٰ کی پرستش نصیب ہوئی یعنے قولہ ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون میمون بن مہران رحمہ نے کہا کہ یہ آیت کافی وعید ہے ظالم کو اور تسکین ہے مظلوم کو۔ ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ اہل الحق کے قلوب سوائے حق عزوجل کے کسی سے آرام نہین پاتے ہین اسی کی مشیت پر قائم ہین۔ قولہ وسکنتم فی مساکن الذین ظلموا انفسھم۔ ظالمون کے وطن مین سکونت یہ ہے کہ جسم پر نفس امارہ و شہوات کا قابو زیادہ ہے جو ظہور قہریات کے مظاہر ہین اور آدمی جب تک خلوص ارادت سے دعوی والون کے پڑوس سے باہر نہو تو اسکا نفس باطل دعوے اور ظلم کا عادی ہوجاتا ہے۔ شیخ ابو عثمان رحمہ نے فرمایا کہ جو شخص بلاضرورت فاسقون اور گناہ کرنے والون کے ساتھ میل کرے اور انکی مصاحبت و پڑوس اختیار کرے تو یقین جانے کہ اسکے دل مین فسق و معصیت پوشیدہ ہے جسکو ظہور کرنے کی خواہش ہے اور حیلہ ڈھونڈھتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظالمون کے پڑوس مین رہنے والون کی مذمت فرمائی اور وہان مقام کرنے والے کو معذور نہین رکھا بقولہ تعالیٰ الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا۔ کہا جاتا ہے کہ فاسقون و فاجرون کے ساتھ رہنے والے انکے شریک ہین جو وہ پاوین وہی یہ پاوین اور حق شرع ادا کرنا انکو آسان نہین ہے بہ نسبت انسے دوری اختیار کرنے کے واللہ تعالیٰ اعلم قال اللہ تعالیٰ

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ

پس تو مت خیال کیجیو اللہ کو خلاف کرنے والا اپنے وعدہ کا اپنے رسولون سے اللہ بیشک سب قدرت والا اور بدلا لینے والا ہے جس دن بدلی جائیگی زمین اسکی جگہ

غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ

دوسری اور سب آسمان اور سب لوگ نکل آوینگے واسطے اللہ واحد القہار کے اور تو دیکھیگا نافرمانون کو آج کے دن بندھے ہوئے

فِى الْاَصْفَادِ ۝ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِىَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا

بیڑیون مین انکے پاجامہ ہونگے قطران کے اور ڈھانکے ہوگی انکے چہرون کو آگ تاکہ بدلا دیوے اللہ ہر نفس کو جو کچھ

كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا

اسنے کمایا ہے بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنے والا ہے یہ پہونچا دینا ہے لوگون کو اور تاکہ انکو ڈر سنایا جاوے اور تاکہ جان لیوین کہ

هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ع ۱۱ ۱۹

وہ تو اکیلا ہی اللہ ہے اور تاکہ نصیحت مانین سمجھ والے

منجملہ انذار کے یہ آیات بھی ہین اور قدرت حق عزوجل ہے کہ آنحضرت صلعم کے خلیفہ جنکے قبضہ مین اسقدر ملک و سلطنت تھی کہ آجتک کسی کو نصیب نہین ہوئی ہے اور اصحاب جنکے پیچھے دولت دنیا و خزانہائے قیصر و کسری ہاتھ باندھے تھے گروے لوگ دنیا سے بیزار اور ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور راتون کو جاگنے والے نمک و روٹی پر کفایت کرنے والے تھے انکو یہ آیات نافع ہوتی تھین کہ بیہوش ہوجاتے تھے اور انکے سوائے کافر مشرک منافق محض دنیا کے کتے انکو کچھ نفع نہین ہوتا ہے اور سچ ہے کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے قرآن مین صحیح آیات سے یہ خبر دیدی ہے اور کافرون کو کچھ نفع نہین ہوتا بلکہ گمان کرتے تھے کہ صحابہؓ بالفعل اسقدر ضعیف و کمزور ہین کہان سے ملک کسری و قیصر فتح کرینگے وقال تعالیٰ۔ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ سو تو کبھی نہ گمان کیجیو اللہ تعالیٰ کو خلاف کرنے والا اپنے وعدہ مین اپنے رسولون سے۔ آمین تمام امت کو اطمینان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو غلبہ دیتا ہے ولیکن اسکی حکمت ایسی خوبصورت پیرایہ مین ہے کہ مومنون کو اپنے فضل و ہدایت سے مستقیم رکھتا ہے ورنہ کافر لوگ تو ہرگز نہین سمجھتے اور گویا خوشی سے کفر مین گرفتار و گمراہ ہین حالانکہ پھر تو کچھ شک نہین رہا کہ اللہ تعالیٰ نے سلطنت کسری و قیصر کو انہین فقیرون پر فتح کردیا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے سب کچھ اسکے قبضہ مین مقہور ہے۔ ذُو انْتِقَامٍ بدلا لینے والا ہے یعنے نیک بندون کے لیے ظالمون سے

بدلا دلواتا ہے۔ قتادہ رحمہ نے کہا کہ قسم ہے اسی کی کہ بیشک اپنے حکم مین بالکل غالب ہے اسکا برتاؤ ایسا محکم اور غالب ہے کہ کفار کے حق مین ایسا ہے جیسے کوئی مکر مین ہلاک ہو جاوے اسکا مکر بہت زبردست قوی ہے۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ بیان کردے جس دن بدلی جاویگی یہ زمین یعنی جو تم مشاہدہ کرتے ہو۔ غَيْرَ الْاَرْضِ دوسری زمین سے یعنی کافر جو اپنے آپ کو اور سب کو مثل گھاس کے خودرو اور خوار بیٹھا اور بے انجام جانتا ہے وہ بالکل بیوقوف ہے اسکے آگے وقائع ہولناک و عجائب قدرت کے آثار ہین۔ واضح ہو کہ دہریہ و نیچر وغیرہ جو ایسا خیال کرتے ہین انسے پوچھو کہ پھر تم لوگون کے واسطے زمین دائمی چیز ہین نہین بلکہ تم زمین کے لیے ہو کہ گھاس کیطرح پیدا ہو کر اسکو درست کرو عمارتین کھڑی کرین بناؤ پھر مرجاؤ دوسرے آوین اور مزدوری کرین تمہاری عقل خوار ہے جب پانی زیادہ برسے تو تمہارا گھروندا اکھڑ جاوے۔ زمین و آسمان باقی و دائمی کہتے ہو یون ہی رہینگے مگر تم محض بیقدر خودرو گھاس ہو۔ زمین وغیرہ مین عقل نہین مگر افضل ہے تو تمہاری عقل محض ہیچ ہے۔ بھوٹ کا درخت کئی سو برس باقی رہا مگر تم اس قابل بھی نہتھے تو تم سے وہ بیشک اچھا ہے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہون ان احمقون کی جہالت سے صحیح یہی ہے کہ انسان افضل اور اسکے واسطے آغاز و انجام ہے اور اپنی عقل سے استدلال کرتا ہے کہ نظام عالم ایک خالق عزوجل کی مخلوقات ہے اور وہ اسکو ہزار طرح بدلکر پیدا کرسکتا ہے پس ذرا بھی شبہہ نہین جو اسنے فرمایا کہ یاد کر وہ دن کہ زمین بدلی جاویگی سوائے اس زمین کے۔ اب جاننا چاہیے کہ تبدیل کبھی ذات مین ہوتی ہے اور کبھی صفات مین ہوتی ہے اور زمین کی تبدیل جیسا کہ نصوص سے ظاہر ہوتا ہے دونون طرح بدلی جاویگی۔ وَالسَّمٰوٰتُ اور آسمان بھی اسی طرح بدلے جاوینگے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ جو کچھ اوپر مذکور ہوا وہ اُس دن ہوجاویگا جس دن یہ تبدیل واقع ہوگی اور صحیحین مین سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ حشر کیے جاوینگے لوگ قیامت کے روز زمین صاف پر جیسے میدہ کی روٹی جسمین کسی شخص کا نشان نہوگا یعنی تودہ وغیرہ کچھ نہوگا اور حضرت ام المومنین صدیقہؓ نے پوچھا کہ اُس دن آدمی کہان ہونگے فرمایا کہ صراط پر ہونگے۔ رواہ مسلم والترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی حسن صحیح واحمد اور دوسری روایت مین قولہ والارض جمیعا قبضتہ والسموات مطویات بیمینہ الآیہ کی تفسیر مین پوچھا کہ لوگ کہان ہونگے فرمایا کہ جہنم پر پل سے گزرتے ہونگے اور صحیح مسلم مین ثوبانؓ سے روایت ہے کہ مین حضرت کے پاس کھڑا تھا کہ ایک یہودی عالم آیا اور کہا السلام علیک یا محمد تو مین نے اس کو ایسا دھکا دیا کہ قریب تھا کہ گر پڑے تو مجھ سے بولا کہ تو نے مجھے کیون ڈھکیلا مین نے کہا کہ تو نام لیتا ہے رسول اللہ نہین کہتا بولا کہ جو نام انکا انکے گھر والون نے رکھا ہے وہی نام لیتا ہون آنحضرت نے فرمایا کہ میرا نام محمد ہے جو میرے گھر والون نے رکھا ہے پھر یہودی نے کہا کہ مین آپ سے پوچھنے آیا ہون آپ نے فرمایا کہ بھلا تجھے نافع ہوگا جو مین بیان کرونگا بولا کہ مین اپنے کانون سے سنونگا پس آنحضرت نے ایک تنکے سے جو آپ کے ہاتھ مین تھی زمین کو چونکا پھر فرمایا کہ پوچھ پس اُسنے کہا کہ جس دن زمین و آسمان تبدیل ہونگے لوگ کہان ہونگے آپ نے فرمایا کہ تاریکی مین جہنم کے پل سے ادھر ہونگے بولا کہ پھر اول کسکو اجازت ہوگی فرمایا کہ مہاجرین مین سے فقرا کو بولا کہ پہلا تحفہ انکا کیا ہوگا جب جنت مین پہونچینگے فرمایا کہ مچھلی کی جگر کا زائدہ پھر بولا کہ اسکے بعد ہی کیا ملیگا فرمایا کہ ثور الجنۃ جو اسکے اطراف سے چرتا ہے ضیافت ہوگا پوچھا کہ کیا پینے کو ملیگا فرمایا کہ چشمہ سلسبیل کا پانی۔ کہنے لگا کہ آپ نے سچ فرمایا پھر بولا کہ ایک اور بھی بات امتحان کرنے آیا ہون جسکو سوائے نبی یا ایک یا دو آدمیون کے کوئی نہین جانتا فرمایا کہ تجھے کچھ نفع ہوگا میرے بیان سے بولا کہ اپنے کانون سنونگا پوچھا کہ مین فرزند کو پوچھنے آیا ہون فرمایا کہ مرد کا پانی سپید ہے اور عورت کا زرد ہے جب دونون مجتمع ہوئے پھر عورت کی منی مرد کی منی پر چڑھ آئی تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر لڑکا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی اوپر چڑھ آئی تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر لڑکی ہوتی ہے یہودی بولا کہ بیشک آپ نے سچ فرمایا اور بیشک آپ نبی ہین پھر رخصت ہوگیا پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسنے جو کچھ مجھ سے پوچھا مجھے اسکا علم نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیدیا۔ رواہ الامام مسلم فی صحیحہ اور ابن جریر کی روایت مین ہے کہ لوگ اس دن اللہ تعالیٰ کے مہمان ہونگے اور اللہ تعالیٰ کے یہان جو کچھ ہے وہ لوگون کو عاجز نہین کریگی۔ و رواہ ابن ابی حاتم اور شعبہ نے عمرو بن میمون سے روایت کی کہ زمین کے بدلے زمین ہوگی جیسے سفید چاندی خالص نہ اسمین کوئی خون بہایا گیا اور نہ اسپر کوئی گناہ کیا گیا نظر اسکے پار ہوگی اور آواز پکارنے والے کی سُنائی دیگی لوگ ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ جیسے پیدا کیے گئے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ کہا کہ کھڑے ہونگے یہانتک کہ پسینہ انکو گھیر لیگا۔ عمرو بن میمون نے اور زر بن حبیش نے اسکو عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے رواہ ابن جریر اور زیدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے صحابہ کو تبدیل الارض مین

فرمایا کہ صاف سفید مثل چاندی کے ہوگی پھر مدینہ کے گرد یہودی عالمون کو بلانے بھیجا اور بعضے اصحاب سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کیون مین نے بلوایا ہی اسلیے بُلوایا کہ وے لوگ توریت سے بیان کرین جب آئے تو انسے فرمایا کہ تبدیل الارض بیان کرو انھون نے کہا کہ زمین سفید مثل میدے کی روٹی کے ہوگی رواہ ابن جریر ایسی ہی تفسیر حضرت علی و ابن عباس و انس بن مالک و مجاہد سے مروی ہی کہ زمین اُس دن چاندی کی ہوگی اور حضرت علی رضہ سے مروی ہی کہ آسمان سونے کے ہونگے اور واضح ہو کہ حضرت ابن مسعودؓ و دیگر صحابہ و تابعین سے زمین کا میدے کی روٹی ہونا اور آسمانون کا باغ ہونا بھی مروی ہی اور یہ بھی مروی ہی کہ زمین تانبے کی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ سے مروی ہی کہ زمین و سمندر سب آگ کے ہونگے اور صحیحین مین ابو سعیدؓ کی حدیث مرفوع ہی کہ زمین اُس دن ایک روٹی ہوگی کہ حضرت جبار جل جلالہ اپنے دست قدرت سے اسکو لوٹ پوٹ دیگا نزل اہل جنت کے لیے یعنے ہنوز وہ لوگ جنت مین نہین پہونچے ہونگے۔ امام قرطبی وغیرہ نے اس کی تحقیق کردی ہی اور صحیح یہ ہی کہ زمین کی تبدیل صفاتی و ذاتی دونون طرح کئی بار واقع ہوگی پس نفخ صور و قیام محشر مین زمین صاف سفید ہوگی کہ نہ اُسپر علامت اور نہ خون و گناہ کا اثر ہوگا پھر جب خلائق متن جہنم کے پل پر ہونگے تو کفار کے لیے آتشی و تانبے وغیرہ کی ہوگی اور تاریکی ہوگی اور اس بار مومنون کے لیے مثل روٹی کے پھر جنت مین درکہ بیضا مشک خالص ہوگی اور حق یہ ہی کہ یہ سب امور جس طرح اللہ تعہ چاہے واقع ہونگے انمین کوئی تفصیل اسوقت ممکن نہین ہی کیونکہ محشر کے اوقات و حالات مختلف ہین اور امر آخرت کی کیفیات بالکل مخفی ہین پس اہل ایمان و عقل ان سب امور کو صحیح و قدرت حق تعہ مین ادنی امور دیکھتے ہین اور خوب ظاہر ہی کہ جو لوگ اس خاکی زمین کو خراب اونچا نیچا دیکھتے ہین باوجودیکہ چورس مربع یا مدور جیسا بنانے اور کوشش کر کے ہلاک ہوتے ہین قادر قیوم جل شانہ کی قدرت مین آسان تھا مگر نمونہ اسکی خواری کا ہی اور ہموار خوبصورت جو قیاس مین نہ آوے جہان باقی ہی حالانکہ ایک پھول ایسے نمونہ پر دیا کہ ہم اسکے مثل کسی طرح نہین بنا سکتے ہین پس اللہ تعہ جل شانہ کی صفات پاک ہین اور کلام سچا ہی اور رسول برحق ہی وہی صحیح ہی جو اُسنے فرمایا و مراد لیا ہی پس ایمان لائے ہم کہ بدلی جاویگی زمین سوائے اس زمین کے اور بدلے جاوینگے آسمان۔ وَبَرَزُوْا اور ظاہر ہونگے تمام لوگ اپنی قبرون سے یا مراد فقط ظالم لوگ ہون اگرچہ سب ظاہر ہونگے کیونکہ سیاق ظالمون کا ہی یعنے قبرون سے نکلینگے تاکہ اپنے اعمال و کردار کے بدلے اٹھاوین۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ واسطے حکم اللہ واحد قہار کے۔ وہ قاہر ہی سب اسکی قدرت مین مقہور ہین انکو ایک زجر سے آواز دیجاویگی کہ سب کے سب اس زمین تبدیل شدہ پر قائم ہونگے۔ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ اور تو دیکھیگا نافرمانون کو یعنے اللہ تعہ کو نہ ماننے والے کافرون مشرکون وغیرہ کو اس دن۔ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ زنجیرون سے ملا کر جکڑے ہوئے اصفاد زنجیرین بقول سعید بن جبیر یا بندان بقول ابن عباس یا بیڑیان و طوق بقول قتادہ۔ اور باہم مجرمون کا مقرون ہونا اپنے اپنے خراب عقائد و اعمال کی شرکت سے ہی مانند قولہ واذا النفوس زوجت۔ یا اپنے اپنے شیطان کے ساتھ جو دنیا مین باطنی نزدیکی پر ہین وہان یوم ظہور مین ظاہری نزدیکی پر کھلے کھلے ہونگے مانند قولہ نقیض لہ شیطانا فہو لہ قرین۔ اور ظاہر یہ ہی کہ آدمیون مین سے ہر قسم کے گمراہ لوگ مع اپنے ظاہری پیشوا آدمی کے اور مع باطنی پیشوا شیطانون کے یکجا جکڑے ہونگے اور سب شیاطین کا پیشوا شیطان ابلیس بھی سب کے آگے ہوگا واللہ تعہ اعلم پھر انکی ہیات قبیح بیان فرمائی مع لباس کے۔ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ قمیصین یا پائجامہ انکے قطران سے ہونگے یعنے انکے جسمون پر قطران بدبودار ملا ہوا اُس عالم مین سربال ہوگا اور قطران ایک چیز مٹی کے تیل کے مانند زمین سے اُبلتی ہی اسکا چشمہ ہوتا ہی سیاہ رنگ بہت بدبودار قتادہؒ نے کہا کہ اسمین آگ بہت لگتی ہی۔ ابن عباس کہتے تھے کہ قطران گلا ہوا تانبا جسکی حرارت انتہا کو پہونچ گئی اور ایسا ہی مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ سے مروی ہی اور معنے اسکے یہ ہین کہ قطر معنے تانبا اور آن یعنی شدید الحرارہ پس قطران پگھلایا ہوا تانبا جسکی حرارت حد کو پہونچی ہی اور حدیث مین ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہی کہ حضرت نے فرمایا چار باتین میری امت مین امور جاہلیت سے ہونگی انکو نہین چھوڑینگی ایک تو حسب پر فخر کرنا اور دوم نسب مین طعن کرنا اور سوم نجوم پر پانی مانگنا یعنے فلان ستارہ سے پانی برسیگا اور چہارم میت پر بین کر کے پیٹنا اور مردے پر پیٹنے والی رونے والی عورت نے اگر موت سے پہلے توبہ نہین کی تو قیامت کے روز کھڑی کیجائیگی اس حال سے کہ اسپر قطران کی سربال ہوگی اور جرب کی کرتی ہوگی۔ رواہ مسلم و احمد۔ وَتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ اور چھائی ہوگی انکے چہرون پر آگ

جیسے دوسری آیت مین فرمایا و تلفح وجوہہم النار اور آگ کا گھیرنا اگرچہ عام بدن کو ہوگا مگر چہرہ اشرف جزو تھا اور قبیح صورت کے لیے کافی تو اسکو بیان فرمادیا اور سنن کی روایت مین پیٹنے والی عورت کے حق مین ہی کہ اگر بے توبہ مرگئی تو دوزخ و جنت کے درمیان راہ پر کھڑی کیجائیگی اسپر قطران کی سربال ہوگی اور اُسکے چہرہ کو آگ چھائی ہوگی۔ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ یہ فعل ان لوگون کے ساتھ اسلیے ہونگے کہ اللہ تعہ بدلا دیوے۔ كُلَّ نَفْسٍ ہر نفس کو مرد ہو یا عورت ہو۔ مَّا كَسَبَتْ وہ جو اُسنے کمایا یعنے اسکی کمائی کے موافق اسکو جزا دیوے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعہ ہر نفس کی بدکاری و گناہ سے پاک بے پرواہ ہی جیسے ہر ایک کی طاعت سے مستغنی ہی ہر نفس جو کرتا ہی اسکا نفع و ضرر اسی پر عائد ہی گویا کہ اس جہان کے اعمال و افعال دوسرے جہان مین اپنی اپنی جزا کے ساتھ ہونگے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ بیشک اللہ تعہ سریع الحساب ہی اُسپر کوئی چیز پوشیدہ نہین ہی کہ دریافت کرنے مین دیر ہو اور تمام خلق اسکے نزدیک بمنزلہ ایک ذرہ کے ہی یا کم و لیکن بندون پر حجت کے لیے ایام دنیا کے آدھے دن کی مقدار پر حساب فرماویگا جیسا کہ حدیث مین آیا ہی کما ذکر ذلک السیوطیؒ اور اہل ایمان جنکو اللہ تعہ بخشیگا انکو نامہ اعمال دکھلائے جاوینگے اور پوچھا نہ جاویگا بلکہ اللہ تعہ تجاوز فرماویگا اور جس سے پرسش ہوگی وہ ضرور مواخذہ مین آجاویگا اللہ تعہ اہل اسلام سے تجاوز فرماوے برحمتہ و مغفرتہ آمین ھٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ یہ قرآن پہونچا دیا گیا ہی لوگون کو یعنے اللہ تعہ کا حکم لوگون کو پہونچایا گیا کہ اپنی نیکی بدی پہچان کر سعادت کے مراتب حاصل کرین اور شروع سورہ مین بھی فرمایا تھا کہ کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور بس ختم بھی کر دیا کہ ان دلائل توحید سے آغاز و انجام و کام معلوم ہوگیا ہر ایک اپنے لیے راہ راست ڈھونڈھے اور فرمایا لانذرکم بہ ومن بلغ یعنی اے عرب تمکو مین انذار کرون اور جسکو پہونچے پس جن لوگون کو قرآن پہونچا سب پر اتباع فرض ہوگئی اور آنحضرت صلعم نے سوائے عرب کے باقیون کو بذریعہ صحابہ رضہ کے پہونچایا پس صحابہ آپ کے قائم مقام و رسول کے رسول ہین لہذا جو انپر طعن کرے وہ رسول پر طعن کر کے کافر ہوگا۔ پھر یہ قرآن کس طور سے پہچانا جاوے کہ اللہ تعہ کا کلام ہی تو مین کہتا ہون کہ اللہ تعہ نے دو باتون پر صریح کر دیا کہ ذرا بھی شک نہین ہو سکتا اول تو محمد رسول اللہ پیغمبر صادق مصدوق تھے کہ قریش و تمام عرب آپ کی سچائی پر متفق تھے تو صریح ہی کہ کوئی آپس مین جھوٹ نہ بولے پھر اللہ تعہ پر جھوٹ باندھے پھر کیونکر جھوٹا شخص اتنے معجزات دکھلا سکتا ہی دوم یہ کہ جو بات لاکھون آدمی ہر زمانہ مین بیان کرین وہ خبر بالکل سچ ہوتی ہی اور قرآن سب جہان کے نزدیک متواتر چلا آتا ہی لاکھون آدمیون نے ہر زمانہ مین اسکو حفظ کیا اور پڑھا پڑھایا ہی اب مین کہتا ہون کہ اس قرآن مین جا بجا تمام عرب کو کہا گیا کہ تم اسکے چھوٹے سورہ کے مثل لاؤ اگر تم اسکو آدمی کا کلام سمجھتے ہو و لیکن انسے ہرگز ممکن نہوا اور تلوار سے جان دینا و لڑنا قبول کیا اگر لا سکتے تو کیون ایسا کرتے اور سب نے اسکو معجزہ بے مثل تسلیم کیا اور جیسے جادو کو عجیب سمجھتے ہین اسکو جادو قرار دیا اور جب تمام عرب دل سے آخر تک اسکے اعجاز بلیغ ہونے کا اقرار کر چکے تو سوائے عرب کے کون زباندان عربی کا ہی جو مقابلہ کا دعوی کرے اور جو دعوی کرے وہ محض جھوٹا اور بالکل بیوقوف ہی تب ثابت ہوگیا کہ یہ قرآن بیشک آدمی کا کلام نہین ہی پس اللہ تعہ کا پیغام بندون کے لیے ہی تاکہ اسپر ایمان لاوین۔ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ اور تاکہ اس سے اُنکو ڈر سنایا جاوے پس بدکاری و گمراہی مین نہ پڑین اور اپنے رب سبحانہ و تعہ سے شرک نہ کرین اور ایسے فعل نہ کماوین جو دوسرے جہان مین انکے ساتھ آگ و عذاب ہون کیونکہ جو کچھ اپنے ساتھ اپنے ظاہر و باطن پر لباس چڑھاوینگے وہی دوسرے جہان مین انپر ظاہر ہوگا۔ وَلِيَعْلَمُوْا اور تاکہ یقین جان لین قرآن کی صریح صاف صاف سچی دلیلون سے کہ۔ اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وہ تو اکیلا اللہ ہی کسی صفت مین اسکا کوئی شریک نہین ہی۔ وَلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور تاکہ نصیحت پاوین عقل والے لوگ۔ پس معلوم ہوا کہ جس نے قرآن سے نصیحت نہ پائی وہ احمق بے عقل ہی کیونکہ قرآن مجید مین مخلوقات کی وجود و صفات سے اور آدمی کی خود ذات و صفات و حالات سے ایسے صریح دلائل بتلائے ہین کہ بعد انکے ہرگز وہم و وسواس کو مجال شبہہ نہین رہتی سوائے اس شخص پر جسکو بالکل عقل نہین ہی ف فی العرائس قولہ یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات برزوا للہ الواحد القہار تفسیر اس کی سابق مین مفصل مذکور ہوئی اور اشارت مین سے ہی کہ اللہ تعہ واحد قہار کے واسطے بروز و ظہور اسوقت ظاہر ہوجاتا ہی جب آدمی کی وہ زمین قلب بدلے جسپر ظلم و فسق و فجور و حرام کاری و حرام خوری و کبر و رعونت و نامردی وغیرہ اخلاق ذمیمہ و افعال قبیحہ بھرے ہوئے تھے پس جب اُسنے اس زمین کو بدیون سے پاک کر دیا اور

وہ بدلی کہ آہن سے صفات بشری وخطرات ردیہ نفسانی زائل ہوئے اور روحانیہ خصائل واسطے نور شہود جمال احدیت کے پیدا ہوئے تو آسمان یعنے ارواح بھی مبدل ہوتے ہیں بدین معنے کہ انکو ذاتی استعداد حدوثیت سے خارج کرتی ہے کہ انوار عظمت کو برداشت کرین پس صفات لطائف آلہیہ کا ظہور ہوتا ہے بالجملہ ارواح وقلوب بدلکر محل ضیق سے نکلکر محل بسط مین آتے ہین اور خوف سے امید مین اور رسوم عبودیت سے مشاہدہ ربوبیت مین ظاہر ہوتے ہین پس بروز ظہور ان قلوب وارواح کا اماکن غیب سے بیہوش وحیران بسبب غلبہ شوق وعشق کے جمال دائم وحق پر ہوتا ہے اگر تو انکو دیکھے تو رداء کبریا ودار عظمت سے متعلق اپنے پاک رب جلشانہ سے اپنے فراق سے فریاد کرتے ہین اور ظاہر ارض وسماء تاریکی خلقت وظلمت سے بدلکر استیلاء انوار قدم کی تحت قہر مین منور ہونگے اور بحکم کل شئی ہالک الا وجہہ تمام وجود ذلیل قدم مین داخل ہوگا اور سچ پوچھو تو وہ تھے کب جو اب ہالک ہون وہ تو وجود حق کے پہلو مین لاشئی ولا وجود سے کمتر تھے۔ واسطی رحمہ نے کہا کہ جب ابدان پر انوار حق تعہ کا ظہور ہوگا تو ارض وسماء ثابت نہین رہ سکتے ہین قولہ ہذا بلغ للناس ولینذروا بہ الی قولہ اولوالالباب۔ یہ آیت اصل مین مقام عبرت عارفین ہے کیونکہ اہل عقل وآدمی وہی ہین پس معرفت سے انکا شوق بجانب جمال اور انکا خوف از فراق بڑھیگا خوب جانو کہ اسکی معرفت سے تا دوام لاعلمی ہے لیکن عوام لوگ تو نشانات مین بیراہ ہین اور وے لوگ ہین کہ نور مین روبراہ ہین مگر معرفت حق سبحانہ تعہ مین تو درحقیقت ظنون ہین یا رسوم ہین جب بفضل ورحمت ارحم الراحمین اسکو معائنہ کرینگے تو اسکو پہچانینگے اور اپنی جہالت بھی جانینگے اور جو کچھ اسکی معرفت وعبادت مین سراسر قصور ہوا ہے جب بحر توحید ودیدار پاک مین غرق ہونگے تو سمجھینگے کہ انما ہو الٰہ واحد اور یہ شان تو اہل عرفان کی ہے پس کافرون وبے ایمانون کا حجاب خیال کرو کہ فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ پھر یہ معرفت وادراک انھین کو ہے جو اہل عقل وعلماء حقیقت وصاحبان معرفت ہین وہی عاشقان شاہد ہین جنھون نے بحکم قولہ یجاہدون فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم۔ اپنی جان ومال کو اسپر قربان کرتے ہین اور شرمندہ ہین اور اس مین انذار ہے کہ اہل سعادت ہمیشہ بدصحبت وبدون سے اور مخالف ومخالفون سے پرہیز کرین اور بہت دور رہین کہ جب قلب اسکا عادی ہوا تو اندھا ہو جاتا ہے اور صحیح حدیث سے صحبت نیک وبد کا اثر ثابت ہے واللہ تعالے اعلم۔ واضح ہو کہ ایک آیت اس پارہ سے سورہ حجر کی تکمیل کے لیے پارہ ۱۴ مین ہے

تم الثالث عشر ویتلوہ الرابع عشر من سورۃ الحجر۔

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔ ۱۰ر

حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱ر

جواب السائلین۔ بطور استفتا۔ ۲ر

کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔ عہر

چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱ر

رسالہ تجہیز وتکفین۔ از محمد عمر۔ ۱ر

فقہ فارسی

ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے۔ دو مجلد کامل۔ عہ ر

شرح سفر السعادت۔ از مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی معروف۔ ہر

گنج الکنج۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔ عہ ر

تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبدالسلام۔ ۲ر

تبیان۔ در حکم تمباکو وحقہ از ملا معین الدین ۱ر

بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علیؒ۔ ۲ر

نام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔ ۲ر

مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔ ۲ر

شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔ عہ ر

مسلک المتقین۔ مرغوب علماء ولایت از مولوی آلہ یار خان۔ عہ ر

فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔ ہر

قدوری۔ مترجمہ مولانا ابوالقاسم۔ ۲ر

شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبدالرحمن جامی۔ ۱۵ر

کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔ ۱۳ر

مالابد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔ ہر

شرح مختصر وقایہ گورسیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔ ہر

رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت وحرمت جانوران۔ ۱ر

رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان وارکان۔ ر

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ۔ از مولانا عبدالعلی برجندی معتبر شرح۔ ہے ر

فتح القدیر۔ حامل المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند وباعظمت شرح مشہور ومعروف اور آخر مین تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد خانی گندہ ضخیم جدید الطبع۔ عہ ر

ہدایہ۔ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہین ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل

(۱) جلدین اولین عبادات۔ للعہ ر

(۲) جلدین آخرین معاملات۔ صہ ر

ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف ومستند متداول چار جلد مین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل۔

ہدایہ جلد اول وثانی تا آخر کتاب النکاح۔ سعہ ر

ایضاً جلد سوم وچہارم تا آخر کتاب۔ للعہ ر

فتاوی قاضیخان مع سراجیہ۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو جلد کامل۔ معہ ر

شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط وصحیح۔ ہر

شرح وقایہ خرد مع دائرۂ ہندیہ متوسط قلم ۱۰ر

الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول۔ صہ ر

ملا مسکین۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل میں داخل درس ہے۔ ہر

مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔ عہ ر

عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد میں۔

(۱) جلدین اولین عبادات مین۔ عہ ر

مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول۔ ۱۱ر

عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم ۔ ۱ر
کنز الدقائق عربی جدید حواشی کے ساتھ قیمت ۰۱ر

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق ۔ ترجمۂ اخلاق جلالی ۔ ۷ر
باب دانش ۔ مولفۂ مولوی محمد کریم بخش ۔ ۰۲ر
اوقات عزیزی ۔ از سید غلام حیدر خان ۴ر
ترجمۂ عوارف المعارف ۔ کامل دو جلد مین مترجمۂ مولانا ابوالحسن فرید آبادی ۔ ۱۲ر
تحریرۂ دانش ۔ ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش ۔ ۰۳ر
بحر الحقیقت ۔ اصلاح نفس مین ۔ ۰۲ر
آبحیات ۔ اخلاق و موعظت مین مُصنّفۂ منشی کامتا پرشاد ۔ ۰۳ر
کیمیائے حکمت ۔ حصّہ اول بیان شریف علم و ادب ۔ ۰۲ر
پیراہن یوسفی ۔ اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف ۔ کامل دو جلد مین بتفصیل ذیل
(جلد اول) ترجمۂ دفتر ۱ و ۲ و ۳ ۔ زیر طبع
(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ ۔ زیر طبع
شجرۂ معرفت محشّی ۔ منتخبات مثنوی مولانا روم ۔ مترجمۂ سیّد غلام حیدر صاحب ۔ ۱ر
چشمۂ فیض ۔ نظم ترجمۂ اُردو پندنامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہٗ از مولوی عبد الغفور خان بہادر ۔ ۲ر

مذاق العارفین ۔ ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار جلد کامل ۵ر
تہذیب احسانی ۔ مولفۂ حکیم احسان علی ۔ ۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان ۔ جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم ۱ر
گلستان مع فرہنگ ۔ متوسط قلم آخر مین مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ر
گلستان بالتصویر ۔ کاغذ حنائی و سفید رسمی ۹ر
گلستان مع فرہنگ ۔ متوسط قلم رسمی محررۂ منشی شمس الدین صاحب مرحوم ۔ ۸ر
گلستان محشّی اُردو ۔ اسپر طلبا کی آسانی کے لئے اُردو کے حواشی دیے گئے ہین ۔ ۱۴ر
شرح گلستان ۔ از شیخ ولی محمد صاحب اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے ۔ ۱۳ر
گلستان مترجم ۔ فارسی با ترجمہ اُردو ۔ ۱۲ر
گلستان خرد ۔ فارسی ۔ ۰۵ر
تضمین گلستان سعدی ۔ منشی ہرگوپال صاحب تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے ۔ ۷ر
بہارستان جامی ۔ اخلاق و نصائح مین قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی ۔ ۵ر
غارستان ۔ حکایات پند و نصائح بطرز گلستان سعدی از ملا مجد الدین ۔ ۸ر

عقد گل و عقد منظوم ۔ یعنی انتخاب گلستان و بوستان ۔ ۹ر
بوستان جلی قلم ۔ محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی ۔ ۱ر
بوستان محشّی کلان ۔ اس میں ضروری حواشی درج ہین ۔ ۱۳ر
بوستان محشّی متوسط قلم ۔ چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے ۔ ۸ر
بوستان محشّی خرد ۔ ۰۵ر
بوستان مترجم منظوم ۔ معمولی ترجمہ نہیں ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی گوبند پرشاد فضا ۔ ۱۳ر
بہار بوستان ۔ بوستان کی جامع شرح از منشی ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بمثل شرح ہے ۔ ۱ر
اخلاق جلالی محشّی ۔ منشی فاضل کے کورس مین ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے ۔ ۴ر
اخلاق ناصری ۔ منتہیان فارسی کے درس مین داخل ہے ۔ اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ ۔ ۱ر
اخلاق محسنی ۔ داخل درس از ملا حسین واعظ کاشفی ۔ ۸ر
مثنوی سلسبیل ۔ اخلاق و موعظت مین ایک دُر بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی ۔ ۲ر
مجموعۂ صد پند سودمند ۔ حضرت لقمان کے سَو قابل قدر نصائح ۔ ۲ر ۶ پائی ۔

المشتہر منیجر صیغہ بکڈپو نولکشور پریس لکھنؤ